Title – FATAWI HINDIYA TARJUMA FATAWI ALAMGEERIYA.

Creator – Mutarjuma Sayyed Ameer Ali Marhoom.

Publisher – Matba Nawal Kishore (Lucknow).

Date – 1932.

Pages – 540.

Subjects –

جلد ہفتم

شہپ واحد اشد علی الشیطن من الف عابد

الحمد للہ والمنۃ کہ

فتاوائے ہندیہ

ترجمہ

فتاوائے عالمگیریہ

مترجمہ

علامہ مولانا سید امیر علی مرحوم اعلی اللہ مقامہ

مؤلف

تفسیر مواہب الرحمن و عین الہدایہ وغیرہ

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

سنہ ۱۹۳۲ء

مطبع نولکشور لکھنؤ میں طبع ہوا

فہرست ابواب و فصول فتاوی ہندیہ ترجمہ فتاوی عالمگیریہ
جلد ہفتم

کتاب الاجارۃ

اذا اراد اللہ بعبد خیرا یفقہہ فی الدین

الحمد للہ سبحانہ وتعالیٰ کہ فتاوائے جلیل عدیم المثیل منبع مسائل احکام مشروع افتاء وقائع انام مدار و معتمد دین اسلام حاوی احکام دینیہ شرعیہ ماخوذ از نصوص محکمہ و سنن سنیہ احسن الفتاویٰ در فقہ حنفیہ

یعنی

فتاوی ہندیہ

ترجمہ

فتاوی عالمگیریہ

جلد ہفتم

مترجمہ جامع صناعات ریاضیہ و عقلیہ حاوی اصناف فنون نقلیہ اقتفا اشارات صوفیہ مولف تفسیر حقائق تاویل القرآن اسرار الفرقان البحر العلامہ مولانا السید امیر علی رحمہ اللہ العلی بصرف زر خطیر مالک مطبع در ریاضت مولانای عالی وقار ترجمہ ہوکر

مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں ... طبع ہوئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الودیعۃ

اس مین دس باب ہین

باب اول - ایداع و دیعت کی تفسیر اور ودیعت کے رکن و شرائط و حکم کے بیان مین کسی دوسرے شخص کو اپنے مال کی حفاظت پر مسلط کرنے کو شرعاً ایداع کہتے ہین اور جو چیز امین کے پاس چھوڑی جاوے وہ شرعاً ودیعت ہے یہ کنز مین ہے - اور رکن ودیعت بھی ایجاب و قبول ہے یعنی مودع کا یہ کہنا کہ مین نے تجھے یہ مال ودیعت دیا یا جو اسکے قائم مقام اقوال و افعال ہون اور مستودع کی طرف سے قول و فعل سے قبول کرنا یا فقط فعل سے قبول کرنا یہ تبیین مین ہے ودیعت کبھی صریح ایجاب و قبول سے ہوتی ہے اور کبھی بدلالت ہوتی ہے پس صریح یون ہے کہ مودع نے کہا کہ مین نے تجھے یہ چیز ودیعت دی اور مستودع نے کہا کہ مین نے قبول کی اور حفاظت کے حق کے واسطے یہ دون اسکے تمام نہوگی اور حق امانت مین صرف ایجاب سے تمام ہو جاتی ہے حتی کہ اگر کسی غاصب سے کہا کہ مین نے تجھے چیز مغصوب ودیعت دی تو غاصب ضمان سے بری ہو گیا اگرچہ اُسنے قبول نہ کیا ہو و لیکن حفاظت کا وجوب مستودع پر لازم ہے پس اُسکا قبول کرنا ضرور ہے اور ودیعت بدلالت اسطرح ہے کہ جب کسی کے پاس متاع رکھی اور کچھ نہ کہا یا کہا کہ تیرے پاس ودیعت ہے اور وہ خاموش رہا تو وہ شخص مستودع ہو جاویگا کیونکہ عرفاً یہ ایداع و قبول ہے حتے کہ اگر غائب ہوا اور متاع ضائع ہو گئی تو وہ ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے اور شرائط ودیعت چند قسم کے ہین از انجملہ یہ ہے کہ مال ودیعت اس قابل ہو کہ اسپر قبضہ کا اثبات ہو سکتا ہو حتی کہ اگر بھاگے ہوئے غلام کو یا ہوائی پرند کو یا دریائے عمیق کے گرے ہوئے مال کو ودیعت دیا تو نہین صحیح ہے یہ بحر الرائق مین ہے - از انجملہ یہ ہے کہ مستودع عاقل ہو پس مجنون یا طفل لایعقل کا ودیعت قبول کرنا صحیح نہین ہے اور اُسکا بالغ ہونا ہمارے نزدیک شرط نہین ہے حتی کہ جس لڑکے کو تصرف کی اجازت ہے اُسکو ودیعت دینا صحیح ہے ایسے ہی آزادی بھی شرط نہین ہے لیکن غلام ماذون کو ودیعت

دینے کا اختیار ہے ولیکن جو لڑکا مجور ہوگا یعنی تصرف سے ممنوع ہو تو اسکا ودیعت قبول کرنا صحیح نہیں ہے ایسے ہی مستودع کی آزادی بھی عقد ودیعت صحیح ہونے کے واسطے شرط نہیں ہے حتیٰ کہ غلام ماذون سے قبول صحیح ہے اور احکام ودیعت کے اسپر مترتب ہونگے ولیکن غلام مجور سے قبول صحیح نہیں ہے یہ بدائع میں ہے۔ اور حکم ودیعت کا یہ ہے کہ مستودع پر ودیعت کا حفظ واجب ہے اور مال اسکے پاس امانت ہوجاتا ہے اور مالک کے طلب کرنے کے وقت واپس دینا اسپر واجب[1] ہے کذا فی الشمنی۔ اور جو چیز ودیعت ہے وہ دوسرے کو ودیعت نہیں دیجاتی ہے اور نہ عاریت دیجاتی ہے اور نہ اجرت پر دیجاتی ہے اور نہ رہن کیجاتی ہے اور اگر مستودع نے انہیں سے کوئی فعل کیا تو وہ ودیعت کا ضامن ہوجائیگا یہ بحر الرائق میں ہے ایک شخص کے پاس کوئی چیز بلاحکم اسکے رکھدی اور وہ ضائع ہوگئی تو وہ ضامن نہوگا کیونکہ اسنے حفاظت کا التزام نہیں کیا ہے اور اگر کسی کے پاس کوئی چیز رکھدی اور کہا کہ اسکو دیکھے رہنا اسنے چلا کر کہا کہ میں اسکی حفاظت نہیں کرونگا۔ اور وہ ضائع ہوگئی تو محیط میں ہے کہ وہ ضامن نہوگا کیونکہ اسنے حفاظت کا التزام نہیں کیا تھا یہ ذخیرہ کبری میں ہے۔ اگر ایک شخص مجلس میں سے اٹھا اور اپنی کتاب یا کچھ اسباب چھوڑ دیا تو باقی لوگ مستودع ہونگے یہانتک کہ اگر سب نے چھوڑ دی اور وہ تلف ہوگئی تو سب ضامن ہونگے کیونکہ سب نگہبان تھے اور اگر ایک ایک کرکے سب اٹھ گئے تو پچھلے شخص پر ضمان آویگی کیونکہ وہی حفاظت کے واسطے متعین ہوگیا تھا یہ محیط سرخسی میں ہے اگر کوئی شخص اپنی دوکان کا دروازہ کھلا چھوڑ گیا اور جو لوگ بیٹھے تھے ایک ایک کرکے اٹھ گئے پھر کچھ مال اٹھ گیا تو پچھلا شخص ضامن ہوگا یہ ملتقط میں ہے ایک شخص کے ہاتھ میں ایک کپڑا اسنے دوسرے سے کہا کہ یہ ذرا مجھے دے اسنے دیدیا تو بطور ودیعت کے ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے فتاوے اہل سمرقند میں ہے کہ ایک شخص اپنے گھوڑے سمیت سرائے میں گیا اور بھٹیارے سے کہا کہ میں اسکو کہاں باندھوں اسنے کہا کہ وہاں پس بھٹیارے نے باندھ دیا اور وہ شخص کہیں چلا گیا پھر واپس آیا تو اپنا گھوڑا نہ پایا اور بھٹیارے نے کہا کہ تیرا ساتھی گھوڑے کو پانی پلانے کے لیے لیگیا تھا حالانکہ اسکا کوئی ساتھی نہ تھا تو بھٹیارا ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے اگر کوئی شخص حمام میں گیا اور حمام والے سے کہا کہ میں اپنے کپڑے کہاں رکھوں اور حمامی نے کہا کہ وہاں رکھدے اسنے رکھدیے اور حمام میں داخل ہوا پھر حمام سے ایک شخص نکلا اور اسکے کپڑے لے گیا تو حمام والا ضامن ہوگا اور اگر کپڑوں کو حمام والے کی نگاہ کے روبرو رکھدیا اور کچھ نہ کہا اور باقی مسئلہ بحالہ ہے پس اگر حمام میں کوئی ثیابی یعنی جامہ دار یعنی کپڑوں کا حفاظت کرنے والا نہو تو حمام والا ضامن ہوگا اور اگر اسکا کوئی جامہ دار ہو اور وہ حاضر ہو تو ضمان اسی پر ہوگی حمام والے پر نہوگی ولیکن اگر صریح حمام والے پر حفاظت کرنی مقرر کردی مثلاً یوں کہا کہ کپڑے کہاں رکھوں تو اس صورت میں اسی حمام والے پر ضمان واجب ہوگی اگرچہ حمام کا کوئی جامہ دار ہو اور وہ حاضر ہو یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر جامہ دار غائب ہو اور اس شخص نے حمام والے کے سامنے نگاہ کے روبرو کپڑے چھوڑ دیے تو حفاظت صاحب حمام پر ہے اسوقت تضییع سے حمام والا ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص حمام میں گیا اور کپڑے رکھدیے

[1] قولہ واجب ہے حتی کہ اگر طلب کرنے پر منکر ہو تو فوراً ضامن ہوجائیگا پھر اگر اقرار کرے تو بھی ضمان سے بری نہوگا جبتک کہ مالک کے سپرد نکرے اور سکو[illegible]

اور حمام والا حاضر ہے پھر ایک شخص حمام سے نکلا اور کپڑے پہن لیے اور حمام والے کو یہ معلوم نہوا کہ یہ کپڑے اُسکے ہیں یا دوسرے کے ہیں پھر کپڑوں کا مالک نکلا اور کہا کہ یہ میرے کپڑے نہیں ہیں اور حمام والے نے کہا کہ ایک شخص حمام سے نکلا اور وہ کپڑے پہن گیا اور مجھے گمان ہوا کہ اُسی کے ہیں تو حمام والا ضامن[۱] ہوگا کیونکہ اُس نے حفاظت چھوڑ دی یہ خزانۃ المفتیین میں ہی۔ فتاوے ابو اللیث کی کتاب الغصب میں ہے کہ ایک شخص حمام میں گیا اور اپنے کپڑے حمام والے کی نگاہ کے روبرو رکھدیے پھر نکلا اور حمام والے کو سوتا پایا اور حال یہ ہوا کہ کپڑے چوری گئے پس اگر وہ بیٹھے بیٹھے سو گیا ہے تو ضامن نہوگا اور اگر اسنے اپنا پہلو زمین پر رکھا ہے تو ضامن ہوگا یہ محیط میں ہی۔ اور مجموع النوازل میں ہے کہ ایک عورت حمام کی طرف نکلی اور لوٹا ایک نابالغہ کو دیا کہ یہ میری بیٹی کو دیدے اور وہ حمام میں موجود تھی پھر جب وہ نابالغہ اسکے پاس لے گئی تو اُسکی بیٹی نے اُس نابالغہ سے کہا کہ اسکو پانی سے بھر کر میرے پاس لا اُسنے بھرا اور وہ ٹوٹ گیا پس اگر یہ بیٹی اپنی ماں کے عیال[۲] میں ہو تو ضامن نہوگی اور اگر اپنے شوہر کے گھر میں ہو پس اگر ماں نے اسکو عاریت دیا ہے تو بھی ضامن نہوگی اسی طرح اگر اس نابالغہ سے کہا ہو کہ میرے سر پر اسی سے پانی ڈالدے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ماں نے اُسکے پاس حفاظت کے واسطے بھیجا ہے تو بیٹی ضامن ہوگی اگر اسکو اپنی نظر سے غائب کیا یہ خلاصہ میں ہے۔

دوسرا باب۔ ودیعت کی حفاظت غیر کے ہاتھ میں کردینے کے بیان میں مستودع کو اختیار ہے کہ ودیعت ایسے شخص کو دیدے جو اُسکے عیال میں ہے خواہ جسکو دی ہے وہ اُسکی جورو ہو یا بیٹا بیٹی ہو یا والدین ہوں بشرطیکہ وہ شخص ایسا متہم نہو کہ اُس سے ودیعت پر خوف کیا جاوے یہ فتاوے قاضیخان میں ہی۔ اور ابوبکر رہ نے فرمایا کہ اُسکے عیال کو جو مذکور ہوئے یہ اختیار ہے کہ ایسے شخص کو دیدیں جو اُنکے عیال میں ہے یہ ذخیرہ کردری میں ہے اور اس حکم میں عیال میں وہ شمار ہوتا ہے جو مستودع کے ساتھ رہتا ہو خواہ نفقہ میں ساتھ ہو یا نہو یہ فتاوے صغری میں ہی۔ اور ایسا ہی فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اس باب میں مساکنۃ یعنی باہم ساتھ سکونت کرنے کا اعتبار ہے ولیکن جورو و نابالغ بیٹے و غلام میں یہ ہے کہ اگر نابالغ بیٹا اُسکے عیال میں نہو اور اُسکو ودیعت حفظ کے واسطے دیدے تو ضامن نہوگا ولیکن یہ ہے کہ وہ نابالغ حفاظت کرنے پر قادر ہو اور جورو اگر دوسرے محلہ میں رہتی ہو اور شوہر دوسرے محلہ میں ہو اور شوہر اُسکو نفقہ بھی نہ دیتا ہو اور شوہر نے ودیعت اُسکو دیدی تو ضامن نہوگا اور غلام اگر اُسکے عیال میں نہو تو بمنزلہ نابالغ بیٹے کے ہے یہ ظہیریہ میں ہی۔ اور مستودع نے اگر ودیعت اپنے غلام یا اجیر کو جو ماہواری یا سالانہ پر مقرر ہے حالانکہ اُسکے ساتھ رہتا ہے یا بالغ بیٹے کو جو اُسکے عیال میں ہے یا اپنے باپ کو جو اسکے عیال میں ہے دیدی تو ضامن نہوگا یہ فتاوے عتابیہ میں ہی۔ اور بالغ بیٹا اگر اُسکے عیال میں نہو اور اُسکو ودیعت دیدی اور ضائع ہوگئی تو ضامن ہوگا یہ محیط میں ہی۔ اور والدین کا حکم مثل اجنبی کے ہے حتی کہ[۳] ضرور ہے کہ والدین اُسکے عیال میں ہوں پس اگر اسکے عیال میں ہوں تو ودیعت دینا جائز ہے یہ خلاصہ سے لیا ہے اور ینابیع

[۱] تو ضامن ہوگا جبکہ حلیہ وار دبان نہو ۱۲ [۲] قولہ عیال یعنی اسکے ساتھ رہتی ہو ۱۲ [۳] قولہ ضرور ہے یعنی اجنبی سے خلاف ہونے کے لیے ضرور ہے حتی کہ

۴ اگر عیال میں نہوں تب بھی ساتھ رہنے کی صورت میں اگر ودیعت دیا تو ضامن نہوگا ۱۲ -

جو مذکور ہوا اُسوقت ہے کہ مودع نے ودیعت دیکر مستودع کو منع نہ کیا ہو کہ اپنے عیال کو نہ دینا اور اگر اُسنے منع کیا اور پھر اُسنے کسی کو اپنے عیال مین سے دیدی اور ودیعت ضائع ہو گئی تو دیکھا جائیگا کہ اگر مستودع کو عیال کو دینے کی مجبوری نہ تھی بلکہ اسکی حفاظت کی کوئی راہ نکلتی تھی تو ضامن ہوگا اور اگر عیال کو دینے کو مجبور ہو گیا اور ضرورت واقع تھی تو ضامن نہوگا مثلاً ایک شخص نے دوسرے کو ایک چوپایہ ودیعت دیا اور منع کر دیا کہ اپنی عورت کو حفاظت کے واسطے نہ دینا اور شوہر مجبور ہوا اُسنے عورت کو دیدیا اور وہ ضائع ہوا تو شوہر یعنی مستودع ضامن نہوگا یہ مضمرات مین ہے۔ اور اگر کسی اجر خوار کو یعنی جسکو ماہواری نفقہ دیتا ہے اور وہ شخص اُسکے ساتھ سکونت نہین رکھتا ہے یا ایسے اجیر کو جو روزانہ پر کام کرتا ہے ودیعت سپرد کی تو ضامن ہوگا یہ فتاوے عتابیہ مین ہے۔ امام تمرتاشی و امام حلوائی نے امام محمدؒ سے ذکر کیا ہے کہ مستودع نے ودیعت اپنے وکیل کو دیدی حالانکہ وہ اُسکے عیال مین نہین ہے یا کسی اپنے امین کو جیسے اپنے مال کا اعتبار کرتا ہے ودیعت دی حالانکہ وہ اُسکے عیال مین نہین ہے تو ضامن نہوگا کیونکہ جب اسپر مستودع کو اپنے مال کا وثوق ہے تو ایسا ہی ودیعت کا بھی حکم ہے پھر فرمایا کہ اسی پر فتوے ہے کذا فی النہایہ۔ ایک بازاری دکاندار دکان سے نماز کے واسطے اُٹھ گیا اور دکان مین ودیعت تھی وہ ضائع ہو گئی تو دکاندار ضامن نہوگا کیونکہ اُسنے پڑوسیون پر حفاظت چھوڑی اسلیے کہ یہ شخص ضائع کر دینے والا قرار نہ دیا جائیگا اور یہ بھی[1] نہین ہے کہ اس فعل سے اُسنے پڑوسیون کو ودیعت کا ایداع کیا ہے بلکہ وہ خود ہی حفاظت کرنے والا رہا اور دکان اُسکی محرز ہے کہ اُسی مین حفاظت ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔

اور اگر ودیعت کسی شریک مفاوض یا شریک عنان یا غلام ماذون یا ایسے غلام کو جسکو منزل سے جدا کر دیا ہے دیدی اور ضائع ہو گئی تو ضامن نہوگا اسی طرح اگر دو صراف شریک ہون اور ایک کو ودیعت دی اُسنے اپنے کیسہ یا صندوق مین رکھی اور شریک کو اُسکی حفاظت کا حکم کیا اُسنے کیسہ اُٹھا لیا پھر وہ ودیعت ضائع ہو گئی تو ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر کسی شخص کی دو جورو ہون اور ہر ایک جورو کا ایک ایک لڑکا دوسرے شوہر سے ہے وہ ساتھ رہتا ہے تو وہ دونون بھی عیال مین داخل ہین اُنکو ودیعت دینے سے اگر ضائع ہو جاوے تو ضامن نہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ مستودع کو اگر ودیعت کے ڈوب جانے کا خوف ہوا اُسنے دوسری کشتی مین منتقل کر دی تو ضامن نہوگا یہ سراجیہ مین ہے اور اگر ضرورت کے وقت مثلاً اُسکے گھر مین آگ لگی اور خوف ہوا کہ ودیعت جل جاویگی یا ودیعت کشتی مین تھی اُسکے ڈوبنے کی حالت طاری ہوئی یا ڈاکو چور نکلے اور اُسکو خوف ہوا اور ودیعت اپنے ہاتھ سے نکالکر دوسرے کو دیدی تو ضامن نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ امام خواہرزادہ نے فرمایا کہ اگر آگ لگی اور اُس نے اکثر گھر کو گھیر لیا اُسوقت اُس نے ودیعت کسی پڑوسی کو دی تو ضامن نہوگا اور اگر یہ حالت نہ پہونچی ہو تو ضامن ہوگا اور یہ شرط اکثر کی جو فتاوی مین لگائی گئی ہے احق و انظر ہے یعنی حق سے قریب تر اور مودع کے حق کا لحاظ ہے یہ عتابیہ مین ہے۔ اور یہ سب اُس صورت مین ہے کہ اُس نے بضرورت دوسرے کو دیدی ہو

[1] وہم تھا کہ پڑوسیون سے استحفاظ ودیعت جائز نہین کیونکہ شرط ثوق ہے پس وہ ضامن ہو جائیگا لہذا اس تقریر سے یہ وہم دفع کر دیا ۱۲ م

اور اگر بلا ضرورت دیدی اور دوسرے کے پاس تلف ہوئی پس اگر پہلے مستودع کے دوسرے سے جدا ہونے سے پہلے تلف ہوئی ہے تو بلا خلاف دونوں میں سے کسی پر ضمان نہ آویگی اور اگر مستودع اُس دوسرے سے جدا ہوگیا پھر وہ تلف ہوئی تو بلا خلاف مستودع اول ضامن ہے اور دوسرے کے ضامن ہونے میں اختلاف ہے صاحبین رح کے نزدیک ضامن ہوگا اور امام اعظم رح کے نزدیک ضامن نہوگا کذا فی المحیط پس اگر مودع نے اول سے ضمان لی تو وہ دوسرے سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر دوسرے سے ضمان لی تو وہ پہلے سے واپس لیگا کذا فی المضمرات اور اگر دوسرے نے ودیعت کو خود تلف کر دیا تو بالاجماع ضامن ہوگا اور مودع کو اختیار ہے چاہے پہلے شخص سے ضمان لے یا دوسرے سے ضمان لے پس اگر اول سے ضمان لی تو وہ دوسرے سے پھیر لیگا اور اگر دوسرے سے ضمان لی تو وہ اول سے نہیں لے سکتا ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر مستودع نے دعوی کیا کہ میں نے ودیعت بسبب ضرورت کے دوسرے کو دی تھی مثلاً گھر میں آگ لگجانے کا دعوی کیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک بدون گواہوں کے اسکی تصدیق نہوگی اور یہی قیاس قول امام اعظم رح ہے اسکو قدوری نے ذکر کیا ہے کذا فی الظہیریہ اور زاد المعاد میں ہے کہ یہی صحیح ہے کذا فی التاتارخانیہ اور منتقی میں مذکور ہے کہ اگر یہ بات معلوم ہو کہ اسکا گھر بھی جل گیا ہے تو اُسکا قول قبول ہوگا اور اگر نہ معلوم ہو تو بدون گواہوں کے قبول نہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اسپر ائمہ کا اجماع ہے کہ غاصب کا مستودع ضامن ہوتا ہے اگر ودیعت اُسکے پاس تلف ہو جاوے اور مغصوب منہ کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے غاصب سے ضمان لے اور وہ مستودع سے پھیر نہ سکے گا اور چاہے مستودع سے ضمان لے اور وہ بقدر ضمان کے غاصب سے واپس لیگا یہ شرح طحاوی میں ہے۔ قال فی الجامع الکبیر اگر کسی غلام مجور کو ودیعت دی اُسنے دوسرے غلام مجور کے پاس رکھدی اور تلف ہوگئی تو امام اعظم رح کے نزدیک اول سے بعد عتق کے ضمان لے سکتا ہے یا دوسرے سے فی الحال لے سکتا ہے اور اصح یہ ہے کہ امام رح کے نزدیک دوسرا کبھی ضامن نہوگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک اُسکو اختیار ہے کہ دونوں میں سے جس سے چاہے فی الحال ضمان لے اگر اول میں عتق ظاہر ہوا اور اگر کبھی تیسرے کے پاس کہ وہ بھی مجور ہے ودیعت رکھی تو امام اعظم رح کے نزدیک اول و ثالث ضامن نہوگا اور اُسکو اختیار ہے کہ دوسرے سے فی الحال ضمان لے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اُسکو اختیار ہے کہ تینوں میں سے جس سے چاہے فی الحال ضمان لے یہ ینابیع میں ہے۔ مستودع نے اگر اپنی عورت کے پاس ودیعت رکھی پھر اُسکو طلاق دیدی اور اُسکی عدت گذر گئی اور اُسنے ودیعت واپس نہیں لی اور وہ اُسکے پاس تلف ہوگئی تو بعض متاخرین نے فرمایا کہ ضامن ہوگا کیونکہ اُسپر واپس کرلینا واجب تھا چنانچہ امام محمد رح نے اصل میں فرمایا کہ اگر مستودع کے گھر میں آگ لگی اُس نے ودیعت کسی اجنبی کو دیدی تو ضامن نہوگا پھر اگر فارغ ہو کر اجنبی کے پاس سے واپس نہ کرلی یہانتک کہ تلف ہوگئی تو ضامن ہوگا ایسا ہی حکم ہمارے اس مسئلہ میں ہے اور ایسا ہی صاحب محیط نے حکم دیا ہے اور امام قاضیخان نے فرمایا کہ ضامن نہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے اور تجرید میں ہے کہ اگر مستودع نے ودیعت اپنے ہاتھ سے نکالکر دوسرے کے ہاتھ میں دیدی اور دوسرے کو حکم کیا کہ اسکو تلف کر دے یا اُس میں نقصان کر دے اور دعوے کیا کہ یہ امر مودع کے حکم سے

قولہ اصح یعنی روایت مذکورہ ضعیف ہے اور اصح روایت موافق اصول کے یہ دوسری روایت ہے ۱۲ -

واقع ہوا ہے تو اُسکے قول کی تصدیق نہ کیجاویگی اور اسکو یہ اختیار ہو کہ مودع سے قسم لے۔ اور سغناقی مین لکھا ہے کہ اگر ودیعت مستودع کے بیت مین ہو اور اسنے اپنے بیت مین دوسرے سے استحفاظ کیا مثلاً دوسرے کو چھوڑ کر بیت سے خود باہر چلا گیا تو ضامن ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی مستودع نے اگر دوسرے شخص کے حرز مین یعنی وہ حرز غیر کا ہے اُسمین اپنے پاس کی ودیعت کی نگاہداشت کی حالانکہ اسمین اسکا کچھ مال نہین ہی تو ضامن ہوگا اور اگر کوئی حرز اپنے واسطے کرایہ لیا اور اُسمین ودیعت کی حفاظت کی تو ضامن ہوگا اگرچہ اُسمین اُسکا کچھ مال نہ رکھا ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہی اگر مستودع نے اپنی وفات کے وقت ودیعت کسی پڑوسی کو دیدی حالانکہ اُسکے سامنے وقت وفات کے ایسا کوئی شخص حاضر نہین ہے جو اُسکے عیال مین سے ہو تو وہ ضامن[۱] نہوگا یہ ملتقط مین ہی اگر اپنے دارمین سے کوئی بیت کسی شخص کو کرایہ پر دیا اور مستاجر کے پاس ودیعت رکھدی پس اگر ہر ایک کا دربند علیحدہ ہو تو ضامن ہوگا اور اگر علیحدہ نہوا ور ہر ایک دوسرے کے پاس بدون روک دلحاظ کے چلا آتا ہے تو ضامن نہوگا یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر اپنی عورت یا غلام کو اپنی دکان مین چھوڑ گیا تو ضامن نہوگا بشرطیکہ دونون امین ہوں ورنہ ضامن ہوگا اگر ودیعت تلف ہوجاوے یہ فتاوے دجیز کردری مین ہی۔ اور اگر مولیٰ نے اپنے غلام کو اپنی دُکان پر بٹھلایا اور اسمین ودیعتین ہین اور وہ چوری گئین پھر مولیٰ نے بعض ودیعت اُس غلام کے پاس پائین اور بعض اُسنے تلف کردی ہین پھر مولیٰ نے غلام کو فروخت کیا پس اگر مودع کے پاس اس امر کے گواہ ہون تو اُسکو اختیار ہوگا چاہے بیع کی اجازت دیکر اُسکا ثمن لے لے یا بیع توڑدے اور اپنے دین مین اُسکو فروخت کرے اور اگر اُسکے پاس گواہ نہون تو اُسکو اختیار ہو کہ مولیٰ سے اُسکے علم پر قسم لے پس اگر مولیٰ نے قسم کھالی تو ثبوت نہوگا اور اگر نکول کیا تو دو صورتین ہین کہ اگر مشتری نے اقرار کردیا تو اُسکا اقرار کرنا اور گواہوں سے ثبوت ہونا یکسان ہی اور اگر انکار کیا تو بیع کو نہین[انقار ۱۲] توڑ سکتا ہے بلکہ مولیٰ سے ثمن لے لیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اگر والی نہر کے پاس نہر کھودنے کا چندہ جمع[۲] ہوکر آیا اُسنے کسی صراف کے پاس رکھدیا اور ضائع ہوا پس اگر نہر کھودنے کے نام سے یا والی کے نام سے رکھا گیا ہے تو سب کا مال گیا اور اگر اُس شخص کے نام سے رکھا گیا کہ جس سے لیا ہی تو خاصۃً اسی شخص کا مال گیا کذا فی الملتقط۔

تیسرا باب۔ کن شرطوں کا ودیعت مین اعتبار واجب ہے اور کن شرطوں کا نہین واجب ہے۔ اگر مودع نے کہا کہ ودیعت کی اِس بیت مین حفاظت کر اور مستودع نے اِس دار کے دوسرے بیت مین حفاظت کی تو ضامن نہوگا اور یہ استحسانا ہے اور قیاساً ضامن ہوگا۔ اِسی طرح اگر کہا کہ اِس بیت مین رکھ اور اِس دوسرے مین نہ رکھ حالانکہ دونون بیت ایک ہی دار کے ہین تو اُسمین بھی وہی قیاس واستحسان مذکورہ جاری ہے اور ینابیع مین لکھا ہے کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب دوسرا بیت کہ جسمین حفاظت سے منع کردیا تھا اُس بیت سے جسمین حکم کیا تھا بچاؤ ونگہبانی کے حق مین کم نہو اور اگر کم ہو تو ضامن ہوگا اور اگر یون کہا کہ اپنے اِس کیسہ مین رکھ اُسنے دوسرے مین رکھی تو ضامن ہوگا یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اور اگر کہا کہ اسکو اپنے کیسہ مین رکھ اُسنے صندوق مین رکھی تو

---

[۱] قولہ نہوگا کیونکہ ودیعت کی شناخت سوائے اُسکے غیر ممکن ہی تو اسنے مجہول نہین چھوڑی ۱۲ [۲] قولہ جمع ہوکر یعنی چندہ جمع ہونے کے درمیان مین کسی

ضامن نہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ اور اگر کہا کہ اسکی اپنے کیسہ مین حفاظت کراور صندوق مین رکھکر حفاظت نہ کریا کہا کہ اپنے صندوق مین اسکو محفوظ رکھ[۱] اور بیت مین رکھکر حفاظت نہ کر اُس نے بیت مین رکھی تو ضامن نہوگا یہ قاضی خان کی شرح جامع صغیر مین ہے۔ اور اگر کہا کہ اسکو اس دار مین چھپا رکھ اُسنے اُس محلہ کے دوسرے دار مین چھپا رکھا تو ضامن ہوگا اگرچہ دوسرا دار محفوظ تر اول سے ہو ہکذا ذکر شیخ الاسلام فی شرح کتاب الودیعۃ اسی طرح اگر اس نے کہا کہ اسکو اُس دار مین چھپا رکھ دوسرے دار مین نہ چھپا نا اُسنے دوسرے دار مین چھپا رکھی تو بھی یہی حکم ہے۔ اور شرح طحاوی[۱] مین لکھا ہے کہ اگر وہ دار جسمین چھپا رکھی ہے اور دوسرا دار دونون حفاظت دبچاؤ کے حق مین یکسان ہون تو ضامن نہوگا یا جسمین حفاظت کی ہے وہ دوسرے سے زیادہ محفوظ ہو تو بھی ضمان نہ آویگی خواہ اُسمین محفوظ رکھنے سے منع کیا ہو یا ممانعت نہ کی ہو یہ محیط مین ہے اور اگر اُس سے کہا کہ اُس شہر مین اسکی حفاظت کر اور دوسرے شہر مین حفاظت کے لیے نہ لیجاوے اُس نے دوسرے ہی شہر مین حفاظت کی تو بالاتفاق ضامن ہوگا۔ اور اگر کہا کہ اِس بیت مین جو یہ صندوق رکھا ہے اسمین محفوظ رکھ اور یہ جو دوسرا اِس بیت مین صندوق ہے اسمین نہ رکھنا اُس نے دوسرے ہی مین محفوظ رکھا تو بالاتفاق ضامن نہوگا یہ عتابیہ مین ہی اور اصل محفوظ اِس باب مین یہ ہے کہ جس شرط کی رعایت ممکن ہے اور وہ مفید ہے تو وہ معتبر ہے اور جسکی رعایت نہین ہو سکتی ہے اور نہ اسمین فائدہ ہے تو وہ باطل ہے یہ بدائع مین ہے پس اگر یہ شرط لگائی کہ اسکو اپنے ہاتھ مین لیے رہے رکھے نہین یا داہنے ہاتھ سے حفاظت کرے بائین ہاتھ سے نہین یا داہنی آنکھ سے اسکو دیکھے بائین سے نہ دیکھے یا اسکو کوٹھے سے باہر نہ لیجاوے کہ کوٹھے سے منتقل نہو یا کسی بیت مین صندوق مین اسکی حفاظت کرے تو اس شرط کا اعتبار نہین ہے یہ تمرتاشی مین ہی۔ اگر حفاظت کی کوئی جگہ معین نہ کی یا صریح اسکو اخراج[۲] سے منع نہ کیا بلکہ مطلقاً حفاظت کا حکم کیا وہ ودیعت کو لیکر سفر کو گیا پس اگر راستہ خوفناک ہو اور ودیعت تلف ہو گئی تو بالاجماع ضامن ہوگا اور اگر راستہ بےخوف ہو اور ودیعت کے لیے کچھ باربرداری وخرچہ بھی نہو تو بالاجماع ضامن نہوگا اور اگر ودیعت کی کچھ باربرداری وخرچہ ہو پس اگر مستودع کو بدون اُسکے سفر مین لیجانے کے کوئی چارہ نہین ہی تو بالاجماع ضامن نہوگا اور اگر کوئی راہ نہ لیجانے کی نکلتی ہے تو بھی اُسپر ضمان نہین ہی خواہ مسافت قریب ہو یا بعید ہو اور امام ابو یوسفؒ کے قول مین اگر مسافت بعید ہو تو ضامن ہوگا اور اگر قریب ہو تو ضامن نہوگا اور یہی مخلص اور مختار ہے اور یہ سب اُس صورت مین ہے کہ مکان حفاظت معین نہ کیا ہو اور سفر سے منع نہ کیا ہو اور اگر مکان حفاظت صریح معین کر دیا یا سفر مین لیجانے سے صریح منع کر دیا اور مستودع کے واسطے کوئی ایسی راہ نکلتی ہے کہ سفر مین ساتھ نہ لیجاوے اور پھر بھی وہ لیگیا تو ضامن ہوگا یہ فتاوی عتابیہ مین ہے۔ اگر کسی شہر مین جسمین حفاظت کرنے کا حکم کیا ہے حفاظت کرنا ممکن ہے باوجود اسکے کہ خود سفر کو چلا جاوے مثلاً اُسی شہر مین اپنا کوئی غلام یا کوئی اپنے عیال مین سے ودیعت کی حفاظت کے واسطے چھوڑ سکتا ہے پھر اِس حالت مین بھی ودیعت کو ساتھ لیکر

---

[۱] قولہ شرح طحاوی الخ یہ روایت اول ہو ولیکن قیاس سے اولی واقرب ہے ۱۲ [۲] قولہ اخراج سفر مین لیجانا ۱۲

سفر کو جاوے تو ضامن ہوگا اور اگر اُس سے یہ امر ناممکن ہے مثلاً اُسکے عیال نہیں ہیں یا ہیں ولیکن اُنکو یہاں سے لیجانے کی ضرورت ہے پس وہ شخص سفر میں ودیعت لے گیا تو ضامن نہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے - اگر ودیعت میں بہت سا اناج ہو اور اُسکو سفر میں ساتھ لیگیا اور تلف ہوا تو استحساناً ضامن ہوگا - یہ مضمرات میں ہے - اور بالاجماع اگر بحری سفر میں ودیعت لے گیا تو ضامن ہوگا یہ غایۃ البیان میں ہے - باپ و وصی نے اگر صغیر کے مال کو لیکر سفر کیا اور تلف ہوا تو دونوں ضامن نہونگے الا اُس صورت میں ضامن ہوسکتے ہیں کہ اپنی جورو کو یہیں چھوڑ جاویں یہ وجیز کردری میں ہے مطلق بیع کے وکیل نے اگر وہ چیز ساتھ لیکر سفر کیا تو ضامن نہوگا بشرطیکہ اُسکی باربرداری و خرچہ نہو ورنہ ضامن ہوگا یہ خلاصہ میں ہے - اگر کسی نے دوسرے کو ودیعت دی اور کہا کہ اسکو اپنی عورت کو نہ دینا کہ میں اسکو متہم سمجھتا ہوں یعنی امین نہیں جانتا ہوں یا بیٹے یا غلام وغیرہ کو دینے سے منع کردیا پس اگر مستودع کو بدون اُسکے دینے کے کوئی چارہ نہیں ہے تو دیدینے سے ضامن نہوگا اور اگر کوئی راہ نکلتی ہو کہ بدون اسکے دینے کے حفاظت ہوسکے تو ضامن ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے - مستودع نے ودیعت دکان میں رکھی اور مودع نے کہا کہ دکان میں نرکھ کہ یہ خوفناک ہے اُسنے اُسمیں چھوڑ دی یہانتک کہ چوری گئی پس اگر دکان سے زیادہ محفوظ دوسری جگہ نہ تھی تو ضامن نہوگا اور اگر تھی تو ضامن ہوگا بشرطیکہ اُس ودیعت کے وہان اُٹھا لیجانے پر قادر ہو یہ خزانۃ المفتین میں ہی - ایک شخص نے دوسرے کو رسی دی کہ اس سے میری زمین سینچے دوسرے کی زمین نہ سینچے اسنے اُس شخص کی زمین سینچی پھر دوسرے کی زمین سینچی اور رسی ضائع ہوئی پس اگر دوسرے کی زمین کو پانی دینے سے فارغ ہونے سے پہلے ضائع ہوئی تو ضامن ہوگا اور اگر بعد فارغ ہونے کے ضائع ہوئی تو ضامن نہوگا یہ خلاصہ میں ہے ایک عورت نے کاشتکار سے کہا کہ میرے خوشہاے انگور جو اُتریں وہ اپنے مکان میں نہ رکھے اور کاشتکار نے اپنے ہی مکان میں رکھے پھر کاشتکار نے کوئی جرم کیا اور بھاگ گیا اور سلطان نے جو کچھ اُسکے مکان میں تھا سب اُٹھوا لیا تو فقیہ ابوبکر بلخی رح نے فرمایا کہ اگر اُسکا مکان موضع بیدر سے قریب ہو تو ضامن نہوگا یہ فتاوے قاضیخان میں ہی - ابوجعفر رح نے فرمایا کہ شیخ ابوبکر سے دریافت کیا گیا کہ بضاعت[تاتارخانیہ ۱۲] دینے والے نے تاجر سے کہا کہ اسکو اس کوٹھری میں رکھ اور اشارہ سے بتلائی اس نے بضاعت کو بالان میں رکھا تو شیخ رح نے فرمایا کہ ضامن ہوگا اور اگر اُسنے کہا کہ جوال میں رکھ اور اشارہ نہ کیا اُسنے بالان میں رکھی تو ضامن نہوگا کذا فی الحاوی - مودع نے اگر مستودع کے واسطے کچھ اُجرت کی شرط کی تاکہ ودیعت کی حفاظت کرے تو صحیح ہی اور اُسپر لازم آویگی یہ جواہر اخلاطی میں ہو - اور اگر غاصب نے مغصوب کو کچھ اُجرت پر کسی شخص کے پاس حفاظت کے لیے ودیعت رکھا تو صحیح ہی

یہ وجیز کردری میں ہے -

چوتھا باب - جن صورتون میں ودیعت کا ضائع کرنا لازم آتا ہے اور جن سے ضمان آتی ہے اور جن سے نہیں آتی ہے اُنکے بیان میں - نوازل میں مذکور ہے کہ اگر مستودع نے کہا کہ سقطت الودیعۃ یعنی بیفتاد ودیعت از من یعنی ودیعت مجھ سے گر پڑی تو ضامن نہوگا اور اگر کہا اسقطت یعنے بیفگندم یعنے میں نے گرادی تو ضامن ہوگا - اور امام

ظہیرالدین مرغینانی رح نے فرمایا کہ دونون صورتون مین ضامن نہوگا کیونکہ مستودع گرادینے سے ضامن نہین ہوتا ہی جبکہ وہ ودیعت کو چھوڑ کر چلا نہ گیا ہو اور فتوے اسی پر ہے یہ خلاصہ مین ہے اور اگر کہا کہ مجھے نہین معلوم کہ ضائع ہوئی یا نہین تو ضامن نہوگا اور اگر کہا کہ مجھے نہین معلوم کہ مین نے اسکو ضائع کردیا ہے یا نہین ضائع کیا ہی تو ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہی ایک شخص نے دلال کو ایک کپڑا دیا تاکہ اسکو فروخت کردے پھر دلال نے کہا کہ کپڑا میرے ہاتھ سے گر گیا اور ضائع ہوا اور مجھے نہین معلوم ہوا کہ کیونکر ضائع ہوا تو امام ابوبکر محمد بن الفضل رح نے فرمایا کہ اسپر ضمان نہین آتی ہی اور اگر کہا کہ مین بھول گیا مجھے نہین معلوم مین نے کس دکان مین رکھدیا تو ضامن ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ فتاوے مین ہے کہ ابن الفضل رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے جواہر دوسرے کو فروخت کردینے کے واسطے دیے اور روپے لینے والے قابض نے کہا کہ مین نے انکو ایک تاجر کو دکھانے کے لئے تاکہ انکی قیمت معلوم کرون اور اس تاجر کے دیکھنے سے پہلے وہ ضائع ہو گئے تو امام شیخ رح نے فرمایا کہ اگر اسکی حرکت سے ضائع یا ساقط ہوئے تو ضامن ہوگا اور اگر اسکے پاس سے چوری گئے یا اسکو غیر شخص کا دھکا لگا اور گر گئے تو ضامن نہوگا یہ حاوی مین ہی۔ اگر مستودع نے کہا کہ ودیعت مین نے اپنے سامنے رکھ لی تھی پھر مین اٹھ کھڑا ہوا اور اسے بھول گیا وہ ضائع ہو گئی تو ضامن ہوگا اور اسی پر فتوے ہے یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ اگر اسنے کہا کہ مین نے اپنے دار مین اپنے سامنے ودیعت رکھ لی تھی پھر سو گیا اور اسکو بھول گیا وہ ضائع ہو گئی تو دیکھا جائیگا کہ اگر ودیعت ایسی چیز ہے کہ جو میدان دار مین محفوظ نہین کیجاتی اور صحن دار اسکا حفاظت گاہ شمار نہین کیا[1] جاتا جیسے درہم و دینار کی تھیلی تو ضامن ہوگا ورنہ نہین ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر اس نے کہا کہ مین نے اپنے دار یا تاک انگور مین دفن کردی ہے اور مین اسکا ٹھکانا بھول گیا ہون تو ضامن نہوگا بشرطیکہ دار اور انگور کے باغ کا دروازہ ہو اور اگر کہا کہ مین نے کسی مقام پر دفن کردی ہے اور اسکی جگہ بھول گیا ہون تو ضامن ہوگا یہ خلاصہ مین ہے۔ اسی طرح اگر دفن کرنے کا مقام بیان نہ کیا ولیکن کہا کہ ودیعت جہان دفن تھی وہان سے چوری گئی پس اگر دار یا باغ انگور کا دروازہ ہو تو ضامن نہوگا ورنہ ضامن ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر یون کہا کہ مجھے نہین معلوم کہ مین نے اپنے دار مین رکھی یا کسی دوسری جگہ رکھی ہے تو ضامن ہوگا یہ مضمرات مین ہے مستودع نے وہ دار جسکے بیت مین ودیعت تھی دوسرے کو واسطے حفاظت کے سپرد کردیا پس اگر ودیعت کا بیت مغلق متعین تھا کہ بدون مشقت کے اسکا کھولنا ممکن نہ تھا تو ضامن نہوگا ورنہ ضامن ہوگا یہ قنیہ مین ہی۔ اور اگر ودیعت مدفون نہو پس اگر ایسے مقام پر رکھی ہو جہان کوئی شخص بدون اجازت و اذن طلب کیے نہین جاسکتا ہی تو ضامن نہوگا اگرچہ اسکا کوئی دروازہ نہو یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے اپنے دار مین ودیعت رکھی اور اسمین بہت آدمی آتے جاتے ہین اور وہ ودیعت ضائع ہو گئی پس اگر وہ ایسی شے تھی کہ باوجود لوگون کے آنے جانے کے بھی دار مین اسکی حفاظت کیجاتی ہے تو ضامن نہوگا ورنہ ضامن ہوگا یہ قنیہ مین ہی مستودع نے اگر صحرا مین ودیعت رکھی اور وہ

[1] قولہ شمار نہین کیا جاتا الخ یعنی ایسی چیز ہی جسکے واسطے صحن حفاظت گاہ نہین ہوسکتا یا رواج نہین ہی جیسے اشرفیون کا توڑہ یا مشک کا ڈبہ وغیرہ ۱۲

لہ مغلق متعین یعنی بند و مضبوط ۱۲

چوری گئی تو ضامن نہوگا یہ محیط میں ہی۔ ودیعت زمین میں دفن کر دی پس اگر اُسپر کوئی علامت بنادی ہے تو ضامن نہوگا ورنہ ضامن ہوگا اور دشت کے میدان میں دفن کرنے سے ہر حال میں ضامن ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے اگر چور ڈاکو مستودع کی طرف متوجہ ہوئے اُس نے ودیعت کو جلدی سے زمین میں دفن کر دیا تاکہ نہ چھین لیں اور خود اُنکے خوف سے بھاگ گیا پھر لوٹ کر آیا تو اُسکو وہ جگہ نہ ملی جہاں دفن کی تھی پس اگر دفن کرتے وقت اُس سے یہ بات ممکن تھی کہ اُسپر نشان بنادے اور نہ بنایا تو ضامن ہوگا۔ اور اگر یہ بات ممکن نہ تھی پس اگر خوف رفع ہونے کے بعد اُس سے جلد تر لوٹ آنا ممکن تھا اور وہ نہ آیا تو ضامن ہوگا یہ ظہیریہ میں ہی۔ اگر ودیعت کا مالک اُسکے ساتھ ہو کہ دونوں ساتھ ہی جا رہے ہوں پھر جب چوروں نے اس طرف توجہ کی تو مالک ودیعت نے کہا کہ ودیعت دفن کر دے اُس نے دفن کر دی پھر چور چلے گئے اور اُنکے بعد یہ بھی چلے گئے یا یہ دونوں پہلے چلے گئے پھر چور چلے گئے پھر دونوں آئے اور مستودع نے ودیعت نہ پائی تو شک نہیں ہے کہ اُس صورت میں مستودع ضامن نہوگا کیونکہ اُس نے مالک کے حکم سے دفن کر دی ہی۔ اور اگر فقط مستودع تنہا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو اُسکے حکم میں تفصیل ہے کہ اگر چور پہلے چلے گئے اور مستودع کو قدرت تھی کہ ودیعت اُکھاڑ لے اُسنے باوجود قدرت کے نہ اُکھاڑی وہیں چھوڑ دی تو ضامن ہوگا اور اگر چور وہیں ٹھہر گئے اور یہ اُنکے خوف سے وہاں نہ ٹھہر سکا چلا گیا پھر آیا اور پتہ نہ پایا تو دو صورتیں ہیں اگر بعد خوف زائل ہو جانے کے بقدر امکان جلدی آیا اور نہ پایا تو ضامن نہوگا اور اگر جلد آنا ممکن تھا مگر اُس نے دیر کی تو ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے مستودع نے اگر ودیعت ایسے بیت میں رکھدی جو فتنہ و لڑائی کے زمانہ میں خراب کھنڈل ہو گیا ہے پس اگر زمین کے اوپر کہیں رکھی تو ضامن ہوگا اور اگر زمین میں دفن کر دی ہے تو ضامن نہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کے پاس ایک قمقمہ ودیعت رکھا اور جب اُس سے طلب کیا تو اُسنے کہا کہ مجھے نہیں معلوم کیونکر ضائع ہو گیا تو بعض نے فرمایا ہے کہ وہ ضامن نہوگا اور یہی اصح ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک قمقمہ دیا کہ اسکو فلان شخص کو دیدے تاکہ وہ دُرست کر دے اُسنے دیدیا اور بھول گیا تو ضامن نہوگا یہ وجیز کردری میں ہی۔ ایک لڑکا مراہق یعنی قریب بالغ ہونے کے تھا اسکو ایک قمقمہ دیا تاکہ پانی پلا دے اُسنے قمقمہ سے غفلت کی اور وہ ضائع ہوا تو ضامن نہوگا یہ قنیہ میں ہے خلفؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اسدؒ سے دریافت کیا کہ ایک شخص کا دوسرے پر ایک درم ہی پھر مطلوب نے طالب کو دو درم ایک بار دیدیے یا ایک درم دیا پھر ایک درم دوسرا دیا اور کہا کہ اپنا درم لے پھر دونوں درم قبل اسکے کہ درم کو معین کرے ضائع ہو گئے تو فرمایا کہ مطلوب کے درم گئے اور طالب کو اسکا درم ملیگا اور اگر اُس نے پہلا درم دینے کے وقت کہا کہ یہ تیرا حق ہے تو اُس نے بھر پایا اور اُس پر دوسرے کی ضمان نہ آوے گی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ فتاوی ابو اللیثؒ کے باب الغصب میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو دس درم دیے اور کہا کہ پانچ درم تجھے ہبہ ہیں اور پانچ درم تیرے پاس ودیعت ہیں پس قابض نے اُنمیں سے پانچ درم تلف کر دیے اور پانچ خود تلف ہو گئے تو ساڑھے سات درم کا ضامن ہوگا کیونکہ ہبہ اس صورت میں فاسد ہے اس لیے کہ ہبہ مشاع ہی

اور جو چیز بطور ہبہ فاسد کے مقبوض ہو وہ ضمان مین ہوتی ہے پس پانچ درم جو تلف ہوے اُنکے آدھے ضمانت مین اور آدھے امانت مین ہین پس نصف کی ضمان واجب ہوئی اور یہ ڈھائی درم ہوے اور جو پانچ درم اُسنے تلف کر دیے ہین وہ سب بسبب تلف کرنے کے ضمانت مین رہے پس ساڑھے سات دراہم سب ضمانت مین اُسپر واجب ہوئے اور اگر یون کہا کہ دس مین سے تین درم تیرے ہین اور باقی سات درم فلان شخص کو دیدے پس وہ درم راستہ مین تلف ہو گئے تو تین درم کا ضامن ہوگا کیونکہ وہ ہبہ فاسد تھا۔ اور اگر ایسے ہبہ کی وصیت کسی میت کی طرف سے ہو تو کچھ ضامن نہ ہوگا کیونکہ وصیت مشاع جائز ہے اور سات درم کی ضمان دونون مسئلون مین نہین آتی ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر دس درم دوسرے کو دیئے اور کہا کہ اسمین سے پانچ درم تیرے ہین اور پانچ درم فلان شخص کو دیدے پھر وہ درم تلف ہو گئے تو پانچ درم کا ضامن ہوگا جو ہبہ کیے تھے اور باقی پانچ درم کا ضامن نہوگا اور اگر اُسکو دس درم پانچ پانچ کرکے علیٰحدہ دیے پھر کہا کہ اسمین سے پانچ تیرے ہین اور یہ نہ کہا کہ کون سے پانچ درم ہبہ کیے ہین پھر قابض نے سب کو ملا دیا اور وہ تلف ہوے تو پانچ درم کا ضامن ہوگا سب کا ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ ودیعت مین اگر چوہون نے فساد کیا اور مستودع کو معلوم ہوا کہ چوہے کا بل یہان ہے پس اگر مالک ودیعت کو خبر دی کہ یہان چوہے کا بل ہے تو ضامن نہ ہوگا اور اگر بعد مطلع ہونے کے خبر نہ دی اور اُسکو بند نہ کیا تو ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ امام سید ابو القاسم نے ذکر فرمایا کہ اگر کسی شخص کے پاس ایسی چیز ودیعت رکھی گئی کہ جسمین ایام گرما مین سوس[1] پڑ جاتے ہین اُس نے ہوا سے اُسکو سردی دیکر نہ بچایا یعنی بارش وغیرہ مین جسطرح پشمینہ مین کیڑے لگجاتے ہین اور ہوا دینے سے بچتے ہین اُسنے نہ بچایا یہان تک کہ اُسمین کیڑے لگے تو وہ ضامن نہوگا[2] کذا فی الظہیریہ مع شئی من الزیادۃ من المترجم فتاوے ابو اللیث مین ہے کہ اگر ودیعت ایسی چیز ہو کہ اُسکے فاسد ہو جانے یعنی اُسکے بگڑ جانے کا خوف ہو اور صاحب ودیعت غائب ہو گیا پس اگر اُسنے قاضی کے سامنے مرافعہ کیا اور قاضی نے اُسکو فروخت کر دیا تو جائز ہے اور یہ امر بہتر ہے اور اگر قاضی کے سامنے پیش نہ کیا یہانتک کہ وہ چیز بگڑ گئی تو اُسپر ضمان نہ آویگی کیونکہ اُس نے موافق حکم کے اُسکی حفاظت کی ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر اُس شہر مین قاضی نہ ہو تو اُسکو فروخت کرکے اُسکے دام حفاظت سے رکھے یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور اگر ودیعت مین گھونسا لگا یا چوہا کاٹ گیا یا آگ سے جلی تو ضامن نہوگا یہ حاوی مین ہے۔ اگر ودیعت کے چوپایہ کا دودھ یا درخت کے پھل شہر مین جمع ہوے اُسنے نہ اُٹھائے یہانتک کہ فاسد ہو گئے یا صحرا مین ایسا واقع ہوا اور اُسنے فروخت نہ کیے یہانتک کہ بگڑ گئے تو ضامن نہوگا یہ تمرتاشی مین ہے۔ ایک شخص کو حیوان ودیعت دیکر غائب ہو گیا اُسنے اُسکا دودھ دوہا اور بگڑ جانے کا خوف کیا اور وہ شہر مین موجود ہے پس اگر بدون حکم قاضی فروخت کیا تو ضامن ہوگا اور اگر قاضی کے حکم سے فروخت کیا تو ضامن نہوگا اور اگر یہ صورت صحرا مین واقع ہوئی تو اُسکا فروخت کر دینا جائز ہے یہ محیط سرخسی مین ہے

[1] سوس ایک کیڑا ہوتا ہے جو ریشمی و پشمینہ کپڑون مین پڑ جاتا ہے ۱۲ م [2] قولہ نہوگا کذا فی النسخۃ الاصل لا یمکن مع التزام الحفظ ولعلہ بعض نسخ وہ ضامن ہوگا ۱۲ م

موزہ سینے والے نے اگر وہ موزہ جو اُسکو درست کرنے کو دیا گیا تھا اپنی دکان مین چھوڑ دیا وہ رات مین چوری گیا پس اگر دوکان مین کوئی حافظ موجود ہے یا اُسی بازار کا کوئی چوکیدار ہو تو ضامن نہوگا۔ اور امام ظہیر الدین مرغینانی ضامن نہونے کا فتوی دیتے تھے اگرچہ دُکان کا حافظ یا بازار کا چوکیدار نہووے اور بعض نے یون کہا ہے کہ اسمین عرف کا اعتبار ہے اگر لوگ دُکانون کو بدون حافظ و چوکیدار کے چھوڑ جاتے ہون تو وہ ضامن نہ ہوگا اور اگر اسکے برخلاف ہو تو ضامن ہوگا اور اسی پر فتوے ہے یہ عتابیہ مین ہے۔ اسی طرح کہا گیا ہے کہ اگر دُکان کا دروازہ کھُلا چھوڑ دیا اور یہ ایسے مقام پر واقع ہوا جہان کے لوگون کی عرف و عادت یہی ہے تو اُسپر ضمان نہین ہے اور بخارا مین عرف جاری ہے کہ دُکان کا دروازہ کھُلا چھوڑ دیتے ہین اور کوئی شے مثل شبکہ وغیرہ کے دُکان پر لٹکا دیتے ہین اور ضامن نہونے کی روایت جولاہے کے باب مین محفوظ ہے کہ اگر جولاہے نے وہ کپڑا جسمین سے کچھ بنا ہے اور سوت کو کرگہ مین چھوڑ دیا اور وہان کوئی شخص حافظ یا بازار کا چوکیدار نہین ہے تو جولاہے پر ضمان نہین آتی ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک موزہ دوز گاؤن کی طرف چلا گیا تاکہ موزہ سیے وہان اسکو کسی نے موزہ دیا اُس نے مع پائون[1] ایک شخص کے دار مین رکھدیا اور خود شہر مین آیا وہ چوری گیا پس اگر اُسنے وہ دار واسطے سکونت کے لیا تھا خواہ کسی طور سے لیا ہو تو ضامن نہ ہوگا اور اگر ایسے شخص کے دار مین رکھا جہان وہ خود سکونت نہین کرتا ہے تو ضامن ہوگا یہ جواہر الفتاوے مین ہے۔ اگر موزہ دوز نے موزہ لیا تاکہ اُسکو درست کردے اُسکو اُسنے خود پہن لیا تو جب تک پہنے ہوے ہے اُسوقت تک اگر ضائع ہو تو ضامن ہے اور جب اُتار دیا پھر ضائع ہوا تو ضامن نہین یہ ملتقط مین ہے۔ اگر مستودع کے والسے ودیعت چوری گئی اور دار کا دروازہ کھُلا ہوا ہے مستودع غائب ہے دار مین موجود نہین ہے تو محمد بن سلمہؒ نے فرمایا کہ ضامن ہوگا پھر پوچھا گیا کہ اگر مستودع اپنے باغ انگور یا بستان مین جو دار سے ملا ہوا ہے گیا ہو تو فرمایا کہ اگر دار مین کسی کو نہین چھوڑ گیا اور نہ ایسی جگہ جاکر ٹھہرا جہان سے آہٹ سنائی دے تو مجھے اُسکے ضامن ہونیکا خوف[2] ہے اور ابو نصرؒ نے فرمایا کہ اگر اُسنے دار کا دروازہ نہین بند کیا اور ودیعت چوری گئی تو ضامن نہوگا اور مراد اُنکی یہ ہے کہ اُسوقت ضامن نہوگا کہ جب دار مین کوئی حفاظت کرنے والا موجود ہو یہ فتاوے قاضیخان مین ہے۔ اگر ودیعت کا چوپایہ دار کے دروازے پر باندھ کر چھوڑ دیا اور دار مین چلا گیا اور وہ تلف ہوا پس اگر دار مین ایسی جگہ گیا ہے جہان سے اُسکو دیکھتا ہے تو ضامن نہین ہے اور اگر ایسی جگہ پہونچا جہان سے نہین دیکھتا ہے پس اگر شہر مین ایسا کیا تو ضامن ہے اور اگر گاؤن مین ہے تو ضامن نہوگا۔ اور اگر چوپایہ کو باغ انگور یا فالیز کے کنارہ باندھا ہے اور خود چلا گیا پس اگر اُسکی نظر سے اوٹ ہوا تو ضامن ہے اور بعض نے کہا کہ اس جنس کے مسائل مین عرف معتبر ہے یعنی اگر ایسا لوگ کیا کرتے ہین تو ضامن نہوگا ورنہ ضامن ہوگا کذا فی الظہیریہ بتوضیح۔ اور اگر ودیعت کے گدھے کو انگور کے باغ مین چھوڑ دیا پس اگر اُس باغ کی چہار دیواری ہو اور ایسی اونچی ہو کہ

[1] قولہ مع پائون وہ سانچہ جسپر موزہ بناتے ہین جسکو کالبد کہتے ہین ۱۲ م [2] خوف ہے یعنی شاید ضامن ہو جائیگا اگرچہ صریح دلیل نہین ہے ۱۲

راستہ والون کو باغ کی چیز نظر نہین پڑتی ہے اور دروازہ بند کر دیا تو ضامن نہوگا اور اگر اُسکی چہار دیواری
نہو یا ہو مگر اونچی نہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر مستودع کروٹ لیکر زمین پر سو گیا تو ضائع ہونے سے ضامن ہوگا اور
اگر بیٹھے بیٹھے سو گیا تو ضامن نہین ہے اور سفر مین ضامن نہوگا اگرچہ کروٹ سے زمین پر سو رہے یہ خلاصہ مین ہی
ایک شخص کو ایک چھری ودیعت دی اور اُسنے اپنے موزہ کی ساق مین رکھ لی تو ضامن نہوگا اگر اُسکی حفاظت
کرنے مین قصور نہ کیا ہو یہ قنیہ مین ہے مستودع نے اگر دراہم ودیعت موزہ مین رکھ لیے اور وہ گر گئے پس اگر داہنے
موزہ مین رکھے تو ضامن ہے اور اگر بائین مین رکھے تو ضامن نہین ہے کیونکہ جب اُسنے داہنے مین رکھے تو
خود ہی کھو دینے اور گرا دینے کے لیے پیش کر دیا کہ وقت سواری کے گرین اور اگر بائین مین رکھے ہون تو
ایسا نہین ہے اور بعض نے فرمایا کہ ہر حال مین اُسپر ضمان نہین آتی ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر دراہم
ودیعت اپنی آستین کے کنارہ مین باندھے یا دامن یا عمامہ کے کنارہ مین باندھے تو ضامن نہوگا اسی طرح اگر دراہم
ودیعت کسی رومال مین باندھکر اپنی آستین مین رکھے اور چوری گئے تو ضامن نہوگا یہ محیط مین ہے۔ کسی کو
سونا دیا کہ اُسکی حفاظت کرے اُسنے اپنے مُنھ مین ڈال لیا جیسے تاجرون کی عادت ہے وہ اُسکے حلق مین چلا
گیا تو ضامن نہوگا یہ قنیہ مین ہی۔ اگر ودیعت سونا یا چاندی ہو اُسنے کہا کہ مین نے اپنی آستین مین رکھ لیا تھا
وہ ضائع ہوگئی تو ضامن نہوگا یہ ملتقط مین ہی۔ ایک مستودع نے دراہم ودیعت اپنی جیب مین رکھے اور فسق
کے جلسہ مین گیا وہان وہ درم گر پڑے یا چوری وغیرہ سے ضائع ہوے تو بعض نے کہا کہ ضامن نہوگا کیونکہ
اُس نے جیب مین ودیعت محفوظ رکھی تھی جہان اپنا مال محفوظ رکھتا ہے اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے
کہ اُسکی عقل زائل نہو جاوے اور اگر عقل زائل ہو جاوے اس طرح کہ اپنے مال کی بھی حفاظت نہین کر سکتا
ہے تو ضامن ہوگا کیونکہ اپنے فعل سے اُس نے حفاظت سے عاجزی اختیار کی پس ضائع کر دینے والا یا ودیعت
کو غیر کو دینے والا قرار دیا جائیگا یہ فتاویٰ قاضی خان مین ہی۔ اور اگر اُس نے گمان کیا کہ مین نے جیب مین
ڈال دیے ہین اور وہ جیب مین نہین گئے تھے تو وہ ضامن ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر اُن درمون کو اپنی
تھیلی مین رکھا یا ازاربند مین باندھ لیا اور ضائع ہوے تو ضامن نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی مستودع
نے اگر ودیعت کی انگوٹھی اپنی چھنگلیا یا اُسکے پاس کی اُنگلی مین پہنی تو بعد تلف کے ضامن ہوگا اور اگر بیچ
کی اُنگلی یا کلمہ کی اُنگلی یا انگوٹھے مین پہنی تو ضامن نہوگا اور اسی پر فتوے ہے یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ اور اگر
اُس نے انگوٹھی پہنی اور اُسکے اوپر سے اُنگلی مین دوسری انگوٹھی ہے تو ضامن نہوگا اور یہی امام محمدؒ نے
ذکر کیا ہے کہ ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر اُسنے انگوٹھی پہنی اور اُسکا نگینہ اپنی ہتھیلی کی طرف کیا تو ضامن
نہ ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے اور اگر مستودع عورت ہو تو جس اُنگلی مین چاہے پہنے ضامن ہوگی یہ فصول عمادیہ
مین ہی۔ فتاویٰ اہل سمرقند مین ہے کہ ایک عورت کو ایک لڑکی چھ برس کی ودیعت دی گئی وہ عورت کسی
کام مین مشغول ہوگئی اور وہ بچہ لڑکی پانی مین گر گئی تو عورت پر ضمان نہ آویگی یہی فرق ہے اس صورت مین

اور غصب[1] مین فتاوے ابو اللیث مین یہ مسئلہ یون ہی مذکور ہے اور اس جواب مین کچھ اعتراض ہے اور یون کہنا چاہیے کہ اگر اُس کی نظر سے غائب نہین ہوئی تو ضامن نہ ہوگی اور اگر نظر سے غائب ہو گئی تو ضامن ہو گی یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی شخص نے ایک لڑکے کو ودیعت دی اور اُس لڑکے کے پاس ودیعت تلف ہو گئی تو وہ لڑکا بالاجماع ضامن نہ ہوگا۔ اور اگر اُسنے خود تلف کر دی پس اگر اس لڑکے کو تجارت کی اجازت ہے تو بالاجماع ضامن ہے اور اگر وہ لڑکا محجور ہے کہ تصرف سے منع کیا گیا ہے ولیکن اُس نے ودیعت کو اپنے ولی کی اجازت سے قبول کیا تو بالاجماع ضامن ہوگا اور اگر بلا اجازت اپنے ولی کے قبول کیا ہے تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک ضامن نہوگا نہ فی الحال اور نہ بعد بالغ ہونے کے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ فی الحال ضامن ہوگا یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اور اگر ودیعت غلام ہو اور لڑکے نے اُسکو قتل کر ڈالا تو بالاجماع اُسکی قیمت لڑکے کی مددگار برادری پر واجب ہو گی اور اگر جان ضائع کرنے سے کم کوئی جرم کیا تو بھی اُسکا جرمانہ لڑکے کی مددگار برادری پر آویگا بشرطیکہ جرمانہ پانچ سو درم یا زیادہ ہوتا ہو اور اگر اُس سے کم ہو تو بالاجماع لڑکے کے مال مین سے دینا واجب ہوگا کذا فی السراج الوہاج اور اگر ودیعت مین طعام ہو اُسکو لڑکے نے کھا لیا تو ضامن نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر غلام کے پاس ودیعت رکھی اور وہ اُسکے پاس تلف ہو گئی تو بالاتفاق اُسپر ضمان نہین ہے یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ اور اگر غلام نے خود تلف کر دی پس اگر ماذون ہے یا محجور ہو ولیکن اپنے مولی کی اجازت سے اُس نے ودیعت پر قبضہ کیا تو بالاجماع ضامن ہی اور بعد آزاد[2] ہونے تک اُسپر قرضہ رہیگی اور اگر غلام محجور ہو کہ اُس نے بدون اجازت مالک کے اُسپر قبضہ کر لیا تو فی الحال[3] ضامن نہوگا اور بعد آزادی کے ضامن ہوگا بشرطیکہ عاقل بالغ ہو یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ فی الحال ضامن ہوگا اور ودیعت مین فروخت کیا جائے گا یعنی ودیعت ادا کرنے کے واسطے فروخت کیا جائے گا یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہی۔ اور اگر مال ودیعت مین غلام ہو اور غلام مستودع نے باوجود محجور ہونے کے اُس غلام کو قتل کر دیا پس اگر عمداً قتل کیا ہے تو غلام مستودع بھی قتل کیا جائے گا یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اور ودیعت غلام ہونے کی صورت مین غلام محجور یعنی مستودع نے خطا سے اُسکی جان ہلاک کرنے سے کم کوئی جرم کیا یا خطا سے قتل کیا تو اُسکے مالک سے مواخذہ کیا جائیگا کہ غلام کو دے یا فدیہ دے اور فی الحال[4] ضمان لیجائیگی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور ام ولد اور مدبر کے مستودع ہونے کا سبب وہی حکم ہے جو ہم نے غلام کے حال مین بیان کیا ولیکن فرق یہ ہے کہ اگر ان دونون پر ضمان لازم ہووے تو یہ دونون سعی کر کے ادا کرینگے یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اگر کسی شخص کو کوئی چیز ودیعت دی اُس کے نابالغ لڑکے یا غلام نے اسکو تلف کر دیا تو فی الحال تلف کرنیوالا ضامن ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور مکاتب ودیعت تلف کرنے سے فی الحال ضامن ہوگا یہ فتاوی عتابیہ مین ہے۔ اگر مستودع سو گیا اور ودیعت اپنے سر کے نیچے

---

[1] قولہ غصب مین یعنی غصب مین ضامن ہو گی ۱۲ [2] قولہ بعد آزاد الخ یعنی بعد آزادی کے ماخوذ ہوگا ۱۲ م [3] قولہ فی الحال الخ یعنی غلام محجور کے آزاد ہونے

رکھی یا پہلو کے نیچے رکھی اور وہ ضائع ہو گئی تو ضامن نہو گا اور اسی طرح اگر اُسکو اپنے سامنے رکھا ہو تو بھی یہی حکم ہے اور یہی صحیح ہے اور اسی طرف شمس الائمہ سرخسی نے میلان کیا ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ دوسری صورت مین اسوقت ضمان لازم نہ آویگی کہ جب بیٹھے بیٹھے سو گیا ہو اور اگر کروٹ سے سویا ہو تو ضامن ہے اور یہ سب حضر کا حکم ہے اور اگر سفر مین ہو تو کسی طرح ضامن نہ ہو گا خواہ بیٹھے بیٹھے سوئے یا کروٹ سے زمین پر سو جائے یہ محیط مین ہے۔ امام ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ودیعت کے کپڑے اپنے چوپایہ پر رکھ لیے پھر راستہ مین کہین چوپایہ سے اُترا اور کپڑے اپنے پہلو کے نیچے رکھکر اُسپر سو رہا اور وہ چوری گئے تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر اُسے اس فعل سے تفرق[1] منظور رہا تو ضامن ہو گا اور اگر اُسنے حفاظت کا قصد کیا تھا تو ضامن نہو گا اور اگر بجاے کپڑون کے درمون کی تھیلی ہو تو ضامن نہو گا یہ حاوی مین ہے اور شرح ابو ذر مین ہے کہ اگر مستودع کے گھر مین آگ لگی اور اُس نے ودیعت جلتی چھوڑ دی وہ سب جلگئی باوجود اسکے کہ اُسکے امکان مین تھا کہ دوسرے شخص کو دیدے یا دوسرے مکان مین ڈالدے تو ضامن ہو گا یہ تمرتاشی مین ہے اور اگر مستودع کے پاس سے ودیعت چوری گئی اور سواے ودیعت کے مستودع کا خود کچھ مال نہ گیا تو ہمارے نزدیک ضامن نہو گا یہ کافی مین ہے اور جامع اصغر مین ہے کہ امام ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کے پاس ودیعت ہے اُسکو کوئی شخص اُٹھا لیچلا اور مستودع نے منع نہ کیا تو فرمایا کہ اگر اُسکو منع کرنا اور ہٹانا اُسکے امکان مین تھا اور اُسنے نہ کیا تو ضامن ہو گا اور اگر اُس شخص کے ڈاکو پن اور مارپیٹ سے خوف کرکے منع نہ کیا تو ضامن نہو گا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر مستودع نے کسی شخص کو ودیعت لے لینے کی راہ بتائی تو اسی صورت مین ضامن ہو گا کہ جب اُس شخص کو لیتے وقت لینے سے نہ روکا ہو اور اگر لیتے وقت اُسکو روکا تو ضامن نہو گا یہ خلاصہ مین لکھا ہے مستودع نے اگر اصطبل ودیعت کا دروازہ کھولدیا یا غلام مقید کی قید کھولدی یعنی بیڑی و زنجیر وغیرہ جس سے وہ بستہ تھا کھولدی تو ضامن ہو گا یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے ایک مستودع نے کاروان سراے کے ایک حجرہ مین ودیعت رکھی اور اُسمین ایک قوم کا صحن ہے اُس مستودع نے اُسکے دروازہ کی زنجیر ودیعت کی رسی سے باندھ دی اور دروازہ نہ بند کیا اور نہ اُسمین قفل دیا اور باہر نکل آیا پھر ودیعت چوری گئی تو شیخ امام رح نے فرمایا کہ اگر ایسے موقع پر اس طور سے باندھنا مضبوطی مین شمار ہے تو ضامن نہو گا اور اگر غفلت مین شمار ہے تو ضامن ہو گا ایسا ہی فتاویٰ نسفی مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے پاس ودیعت رکھی اور مستودع نے اپنی دکان مین ڈالدی اور جمعہ کی نماز کو چلا گیا اور دکان کا دروازہ کھلا چھوڑ گیا اور ایک نابالغ لڑکے کو دکان کی حفاظت کے واسطے بٹھلا گیا اور ودیعت دکان سے جاتی رہی تو امام ابو بکر محمد بن الفضل رح نے فرمایا کہ اگر وہ لڑکا اس لائق ہے کہ چیزون کو مضبوطی سے رکھے اور حفاظت کرے تو مستودع ضامن نہو گا۔ ورنہ ضامن ہو گا۔ اور قاضی علی سغدی رح نے فرمایا کہ کسی حال مین ضامن نہو گا کیونکہ اُسنے ودیعت اپنی حرز مین رکھی تھی پس ضائع نہین کی تھی یہ فتاواے قاضی خان مین لکھا ہے

---

[1] تفرق یعنے جدا کرکے آرام سے سوئے ١٢ م

مستودع چلا گیا اور اپنی کنجی غیر شخص کے پاس چھوڑ گیا پھر جب آیا تو ودیعت نہ پائی تو کنجی دوسرے شخص کو دیجانے کی وجہ سے ضامن نہوگا یہ وجیز کردری مین ہی۔ ایک شخص نے ایک فامی کے پاس کپڑے ودیعت رکھے اور فامی نے اپنی دکان مین رکھدیے اور سلطان وقت ہر مہینہ مین لوگون سے کچھ مال لیتا تھا کہ اُس نے اپنا وظیفہ اُنپر مقرر کر رکھا تھا پس سلطان نے اپنے وظیفہ مین وہ کپڑے لے لیے اور اُنکو دوسرے کے پاس رہن کر دیا اور وہ چوری گئے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر فامی سلطان کو یہ کپڑے لینے سے منع نہین کر سکتا ہے تو ضامن نہوگا اور مرتہن ضامن ہوگا اور صاحب ودیعت مختار ہے چاہے مرتہن سے ضمان لے یا سلطان سے ضمان لے یہ فتاوےٰ قاضی خان مین لکھا ہی۔ عامل والی نے کسی کے پاس ودیعت رکھی اُس نے اپنے بیت مین رکھدی پھر جب سلطان کے وظیفہ کے دن آئے تو اُسنے اپنا اسباب اُٹھا لیا اور دوسری جگہ رکھا اور ودیعت وہین چھوڑ دی اور خود روپوش ہوگیا پس اُسکا گھر اور ودیعت لوٹ لی تو وہ شخص ضامن ہوگا اگرچہ اُسنے اپنا بھی کچھ اسباب چھوڑ دیا ہو یہ قنیہ مین لکھا ہے شیخ نجم الدین رحسے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس اپنے کچھ کپڑے ایک لپٹنے مین لپیٹے ہوئے ودیعت رکھے اُس مستودع نے ایسے ہی لپیٹے ہوئے اپنے مہمان کے سر کے نیچے رات مین مثل تکیے کے رکھدیے پھر صاحب ودیعت کو اُسکی ودیعت واپس دی پھر مالک نے کہا کہ میرے کپڑے اُسمین اسقدر تھے اُسمین سے بعض ندارد ہین تو شیخ رح نے فرمایا کہ جب تک یہ ثبوت نہو کہ اسمین اسقدر کپڑے تھے اور اُنمین سے اسقدر اس رات مین مہمان کے سر کے نیچے رکھنے سے ضائع ہوئے ہین تب تک ضمان واجب ہونے کی کوئی صورت نہین ہے اور اگر یہ امر ثابت بھی ہو جاوے تو بھی مستودع جبتک وہان حاضر رہا ہے تب تک فقط سر کے نیچے رکھنے سے ضمان واجب نہین کیجا سکتی ہے ہان جب وہان سے اُسکے سر کے نیچے چھوڑ کر غائب ہوا تب ضمان واجب ہوگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ ایک شخص کے پاس ایک زنبیل ودیعت رکھی کہ جسمین بڑھئی کے آلات تھے پھر آکر واپس لے لی اور دعویٰ کیا کہ اسمین ایک بسولا تھا وہ نہین ہے پس مستودع نے کہا کہ مین نے تجھسے زنبیل لیکر اپنے قبضہ مین ودیعت رکھی تھی مجھے نہین معلوم کہ اسمین کیا تھا تو اُسپر ضمان نہین ہی اور قسم بھی نہین آتی ہی۔ اسی طرح اگر کسی کے پاس درمون کی تھیلی ودیعت رکھی اور مستودع کے سامنے اسکو وزن نہ کرد یا پھر دعوے کیا کہ اُسمین اُس سے زیادہ تھے تو بھی اُسپر قسم نہین آتی ہی ہان اُسوقت آویگی کہ جب اُسپر کسی فعل کا مثل ضائع کر دینے یا کوئی نقصان کر دینے کا دعوے کرے یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ مودع نے اگر مستودع کے قبضہ سے دوسرے شخص کی ودیعت لے لی اور اپنی ودیعت چھوڑ دی تو مستودع ضامن ہوگا بشرطیکہ اُس نے اُسکو معائنہ کیا ہو اگرچہ یہ جانتا ہو کہ جسپر اُس نے قبضہ کیا ہے وہ مودع کا حق ہے یا غیر کا حق ہے یہ جواہر الفتاوی مین لکھا ہی۔ ایک عورت نے کسی شخص کا کپڑا اُجرت پر دھویا اور اپنی چھت کی منڈیر پر سکھانے کے واسطے لٹکا دیا اور دوسرا کنارہ دوسری طرف پڑا ہے وہ ضائع ہو گیا تو عورت ضامن ہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ ایک عورت نے لوگون کے کپڑے

دھوئے اور کپڑون کو چھت پر سوکھنے کے واسطے ڈالا پس اگر چھت کی منڈیر ہو تو ضامن نہو گی اور بعض نے کہا کہ اگر منڈیر بلند نہو تو ضامن ہو گی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے۔ ایک شخص کے قبضہ مین دوسرے کا مال ہے اُس سے سلطان ظالم نے کہا کہ اگر تو مجھے وہ مال نہ دیگا تو تجھے ایک مہینہ قید کرونگا یا تجھے مارونگا یا لوگون مین رسوا پھرا ؤنگا تو اُسکو دینا جائز نہین ہے۔ اور اگر دیدیگا تو ضامن ہوگا اور اگر یون کہا کہ تیرا ہاتھ کٹوا دونگا یا تجھے پچاس کوڑے مارونگا تو دیدینے سے ضامن[1] نہوگا یہ فتاوے قاضیخان مین لکھا ہے۔ سلطان نے مستودع کو ڈرایا کہ اگر مجھے ودیعت نہ دیگا تو مستودع کا مال تلف کرا دونگا اُسنے دیدی پس اُسکے پاس بقدر کفایت باقی ہے تو ضامن ہوگا اور اگر اُسکا کل مال سلطان نے لے لیا تو وہ بیچارہ معذور ہے اُس پر ضمان نہ آویگی یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے۔ مستودع نے اگر مصحف ودیعت مین پڑھا اور پڑھنے کی حالت مین وہ تلف ہو گیا تو ضامن نہو گا یہی حکم رہن کے مصحف کا ہے یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہے۔ اگر کاغذات ودیعت مین دیے اُسنے اپنے صندوق مین رکھے اور صندوق کے اوپر اپنے پینے کا پانی رکھا اور پانی اُسکے اوپر ٹپکا اور کاغذات تلف ہوگئے تو ضامن نہوگا یہ قنیہ مین لکھا ہے۔ اگر اُسنے کہا کہ ودیعت جاتی رہی اور مجھے نہین معلوم کیونکر جاتی رہی تو متاخرین نے اسمین اختلاف کیا ہے اور اصح یہ ہے کہ وہ ضامن نہوگا اور اگر کہا کہ مین نے ودیعت فروخت کی اور اُسکے دام وصول کر لیے تو ضامن نہوگا جب تک کہ یون نہ کہے کہ مین نے اُسکو ودیعت سپرد کر دی یہ خلاصہ مین ہے۔ اور اگر مالک سے کہا کہ تو نے مجھے ودیعت ہبہ کر دی یا میرے ہاتھ فروخت کر دی اور مالک نے انکار کیا پھر ودیعت تلف ہو گئی تو ضامن نہوگا یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہے۔ دوسرے شخص کے پاس ایک طشت ودیعت رکھا اور مستودع نے اپنے گھر کے تنور پر وہ طشت اوندھا دیا اُسپر کوئی چیز گری اور طشت ٹوٹ گیا پس اگر تنور پر ڈھانکنے کی غرض سے رکھا تھا تو ضامن ہوگا اور اگر اس غرض سے نہین رکھا تھا بلکہ عادت کے طور پر وہین رکھدیا تو ضامن نہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے ایک شخص کے پاس طباق ودیعت رکھا اس نے گول کے منھ پر رکھدیا اور وہ ضائع ہو گیا پس اگر بطور استعمال کے رکھا ہے تو ضامن ہے ورنہ ضامن نہین ہے اور اُسکے پہچاننے کا یہ طریقہ ہے کہ اگر گول مین کچھ پانی یا آٹا وغیرہ ڈھانکنے کے لائق کوئی چیز ہو تو ڈھکنا بطریق استعمال ہے ورنہ نہین یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر مستودع کے ہاتھ سے کوئی چیز گری اور اُس نے ودیعت کو خراب کر دیا تو مستودع اُسکا ضامن ہوگا۔ اور اگر مستودع نے بدون موجودگی مودع کے اپنی ذات پر اِس امر کے گواہ کر لیے کہ مین نے ودیعت اُسکے مالک سے قرض لی ہے تو اُسپر ضمان واجب نہو گی الا اس صورت مین لازم آویگی کہ مستودع اُسکو کچھ حرکت دے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ ودیعت مین اگر کوئی فرام[2] ہو اور مستودع اسکو لیکر چھت پر چڑھ گیا وہان اُس سے پردہ کیا پھر ہوا کا جھونکا آیا اور اُسکو اُس جگہ لا ڈالا جہان گھر مین رکھا تھا تو وہ شخص ضمان سے بری نہوگا کیونکہ اُسنے قصد اً تعدی کی تھی اور تعدی کل

[1] تو ضامن نہوگا خلاصہ یہ کہ اگر جان یا عضو کا خوف ہو ضمان نہین ورنہ ضامن ہے ۱۲ [2] فرام باریک پردہ جو اکثر کوٹھون کے چارون طرف گھیر لیا جاتا ہے ۱۲

ترک کرنا اُس سے قصداً نہین پایا گیا یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی۔ اور ظہیریہ مین ہے کہ امانت رکھی اور کہا کہ میری امانت جسکے ہاتھ چاہے بھیجدینا اُسنے ایک امانت دار آدمی کے ہاتھ بھیجدی اور وہ تلف ہوگئی تو بعض نے کہا کہ ضامن ہوگا اور بعض نے کہا کہ ضامن نہوگا کیونکہ اسکا یہ کہنا کہ جسکے ہاتھ چاہے یہ معلوم بات ہے کہ عام حکم دیا ہے بخلاف اِس قول کے کہ ایک مرد کے ہاتھ بھیجدینا کہ اسمین مرد مجہول ہے پس حکم نہین صحیح ہوگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ فتاواے نسفی مین ہے کہ ایک پن چکی کا مالک پن چکی خانہ سے نکل کر پانی دیکھنے چلا گیا اور یہان گیہوں چوری گئے پس اگر دروازہ کھلا چھوڑ گیا اور خود دور چلا گیا ہے تو ضامن ہوگا کذا فی الخلاصہ بخلاف مسئلہ کاروان سراے کے کہ جسمین اُترنے کی کوٹھریان بنی ہوئی ہین اور ہر کوٹھری کا قفل ہے اور وہ شخص نکل کر دروازہ کھلا ہوا چھوڑ کر چلا گیا اور کسی چور نے آکر کچھ چیز لے لی تو ضامن نہوگا یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ ودیعت کا چوپایہ اگر بیمار ہوگیا یا زخمی ہوگیا پس مستودع نے ایک آدمی کو اسکے علاج کے واسطے حکم کیا اُسنے علاج کیا اور وہ ہلاک ہوگیا تو چوپایہ کے مالک کو اختیار ہے چاہے مستودع سے ضمان لے یا معالج سے ضمان لے پس اگر مستودع سے ضمان لی تو وہ کسی سے کچھ نہین لے سکتا ہے اور اگر معالج سے ضمان لی پس اگر معالج کو یہ معلوم تھا کہ یہ چوپایہ اس شخص کا نہین ہے جسنے علاج کرایا ہے تو وہ اُس سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہی اور اگر یہ معلوم نہوا کہ یہ دوسرے کا ہے یا گمان کیا کہ یہ اسی کا ہے تو اُسی سے واپس لے لیگا یہ جوہرۃ النیرہ مین لکھا ہے۔ اگر زمیندار کا بیل کاشتکار کے پاس ہو اُسنے چرواہے کے پاس چرانے کو بھیجا اور وہ ضائع ہوگیا تو نہ وہ ضامن ہوگا نہ چرواہا ضامن ہوگا۔ اور مستعار اور کرایہ کے بیل کا بھی یہی حکم ہی۔ شیخ رحنے فرمایا کہ مشائخ رح سے اس مسئلہ مین روایات مضطرب آئی ہین اور جو مذکور ہوا اِسی پر فتوے دیا جاتا ہے کیونکہ مستودع مثل اپنے مال کے ودیعت کی حفاظت کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ وہ اپنے بیل کو چرواہے کو دیتا ہے اسی طرح ودیعت کے بیل کا بھی یہی حکم ہے اور اگر بیل چھوڑ دیا وہ چرتا پھرتا ہے اور ضائع ہوگیا تو مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہے شیخ رحنے فرمایا کہ فتوے اسی پر ہے اور وہ ضامن نہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ کسی نے ایک بکری ودیعت دی اور مستودع نے اپنی بکریون کے ساتھ چرواہے کو حفاظت کے لیے دیدین اور وہ بکری چوری گئی تو مستودع ضامن ہوگا جبکہ چرواہا خاص مستودع کا نہو یہ قنیہ مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک گدھا دیا وہ غائب ہوگیا پس مستودع نے گدھے کے مالک سے کہا کہ تو میرا گدھا لے اور اس سے کام نکال جب تک کہ مین تجھے تیرا گدھا واپس ندون وہ گدھا مالک کے پاس تلف ہوگیا پھر مستودع نے اُسکا گدھا واپس دیا تو وہ ضامن نہوگا کیونکہ اسکو قبضہ کر لینے کی اجازت دی تھی یہ خلاصہ مین ہی مستودع نے اگر نخل ودیعت سے پھل جھاڑ لیے تو استحساناً اُسپر ضمان نہ آویگی بشرطیکہ اُسنے اِسطرح جھاڑ لیے ہون جیسے دوسرے جھاڑتے ہین اور اُسکے فعل سے اُسمین کوئی نقصان نہ بیٹھ گیا ہو اور اگر اُسکے فعل سے اسمین کوئی نقصان بیٹھ گیا ہے تو ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی مستودع نے اگر ودیعت مین کچھ تعدی کی مثلاً چوپایہ تھا اُسپر سواری لی یا غلام سے خدمت لی یا کپڑا پہن لیا

یا غیر کے پاس ودیعت رکھدیا پھر تعدی دور کردی اور اپنے قبضہ مین لے لیا تو ضمان اُس سے ساقط ہو جائیگی بشرطیکہ سواری یا خدمت لینے یا پہننے سے اُسمین نقصان نہ آیا ہو اور اگر نقصان آیا ہو تو ضامن ہوگا یہ جوہرۃ النیرہ مین ہی پس حاصل یہ ہی کہ اگر مستودع نے ودیعت مین مخالفت کی پھر موافقت مالک کی جانب عود کیا تو ضمان سے اسوقت بری ہوگا جب مالک عود مین اُسکی تصدیق کرے اور اگر تکذیب کی تو بری نہوگا و لیکن اگر موافقت کی طرف عود کرنے کے گواہ قائم کرے تو تصدیق کیجاویگی اور ایسا ہی شیخ الاسلام ابو بکرؒ نے شرح کتاب الودیعۃ مین ذکر کیا ہے اور مین نے دوسرے مقام پر دیکھا کہ مستودع نے اگر مخالفت چھوڑ دی اور موافقت کی طرف عود کیا اور مودع نے اُسکے قول کی تکذیب کی تو اُسی کا قول قبول ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ اگر ودیعت کی مادہ جانور پر اُسکا نر چھوڑ دیا اور اُس سے بچہ پیدا ہوا اور بچہ جننے کے سبب سے وہ ہلاک ہو گئی تو ضامن ہوگا اور بچہ مالک کو ملیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی مستودع نے اگر ودیعت کا لباس ایک روز پہنا اور پھر اُتار دیا اور نیت یہ ہے کہ پھر پہنونگا اور بیچ میان مین وہ کپڑا تلف ہو گیا تو ضامن ہوگا یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی۔ ودیعت کا کپڑا پہنا اور جہان پانی جاری تھا وہان اس غرض سے گیا کہ پانی مین غوطہ لگائے پس کپڑے اُتار کر اِس چشمہ کی کگر پر رکھدیے پھر جب پانی مین غوطہ مارا تو کپڑے چوری گئے تو ضامن نہوگا کذا فی خزانۃ المفتین اور بعض نے کہا کہ اسمین اعتراض ہے بدلیل مسئلہ محرم کے کہ محرم نے اگر حالت احرام مین سلا ہوا کپڑا پہنا پھر اُتار دیا پھر دوبارہ پہنا پس اگر پھر پہننے کی نیت سے اُتارا تھا تو ایک ہی جزا لازم آویگی یعنی اِس فعل ناجائز کے عوض جو جرمانہ پڑتا ہے وہ ایک ہی جرمانہ دینا پڑیگا اور اگر اُس نے اس قصد سے نہین اُتارا ہے تو جتنی دفعہ ایسا کرے اُتنی ہی جزا لازم آویگی پس اسپر قیاس کرکے مستودع کو بری الضمان نہونا چاہیے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ لباس ودیعت کو اپنے کپڑون کے ساتھ حوض کے کنارے رکھدیا اور نہانے کے واسطے گھسا پھر اپنے کپڑے پہن لیے اور لباس ودیعت بھول گیا جب پانی مین غوطہ مارا اُسوقت چوری گئے تو ضامن ہوگا یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ ابن سماعہؒ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم ودیعت دیے پس اُسنے بعوض اُن درمون کے کوئی چیز خریدی اور یہ درم دیدیے پھر یہی درم بسبب ہبہ یا خریدکے واپس لیکر اپنی جگہ پر رکھدیے یعنی ودیعت مین رکھے پھر وہ ضائع ہوگئے تو ضامن نہوگا یہ خزانۃ الاکمل مین لکھا ہی۔ اور امام محمدؒ سے مروی ہی کہ اگر دراہم ودیعت بحکم مالک۔ ودیعت اپنے قرضخواہ کو دیدیے اُس نے زیوف پاکر پھر مستودع کو واپس کردیے اور وہ تلف ہوگئے تو ضامن ہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص کے پاس درم یا دینار یا کوئی کیلی یا وزنی چیز ودیعت مین دی اُسنے اسمین سے کسی قدر اپنی حاجت ذاتی مین صرف کردی تو جسقدر صرف کی ہے اُسی کا ضامن ہوگا باقی کا ضامن نہوگا اور اگر اُسنے جسقدر صرف کیا ہی اسیقدر اُسکے مثل لاکر باقی مین ملا دی تو کل کا ضامن ہوگیا اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ ملا دینے کے وقت اپنے مال یا ایسی کوئی

لـه ہذا ہو یہ ما ذکرہ سابقا لا یخالفہ فی شئ فان المراد ان القول قول المودع والبینۃ بینۃ المستودع فافہم ۱۲ منہ

علامت نہ کی جس سے تمیز کیجا سکتی ہو اور اگر ایسی علامت کر دی ہو جس سے تمیز ہو جاوے تو صرف اُسیقدر کا ضامن ہوگا جتنی کا اُس نے خرچ کر دی ہو یہ ذخیرہ مین ہو۔ اور اگر مستودع کو یہ فتوے دیا گیا کہ اس صورت مین تو کل ودیعت کا ضامن ہو گیا ہے پس اُسنے تمام ودیعت فروخت کر دی پھر جب مالک ودیعت آیا تو اسکو ضمان دیدی حالانکہ جسقدر ضمان دی ہے اُس سے زیادہ ودیعت کے فروخت مین دام حاصل ہوئے ہین تو مستودع کو اسقدر حصہ کی زیادتی حلال ہے جو اُسنے ملا دیا تھا اور باقی ودیعت کے حصہ کی زیادتی صدقہ کر دے یہ امام اعظم رح اور امام محمد رح کا قول ہو۔ اور یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ جب ودیعت کی چیز فروخت کے لائق ہو اور اگر درم ہون اور درمون سے کوئی چیز خریدی پس اگر بعینہ انھین درمون سے خریدی اور یہی درم ادا کیے تب بھی اُسکو زیادتی حلال نہین ہو۔ اور اگر ان درمون سے خرید قرار دی مگر دامون مین دوسرے درم دیے یا خرید مین مطلقاً درمون سے خرید قرار دی پھر یہی درم ادا کیے تو اس صورت مین اُسکو نفع حلال ہو۔ اِسی طرح اگر ان درمون سے کوئی کھانے کی چیز خریدی اور یہ درم ادا کیے تو اُنکا ڈانڈ ادا کر دینے سے پہلے اُسکو اُس چیز کا کھانا حلال نہین ہے اور اگر خرید مین اُن درمون کو ثمن قرار نہ دیا بلکہ مطلقاً درمون سے خریدی پھر یہ درم ادا کیے تو اس چیز سے انتفاع حلال ہو۔ کذا فی المبسوط اور اگر اُنمین سے کچھ درم خرچ کرنے کی نیت سے لیے اور اُنکو خرچ مین نہ لایا یہانتک کہ باقی پھر ملا دیے پھر سب تلف ہو گئے تو اُسپر ضمان نہ آویگی یہ مضمرات مین لکھا ہو اگر کسی کو بندھی ہوئی تھیلی ودیعت دی اُسنے کھولڈالی یا مقفل صندوق دیا اُسنے قفل کھولڈالا حالانکہ اُسمین سے کوئی چیز نہین لی یہانتک کہ وہ ضائع ہوئی تو اُسپر ضمان نہ آویگی کذا فی البدائع ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ نقد ودیعت خرچ کرنے یا کپڑے کو پہننے کے لیے نکالا وہ تلف ہوا تو ضامن نہوگا یہ شرح قدوری بغدادی مین ہو مستودع نے اگر مال ودیعت اپنے مال یا دوسری ودیعت مین اِسطرح ملایا کہ شناخت نہین ہو سکتی ہے تو ضامن ہوگا کذا فی السراجیہ خلط یعنی ملا دینا چار طرح کا ہو۔ ایک خلط بطریق مجاورت[1] کے باوجود اُسکے آسانی سے تمیز ہو سکے جیسے دودھیا درمون کو کالے درمون مین یا سونے کو چاندی مین ملانا ہے اور ایسے ملانے سے بالاجماع مالک کا حق منقطع نہین ہوتا ہے اور جدا کر دینے سے پہلے مال تلف ہو جاوے تو امانت مین تلف شدہ قرار دیا جائیگا جیسا ملا دینے سے پہلے تلف ہونے کا حکم ہے۔ اور دوسرا خلط بطریق مجاورت کے باوجود اسکے کہ جدا کر لینا متعذر ہو جیسے گیہون کو جو مین ملا دینا اور ایسے ملانے سے بعض روایت کے موافق مالک کا حق منقطع ہو جاتا ہے کذا فی المضمرات اور یہی صحیح ہو کذا فی الجوہرۃ النیرہ اور تیسرا خلط بطریق ممازجت کے اِسطرح کہ ایک جنس کو اسکی خلاف جنس مین مزج کر دے جیسے تیل کو شہد مین ملانا اور ایسے خلط سے بھی بالاجماع مالک کا حق منقطع ہو جاتا ہو۔ اور چوتھا ایک جنس کو اسی جنس مین بطور ممازجت کے خلط کرے جیسے روغن بادام کو روغن اخروٹ مین ملانا یا بطریق ممازجت کے خلط نہ کرے جیسے گیہون کو گیہون مین

[1] مجاورت سے یہ مراد ہو کہ نظر سے دونون کی تمیز جنس باقی ہو جیسے گیہون و جو ملا دینے سے ایسا مزج نہین ہوتا کہ گیہون و جو نظر مین ممیز نہون بخلاف

ملانا یا دودھیا دموں کو دودھیا درموں مین ملانا اور ایسی صورت مین امام اعظمؒ کے نزدیک مالک کا حق منقطع ہوجاتا ہے کیونکہ اُسکو بعینہٖ اُسکا حق پہونچا دینا متعذر ہے اور مالک کو خیار ہوگا کہ چاہے مستودع کے ساتھ اسی مخلوط مین شرکت کرے یا اپنے حق کے مثل ڈانڈ لے کذا فی المضمرات اور اس اختلاف کا ثمرہ ایسی صورت مین ظاہر ہوتا ہے کہ جب اُسنے خلط کرنے والے کو بری کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک اُسکو مخلوط لینے کی کوئی وجہ نہین ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک ابراء کی وجہ سے ضمان لینے کا اختیار منقطع ہوگیا پس مخلوط مین شرکت کرلینا متعین ہوگیا اور یہ صورت اختلاف کی اُسوقت کہ مستودع نے بدون مالک کی اجازت کے درموں مین خلط کیا ہو اور اگر اجازت سے خلط کیا ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک حکم مختلف نہوگا وہی حکم رہیگا کہ ہر حال مین ملک منقطع ہوگی اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ انھون نے اقل کو اکثر کے تابع قرار دیا ہے۔ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہر حال مین شریک ہوجائیگا اور امام ابو یوسفؒ اسی طور سے ہر تابع کو اسکی جنس مین ملا دینے کی صورت مین اکثر کا اعتبار کرتے ہین اور امام اعظمؒ سب مین حق مالک منقطع ہوجانے کا حکم دیتے ہین اور امام محمدؒ سب مین شرکت کا حکم دیتے ہین کذا فی الکافی۔ اور اگر چاندی کو گلانے کے بعد خلط کیا تو وہ بھی مائعات سے ہوجائیگی کیونکہ خلط کرنے کے وقت حقیقۃً وہ مائع[1] تھی پس اختلاف مذکور اسمین جاری ہوگا کذا فی التبیین۔ فتاوی عتابیہ مین ہے کہ اگر مستودع کے پاس ایک ہی شخص کے گیہوں وجو ودیعت ہون تو اُن دونون کو خلط کرنے سے دونون کا ضامن ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور جس شخص نے ودیعت کو خلط کیا ہے اگر وہ شخص مستودع کے عیال مین سے مثل جورو وبیٹے وغیرہ کے ہو تو مستودع پر ضمان نہ آویگی وہی ضامن ہوگا جسنے خلط کیا ہے اور امام اعظمؒ نے فرمایا کہ مودع ومستودع کو بعینہٖ اُس چیز کے لینے کی کوئی راہ نہین ہے جبکہ غیر شخص نے خلط کر دیا ہے ہان اُس خلط کرنے والے سے دونون ضمان لے سکتے ہین اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ دونون کو اختیار ہے چاہین اُس خلط کرنے والے سے ضمان لین یا بعینہٖ اُس مخلوط کو لے لین اور دونون باہم شریک ہوجاوینگے خواہ ملا دینے والا اُس صورت مین بالغ ہو یا نابالغ ہو کذا فی السراج خواہ آزاد ہو یا غلام ہو کذا فی الذخیرہ اور مشائخ نے فرمایا ہے کہ خلط کرنیوالے کو دینار اپنے کھانے مین خرچ کرنا حلال نہین ہے تاوقتیکہ اُسکے مثل دینار یا مالکان دینار ادا نہ کرے اور اگر خلط کرنے والا ایسا غائب ہو کہ اُسپر قابو نہین چلتا ہے پس اگر دونون اس امر پر راضی ہون کہ اس مخلوط کو ایک شخص لے لے اور دوسرے کو اُسکے مال کی قیمت ادا کرے تو جائز ہے اور اگر اس امر سے دونون یا ایک نے انکار کیا اور دونون نے کہا کہ ہم اسکو فروخت کرینگے تو فروخت کے بعد اُسکے ثمن مین موافق اپنے حصہ کے دونون شریک ہونگے پس اگر شئے مخلوط مین گیہوں وجو ہون تو گیہوں والا مخلوط گیہوں کی قیمت کے حساب سے شریک ٹھہرایا جائیگا اور جو والا غیر مخلوط جو کی قیمت کے حساب سے شریک قرار دیا جائیگا یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور اگر بدون مستودع کے فعل کے ودیعت کا اُسکے

[1] مائع یعنی سیال جیسے سیلان ہو جیسے روغن وغیرہ ۱۲

مال مین خلط ہوگیا تو دونون ایک دوسرے کے شریک ہوجاوینگے پس اگر اُسکے صندوق کے اندر تھیلی پھٹ گئی اور ودیعت کے درم اُسکے ذاتی درمون مین مل گئے تو اُسپر ضمان نہ آویگی اور دونون مخلوط مین شریک ہوجاوینگے اور اگر اُسمین سے کچھ تلف ہوگئے تو دونون کا مال گیا اور باقی درمون مین موافق حق کے تقسیم ہوینگے پس اگر ایک کے ہزار درم اور دوسرے کے دو ہزار ہون تو باقی مال دونون مین تین تہائی تقسیم ہوگا۔ اور دلوالجی نے اپنے فتاوی مین فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ دونون کے دراہم ثابت ہون یا شکستہ ہون اور اگر ایک کے ثابت اور دوسرے کے شکستہ ہون تو دونون مین شرکت ثابت نہ ہوگی بلکہ ہر ایک کا مال جدا کرکے مستودع اپنا مال اپنے پاس رہنے دیگا اور مودع کا مال اُسکو دیگا اور ایک کے دراہم ثابت کھرے ہون مگر انمین کچھ درم ردی بھی ہون اور دوسرے کے ثابت ردی درم ہون مگر انمین کچھ درم جید یعنی کھرے بھی ہین تو خلط ہونے کی صورت مین دونون مین شرکت ثابت ہوجائیگی پھر تقسیم کرنے کی یہ صورت ہوگی کہ اگر دونون نے باہم ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ ایک کا دو تہائی مال کھرا اور ایک تہائی ردی ہے اور دوسرے کا دو تہائی ردی اور ایک تہائی کھرا ہے تو مخلوط مال کے کھرے درمون کے تین حصہ کرکے دو تہائی ایک کو اور ایک تہائی ایک کو بقدر اُنکے مال کے ملینگے اور ردی بھی اسی طرح تین تہائی تقسیم کر دیے جاوینگے۔ اور اگر دونون نے اس طور سے ایک دوسرے کی تصدیق نہ کی پس اگر یہ امر معلوم نہین ہوتا کہ کسقدر کیسا ہے اور ہر ایک نے دعوی کیا کہ میرا دو تہائی مال کھرا اور ایک تہائی ردی ہے اور دوسرے کا دو تہائی ردی اور ایک تہائی کھرا ہے تو ہر ایک کو تہائی کھرے درم دیدیے جاوینگے کہ اُسپر دونون کا اتفاق ہے کہ ہر ایک کے دو تہائی درم کھرے تھے پس اسقدر لے لینگے اور باقی ایک تہائی مین اختلاف ہے ہر ایک دعوی کرتا ہے کہ یہ میرے ہین حالانکہ یہ تہائی دونون کے قبضہ مین آدھے آدھے موجود ہین یعنی ہر ایک اس تہائی کی نصف یعنی کل کے چھٹے پر قابض ہے پس ہر ایک کا قول اُسکے مقبوضہ مین مقبول ہوگا اور ہر ایک سے دوسرے کے دعوی پر قسم لیجاویگی پس اگر دونون نے قسم کھالی تو دونون دعوے سے بری ہوگئے اور مال دونون کے قبضہ مین جیسا تھا ویسے ہی چھوڑ دیا جاویگا اور اگر دونون نے نکول کیا تو ہر ایک کے واسطے اس تہائی کے نصف کی ڈگری کیجاویگی جو دوسرے کے قبضہ مین ہے۔ اسی طرح اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ایک نے قسم کھائی اور دوسرے نے نکول کیا تو قسم کھانے والا بری ہوگیا اور نکول کرنے والا اپنا مقبوضہ نصف تہائی یعنی کل کا چھٹا حصہ دوسرے کو دیدے یہ غایۃ البیان مین ہے۔ اور اگر مخلوط مال مین ایک گیہون اور دوسرے جو ہون پس اگر دونون نے کسی امر پر اتفاق کیا تو موافق اتفاق کے حکم دیا جائیگا اور اگر اتفاق نہ کیا تو مخلوط کی قیمت اندازہ کیجائیگی پس گیہون والا اُسمین جو ملے ہوئے گیہونکی قیمت سکے حساب سے شریک کیا جائیگا اور جو والا بے گیہون ملے ہوئے جو کی قیمت کے حساب سے شریک کیا جائے گا کذا فی الجامع

پانچوان باب تجہیل[له] ودیعت کے بیان مین۔ اگر مستودع نے انتقال کیا اور ودیعت کی شناخت کرائی تو

له یعنی ودیعت کو مودع [illegible] ۱۲ م

ودیعت اُسکے ترکہ مین قرضہ ہوجائیگی کہ اُسکے ایام صحت کے قرضون کے برابر شمار کیجاویگی یعنی جو اُنکا حال وہی اُسکا حال ہوگا کذا فی التہذیب۔ اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ مستودع مراد ر ودیعت کا حال معلوم نہ تھا اور اگر وارث ودیعت کو جانتا ہو اور مستودع کو معلوم ہو کہ وارث جانتا ہے پس مستودع نے بیان نہ کی اور مر گیا تو ضامن نہوگا کذا فی الفصول العمادیہ پس اگر وارث نے کہا کہ مین نے ودیعت کو معلوم کر لیا تھا اور مودع نے اُس سے انکار کیا پس اگر وارث نے ودیعت کو صاف صاف بیان کر دیا اور کہا کہ اسقدر ایسی چیز تھی اور مین نے اُس سے معلوم کر لیا تھا اور وہ تلف ہو گئی تو اُسکی تصدیق کیجاویگی اور یہ صورت اور جب کہ ودیعت خود اُسکے پاس ہو اور اُس نے کہا کہ تلف ہو گئی دونون یکسان ہین مگر ایک بات مین فرق ہے کہ وارث نے اگر چور کو ودیعت لینے کی طرف راہ بتائی تو ضامن نہوگا اگر مستودع نے راہ بتائی تو ضامن ہوگا قال المترجم تاویل المسئلۃ عندی انہ یتضمن اذا لم یمنعہ عند الاخذ واما لو منعہ عند الاخذ بعد ما دل لا یضمن کما فی المتون فافہم واللہ اعلم کذا فی الخلاصہ۔ اگر طالب اور وارثان مستودع مین اختلاف ہوا اور مودع نے کہا کہ مستودع ودیعت کو مجہول چھوڑ کر مر گیا ہے اور وارثان مستودع نے کہا کہ اُسکے آنے کے روز ودیعت بعینہ قائم تھی اور معروف تھی پھر اُسکے مرنے کے بعد تلف ہوئی تو مودع کا قول قبول ہوگا اور یہی صحیح ہے اور اگر وارثون نے کہا کہ اُسنے اپنی حین حیات مین ودیعت واپس کر دی ہے تو بدون گواہون کے یہ قول اُسکا مقبول ہوگا اور مودع کے مال مین ضمان آویگی اور اگر وارثون نے گواہ قائم کیے کہ مستودع نے اپنی زندگی مین کہا تھا کہ مین نے ودیعت واپس کر دی ہی تو مقبول ہونگے۔ اور اگر مستودع ودیعت کو مجہول چھوڑ کر مر گیا اور وارث نے دعوے کیا کہ ودیعت اُسکی زندگی مین ضائع ہو گئی تھی تو وارث کا قول قبول نہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہے اور اگر مستودع نے انتقال نہ کیا بلکہ اُسکو جنون مطبق ہو گیا اور اُسکے پاس بہت قسم کا مال ہی اُسمین سے ودیعت تلاش کی گئی تو نہ ملی اور لوگون کو اُسکے اچھے ہو جانے یعنی عاقل ہو جانے سے یاس ہو گئی تو ودیعت اُسکے مال پر قرضہ قرار دیجائیگی اور قاضی اُسکی طرف سے ایک ولی مقرر کر دیگا اور وہ قرضہ ودیعت کو اُسکے مال سے لیکر جسکو دیگا اُس سے ایک کفیل ثقہ لے لیگا کذا فی الذخیرہ اور مترجم کہتا ہے کہ کفیل ثقہ سے یہ مراد ہی کہ اُسکا گھر یا ر ذاتی موجود ہو کرایہ پر نہو نہ خانہ بدوش ہو کذا قیل واللہ اعلم پھر اُسکے بعد اُسکو افاقہ ہو گیا اور دعویٰ کیا کہ مین نے ودیعت مودع کو واپس دیدی تھی یا وہ میرے پاس ضائع ہو گئی یا کہا کہ مجھے ودیعت کا حال نہین معلوم رہا تو اُس سے ودیعت کے بارہ مین قسم لیجاویگی اور اپنا مال واپس کر لیگا یہ ینابیع مین لکھا ہی اور اگر مستودع نے اپنی عورت کو ودیعت دیدی تھی پھر مر گیا تو عورت پکڑی جاویگی پس اگر عورت نے کہا کہ ودیعت ضائع ہو گئی یا چوری ہو گئی تو قسم سے اُسکا قول مقبول ہوگا۔ اور کسی پر کچھ ضمان نہ آویگی۔ اور اگر عورت نے کہا کہ مین نے مستودع کے مرنے سے پہلے اُسکو ودیعت واپس دی تھی تو قسم سے اُسکا قول قبول ہوگا اور اسقدر مال مین سے قرضہ شمار کر کے وصول کیجاویگی جو عورت کو اپنے شوہر سے میراث ملا ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر فقط مستودع ہی کے کہنے

سے یہ بات معلوم ہوئی ہو کہ اُس نے اپنی جورو کو دیدیا ہے مثلاً اُس سے قبل موت کے دریافت کیا تھا کہ ہزار درم جو تجھے فلان شخص نے ودیعت دیے تھے وہ تونے کیا کیے اُسنے کہا کہ مین نے اپنی عورت کے سپرد کردیے پھر مرگیا اور عورت سے دریافت کیا گیا اُسنے انکار کیا کہ مجھے نہین دیے ہین تو عورت سے قسم لیجاویگی اور اُسپر کچھ واجب نہوگا اور اگر میت نے کچھ مال چھوڑا ہو توجسقدر عورت کی میراث مین آویگا اُسمین یہ ودیعت قرضہ قرار دیجائیگی یہ محیط مین ہی۔ اگر مضارب نے کہا کہ مین نے فلان صراف کے پاس مال مضاربت ودیعت رکھا ہے پھر مرگیا تو اُسپر کچھ واجب نہوگا اور نہ اُسکے وارثون پر کچھ واجب ہوگا پھر اگر صراف نے کہا کہ مجھے ودیعت کچھ نہین دیا ہے تو قسم سے اُسی کا قول قبول ہوگا اور اُسپر اور وارثان میت پر کچھ واجب نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور اگر صراف قبل اسکے کہ کچھ اقرار کرے مرگیا اور صراف کو ودیعت دینا فقط مضارب ہی کے قول سے معلوم ہوتا ہو تو صراف پر اسکے قول کی تصدیق نہ کیجاویگی یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اور اگر صراف کو گواہون کے سامنے یا صراف کے اقرار پر دیے ہین یعنی صراف مقر ہوا ہے اگرچہ گواہون کے سامنے دیے نہون پھر مضارب مرگیا پھر صراف مرگیا اور اُس ودیعت کو بیان نہ کیا تو صراف کے مال مین قرضہ قرار دیجائیگی اور مستودع پر کچھ واجب نہوگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اور اگر مضارب مرگیا حالانکہ صراف زندہ موجود ہے اسنے کہا کہ مین نے مضارب کی حین حیات مین اُسکو ودیعت واپس کردی تھی تو اُسی کا قول لیا جائیگا اور قسم لیجائیگی اور اُسپر ضمان نہ آویگی اور نہ میت پر ضمان آویگی یہ محیط مین ہی۔ کل امانت مین بھی یہی حکم ہے کہ اگر بدون بیان کیے ہوے مرجاوے تو انکی ضمان لازم آجاتی ہے الا صرف تین مسئلون مین امانت مضمون نہین ہوتی ہی اول یہ کہ متولی وقف اگر مرجاوے اور جو کچھ حاصلات وقف اُس نے وصول کی ہی اُسکی شناخت نہوا اور اُسنے بیان نہ کی تو اُسپر ضمان نہ آویگی۔ اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر سلطان جہاد کے واسطے نکلا اور اہل جہاد نے غنیمت حاصل کی اور بعد احراز کے سلطان نے کچھ غنیمت کسی شخص کے پاس جو غنیمت حاصل کرنے والون مین سے ہی ودیعت رکھی پھر سلطان مرگیا اور بیان نہ کیا کہ کسکے پاس ودیعت رکھی تھی تو اُسپر ضمان نہ آویگی اور تیسرا مسئلہ یہ ہی کہ دو شخصون مین شرکت مفاوضہ تھی اگر اُنمین سے ایک شخص مرگیا حالانکہ اُسکے پاس مال شرکت ہے اور اُسنے بیان نہ کیا تو اُسپر ضمان نہین[1] ہے یہ فتاوی صغری مین ہی۔ قاضی نے اگر یتیمون کا مال اپنے قبضہ مین لے لیا اور بدون بیان کیے ہوے مرگیا تو اُسکی دو صورتین ہین اگر اُس نے اپنے گھر مین رکھا اور معلوم نہین ہوتا ہے کہ مال کہان ہی تو ضامن ہوگا اور اگر کسی قوم[2] کو دیدیا اور یہ معلوم نہین ہوتا کہ کسکو دیا ہے تو اُسپر ضمان نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر قاضی نے کہا کہ مال میرے پاس سے ضائع ہوگیا یا مین نے یتیم کے مصارف مین خرچ کردیا تو اُسپر ضمان نہین ہے اور اگر بدون سبب بیان کرنے کے مرگیا تو ضامن ہوگا کذا فی الینابیع۔ نوادر ہشام مین ہے کہ ایک وصی نے انتقال کیا حالانکہ اُسکے قبضہ مین کسی یتیم کا مال تھا اور اب معلوم نہین کہ وہ مال کہان ہے اور نہ اُسنے خود بیان کیا تو یہ مال اُسکے ترکہ مین سے ڈانڈ لیا جائے گا اور اگر یہ پتہ لگا کہ اُسنے کسی شخص کو دیدیا ہے اور یہ معلوم نہین ہوتا

[1] قولہ نہین الخ اسواسطے کہ مفاوضت مین برابر کل مال کی شرکت ہے تو عدم بیان کچھ مضر نہین ہے ۱۲ ۔ [2] قولہ کسی قوم الخ اسواسطے کہ قاضیون کا دستور تھا کہ تونگر قومون کے پاس ودیعت رکھدیتے تھے ۱۲ ۔ + + + +

کہ کسکو دیا ہے تو ڈانڈ نہ لیا جائے گا کیونکہ اُسکو یہ اختیار ہے کہ حفاظت کے واسطے یتیم کا مال دوسرے کو دیدے۔ اور نوادر ابن رستم میں امام محمدرح سے مروی ہے کہ اگر یوں کہا کہ یتیم کا مال میرے پاس ضایع ہو گیا یا میں نے اسکو یتیم پر خرچ کر دیا تو ضامن نہو گا اور اگر ایسا بیان کرنے سے پہلے مرگیا تو مثل مستودع کے ضامن ہو گا یہ محیط سرخسی میں ہی۔ دو شریکوں میں بطور مفاوضہ کے شرکت ہے انمیں سے ایک شریک کو کسی نے کچھ ودیعت دی پھر وہ بدون بیان کے مرگیا یعنی کچھ حال ودیعت کا بیان نہ کیا اور مرگیا تو دونوں شریک ضامن ہونگے اور اگر زندہ شریک نے کہا کہ میرے شریک کی حین حیات میں اسکے ہاتھ میں ضائع ہو گئی تو اُسکی تصدیق نہ کیجاویگی یہ ذخیرہ میں ہے منتقی میں مذکور ہے کہ امام محمدرح نے فرمایا کہ ایک قاضی نے بطور ولایت کے کسی یتیم کی ہزار درم کی تھیلی قبضہ میں لے لی اور دوسرے یتیم کی ہزار کی تھیلی بھی قبضہ میں لے لی پھر ایک تھیلی خرچ کر دی اور یہ معلوم نہیں کہ کونسی تھیلی خرچ کر دی ہے اور کونسی باقی ہے تو باقی ہزار درم کی تھیلی دونوں لڑکوں کو برابر تقسیم ہو گی پھر جب دونوں بالغ ہو جاویں تو ہر ایک کو یہ اختیار ہو گا کہ دوسرے پر اسقدر کا دعوے کرے جو اُسپر خرچ کیا ہے اور اُس سے قسم لے یہ محیط سرخسی میں ہی۔ ایک شخص کے قبضہ میں ہزار درم ہیں اُسکو دو شخص قاضی کے پاس لاکے ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ میں نے یہ درم اُسکے پاس ودیعت رکھے ہیں اور مستودع نے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک نے یہ درم مجھے ودیعت دیے ہیں مگر مجھے معلوم نہیں کہ وہ دونوں میں سے کون شخص ہے پس اگر دونوں مدعیوں نے باہم اسطرح سے صلح کر لی کہ ہم دونوں برابر ان درموں کو لیکر بانٹ لیں تو دونوں کو یہ اختیار ہی اور مستودع کو یہ درم دونوں کو سپرد کرنے سے انکار کا اختیار نہیں ہے اور بعد اس صلح کے دونوں کو باہم قسم لینے کی کوئی راہ نہو گی اور نہ دونوں مستودع سے قسم لے سکینگے۔ اور اگر دونوں نے اسطرح صلح نہ کی اور ہر ایک نے دعوے کیا کہ یہ ہزار درم خاص میرے ہیں اور مستودع سے لینے چاہے تو اُسکو یہ اختیار نہیں ہے ولیکن ہر ایک مستودع سے قسم لیگا پس مستودع یا تو دونوں کی طلب پر قسم کھا جائیگا یا دونوں کی قسم سے انکار کریگا یا ایک کی قسم کھا لیگا اور دوسرے کی قسم سے انکار کریگا پس اگر دونوں کی طلب پر قسم کھا گیا تو دونوں کا دعویٰ دور ہوا پھر اس قسم کھا لینے کے بعد دونوں کو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک باہم صلح کر کے ہزار درم لینے کی کوئی راہ نہیں ہی اور امام محمدرح کے نزدیک بعد اس قسم لینے کے دونوں کو باہم صلح کر کے ہزار درم لے لینے کا اختیار ہے۔ اور اگر اُسنے دونوں کی قسم سے انکار کیا تو اُن ہزار درم کی دونوں کے نام نصفا نصف ڈگری ہو گی اور مستودع دوسرے ہزار درم دونوں کو ضمان دیگا اور اگر ایک کی قسم کھا لی اور دوسرے کی قسم سے انکار کیا تو جسکی قسم سے انکار کیا ہے اُسی کے نام ان ہزار درم کی ڈگری ہو گی اور جسکی قسم کھا لی ہے اُسکے نام کچھ ڈگری نہو گی یہ غایۃ البیان میں ہے۔ اور قاضی کو چاہیے کہ فقط ایک مدعی کے قسم طلب کرنے اور مستودع کے انکار کرنے سے اُس مدعی کی مستودع پر ڈگری نہ کر دے جب تک کہ دوسرے مدعی کے لیے قسم نہ لے لے تاکہ وجہ حکم ظاہر ہو جاوے اور اگر ایک مدعی کی قسم طلب کرنے اور مدعا علیہ کے انکار کرنے سے قاضی اُس مدعی کے نام ڈگری ہزار درم کی

کردے حالانکہ قاضی کو یہ روا نہ تھا تو قاضی کا حکم نافذ نہوگا حتی کہ اگر پھر اسنے دوسرے کے واسطے قسم لی اور مدعا علیہ نے انکار کیا تو وہ ہزار درم دونون کو برابر بانٹینگے اور مدعا علیہ دوسرے ایک ہزار درم کی ضمان دیگا کذا فی الکافی اور اسی کو ہمارے مشائخ نے اختیار کیا ہے یہ غایۃ البیان مین ہے پھر جب مدعا علیہ پر مدعی اول کی ڈگری ہوچکی تو اُس سے دوسرے مدعی کے واسطے بالاجماع قسم اس قول پر اختصار کرکے نہ لیجا ئیگی کہ واللہ اسکا یہ غلام مثلاً مجھپر نہین ہے۔ ہان اگر غلام ودیعت کے ساتھ اُسکی قیمت ملا کر قسم لے لے یعنی اسطور سے کہ واللہ اسکا یہ غلام یا اس غلام کی قیمت کہ جو اسقدر ہے مجھپر نہین ہے اور نہ اسمین سے کچھ واجب ہے تو اس صورت مین اختلاف بیان کیا گیا ہے کہ امام محمدؒ کے نزدیک قسم لینی چاہیے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اسکے خلاف ہے یہ تبیین مین ہے اور اگر دونون مدعیون نے کسی معین ودیعت کا دعویٰ کیا ہر ایک مدعی ہے کہ یہ مال معین میری ملک کا اُس کے پاس ودیعت ہے اور مستودع نے کسی ایک کے واسطے دونون مین سے اقرار کرکے اُسکو دیدیا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دوسرے کو یہ اختیار نہین رہا کہ مستودع سے قسم لے اور امام محمدؒ کے نزدیک لے سکتا ہے یہ کافی مین ہے۔ فتاوےٰ عتابیہ مین ہے کہ اگر دو شخصون مین سے ہر ایک نے زید کو ہزار درم ودیعت دیے امین سے ایک ہزار تلف ہوئے اور معلوم نہین ہوتا کہ کسکے تلف ہوئے ہین تو جب تک دونون دعوے نہ کرین دونون مین خصومت قرار نہ دیجا ئیگی پھر اگر ہر ایک نے دعوے کیا کہ جو موجود ہے وہ میرا مال ہے تو مستودع سے ہر ایک کے واسطے قسم طلب کیجا ئیگی پس اگر اُس نے دونون کے دعوے سے قسم کھالی تو دونون ان ہزار درم موجودہ کو لے لینگے اور کچھ اُس سے مواخذہ نہ کرسکینگے اور اگر دونون کی قسم سے نکول کیا تو دونون شخص موجودہ ہزار درم لے لین اور ہر ایک کو اور پانچ سو درم ملینگے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر کسی شخص کو کوئی باندی ودیعت دی گئی پھر مستودع نے انتقال کیا اور اُس باندی کو ظاہر بیان نہ کیا پھر لوگون نے اسکی موت کے بعد باندی کو زندہ دیکھا تو مستودع پر ضمان نہ آویگی اور اگر اُسکی موت کے بعد باندی کو زندہ نہ دیکھا اور اُسکے وارثون نے کہا کہ مستودع نے اپنی زندگی مین مودع کو واپس کردی تھی یا باندی اُسوقت مرگئی تھی یا بھاگ گئی تھی تو انمین سے کسی صورت مین وارثون کا قول قبول نہوگا کیونکہ یہ لوگ اپنی ذات سے ضمان دور کرنا چاہتے ہین (یعنی اپنی ذات سے دفع کرنا چاہتے ہین ۱۲) اور مستودع سے باندی کے قبضہ کے روز کی قیمت ڈانڈ لیجا دے گی یہ محیط مین ہے اور اگر باندی کی قیمت بسبب کسی زیادتی یا نقصان آنے کے بدل گئی ہو تو مستودع کے مال سے ڈانڈ مین وہ قیمت لیجا دے گی جو سب سے آخر مین باندی کو زندہ دیکھ کر اُسکی قیمت لوگون کی نظرون[1] مین تھی خواہ یہ قیمت قبضہ کے روز کی قیمت سے زیادہ ہو یا کم اور یہی حکم عاریت اور اجارہ کی صورت مین ہے یہ ینابیع مین ہے۔ ایک لڑکا خرید و فروخت کو سمجھتا ہے مگر وہ محجور ہے یعنی تصرفات سے منع کردیا گیا ہے اُسکو ایک شخص نے ہزار درم ودیعت دیے پھر وہ بالغ ہوا اور مرگیا اور معلوم نہوا کہ ودیعت کا کیا حال ہوا تو اُسکے مال سے ضمان نہ لیجا ئیگی مگر جب گواہ

[1] قولہ نظرون یعنی آخری زندگی کی قیمت تو معلوم نہین ولیکن آخری دیکھنے کے روز لوگون کی نظر مین اسکی قیمت معین تھی تو وہی لازم ہوگی ۱۲

یہ گواہی دین کہ اُسکے بالغ ہونے کی حالت مین وہ ودیعت اُسکے پاس موجود تھی تو اس صورت مین ودیعت کو بلا بیان چھوڑکر مرجانے کی وجہ سے اُسکے مال سے ڈانڈ لیجاویگی یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور معتوہ کا حکم ودیعت مین مثل لڑکے کے حکم کے ہے کہ جب معتوہ کو افاقہ ہوگیا پھر مرگیا اور معلوم نہ ہوا کہ ودیعت کا کیا حال ہوا ہے تو اُس کے مال سے ودیعت کی ڈانڈ نہ دلائی جاویگی مگر جبکہ گواہ یہ گواہی دین کہ جب معتوہ کو افاقہ ہوا تو اس حالت مین وہ ودیعت معتوہ کے پاس موجود تھی تو اس صورت مین ضامن ہوگا اور اگر لڑکے کو تجارت کرنے کی اجازت ہو اور باقی مسئلہ یون ہی واقع ہوا تو وہ ودیعت کا ضامن ہوگا اگرچہ گواہ یہ گواہی نہ دین کہ بعد بالغ ہونے کے اس لڑکے کے قبضہ مین ودیعت موجود تھی اور اگر معتوہ کو بھی تجارت کی اجازت ہو تو اُسکا بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر کسی شخص کا غلام مجحور ہو یعنی مالک نے اسکو تصرفات سے منع کردیا ہو اُسکو کسی شخص نے کچھ مال ودیعت دیا پھر مالک نے اُسکو آزاد کیا پھر وہ مرگیا اور ودیعت کو بیان نہ کیا تو یہ ودیعت اُسکے مال مین قرضہ قرار دیجاویگی خواہ آزادی کے بعد گواہون نے اُسکے پاس ودیعت قائم ہونیکی گواہی دی ہو یا نہ دی ہو۔ اور اگر وہ غلام مرا در حالیکہ ودیعت اُسکے پاس تھی تو اُسکے مولی پر کچھ لازم نہین آئیگا ولیکن اگر ودیعت بعینہ پہچانی جاوے تو اُس ودیعت کے مالک کو واپس دیجاویگی یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر مولے نے اُسکو ودیعت لینے کے بعد تجارت کی اجازت دیدی پھر وہ غلام مرگیا تو اُسپر ضمان لازم نہین آتی ہے مگر گواہ اگر یہ گواہی ادا کرین کہ تجارت کی اجازت پانے کے بعد وہ ودیعت اُس غلام کے پاس موجود تھی پھر وہ غلام مرگیا اور کچھ مال چھوڑا تو ودیعت اس مال مین سے دیجاویگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کسی نے زید کو برف یا خربزے یا انگور ودیعت دیے اور غائب ہوگیا اور زید مرگیا پھر مودع آیا اور اتنی مدت بعد آیا کہ اس ودیعت کا اتنی مدت تک باقی نہ رہنا معلوم ہے تو یہ ودیعت میت کے مال مین قرضہ مین قرار دیجاویگی کیونکہ ودیعت کا حال معلوم نہین ہے اور شاید زید نے اُسکو خود تلف کردیا ہو یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ اور اگر زید کے وارثون نے اس امر کے گواہ دیے کہ یہ ودیعت زید کی زندگی مین تلف یا فاسد ہوگئی تو زید کے ترکہ پر ڈانڈ نہ پڑیگی کذا فی الملتقط۔ اگر کوئی شخص مرگیا حالانکہ اُسپر قرضے ہین اور اُسکے پاس مال ودیعت وبضاعت و مضاربت ہے پس اگر ودیعت وبضاعت ومضاربت بعینہ شناخت مین آجاوین تو قرضخواہون کو نہ دی جاوینگی اُنکے مالکون کو ملینگی اور اگر شناخت مین بعینہ نہ آوین تو تمام مال موافق حصہ رسد کے سب کو تقسیم ہوگا اور ودیعت ومضاربت وبضاعت والے ہمارے نزدیک بمنزلہ قرضخواہون کے قرار پاوینگے یہ مبسوط مین لکھا ہے۔

چھٹا باب۔ ودیعت طلب کرنے اور غیر کو دینے کا حکم کرنے کے بیان مین۔ اگر مالک ودیعت نے ودیعت طلب کی اور مستودع نے کہا کہ کل کے روز مانگنا پھر دوسرے روز کہا کہ ضائع ہوگئی تو اُس سے دریافت کیا جائیگا اگر اُسنے کہا کہ میرے اس کہنے سے کہ کل کے روز مانگنا پہلے ضائع ہوگئی تھی تو اُس سے ضمان لیجاویگی کیونکہ یہ تناقض ہے اور اگر کہا کہ میرے اس کہنے کے بعد ضائع ہوئی تو ضمان نہ آویگی کیونکہ تناقض نہین ہے یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ اور اگر مالک ودیعت نے ودیعت مانگی اور مستودع نے درنگ کیا پس اگر باوجود اسکے کہ سپرد

کردینے پر قادر تھا اور درنگ کیا تو ضامن ہوگا اور اگر سپرد کرنے پر قادر نہ تھا مثلاً ودیعت کہین دور رکھی تھی کہ فی الحال اُسکو نہین دے سکتا تھا تو ضامن نہوگا یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اگر مالک نے ودیعت طلب کی اُسنے کہا کہ مین اسدم اسکو حاضر نہین کرسکتا ہون پس مالک چھوڑ کر چلا گیا پس اگر یہ رضامندی سے ہوا تو ضامن نہوگا اور اگر ناراضی سے ہوا تو ضامن ہوگا اور اگر طلب کرنے والا مالک کا وکیل ہو تو ضامن ہوگا یہ ذخیرہ کردری مین ہے۔ اگر مالک ودیعت نے مستودع سے کہا کہ جو ودیعت تیرے پاس ہے وہ آج اُٹھا کر میرے پاس پہونچا دے اُس نے کہا کہ ایسا ہی کرونگا پھر اُس نے اُسدن نہ پہونچائی یہانتک کہ وہ دن گذر گیا پھر وہ ودیعت اُسکے پاس تلف ہوگئی تو ضامن نہوگا یہ فتاوے نسفی مین ہے۔ اگر مالک نے ودیعت طلب کی اور مستودع انکار کر گیا پس اگر مودع نے بعد انکار کے اُسپر گواہ قائم کیے تو مستودع ضامن ہوگا یہ ینابیع مین ہے پھر اگر اقرار کیا نب عود کیا تو ضمان سے بری نہو جائیگا مگر اسوقت بری ہوگا کہ جب ودیعت اُس کے مالک کے سپرد کردے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر ودیعت سے مودع یا مودع کے وکیل کے سامنے انکار کیا تو ضامن ہوگا اور اگر بدون دونون کی موجودگی کے انکار کیا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اُسپر ضمان لازم نہ آویگی اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہین یہ ینابیع مین ہے۔ اور اجناس مین ہے کہ انکار کرنے کی وجہ سے ودیعت کی ضمان صرف اسوقت لازم آتی ہے کہ جب ودیعت کو اسکی جگہ سے جہان انکار کے وقت موجود تھی منتقل کردیا اور وہ تلف ہوگئی اور اگر اُس جگہ سے منتقل نہ کیا اور وہ تلف ہوگئی تو ضامن نہوگا اور منتقی مین یون لکھا ہے کہ اگر ودیعت یا عاریت مال منقولہ مین سے ہو کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاسکتے ہون تو انکار کی وجہ سے ضمان لازم آجاویگی اگرچہ اپنی جگہ سے منتقل نہ کیا ہو یہ ذخیرہ کردری و خلاصہ مین ہے۔ اگر مالک ودیعت کے روبرو بدون اُسکی طلب کے ودیعت سے انکار کیا مثلاً مالک نے ودیعت کو اُس سے اسواسطے دریافت کیا کہ اسکو یاد دلاوے اور کہا کہ میری ودیعت کا کیا حال ہے اُسنے کہا کہ میرے پاس تیری کچھ ودیعت نہین ہے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ضامن نہوگا یہ غایۃ البیان مین ہے مستودع نے دشمن کے روبرو ودیعت سے اسوجہ سے انکار کیا کہ اُسکے روبرو اقرار مین تلف ہونے کا خوف تھا پھر وہ ودیعت ضائع ہوگئی تو ضامن نہوگا یہ ذخیرہ کردری مین ہے۔ مودع غائب ہوگیا اُسکی عورت نے ودیعت کے مال سے نفقہ طلب کیا اور مستودع ودیعت سے انکار کر گیا پھر ودیعت کا اقرار کیا اور کہا ضائع ہوگئی تو ضامن ہوگا۔ اسیطرح تیمون کے وصی کا حکم ہے کہ اگر تیمون کے ولی اور پڑوسی لوگ جمع ہوئے اور وصی سے کہا کہ جو کچھ انکا تیرے پاس ہے اُسین سے ان لوگون پر خرچ کر اُسنے انکار کیا اور کہا کہ انکا کچھ مال میرے پاس نہین ہے پھر کچھ مال کا اقرار کیا اور کہا کہ طلب کرنے کے بعد میرے پاس ضائع ہوگیا ہے تو وصی ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے مستودع نے ودیعت سے انکار کیا پھر اُسکو بعینہ نکال لیا یا اُسکا اقرار کیا اور مالک ودیعت نے کہا کہ اسکو اپنے پاس ودیعت رہنے دے پس وہ ضائع ہوگئی پس اگر وہ شخص

[1] قولہ انکار یعنی کہا کہ میرے پاس تیرے شوہر فلان کی ودیعت نہین ہے پھر کہا کہ ہان ودیعت تھی مگر تلف ہوگئی تو اول انکار

جسکے پاس ودیعت چھوڑی ہے اُسکے لینے اور حفاظت کرنے پر بشرط خواہش قادر تھا تو وہ ضمان سے بری ہو گیا اور
اگر اُسکی حفاظت کرنے پر قادر نہ تھا تو پہلی ضمان پر ضامن رہیگا۔ اسیطرح اگر اُس سے کہا کہ اس مال ودیعت سے
مضاربت کر تو بھی یہی حکم ہے اور یہ سب مال منقول میں ہے اور عقار غیر منقول میں امام ابو یوسفؒ کے نزدیک
ضامن نہوگا اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ امام سے اسمیں دو روایتیں ہیں اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ عقار
کی صورت میں انکار کرنے سے بالاجماع ضامن ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے۔ مالک ودیعت نے اپنے مستودع
سے کہا کہ جب میرا بھائی طلب کرے تو ودیعت تو اُسکو واپس دینا پھر جب اُسکے بھائی نے اُس سے ودیعت مانگی
تو اُس نے کہا کہ ایک ساعت بعد لوٹ کر آنا کہ میں تجھے ودیعت دیدونگا پھر جب لوٹ کر آیا تو اُسنے کہا کہ ودیعت
تو تلف ہو چکی تھی تو شیخ رحؒ نے فرمایا کہ بسبب تناقض کلام کے ضامن ہوگا یہ حاوی میں ہے۔ اگر ایام فتنہ و جنگ
میں مودع نے ودیعت طلب کی اور مستودع نے کہا کہ اسدم میں ودیعت تک نہیں پہونچ سکتا ہوں پھر اُس
نواح میں جہاں ودیعت تھی لوٹ ہو گئی اور مستودع نے کہا کہ ودیعت بھی لوٹ لیگئی تو امام ابوبکرؒ نے فرمایا
کہ اگر ودیعت کے دور ہونے کی وجہ سے یا ضیق وقت کی وجہ سے مستودع اُسکو واپس نہیں کر سکتا تھا تو
اُسپر ضمان نہ آویگی اور اس امر میں اُسی کا قول قبول ہوگا ورنہ وہ ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اگر
مودع نے حکم کیا کہ میرے بیٹے یا اپنے بیٹے کو دیدے کہ وہ میرے پاس ودیعت کو لے آدے اور مستودع نے
ایسا ہی کیا اور ودیعت ضائع ہوئی تو طالب کا مال گیا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ مالک ودیعت نے مستودع سے
کہا کہ میرے اس غلام کو ودیعت دیدے اور غلام نے یہ ودیعت طلب کی اور مستودع نے اُسکو نہ دی تو ضامن
ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ مالک ودیعت نے مستودع سے پوشیدہ یہ کہدیا کہ جو شخص تجھے ایسی ایسی نشانی
بتادے اُسکو تو ودیعت دیدینا پھر ایک شخص آیا اور اُسنے کہا کہ میں مودع کا ایلچی ہوں اور یہی نشانیاں پیشکش
کیں اور مستودع نے اُسکی تصدیق نہ کی اور ودیعت اُسکو نہ دی یہانتک کہ ودیعت تلف ہو گئی تو اُسپر ضمان
نہ آویگی یہ محیط میں ہے مودع کے ایلچی نے ودیعت طلب کی اور مستودع نے کہا کہ میں فقط اُسی کو دونگا جو میرے
پاس ودیعت لایا تھا اور کسی کو نہ دونگا پھر ودیعت چوری گئی تو امام ابو یوسف رحؒ کے نزدیک ضامن ہوگا اور
ظاہر مذہب کے موافق ضامن نہوگا یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے شاگرد کے ہاتھ ایک کپڑا کندی
گر کو بھیجا پھر کندی گر سے کہلا بھیجا کہ جو شخص تیرے پاس کپڑا دے گیا ہے اُسکو وہ کپڑا نہ دینا پس اگر وہ شخص جو
کندی گر کو دے آیا ہے اُسنے یہ نہیں کہا کہ یہ کپڑا فلاں شخص کا ہے اُس نے تیرے پاس بھیجا ہے تو کندی گر
اُس شاگرد کو دینے سے ضامن نہوگا اور اگر اُس نے یوں کہا کہ یہ کپڑا فلاں شخص کا ہے اُسنے تیرے پاس بھیجا ہے
پس اگر وہ شخص جو کپڑا لایا ہے اُس کے امور میں متصرف ہو تو بھی یہی حکم ہے کہ اسکو دینے سے کندی گر ضامن
نہوگا اور یہی اوجہ ہے اور اگر اُسکے کاموں میں متصرف نہو تو ضامن ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے
کو ہزار درم دیئے اور کہا کہ یہ درم فلاں شخص کو کوفہ میں دیدینا پھر دینے والا مر گیا اور مستودع نے ایک شخص کو دیئے

کہ یہ درم فلان شخص کو دیدینا پھر راستہ مین وہ درم اُس سے چھین لیے گیے تو مستودع پر ضمان نہین ہے اور اگر
دینے والا زندہ ہو تو مستودع سے ضمان لے سکتا ہے ولیکن اس صورت مین نہین لے سکتا ہے کہ جب دوسرا
شخص جسکے پاس سے چھین گئے ہین مستودع کے عیال مین سے ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ ایک شخص کو
ہزار درم دیے اور کہا کہ یہ درم آج ہی کے روز فلان شخص کو دیدینا اُس نے اُس روز فلان شخص کو نہ دیے
پھر وہ ضائع ہوگئے تو ضامن نہوگا کیونکہ یہ اُسپر واجب نہ تھا یہ وجیز کردری مین ہے۔ ایک شہر کے رہنے والے
نے اپنا عمامہ راستہ کے خوف سے ایک دیہاتی کے پاس چھوڑ دیا اور کہا کہ جب مین عمامہ لینے والے کو بھیجون تو
اُسکو دیدینا پھر جب عمامہ لینے والا آیا تو اُسنے اُسکو عمامہ نہ دیا اور خود چند روز بعد عمامہ لیکر آیا اور اپنے ایک
دوست کے مکان مین رکھدیا وہان سے عمامہ چوری گیا تو شیخ رہ نے فرمایا کہ ضامن ہوگا لیکن اگر اُسنے ایلچی کی تکذیب
کی ہو کہ مین نہین جانتا ہون کہ تو اُسکا ایلچی ہے یا نہین ہے تو اس صورت مین ضامن نہوگا کیونکہ ودیعت طلب
کرنے کے بعد انکار کرنیوالا اقرار نیوالا ہوگا یہ حاوی مین ہے۔ مودع نے کہا کہ میرے جس وکیل کو چاہے دیدے پھر ایک
وکیل نے اُس سے طلب کی اُسنے اُس وکیل کو نہ دی تاکہ دوسرے وکیل کو دیوے تو مستودع ایک وکیل کی طلب سے
انکار کی وجہ سے ضامن ہوگا یہ وجیز کردری مین ہے۔ ایک مودع نے مستودع کے سامنے ایک شخص کو ودیعت
پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا پھر وہ وکیل چند روز بعد مستودع پاس پہونچا اور ودیعت طلب کی اُسنے
نہ دی اور پھر وہ ودیعت تلف ہوگئی تو فرمایا کہ ضامن ہوگا پھر دریافت کیا گیا کہ اسمین فرق ہے کہ جب مستودع
کے سامنے وکیل کیا پھر انکار کیا اور جب مستودع کے پیچھے وکیل کیا اور اُسنے اُسکے وکیل ہونے کی تصدیق
کی تو فرمایا کہ ہان[1] ایسا ہی جامع مین صریح مذکور ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک شخص نے زید کو کچھ مال میں دیا
کہ خالد کو دیدے زید اُسکو خالد کے پاس لایا اور کہا کہ فلان شخص نے یہ مال تیرے پاس ودیعت دیا ہے
اُسنے قبول کرلیا پھر وکیل کو واپس دیا اور وہ تلف ہوگیا تو مالک کو اختیار ہے کہ دونون مین سے جس
سے چاہے ضمان لے یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ زید نے ایک تمسک عمرو کے پاس ودیعت رکھا اور حکم کیا کہ یہ
تمسک میرے قرضدار خالد کو دیدے بشرطیکہ خالد تین مہینے گذرنے سے پہلے میرا مال مجھے دیدے پھر خالد نے
تین مہینے بعد زید کو دراہم دیدیے پس زید عمرو کے پاس اپنا تمسک واپس لینے آیا پس اگر عمرو کو قطعاً معلوم
ہے کہ خالد نے وہ تمام مال جو تمسک مین تحریر ہے پورا زید کو دیدیا ہے تو عمرو تمسک زید کو نہ دے خواہ خالد نے
تین مہینے کے اندر مال ادا کیا ہو یا اُسکے بعد ادا کیا کیونکہ وہ تمسک زید کو دینا گویا ظلم کرنے پر اعانت کرنا ہے
یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر کسی عورت نے اپنے مرض مین ایک وصیت نامہ لکھکر سامنے ایک شخص کو دیکر حکم کیا کہ میری
وفات کے بعد میرے شوہر کو دیدینا پھر وہ عورت مرض سے اچھی ہوگئی اور اپنا وصیت نامہ لینا چاہا پس اگر
وصیت نامہ مین شوہر کے واسطے کچھ مال کا یا مہر وصول پانے کا اقرار ہو تو اُسکو نہ دینے کا اختیار ہے اگرچہ

[1] الظاہر عن المترجم ان المراد لا فرق فیما اذا وکلہ بحضرۃ من المستودع وفیما اذا وکلہ بغیر حضرۃ منہ وصدقہ فی التوکیل انما الفرق اذا لم یصدقہ

وصیت نامہ کا کاغذ عورت ہی کی ملک ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ غلام نے اگر کسی شخص کو ودیعت دی اور
غائب ہوگیا تو مالک غلام کو اختیار نہو گا کہ وہ ودیعت لے لے خواہ وہ غلام تاجر ہو یا مجحور ہو خواہ اُس پر قرضہ
ہو یا نہو۔ اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ یہ معلوم نہو کہ یہ ودیعت غلام کی کمائی ہے اور اگر معلوم ہو کہ غلام کی
کمائی ہے تو مولی کو لینے کا اختیار ہے یہ ذخیرہ مین ہی۔ غلام مجحور یا تاجر نے خواہ قرضدار ہو یا نہو اگر کسی
شخص کے پاس کچھ مال ودیعت رکھا پھر مرگیا تو مولے اُسکو واپس نہین لے سکتا ہے مگر جسوقت معلوم ہو جاوے
کہ یہ مال اُسی غلام کا ہے تو واپس لے سکتا ہے کذا فی الصغریٰ۔ کافی کی کتاب الودیعۃ مین لکھا ہے کہ غلام
مجحور نے اگر کسی کو کوئی چیز ودیعت دی پھر اسکا مالک آیا اور ودیعت طلب کی اور مستودع نے نہ دی پھر اُسکے
پاس تلف ہوگئی تو ضامن نہوگا کیونکہ مالک کو اُسکے واپس کر لینے کا استحقاق نہین ہے اور اُسکے زوائد مین
سے ہے کہ کسی باندی یا غلام نے کوئی شے معین بعوض ایسے مال کے خریدی جسکو اُس نے اپنے مالک کے گھر مین حاصل
کیا ہے اور وہ چیز کسی شخص کے پاس ودیعت رکھی حالانکہ وہ شخص اس امر سے واقف ہے پھر مولی نے اُسکو طلب
کیا اور مستودع نے دینے سے انکار کیا یا مولے نے طلب نہ کی یہانتک کہ وہ شے اُسکے پاس تلف ہوگئی تو مستودع
ضامن ہوگا کیونکہ وہ شے معین مولی کی ملک ہے اور ودیعت رکھنا بدون اسکی اجازت کے واقع ہوا تو مستودع
غاصب قرار دیا جاویگا یہ فتاوے عتابیہ مین ہے۔ ایک غلام ایک ٹوکری گیہون کی بھری ہوئی کسی شخص کے
گھر لایا اور وہ شخص گھر مین نہ تھا پس غلام نے اسکی جورو کو سپرد کر کے کہا کہ یہ میرے مولے فلان شخص نے
تیرے شوہر کے پاس ودیعت رکھنے کو بھیجی ہے اور پھر غلام چلا گیا پھر جب وہ شخص گھر کا مالک آیا تو اُسکی عورت
نے اُسکو اس امر سے مطلع کیا اُس نے عورت کو ملامت کی کہ کیون قبول کی اور غلام کے مالک کے پاس کسی کو
بھیجکر کہا کہ تو کسی شخص کو بھیجکر یہ ٹوکری اُٹھوا لے کہ مین تیری ودیعت رکھنا قبول نہین کرتا ہون اُس نے جواب
دیا کہ چند روز یہ ٹوکری تیرے پاس ودیعت رہیگی پھر مین اُٹھوا لونگا اور تو میرے غلام کو نہ دینا پھر مولے نے اُس سے
طلب کی اُس نے کہا کہ مین کسی کو نہ دونگا فقط اُسی غلام کو دونگا جو میرے پاس اُٹھا لایا ہے پھر وہ ٹوکری مع
اسباب صاحب خانہ کے چوری گئی یا لوٹ مین گئی تو شیخ رح نے فرمایا کہ اگر صاحب خانہ نے اس امر کی تصدیق
کی کہ وہ غلام اپنے مالک کی طرف سے اُٹھا کر یہان رکھ گیا ہے تو مولے کو نہ دینے کی وجہ سے ضامن ہوگا اور اگر
تصدیق نہ کی ہو یا یہ کہا ہو کہ مجھے نہین معلوم کہ یہ غلام کی غصب کی ہوئی یا کسی کی اُسکے پاس ودیعت ہے یا اپنے
مولی کی بھیجی ہوئی لایا ہے اور اس امر کے دریافت کرنے کے واسطے اُسنے مولی کو دینے سے توقف کیا اور اسی
سال مین یہ حادثہ واقع ہوا تو ضامن نہوگا یہ فتاوی نسفی مین لکھا ہے

ساتوان باب۔ ودیعت واپس کرنے کے بیان مین۔ اگر مستودع نے ودیعت لاکر مودع کے گھر مین رکھی اور
وہ ضائع ہوگئی تو مستودع ضامن ہوگا اسی طرح اگر مودع کے بیٹے یا غلام یا کسی ایسے شخص کو جو اُسکے عیال
مین سے ہے ودیعت دیدی اور وہ ضائع ہوگئی تو بھی ضامن ہوگا اور قاضی امام ابو عاصم رح عامری اسی پر فتوے

دیتے تھے اور بعض نے کہا کہ اگر مستودع نے ایسے شخص کو ودیعت دی جو مودع کے عیال میں ہے تو ضامن نہ ہوگا اور متاخرین نے فرمایا کہ ضامن ہوگا اور اسی پر فتوی ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ اور اگر ایسے شخص کے ہاتھ جو مستودع کے عیال میں ہے واپس کی تو ضامن نہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر مستودع نے اپنے ایسے بیٹے کے ہاتھ جو اسکے عیال میں نہیں ہے ودیعت واپس کر بھیجی پس اگر وہ لڑکا بالغ ہو تو مستودع ضامن ہے ورنہ نہیں کیونکہ نابالغ اگرچہ اُسکے عیال میں نہو ولیکن اُسکی تدبیر اور ولایت اُسی کو حاصل ہے پس اُسکے ہاتھ واپس کرنا مثل اپنے ایسے غلام کے ہاتھ واپس کرنے کے شمار ہے جسکو اُس نے دوسرے کو اجارہ پر دیا ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ نابالغ کے ہاتھ واپس کرنے میں صرف اس صورت میں ضامن نہ ہوگا کہ جب وہ نابالغ حفاظت کرنے کو سمجھتا ہو اور چیزوں کی حفاظت کرتا ہو اور اگر حفاظت نہ کرتا ہو تو ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر مستودع نے مالک ودیعت کہا کہ میں نے اپنی باندی یا جورو وغیرہ ایسے شخص کے ہاتھ جو میرے عیال میں ہے تیری ودیعت بھیجدی تو اُسی کا قول قبول ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ کسی اجنبی کے ہاتھ جو اُس کے عیال میں نہیں ہے ودیعت تجھکو واپس بھیجدی اور تجھے پہونچ گئی ہے اور مالک ودیعت نے انکار کیا تو مستودع ضامن ہوگا لیکن اگر مستودع اِس دعوے پر گواہ لاوے یا مالک ودیعت اقرار کرے تو ضامن نہوگا یہ محیط میں ہے۔ غاصب کے مستودع نے اگر غصب کی ہوئی چیز غاصب کو واپس کر دی تو ضمان سے بری ہوگیا یہ ذخیرہ میں ہے۔ مستودع نے اگر مودع کو ودیعت واپس کر دی پھر کوئی مستحق آیا اور ودیعت پر اپنا استحقاق ثابت کیا تو مستودع پر کچھ ضمان نہ آویگی اور اگر مودع نے مستودع کو حکم کیا کہ ودیعت میرے ایلچی کو دیدے اُسنے دیدی اور وہ ایلچی پاس تلف ہوگئی پھر کسی مستحق نے استحقاق ثابت کیا تو مستحق کو خیار ہوگا چاہے مودع سے ضمان لے یا ایلچی سے یا مستودع سے اور یہی دونوں صورتوں میں فرق ہے یہ فتاوے صغری میں ہے۔ مودع غائب ہوگیا کہ اُسکا مرنا و جینا کچھ معلوم نہیں ہے تو مستودع برابر اُسکی حفاظت کرے یہانتک کہ اُسکے مرنے کا اور وارثوں کا حال معلوم ہو کذا فی الوجیز للکردری۔ اور اُسکو صدقہ نہ کریگا بخلاف لقطہ کے حکم کے یہ فتاوے عتابیہ میں ہے۔ اگر مالک ودیعت مرگیا تو اُسکا وارث طلب ودیعت میں خصم قرار دیا جائیگا[12] یہ مبسوط میں ہے پس اگر مالک مرگیا اور اُسپر قرضہ مستغرق نہیں ہے تو وارثوں کو واپس دے اور اگر قرضہ مستغرق ہو تو وصی کو واپس دے یہ وجیز کردری میں ہے۔ مستودع نے اگر وارث مودع کو ودیعت دیدی اور ترکہ پر قرضہ ہے تو قرضخواہوں کے واسطے ضامن ہوگا اور وارث کو دیدینے کی وجہ سے ضمان سے بری نہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

آٹھوان باب۔ اُن صورتوں کے بیان میں جنمیں مودع یا مستودع ایک سے زیادہ ہوں

دو شخصوں نے ایک شخص کو درموں یا دیناروں یا کپڑوں یا چوپاؤں یا غلاموں کی ودیعت دی پھر دونوں میں سے ایک شخص حاضر ہوا اور اپنا حق اُس سے طلب کیا تو جب تک دونوں جمع نہوں اُسکو یہ اختیار نہیں ہے اور اگر قاضی کے سامنے اُسپر نالش کی تو امام اعظمؒ کے نزدیک قاضی مستودع کو اُسکا حصہ دینے کا حکم نہ دیگا اور صاحبینؒ کے نزدیک

قاضی اُسکو حکم کریگا کہ تقسیم کرکے اُسکا حصہ اُسکو دیدے اور مستودع کا تقسیم کرنا غائب کے حق مین جائز نہوگا یہ مبسوط مین ہے اور جامع صغیر مین ہے کہ تین آدمیون نے ایک شخص کو ودیعت دی پھر دو شخص غائب ہوگئے تو حاضر کو امام اعظم رح کے نزدیک اپنا حصہ لینے کا اختیار نہین ہے اور صاحبین رح نے فرمایا کہ اختیار ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ مثلی اور قیمتی دونون قسم کی چیزون مین یہ اختلاف برابر جاری ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ اختلاف کیلی وزنی چیزون مین جو مثلی ہین جاری ہے اور مثلی چیزون کے سوا کپڑون وچوپایون وغیرہ مین بالاجماع یہ حکم ہے کہ جو شخص موجود ہو وہ اپنا حصہ نہین لے سکتا ہے یہ کافی مین ہے پھر دو شخصون کی صورت مین اگر مستودع نے ایک کا حصہ اُسکو دیدیا اور وہ اُسکے پاس تلف ہوگیا پھر دوسرا آیا تو اُسکو اختیار ہے کہ باقی مستودع سے لے لے پس اگر مستودع کے پاس جو اُسکے قبضہ مین ہے تلف ہوگیا تو بالاجماع مال امانت کا تلف ہوا یہ ینابیع مین ہے۔ اور اگر وصول کر لینے والے کے پاس مال مقبوضہ تلف ہوگیا تو اُسکو یہ اختیار نہین ہے کہ باقی مال مین شخص غائب کا شریک ہو جاوے یہ غایۃ البیان شرح منتقی مین ہے کہ اگر مستودع نے شخص حاضر کو آدھا مال دیدیا پھر باقی اُسکے پاس تلف ہوگیا پھر شخص غائب اگر موجود ہوا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر مستودع نے بحکم قاضی دیدیا ہے تو کسی پر ضمان لازم نہ آویگی۔ اور اگر بدون حکم قاضی دیدیا ہے تو موجود ہونے والے کو اختیار ہے کہ جسقدر مستودع نے دیدیا اُسکا آدھا مستودع سے لے لے اور مستودع دوسرے قابض سے واپس کریگا یا دوسرے قابض سے جو اُسنے وصول کیا ہے اُسکا آدھا لے لے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور اگر دو مودعون مین سے ایک مودع نے مستودع پر اس دعوے کے گواہ قائم کیے کہ تمام ودیعت میری ہے بوقت ودیعت رکھنے کے دوسرے مودع نے اقرار کیا ہے تو گواہون کی سماعت نہوگی یہ فتاوے عتابیہ مین لکھا ہے۔ اور اگر مستودع نے اس صورت مین دعوی کیا کہ ودیعت میرے پاس تلف ہوگئی یا مجھسے کسی ظالم نے چھین لی ہے پس دونون مودعون مین سے ایک نے کہا کہ تیرے پاس کچھ ودیعت رہگئی ہے تو بلا اختلاف اُسکو اس امر پر قسم لینے کا اختیار ہے اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اگرچہ دونون مین سے ایک مودع کو ودیعت واپس لینے کا اختیار نہین ہے ولیکن قسم لینے کا اختیار ہے۔ دو شخصون مین ہزار درم مشترک ہین دونون نے اُنکو دونون مین سے ایک پاس رکھا پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ اپنا حصہ اُنمین سے لے لے اُس نے لے لیا اور باقی آدھا ضائع ہوگیا تو جو آدھا اُسکے شریک نے لیا ہے وہ دونون مین مشترک ہوگا کیونکہ وہ اپنے نفس کے واسطے مقاسم نہوگا اور اگر وہ نصف ضائع ہوا جو اُسنے لیا ہے تو باقی شریک کے سپرد کیا جائیگا یہ محیط مین ہے۔ دو شخصون نے ہزار درم ودیعت رکھے پھر ایک نے کہا کہ میرے شریک کو سو یا دو سو درم یعنی آدھے سے کم تک کو کہا کہ دیدے پھر باقی مال ضائع ہوگیا تو شریک لینے والے کو اُسقدر دیدیا جائیگا جو اُسنے لیا ہے یہانتک کہ اس کا شریک اُس سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر کہا کہ آدھا اسکو دیدے پھر باقی آدھا اُس سے ضائع ہوا تو دوسرا اُس سے جو اُسنے لیا ہے اُسکا نصف لے لیگا یہ فتاوے عتابیہ مین لکھا ہے۔ اور اگر یون کہا کہ اسکو اُسکا حصہ دیدے اُسنے دیدیا تو وہ اُسی کا حصہ قرار دیا جائیگا یہانتک کہ اگر باقی تلف ہو تو شریک اُس سے کچھ نہین لے سکتا ہے کذا فی المحیط۔ زید و عمرو نے خالد کو ہزار درم

ودیعت دے پھر خالد مر گیا اور ایک لڑکا بکر چھوڑا پھر زید نے دعوے کیا کہ بکر نے خالد کے مرنے کے بعد ودیعت
تلف کر دی اور عمرو نے کہا کہ مین نہین جانتا ہون کہ ودیعت کا کیا حال ہوا پس زید نے جس نے بکر پر تلف
کر ڈالنے کا دعوے کیا ہے اُس نے خالد کو ودیعت سے بری کیا کیونکہ اسکے اقرار مین خالد نے جب انتقال کیا تو ودیعت کو
ویسا ہی قائم چھوڑ گیا ہے پھر اُسکے بیٹے بکر نے تلف کر دی اور بکر پر ضمان کا دعوے کیا تو زید کی خالد کے حق مین
تصدیق کیجاویگی یعنی وہ بری ہو جائیگا[1] اور بکر کے حق مین تصدیق نہوگی حتے کہ بکر پر اُسکے نام کچھ ڈگری نہوگی
یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور عمرو کے نام میت کے مال سے پانسو درم کی ڈگری ہوگی کیونکہ اُسکے حق مین گویا بدون
بیان ودیعت کے مستودع مر گیا ہے اور پانچ سو درم مین زید اُسکا شریک نہوگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ زید و عمرو و بکر نے
خالد کو مال ودیعت دیا اور سب نے کہا کہ جب تک ہم سب جمع نہون جب تک ہم مین سے کسی کو مال نہ دینا پھر خالد نے
اُنمین سے ایک شریک کا حصہ اُسکو دیدیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ قیاساً ضامن ہوگا اور یہی قول امام اعظم رح کا ہے اور
استحساناً ضامن نہوگا اور یہ قول امام ابو یوسف رح کا ہے یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور اس صورت مین اگر
مستودع نے چاہا کہ مین ضمان سے بچون تو اُسکا حیلہ یہ ہے کہ جب وہ ایک شخص کو دے چکا اور دوسرا اس سے مطالبہ
کرنے کو آیا تو اُس سے یہ اقرار نہ کرے کہ مین نے کسی کو اُسکا حصہ دیدیا ہے بلکہ اُس سے کہے کہ تو سب کو حاضر کر تا کہ مین
تم سبکو دیدون یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ اور اگر مستودع دو شخص ہون اور ودیعت ایسی چیز ہو جو تقسیم ہو سکتی ہے
تو دونون کو اختیار ہے کہ اُسکو حفاظت کی غرض سے آدھی آدھی تقسیم کر لین اور اگر ایک مستودع نے تمام ودیعت
دوسرے کے سپرد کر دی اور وہ ضائع ہو گئی تو سپرد کرنے والا امام اعظم رح کے نزدیک نصف کا ضامن ہوگا اور دوسرا کچھ
ضامن نہوگا اور اگر ودیعت ایسی چیز ہو کہ تقسیم نہین ہو سکتی ہے تو دونون حفاظت کے مہتمم ہونگے اور کوئی شخص دونون
مین سے دوسرے کو سپرد کرنے سے بالاجماع ضامن نہوگا یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ دو شخصون کے پاس کچھ چیز ودیعت
رکھی گئی پھر ایک شخص نے اُسکی آدھی فروخت کر دی پھر ایک مدعی نے دعوی کیا تو بائع کی گواہی دوسرے کے ساتھ
ملکر اس امر پر مقبول نہوگی کہ شے مدعی کی ملک ہے کیونکہ بائع چاہتا ہے کہ اپنے عقد بیع کو توڑ دے یہ تاتارخانیہ مین ہے
زید نے عمرو و بکر کو ایک باندی ودیعت دی پھر عمرو نے مثلاً اپنی نصف باندی مقبوضہ فروخت کر دی اور مشتری نے
اُس سے جماع کیا اور اُسکے لڑکا پیدا ہوا پھر باندی کا مالک آیا تو امام نے فرمایا کہ مالک وہ باندی اور اُسکا عقر اور
لڑکے کی قیمت لے لیگا اور نقصان ولادت کے پورا کرنے مین لڑکے کی قیمت دیدینا مثل لڑکے کے دیدینے کے ہے
اور اگر لڑکے کی قیمت نقصان ولادت پورا نہوتا ہو تو مشتری سے لیکر نقصان پورا کر لیگا پھر مشتری اپنے بائع سے
اپنا ثمن اور لڑکے کی آدھی قیمت لے لیگا اور اگر باندی کا مالک چاہے تو بائع سے نصف نقصان لیلے اور اگر یہ امر
کہ یہ باندی اسی شخص کی ہے جو حاضر ہوا ہے فقط انھین دونون مستودعون کے کہنے سے معلوم ہوا ہو اور کسی طور سے
ثابت نہو تو اُن دونون کی گواہی اس دعوی پر مقبول نہوگی ولیکن باعتبار ظاہر کے باندی مشتری کی ام الولد قرار دیجائیگی

[1] قولہ بری ہو جائیگا یعنے اُسکے ترکہ پر اُسکی ضمان عائد نہوگی اور اُسکے بیٹے پر تلف کرنے کا دعوی بدون دلیل کے قبول نہوگا ۱۲

اور دوسرے شریک کو باندی کی نصف قیمت اور نصف عقر دیگا جیسا کہ دو شخصون کی مشترک باندی مین ایک شخص کے ام ولد بنانے کا حکم ہے یہ مبسوط مین لکھا ہے۔

نوان باب۔ ودیعت مین اختلاف واقع ہونے اور ودیعت مین گواہی کے بیان مین منتقی مین ہے کہ بشر نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی کہ زید نے عمرو پر ودیعت کا دعویٰ کیا اور عمرو نے ودیعت سے انکار کیا اور زید نے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے اور عمرو نے زید پر اس امر کے گواہ دیے کہ اُسنے اقرار کیا ہے کہ میرا عمرو پر کچھ نہین آتا ہے تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر زید اس امر کا مدعی ہے کہ ودیعت بعینہٖ عمرو کے پاس قائم ہے تو جو برات عمرو کے گواہون سے ثابت ہوتی ہے اُس سے زید کا حق باطل نہوگا۔ کذا فی المحیط۔ اگر مالک ودیعت نے مستودع کے انکار کرنے کے بعد ودیعت رکھنے کے گواہ پیش کیے اور مستودع نے ودیعت ضائع ہونے کے گواہ پیش کیے پس اگر مستودع نے ابداء سے انکار کیا ہے مثلاً یون کہا کہ تو نے مجھے کچھ ودیعت نہین دی ہے تو اس صورت مین ضامن قرار دیا جائے گا اور بعد انکار کے کہ ودیعت نہین دی ہے پھر ضائع ہو جانے کے اُسکے گواہ مردود ہونگے خواہ گواہون نے انکار سے پہلے ودیعت ضائع ہو جانے کی گواہی دی ہو یا بعد انکار کے ودیعت ضائع ہونے کی گواہی ادا کی ہو اور اگر اُسنے ودیعت سے اسطرح انکار کیا کہ تیری کچھ ودیعت میرے پاس نہین ہے پھر ودیعت ضائع ہو جانے کے گواہ دیے پس اگر بعد انکار کے ودیعت ضائع ہونے کے گواہ سنائے تو وہ ضامن ہوگا اور اگر انکار سے پہلے ضائع ہو جانے کے گواہ سنائے تو وہ ضامن نہوگا اور اگر مستودع نے مطلقاً ضائع ہونے کی گواہی دی یعنی انکار سے پہلے یا بعد ضائع ہونا کچھ بیان نہ کیا تو ضامن ہوگا اور قدوری مین لکھا ہے کہ اگر مستودع نے قاضی سے درخواست کی کہ مودع سے قسم لیجاوے کہ میرے انکار سے پہلے ودیعت تلف نہین ہوئی ہے تو قاضی اُس سے قسم لیگا اور یہ قسم اُسکے علم پر لیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور اگر مستودع نے ودیعت سے انکار کیا پھر اس امر کے گواہ دیے کہ مین نے بعد انکار کے ودیعت بعینہٖ واپس کر دی ہے تو گواہ قبول ہونگے اور اگر اس امر کے گواہ دیے کہ مین نے انکار سے پہلے ودیعت اسکو واپس کر دی ہے اور انکار کرنے مین مین نے غلطی کی یا واپس کرنا مین بھول گیا یا مجھے گمان ہوا کہ مین نے دیدی اور مین اس قول مین سچا ہون کہ تو نے مجھے کچھ ودیعت نہین دی تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک قیاس مین اُسکے یہ گواہ بھی مقبول ہونگے یہ خلاصہ مین ہے۔ اگر مالک نے ودیعت طلب کی اور مستودع نے کہا کہ تو نے مجھے ودیعت نہین دی ہے پھر واپس کر دینے یا ودیعت تلف ہو جانے کا دعویٰ کیا تو اُسکے قول کی تصدیق نہ کیجاویگی اور اگر یون کہا کہ اسکی ودیعت مجھپر نہین ہے پھر واپس دینے یا تلف ہو جانے کا دعویٰ کیا تو سماعت ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ زید نے عمرو کو ایک غلام ودیعت دیا اور عمرو ودیعت سے مکر گیا اور وہ غلام اُسکے پاس مر گیا پھر زید نے ودیعت دینے اور غلام کی انکار کے روز کی قیمت کے گواہ قائم کیے تو مستودع پر انکار کے روز کی قیمت کی ڈگری کیجاویگی۔ اور اگر گواہون نے کہا کہ ہمکو انکار کے روز کی قیمت معلوم نہین ہے ولیکن

ودیعت دینے کے روز کی قیمت ہم جانتے ہین کہ وہ قیمت اسقدر تھی تو قاضی مستودع پر اُس قیمت کی ڈگری کریگا جو بحکم
ودیعت غلام پر قبضہ کرنے کے روز غلام کی قیمت تھی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر مستودع نے کہا کہ مین نے ودیعت
تجھکو دیدی ہے پھر چند روز کے بعد کہا کہ مین نے تجھکو ودیعت نہین دی بلکہ وہ میرے پاس ضائع ہو گئی ہی
تو مستودع ضامن ہوگا اور اُسکے قول کی تصدیق نہکیجاویگی اور خانیہ مین لکھا ہے کہ یہی صحیح ہے یہ تاتارخانیہ
مین ہی۔ اور اگر مستودع نے کہا کہ ودیعت ضائع ہو گئی پھر اُسکے بعد کہا بلکہ ودیعت مین نے تجھے واپس کردی ہی
اور پہلے قول مین مجھے وہم ہوا تو اسکی تصدیق نہکیجاویگی اور وہ ضامن ہوگا کذا فی البدائع۔ اگر مستودع نے کہا کہ دس روز ہوے
کہ ودیعت ضائع ہوگئی اور مودع نے گواہ قائم کیے کہ وہ روز ہوے کہ اُسکے پاس موجود تھی پس مستودع نے کہا کہ ودیعت
میرے ہاتھ آگئی تھی پھر ضائع ہوگئی تو دفعیہ اس کی طرف سے قبول ہوگا یہ ملتقط مین لکھا ہے
اور اگر نالش دائر ہونے پر اُسنے کہا کہ اسکی ودیعت میرے پاس نہین ہے پھر اُسکے بعد کہا کہ مین نے اس ودیعت
کو پایا تھا پھر وہ ضائع ہوگئی تو ضامن ہوگا یہ غایۃ البیان مین لکھا ہی **ف** یعنی اول تو اُسنے انکار کیا کہ میرے پاس
اسکی کچھ ودیعت ہی نہ تھی حالانکہ مطالبہ ہوچکا تو ضامن ہوگیا پھر اقرار کرنے سے امانت عود نکریگی اسواسطے کہ
وہ امین نہین رہا ہے فافہم رم، ایک شخص نے کہا کہ فلان شخص کے میرے پاس ہزار درم ودیعت ہین پھر کہا
کہ میرے اقرار سے پہلے وہ ضائع ہوگئے تو وہ ضامن ہوگا اور اگر یون کہا کہ اسکے ہزار درم میرے پاس تھے
پھر ضائع ہوگئے تو اُسی کا قول قبول ہوگا اور اُسپر ضمان لازم نہ آویگی۔ اور اگر کہا کہ اسکے ہزار درم میرے پاس
ودیعت تھے کہ وہ ضائع ہوگئے اور تمام کلام ملاکر بولا تو استحسانا اُسکے قول کی تصدیق ہوگی اور تقدیر اس مسئلہ
کی یون ہوگی کہ اُسکے ہزار درم میرے پاس تھے پھر وہ ضائع ہوئے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اور اگر مستودع
نے کہا کہ ودیعت جاتی رہی اور مجھے نہین معلوم ہوتا کہ کیونکر جاتی رہی تو قسم سے اُسکا قول قبول ہوگا اور اُسپر
ضمان نہ آوے گی اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہین یہ ملتقط مین لکھا ہے۔ اور اگر پہلے ہی کہا کہ مجھے نہین معلوم کہ
ودیعت کیونکر جاتی رہی تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ ضامن نہوگا یہ فتاوے عتابیہ
مین لکھا ہی۔ اور اگر یون کہا کہ ودیعت میرے گھر سے جاتی رہی اور میرے مال مین سے کچھ نہین گیا تو قسم سے
اُسکا قول قبول ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے اور شیخ رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک قوم نے ایک شخص کو درم
اسواسطے دیے کہ اُنکی طرف سے خراج دیدے اُسنے درم لیکر رومال مین باندھکر آستین مین رکھ لیے اور مسجد مین
گیا اور درم جاتے رہے اور یہ نہین معلوم کہ کیونکر جاتے رہے اور قوم کے لوگ اُسکی تصدیق نہین کرتے ہین
تو شیخ رح نے فرمایا کہ اُسکا قول قبول نہوگا جب تک کہ جاتے رہنے کی کیفیت بیان نہ کرے کذا فی الحاوی۔ ایک
شخص نے دوسرے کو کوئی شے معین ودیعت دی پھر مستودع نے اُسکے تلف ہوجانے کا دعوی کیا اور مودع
اسکی تکذیب کی اور قسم لینی چاہی اُسنے قسم سے نکول کیا تو قسم سے نکول کرنے سے اُس شے معین کے باقی ہونے کا
اقرار قرار دیا جائیگا اور مستودع قید کیا جائیگا یہانتک کہ اُسکو ظاہر کرے یا یہ ثابت کردے کہ وہ باقی نہین ہی

یہ جواہر الفتاوی مین لکھاہی۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تجھسے ہزار درم ودیعت لیے اور وہ ضائع ہوگئے اور دوسرے نے کہا کہ تو نے اُنکو غصب کر لیا تو مقر ضامن ہوگا۔ اور اگر کہا کہ تو نے مجھے دیے اور ودیعت رکھے اور دوسرے نے کہا کہ تو نے بطور غصب لیے تو ضامن نہوگا یہ خلاصہ مین لکھاہی۔ اگر مستودع نے کہا کہ یہ درم ودیعت تھے اور مودع نے کہا بلکہ قرض تھے تو ضامن ہوگا کذا فی الذخیرہ لاکر دری اگر مستودع نے کہا کہ کچھ درم ضائع ہوگئے یا کچھ درم تو نے مجھے قرض دیے تو اسکی مقدار بیان کرنے مین قسم کے ساتھ مستودع کا قول قبول ہوگا یہ ینابیع مین ہی۔ زید نے عمرو کو ہزار درم ودیعت دیے اور ہزار درم قرض دیے پھر زید کو عمرو نے ہزار درم دیے اور کہا کہ یہ تیرا قرض ہے اور ودیعت ضائع ہوگئی تو قسم سے اُسکی تصدیق کیجاویگی یہ محیط سرخسی مین لکھاہے اگر کہا کہ میرے تیرے پاس ہزار درم ودیعت تھے تو نے مجھے دیدیے اور مقر لہ نے کہا کہ تو جھوٹا ہے وہ تو میرے پاس تو مقر لہ کا قول قبول ہوگا یہ خلاصہ مین لکھاہی۔ اگر مستودع نے کہا کہ ودیعت تلف ہوگئی یا مین نے تجھے واپس کردی اور مالک نے کہا کہ بلکہ تو نے ودیعت تلف کردی ہے تو مستودع کا قول قبول ہوگا اسی طرح اگر مستودع نے کہا کہ میرے بلاحکم تلف کردی گئی اور مالک نے کہا کہ بلکہ تو نے یا تیرے سوا دوسرے نے تیرے حکم سے تلف کردی ہے تو بھی مستودع کا قول قبول ہوگا یہ بدائع مین لکھاہی اگر مالک اور مستودع کے وارثون مین اختلاف ہوا مالک نے کہا کہ مستودع ودیعت کو مجہول چھوڑ کر مرگیا بیان نکیا پس ودیعت اُسکے ترکہ مین قرضہ ٹھہری اور وارثون نے کہا کہ جسدن مستودع مراہے اُسدن ودیعت بعینہ قائم تھی اور معروف تھی پھر اُسکے مرنے کے بعد تلف ہوگئی تو مالک کا قول قبول ہوگا اور یہی صحیح ہے کذا فی الذخیرہ۔ اور میت کے مال سے ضمان دینی واجب ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھاہی۔ اور اگر مستودع کے وارثون نے کہا کہ مستودع نے اپنی زندگی مین ودیعت واپس کردی تھی تو بدون گواہون کے قول قبول نہوگا اور مستودع کے مال مین ضمان واجب رہیگی کیونکہ مستودع مجہول چھوڑ کر مرگیا ہے پھر اگر وارثون نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ مستودع نے اپنی زندگی مین کہا تھا کہ مین نے ودیعت واپس کردی ہے تو قبول ہونگے[1] اور اگر مستودع ودیعت کو مجہول چھوڑ کر مرگیا اور وارث نے اُسکی زندگی مین ودیعت ضائع ہوجانے کا دعوی کیا تو وارث کا قول قبول نہوگا یہ فصول عمادیہ مین لکھاہی۔ جامع مین لکھاہے کہ اگر مستودع نے مالک سے کہا کہ تو نے اپنی کچھ ودیعت وصول کرلی ہے پھر مستودع مرگیا اور باقی معلوم نہین ہے اور مالک نے کہا کہ مین نے کچھ وصول نہین کی اور مستودع کے وارثون نے کہا کہ تو نے سو درم وصول کرلیے اور سو درم باقی ہین تو وارثون کے قول کی تصدیق نکیجاویگی اور مالک سے کہا جائیگا کہ تجھکو ضرور کچھ وصول کر پانے کا اقرار کرنا لازم آیا اور پھر باقی کے واسطے قسم کھانا لازم ہے کہ واللہ جسقدر وارث کہتے ہین اُسقدر مین نے وصول نہین پایا کیونکہ مالک ودیعت کے وصول پانے کا اقرار مستودع سے جائز ہے کیونکہ مستودع اُسکی طرف سے امین قرار پایا ہے اور اسی واسطے اگر اُسنے یون اقرار کیا کہ مالک ودیعت نے تمام ودیعت وصول کرلی ہے تو اسکا اقرار صحیح ہے تو یہ اقرار کو بدرجہ

[1] قولہ قبول ہونگے اسواسطے کہ اس گواہی سے ثابت ہوگیا کہ مستودع نے ودیعت مجہول نہین چھوڑی پس ضمان نرہی حتی کہ اگر مستودع کے …

اولی صحیح ہوگا پھر مالک اور مستودع کے وارثون مین مقدار مقبوض مین اختلاف واقع ہوا کیونکہ اُسنے شے مجہول
کے قبضہ کرنے کا اقرار کیا ہے پس اُسی نے مجمل کر دیا تو بیان کرنے مین اُسی کا قول لیا جائیگا کذا فی محیط السرخسی۔
پس اگر اُسنے کہا کہ سو درم وصول کیے ہین اور وارثون نے کہا کہ تو سو درم وصول کیے ہین تو قسم سے مالک
کا قول قبول ہوگا کیونکہ وہ زیادتی کا منکر ہے یہ کافی مین لکھا ہے۔ اور اگر مالک نے مستودع کی زندگی یا اُسکے مرنے
کے بعد کہا کہ مین نے بعض ودیعت وصول کر لی تو قسم کے ساتھ مقدار بیان کرنے مین اُسی کا قول قبول ہوگا
اور اگر مستودع نے اپنی زندگی مین کہا کہ مین نے مالک ودیعت کو ودیعت دیدی اگر اُسمین سے کچھ اپنی زندگی مین خرچ
کر دی یا تلف کر دی تو اُسکی مقدار بیان کرنے مین قسم کے ساتھ اُسی کا قول قبول ہوگا یہ ینابیع مین ہی۔ اگر مودع کے
مرنے کے بعد کہا کہ مین نے ودیعت کو وصی کو واپس کر دی تو قسم کے ساتھ اُسی کا قول قبول ہوگا اور وہ ضامن
ہوگا یہ فتاوے قاضیخان مین ہی۔ اگر ودیعت مستودع کے پاس سے غصب کی گئی اور تلف ہوئی اور مالک نے غاصب سے ضمان
لینی چاہی اور مستودع نے کہا کہ اُسنے مجھے واپس کر دی اور وہ میرے پاس تلف ہوئی اور مالک نے
کہا بلکہ غاصب کے پاس تلف ہوئی ہے تو اُسی کا قول قبول ہوگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ اگر مستودع نے
کہا کہ مین نے ایک اجنبی شخص کے پاس ودیعت رکھدی تھی پھر اس نے مجھے واپس دی پھر وہ میرے پاس
تلف ہوئی اور مودع اس قول مین اُسکی تکذیب کرتا ہے تو مودع کا قول قبول ہوگا اور مستودع پر ضمان
لازم آویگی کیونکہ اس نے اپنے اوپر ضمان واجب ہونیکا اقرار کیا پھر ضمان سے برات کا دعوے کیا تو
بدون گواہ قائم کرنے کے اُسکی تصدیق نہ کیجاویگی اور جب اپنے دعوی پر گواہ قائم کیے تو ضمان سے
بری ہو جائیگا کیونکہ ضمان واجب ہونے کا سبب دور ہونے پر اُس نے گواہ قائم کر کے ثابت کر دیا۔
اسیطرح اگر مستودع نے کہا کہ مین نے کسی اجنبی کے ہاتھ تیرے پاس ودیعت بھیجدی اور مودع منکر ہے
تو بھی مودع کا قول قبول ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کو ودیعت دی اور غائب
ہوگیا پھر آکر ودیعت طلب کی پس مستودع نے کہا کہ تو مجھے حکم دے گیا تھا کہ اسکو تیرے اہل و اولاد پر خرچ
کر دون اور مین نے اُنھین لوگون پر خرچ کر دی اور مالک ودیعت کہتا ہے کہ مین نے تجھے ایسا حکم نہین دیا
تھا تو مالک ودیعت کا قول قبول ہوگا اور مستودع ضامن ہوگا کذا فی المحیط اسیطرح اگر کہا کہ تو نے مجھے یہ حکم
کیا تھا کہ اسکو مسکینون پر خرچ کر دے یا فلان شخص کو ہبہ کر دے اور مالک نے انکار کیا تو بھی یہی حکم ہی یہ مبسوط
مین ہی مستودع نے اگر مالک ودیعت سے مودع کا قرضہ ادا کر دیا تو ضامن ہوگا اگرچہ قرضہ جنس ودیعت سے
ہو اور بعض نے کہا کہ ضامن نہوگا اور اسی کو بعض نے اختیار کیا ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ایک مستودع
نے مالک سے کہا کہ تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ ودیعت فلان شخص کو دیدون اور مالک نے تکذیب کی تو ضامن ہوگا
ولیکن اگر گواہ لاوے یا قسم کھلاوے تو ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر مالک ودیعت نے مستودع کو
حکم دیا کہ ودیعت فلان شخص کو دیدے اُسنے کہا کہ مین نے اُسی شخص کو دیدی اور اُس نے کہا کہ مجھے نہین دی

اور مالک نے کہا کہ تو نے اسکو نہین دی تو مستودع کی ضمان سے بری ہونے کے واسطے مستودع کا قول قبول
ہوگا اور اس شخص پر ضمان واجب ہونے کے بارہ مین مستودع کا قول قبول نہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہے
زید نے عمرو کو ہزار درم ودیعت دیے پھر کہا کہ مین نے خالد کو یہ درم تجھسے وصول کرنے کا حکم کیا اور پھر خالد کو
اس امر سے منع کردیا پس مستودع نے کہا کہ خالد میرے پاس آیا تھا مین نے اسکو یہ درم ودیعت کے
دیدیے ہین اور خالد نے کہا کہ مین عمرو کے پاس نہین گیا تھا اور نہ مین نے یہ درم اس سے وصول کیے ہین تو زید ان درمونکی
ضمان سے بری ہے کذا فی المحیط زید نے مستودع پر جسکا نام عمرو ہے یہ گواہ قائم کیے کہ مالک ودیعت خالد نے مجھے عمرو سے
ودیعت وصول کرنے کا وکیل کیا ہے اور وکالت کا کوئی وقت بیان کیا[1] یہ فتاوے قاضیخان مین ہے۔ اگر رب الودیعۃ
نے کہا کہ مین نے تجھے ایک غلام و ایک باندی ودیعت دی تھی اور مستودع نے کہا کہ فقط تو نے ایک باندی ودیعت دی تھی وہ
ہلاک ہوگئی اور مالک ودیعت نے اپنے دعوی پر گواہ قائم کیے تو مستودع ضامن ہوگا اور اسکو غلام کی قیمت دینی پڑے گی
شیخ رحمہ نے فرمایا کہ قاضی صرف اسوقت گواہون کی گواہی قبول کرکے قیمت غلام کی ڈگری کریگا کہ جب
گواہون نے غلام کا حلیہ قاضی کے سامنے خوب ظاہر کیا ہو اور قاضی ایسے غلام کی قیمت پہچانتا ہو اور اگر
قاضی نہ پہچانتا ہو تو مدعی سے اسکی قیمت کے گواہ طلب کریگا اور اگر گواہون نے غلام کے حلیہ اور
اوصاف بیان نہ کیے صرف یون گواہی دی کہ اسنے ایک غلام ودیعت رکھا تھا تو قاضی انکی گواہی
قبول نہ کریگا یہ محیط مین ہے۔ اگر زید کے پاس عمرو نے ایک باندی ودیعت رکھی اور بکر نے ایک غلام
ودیعت رکھا پھر ہر ایک نے دعوی کیا کہ باندی میری ہے اور غلام دوسرے کا ہے اور زید نے کہا کہ تم دونون
نے مجھے صرف یہی باندی ودیعت دی ہے تو اس سے قسم لیجائیگی کہ واللہ مجھے ہر ایک نے صرف آدھی ہی باندی
ودیعت دی ہے آور فتاوای اہل خوارزم مین لکھا ہے کہ عمرو نے زید کے پاس ایک غلام ودیعت رکھا
اور بکر نے ایک باندی ودیعت رکھی پھر ہر ایک نے غلام کا دعوی کیا اور ہر ایک نے باندی ودیعت رکھنے سے
انکار کیا اور زید نے خاص ایک کیواسطے باندی کا اقرار کیا اور جسکے واسطے اقرار کیا اسنے زید کی تصدیق کی
اور زید نے کہا کہ مجھے یہ معلوم نہین رہا کہ تم دونون مین سے کسنے میرے پاس غلام ودیعت رکھا ہے یہ مین
جانتا ہون کہ تم دونون مین سے کسی نے رکھا ہے تو باندی اس مقرلہ کو دیجاویگی اور غلام دونون مین مشترک
رہیگا پھر مستودع سے ہر ایک کے واسطے اسطور سے قسم لیجاویگی کہ واللہ اسنے یہ غلام میرے پاس ودیعت نہین رکھا
پھر دونون کو غلام کی قیمت ڈانڈ دیگا کہ دونون باہم برابر تقسیم کرلین یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک شخص کے پاس
ایک باندی و ہزار درم ہین اس سے دو شخصون نے ہر ایک نے کہا کہ مین نے تجھے یہ باندی ودیعت دی ہے
اور مستودع نے کہا کہ مجھے معلوم نہین رہا کہ یہ باندی تم دونون مین سے کسکی ہے اور دونون کیواسطے قسم کھانے سے

---

[1] قولہ بیان کیا الخ اصل عربی کے نسخے یہان غلط ہین اور اصل فتاوی قاضیخان سے مسئلہ کی تصحیح یہی کہ اگر زید نے مستودع پر جسکا نام عمرو ہے گواہ
قائم کیے کہ مالک ودیعت نے مجھے اس مستودع سے ودیعت وصول کرنیکا وکیل کیا ہے اور وکالت کی تاریخ بیان کی مثلاً ماہ رمضان ۱۲۹۵ھ پھر مستودع

انکار کیا تو ہزار درم اور وہ باندی دونون مین برابر مشترک ہوگی اور مستودع ہزار درم اور باندی کی قیمت دونون کو ڈانڈ دیگا کہ باہم برابر تقسیم کرینگے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر مستودع نے مالک ودیعت سے کہا کہ تو نے مجھے ودیعت ہبہ کردی یا میرے ہاتھ فروخت کردی ہے اور مالک ودیعت نے انکار کیا پھر وہ ودیعت تلف ہوگئی تو مستودع ضامن نہوگا یہ خلاصہ مین ہے۔ زید نے عمرو کو کچھ درم ودیعت دیے پھر ایک شخص خالد آیا اور عمرو سے کہا کہ مجھے زید نے ایلچی بنا کر بھیجا ہے کہ تو مجھے ودیعت دیدے اور عمرو نے دیدی وہ اُسکے پاس تلف ہوگئی پھر زید آیا اور اُسنے اس بات سے انکار کیا تو عمرو ضامن ہوگا۔ پھر اگر عمرو نے خالد کے ایلچی ہونے کی تصدیق کی ہو اور اُسپر ضمان کی شرط نہ کی ہو یون ہی ودیعت اُسکو دیدی ہو تو عمرو اُس سے کچھ نہین واپس لے سکتا ہے اور اگر اُسکے ایلچی ہونے کی تکذیب کی ہو اور باوجود اسکے ودیعت اُسکو دیدی یا نہ تصدیق کی ہو نہ تکذیب کی ہو اور باوجود اسکے ودیعت اُسے دیدی ہو یا تصدیق کی ہو اور ضمان کی شرط لیکر ودیعت دی ہو تو ان سب صورتون مین عمرو خالد سے واپس لے سکتا ہے اور شرط ضمان کی اس مقام پر یہ صورت ہے کہ عمرو مثلاً خالد سے یون کہے کہ مین جانتا ہون کہ تو زید کا ایلچی ہے مگر مجھے اس امر کا خوف ہے کہ زید آکر ایلچی بھیجنے سے انکار کر جاوے اور مجھسے ڈانڈ لے پس آیا تو اس امر کا ضامن ہوتا ہے کہ جو تو مجھسے لیتا ہے وہ مجھے دے پس اگر اُسنے کہا کہ ہان تو کفالت بالدین کہ جسکی اضافت سبب وجوب کیجانب ہے حاصل ہوگئی اور یہ جائز ہے تو مستودع بحکم کفالت اُس ایلچی یعنی خالد سے واپس لے سکیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مستودع نے کہا کہ مین نے ودیعت ایسے شخص کے ہاتھ جو میرے عیال مین ہے تجھے واپس کردی ہے اور مودع نے اُسکی تکذیب کی تو قسم سے اُسی کا قول قبول ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ شیخ رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس تانبے کے برتن ودیعت رکھے پھر کچھ دن بعد واپس لیے اُس نے چھ برتن واپس دیے اور مالک نے کہا کہ سات تھے ساتوان کہان ہے مستودع نے کہا کہ مجھے معلوم نہین رہا کہ سات دیے تھے یا چھ تھے اور نہین معلوم کہ میرے پاس ضائع ہوگیا ہے یا نہین اور کبھی کہتا ہے کہ مجھے نہین معلوم کہ تیرے پاس سے کوئی ایلچی آکر لیگیا ہے یا نہین تو آیا ضامن ہوگا یا نہین پس شیخ رحمہ نے فرمایا کہ نہین ضامن ہوگا کیونکہ اُسنے ضائع ہونے کا اقرار نہین کیا پس دونون باتون مین کچھ تناقض نہین ہے یہ فتاوی النسفی مین ہے۔ زید کے عمرو کے پاس ہزار درم ودیعت ہین اور ہزار درم زید کے اُسپر قرض ہین پھر مستودع نے اُسکو ہزار درم دیے پھر چند روز بعد دونون مین اختلاف پڑا مالک مال نے کہا کہ مین نے ودیعت لے لی ہے اور قرضہ تجھپر بحالہ باقی ہے اور مستودع نے کہا کہ مین نے تجھے قرض ادا کردیا ہے اور ودیعت ضائع ہوگئی تو مستودع کا قول قبول ہوگا کیونکہ جو ہزار واپس کیے ہین اُنمین دونون مین اختلاف ہونے کا کچھ اعتبار نہین ہے کیونکہ وہ تو مالک کو پہونچ گئے خواہ کیسے ہی ہون ہان تلف شدہ ہزار درم مین دونون کا اختلاف ہے کہ مالک دعوے کرتا ہے کہ تو نے قرض لیے اور مستودع کہتا ہے کہ میرے پاس ودیعت تھے اور ایسی صورت مین

مدعی ودیعت کا قول قبول ہوتا ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔

دسوان باب متفرقات مین

ودیعت ایک غلام یا باندی ہے اور اُسنے مستودع کو قتل کیا تو قتل عمد مین اُس سے قصاص لیا جائیگا اور قتل خطا مین وہ غلام یا باندی دیدی جاویگی یا اسکا فدیہ دیا جاویگا۔ اور اگر ام ولد یا مدبر ہو تو مولے اُسکی قیمت ڈانڈ دیگا۔ اگر مستودع نے کہا کہ مجھے ودیعت دی فلان شخص نے بلکہ فلان شخص نے تو ودیعت دوسریکو ملیگی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص کے دوسرے پر سو درم قرضہ ہین اور قرضدار کے اُس شخص کے پاس سو درم ودیعت ہین اُسنے کہا کہ بعوض قرضہ کے مین نے بدلا کر دیئے پس اگر دراہم اُسکے ہاتھ مین موجود ہون یا اسقدر قریب ہون کہ اُسپر قبضہ کرسکتا ہے تو جائز ہے اور بدلا ہو جائیگا اور اگر قریب نہون تو بدلا نہوگا تاوقتیکہ دوبارہ رجوع کرکے قبضہ نہ کرے یہ خلاصہ مین ہی۔ اگر مستودع نے ودیعت سے انکار کیا پھر مودع کے پاس اُسکے مثل رکھا تو مودع کو روا ہے کہ اپنی ودیعت کے عوض جس سے مکر گیا ہی اسکے بدلے اُسکو داب رکھے اسیطرح اگر اسپر مال قرضہ ہوا ور انکار کر گیا پھر قرضہ کے مثل قرضخواہ کے پاس ودیعت رکھی تو بھی یہی حکم ہی۔ ولیکن اگر اُسکے حق کی غیر جنس اُسنے اُسکے پاس ودیعت رکھی تو امام اعظمؒ کے نزدیک اُسکو داب رکھنے کا اختیار نہین ہے یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر مودع نے اُسکو قسم دلائی تو اسطرح قسم کھا جاوے کہ تیرا مجھپر کچھ نہین ہے اور یون قسم نہ کھاوے کہ تو نے مجھے کچھ ودیعت نہین دی ہے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر زید کے ہزار درم عمرو کے پاس ودیعت ہون اور بکر کے زید پر ہزار درم قرضہ ہون تو بکر کو روا ہے کہ جب قابو پاوے تو عمرو سے ودیعت کے درم لے لے اگرچہ عمرو کو اختیار نہین ہے کہ بکر کو ہزار درم ادائے قرضہ مین دیدے یہ قنیہ مین ہی۔ اگر زید نے عمرو کے پاس ایک غلام ودیعت رکھا پھر زید نے وہ غلام عمرو کو ہبہ کر دیا حالانکہ غلام حاضر نہ تھا اور عمرو نے ہبہ قبول کیا تو جائز ہے اور ودیعت کا قبضہ ہبہ کے قبضہ کا نائب ہوگا اور عمرو فقط ہبہ قبول کرنے سے اس غلام پر قابض قرار دیا جائیگا حتی کہ اگر ازسرنو قبضہ کرنے سے پہلے وہ غلام مرجاوے تو موہوب لہ کا مال گیا اور اگر زید ہبہ سے رجوع کرے تو کفن اسکا عمرو پر دینا لازم آویگا۔ پھر اگر خالد نے اس غلام[12] مین اپنا استحقاق ثابت کیا تو خالد کو خیار ہوگا کہ چاہے زید سے ضمان لے یا عمرو سے ضمان لے۔ پھر اگر خالد نے عمرو کے غلام پر ازسرنو قبضہ کرنے سے پہلے عمرو سے ضمان لے لی تو عمرو اُسکے مثل زید سے واپس لے سکتا ہے اور اگر خالد کے عمرو سے ضمان لینے سے پہلے عمرو نے اسپر ازسرنو قبضہ کر لیا ہو تو عمرو زید سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہے یہ ذخیرہ مین ہے منتقی مین امام ابو یوسفؒ سے بروایت ابن سماعہ مذکور ہے کہ زید کے ہزار درم عمرو کے پاس ودیعت ہین اور عمرو کے ہزار درم زید پر قرضہ تھے پس زید نے کہا کہ یہ درم اُس مال کا بدلا ہین جو تیرا مجھپر آتا ہی پھر ہنوز عمرو واپس کر اپنے مکان نہ گیا تھا کہ ان درمون پر جدید قبضہ کرے کہ وہ درم تلف ہوگئے تو یہ زید کا مال گیا اور اصل یہ ہی کہ اس مسئلہ مین عمرو کا قبضہ ان درمون پر قبضہ ودیعت تھا اور قبضہ ودیعت قبضہ امانت ہے وہ قبضہ ضمان کا نائب نہین ہوتا ہے اور قرضہ کے ادا مین قبضہ ضمان ہے پس فقط بدلا کرنے سے بدون قبضہ واقع ہونے کے بدلا تمام نہوگا

[12] یعنی غلام میت کا ۱۲

تا وقتیکہ جدید قبضہ ثابت نہو اور جدید قبضہ یہان نہین پایا گیا ہکذا فی المحیط بشرح زاہد - اگر کسی شخص کی ودیعت کو کسی نے تلف کر دیا تو مستودع اُس سے مخاصمہ کر سکتا ہے اور قیمت ڈانڈ لے سکتا ہے یہ جواہر کروری مین ہے اور اگر کسی شخص کے پاس ودیعت یا عاریت یا بضاعت ہو اور اُسکے پاس سے کسی نے غصب کر لی تو وہ غاصب کا خصم ہمارے نزدیک ہو سکتا ہے یہ محیط مین ہے ایک شخص کے پاس ایک باندی ودیعت رکھی اُس سے ایک شخص نے غصب کر لی اور باندی اُس کے پاس سے بھاگ گئی تو مستودع کو اختیار ہے کہ غاصب سے بحکم قاضی یا بلا حکم قاضی باندی کی قیمت ڈانڈ لے اور وہ قیمت مستودع کے پاس امانت رہے گی پھر اگر باندی ظاہر ہوئی تو مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے باندی لے لے یا اُس کی قیمت لے لے پس اگر اُس نے باندی لے لی تو غاصب نے جو مستودع کو دیا ہے اُس سے واپس لے لیگا بشرطیکہ وہ بعینہ قائم ہو اور اگر تلف ہوا ہو تو اُسکے مثل واپس لیگا پس اگر مال ضمان یعنی قیمت باندی کی تلف ہو گئی ہو اور غاصب نے مستودع سے اُسکے مثل واپس لی تو مستودع اُسیقدر مالک سے لے لیگا - اور اگر مستودع نے غاصب سے قیمت وصول پانے کا اقرار کیا اور یہ امر صرف اُسکے اقرار سے ثابت ہوا تو غاصب قیمت سے بری ہو گیا پھر اگر باندی ظاہر ہوئی اور مولے نے اُسکا لے لینا اختیار کیا تو اُسکو یہ اختیار ہوگا اور غاصب مستودع سے وہ قیمت واپس کر لیگا جو مستودع نے اُس سے لی ہے بشرطیکہ قائم ہو اور اگر تلف ہو گئی ہو تو اُسکے مثل واپس لیگا اور مستودع باندی کے مالک سے واپس نہین لے سکتا ہے بسبب اسکے کہ عہدہ اُسی کے ساتھ لاحق ہوا ہے یہ ذخیرہ مین ہے - زید نے عمرو کے پاس کچھ ودیعت رکھی اور وہ ضائع ہوئی پھر زید نے طلب کی تو عمرو نے کہا کہ وہ ضائع ہو گئی اور زید نے انکار کیا اور عمرو سے قسم طلب کی اُس نے قسم سے نکول کیا اور دینار زید کو دیے پھر وہ ودیعت خالد کے ہاتھ مین ظاہر ہوئی اور مستودع نے اُس سے خصومت کر کے لینی چاہی تو دیکھا جائیگا کہ سو دینار کا دینا کسکے قول پر تھا پس اگر زید نے کہا تھا کہ ودیعت کی قیمت سو دینار تھی اور اُسپر گواہ قائم کیے تھے تو خالد سے خصومت کرنے کا استحقاق عمرو کو ہوگا ولیکن عمرو کو اختیار ہوگا کہ جب وہ ودیعت خالد سے پاوے تو زید کو دیکر اپنے سو دینار واپس کرے کیونکہ اتنی قیمت مین لینے پر وہ راضی نہ تھا - اور اگر مستودع نے کہا ہو کہ ودیعت کی قیمت سو دینار تھی اور اُسپر قسم کھالی ہو تو اُسوقت خصومت کا اختیار زید کو حاصل ہوگا یہ جواہر الفتاوی مین ہے - اگر مالک کے پیٹھ پیچھے مستودع نے ودیعت کی اصلاح مین کچھ خرچ کیا حالانکہ قاضی نے حکم نہین دیا تھا تو مستودع احسان کرنیوالا شمار ہوگا یہ سراجیہ مین ہے - اور اگر اس مسئلہ مین مستودع نے قاضی کے سامنے مرافعہ کیا تو قاضی اُس سے اس امر کے گواہ طلب کریگا کہ یہ مال عین اُسکے پاس ودیعت ہے اور اُسکا مالک غائب ہے پھر جب اس امر کے گواہ پیش کیے پس اگر وہ ودیعت ایسی چیز ہے کہ کرایہ پر دیجاوے اور اُسکا کرایہ اس ودیعت پر خرچ کیا جاوے تو قاضی مستودع کو حکم دیدیگا کہ ایسا کرے - اور اگر ودیعت کرایہ پر دینے کے لائق نہو تو قاضی مستودع کو حکم دیگا کہ اپنے مال سے ایک دو تین روز تک اس امید پر خرچ کرے کہ شاید اسکا مالک

حاضر ہو جاوے اور اس سے زیادہ مدت تک مستودع کو اپنے مال سے خرچ کرنے کا حکم نہ کریگا بلکہ یہ حکم دیگا کہ اسکو فروخت کر کے اسکا ثمن اپنے پاس ودیعت رکھے۔ اور حاصل یہ ہے کہ قاضی مستودع کو ایسے فعل کا حکم دیگا کہ جو مالک ودیعت کے حق مین بہتر ہو۔ اور اگر قاضی نے پہلے ہی مرتبہ مرافعہ مین مستودع کو ودیعت فروخت کرنے کا حکم دیدیا تو بھی جائز ہے اور جسقدر مستودع نے ودیعت پر بحکم قاضی خرچ کیا ہے وہ مالک ودیعت پر قرضہ ہوگا کہ جب وہ حاضر ہوگا تو مستودع اُس سے ضمان لے لیگا مگر ہان چوپایہ کی قیمت سے زیادہ نہین لے سکتا ہے بقدر قیمت چوپایہ کے لے لیگا اور اگر غلام ودیعت پر خرچ کیا ہو تو غلام کی قیمت سے زیادہ خرچہ بھی لے لیگا یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے پچاس درم قرض مانگے اُسنے ساٹھ درم غلطی سے دیے پس اُس شخص نے دس دواپس کرنے کی غرض سے نکالے اور چلا اور راستہ مین یہ درم تلف ہو گئے تو دس اُسکے پانچ چھٹے حصہ کا ضامن ہوگا کیونکہ اسقدر قرض ہے اور باقی ودیعت تھی کذا فی السراج الوہاج اور یہی اصح ہے کذا فی التاتارخانیہ اور اسیطرح اگر باقی درم اسطور سے تلف ہوئے تو اُنکے پانچ چھٹے کا ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے زید کے عمرو پر پچاس درم آتے تھے اُسنے ساٹھ درم غلطی سے اُسکو ادا کیے پھر جب زید کو معلوم ہوا تو اُسنے دس درم واپس کرنے کی غرض سے نکالے وہ تلف ہو گئے تو دس کے پانچ چھٹے حصہ کا ضامن ہوگا کیونکہ اسیقدر مضمون تھے اور باقی امانت مین تھے یہ وجیز کردری مین ہے۔ زید سے عمرو نے بیس درم قرض مانگے اُسنے سو درم دیے اور کہا کہ اسمین سے بیس درم قرض لے لے اور باقی تیرے پاس ودیعت ہین اُسنے ایسا ہی کیا پھر وہ بیس درم اُنھین سو درم مین دوبارہ ملا دیے پھر رب المال نے اُسکو چالیس درم دیے اور کہا کہ انکو انھین درمون مین ملا دے اُس نے ایسا ہی کیا پھر سب درم ضائع ہو گئے پس سوائے چالیس کے باقی کا ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتیین مین ہے۔ اگر ایک شخص کو دس درم دیے اور کہا کہ پانچ درم تو قرض سے لے اور پانچ درم تیرے پاس ودیعت ہین پھر وہ ضائع ہو گئے تو پانچ درم قرض کا ضامن ہوگا ودیعت کا ضامن نہوگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ ہشام نے امام محمد رحمہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم قرضہ تھے پس قرضدار نے دو ہزار درم اُسکو دیکر کہا کہ ہزار درم تیرے قرضہ کی ادا مین ہین اور ہزار درم تیرے پاس ودیعت ہین اُسنے دونون ہزار پر قبضہ کر لیا پھر سب ضائع ہو گئے تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ قرضخواہ نے اپنا قرضہ وصول پایا اور کچھ ضامن نہوگا یہ محیط مین لکھا ہے اگر کسیکو ہزار درم اسواسطے دیے کہ دس درم ماہواری اُجرت پر مال کے مالک کیواسطے خرید و فروخت کرے پھر وہ شخص مرگیا اور یہ نہ معلوم ہوا کہ اُسنے کیا کیا اور اُسنے کچھ غلام اور کپڑے چھوڑے تو کل مال میت کے مال مین قرضہ قرار دیا جائیگا اسیطرح اگر کوئی زمین مزارعت پر دی اور بیج دونون کیطرف سے ٹھہرایا ایک طرف سے ٹھہرا پھر کاشتکار مر گیا حالانکہ کھیتی کاٹ لی یا کھلیان مین ہے اور اُسکے مرنے کے بعد حال معلوم نہوا تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ جسدن وہ مرا ہے اُس دن کے حساب سے کھیتی کی قیمت یا مرنے کے روز جسقدر اناج اُسکے قبضہ مین تھا اُسکی قیمت میت کے مال پر قرضہ قرار دیجائیگی یہ ینابیع مین لکھا ہے

ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم ودیعت دیے پھر مالک ودیعت نے یہی درم ودیعت کے مستودع کو قرض دیے تو امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ یہ دراہم ودیعت ہونے سے خارج نہون گے تاوقتیکہ مستودع کے ہاتھ مین آکر قبضہ جدید نہو جاوے حتی کہ اگر اُسکے دوبارہ قبضہ مین آنے سے پہلے یہ درم تلف ہو جاوین تو ضامن نہوگا - اور ہر چیز کا جو دراصل امانت مین ہو اور ایسا واقع ہو یہی حکم ہے - اسیطرح اگر مستودع نے مالک ودیعت سے کہا کہ مجھے خرید و فروخت کرنیکی اجازت دیدے کیونکہ وہ امانت دار ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی - ابراہیم رحنے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ ایک شخص کے دوسرے پر سو درم ہین اور مطلوب نے طالب کو دو سو درم دیے اور کہا کہ یہ تیرا مال ہے تو لے لے اُسنے لے لیے اور ضائع ہوگئے حالانکہ لینے والے کو یہ نہین معلوم کہ کسقدر رہتے تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ اُسپر کچھ ضمان نہوگی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ اُسپر سو درم واجب ہونگے یہ محیط مین ہی - ایک شخص کے پاس ہزار درم بضاعت کے خرید متاع کیواسطے بھیجے اُس شخص نے یہ درم ایک دلال کو دیدیے اُسنے کچھ متاع خریدی پھر مالک کے پاس بھیجی اور راہ مین وہ متاع تلف ہوگئی تو ضامن نہوگا اور اگر مالک نے یہ نہ کہا ہو کہ یہ ہزار درم بضاعت ہین اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو ضامن ہوگا دلال نے اگر مالک کے سامنے خریدی ہو تو ضامن نہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - شیخ نجم الدین رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ترکستان سے بقصد تجارت سمرقند کو جاتا چاہا اُسکو ایک شخص نے کچھ مال اس غرض سے دیا کہ بضاعت مین میرے واسطے کوئی چیز خریدے وہ وہان گیا اور بضاعت کی چیز خریدی مگر جلدی وہان سے واپس آنیکا سرانجام اُس سے نہو سکا پس اُسنے کچھ اپنے مال کے ساتھ بضاعت کا مال بھر کے بھیجدیا تاکہ بضاعت والے کو اُسکی بضاعت پہونچ جاوے پھر جب ایلچی راہ مین کسی شہر مین اُترا تو وہانکے حاکم نے ظلم کرکے یہ مال اُس سے چھین لیا پس آیا مستبضع ضامن ہوگا یا نہین تو شیخ رح نے فرمایا کہ ہان ضامن ہوگا یہ فصول استروشنیہ مین ہی - ایک شخص مرگیا حالانکہ اُسپر قرضہ ہے اور ہزار درم اور ایک بٹیا چھوڑا اور بیٹے نے کہا کہ یہ ہزار درم زید کی ودیعت میرے باپ کے پاس تھے اور زید نے آکر اُسکا دعوی بھی کیا اور میت کے قرضخواہون نے اس باب مین اُسکی تصدیق کی اور کہا کہ یہ ہزار درم زید کے ہین تو قاضی قرضخواہون کو ہزار درم میت کیطرف سے قرضہ ادا کریگا اور مدعی ودیعت کیواسطے دینے کا حکم نہ دیگا ولیکن جب قاضی نے ہزار درم سے قرضخواہونکا قرضہ ادا کردیا تو زید اُن لوگون سے یہ درم لے لیگا کیونکہ اُنھون نے اقرار کیا ہے کہ یہ درم زید کے ہین - اور بضاعت و مضاربت و عاریت و اجارہ و رہن کی صورت مین مثل ودیعت کے حکم ہی - یہ خزانۃ المفتین مین ہے - اگر زید نے کچھ ودیعت عمرو کے پاس رکھی اور غائب ہوگیا پھر زید کے بیٹے نے گواہ قائم کیے کہ میرا باپ مرگیا اور میرے سوا کوئی وارث نہین چھوڑا ہے اور ودیعت وصول کرلی پھر زید زندہ آکر موجود ہوا تو بیٹے یا دونون گواہون سے ضمان لیگا اور مستودع سے نہین لے سکتا ہے اور اگر بجاے ودیعت

کے مال غصب ہو تو ہر ایک سے اُنمین سے ضمان لے سکتا ہے یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ زید غائب ہو گیا اور اُسکی
جورو قاضی کے پاس زید کے باپ کو لائی اور دعوے کیا کہ زید کی ودیعت اُسکے باپکے پاس ہی اور اُس مال سے
نفقہ طلب کیا تو امام ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر زید کے باپکے پاس دراہم یا اناج و کپڑا وغیرہ ایسی ودیعت ہو
جو جورو کے نفقہ مین دیجا سکتی ہے اور باپ اقرار کرتا ہو کہ ایسی ودیعت میرے پاس ہے تو عورت کو اُس سے
مطالبہ پہونچتا ہے اور قاضی اُسکو حکم کریگا کہ عورت کو اُسمین سے دیدے اور باپ کو یہ اختیار نہین کہ بدون
حکم قاضی کے عورت کو اُسمین سے نفقہ دیدے اور اگر بدون حکم قاضی کے دیگا تو ضامن ہوگا۔ اور اگر باپنے
اس امر سے انکار کیا کہ میرے پاس ودیعت زید کی ہے تو اُسیکا قول قبول ہوگا اور عورت کو اُس سے قسم
لینے کا اختیار نہین ہی۔ اور اگر باپ کے پاس ایسی چیز ودیعت نہو جو جورو کے نفقہ مین دیجا سکتی ہے تو
اُن دونون مین خصومت قائم نہو گی۔ اور اگر زید غائب کا کسی شخص پر قرضہ ہوا اور قرضدار قرضہ کا مقر ہو
اور عورت کے ساتھ زید کے نکاح ہونے کا بھی مقر ہو تو یہ قرضہ بھی بمنزلہ ودیعت کے ہے یہ فتاوی قاضیخان
مین ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کے پانسو درم ودیعت رکھے اُس نے تین سو درم خرچ کیے اور دو سو درم
واپس کیے اور قسم کھائی کہ مین نے ودیعت مین سے کچھ داب نہین رکھا ہے تو اُسی کا قول قبول ہوگا اور
قسم مین جھوٹا نہوگا یہ خلاصہ مین ہی۔ اگر ودیعت مین مستودع کے پاس کوئی باندی ہو اور مستودع نے اُس سے
وطی کی اور لڑکا پیدا ہوا تو لڑکا باندی کے مالک کا مملوک ہوگا اور مستودع پر حد زنا ماری جاویگی اور
بچہ کا نسب مستودع سے ثابت نہوگا ولیکن اگر مستودع نے یہ دعوی کیا کہ مین نے منکوحہ یا زر خریدہ باندی
شبہہ مین اس سے وطی کی تھی تو حد اُس سے دور کردیجاویگی اور وطی شبہہ کا عقر دینا پڑیگا یہ مبسوط مین ہی۔
اگر ودیعت مین باندی ہو اور مستودع نے اسکا نکاح کر دیا تو نکاح فاسد ہے اور اگر شوہر نے اُس سے
وطی کی تو وطی کا عقر باندی کے مالک کو ملیگا۔ اور اگر کرایہ پر دی تو کرایہ و مزدوری اُسکو ملیگی۔ اور اگر مستودع
نے باندی واپس کر دی پھر وہ استحقاق ثابت کرکے لے لیگئی تو ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر ودیعت
مین باندی ہو اور مستودع نے کسی شخص سے اُسکا نکاح کر دیا اور اسکا عقر لے لیا اور باندی کے بچہ پیدا ہوا
اور بچہ ہونے سے باندی مین نقصان آیا پھر باندی کا مالک آیا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ باندی اور اُسکے بچہ
کو لے لے یا نکاح فاسد کردے اور اگر نکاح فاسد کر دیا تو باندی کا عقر لے لیگا اور مستودع سے ولادت
کا نقصان لے لیگا بشرطیکہ کچھ نقصان آیا ہو اور لڑکے سے اُس نقصان کا ایفا نہوتا ہو اور اگر لڑکے
سے نقصان پورا ہو جاتا ہو تو لڑکے سے نقصان پورا کیا جاویگا اور اگر ولادت کیوجہ سے نقصان نہو بلکہ
دوسری وجہ سے ہو مثلاً شوہر نے اُس سے اسطور سے جماع کیا کہ اُسمین نقصان آیا تو مستودع اسکا ضامن
ہوگا۔ اور اگر مستودع نے بچہ کو تلف کر دیا تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ مستودع نے اگر
ودیعت فروخت کرکے مشتری کے سپرد کر دی اور مالک نے مستودع سے ضمان لے لی تو ظاہر الروایۃ مین

اُسکی بیع نافذ ہو جائیگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ ودیعت اگر کوئی تلوار ہو اور مودع نے چاہا کہ مین لیکر اس
تلوار سے کسی شخص کو ناحق قتل کرون اور مستودع کے نزدیک یہ بات تحقیق ہوئی تو مستودع کو ندینے کا
اختیار ہے یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ قاضی بدیع الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے
کے پاس ایک قبالہ ودیعت رکھا اور مودع مرگیا تو وارثون کو اُسکے مطالبہ کا اختیار ہے یا نہین ہے تو قاضی
نے فرمایا کہ قاضی مستودع پر یہ خط وارثون کو دینے کیواسطے جبر کریگا۔ ایک تمسک ودیعت رکھا اور معلوم ہوا
کہ کچھ حق اُسمین سے طالب کو وصول ہو گیا ہے پھر طالب مرگیا اور وارثون نے کچھ حق وصول پانے سے انکار
کیا تو مستودع وہ تمسک ہمیشہ کیواسطے داب رکھے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ شیخ ابوبکرؒ سے دریافت کیا گیا
کہ ایک شخص نے دوسرے سے ہزار درم مین مخاصمہ کیا اور دوسرے نے انکار کیا پھر مدعا علیہ نے ہزار درم نکالکر
تیسرے شخص کے پاس رکھے تاکہ مدعی گواہون کو لاوے پھر مدعی گواہ نہ لایا اور مدعا علیہ نے درم واپس
طلب کیے اور تیسرے شخص نے دینے سے انکار کیا پھر اس جانب ڈاکا پڑا اور یہ درم بھی لٹ لیے گئے
پس آیا وہ شخص ضامن ہوگا یا نہین تو شیخ رحؒ نے فرمایا کہ اگر تیسرے شخص کے پاس مدعی و مدعا علیہ نے
رکھے ہین تو وہ ضامن نہوگا کیونکہ وہ دونون مین سے کسی ایک کو نہین دے سکتا ہے اور اگر مالک
مال نے رکھے ہین تو اس کو نہ دینے کی وجہ سے ضامن ہوگا یہ حاوی مین لکھا ہے زید کی عمرو کے پاس ودیعت
تھی پھر عمرو نے زید سے کہا کہ مین نے تیری ودیعت مکہ معظمہ مین فلان روز تجھے واپس کردی اور
زید نے گواہ قائم کیے کہ جس روز عمرو مکہ مین ودیعت واپس دینے کا دعوی کرتا ہے اُس دن عمرو کوفہ مین
موجود تھا تو ایسی گواہی ناجائز ہے اور اگر گواہون نے یہ گواہی دی کہ عمرو نے اقرار کیا ہے کہ اُس روز مین
کوفہ مین تھا تو گواہی قبول ہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک گائے ودیعت دی اور
کہا کہ جب تو اپنے بیلون کو چرانے چراگاہ لیجاوے تو میری گائے کو بھی ساتھ لیجانا پھر مستودع فقط اُسکی گائے
کو چراگاہ لے گیا اور وہ وہان ضائع ہو گئی تو ضامن نہوگا یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ زید نے عمرو کا گھوڑا غصب کرلیا
اور عمرو نے کہا کہ مین نے اپنا گھوڑا زید کے پاس ودیعت رکھا پھر زید کے پاس وہ گھوڑا خود بخود مرگیا قبل
اسکے کہ عمرو اُس سے مطالبہ کرے تو زید ضامن نہوگا یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے بضاعت
کرمان مین دی وہ اصفہان لایا پھر کرمان لوٹ گیا اور کہا کہ مین نے بضاعت اصفہان مین چھوڑ دی حالانکہ
مالک بضاعت نے کرمان سے اصفہان تک کیواسطے بضاعت دی تھی تو ضامن نہوگا یہ جواہر الفتاوے
مین لکھا ہی۔ چار آدمیون نے سفر کیا اور سب ساتھ ہی کھاتے اور ساتھ اُترتے اور چلتے تھے انمین سے
ایک کے پاس کسی شخص کے دینار ودیعت تھے کہ جنکو اُسنے اپنی قبا مین ٹانک لیا تھا پھر اُسنے وہ قبا اپنے
ساتھیون کے پاس چھوڑ دی اور وہ ضائع ہو گئی تو ضامن نہوگا۔ اسی طرح اگر بضاعت لینے والے نے اپنی
قبا مین درم ٹانک لیے اور چار رفیقون کے ساتھ سفر کیا جو ساتھ کھاتے اور ساتھ سوتے تھے پھر قبا اُن کے

پاس چھوڑ کر حمام چلا گیا اور جب آیا تو دیکھا کہ قبا کاٹ کر درم نکال لیے گیے ہین تو مستبضع ضامن نہوگا یہ جواہر اخلاطی مین ہی ۔ مستودع نے مالک سے کہا کہ مین باغ جاتا ہون تیری ودیعت اپنے ہمسایہ فلان شخص کے گھر رکھدون مالک نے کہا کہ اچھا رکھدے وہ رکھکر باغ گیا اور واپس آکر ودیعت اُس سے لے لی اور اپنے گھر لاکر رکھی اُسکے گھر سے غائب ہوئی پس آیا یہ پہلا مستودع ضامن ہوگا یا نہین تو چاہیے کہ ضامن نہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اگر مستودع کے پاس ودلیعت مین کتاب ہو اُسنے کتاب مین غلطی دیکھی تو اُسکی اصلاح کرنا مکروہ ہے بشرطیکہ مالک کو یہ امر ناگوار معلوم ہو یہ ملتقط مین ہی ۔ ایک شخص نے اپنی زمین کی دستاویز دوسرے کے پاس ودیعت رکھی حالانکہ دستاویز اُسکے نام کی نہین ہے پھر جس شخص کے نام کی دستاویز ہے اُسنے آکر زمین کا دعوی کیا اور جن گواہون نے اُسپر گواہی لکھی تھی اُنھون نے انکار کیا کہ ہم گواہی نہ دینگے جب تک اپنی لکھی ہوئی گواہی نہ دیکھین تو قاضی مستودع کو حکم کریگا کہ گواہون کو دستاویز دکھا دے کہ اپنی تحریر پہچان لین اور دستاویز مدعی کو نہ دیگا اور اسی پر فتوی ہے یہ عتابیہ مین ہی ۔ ایک شخص نے دوسرے کو مال اسواسطے دیا کہ دولھن کی ڈولی پر نثار کرے پس اگر وہ مال درم ہون تو اُسکو اپنے واسطے کچھ رکھ لینا روا نہین ہے اور اگر خود ہی نثار کیا تو خود کچھ نہین اُٹھا سکتا ہے یہ محیط سرخسی مین ہی اور یہ بھی روا نہین ہے کہ نثار کرنے کیواسطے کسی دوسرے کو دیدے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے ۔ اور جو شخص شکر نثار کرنے کے واسطے مامور ہو اسکو اپنے واسطے کچھ شکر رکھ لینے کا اختیار نہین ہے اور نہ دوسرے کو نثار کرنے کیواسطے دیسکتا ہے اور نہ خود اُٹھا سکتا ہے یہ امام ابوبکر اسکاف کے نزدیک ہے اور صدر الشہید رح نے فرمایا کہ ہم ابوبکر کے قول کو لیتے ہین اور اسی[عہ] پر فتوی ہے یہ فتاوائے غیاثیہ مین ہی ۔ ایک مسافر کسی شخص کے مکان مین مرگیا اور اسکا کوئی وارث معروف نہین ہے اور تھوڑا سا ترکہ جو پانچ درم کا ہوتا ہے یا اُسکے مانند چھوڑا اور گھر کا مالک فقیر آدمی ہے تو اُسکو اختیار ہے کہ خود لے لے یہ جوہرۃ النیرہ مین ہے ۔ ایک شخص کے عمرو پر ہزار درم ہین اُسنے کہا کہ یہ درم فلان شخص کے ہاتھ بھیجدے پھر ایلچی کے ہاتھ سے وہ ضائع ہوگئے تو قرضدار کا مال گیا یہ محیط مین ہی ۔ ودیعت واپس کرنے کا خرچ مالک پر پڑیگا مستودع پر نہ پڑیگا یہ سراجیہ مین ہی ۔ اگر ودیعت ایک محلہ سے دوسرے محلہ مین لیگیا تو واپس کرنے کا خرچ بالاتفاق مالک ودیعت پر پڑیگا یہ فتاوی عتابیہ مین ہی ۔ اگر کسی ایسے موقع پر جہان ودیعت کو لیکر مستودع کو سفر کرنا جائز ہے مستودع نے اسکو لیکر سفر کیا تو ودیعت کا کرایہ مالک کے ذمہ پڑیگا یہ سراج الوہاج مین ہے اگر چند جنس کی چیز ودیعت رکھکر غائب ہوگیا پھر مرگیا اور مستودع نے سوائے اُسکی پوتی کے جو قریب بالغ ہونے کے تھی اور کوئی وارث نہ پایا تو اُس پوتی کو دیدینے مین مستودع معذور رکھا جائیگا بشرطیکہ وہ لڑکی حفاظت پر قادر ہو یہ فتنہ مین ہے ۔ شیخ رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک باندی نے

عہ قولہ اسی پر فتوی ہے قال المترجم یہان اسیطرح مذکور ہے شاید کاتب کی غلطی ہو ورنہ پہلی جلد و نیز بعض مقام پر شکر کی صورتین دونون طرح جواز آیا ہے

دو کنگن ایسے مال سے خریدے جسکو اُسنے اپنے مالک کے گھر مین کمایا ہے اور خرید کر ایک عورت کے پاس ودیعت رکھے اور عورت نے قبضہ کر لیا اور یہ امر مالک کی اجازت سے نہین واقع ہوا پھر ودیعت تلف ہو گئی تو آیا وہ عورت ضامن ہو گی تو شیخ رحنے فرمایا کہ ہان کیونکہ یہ کنگن مولی کی ملک ہے اور بدون اُسکی اجازت کے ایداع صحیح نہوا پس وہ عورت غاصبہ قرار پائی یہ فتاویٰ نسفی مین ہی۔ اگر مستودع نے دوسرے شخص کو مالک کے حکم سے ودیعت دی یا بدون حکم کے دی تھی پھر مالک نے اجازت دیدی تو مستودع درمیان سے نکل گیا کذا فی الخلاصہ

کتاب العاریۃ

اس کتاب مین نو باب ہین

باب اوّل - عاریت کی تفسیر شرعی اور رکن و شرائط و انواع و حکم کے بیان مین - واضح ہو کہ بلا عوض منفعتون کے مالک کر دینے کو عاریت شرعی کہتے ہین اور یہ قول ابوبکر رازی اور عامہ اصحاب حنفیہ کا ہے اور یہی صحیح ہے یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اور عاریت کا رکن یہ ہے کہ معیر کیطرف سے ایجاب ہو اور مستعیر کیطرف سے قبول شرط نہین ہے یہ ہمارے اصحاب ثلثہ کے نزدیک استحسانًا ہے اور ایجاب کی یہ صورت ہے کہ مثلاً یون کہے کہ یہ شے مین نے تجھے عاریت دی یا بخشش[۱۲] دی یا یہ کپڑا یا یہ گھر مین نے تجھے عاریۃً یا منحۃً دیا یا یون کہا کہ یہ چیز یا کپڑا یا دار تیرے واسطے نحلہ ہے یا یہ زمین مین نے تجھے کھانیکے واسطے دی یعنی زراعت کرکھا یا یہ زمین تیرے واسطے طعمہ ہے یا یہ غلام مین نے تیری خدمت کو دیا یا مین نے یہ چوپایہ تیری سواری مین دیا بشرطیکہ اس سے ہبہ کی نیت نکرے یا یون کہا کہ میرا گھر تیرے لیے سکنی ہے یا تیرے لیے عمری سکنی ہے کذا فی البدائع اور اصل اس باب مین یہ ہے کہ اگر اُسنے ان الفاظ کو ایسی چیز کی طرف نسبت دیکر کہا کہ وہ چیز بعینہ باقی رہے اور اُس سے انتفاع ممکن ہو تو یہ منفعت کی تملیک ہو گی اور عین شے کی تملیک نہو گی اور اگر ایسی شے کی طرف نسبت کی کہ جس کی نفع اُٹھانا بدون عین شے کے تلف ہونیکے ممکن نہین ہے تو یہ تملیک عین شے کی ہے پس قرضہ ہو جائیگا یہ سراج الوہاج مین ہی۔ عاریت کے شرائط چند قسم ہین ازانجملہ عقل شرط ہے پس عاریت دینا مجنون اور لڑکے لایعقل سے صحیح نہین ہے ولیکن بلوغ شرط نہین ہے حتی کہ لڑکے ماذون سے اعارہ صحیح ہی۔ ازانجملہ مستعیر کیطرف سے قبضہ شرط ہے۔ ازانجملہ مستعار ایسی شے ہو جس سے بدون اُس شے کے تلف ہونے انتفاع ممکن ہو اور اگر ایسی نہو تو اُسکا عاریت دینا صحیح نہین ہے کذا فی البدائع حاکم شہید نے کافی مین فرمایا کہ عاریت درم و دینار و فلوس کی قرض ہوتی ہے اسیطرح عاریت ہر کیلی و وزنی چیز کی اور ہر عددی چیز کی مثل اخروٹ و انڈون وغیرہ کے بھی قرض ہو جاتی ہے اور ایسی ہی قطن و صوف و ابریشم و کافور و مشک

[۱] قال المترجم عاریت کی تعریف آتی ہے استعارہ عاریت مانگنا اعارہ عاریت دینا معیر عاریت دینے والا مستعیر عاریت مانگنے والا مستعار

و تمام عطریات و متاع عطر فروشون کی جنکے منافع پر اجارہ نہین واقع ہوتا ہے قرض ہوتی ہین۔ اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب عاریت کو مطلق رکھا ہو اور اگر جہت عاریت بیان کر دی مثلاً درم و دینار اسواسطے عاریت دیا کہ ترازو کو درست کرے یا دُکان کی زینت رکھے یا خود آرائش کرے یا ایسی ہی اور صورتین جنمین عین درم و دینار کا انقلاب نہین ہوتا ہے اور با وجود اُنکے بعینہٖ باقی رہنے کے جس نفع کیواسطے عاریت دیا ہو وہ نفع حاصل ہو جاتا ہے تو ایسی صورت مین قرض نہو جاوینگے بلکہ عاریت باقی رہینگے اور اُن سے صرف جس صورت سے نفع اُٹھانا بیان کیا گیا ہے اُسی صورت سے انتفاع لے سکتا ہے سوا اسکے دوسری صورت سے انتفاع حاصل کرنے کا اختیار نہین رکھتا ہے یہ نہایۃ البیان مین ہی۔ اگر تجمل کیواسطے برتن مستعار لیے یا تلوار جسپر حلیہ ہے یا چھری حلیہ دار یا چاندی کی جڑاؤ پیٹی یا انگوٹھی عاریت لی تو کوئی شے انمین سے قرض نہو جاویگی یہ کافی مین ہے اگر دوسرے سے کہا کہ مین نے تجھے یہ پیالہ ثرید کا عاریت دیا اُس نے لیا اور رکھا گیا تو اُسپر اُسکے مثل یا اُسکی قیمت واجب ہوگی اور وہ قرض ہوگا بشرطیکہ ان دونون باہم ایسی کشادہ روئی جاری نہو تا کہ یہ امر اباحت کی دلیل ہو یہ خلاصہ مین ہے عیون مین ہے کہ اگر دوسرے سے ایک پیوند اپنی قمیص مین لگانے کیواسطے یا لکڑی اپنی عمارت مین داخل کرنے کیواسطے یا پختہ اینٹ عاریت لی تو یہ عاریت نہین ہے قرض ہے اسکا ضامن ہوگا اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ مستعیر نے اُس سے یہ نہ کہا ہو کہ مین واپس دونگا اور اگر یہ کہا ہو تو عاریت ہوگی یہ محیط مین ہی۔ عاریت کی چار قسمین ہین ایک یہ کہ جسمین وقت اور انتفاع دونون مطلق چھوڑ دیے گئے ہون اور ایسی عاریت کا حکم یہ ہے کہ مستعیر اُس شے سے ہر طرح نفع اُٹھا سکتا ہے جیسا نفع جسوقت چاہے حاصل کرے اور دوسری یہ ہے کہ وقت اور نفع دونون مقید ہون اور ایسی عاریت مین مستعیر خلاف بیان معیر کے انتفاع نہین اُٹھا سکتا ہے ولیکن اگر خلاف کرنیمین معیر کی بہتری ہو تو جائز ہے اور تیسری یہ ہے کہ وقت مقید ہو اور نفع مطلق ہو اور چوتھی یہ ہے کہ نفع مقید ہو اور وقت مطلق ہو اور ان دونون صورتون مین برخلاف بیان معیر کے تجاوز نہین کر سکتا ہے یہ سراج الوہاج مین ہے حکم عاریت یہ ہے کہ مستعیر کیواسطے بلاعوض منفعت کی ملکیت حاصل ہوتی ہے یا جو عرف و عادت مین منفعت مین ملحق ہے ہمارے نزدیک حاصل ہوتا ہے یہ بدائع مین ہی۔ اور عاریت امانت ہوتی ہے اور اگر بدون حد سے تجاوز کرنے کے عاریت تلف ہو جاوے تو ضامن نہوگا۔ اور اگر عاریت مین ضمان کی شرط لگائی تو اُسکی صحت مین مشایخ کا اختلاف ہے اور خلاصہ مین لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو مجھے یہ شے عاریت دے اگر ضائع ہو جائیگی تو مین اُسکا ضامن ہون تو وہ شخص ضامن نہوگا اور شرح طحاوی مین ہے کہ اگر اُس نے نفع لینے مین حد سے تجاوز کیا تو بالاجماع ضامن ہوگا مثلاً اُسپر ایسا بوجھ ڈالا کہ جیسا بوجھا ایسی چیز نہین اُٹھا سکتی ہے یا جانور سے دن رات برابر ایسا کام لیا کہ چوپاے ایسا کام نہین کر سکتے ہین تو بہ عرف و عادت اُس طور سے نہین جاری ہے اور وہ چوپایہ تھک کر

مرگیا تو اس صورت مین مستعیر اُس کی قیمت کا ضامن ہوگا یہ غایۃ البیان مین ہے۔

دوسرا باب - اُن الفاظ کے بیان مین جنسے عاریت منعقد ہوتی ہے اور جنسے نہین منعقد ہوتی ہے
عاریت بہ لفظ تملیک منعقد ہوتی ہے کذا فی الظہیریہ پس اگر کسی نے کہا کہ مین نے تجھے اس گھر سے انتفاع کا
بلا عوض ایک مہینہ تک یا ایک مہینہ نہ کہا مالک کیا تو عاریت ہوجائیگی کذا فی فتاوی قاضی خان اور اگر کہا
کہ مین نے تیرے واسطے اپنے اُس گھر کا سکنی ایک مہینہ تک دیا یا کہا کہ عمری سکنی تیرے واسطے دیا تو
عاریت ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔ اور اگر کہا کہ مین نے تجھے یہ کپڑا قرض دیا تاکہ تو ایک روز پہنے یا گھر قرض دیا
کہ تو ایکسال تک اسمین رہے تو اس قول سے بھی عاریت صحیح ہے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر کہا کہ مین نے
تجھے فی سبیل اللہ اس گھوڑے پر سوار کیا تو یہ عاریت دینا ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اگر کہا کہ میرا
گھر تیرے لیے ہبہ کی راہ سے رہنے کو یا سکونت اسکی ہبہ ہے تو یہ عاریت ہے یہ ہدایہ کی کتاب الہبہ مین ہے۔ اور
اگر کہا کہ میرا گھر تیرے واسطے عطیہ سکنی ہے یا سکونت صدقہ ہے یا سکونت عاریت ہے یا عاریۃ ہبہ ہے تو یہ سب
عاریت ہے یہ کافی مین ہی۔ اور اگر کہا کہ میرا گھر تیرے واسطے رقبی ہے یا حبس ہے تو امام اعظمؒ و امام محمدرح کے نزدیک
عاریت ہی۔ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہبہ ہے اور اسکا یہ کہنا کہ رقبی و حبس ہے باطل ہے یہ بدائع مین ہی۔
اور اگر کہا کہ میرا گھر رقبی ہے تیرے لیے یا حبس ہے تیرے واسطے تو یہ بالاجماع عاریت ہے یہ ینابیع مین ہے
قال المترجم دونون صورتون مین تملیک کا فرق ہے اگر اُسنے تیرے لیے پہلے کہا پھر نفع کی تملیک پیچھے
بیان کی جیسا پہلی صورت مین ہے یعنی داری لک رقبی تو اسمین اختلاف ہے اور اگر صورت انتفاع کی پہلے
بیان کی یعنی داری رقبی لک تو اسمین عاریت ہونے پر اجماع ہے ولیکن مترجم زعم کرتا ہے کہ شاید یہ اختلاف
بیان اُردو زبان مین موثر ہو واللہ اعلم فلیتامل فیہ۔ اگر کسی نے کہا کہ مین نے تجھے یہ گدھا دیا تاکہ تو اس سے
کام لے اور اُسکو چارہ اپنے پاس سے دے تو یہ عاریت دینا ہے یہ قنیہ مین ہی۔ اگر کہا کہ مین نے تجھے یہ زمین
کھانے کو دی تو یہ عاریت ہے ولیکن اگر ہبہ کا ارادہ کرے تو ہوسکتا ہے یہ تمرتاشی مین ہی۔ اگر دوسرے سے
کہا کہ مین نے تجھے یہ دار ایک مہینہ کیواسطے بلا عوض اُجرت پر دیا یا ایک مہینہ کی قید نہ لگائی تو یہ عاریت
نہوگی اور شیخ الاسلام رح نے ذکر کیا ہے کہ بعض نے اسکے برخلاف کہا ہے کذا فی الذخیرہ۔ ایک شخص نے
دوسرے سے کوئی چیز عاریت مانگی اُسکا مالک چپ ہورہا تو شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا ہے کہ چپ ہورہنے
سے عاریت دینا ثابت نہین ہوتا ہے یہ ظہیریہ مین ہے اگر کوئی زمین مستعار لی تاکہ اُسپر عمارت بناوے اور رہے
اور جب جاوے تو عمارت مالک زمین کی ہوتو۔ ایسی صورت مین عاریت مین مالک زمین کو ایسی زمین کی
سکونت کے مثل کرایہ ملیگا اور عمارت اُسی مستعیر کی ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے اگر کوئی چوپایہ کل کے روز
شام تک کیواسطے عاریت مانگا اُسکے مالک نے ہان کرلیا پھر دوسرے روز دوسرے شخص نے شام تک
کیواسطے عاریت مانگا اور مالک نے ہان کرلیا تو دونون مین سے سابق کا استحقاق ہوگا اور اگر دونون نے

معًا طلب کیا اور مالک نے قبول کیا تو دونوں معًا مستعار لے گا یہ خزانۃ الفتاوے مین ہے۔

تیسرا باب۔ اُن تصرفات کے بیان مین جنکا مستعیر شے مستعار مین مالک ہوتا ہے اور جن تصرفات کا مالک نہین ہوتا ہی مستعیر کو یہ اختیار نہین ہے کہ مستعار شے کو دوسرے شخص کو کرایہ پر دیدے اگرچہ عاریت دینا ہمارے نزدیک منفعت کا مالک کر دینا ہے یہ ظہیریہ مین ہے پس اگر اُسنے کرایہ دیدیا اور وہ ہلاک ہو گیا تو اُس وقت کی قیمت کا ضامن ہوگا جسوقت مستاجر کو دیا ہے یہ کافی مین ہے اور کرایہ اُسیکو ملیگا اور امام اعظم رح کے نزدیک اسکو صدقہ کر دے یہ محیط مین ہی۔ اور معیر کو اختیار ہے چاہے مستاجر سے ضمان لے پس اگر مالک نے مستعیر سے ضمان لی تو مستعیر اسقدر مال مستاجر سے نہین لے سکتا ہے اور اگر مستاجر سے ضمان لی تو وہ مستعیر سے یعنی اجارہ دینے والے سے واپس لیگا بشرطیکہ اجارہ لینے کیوقت اسکو یہ معلوم نہو کہ یہ شے اُسکے پاس عاریت ہے اور اگر یہ معلوم تھا کہ یہ چیز اُسکے پاس عاریت ہے تو واپس نہین لے سکتا ہے یہ کافی مین ہی۔ اور مثل ودیعت کے عاریت کو رہن نہین کر سکتا ہے کذا فی التبیین اور عاریت کو ودیعت رکھنے مین مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضون نے فرمایا کہ ودیعت رکھدینے کا اختیار نہین رکھتا ہے اور یہی صحیح ہی کذا فی شرح الجامع الصغیر لقاضیخان اور صحیح یہ ہے کہ مستعیر کو اختیار ہے کہ کسی کے پاس مستعار کو ودیعت رکھدے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی فتاوی العتابیہ اور یہی مختار ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اور یہ اختلاف مشائخ کے درمیان اُس شے مین ہے جسکے اعارہ کا مالک ہے اور جسکے اعارہ کا مالک نہین ہے اُسکے ایداع کا بالاتفاق مالک نہین ہے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور مستعیر کو اختیار ہے کہ دوسرے کو عاریت دیدے خواہ ایسی شے ہو کہ اُس سے نفع اُٹھانے مین لوگون مین تفاوت ہو یا تفاوت نہو بشرطیکہ مستعیر نے جب اُسکو عاریت لیا ہے تو اعارہ مطلقًا ہو مستعیر پر یہ شرط نہ لگائی گئی ہو کہ خود ہی اس سے نفع اُٹھاوے اور اگر اُسپر یہ شرط لگائی ہو تو اُسکو یہ اختیار ہوگا کہ ایسی چیز کو عاریت دیوے کہ جس سے لوگ یکسان نفع اُٹھاتے ہین باہم کچھ تفاوت نہین ہے اور ایسی چیز کو جس سے نفع اُٹھانے مین لوگون کا تفاوت ہے عاریت نہین دے سکتا ہے یہ خزانۃ المفتیین مین ہے اُسکی مثال یہ ہے کہ زید نے عمرو سے ایک کپڑا استعار لیا تاکہ خود اُسکو پہنے یا کوئی گھوڑا لیا تاکہ خود اُسپر سوار ہو تو زید کو یہ اختیار نہین ہے کہ وہ کپڑا کسی دوسرے کو پہنا دے یا گھوڑے پر دوسرے کو سوار کرے اور اگر کوئی گھر اپنے رہنے کیواسطے مستعار لیا تو اُسکو اختیار ہے کہ جسکو چاہے بساوے اور اگر مطلقًا پہننے کے واسطے کوئی کپڑا عاریت لیا یا مطلقًا سواری کے واسطے کوئی گھوڑا عاریت لیا اور پہننے والے یا سوار ہونے والے کا نام نہ رکھا تو دوسرے کو پہنا سکتا ہے اور سوار کرا سکتا ہے یہ ظہیریہ سے لیا گیا ہے پس اگر خود سوار ہوا یا خود پہنا پھر چاہا کہ دوسرے کو عاریت دیدے یا دوسرے کو پہلے پہنا یا یا سوار کرایا پھر خود پہنا یا سوار ہونا چاہا تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور اصح یہ ہے کہ وہ اس فعل کا مالک نہین ہے اور اگر ایسا فعل کیا تو ضامن ہوگا یہ کافی مین ہی۔ ایک گھوڑا اپنی سواری کیواسطے عاریت لیا پھر خود سوار ہوا اور اپنی ردیف مین دوسرے کو سوار کر لیا اور وہ گھوڑا تھک کر مر گیا تو آدھی قیمت کا ضامن ہوگا یہ غایۃ البیان مین ہی۔ اور یہ حکم اُسوقت ہے

کہ جب ردیف مین دوسرے مرد کو سوار کیا ہو اور اگر کسی لڑکے کو سوار کیا تو بقدر اسکے بوجھ کے ضامن ہوگا اور یہ سب اُسوقت ہے کہ وہ گھوڑا دونون کے بوجھ اُٹھانے کی طاقت رکھتا ہو اور اگر طاقت نہ رکھتا ہو تو پوری قیمت کا ضامن ہوگا یہ شرح جامع صغیر قاضیخان مین ہی مستعیر کو اختیار ہے کہ مستعار ٹٹو مستعار مکان مین باندھے یہ محیط مین ہی۔ ایک کتاب پڑھنے کیواسطے مستعار لی اور اُسمین غلطی پائی پس اگر یہ جانتا ہے کہ مالک کتاب اسکی اصلاح کر دینے کو برا جانیگا تو اصلاح نہ کرنی چاہئے ورنہ اگر اصلاح کر دی تو جائز ہے اور اگر اصلاح نہ کی تو اُسپر کچھ گناہ نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی منتقی مین امام محمدؒ سے بروایت ابراہیمؒ مذکور ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجھے اپنا گھوڑا دو کوس کے لیے یا دو کوس تک مستعار دے تو اُسکو دو کوس آنے و جانے ہون گے پس چار کوس ہو جاوینگے اور ایسا ہی حکم ہر عاریت مین ہے جو شہر مین ہو جیسے جنازہ کی مشایعت کرنا وغیرہ اور یہ استحسان ہے کہ اسکو ہمارے علما نے لیا ہے یہ محیط مین ہی۔ امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر کوئی گھوڑا عاریت لیا اور مقام بیان نہ کیا تو اُسکو شہر سے باہر لیجانے کا اختیار نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور فتاوی رشید الدین مین ہے کہ اگر مہینہ بھر کیواسطے ایک گھوڑا استعار لیا تو یہ شہر ہی تک کیواسطے قرار دیا جائیگا ایسے ہی خادم کا عاریت لینا یا کرایہ پر لینا بھی یہی حکم رکھتا ہے ایسا ہی جسکے واسطے خدمت غلام کی وصیت کی گئی ہو وہ بھی شہر ہی مین خدمت لے سکتا ہے یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ باربرداری کے واسطے ایک چوپایہ مستعار لیا تو مثل اجارہ کے خود سوار ہونے کا اختیار ہی یہ قنیہ مین ہی۔

چوتھا باب مستعیر کے خلاف کرنے کے احکام مین۔ اگر زید نے عمرو سے کوئی چیز لادنے کیواسطے ایک ٹٹو مستعار لیا پھر اُسپر ایک دوسری چیز لادی تو اسکی چار صورتین ہین اگر اُسپر سوائے اسکے جو مالک نے بیان کی ہے دوسری چیز ایسی لادی جو پہلی شے کی جنس سے ہے اور وہی ضرر ٹٹو کو پہونچتا ہے جو پہلی چیز سے پہونچتا مثلاً دس من گیہون لادنے کیواسطے مستعار لیا پھر اُن گیہون کے سوائے دوسرے گیہون دس ہی من لادے یا اپنے ذاتی گیہون کے لادنے کے لیے مستعار لیا پھر غیر کے گیہون لادے تو مستعیر پر ضمان نہ آویگی۔ اور اگر جنس مین اختلاف کیا مثلاً دس قفیز گیہون لادنے کیواسطے مستعار لیا پھر اُسپر دس قفیز جو لادے اور وہ مرگیا تو استحساناً ضمان نہ آویگی اور اگر اُسپر دس قفیز سے زیادہ جو لادے ولیکن یہ جو وزن مین گیہون کے برابر ہین تو امام شیخ الاسلام نے ذکر فرمایا کہ استحساناً ضامن نہوگا اور یہی اصح ہے اور اگر خلاف جنس مین ایسی چیز لادی جو ٹٹو کے حق مین مضر ہے مثلاً گیہون لادنے کے واسطے مستعار لیا پھر اُسپر خشت خام یا خشت پختہ یا لوہا گیہون کے وزن کے برابر لادا اور وہ مرگیا تو ضامن ہوگا۔ اسیطرح اگر اس صورت مین اُسپر قطن یا بھوسا یا لکڑی یا چھوارے لادے تو بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر اُس نے مقدار مین مخالفت کی مثلاً دس من گیہون لادنے کے واسطے مستعار لیا پھر اُس پر پندرہ من لادے اور وہ مرگیا تو تہائی قیمت کا ضامن ہوگا اور یہ حکم بخلاف اسکے ہے کہ اگر کوئی بیل دس من گیہون پیسنے کیواسطے چکی مین جوتنے کو مستعار لیا پھر اُس سے گیارہ من پیسا کئے اور وہ مرگیا کیونکہ اس صورت مین بیل کی پوری قیمت کا ضامن ہوگا اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ وہ ٹٹو پندرہ من بوجھ اٹھا سکتا ہو

اور اگر نہ اُٹھا سکتا ہو اور اُس نے لادا اور وہ مرگیا تو اُسکا تلف کرنے والا قرار دیا جائیگا اور ٹٹو کی پوری قیمت کا
ضامن ہوگا یہ محیط و ذخیرہ مین ہی۔ اگر کوئی ٹٹو مطلقاً مستعار لیا تو مستعیر اُسپر اُسقدر لاد سکتا ہے جسکو وہ اُٹھا
سکے اور اگر اُسپر اُسکی طاقت سے زیادہ لادا اور وہ تھک کر ہلاک ہوگیا تو ضامن ہوگا اسیطرح اگر رات تک
بدون دانہ چارہ دیئے اُس سے کام لیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اُسپر بوجھا لادا اور چارہ دیا تو ضامن نہوگا جہان
چاہے جسوقت چاہے جو بوجھ اسپر لادے یہ ملتقط مین ہی۔ ایک ٹٹو گیہون لادنے کیواسطے مستعار لیا پھر مستعیر نے
وہ ٹٹو اپنے وکیل کیساتھ گیہون لادنے کو بھیجا اور وکیل نے اُسپر اپنا ذاتی اناج لادا اور وہ مرگیا تو مستعیر
ضامن نہوگا یہ حکم صریح کتاب الشرکۃ مین مذکور ہے حالانکہ یہ حکم عجیب ہے یہ فتاوی صغری مین ہے۔ اگر عاریت
کیساتھ کسی مقام تک کی قید ہو تو اُسکا حکم مثل عاریت مطلقہ کے ہے ولیکن صرف مقام کی قید لحاظ رکھی جاویگی
پس اگر مستعیر نے اُس مقام کی حد سے تجاوز کیا یا مخالفت کی تو ضامن ہوگا اگرچہ جس مقام کی طرف مخالفت
کرکے لے گیا ہے وہ مقام اُس مقام سے نزدیک ہو جسکی عاریت دینیوالے نے اجازت دی ہے یہ وجیز کردری
مین ہی۔ اگر کوئی ٹٹو کسی مقام تک کیواسطے جسکو بیان کردیا ہے مستعار لیا پھر مستعیر اس مقام کے راستہ کے سوائے
دوسری راہ سے ٹٹو کو اُس مقام تک لے گیا پس اگر دوسرا راستہ ایسا ہو کہ لوگون کی عادت اس راستہ سے
اُس مقام کو جانے کی جاری ہے تو ضامن نہوگا اگرچہ ٹٹو تھک کر مرجاوے اور اگر اس دوسرے راستہ سے
لوگون کی عادت اُس مقام کو جانے کی جاری نہو اور ٹٹو تھک کر مرگیا تو مستعیر ضامن ہوگا یہ سراج الوہاج
مین ہے۔ کسی موضع تک کیواسطے ایک ٹٹو مستعار لیا پھر ٹٹو کو ایسی راہ سے لیگیا جو پک ڈنڈی نہین
ہے اور وہ تھک کر مرگیا تو ضامن ہوگا اور اگر عاریت دینے والے نے کوئی راستہ خاص مقرر کردیا اور
مستعیر دوسری راہ سے لیگیا پس اگر دونون راستہ یکسان ہون تو ضامن نہوگا اور اگر دوسرا راستہ دور ہو
یا چلتا راستہ نہو تو ضامن ہوگا اسیطرح اگر دونون راستہ بخوف ہونے مین فرق رکھتے ہون حتے کہ دوسرا
راستہ کہ جس راہ سے گیا ہی وہ خوفناک ہو مامون نہو تو ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ ایک شخص نے ایک
گدھا ایک گھڑا پانی لانے کیواسطے مستعار لیا پھر تین گھڑے پانی تین دفعہ کرکے لایا اور اُس گدھے مین عیب
تھا پھر جیسا تھا ویسا ہی واپس کردیا اور مالک کے پاس وہ گدھا مرگیا پس اگر مستعیر کے پاس زیادہ عیب نہین
پیدا ہوگیا ہے تو ضامن نہوگا یہ جواہر الفتاوی مین ہے۔ فتاوی دیناری مین ہے کہ ایک شخص نے کسی
موضع سے بوجھ لادنے کیواسطے ایک گدھا عاریت چاہا اور معیر نے کہا کہ چار روز سے زیادہ نرکھنا چار روز بعد
یہ گدھا واپس لانا اُس نے پندرہ روز رکھا اور وہ گدھا مرگیا تو کس روز کی قیمت کا ضامن ہوگا تو فرمایا کہ روز
عاریت سے پانچوین روز جو کچھ گدھے کی قیمت تھی اُسکا ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ اگر کوفہ مین کسی جانب
کو اپنی ضرورت کیواسطے لیجانے کو ایک ٹٹو مستعار لیا پھر اُسکو پانی پلانے کے واسطے دریاے فرات کیطرف
لایا اور جس جانب کیواسطے مستعار لیا تھا وہ جانب اس دریا سے علاوہ ہے اور ٹٹو مرگیا تو ضامن ہوگا یہ مبسوط

مین سے ہے۔ اپنی زمین مین ہل چلانے کے واسطے کوئی بیل مستعار لیا اور زمین کو معین کر دیا تھا پھر سوا اسکے
دوسری زمین مین ہل چلایا اور بیل تھک کر مر گیا تو ضامن ہوگا کیونکہ زمینین باہم سختی و نرمی مین مختلف ہوتی
ہین اسیطرح اگر بیل سے ہل نہ چلایا بلکہ اپنے گھر اسکو باندھ رکھا یہانتک کہ مر گیا تو بھی ضامن ہوگا یہ فتاوائے
صغری مین ہی۔ ایک شخص نے فقط جانے کے واسطے کسی مقام تک ایک ٹٹو مستعار لیا اور مقام معین کر دیا ہی
پھر ٹٹو کو اس مقام سے آگے بڑھا لے گیا پھر اسی مقام پر لوٹ آیا تو اسپر ضمان لازم رہیگی جب تک کہ
اسکے مالک کو واپس نہ کر دے اور اسمین کچھ اختلاف نہین ہی۔ اور اگر آنے جانے کیواسطے مستعار لیا پھر خلاف
کرنیکے بعد موافق شرط کے عمل کیا تو ضمان سے بری ہو جاویگا جیسا کہ ودیعت مطلقہ مین حکم ہے اور یہی اصح
اور مختار ہے یہ فتاوے عتابیہ مین ہے۔ اگر کسی جانور کو کسیقدر معین گیہون شہر تک لاد لیجانے کیواسطے
مستعار لیا اور وہ گیہون راستہ مین تلف ہوگئے تو اسکو اختیار ہوگا کہ شہر تک خود سوار ہو جاوے اور معیر کے
گھر تک سوار ہو کر لوٹ آوے یہ قنیہ مین ہی۔ اگر ایک گھوڑی کسی خاص مقام تک کیواسطے مستعار لی اور اسپر
سوار ہو کر اپنی ردیف مین دوسرے آدمی کو سوار کر لیا پھر گھوڑی پیٹ ڈال گئی تو اسپر جنین کی ضمان لازم
نہ آویگی ولیکن اگر گھوڑی مین اس سبب سے کچھ نقصان آیا تو آدھے نقصان کا ضامن ہوگا۔ اور یہ حکم اسوقت
ہے کہ گھوڑی ایسی ہو کہ اسپر دو آدمی سوار ہو سکتے ہون اور اگر ایسی نہو تو یہ تلف کرنے مین شمار کیا جاویگا
پس پورے نقصان کا ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ عورت نے لباس ماتمی کی اوڑھنی مستعار لی پھر
اسکو دوسری جگہ لیگئی اور پھٹی تو ضامن ہوگی کذا فی القنیہ۔ ایک بیلچہ باغ مین کام کرنے کیواسطے عاریت
لیا اور معیر نے کہا کہ باغ مین نچھوڑنا اپنے ساتھ لانا۔ پھر مستعیر نے باغ مین چھوڑ دیا اور وہ چوری گیا تو ضامن
ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ایک فالیز گوڑنے کیواسطے ایک بیلچہ مستعار لیا اور گوڑ کر جب فارغ ہوا تو دوسرے کو
عاریت دیدیا اور وہ ضائع ہوگیا تو مالک کو اختیار ہے کہ دونون مین سے جس سے چاہے ضمان لیوے یہ قنیہ مین ہی۔

پانچوان باب۔ عاریت کے ضائع کر دینے اور جسکا مستعیر ضامن ہوتا ہے اور جسکا نہین ہوتا ہے اسکے بیانمین
امام محمد نے اصل مین فرمایا کہ اگر کوئی شخص عاریت یا کرایہ کر کے ٹٹو پر سوار ہوا اور وہ کسی کوچہ مین اتر کر نماز
کیواسطے مسجد مین داخل ہوا اور کوچہ مین اسکو مخلی چھوڑ دیا اور وہ تلف ہوا تو ضامن ہوگا۔ اور بعض مشائخ نے
فرمایا کہ اگر اسکو کسی چیز سے باندھ نہ دیا ہو تو ضامن ہوگا اور اگر باندھ دیا ہو تو ضامن نہوگا۔ اور بعض مشائخ نے
فرمایا کہ ہر حال مین ضامن ہوگا اور امام محمد رح کا بیان اطلاق کیساتھ بدون قید کے اسی پر دلالت کرتا ہے
اور شمس الائمہ سرخسی اسی پر فتوی دیتے ہین یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر مستعیر نے مستعار ٹٹو پر سے بوجھ اتار کر
ٹٹو کو کوچہ مین چھوڑ دیا اور بوجھ گھر کے اندر لیگیا اور وہ ٹٹو ضائع ہوا تو ضامن ہوگا خواہ کسی رسّے سے باندھا
ہو یا نہ باندھا ہو کیونکہ جب اسنے اپنی نظر سے اسکو پوشیدہ چھوڑا تو اسکو ضائع کر دیا حتی کہ اگر اسنے یہ تصور
کیا کہ جب مین مسجد یا گھر مین داخل ہونگا تو ٹٹو میری آنکھ سے پوشیدہ نہوگا تو اسپر ضمان نہ آویگی اور اسی پر

فتویٰ ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے اور اگر جنگل مین نماز پڑھنے کا ارادہ کرکے ٹٹو سے اتر کر اسکو پکڑ لیا اور
نماز مین مشغول ہوا اور وہ چھوٹکر بھاگ گیا تو اسپر ضمان نہ آویگی اور یہ مسئلہ اس امر کی دلیل ہے کہ ضمان
کیواسطے اپنی آنکھ سے پوشیدہ کردینے کا اعتبار ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک شخص نے مشایعت جنازہ کیواسطے
کسی مقام تک ایک ٹٹو مستعار لیا پھر جب مقبرہ تک پہونچا تو اترکر ایک آدمی کو دیدیا اور خود مقبرہ مین فاتحہ [جنازہ کے ہمراہ چلنا ۱۲]
پڑھنے داخل ہوا پھر وہ ٹٹو چوری گیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ وہ شخص ضامن نہوگا یہ فتاوائے قاضیخان مین
ہے۔ اور ایسے وقت مین اپنی ذات سے حفاظت کرنا عقد استعارہ سے مستثنیٰ ہوگیا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔
مستعار چوپایہ کو مربط مین یعنی جس مکان مین جانور بندھتے ہین باندھا اور دروازہ کے نیچے ایک لکڑی
لگادی تاکہ نکل نجاوے اور وہ چوری گیا تو ضامن[1] نہوگا یہ وجیز کردری مین ہے ایک شخص نے
دوسریکا ایک بیل اس شرط سے مستعار لیا کہ اسکو ایک بیل کسی روز مستعار دیگا پھر وہ ایک روز آیا کہ
اسکا بیل مستعار لیوے اور یہ شخص غائب تھا اسنے اسکی عورت سے مستعار لیا اس نے دیدیا وہ لیکر اپنی
زمین مین لے گیا اور وہان بیل ضائع ہوگیا تو ضامن ہوگا یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے ایک بیل عاریت
مانگا اور معیر نے کہا کہ مین کل کے روز تجھے دونگا پھر جب کل کا روز ہوا تو مستعیر بدون اسکی اجازت
کے بیل لے گیا اور اپنے کام مین لایا اور بیل تھک کر مرگیا تو فتاوائے ابواللیث مین مذکور ہے کہ اسپر ضمان
لازم آویگی اور مجمع النوازل مین لکھا ہے کہ لازم نہ آویگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر ایک بیل مستعار لیا اور اس سے
کام لیکر چراگاہ مین چرنے کو چھوڑ دیا اور وہ ضائع ہوگیا پس اگر جانتا تھا کہ مالک اسکا تنہا چراگاہ مین بیل کے
چرنے سے راضی ہوگا تو ضامن نہوگا اور اگر یہ نجانتا تھا تو ضامن ہوگا یہ فتاویٰ قاضیخان مین ہے۔ اور امام
سید ابوالقاسم نے ذکر فرمایا کہ اگر ایک چوپایہ عاریت لیکر ظہر تک اس سے کام لیکر پھر جنگل مین چھوڑ دیا اور
اسکو بھیڑیا کھا گیا تو ضامن ہوگا اور اگر وہ جنگل اس چوپایہ کا چراگاہ ہو اور معیر اس امر سے راضی تھا
کہ یہ چوپایہ اکیلا اس جنگل مین چرے تو ضامن نہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ اگر کسی مخصوص موضع تک کیواسطے کوئی
گدھا مستعار لیا پھر اسکو خبر دیگئی کہ راہ مین چور لگتے ہین اور وہ اسی راہ گیا اور گدھا چھن گیا تو اسپر ضمان
نہین آویگی بشرطیکہ لوگ ایسا راستہ چلتے ہون یہ ملتقط مین ہے۔ ایک گدھا مستعار لیا اور وہ تھک کر لنگڑا
ہوا تو ضامن نہوگا یہ قنیہ مین ہے اور اگر مستعار گدھے کو اسی رسی سے جو اسپر تھی کسی درخت سے باندھ
دیا اور وہ رسی اسکی گردن مین پڑگئی اور اسکا گلا گھونٹ گیا اور وہ مرگیا تو ضامن نہوگا یہ خلاصہ مین ہے۔
ایک بیل مستعار لیا اور اس سے کام لیکر جب فارغ ہوا تو اسکی رسی نہ کھولی وہ چراگاہ مین چلا گیا اور وہ
رسی اسکی گردن مین پھنس کر سخت کھینچ گئی اور وہ مرگیا تو مستعیر ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ ایک شخص نے
دوسرے سے ایک چوپایہ مستعار لیا اور پھر مستعیر میدان مین اسکی ناتھ ہاتھ مین پکڑے سوگیا اور ایک شخص نے

[1] شاید یہ اسوقت ہے کہ مربط مقام محرز ہو ورنہ ضامن ہونا چاہیے جبکہ حفاظت مین قصور ہوا ۱۲

آکر اُسکی ناتھ کاٹ دی اور لیے چلاگیا تو مستعیر پر ضمان نہ آویگی آور اگر اس شخص نے رسی مستعیر کے ہاتھ سے کھینچ لی اور چوپایہ لیگیا اور مستعیر کو شعور نہوا تو ضامن ہوگا اور صدر الشہید نے فرمایا کہ اسکی تاویل یون واجب ہے کہ یہ اُسوقت ہے کہ جب کروٹ سے سوگیا ہو اور اگر بیٹھے بیٹھے سویا ہو تو یہ حکم نہین ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ کروٹ سے سونے مین اُسی حالت مین ضامن ہوگا کہ جب یہ معاملہ حضر مین واقع ہوا اور اگر سفر مین ہو تو ضامن نہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر ایک چوپایہ ایک یا دو دن کے واسطے مستعار لیا پھر جب مدت گذر گئی تو اُسکو واپس نہ کیا باوجودیکہ واپس کرسکتا تھا یہانتک کہ وہ مرگیا تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا خواہ کسی وجہ سے مرگیا ہو ایسا ہی اصل مین مذکور ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ بعد مدت گذرنے کے بھی اُس سے کام لیا ہو اور اگر کام نہ لیا ہو تو ضامن نہوگا اور یہی مختار ہے اور اسمین کچھ فرق نہین ہے کہ عاریت کا وقت صریح مذکور ہو یا دلالۃً ہو حتے کہ بعض نے فرمایا ہے کہ اگر لکڑی چیرنے کے واسطے کوئی بسولا مستعار لیا اور اُسکو رکھ چھوڑا یہانتک کہ تلف ہوگیا تو ضامن ہوگا یہ فتاوےٰ عتابیہ مین ہے۔ ایک بیل عاریت مانگا اور ایک شخص بھیجا کہ معیر کے پاس سے بیل لے آوے وہ شخص راستہ مین بیل پر سوار ہوگیا اور بیل مرگیا تو وہ شخص مامور ضامن ہوگا اور اپنے حکم دینے والے سے واپس نہ لے سکیگا بشرطیکہ حکم دینے والے نے اُسکو سوار ہونے کا حکم نہ کیا ہو۔ اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ وہ چوپایہ ایسا ہو کہ بدون سواری کے قابو مین آسکتا ہے اور اگر بدون سواری کے قابو مین نہ آسکتا ہو تو ضامن نہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ قاضی بدیع الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک گدھا لکڑیان جنگل سے لانے کے واسطے مستعار لیا پھر ایک مزدور کو دیا کہ جنگل سے لکڑیان جاکر لادلاوے اور وہ مزدور اُسے لیکر چلدیا اور غائب ہوگیا تو قاضی رحمہ نے فرمایا کہ اگر مزدور معتمد آدمی نہو تو مستعیر ضامن ہوگا اور قاضی جمال الدین نے فرمایا کہ اگر مزدور روزانہ[۱] پر مقرر ہو تو مستعیر ضامن ہوگا اور قاضی بدیع الدین نے فرمایا کہ نہین یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ زید نے ایک ایلچی عمرو کے پاس اسواسطے بھیجا کہ میرے واسطے عمرو سے ایک ٹٹو فلان موضع تک کے لیے عاریت لادے ایلچی نے عمرو سے جاکر کہا کہ زید کہتا ہے کہ مجھے فلان موضع تک کے واسطے ٹٹو عاریت دے اور اس ایلچی نے جس موضع کا زید نے نام لیا تھا اُسکے سواے دوسرے موضع کا نام لیا پس عمرو نے اُسکو دیدیا پھر زید نے جس موضع کے جانے کا خود قصد کیا تھا وہان سے سواری لی اور جس موضع کا ایلچی عمرو نے نام لیا ہے وہان کو گیا اور ٹٹو مرگیا تو ضامن نہوگا کیونکہ اسکے واسطے اجازت حاصل ہوگئی تھی اور اگر اُس موضع کو گیا جہانکا زید نے نام لیا تھا اور ٹٹو مرگیا تو ضامن ہوگا اور ٹٹو کی قیمت دینی پڑیگی کیونکہ اُسنے مباح کا قصد کیا اور حرام مین پڑ گیا اور جسقدر ضمان دی ہے وہ ایلچی سے نہین لے سکتا ہے کیونکہ اپنی جنایت کا جرمانہ ادا کیا ہے اور اگر ایسا ہو کہ جس مقام کا زید نے نام لیا تھا وہ اُس موضع کے راستہ مین ہو جسکا ایلچی نے نام لیا ہے مثلاً زید نے کاکوری کا کہا

---

[۱] قولہ روزانہ یعنی اجنبی ہے کہ اس روز اپنی مزدوری پر مقرر ہوا تھا کچھ نوکر درماہہ نہ تھا۔

کہا اور ایلچی نے ملیح آباد تک کی اجازت لی حالانکہ کاکوری ملیح آباد کے راستے مین ہے پس اگر زید کاکوری تک گیا تو ضامن[۱] نہوگا کیونکہ اسکی اجازت حاصل ہوگی یہ سراج الوہاج مین ہے اگر ایک شخص نے دوسرے سے اس شرط سے ایک ٹٹو مستعار لیا کہ جہان چاہے اسکو لیجائے اور مقام کا اور وقت کا اور جو اُسپر لادے یا کام لیگا کسی کا نام نہ لیا پھر مستعیر اسکو حیرہ تک لیگیا یا کوفہ مین ایک مہینہ رکھکر اُسپر بوجھ لادا پھر وہ ٹٹو مرگیا تو اُنمین سے کسی صورت سے ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ ایک چوپایہ مستعار مانگا اور اپنے غلام کو معیر کے پاس اُسکے لانے کو بھیجا اور غلام نے جا کر لے لیا تاکہ اپنے مالک کے پاس لادے پھر مالک کے پاس لانے سے پہلے غلام نے اُس سے کام لیا اور اُسکے کام لینے سے چوپایہ مرگیا تو غلام اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور یہ ضمان اُسکی گردن پر پڑیگی اور اُسکے واسطے فی الحال فروخت کیا جائیگا یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ زید نے اپنے مقررہ نوکر کو عمرو کے پاس ایک ٹٹو عاریت لینے کو بھیجا اور اُسپر کملی پڑی تھی وہ گر گئی پس اگر نوکر کی سختی سے گر گئی تو ضامن ہوگا ورنہ ضامن نہوگا کذا فی المحیط۔ ایک شخص نے گانون مین شہر تک کے واسطے ایک ٹٹو مستعار لیا پھر جب شہر مین آیا تو گانون لوٹ جانے کا اُسکو اتفاق نہوا پس اُسنے ٹٹو ایک شخص کو دیا تو گانون لیجا کر اُسکے مالک کو دیدے اور وہ رستے مین مرگیا تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر واپس لانے مین یہ شرط تھی کہ مستعیر خود ہی سوار ہو کر واپس لادے تو دوسرے کو دینے سے ضامن ہوگا اور اگر مطلقاً[۲] مستعار لیا ہو تو ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے کام مین لانے کیواسطے ایک بیل مستعار لیا اور اُسکا جوڑا ایسے بیل سے لگا یا جو اُس بیل سے دوچند قیمت کا ہوتا ہے یعنے زبردست تھا پس مستعار بیل ہلاک ہوگیا حالانکہ لوگ ایسا کیا کرتے ہین تو وہ شخص ضامن نہوگا اور اگر لوگ ایسا نہ کرتے ہون تو ضامن ہوگا یہ ینابیع مین لکھا ہے۔ ایک چوپایہ حاملہ مستعار لیا پس اگر بدون مستعیر کی سختی کرنے کے وہ چوپایہ حاملہ پھسل پڑا اور بچہ ڈال گیا تو یہ شخص ضامن نہوگا اور اگر مستعیر نے سختی سے اُسکی ناک کھینچی یا مارکر اُسکی آنکھ پھوڑ دی تو ضامن ہوگا یہ خزانۃ الفتاوی مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک گدھا مستعار مانگا اُسنے کہا کہ میرے پاس اصطبل مین دو گدھے ہین اُنمین جون سا تیرا جی چاہے ایک گدھا لیجا وہ ایک لیگیا پس اگر ہلاک ہو جاوے تو ضامن نہوگا اور اگر کہا کہ دونون مین سے ایک لیجا وہ ایک لیگیا اور دوسرا ویسا ہی چھوڑ گیا تو ہلاک ہونے سے ضامن ہوگا کذا فی خزانۃ المفتین قال المترجم عدم ضمان کی صورت یہ ہے خذ احدہما ایہما شئت اور ضمان کی صورت یہ ہے خذ احدہما واذہب بہ والباقی بحالہ ہے ایک کو دونون مین سے لیجا اور باقی بحالہ ہے اور مترجم تجاوز اللہ الغفور عن ذنوبہ وستر عیوبہ زعم کرتا ہے کہ اس دوسری صورت مین محاورہ اُردو یعنی ہمارے عرف کے موافق چاہیے کہ ضامن نہو کیونکہ ایسا کلام ہمارے عرف مین مستعیر کی مشیت پر حوالہ کرنے کی صورت مین بولا جاتا ہے یعنے جب اُس سے کہا کہ

[۱] نہوگا اگرچہ وہ ٹٹو مرجاوے ۱۲ [۲] قولہ مستعار لیا یعنے کوئی شرط نہ کی تھی ۱۲

ان دونون مین سے ایک سے لے تو مراد یہ ہوتی ہے کہ جون سا تیرا جی چاہے سے لے پس صورت اولی مین اور اسمین کچھ فرق نہین ہے واللہ اعلم ایک چوپایہ بوجھ لادنے کے واسطے مستعار لیا اُسکے مالک نے کہا کہ اُسکی ناتھ تھام لے اور چھوڑتا نہین کہ یہ اسی طور سے تھاما جاتا ہے پھر جب کچھ دیر گذری تو مستعیر نے اُسکی ناتھ چھوڑ دی وہ تیز چلا اور گر گیا اور اسکا پاؤن ٹوٹ گیا تو ضامن ہوگا یہ ذخیرہ کبری مین ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ مین نے اپنا یہ چوپایہ زید کو عاریت دیا یا بجائے چوپایہ کے کپڑا کہا حالانکہ زید حاضر نہ تھا اور نہ اُسنے سنا پھر زید آیا اور اُسکو لے گیا تو ضامن ہوگا اور اگر اسنے سنا ہو یا اسکے ایلچی نے سنکر خبر دی ہو یا کسی درمیانی نے سنکر اسکو خبر دی ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک زید کو ضامن نہونا چاہیے بشرطیکہ درمیانی ایک شخص عادل ہو یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک شخص نے ایک بیل ایک روز کام لینے کیواسطے قرض لیا یعنی مستعار لیا پھر وہ[1] اپنا بیل بھی عاریت دیگا پس وہ بیل کام لینے مین مرگیا تو ضامن نہوگا یہ خزانۃ الفتاوی مین ہے۔ ایک تیلی نے ایک بیل مستعار لیا اور اُسپر ترکون نے ڈانکا ڈالا تو ضامن نہوگا یہ ملتقط مین ہے۔ ایک غلام مجور نے ایک چوپایہ مستعار لیا اور اُسکو اپنے مثل ایک غلام مجور کو عاریت دیا اُسنے تلف کر دیا تو دوسرا غلام فی الحال ضامن ہوگا کذا فی السراجیہ اور اگر کسی غلام مجور نے اپنے مثل کسی غلام مجور کو ایک چوپایہ عاریت دیا اور وہ اسپر سوار ہوا اور چوپایہ اُسکے نیچے مرگیا پھر اُس چوپایہ کا کسی نے استحقاق ثابت کیا یعنی میراہی تو اُسکو اختیار ہے کہ دونون مین سے جس سے چاہے ضمان لے پس اگر اُسنے سوار ہونیوالے سے ضمان لی تو وہ عاریت دینے والے سے وہ مال نہین لے سکتا ہے جو اُسنے ڈانڈ بھرا ہے اور اگر اُس نے عاریت دینے والے سے ضمان لی تو اسکا مالک یہ مال ضمان مستعیر کی گردن پر ڈالکر اُسکے دامون سے وصول کریگا اسیطرح اگر چوپایہ معیر کے مالک کا ہو تو بھی اختیار ہے کہ مستعیر سے ضمان[یعنی دوسرا غلام ۱۲] لے یہ مبسوط مین ہے۔ غلام مجور نے اگر کوئی شے مستعار لی اور اُسکو تلف کر دیا تو بعد آزاد ہونے کے اُس سے مواخذہ کیا جائیگا۔ ایک چوپایہ مستعار لیا اور اسکو کسی شخص کے پاس اسی مدت مین ودیعت رکھا کہ جتنی مدت کا استعارہ لیا ہے تو ضامن نہوگا اور امام ابو بکر محمد بن الفضل رح اور فقیہ ابو اللیث نے اسی پر فتوی دیا ہے اور اسی کو صدر الشہید حسام الدین نے اختیار فرمایا ہے کذا فی السراجیہ۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک کنٹھا سونے کا مستعار لیا اور ایک لڑکے کے گلے مین پہنایا اور وہ چوری گیا پس اگر وہ لڑکا اس لائق تھا کہ جو زیور اُسپر ہو اُس کی حفاظت کر سکے تو ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر مستعیر کسی مستعار ازار مین پھسل پڑا اور وہ پھٹ گئی تو ضامن نہوگا یہ ینابیع مین ہے۔ فتاوائے دیناری مین مذکور ہے کہ اگر عین مستعار حالت استعمال مین ناقص ہوگئی تو بسبب نقصان کے ضامن نہوگا بشرطیکہ بطور معروف اُسکو استعمال مین لایا ہو یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ اور اگر کوئی کپڑا بچھانے کیواسطے مستعار لیا اور اُسپر اُسکے ہاتھ سے کوئی چیز گر پڑی یا اُسکا

[1] قولہ پھر الخ یعنے گویا یہ قرار پایا ہے ۱۲

پاؤن پھسلا اور بچا پڑنے سے وہ پھٹ گیا تو ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اگر آدین[۱] کیواسطے جسکو فارسی مین خوازہ کہتے ہین کوئی کپڑا استعارلیا اور وہ ضائع ہوگیا تو ضامن نہوگا بشرطیکہ اُس کی حفاظت نچھوڑی ہو کذا فی الذخیرہ جامع الاصغر مین ہے کہ ایک عورت نے ایک ملات[چادر ۱۲] مستعار لی اور اُسکو اندر گھر کے داخل کیا اور دروازہ کھلا چھوڑ کر چھت پر چڑھی پھر جب اُتری تو ملات نہ پائی تو بعض نے فرمایا کہ ضامن نہوگی اور بعض نے فرمایا کہ ضامن ہوگی یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے زید کی عورت سے زید کی مملوکہ چیزون مین سے کوئی چیز مستعار مانگی اُسنے دیدی اور وہ تلف ہوگئی پس اگر وہ چیز گھر کے اندر کی چیزون مین سے اور اُن چیزون مین سے تھی جو عرف وعادت مین عورتون کے ہاتھ رہتی ہین تو کسی پر ضمان نہ آویگی اور اگر بیل وگھوڑا وغیرہ ہو تو مستعیر اور عورت دونون پر ضمان آویگی یعنی دونون مین سے جس سے چاہے ضمان لیوے یہ خلاصہ مین ہی۔ اگر مستعیر نے شے مستعار کو اپنے سامنے رکھا اور بیٹھے بیٹھے سوگیا تو ضمان نہ آویگی اور اگر کروٹ سے سویا حالانکہ شہر مین ہے تو ضامن نہوگا اور اگر شہر مین نہین ہے تو ضامن نہوگا یہ خزانۃ المفتیین مین ہی۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ اگر شے مستعار کو اپنے سر کے نیچے یا پہلو کے نیچے رکھکر کروٹ سے سوگیا تو ضائع ہونے سے ضامن نہوگا یہ فتاوی عتابیہ مین ہے ایک شخص نے دوسرے سے اپنی زمین کے سینچنے کے کام کیواسطے ایک بیلچہ مستعار لیا اور اُس سے پانی کا راستہ کھولا اور اپنے سر کے نیچے گنوارون کی عادت کے موافق رکھکر کروٹ سے سو رہا اور وہ چوری گیا تو حکم کیا ہے اور یہ واقعہ بخارا مین واقع ہوا تھا اور مشائخ نے یہ فتوے دیا تھا کہ وہ ضامن نہوگا یہ ظہیریہ مین ہے اگر مال عاریت رکھدیا پھر بھولکر کھڑا ہوگیا اور اُسکو چھوڑ گیا تو ضائع ہونے سے ضامن ہوگا یہ سراجیہ مین ہے ایک شخص حمام مین گیا اور حمام کا پیالہ اُسکے ہاتھ سے چھوٹ پڑا اور حمام مین ٹوٹ گیا یا فالودہ فروش کا کوزہ اُسکے ہاتھ سے ٹوٹ گیا تو امام ابوبکر بلخی نے فرمایا کہ ضامن نہوگا اور بعض نے کہا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ ایسا امر اسکے بری طرح تھامنے سے نہوا ہو اور اگر اسکے بری طرح تھامنے سے واقع ہوا تو ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے اگر دوسرے کے چوپایہ پر سوار ہوگیا اور ہنوز اُسکو اپنی جگہ سے جنبش نہ دی تھی کہ کسی نے اسکی کوچین کاٹ ڈالین تو کوچین کاٹنے والے پر ضمان آویگی اس سوار پر نہ آویگی یہ خلاصہ مین ہی۔ ایک شخص نے کوئی چیز عاریت دی اور یہ شرط کی کہ یہ شے مضمون ہے یعنی تلف ہونے سے اسکی ضمان دینی پڑیگی تو وہ شے مضمون نہوگی ویسا ہی مذکور ہے اور یہی صحیح ہے یہ جواہر الفتاوی مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجھے اپنا کپڑا عاریت دے اگر وہ ضائع ہو جائیگا تو مین ضامن ہون پس وہ ضائع ہوگیا تو ضامن نہوگا یہ ذخیرہ کردری مین ہی۔ اگر لڑائی کیواسطے گھوڑا یا تلوار عاریت لی اور وہ تلف ہوا تو ضامن نہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی

[۱] قولہ آدین یعنی تجمل عید وغیرہ کے واسطے ۱۲ [۲] نہ دی کیونکہ ابھی تک غاصب نہوا اور اگر جنبش دی تو بھی غاصب ہوا ۱۲ منہ

اگر کسی شخص سے ہتھیار لڑائی کیواسطے مستعار لئے پھر تلوار کی ضرب لگائی و تلوار ٹوٹ کر دو ٹکرے ہو گئی یا نیزہ مارا اور وہ ٹوٹ گیا تو اُسپر ضمان نہ آدے گی اور اگر ہتھیار پتھر پر مارا تو ٹوٹنے سے ضامن ہو گا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر کپڑے دھونے کے واسطے کوئی دیگ مستعار لی اور واپس نہ دی یہانتک کہ رات مین چوری گئی تو ضامن ہو گا یہ دجیز کردری مین ہی۔ ایک لڑکے نے دوسرے لڑکے سے کوئی بسولا وغیرہ عاریت لیا اور یہ چیز داقع مین اس دینے والے کے سواے کسی دوسرے شخص کی تھی اور وہ تلف ہو گئی پس اگر دینے والا لڑکا ماذون ہو یعنی اسکو تصرفات کی اجازت حاصل ہو تو دوسرے لڑکے مستعیر پر ضمان نہ آدیگی اور ضمان فقط دینے والے پر واجب ہو گی اسوجہ سے کہ اُسکے سپرد کرنے سے ضائع ہوا ہے اور اگر یہ چیز دینے والے کی ہو تو ضمان نہ آدیگی۔ اور اگر دینے والا ماذون نہو بلکہ محجور ہو تو دینے والے اور لینے والے دونون پر ضمان لازم ہو گی یعنی مالک کو اختیار ہے کہ چاہے دینے والے سے بوجہ دینے کے ضمان لے یا لینے والے سے بوجہ لینے کے ضمان لے یہ خزانۃ المفتین مین ہی اگر ایک کلہاڑی مستعار لی اور لکڑی مین لگائی وہ لکڑی کو پھاڑ کر اُسمین پھنس گئی اُسنے دوسری کلہاڑی اٹھا کر کلہاڑی کے پھر پر لگائی اور کلہاڑی ٹوٹ گئی تو ضامن ہو گا کذا فی القنیہ اور قاضی جمال الدین نے فتوی مین یہی حکم دیا ہے اور قاضی بدیع الدین نے فرمایا کہ اگر پھنسنے کی صورت مین یون ہی تبر سے مارنے کی عادت جاری ہو تو ضامن نہو گا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کو کوئی شے مستعار دی اور وہ مستعیر کے پاس تلف ہو گئی پھر کسی مستحق نے اُس شے کا استحقاق ثابت کیا کہ یہ میری ہے تو اُسکو اختیار ہو گا کہ دونون مین سے جس سے چاہے ضمان لے پس اگر اُسنے معیر سے ڈانڈ لیا تو وہ مستعیر سے یہ مال ضمان نہین لے سکتا ہے اور اگر مستعیر سے ضمان لی تو وہ بھی معیر سے ضمان نہین لے سکتا ہے۔ کیونکہ مستعیر نے قبضہ مین اپنا ذاتی کام کیا ہے پھر جب اپنے ذاتی کام کیوجہ سے اُسکو ڈانڈ دینی پڑی تو یہ ڈانڈ دوسرے سے نہین پا سکتا ہے یہ محیط مین ہی۔ اگر کوئی محمل یا بڑا خیمہ مستعار لیا حالانکہ وہ شہر مین موجود ہے پھر اُسکو سفر مین لیگیا تو ضامن نہو گا اور اگر تلوار یا جامہ یا عمامہ مستعار لیا اور اُسکو سفر مین لیگیا تو ضامن ہو گا یہ فصول عمادیہ مین ہے ایک شخص زید نے ایک ایلچی عمرو کے پاس کوئی شے مستعار لینے کی غرض سے بھیجا اور ایلچی نے جا کر عمرو کو گھر مین نہ پایا مگر وہ شے اُسکے گھر رکھی پائی اُسکو مستعیر کے پاس لے آیا اور مستعیر سے کچھ نہ کہا اور وہ زید کے پاس ضائع ہو گئی تو عمرو کو اختیار ہے کہ دونون مین سے جس سے چاہے ضمان لے خواہ زید سے یا اُسکے ایلچی سے اور دونون مین سے جس سے اُس نے ضمان لی اُسکو دوسرے سے واپس[۵] لینے کا اختیار نہو گا یہ جواہر الفتاوے مین ہی۔ اور اگر کوئی دیگ شوربا پکانے کیواسطے مستعار لی اور اسمین شوربا پکایا اور اُسکو مع شوربا چولھے پر سے اُتار کر لے چلا یا گھر مین سے باہر نکالا اور وہ اُسکے

[۵] قولہ واپس اسواسطے کہ ایلچی غاصب ہوا زید غاصب الغاصب ہوا اور ان دونون کا یہی حکم ہے ۱۲

ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گئی تو صحیح یہ ہے کہ ضامن نہوگا بخلاف حمال کے کہ اگر وہ پھسل پڑے تو اسکا حکم نہیں ہے کذا فی القنیۃ

چھٹا باب۔ عاریت واپس کردینے کے بیان مین۔ اگر عاریت کی چیز اپنے غلام کے ہاتھ ماہواری یا سالانہ تنخواہ کے نوکر کے ہاتھ نہ روزانہ مزدوری کے نوکر کے ہاتھ یا معیر کے غلام یا نوکر کے ہاتھ واپس کردی اور وہ تلف ہوگئی تو ضامن نہوگا یہ تمرتاشی مین ہے۔ اور اگر عاریت کسی اجنبی کے ہاتھ واپس کی تو ضامن ہوگا یہ ہدایہ مین ہے۔ اور اگر ٹٹو کے مالک کے غلام کے ہاتھ جو اس ٹٹو کی غور پرداخت کیا کرتا ہے واپس کیا تو ضمان سے بری ہوگیا اور ضمان سے مراد واپسی کی ضمان ہے عین شئے کی ضمان مراد نہیں ہے۔ پھر اگر اسکے بعد وہ ٹٹو اسی غلام کے ہاتھ مین تلف ہوا تو عین شئے کا ضامن نہوگا اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ یہ حکم استحسانا ہے اور قیاسا ضامن ہونا چاہیے کذا فی الظہیریہ اور امام محمد رح نے کتاب مین غلام کا جو ٹٹو کی پرداخت کرتا ہے اور جو نہین کرتا ہے دونون کا حکم مفصل بیان نہین کیا اور کتاب الاصل مین مسئلہ کے بیان کرنے مین ایسا غلام بیان کیا جو ٹٹو کی غور پرداخت کرتا ہو اور اسکا حکم یہ لکھا ہے کہ ضمان سے مستعیر بری ہوگا اسی سے ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اگر مستعیر نے مالک کے ایسے غلام کے ہاتھ واپس کیا جو ٹٹو کی غور پرداخت نہین کرتا ہے تو واجب ہے کہ ضمان سے بری نہو اور فخر الاسلام علی بزدوی رح نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ دونون غلامون کا حکم یکسان ہے کیونکہ جو غلام ٹٹو کی غور پرداخت نہین کرتا ہے وہ بھی کبھی کبھی اس ٹٹو کو ہاتھ مین لے لیتا ہے یہ غایۃ البیان مین ہے۔ اگر مستعیر نے چوپایہ کو اپنے غلام کے ہاتھ واپس کیا اور اس غلام نے اسکی کوچین کاٹ ڈالین تو غلام اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اس قیمت کے واسطے غلام فروخت کیا جائیگا یا اسکا مالک اسکی طرف سے یہ قیمت ادا کریگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر چوپایہ معیر کے گھر یا اصطبل مین واپس بھیجدیا اور وہ ضائع ہوا تو قیاسا ضامن ہوگا اور استحسانا ضامن نہوگا اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم انکی عادت کے موافق ہے یعنی وہانکے لوگون مین ایسی عادت جاری تھی اسواسطے ضامن نہوا پس جہان ایسی عادت نہو وہان موافق قیاس کے ضامن ہوگا اور اس بناپر ضمان واپسی سے بری ہونے کا حکم ہے اور بعض نے کہا کہ چوپایہ بندھنے کی جگہ اگر احاطہ سے خارج ہو تو بری ہوگا کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ چوپایہ وہان بدون نگہبان کے نہین رہ سکتا ہے۔ اور اگر چوپایہ کو مستعیر نے مالک کی زمین مین واپس کردیا تو ضمان سے بری نہوگا کیونکہ معیر اسکو اپنی زمین مین محفوظ نہین رکھتا ہے یہ تمرتاشی مین ہے۔ اور اگر شئے مستعار کوئی جواہر کی لڑی یا ایسی ہی نفیس چیز ہو اور مستعیر نے معیر کے غلام یا نوکر کے ہاتھ واپس کردی تو ضامن ہوگا یہ وجیز کردری مین ہے۔ اور تتمیہ مین ہے کہ میرے والد رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے کوئی شئے مستعار لی اور پھر معیر کے گھر مین لے آیا اور اس نے مستعیر سے کہا کہ اس کنارے اسکو رکھدے پس وہ شئے مستعیر کے ہاتھ مین سے بدون اسکی تقصیر کے گر پڑی اور وہ ٹوٹ گئی تو والد رح نے فرمایا کہ ضامن نہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے اگر مستعار کپڑا واپس کیا مگر اسکو نہ معیر ملا اور نہ کوئی ایسا شخص ملا جو معیر کے عیال

مین سے ہو پس اُس نے رات بھر عاریت کو اپنے پاس رکھ چھوڑا تو تلف ہو جانے سے ضامن نہوگا اور اگر کوئی ایسا شخص جو معیر کے عیال مین سے ہو مستعیر کو ملا ہوا اور پھر بھی اُس نے واپس نہ دیا تو ضامن ہوگا یہ قنیہ مین لکھا ہے

ساتوان باب۔ عاریت کے واپس مانگنے اور جو امر عاریت واپس لینے کا مانع ہوتا ہے اُسکے بیان مین

معیر کو اختیار ہے کہ عاریت واپس کرے خواہ عاریت مطلقہ ہو یا موقتہ ہو یعنی کوئی میعاد مقرر کی ہو یہ ذخیرہ کردری مین ہے اگر زید نے کوئی زمین زراعت کیواسطے مستعار لی تو اُس سے نہین لیجا سکتی ہے جب تک کہ کھیتی کو نہ کاٹے یہ استحسانًا ہے خواہ وقت مقرر کیا ہو یا نہ کیا ہو کیونکہ اُسکی انتہا معلوم ہے پس ایسی زمین کا جو پوتہ ہوا اتنے پوتے پر چھوڑ دی جاویگی کیونکہ اُسمین دونون شخصون کے حق کی رعایت ہے یہ تبیین مین ہے۔ جب کھیتی کٹی تو بعض روایات مبسوط مین مذکور ہے کہ زمین کا مالک زمین کو مع پوتہ کے لیگا اور بعض روایات مین ایسا مذکور نہین ہے اور فقیہ ابو اسحق حافظ رح فرماتے ہین کہ زمین کے مالک کو پوتہ ملنا اُسوقت واجب ہوگا کہ جب رہن والے نے یا قاضی نے وہ زمین مستعیر کو پوتہ پر دیدی ہو اور بدون اُسکے پوتہ واجب نہوگا پس اگر مستعیر نے زمین کے پوتہ پر اپنے پاس ہونے سے انکار کیا اور کھیتی اُکھاڑنے کو بھی مکروہ جانا اور مالک زمین سے اپنی کھیتی کی قیمت کی ضمان لینی چاہی اور کہا کہ میری کھیتی تیری زمین سے متصل ہے پس یہ اتصال تیرے کپڑے کے ساتھ رنگ کے اتصال ہونیکے مشابہ ہے پس مجھے پہونچتا ہے کہ مین تجھسے ضمان لون تو یہ مسئلہ کتاب الاصل مین مذکور نہین ہے اور منتقی مین ایک جگہ یون لکھا ہے کہ مستعیر کو یہ اختیار حاصل ہوگا مگر زمین کا مالک اگر اس امر پر راضی ہو کہ کھیتی کٹنے کیوقت تک اُسکی کھیتی اپنی زمین مین چھوڑ دے تو ایسا نہین ہے اور یہ رضا مالک زمین کیطرف سے اُس شرط کا ایفا ہے جو اُسنے عقد عاریت مین قرار دی تھی پس اُسکے سوا دوسری چیز اُسپر لازم نہ آویگی اور دوسری جگہ یون لکھا ہے کہ کھیتی بونے والے کو مالک زمین سے کھیتی کی قیمت کی ضمان لینے کا اختیار نہین ہے کذا فی المحیط۔ اور اگر مالک زمین نے چاہا کہ مستعیر کو اُسکا بیج اور بونے کا خرچ دیکر زمین مع کھیتی کے اُس سے لے لے اور مستعیر اس امر پر راضی ہوگیا اور یہ سب کھیتی کے جمنے سے پہلے واقع ہوا تو جائز نہین ہے اور اگر کھیتی جمنے کے بعد ہو تو جائز ہے اور یہی مختار ہے یہ فتاوی عتابیہ مین ہے۔ اگر کسی شخص سے کوئی زمین عمارت بنانے یا درخت لگانے کیواسطے مستعار لی پھر مالک کی راے مین آیا کہ یہ زمین مستعیر کے ہاتھ سے نکال لے تو اُسکو یہ اختیار ہوگا خواہ عاریت مطلقہ ہو یا موقتہ ہو ہان فرق یہ ہے کہ اگر عاریت مطلقہ ہو تو اُسکو درخت اُکھاڑنے اور عمارت ڈھا دینے کے لیے مستعیر پر جبر کرنیکا اختیار ہوگا اور جب اُسنے درخت اُکھاڑے یا عمارت ڈھائی تو درختون اور عمارت کی قیمت کا معیر کچھ ضامن نہوگا یہ بدائع مین ہے پس اگر ایسا کرنے سے زمین مین کچھ نقصان آتا ہو اگر معیر اس نقصان پر راضی ہو جاوے تو مستعیر درخت

اُکھاڑ ڈالیگا اور اگر مستعیر نے اس امر کی درخواست کی کہ معیر سے ڈھائی ہوئی عمارت یا کٹے ہوئے درختونکے حساب سے قیمت مجھے دلائی جاوے یعنی مین عمارت و درخت ایسے ہی چھوڑ دونگا مگر مجھے قیمت درختون وعمارت کی اس حساب سے دلا دیجاوے تو معیر اسطرح قیمت دینے کیواسطے مجبور نہ کیا جاویگا اور مستعیر اکھاڑنے پر مجبور کیا جائیگا۔ اور اگر معیر اپنی زمین ناقص واپس لینے پر راضی نہو تو مستعیر کو عمارت و درختون کی قیمت ڈھائی ہوئی یا اُکھڑی ہوئی کے حساب سے ڈانڈ دیگا اور مستعیر کے قول کی طرف التفات نہ کیا جائیگا کذا فی المضمرات اور اگر عقد عاریت موقت ہو یعنی معین میعاد تک کیواسطے عاریت دی ہو پھر اُس میعاد سے پہلے نکال لینا چاہا تو معیر کو اختیار[1] نہوگا کہ مستعیر کے ہاتھ سے اُس میعاد سے پہلے نکال لے اور نہ درخت اُکھاڑنے یا عمارت ڈھانے کے واسطے جبر کر سکتا ہے اور مستعیر کو خیار ہوگا کہ چاہے معیر سے اپنے درختون و عمارت کی قیمت ثابت قائم کے حساب سے لے اور عمارت و درخت اُسکے قبضہ مین چھوڑ دے اور مالک زمین ادائے ضمان کے بعد اُنکا مالک ہوجاویگا یا چاہے تو اپنی عمارت و درخت لے لے اور زمین کے مالک پر کچھ اُسکو دینا لازم نہ آویگا۔ اور عمارت و درخت اُکھاڑ کر لے لینے کا اختیار مستعیر کو اُسیوقت حاصل ہوگا کہ جب اس فعل سے زمین مین کچھ نقصان نہ آتا ہو اور اگر نقصان آتا ہو تو اختیار مالک کو حاصل ہوگا کذا فی البدائع اور مالک کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ اگر چاہے تو مدت گذرنے تک انتظار کرے پھر اُسپر عمارت ڈھانے یا درخت اکھاڑنے کیواسطے جبر کرے یا عمارت و درخت کی قیمت ڈھائی ہوئی اور اُکھڑی ہوئی کے حساب سے ڈانڈ لے بشرطیکہ زمین مین ڈھانے یا اُکھاڑنے سے نقصان آتا ہو۔ اور اگر چاہے تو مستعیر کو عمارت کی قیمت بنی ہوئی کے حساب سے اور درختون کی لگے ہوئے کے حساب سے ادا کر دے اور یہ عمارت و درخت اُسکی ملک ہوجاوینگے اور اسکے سوائے مالک کو کچھ اختیار نہین ہے کذا فی الینابیع اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ مدت گذرنے سے پہلے مالک زمین نے مستعیر کے قبضہ سے زمین نکالنی چاہی۔ اور اگر مدت گذر گئی ہو تو زمین کا مالک عمارت اُسکی ڈھا دیگا اور درخت اُکھاڑ دیگا اور ہمارے نزدیک کچھ ضامن نہوگا ولیکن اگر اکھاڑنے سے شے مین نقصان آتا ہو تو ایسی صورت مین ضمان دیکر مالک زمین عمارت و درختون کا مالک ہو جائیگا اور ضمان دینے کے واسطے درختون کی قیمت اُکھڑی ہوئی کے حساب سے اعتبار کیجائیگی یہ محیط مین ہے۔ اگر زید نے عمرو کو کوئی زمین عاریت دی اور اجازت دی کہ اسمین عمارت بنالے اُسنے ایسا ہی کیا پھر خالد نے مدت گذرنے سے پہلے آکر اُس زمین پر اپنا استحقاق ثابت کیا اور عمرو کی عمارت گروا دی تو زید پر عمرو کے واسطے عمارت کی قیمت دینی واجب نہین ہے خواہ عاریت مؤقتہ ہو یا مطلقہ ہو۔ اور خصاف نے اپنی شروط مین ذکر کیا ہے کہ عاریت مؤقتہ کی صورت مین وقت گذرنے سے پہلے استحقاق ثابت ہونے مین امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک معیر پر مستعیر کو عمارت کی قیمت دینی

[1] مترجم عفا اللہ عنہ کہتا ہے کہ روایت سابق صریح دلالت کرتی ہے کہ پہلا عقد عاریت موقت تھا پس دونون روایتون کی توفیق اسطرح ہے ممکن ہے کہ دوسرا

واجب ہوگی پس امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ نے موافق روایت خصاف کے دونون صورتون مین یعنی جبکہ عمارت توڑ دینا معیر کے فعل سے ہو اور جب مستحق کیطرف سے ہو حکم یکسان رکھا ہے اور امام محمدؒ نے دونون صورتون مین فرق کیا ہے کہ جب مستحق کی طرف سے توڑنا واقع ہوا تو معیر پر قیمت واجب ہوگی اور جب معیر کی طرف سے واقع ہوا تو معیر پر قیمت واجب نہوگی یہ ذخیرہ مین ہے نوازل مین لکھا ہے کہ زید نے عمرو سے ایک دار یعنے گھر عاریت لیا اور اسمین مٹی کی ایک دیوار جسکو فارسی مین باخسہ کہتے ہین بیس درم پر ایک مزدور مقرر کر کے بنوائی اور یہ امر عمرو کی بلا اجازت واقع ہوا پھر عمرو نے اپنا گھر واپس لینا چاہا تو زید کو اختیار نہین ہے کہ جو کچھ اُسنے خرچ کیا ہے وہ عمرو سے واپس لے کیونکہ یہ فعل بلا اجازت عمرو کے زید نے کیا ہے اور زید نے اگر وہ دیوار عمرو کی مٹی سے بنوائی ہو تو زید کو اُسکے توڑ ڈالنے کا بھی اختیار نہین ہے یہ محیط مین ہی۔ زید نے عمرو سے کہا کہ تو میری اس زمین مین اپنے واسطے عمارت بنالے یا درخت لگالے اور مین شرط کرتا ہون کہ یہ زمین تیرے قبضہ مین ہمیشہ کیواسطے چھوڑ دونگا یا کہا کہ اتنی مدت تک چھوڑ دونگا اور اگر مین پھر زمین تیرے قبضہ مین نچھوڑون تو جو کچھ تو عمارت وغیرہ مین خرچ کریگا اُسکا مین ضامن ہون اور وہ عمارت میری ہو جائیگی تو جسوقت عمرو کے ہاتھ سے وہ زمین نکالے تو مستعیر کو اسکی عمارت و درختون کی قیمت ڈانڈ دے اور یہ عمارت و درخت سب مالک زمین کے ہوجائینگے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے اگر معیر نے عاریت طلب کی اور مستعیر نے دینے سے انکار کیا تو وہ ضامن ہوگیا اور اگر انکار نہ کیا ولیکن یہ کہا کہ کل کے روز تک میرے پاس اور چھوڑ دے پھر مین تجھے واپس کر دونگا اور معیر اُسپر راضی ہوگیا پھر وہ عاریت ضائع ہوگئی تو ضامن نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی معیر نے عاریت طلب کی اور مستعیر نے کہا کہ ہان دونگا اور ایک مہینہ گذر گیا یہانتک کہ وہ عاریت تلف ہوگئی پس اگر طلب کرنے کے وقت مستعیر واپس کرنے سے عاجز تھا تو ضامن نہوگا۔ اور اگر قادر تھا پس اگر معیر نے روک رکھنے مین اپنے دل کی کراہیت اور ناخوشی صریح ظاہر کی اور باوجود اسکے مستعیر نے روک رکھی تو ضامن ہوگا اور اگر چپ رہا تو بھی[1] یہی حکم ہے اور اگر صریح رضامندی ظاہر کی مثلاً کہا کہ خیر کچھ ڈر نہین ہے تو ضامن نہوگا اور اگر معیر نے عاریت طلب نہ کی اور مستعیر بھی واپس نہین کرتا ہے یہانتک کہ وہ ضائع ہوگئی پس اگر عاریت مطلقہ ہو تو ضامن نہوگا اور اگر مؤقتہ ہے یعنی کسیوقت تک کیواسطے عاریت دی ہوا اور وہ وقت گذر گیا اور مستعیر نے واپس نہ کی تو ضائع ہونے سے ضامن ہوگا۔ ایک کتاب مستعار لی پھر وہ ضائع ہوگئی پھر اس کا مالک آیا مگر مستعیر نے اُسکو ضائع ہوجانے سے آگاہ نہ کیا پس اگر اُس کتاب کا موجود ہونا بیان نہ کیا ہو تو ضامن نہوگا اور اگر بیان کیا ہو تو ضامن ہوگا۔ اور صدر الشہیدؒ نے فرمایا کہ یہ تفصیل ظاہر روایت کے خلاف ہے کیونکہ اگر اُسنے واپس کرنے کا وعدہ کیا پھر ضائع ہونے کا دعوی کیا تو بسبب تناقض کے ضامن ہوگا بشرطیکہ وعدہ سے پہلے ضائع ہونے کا دعوی کرے اور اسی پر فتوی دیا جاوے یہ جواہر کردری مین ہی۔ زید نے

[1] قولہ یہی حکم الخ یہ حکم ضامن ہونیکا جب ہی ہی کہ جب اُسنے زیادہ دنون تک روک رکھی اور اگر اُسنے کہا کہ کل دونگا یا کہا کہ پرسون دونگا تو یہ ضامن نہین ہوگا

عمرو سے ایک باندی اپنے لڑکے کو دودھ پلانے کیواسطے مستعار لی اُس نے دودھ پلایا پھر جب لڑکے کی یہ عادت ہوگئی کہ اُس باندی کے سوا دوسرے سے دودھ نہین پیتاہے تو عمرو نے کہا کہ میری باندی مجھے واپس کردے تو عمرو کو یہ اختیار نہین ہے اور اُسکو لڑکے کے بڑے ہونے تک اُسکی باندی کا اجر المثل ملے گا یہ خزانۃ المفتیین مین ہے زید نے عمرو سے ایک کُپا مستعار لیا اور اُسمین روغن زیت بھرا اور عمرو نے زید کو جنگل مین پکڑا تو عمرو کو کُپا لینے کا اختیار نہین ہے اور اُس کو اجر مثل اُسوقت تک دیا جائیگا کہ جبتک زید ایسی جگہ پہونچے جہان کُپے تلاش کر کے اسمین اپنا تیل لوٹ لے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے جہاد کیواسطے زید سے ایک گھوڑا مستعار لیا اُسنے چار مہینہ کے واسطے دیا پھر دو مہینہ کے بعد دار الاسلام مین مستعیر سے ملاقات ہوئی اور زید نے اپنا گھوڑا واپس لینا چاہا تو لے سکتا ہے اور اگر دار الحرب مین ملا ہو ایسی جگہ کہ وہان دوسرا گھوڑا کرایہ یا خرید نہین سکتا ہے تو مستعیر کو اختیار ہے کہ زید کو واپس نہ دے اور جس جگہ زید نے طلب کیا ہے وہان سے قریب تر موضع تک جہان مستعیر کو خرید یا کرایہ پر دوسرا گھوڑا مل سکتا ہے زید کو اُسکے گھوڑے کا اجر المثل ملے گا کذا فی الظہیریہ

آٹھوان باب۔ عاریت مین اختلاف واقع ہونے اور اسمین گواہی کے بیان مین۔ امام محمدؒ نے کتاب الاصل مین فرمایا کہ اگر زید نے عمرو سے کوفہ سے حمام اعین تک کیواسطے ایک ٹٹو مستعار لیا اور سوار ہو کر حمام اعین سے آگے چلا گیا پھر لوٹ کر حمام اعین مین آگیا یا کوفہ مین آگیا حالانکہ ٹٹو ویسا ہی موجود تھا پھر مر گیا پس عمرو نے کہا کہ جہانتک کیواسطے مین نے تجھے اجازت دی تو نے اُسمین مخالفت کی اور وہان تک نہین واپس لایا اور زید نے کہا کہ مین نے مخالفت کی مگر پھر واپس ہو کر اُسی موضع مین آگیا جہان تک کہ تو نے اجازت دی تھی تو عمرو کا قول قبول اور زید ضامن ہوگا اور اگر زید نے اس امر کے گواہ دیے کہ مین وہ ٹٹو کوفہ تک یا حمام اعین تک واپس لایا پھر وہ مر گیا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ وہ ضامن ہوگا جبتک کہ عمرو کو اُسکا ٹٹو واپس نہ کرے اور اس کی تاویل یون بیان کی گئی ہے کہ زید نے حمام اعین تک جانے کیواسطے فقط مستعار لیا تھا جانے اور آنے کیواسطے نہین لیا تھا اور اس صورت مین ضامن ہوگا اور اگر اُس نے آمد و رفت کیواسطے مستعار لیا ہو تو ضمان سے بری ہوگا کیونکہ اُسنے بعد مخالفت کے موافقت اختیار کی اور عقد عاریت ہنوز قائم ہے پس ضمان سے بری ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر عمرو نے اس امر کے گواہ دیے کہ وہ ٹٹو اس مقام مین زید کی سواری مین مر گیا کہ جہان یہ شخص خلاف اجازت اُسکو لیگیا تھا اور زید نے اس امر کے گواہ دیے کہ مین نے وہ ٹٹو عمرو کو واپس دیا ہے تو عمرو کے گواہ قبول ہونگے یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اگر زید کی ران کے نیچے وہ ٹٹو جو اُسنے عمرو سے عاریت لیا تھا مر گیا پھر خالد نے گواہ قائم کیے کہ وہ ٹٹو میرا تھا تو قاضی خالد کی ملک ہونے کا حکم دیدیگا اور گواہون سے یہ استفسار نہ کریگا کہ خالد نے فروخت تو نہین کیا اور اگر اُس شخص نے جس سے خالد نے ضمان لینے کا قصد کیا ہے یون دعوی کیا کہ اس نے مجھے اس ٹٹو کی عاریت کے

باب مین اجازت دیدی تھی تو خالد سے اس امر پر قسم لیجاویگی پس اگر اُس نے قسم سے نکول کیا تو اُسکا قسم سے انکار کرنا مثل اقرار دیا جائیگا اور خالد کو کسی شخص سے ضمان لینے کا اختیار نہوگا اور اگر خالد نے قسم کھائی تو اُس کو اختیار رہوگا کہ چاہے زید سے ضمان لے یا عمرو سے پس اگر اُس نے عمرو سے ضمان لی تو عمرو زید سے نہین لے سکتا ہے اور اگر زید سے ضمان لی تو وہ بھی مال ضمان عمرو سے نہین لے سکتا ہے کیونکہ اُسنے ایسے فعل کی وجہ سے ڈانڈ بھرا ہے کہ جسکا خود مرتکب ہوا ہے یہ مبسوط مین ہی۔ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ تو نے مجھے اپنا ٹٹو عاریت دیا اور وہ تلف ہوگیا اور عمرو نے کہا کہ تو نے مجھے غصب کر لیا تھا تو زید پر ضمان نہ آویگی بشرطیکہ سوار نہوا ہو اور اگر سوار ہوا ہے تو ضامن ہوگا۔ اور اگر زید نے کہا کہ تو نے مجھے عاریت دیا اور عمرو نے کہا کہ مین نے تجھے کرایہ پر دیا تھا اور حال یہ ہے کہ زید اُسپر سوار ہوا تھا اور اُسکی سواری سے مرگیا تو اس صورت مین زید کا قول قبول[1] ہوگا اور اُسپر ضمان نہ آویگی یہ محیط مین ہی۔ اگر معیر اور مستعیر مین عاریت کے ایام یا جگہون یا لادنے کے بوجھ مین اختلاف واقع ہوا تو قسم سے چوپایہ کے مالک کا قول قبول ہوگا اور اگر مستعیر نے عاریت کی چیز مین تصرف کیا اور دعوی کیا کہ معیر نے مجھے اجازت دی تھی اور معیر انکار کر گیا تو مستعیر ضامن ہوگا ولیکن اگر اُسکی اجازت دیدینے کے گواہ لادے تو ایسا نہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ اگر مستعیر نے اپنی صحت یا مرض مین کہا کہ عاریت کی چیز مجھ سے تلف ہوگئی تو قسم سے اُسیکا قول قبول ہوگا یہ مبسوط مین ہے منتقی مین ہے کہ زید نے عمرو سے کہا کہ تو نے مجھے یہ دار اور یہ زمین عاریت دی تھی کہ مین اسمین عمارت بناؤن اور جس قسم کے نخل اور شجر میرا جی چاہے زمین مین لگاؤن پس مین نے اس زمین مین یہ درخت لگائے ہین اور دار مین یہ عمارت بنائی ہے اور معیر نے کہا کہ جب مین نے تجھے دار اور زمین عاریت دی تھی تب اُسمین یہ عمارت بنی ہوئی اور درخت لگے ہوئے تھے تو معیر کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو گواہ بھی معیر کے قبول ہونگے یہ محیط مین ہی۔ زید نے عمرو کے پاس آکر کہا کہ خالد کا ٹٹو جو تیرے پاس مستعار ہے اُسکو مین نے خالد سے مستعار کیا ہے اور اُس نے مجھے حکم دیا ہے کہ مین تجھسے لیکر قبضہ کر لون پس عمرو نے زید کی تصدیق کی اور ٹٹو اُسکو دیدیا اور وہ زید کے پاس مرگیا پھر خالد نے ایسے حکم دینے سے انکار کیا تو عمرو اُسکا ضامن ہوگا اور جو مال اُسنے ڈانڈ بھرا ہے اسکو زید سے نہین لے سکتا ہی۔ اور اگر عمرو نے زید کے قول کی تکذیب کی ہو یا نہ تصدیق کی ہو اور نہ تکذیب کی ہو یا تصدیق کر کے اُسپر ضمان کی شرط لگائی ہو تو ان صورتون مین عمرو نے جو مال ڈانڈ دیا اُسکو زید سے واپس لے سکتا ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر شے عاریت پر قبضہ کر لینے کیواسطے معیر کا خادم آیا ہو پھر خادم کے مالک نے انکار کیا کہ مین نے غلام کو یہ حکم نہین دیا تھا تو مستعیر پر ضمان نہ آویگی یہ مبسوط مین ہی۔ دو شخص ایک بیت مین رہا کرتے ہین ہر ایک شخص ایک کونے مین

[1] قول قبول اسواسطے کہ عمرو کے بیان سے بھی یہ ثابت ہوا کہ اسنے زید کے قبضہ مین اس غرض سے دیا تھا کہ وہ سوار ہو یعنی غصب نہ تھا اب رہا یہ امر کہ اسطرح دینا آیا امانت تھا یا ضمانت تھا تو کرایہ کر امانت ہو مثلاً عاریت کے پس یہ تو خود ظاہر ہو رہا ہے کہ شاید ضمانت ہو تو یہ زید پر الزام ہوگا اور وہ

رہتا ہے پس ایک شخص نے دوسرے سے کوئی شے مستعار لی پھر مالک نے اُس شے کو واپس طلب کیا پھر مستعیر نے کہا کہ تیرے کوٹھے میں جو طاق ہے میں نے اُسپر رکھدی تھی اور معیر نے انکار کیا تو حکم یہ ہے کہ اگر وہ بیت دونوں کے قبضہ میں ہو تو مستعیر ضامن نہوگا کذا فی محیط السرخسی۔

نوان باب متفرقات مین

- واپسی عاریت کا خرچہ مستعیر پر اور ودیعت کا مودع پر اور جو شے کرایہ پر لی گئی اسکا موجر پر اور شے مغصوب کا غاصب پر اور مرہون کا مرتہن پر پڑتا ہے اور اصل یہ ہے کہ واپسی کا خرچہ اُس شخص پر آتا ہے جسکے لیے قبضہ واقع ہوا کیونکہ خرچہ بضمان ہے کذا فی الکافی۔ امام محمدؒ نے کتاب میں ذکر فرمایا کہ مستعار کا نفقہ مستعیر پر ہوتا ہے اور قاضی ابو علی نسفی رحمہ نے اپنے اُستاد سے نقل کیا کہ مستعار کو نفقہ دینے کیواسطے مستعیر پر جبر نہ کیا جائیگا کیونکہ عاریت مین لزوم نہین ہوتا ہے ولیکن اُس سے یون کہا جائیگا کہ اسکا نفع تجھے پہونچ سکتا ہے کہ تو اسکا مستحق ہے پس اگر چاہے تو نفقہ دے تاکہ نفع تجھے حاصل ہوا اور اگر تیرا جی چاہے تو اس سے دست بردار ہو اور یہ بات کہ اُسپر مستعار کو نفقہ دینے کے واسطے جبر کیا جاوے پس یہ نہین ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ چوپایہ مستعار کا چارہ مستعیر پر ہے خواہ عاریت مطلقہ ہو یا مقیدہ ہو اور غلام کے نفقہ کا بھی یہی حکم ہے ولیکن غلام کا کپڑا پس وہ معیر پر ہے یہ خزانۃ الفتاوی مین ہے۔ زید نے بدون اسکے کہ عمرو نے زید سے اسکا غلام مستعار طلب کیا ہو دے یون کہا کہ تو یہ میرا غلام لے اور اُس سے خدمت لے تو ایسے غلام کا نفقہ اُسکے مالک[1] پر ہے یہ وجیز کردری مین ہے۔ مال مغصوب اور عاریت کے واپس کرنے کیواسطے کفیل کر لینا صحیح ہے اور اگر واپس کرنے کے واسطے وکیل کیا تو مالک کے مکان پر منتقل کر کے پہونچانے کے واسطے وکیل پر جبر نہ کیا جائیگا بلکہ جہان اُسکو پاوے دیدے یہ کافی مین ہے۔ ایک شخص اپنے دوست کے انگور کے باغ مین گیا اور بدون اُسکی اجازت کے کچھ میوہ کھایا پس اگر یہ جانتا ہے کہ اگر مالک باغ کو یہ معلوم ہو تو وہ اُسکی کچھ پرواہ نہ کریگا تو مجھے امید ہے کہ اُسمین کچھ ڈر نہو یہ خلاصہ مین ہے۔ اگر عمدہ زمین زراعت کیواسطے مستعار لی تو مستعیر یون لکھدے کہ تو نے اپنی زمین مجھے کھانے[2] کیواسطے دی اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ یون لکھے کہ تو نے مجھے عاریت دی کذا فی التبیین۔ اور گھر اور کپڑے کی عاریت مین بالاتفاق یون تحریر کرے کہ تو نے مجھے عاریت دیا اور یون نہ لکھے کہ تو نے مجھے پہنایا یا مجھے بسایا یہ کافی مین ہے جامع الاصغر مین ہے کہ ایک زمین چند آدمیون کی ایک جماعت کے درمیان مشترک ہے انمین سے ایک شخص نے باقیون کو اُس زمین مین گھر بنانے کی اجازت دیدی اُنھون نے بنائے پھر اجازت دینے والے نے چاہا کہ انمین سے ایک گھر کی عمارت ڈھا دیوے تو اُن لوگون کو منع کرنیکا اختیار ہے اور اس شخص کو یہ اختیار ہے کہ اُن لوگون سے اُنکے گھر دور کر دینے کا مواخذہ کرے اسلیے کہ عاریت لازمہ نہین ہوتی ہے کذا فی الحاوی۔ اور شمس الائمہ

---

[1] قولہ مالک پر اسواسطے کہ عمرو نے مستعار نہین لیا ہے تو شاید زید کی غرض یہ ہو کہ غلام یہ کام سیکھ جاوے جیسے اپنا گھوڑا اسکی سواری مین دیا تاکہ نکلجاوے [2] قولہ کھانے اقول یہ وہانکا محاورہ ہے اور ہمارے یہان قول صاحبین بہتر ہے اور اسیطرح ہر صورت مین یہ احتیاط چاہیے کہ ہبہ کا شبہ نہوگا ١٢

اول شرح وکالت مین ذکر کیا ہے کہ باپ اپنے بیٹے کو عاریت دیتا ہے اور آیا اُسکو یہ بھی اختیار ہے کہ اپنے بیٹے کا مال عاریت دیدے پس بعض مشائخ متاخرین نے فرمایا کہ اُسکو یہ اختیار ہے اور عامہ مشائخ نے فرمایا کہ یہ اختیار نہین ہے یہ محیط مین ہے پس اگر باپ نے باوجود جائز نہونے کے ایسا کیا اور مال تلف ہوا تو ضامن ہوگا اور ماذون لڑکے نے اگر اپنا مال عاریت دیا تو اعارہ صحیح ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ شرح بیوع الطحاوی مین لکھا ہے کہ قاضی کو یتیم کا مال عاریت دینے کا اختیار ہے یہ ملتقط مین ہے۔ غلام ماذون کو عاریت دینے کا اختیار ہے یہ سراجیہ مین ہے یتیم لڑکے کے وصی نے لڑکے کے کام کیواسطے ایک چوپایہ مستعار لیا اور رات کو اُسنے واپس نہ کیا یہانتک کہ وہ مرگیا تو ضمان لڑکے پر آویگی وصی پر نہ آویگی۔ شیخ رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ یہ مسئلہ عجیب ہے کذا فی القنیہ۔ شیخ برہان الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک طشت عاریت لیا تاکہ اُسمین پانی رکھے یا کپڑا دھووے تو آیا یہ عاریت اُسی پانی رکھنے یا اسی کپڑے دھونے کے واسطے مقید ہوگی یا نہین پس شیخ رح نے فرمایا کہ فقط اُسی کیواسطے مقید ہونا چاہیے اور ایسا ہی قاضی بدیع الدین نے فتوی دیا ہے اور اسکے معنی یہ ہین کہ ایک مرتبہ پانی رکھنے یا کپڑے دھونے کیواسطے مقید ہوگی اور قاضی جمال الدین نے اسکے برخلاف فتوی دیا ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ جزء غیر منقسم کا عاریت کسیطرح ہو صحیح ہے خواہ ایسی چیز ہو جو قابل تقسیم ہے یا قابل تقسیم نہو خواہ اجنبی کو عاریت دیا ہو یا شریک کو۔ ایسا ہی دو شخصون کو عاریت دینا صحیح ہے خواہ مجمل رکھا ہو یا آدھے و تہائی وغیرہ کے نام سے تفصیل کردی ہو کذا فی القنیہ معیر[1] یا مستعیر مرگیا تو عاریت واپس کیجائیگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ ایک تیر مستعار لیا پس اگر دار الحرب مین جہاد کرنے کی غرض سے لیا تو صحیح نہین ہے اور اگر نشانہ اُڑانے کی غرض سے لیا ہے تو صحیح ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ غیر شخص کی دوات کی روشنائی سے لکھنا چاہا پس اگر اُس سے اجازت لے لی تو اختیار ہے اور اگر آگاہ کردیا تو بھی اختیار ہے بشرطیکہ اُسکو منع نہ کیا ہو اور اگر یہ کچھ نہ کیا پس اگر دونون مین بے تکلفی اور کشادہ روئی ہو تو بھی کچھ ڈر نہین ہے اور اگر یہ نہو تو مین پسند کرتا ہون کہ ایسا نہ کرے یہ وجیز کردری مین ہے۔ زید نے عمرو کے پاس انگوٹھی رہن کرکے قرض لیا اور مرتہن سے کہا کہ اسکو پہن اُسنے پہن لی پھر وہ انگوٹھی تلف ہوگئی تو قرضہ مین اُسکا تلف ہونا محسوب نہوگا اور قرضہ بحالہ باقی رہیگا کیونکہ وہ انگوٹھی عاریت ہوگئی تھی اور اگر اُسنے انگوٹھی پہن لی پھر انگلی سے اُتاردی پھر وہ تلف ہوگئی تو قرضہ کے عوض تلف قرار دیجائیگی کیونکہ وہ پھر عود کرکے رہن ہوگئی تھی۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب مالک نے چھنگلیا مین پہننے کو کہا ہو اور اگر کلمہ کی انگلی مین پہننے کیواسطے کہا ہو اور وہ اُس حالت مین تلف ہوئی جب اُسکو پہنے ہوئے تھا تو قرضہ کے عوض تلف قرار دیجائیگی[2] اور اگر حکم کیا کہ اپنی چھنگلیا مین پہنے اور اُسکا نگینہ ہتھیلی کیطرف رکھے اُسنے چھنگلیا مین پہنکر نگینہ اوپر کیطرف رکھا تو یہ عاریت دینے مین شمار ہے اور اسطور سے کہنا کہ چھنگلیا مین پہنے اور نگینہ ہتھیلی کیطرف رکھے یا

[1] یعنی عقد عاریت دونون مین سے ہر ایک کے مرنے سے ٹوٹ جاتا ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ ۱۲ [2] قولہ قرار یعنی اسطرح مخالفت کرنے سے ضامن نہو جائیگا

فقط یہ کہتا کہ جھنگلیا مین پہنے یہ دونون قول یکسان ہین وہ عاریت رہیگی اور یہی صحیح ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ کتاب الاصل کے مسائل رہن مین ہے کہ اگر ہزار درم قیمت کا غلام بعوض ہزار درم کے رہن کیا پھر راہن نے اُسکو مستعار لیا پھر واپس کیا حالانکہ اس واپسی کے وقت بھاؤ گھٹکر قیمت غلام کی پانچ سو درم رہگئے تھے پھر وہ غلام مرگیا تو بعوض تمام قرضہ کے ہلاک ہوا اور رہن مین پہلے قبضہ کے روز کی قیمت معتبر ہوگی۔ اور اگر بجاے رہن کے غصب ہو تو دوبارہ غصب کرنے کے روز کی قیمت معتبر ہوگی یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ دوسرے شخص سے رہن کرنیکے واسطے کوئی شے عاریت لینا جائز ہے اور یہ معروف ہے اور دوسرے کو اجارہ پر دینے کے واسطے مستعار لینا جائز ہے یہ محیط مین ہی۔ فتاوی مین امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک کر گیہون بدبودار قرض لیے اور اُنکو تلف کردیا پھر اُسکو جید گیہون یعنی کھرے ادا کیے اور قرض دینے والے نے کہا کہ میرے گیہون کھرے تھے اور قرض لینے والے نے اُسکی تصدیق کی اور کھرے دیدیے پھر دونون نے سچائی پر اتفاق کیا کہ وہ گیہون قرض کے بدبودار تھے تو قرض لینے والے کو اختیار ہے کہ جو اُسنے ادا کیے ہین اُن کو واپس لے اور اگر کچھ نہ کہا ولیکن کھرے ادا کیے تو جائز ہے[1] کذا فی الحاوی۔ جامع اصغر مین ہے کہ زید کے عمرو پر ایک قفیز گیہون قرض تھے اور عمرو سے زید نے ایک قفیز گیہون معین خریدے اور اپنی ٹوکری عمرو کو دیکر حکم کیا کہ دونون قفیز مین اسمین ڈالدے اُسنے ایسا ہی کیا پھر ٹوکری اور جو کچھ اُسمین تھا سب تلف ہوگیا پس اگر عمرو نے پہلے فروخت کیے ہوئے گیہون اُسمین ڈالے پھر قرض والے ڈالے تو تلف ہونے سے زید کا مال گیا اور اگر پہلے قرض والے ڈالے پھر فروخت کیے ہوئے ڈالے تو عمرو کا مال گیا یہ حاوی مین ہی۔ فصول مین مذکور ہے کہ زید نے عمرو کی اجازت سے عمرو کی دیوار پر دھنی رکھی یا اسکے دار کے نیچے اُسکی اجازت سے ایک سرداب بنایا پھر عمرو نے اپنا گھر فروخت کیا تو مشتری کو اختیار ہے کہ دیوار سے دھنیان دور کردینے کا زید سے مطالبہ کرے اور یہی حکم سرداب مین ہے ولیکن اگر بائع نے بیع مین دھنیان اور سرداب باقی رکھنے کی شرط کی ہو تو مشتری کو انکے دور کرنے کے مطالبہ کا اختیار نہوگا۔ اور مشتری کا وارث اس استحقاق مین بمنزلہ مشتری کے ہے ولیکن وارث کو ہر حال مین یہ اختیار رہیگا کہ دھنیان اور سرداب دور کردینے کا مطالبہ کرے یہ فصول عمادیہ کی کتاب الحیطان کے متفرقات مین ہی۔ امام اعظم رح سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے عطریفی درم بخارا مین قرض لیے پھر دونون سے ایسے شہر مین ملاقات ہوئی کہ جہان قرضدار کو غطریفی درم نہین مل سکتے ہین تو امام رح نے فرمایا ہے کہ آمد و رفت کیواسطے بقدر مسافت کے اُسکو مہلت دے تاکہ اُنکے مثل ادا کردے اور قرضدار سے اپنی مضبوطی[2] کرلے کذا فی الحاوی۔ ایک شخص نے ایک آرہ مستعار لیا اور وہ چیرنے مین دو ٹکڑے ہوگیا پس مستعیر نے بلا اجازت مالک کے

---

[1] اور حکما جائز ہی گویا اُسنے بہتر ادا کیے جسکی فضیلت دار دہی ۱۲ [2] قولہ مضبوطی مثلاً کفیل لے یا اُس سے کچھ رہن لے ۱۲ - ✤ ✤ ✤ ✤

ایک لوہار کو دیا اُسنے جوڑ دیا تو مالک کا حق اُس سے منقطع ہوگیا اور مستعیر پر آرہ کی قیمت ٹوٹے ہوئے کے حساب سے واجب ہوئی اسیطرح اگر غاصب نے ٹوٹا ہوا غصب کیا اور یہ فعل کیا تو اُسکا یہی حکم ہے کذا فی القنیہ فے کتاب الغصب

کتاب الہبۃ

اور اسمین بارہ باب ہین

باب اول ۔ ہبہ کی تفسیر و رکن و شرائط و انواع و حکم کے بیان مین اور ان الفاظ کے بیان مین جو ہبہ مین ہوتے ہین یا اُنکے قائم مقام ہوتے ہین اور جو نہین ہوتے ہین ہبہ کی تفسیر شرعی یہ ہے کہ عین[لہ] شے کے بلاعوض مالک کر دینے کو ہبہ کہتے ہین یہ کنز مین لکھا ہی ۔ اور ہبہ کا رکن یہ ہے کہ ہبہ کرنیوالا کہے کہ مین نے ہبہ کیا کیونکہ یہ مالک کر دینا ہے اور فقط مالک کے کہہ دینے سے تمام ہوگا ولیکن موہوب لہ کا قبول کرنا یہ اُسکی ملک ثابت ہونے کیواسطے شرط ہے اسواسطے یہ مسئلہ ہے کہ اگر کسی شخص نے یہ قسم کھائی کہ مین ہبہ نہ کرونگا پھر کہا کہ مین نے ہبہ کیا اور دوسرے نے قبول نہ کیا تو وہ شخص ہبہ کرنے والا حانث ہوجائیگا یعنی قسم کا کفارہ دینا پڑیگا یہ محیط سرخسی مین ہی ۔ بتوضیح یسیر فی اللفظ ۔ اور ہبہ کے شرائط چند قسم کے ہین بعضے نفس رکن کی طرف راجع ہین اور بعضے واہب کیطرف راجع ہین اور بعضے موہوب کیطرف راجع ہین پس جو نفس رکن کیطرف راجع ہین وہ یہ ہین کہ ہبہ کرنا ایسی شے کیساتھ معلق نہو کہ جسکے وجود و عدم کا خطرہ ہو جیسے زید کا گھر مین داخل ہوتا یا خالد کا سفر سے آنا وغیرہ اور وہ کسی وقت کیطرف مضاف نہو جیسے کہا کہ مین نے تجھے یہ شے ہبہ کی کل سے آیندہ روز یا شروع مہینہ مین کذا فی البدائع **قال المترجم** معلق ہونے کی صورت یہ ہے کہ یون کہے کہ اگر زید اس دار مین داخل ہوا تو مین نے تجھے یہ غلام ہبہ کیا علیٰ ہذا القیاس خالد کا آنا یا پانی برسنا وغیرہ ہی اور رقبیٰ باطل ہے وہ یون کہ مثلاً کہے کہ میرا گھر تیرے واسطے رقبیٰ ہے اور معنی اسکے یہ ہین کہ اگر تو مرگیا تو یہ میرا ہے اور اگر مین مرگیا تو تیرا ہے پس ہر ایک دونون مین سے دوسرے کی موت کا منتظر رہتا ہے یہ اختیار شرح مختار مین ہی ۔ اور جو شرط واہب کی طرف راجع ہے وہ یہ کہ واہب ہبہ کرنے کی اہلیت رکھتا ہو یعنی آزاد و عاقل و بالغ اور موہوب کا مالک ہو حتیٰ کہ اگر غلام یا مکاتب یا مدبر یا ام ولد یا ایسا شخص ہو کہ اُسکی گردن پر کچھ رقیت باقی ہو یا نابالغ یا مجنون ہو یا شے موہوب کا مالک نہو تو ہبہ صحیح نہوگا یہ نہایہ مین ہے ۔ اور جو شرطین شے موہوب کیطرف راجع ہین وہ چند قسم ہین ازانجملہ یہ ہے کہ وہ شے ہبہ کیوقت موجود ہو پس جو شے وقت عقد موجود نہو اُسکا ہبہ درست نہین ہے مثلاً زید نے وہ پھل ہبہ کیے جو اُس سال اُسکے درخت پر آوین یا جو اونٹنی اس سال بچہ جنے تو ہبہ کیا تو یہ صحیح نہین ہے اسی طرح

[لہ] قولہ عین یعنے فقط منفعت نہین جیسے عاریت تھی بلکہ عین شے کا مالک کر دیا ۱۲ - منہ

اگر یوں ہبہ کیا کہ جو کچھ میری اس باندی کے پیٹ میں ہے یا جو کچھ اس بکری کے پیٹ میں ہے یا تھنوں میں ہے تو بھی نا جائز ہے اگرچہ وقت ولادت کے یا دودھ دوہنے کے موہوب لہ کو قبضہ دیدیا ہو اور اسی طرح اگر کسی دودھ کا مسکہ یا تلوں کا تیل یا گیہوں کا آٹا ہبہ کیا اور کہا کہ جو کچھ مسکہ اس دودھ میں یا تیل ان تلوں میں یا آٹا ان گیہوں میں ہے تجھے ہبہ کیا تو جائز نہیں ہے اگرچہ ان چیزوں کے پیدا ہونے کے وقت موہوب لہ کو قابض کر دیا ہو کیونکہ یہ چیزیں فی الحال نہیں موجود ہیں پس محل حکم عقد نہ پایا گیا اور یہی اصح ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے اگر کسی بکری کی پیٹھ کا صوف ہبہ کیا اور کاٹ کر موہوب لہ کے سپرد کر دیا تو جائز ہو گیا اور از انجملہ یہ ہے کہ شے موہوب قیمت دار مال ہو پس ایسی چیز کا ہبہ جو اصلا مال نہیں ہے جائز نہیں ہے جیسے آزاد اور خون اور حرم کا شکار اور سور وغیرہ اور نہ ایسی چیز کا ہبہ جائز ہے جو مال مطلق نہیں ہے جیسے ام ولد اور مدبر مطلق اور مکاتب وغیرہ اور نہ ایسی چیز کا ہبہ جائز ہے جو مال متقوم نہیں ہے جیسے شراب کذا فی البدائع ۔ اور از انجملہ یہ ہے کہ شے موہوب مقبوضہ ہو جاوے حتی کہ قبل تقسیم کے موہوب لہ کی ملکیت ثابت نہیں ہوتی ہی ۔ اور یہ چاہیئے کہ شے موہوب تقسیم ہوئی ہو جبکہ وہ لائق تقسیم ہو اور یہ چاہیے کہ شے موہوب غیر موہوب سے متمیز ہو اور غیر موہوب کیساتھ متصل اور مشغول نہو حتی کہ اگر ایسی زمین جسمیں واہب کی کھیتی ہے بدون کھیتی کے یا برعکس اسکے ہبہ کی یا پھلدار درخت کے پھل بدون درخت کے یا اسکے برعکس ہبہ کیے تو جائز نہیں ہے اسیطرح اگر کوئی دار یا ظرف جسمیں واہب کی کوئی چیز رکھی ہے ہبہ کیا تو بھی یہی حکم ہے کذا فی النہایہ ۔ اور از انجملہ یہ ہے کہ وہ شے مملوک ہوتی ہو پس جو چیزیں مثل آب دریا وغیرہ کے مباحات میں سے ہیں انکا ہبہ نہیں جائز ہے کیونکہ جو شے مملوک ہی نہیں ہے اسکا کسیکو مالک کر دینا محال ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ وہ شے واہب کی مملوک ہو پس مال غیر کا ہبہ کرنا بدون اسکی اجازت کے صحیح نہیں ہے کیونکہ جسکا واہب خود مالک نہیں اسکا دوسرے کو مالک نہیں کر سکتا کذا فی البدائع ۔ اور ہبہ کی دو قسمیں ہیں ایک تملیک دوسری اسقاط اور ان دونوں پر اجماع ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہی ۔ اور ہبہ کا حکم یہ ہے کہ موہوب لہ کیواسطے شے موہوب پر ملکیت غیر لازمہ ثابت ہوتی ہے حتی کہ ہبہ سے رجوع کر لینا عقد کو فسخ کر دینا صحیح ہے اور اسمیں خیار[1] شرط صحیح نہیں ہے پس اگر شرط سے ہبہ کیا کہ موہوب لہ کو تین روز خیار ہے تو ہبہ صحیح ہے بشرطیکہ دونوں کے جدا ہونے سے پہلے موہوب لہ اسکو اختیار کر لے اور ہبہ فاسد شرطیں لگانے سے باطل نہیں ہوتا ہے حتی کہ اگر زید نے اپنا غلام کسیکو اس شرط سے ہبہ کیا کہ وہ اسکو آزاد کرے تو ہبہ صحیح ہوگا اور شرط باطل ہوگی کذا فی بحر الرائق ۔ اور جن الفاظ سے ہبہ واقع ہوتا ہے تین طرح کے ہیں ایک وہ ہیں کہ جنسے ہبہ از روی وضع لغت کے واقع ہوتا ہے اور دوسرے وہ ہیں کہ جنسے از روی عرف وکنایہ کے ہبہ واقع ہوتا ہے اور تیسرے وہ ہیں کہ جو ہبہ اور عاریت کا برابر احتمال رکھتے ہیں ۔ پس قسم اول کی مثال

[1] خیار شرط یعنی اس عقد میں خیار شرط کی قابلیت ہی نہیں ہے پس شرط لغو ہوگی ۱۲ منہ قولہ صحیح الخ اسواسطے کہ جب جدائی سے پہلے اسنے قبول

مثلاً یون کہا کہ وہبت ہذا الشی لک او ملکتہ لک یعنی مین نے یہ شے تجھے ہبہ کی یا تجھے اسکا مالک کیا او جعلتہ لک
او ہذا لک یا مین نے تیرے واسطے کر دی یا یہ شے تیرے واسطے ہے او اعطیتک او نحلتک یا مین نے تجھے
عطا کی یا نحلہ دی فہذا کلہ ہبۃ پس یہ سب الفاظ ہبہ ہین اور دوسری قسم کے مثلاً یون کہا کہ مین نے تجھے یہ کپڑا
پہنایا یا مین نے تجھے اس گھر مین آباد کر دیا تو یہ ہبہ ہے اسی طرح اگر یون کہا کہ میری عمر بھر یا میری زندگی
بھر یا تیری زندگی بھر یہ دار تیرا ہے پھر جب تو مر جاوے تو یہ واپس ہو کر میرا ہوگا تو بھی ہبہ جائز ہے اور شرط
باطل ہے۔ اور تیسری قسم کے مثلاً یون کہا کہ یہ گھر تیرے لیے رقبی یا حبس ہے اور موہوب لہ کو دیدیا تو امام اعظم رح
و امام محمد رح کے نزدیک یہ عاریت اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہبہ ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر کہا کہ
اطعمتک ہذا الطعام یعنی یہ اناج مین نے تجھے اطعام[۱] کر دیا پس اگر اُسکے ساتھ کہا کہ فاقبضہ یعنی اسپر قبضہ کر لے
تو یہ ہبہ ہے اور اگر اُسنے فاقبضہ نہ کہا تو اُسکے ہبہ یا عاریت ہونے مین مشائخ نے اپنی اپنی شروح مین اختلاف
کیا ہے کذا فی المحیط۔ اگر یون کہا کہ مین نے تجھے اس چوپایہ پر سوار کیا تو یہ عاریت ہے لیکن اگر ہبہ کی نیت
کرے تو ہو سکتا ہے اور بعض نے فرمایا کہ سلطان کیطرف سے ایسا فرمان ہبہ ہے کذا فی الظہیریہ اور اصل ان مسائل
مین یہ ہے کہ اگر ایسا لفظ بولا جس سے تملیک رقبی یعنی عین شے کا مالک کر دینا ثابت ہوتا ہے تو یہ ہبہ ہوگا اور
جس سے منفعت شے کا مالک کر دینا معلوم ہو تو عاریت ہوگی اور جس لفظ سے دونون کا احتمال پیدا ہوتا ہے
اسمین نیت پر حکم ہوگا کذا فی المستصفی شرح النافع۔ اور اگر کہا کہ میرا گھر تیرے واسطے ہبہ ہے تو اُسمین رہا کر
یا یہ اناج تیرے واسطے ہبہ ہے تو اُسکو کھا۔ یا یہ کپڑا تیرا ہے تو اسکو پہنا کر تو یہ ہبہ ہے۔ اور اگر حکم کیا کہ فلان شخص کو
حج کرا دو اور یہ نہ کہا کہ میری طرف سے حج کرا دو تو اسکو بقدر حج کرنے کے دیا جائیگا اور اُسکو اختیار ہوگا کہ چاہے
حج نکرے اسیطرح اگر وصیت کی کہ فلان شخص کو ہزار درم دیے جاوین تاکہ وہ حج کرے یا ہزار درم حج کے دیے
جاوین تو بھی یہی حکم ہے یہ تمرتاشی مین ہے۔ زید کے پاس عمرو کے درم ہین عمرو نے کہا کہ انکو اپنے حوائج مین صرف کر تو یہ قرض
ہوگا اور اگر بجاے درم کے اناج ہو اور عمرو نے کہا کہ اسکو تو کھا تو یہ ہبہ ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر کہا
کہ نحلتک داری او اعطیتک او وہبت منک یعنی مین نے تجھے اپنا گھر بخش دیا یا عطا کیا یا ہبہ کیا تو یہ ہبہ ہے
کذا فی شرح الطحاوی۔ اور اگر کہا کہ مین نے یہ گھر تیرے واسطے کر دیا یا گھر تیرا ہے پس تو اسپر قبضہ کر لے تو یہ
ہبہ ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے اگر کہا کہ ہذہ الدار لک او ہذہ الارض لک یعنی یہ دار تیرا ہے یا یہ زمین
تیری ہے یہ قول ہبہ ہے اقرار نہین ہے یہ قنیہ مین ہے۔ اگر کہا کہ ہذہ ہبۃ لک ولعقبک من بعدک یعنی یہ زمین
مثلاً ہبہ ہے تیرے واسطے اور جو تیرے بعد تیری نسل ہو تو یہ ہبہ ہوگا اور پچھلو نکا ذکر کرنا لغو[۲] ہے اسیطرح
اگر کہا کہ یہ زمین تیرے واسطے ہے اور جو تیرے بعد تیری نسل ہو اُنکے واسطے ہے تو بھی یہی حکم ہے
کذا فی المحیط۔ زید نے عمرو سے کہا کہ یہ باندی تیرے واسطے ہے تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ ایسا ہبہ جائز ہے

[۱] اطعام کھلانا طعام دینا ۱۲ [۲] قولہ لغو ہے یعنی مضر صحت ہبہ کو نہین پھر اسنے اسکے بعد والون کو بطور عطف ہبہ کی حالانکہ اسکی ولاد و اختلاف کو لی

اور جب عمرو اُسپر قبضہ کرے تو اُسکا مالک ہو جائیگا اور اگر یون کہا کہ یہ باندی تیرے واسطے حلال ہے تو یہ قول
ہبہ نہوگا ولیکن اگر اُس سے پہلے کوئی ایسا کلام بولا ہو جس سے اس امر پر استدلال ہو سکے کہ زید نے اس
قول سے ہبہ مراد لیا ہے تو ہو سکتا ہے اور اگر کہا کہ مین نے اس باندی کی فرج تجھے ہبہ کی تو یہ باندی کا
ہبہ کرنا قرار دیا جائیگا جب اسپر قبضہ کرے تو مالک ہو جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ ہبۃ الاصل مین لکھا
ہے کہ اگر یون کہا کہ باندی تیرے واسطے ہے پس تو اسپر قبضہ کرلے تو یہ ہبہ ہے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کہا کہ میرا
یہ غلام فلان شخص کے واسطے ہے اور وصیت کو بیان نہ کیا اور نہ وصیت کے ذکر مین یہ کلام کیا اور نہ یہ کہا کہ میرے
مرنیکے بعد تو قیاساً و استحساناً یہ ہبہ ہے یہ قنیہ مین ہی۔ اگر کہا کہ یہ غلام تیری زندگی اور غلام کی زندگی تک تیرا ہے
اور اُسنے قبضہ کرلیا تو یہ ہبہ جائز ہے یہ غایۃ البیان مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ این چیز ترا
تو یہ ہبہ ہے کہ اسمین قبضہ شرط ہے اور اگر کہا کہ تراست تو اقرار ہے یہ جز کردری مین ہی۔ ایک شخص نے اپنے
داماد سے کہا کہ این زمین تراست فاذہب فازرعہا یعنی یہ زمین تیری ملک ہے پس تو جا کر اُسکی زراعت کر
پس اگر داماد نے اُسکے مقولہ کیوقت کہا ہو کہ مین نے قبول کیا تو قبول سے تمام ہو کر زمین اُسکی ہو جائیگی اور
اگر داماد نے یون نہ کہا تو زمین اُسکی نہو جائیگی یہ ظہیریہ مین ہی۔ زیادات مین مذکور ہے کہ اگر مسلمان کی ایک
جماعت سے کہا کہ یہ مال تمھارا ہے تو یہ ہبہ ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اگر دوسرے سے کہا کہ یہ مال لے اور
اللہ تعالیٰ عزوجل کی راہ مین جہاد کر تو یہ قرض ہے کذا فی الظہیریہ۔ اگر دوسرے سے کہا کہ مین نے یہ ٹوکری
گیہون یا یہ کپّا گھی تجھے ہبہ کردیا تو اس ہبہ مین فقط گیہون اور گھی داخل ہوگا ٹوکری اور کپّا داخل نہوگا۔ اگر
یون کہا کہ مین نے تجھے یہ گیہون کی ٹوکری یا گھی کا کپا ہبہ کیا تو فقط ٹوکری اور کپّا داخل ہبہ ہوگا گیہون اور
گھی داخل نہوگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر کہا کہ میرا تمام مال یا ہر شے جو میری ملک مین ہے واسطے فلان شخص کے
ہے تو یہ ہبہ ہے کذا فی الاختیار شرح المختار۔ اور اگر کہا کہ سب جسکا مین مالک ہون فلان شخص کے واسطے
ہے تو یہ قول ہبہ ہے کہ بدون قبضہ[1] کے جائز نہین ہی۔ اور اگر کہا کہ سب چیز جو میری جانب معروف یا میری
طرف منسوب ہے فلان شخص کی ہے تو یہ اقرار ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے ایک نابالغ کے باپ نے کچھ درخت
انگور کا باغ لگایا پھر کہا کہ مین نے اسکو اپنے بیٹے کیواسطے کردیا تو یہ ہبہ ہے اور اگر کہا کہ مین نے اپنے بیٹے
کے نام کردیا تو بھی یہی حکم ہے اور یہی اظہر ہے اور اسی پر اکثر مشائخ گئے ہین یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور اگر اُسنے
ہبہ کا ارادہ نہ کیا تو اُس کے قول کی تصدیق کیجائیگی کذا فی الملتقط۔ اور اگر کہا کہ اسکو اپنے بیٹے کے نام سے
کرتا ہون تو وہ ہبہ نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اگر باپ نے کہا کہ سب جو کچھ میرا حق و ملک ہے
وہ میرے بیٹے اس نابالغ کی ملک ہے تو یہ کرامت سے تملیک نہین ہے بخلاف اُس کے اگر معین کردیا
اور کہا کہ میری دُکان جس کا مین مالک ہون یا میرا گھر میرے نابالغ بیٹے کا ہے تو یہ ہبہ ہے

[1] قولہ قبضہ حتی کہ اگر قبضہ بھی دیدے تو ہبہ پورا ہوگا ورنہ لغو ہو جائیگا جیسے اوپر مذکور ہوا ۱۲

اور باپ[1] کے قبضہ مین ہونے سے تمام ہو جائیگا یہ قنیہ مین ہی- اگر کہا کہ مین نے یہ چیز اپنے فلان بیٹے کیواسطے کر دی تو یہ ہبہ ہوا اور اگر کہا کہ یہ شے میرے نابالغ لڑکے فلان کی ہی تو جائز ہی اور بدون قبول کے ہبہ تمام ہو جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی- اگر اپنے بیٹے سے کہا کہ این مال ترا کردم یہ مال مین نے تیرا کر دیا یا کہا کہ بنام تو کردم تیرے نام کر دیا یا آن تو کردم یعنی تیری ملک کر دیا یا ایسا ہی کوئی کلام جو اسکے قائم مقام ہو بیان کیا تو یہ بیٹے کو مالک کر دینا قرار دیا جائیگا یعنی ہبہ ہوگا یہ جواہر اخلاطی مین ہی- ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ قد متعتک بہذا الثوب او بہذہ الدراہم یعنی مین نے تجھے یہ کپڑا یا یہ درم بخش دیے اُس نے قبضہ کر لیا تو یہ ہبہ ہے اسی طرح اگر ایسی عورت سے جس سے بدون بیان مہر کے نکاح کیا ہے یون کہا کہ مین نے تجھے یہ کپڑا یا یہ درم تمتع دیے تو یہ ہبہ ہے یہ محیط سرخسی مین ہی- امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس دوسریکا کپڑا ودیعت ہو اُسنے مالک سے کہا کہ یہ کپڑا مجھے عطا کر دے اُسنے کہا کہ مین نے عطا کیا تو یہ ہبہ ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی- اور اگر وہ کپڑا مالک کے پاس ہو تو ودیعت ہوگا یہ محیط مین ہی- اور اگر کہا کہ منحتک ہذہ الارض او ہذا الدار او ہذہ الجاریۃ یعنی مین نے تجھے یہ زمین یا یہ گھر یا یہ باندی منحہ[2] دی تو یہ عاریت[3] دینا ہے لیکن اگر ہبہ کی نیت کرے تو ہو سکتا ہی- اور اگر کہا کہ منحتک ہذا الطعام او ہذہ الدراہم او ہذہ الدنانیر الخ یعنی مین نے تجھے یہ اناج یا یہ درم یا دینار منحہ دیے تو یہ ہبہ ہے کہ انسے بدون تلف کرنے عین شے کے انتفاع ممکن نہین اور ایسی ہر چیز کا جس سے انتفاع باوجود عین شے کے باقی رہنے کے ممکن نہین ہے یہی حکم ہے پس اگر لفظ منحہ کو ایسی چیز کیطرف نسبت کیا کہ جس سے نفع اُٹھانا باوجود عین شے کے باقی رہنے کے ممکن ہے تو ہم اُسکو عاریت دینے پر محمول کرینگے کیونکہ عاریت اونی ہے اور اگر ایسی چیز کی طرف نسبت کیا جس سے بدون اُس شے کے تلف کرنے کے انتفاع ممکن نہین ہے تو ہم اُسکو ہبہ پر محمول کرینگے یہ محیط سرخسی مین ہی- فتاوی اہل خوارزم مین ہے کہ شیخ رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک چوپایہ دو شخصون مین مشترک ہے ایک نے کہا کہ مین نے اپنا حصہ تجھے ارزانی کیا تو شیخ رح نے فرمایا کہ یہ ہبہ نہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی- اور اگر کسی گھر کے حق مین دوسرے سے کہا کہ یہ گھر تیرے واسطے ہبہ اجارہ ایکدرم ماہواری پر ہے یا کہا کہ اجارہ ہبہ ایکدرم ماہواری پر ہی تو یہ اجارہ ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے زید نے عمرو سے کہا کہ یہ شے مجھے ہبہ کر دے عمرو نے کہا کہ فدا ے تو باد یعنی تجھپر فدا ہو وے یا کہا کہ از تو دریغ نیست یعنی تجھسے دریغ نہین ہے تو یہ ہبہ نہوگا یہ سراجیہ مین ہی- ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ این کنیزک خویش مرا بخش یعنی اپنی یہ باندی مجھے بخشدے اُس نے جواب دیا کہ فدا ے تو باد تو اُس سے وہ شوہر کی ملک نہو جائیگی- ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ می باید کہ این

---

[1] قولہ باپ الخ یعنی یہ مال پہلے سے باپ کے قبضہ مین موجود ہے اور جب اس نے پسر نابالغ کو ہبہ کیا تو اسکی طرف سے قبضہ کا خود متولی ہوگا پس پہلا قبضہ ہی ہبہ کیواسطے کافی ہوا اور فوراً ہبہ کرتے ہی ہبہ پورا ہو جائیگا ۱۲ [2] منحہ بخشش اور واضح ہو کہ مجرد منحہ اگرچہ دونون بخشش بلا عوض کے معنی مین آتے ہین ولیکن منحہ کبھی اپنے دوسرے معانی مین بھی آتا ہی اسواسطے ہبہ کی نیت شرط ہوئی فافہم ۱۲ منہ [3] قولہ عاریت کیونکہ ان چیزون سے بدون استہلاک عین کے انتفاع ممکن ہی ۱۲

غلام مرا بخش تا آزاد کنمش یعنی چاہیے کہ یہ غلام مجھے بخشدے تاکہ مین اُسے آزاد کردون اُس نے کہا کہ از تو دریغ نیست تو یہ ہبہ نہو گا یہ جواہر الفتاوی مین ہے۔ حاکم نے منتقی مین ذکر کیا ہے کہ اگر زید کا کوئی غلام عمرو کے پاس ودیعت ہے پس عمرو نے زید سے کہا کہ یہ غلام مجھے ہبہ کردے اُسنے کہا کہ وہ تیرے واسطے ہے پس عمرو نے کہا کہ مین[ل] نہین قبول کرتا ہون تو یہ ہبہ ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک عورت نے انتقال کیا اور دو لڑکے دوسرے شوہر سے چھوڑے یعنی جس سے نکاح مین انتقال کیا ہے اُس شوہر کا لڑکا نہین ہے پس ایک لڑکے نے اپنی مان کی قبر کے پاس یہ کہا کہ مین نے مان کے شوہر کو جو اُسپر میری مانکا مہر تھا ہبہ کیا پھر دوسرے لڑکے سے دریافت کیا گیا کہ تو کیا کہتا ہے اُسنے جواب دیا کہ وی چنان بابک نبود کہ ویرا بیازارم یعنی وہ میرا ایسا پیارا باپ نہین ہے یعنے سوتیلا کہ مین اُسکو آزار دون تو یہ قول مہر کا ہبہ کرنا نہو گا اور نہ بری کردینا ہے اور اگر اُسنے مہر مین سے اپنا حصہ طلب کیا تو آزار رسانی مین شمار نہو گا یہ جواہر الفتاوی مین ہے کسی فقیہ سے کہا کہ یہ لکڑی اپنی کتابون کے کام مین صرف کردے تو یہ ہبہ ہے اور کتابون کے کام مین صرف کرنا بطور مشورہ کے قرار دیا جائیگا یہ قنیہ مین ہے۔ امام محمد رح نے سیر کبیر مین ذکر کیا ہے کہ ایک شخص نے ایک قوم سے کہا کہ مین نے اپنی یہ باندی ہبہ کی جسکا جی چاہے لے لے اُسمین سے ایک شخص نے لے لی تو اُسکی ہو جاویگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔

دوسرا باب۔ جن صورتون مین ہبہ جائز ہے اور جنمین نہین جائز ہے۔ جو چیز واہب کے حوزہ تصرف مین اور اُسکی املاک سے فارغ ہو اور اُسکے حقوق سے فارغ ہو یعنی اُسکی ملکیت اور حق اُس سے متعلق نہ رہے اور جو شے غیر منقسم کہ وہ تقسیم نہین کیجاتی ہے اور نہ بعد تقسیم کرنے کے اُس سے اُس جنس انتفاع کا جو تقسیم سے پہلے حاصل تھا حاصل رہتا ہے جیسے بیت صغیر و حمام صغیر تو اُسکا ہبہ صحیح ہے اور جو شے غیر منقسم کہ تقسیم کیجاتی ہے و بعد تقسیم کے اور قبل تقسیم کے اس سے انتفاع حاصل کیا جاتا ہے تو اُسکا ہبہ صحیح نہین ہے کذا فی الکافی۔ اور یہ شرط ہے کہ شے موہوب قبضہ کیوقت نہ ہبہ[ع] کیوقت تقسیم کر کے علیحدہ کردیگئی ہو اس دلیل سے کہ اگر زید نے آدھا دار غیر منقسم ہبہ کیا اور ہنوز سپرد نہ کیا تھا کہ باقی نصف بھی ہبہ کر کے تمام دار سپرد کردیا تو جائز ہے کذا فی الظہیریہ اور اگر نصف دار کسی کو ہبہ کر کے سپرد کیا پھر نصف باقی ہبہ کر کے سپرد کردیا تو جائز نہین ہے۔ اور دونون فاسد ہین یہ نہایہ مین لکھا ہے۔ اور ہبہ کا حکم بدون مقبوضہ ہونے کے تمام نہین ہوتا ہے اور اسمین اجنبی اور اولاد برابر ہین بشرطیکہ بالغ ہو کذا فی المحیط۔ اور جس قبضہ سے ہبہ کا ثابت ہونا متعلق ہے وہ قبضہ ہے جو مالک کی اجازت سے ہو اور اجازت کبھی صریحاً ثابت ہوتی ہے اور کبھی دلالۃً ثابت ہوتی ہے اور صریحاً کی مثال یہ ہے کہ مثلاً مالک یون کہے کہ اُسپر قبضہ کرلے

[ل] قولہ مین نہین قبول کرتا ہون یہ نسخہ موجودہ مین ہے اور توجیہ اُسکی یہ ہے کہ بمجرد قول ہو الک کے وہ ہبہ اور مستودع کا مملوک ہو جائیگا کیونکہ قبضہ ودیعت نائب قبضہ ہبہ ہوسکتا ہے پس بعد تمام ہونیکے یہ کہنا کہ مین نہین قبول کرتا ہون کچھ موثر نہو گا کذا ظہر للمترجم واللہ اعلم ۱۲ [ع] قولہ نہ ہبہ یعنی اگرچہ ہبہ کیوقت

جبکہ وہ شے مجلس مین موجود ہے اور جب مجلس مین نہو تو یون کہے کہ جا کر اُسپر قبضہ کرلے پھر اگر وہ شے
مجلس مین حاضر ہوا اور واہب نے کہا کہ تو اُسپر قبضہ کرلے اُسنے مجلس مین یا مجلس سے جدا ہونے کے بعد
اُسپر قبضہ کرلیا تو قبضہ صحیح ہے اور قیاساً اور استحساناً اُسکا مالک ہوگیا اور اگر بعد ہبہ کرنیکے قبضہ کرنے سے موہوب لہ
کو منع کردیا تو قبضہ صحیح نہوگا خواہ مجلس ہبہ مین قبضہ کیا ہو یا اُسکے بعد۔ اور اگر مالک نے اُسکو قبضہ کرنیکے لیے
صریح اجازت ندی ہو اور نہ منع کیا پس اگر اُسنے مجلس مین اسپر قبضہ کرلیا تو استحساناً صحیح ہے نہ قیاساً۔ اور
اگر مجلس سے جدا ہونیکے بعد قبضہ کیا تو قیاساً و استحساناً صحیح نہین ہے اور اگر شے موہوب مجلس مین موجود
نہو غائب ہو اور موہوب لہ نے جا کر اسپر قبضہ کرلیا پس اگر باجازت قبضہ کیا ہے تو استحساناً جائز ہے نہ قیاساً
اور اگر بدون اجازت کے قبضہ کیا تو قیاساً استحساناً نہین جائز ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ زید نے عمرو کو بطور
ہبہ فاسد کے ایک گھوڑا ہبہ کیا اور عمرو اور گھوڑے کے درمیان تخلیہ کردیا یعنی قبضہ کے موانع دور کردیے
اُسنے قبضہ کرلیا تو جائز نہین ہے یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ اگر کوئی ایسی شے جو مجلس مین حاضر تھی زید کو ہبہ
کردی پس زید نے کہا کہ مین نے اُسپر قبضہ کرلیا تو امام محمد رح کے نزدیک قابض ہوجائیگا اور امام ابو یوسف رح
کا قول اسکے خلاف ہے کذا فی السراجیہ اور بقالی مین ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ اگر شے موہوب مجلس مین
موجود ہو اور مالک نے کہا کہ اسپر قبضہ کرلے اُسنے کہا کہ مین نے قبضہ کرلیا تو جائز ہے بشرطیکہ اس کہنے سے پہلے
کہ مین نے قبضہ کرلیا چلا نہ گیا ہو اور صرف یہ کہنا کہ مین نے قبول کیا کافی نہین ہی۔ اور اگر مالک نے
یہ نہ کہا کہ تو اُسپر قبضہ کرلے تو قبضہ کی فقط یہی صورت ہے کہ اُس شے کو منتقل کرے پس اگر اُس نے یہ کہا کہ
مین نے قبول کیا تو جائز نہین ہے اگرچہ شے کو منتقل کیا ہو ولیکن اگر یہ ہبہ اُسکی درخواست اور سوال سے
ہوا ہو تو جائز ہوسکتا ہے یہ محیط مین ہی۔ اگر زید نے کہا کہ مجھے یہ غلام ہبہ کردے عمرو نے کہا کہ مین نے ہبہ
کردیا تو ہبہ تمام ہوگیا یہ ینابیع مین ہی۔ زید نے عمرو سے کہا کہ خالد کو ہزار درم اس شرط سے ہبہ کردے
کہ مین اُسکا ضامن ہون اور عمرو نے ایسا ہی کیا اور خالد نے قبول کرلیا تو ہبہ جائز ہے اور زید ضامن نہین
ہوگا اور حقیقت مین ہبہ کرنیوالا وہی زید ہے نہ عمرو حتی کہ اگر ہبہ سے رجوع کرے تو رجوع کا استحقاق زید کو
ہوگا نہ عمرو کو یہ جواہر اخلاطی مین ہے اگر زید نے عمرو سے دل لگی مین کہا کہ یہ شے مجھے ہبہ کردے عمرو نے
کہا کہ مین نے ہبہ کردی اور زید نے کہا کہ مین نے قبول کی اور عمرو نے سپرد کردی تو یہ جائز ہوگیا یہ ظہیریہ
مین ہی۔ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ مین نے یہ غلام تجھے ہبہ کیا حالانکہ غلام حاضر ہے اور عمرو نے اُسپر قبضہ کرلیا
تو ہبہ جائز ہے اگرچہ عمرو نے یہ نہ کہا ہو کہ مین نے قبول کیا یہ ملتقط مین ہی۔ اور اگر غلام سامنے موجود نہو
غائب ہو اور زید نے عمرو سے کہا کہ مین نے اپنا فلان غلام تجھے ہبہ کیا تو جا کر اُسپر قبضہ کرلے اُسنے جا کر قبضہ
کرلیا تو جائز ہے اگرچہ یہ نہ کہا ہو کہ مین نے قبول کیا اور اسی کو ہم لیتے ہین یہ حاوی مین لکھا ہی۔ زید
نے عمرو سے کہا کہ یہ غلام تیرا ہے اگر تو چاہے پھر اسکو دیدیا پس عمرو نے کہا کہ مین نے منظور کیا تو امام ابو یوسف رح

روایت ہے کہ یہ جائز ہے یہ ذخیرہ کردری مین ہے۔ اگر زید نے اپنا غلام عمرو کو ہبہ کیا حالانکہ غلام دونون کے سامنے موجود ہے اور زید نے یہ نہ کہا کہ تو اُسپر قبضہ کرلے پھر عمرو غلام کو چھوڑ کر چلا گیا تو پھر عمرو کو یہ اختیار نہین ہے کہ زید کی بلا اجازت اُس غلام پر قبضہ کرلے یہ محیط مین ہے۔ اگر زید نے عمرو کو کوئی غلام ہبہ کیا اور ہنوز عمرو نے اُسپر قبضہ نہ کیا تھا کہ زید نے خالد کو وہی غلام ہبہ کیا پھر دونون کو اُسپر قبضہ کرنے کا حکم کیا اور دونون نے اُسپر قبضہ کیا تو خالد کو ملیگا۔ اسیطرح اگر عمرو کو اُسپر قبضہ کا حکم کیا اور اُس نے قبضہ کر لیا تو باطل ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ بیوع فتاوی مین ہے کہ اگر کوئی غلام خریدا اور ہنوز اُسپر قبضہ نہ کیا تھا کہ کسی شخص کو ہبہ کر دیا یا اُسکے پاس رہن کیا اور اُسکو قبضہ کرنے کا حکم دیا اور اُس نے قبضہ کیا تو جائز ہے یہ خلاصہ مین ہے۔ غلام ماذون اگر کچھ ہبہ کردے تو جائز نہین ہے اور اگر اُسکے مالک نے اجازت دیدی اور اُسپر قرضہ نہین ہے تو جائز ہے اور اگر اُسپر قرضہ ہو تو جائز نہین ہے۔ اگرچہ مالک اور قرضخواہون نے اجازت دیدی ہو یہ مبسوط مین ہے۔ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ مین نے تجھے اس اناج کی ڈھیری مین سے کوئی ایک قفیز ہبہ کی اور عمرو نے زید کے سامنے اسمین سے ایک قفیز ناپ لی تو جائز نہین ہے اور اگر یون کہا کہ مین نے تجھے اس ڈھیری مین سے ایک قفیز ہبہ کی تو اسکو ناپ لے اور عمرو نے ناپ لی تو جائز ہے یہ سراجیہ مین ہے۔ اور اگر کسی شخص کو کپڑے جو ایک مقفل صندوق مین ہین ہبہ کیے اور صندوق دیدیا تو یہ قبضہ نہوگا اور اگر صندوق کھلا ہوا ہو تو قبضہ ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر شے موہوب اس شخص کے پاس جسکو ہبہ کی گئی ہے بطور ودیعت یا عاریت یا امانت کے ہو تو موہوب لہ اسکا ہبہ[1] اور قبول سے مالک ہو جائیگا اگرچہ از سرنو اسپر قبضہ نکرے یہ کافی مین ہے۔ اور اگر کرایہ کی چیز مستاجر کو ہبہ کردی یا غصب کی ہوئی چیز غاصب کو ہبہ کی تو جائز ہے اور وہ ضمان سے بری ہو جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے لہٰذا اگر موہوب شے موہوب لہ کے پاس اسطرح ہو کہ اُسکی ضمان بقیمت یا بمثل لازم ہو جیسے کوئی شے خریدنے کی غرض سے اپنے قبضہ مین کرلی ہو اور مالک نے وہ شے اسی کو ہبہ کردی تو صحیح ہے اور فقط ہبہ سے اسمین ملکیت ثابت ہو جائیگی یہ کافی مین ہے۔ اور اگر شے موہوب اُس کے پاس رہن ہو تو جامع مین مذکور ہے کہ فقط ہبہ کرنے کیساتھ ہی موہوب لہ اسکا قابض ہو جائیگا اور وہی رہن کا قبضہ اس قبضہ ہبہ کا قائم مقام ہو جائیگا اور جب ہبہ بوجہ قبضہ کے صحیح ہوگیا تو رہن باطل ہو گیا تو مرتہن اپنا قرضہ راہن سے لے لیگا یہ بدائع مین ہے۔ اور جدید قبضہ کرنیکے معنی یہ ہین کہ جہان وہ شے ہے وہان جاکر اتنا توقف کرے کہ جتنی دیر مین اُسپر قبضہ کرسکتا ہے کذا فی المستصفی شرح النافع اور اصل یہ ہے کہ جب دونون قبضے ایک جنس کے ہون تو ایک دوسرے کا نائب ہو جائیگا اور جس قبضہ مین ضمان لازم ہے وہ بدون ضمان کے قبضہ کا نائب ہوتا ہے اور جو بدون ضمان کا قبضہ ہو وہ ضمان کے قبضہ کا نائب نہین

---

[1] قولہ ہبہ یعنے ہبہ و قبول پائے جاتے ہی تمام ہو جائیگا کیونکہ جو قبضہ موجود ہے وہی ہبہ کے واسطے کافی ہے ۱۲-

ہوتا ہے یہ جوہرۃ النیرہ مین ہی۔ ایک شخص نے اپنے بھائی کو ایک غلام یا کپڑا یا متاع یا دار یا جو پایہ ودیعت دیا
پھر کہا کہ مین نے اپنی ودیعت تجھے ہبہ کی حالانکہ وہ مستودع کے پاس موجود ہے تو یہ صحیح ہو گیا بشرطیکہ
مستودع نے قبول کیا ہو اور اگر کوئی غلام اپنے بھائی کو ہبہ کیا اور اُسنے واہب کے صریح حکم سے خواہ مجلس
مین یا اُسکے بعد اُسپر قبضہ کر لیا تو صحیح ہے پس قبول کی شرط پہلی صورت مین ہے دوسری صورت مین نہین
ہے یہ قنیہ مین ہی۔ ایسی غیر منقسم چیز کا جو لائق تقسیم نہین ہے ہبہ کرنا خواہ اجنبی کو ہبہ کرے یا شریک کو جائز
ہے کذا فی الفصول العمادیہ اور جو شے غیر منقسم کہ لائق تقسیم ہے اُسکا ہبہ کرنا خواہ شریک کو ہبہ کر دے یا اجنبی
کو جائز نہین ہے اور اگر موہوب لہ نے اسپر قبضہ کر لیا تو شیخ حسام الدین رہ نے واقعات مین فرمایا ہے کہ
مختار یہ ہے کہ اس سے ملکیت ثابت نہین ہوتی ہے اور دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ ملک فاسد ثابت
ہوتی ہے اور اسی پر فتوے دیا گیا ہے کذا فی السراجیہ اور جو لائق تقسیم نہین ہے ایسی غیر منقسم چیز کے ہبہ
کے صحیح ہونے کے واسطے یہ شرط ہے کہ بقدر معلوم ہو حتی کہ اگر کسی غلام مین سے اپنا حصہ ہبہ کر دیا حالانکہ
حصہ کی مقدار معلوم نہین ہے تو جائز نہین ہے کیونکہ ایسی جہالت سے جھگڑا پیدا ہوتا ہے یہ بحر الرائق مین
ہی۔ اور اگر موہوب لہ کو واہب کا حصہ معلوم ہو تو امام اعظم رہ کے نزدیک جائز ہونا چاہیے اور صاحبین رح کے
نزدیک نہین جائز ہے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور لائق تقسیم چیز مین غیر منقسم دو یا زیادہ آدمیون کو ہبہ کرنا صاحبین رح
کے نزدیک صحیح ہے اور امام کے نزدیک فاسد ہے باطل نہین ہے حتی[1] کہ قبضہ ہو جانے سے ملکیت ثابت
ہو جاتی ہے یہ جواہر اخلاطی مین ہے۔ صدر الشہید نے ذکر کیا ہے کہ اگر لائق تقسیم چیز دو آدمیون کو ہبہ کی
حتی کہ یہ امام اعظم رہ کے نزدیک فاسد ٹھہرا پھر اُسپر قبضہ کر لیا تو ملک فاسد ثابت ہوگی اور اسی پر فتویٰ ہے
یہ فتاوی عتابیہ مین ہی۔ اور موہوب لہ کو سوائے قبضہ کے اور کسی طرح سے ملکیت نہین ثابت ہوتی ہے یہی
مختار ہے یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ اگر طرفین سے شیوع یعنی غیر انقسام ہو حالانکہ وہ شے ایسی ہے کہ لائق تقسیم
ہے تو بالاجماع جواز ہبہ کا مانع ہے اور اگر موہوب لہ کی طرف سے شیوع ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک جواز ہبہ کا
مانع ہے بخلاف قول صاحبین رہ کے کذا فی الذخیرہ اگر دو شخصون کو ہبہ کیا پس اگر دونون فقیر ہون تو مثل
صدقہ کے بالاجماع جائز ہے اور اگر دونون غنی ہون اور ہر ایک کو نصف ہبہ کیا یا مبہم کہہ دیا کہ مین نے تم
دونون کو ہبہ کیا یا ایک کی دوسرے پر تفصیل کی کہ اسکے واسطے دو تہائی اور اُسکے واسطے ایک تہائی ہی
تو امام اعظم کے نزدیک تینون صورتون مین صحیح نہین ہے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ تینون صورتون مین
جائز ہے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ تفصیل کی صورت مین جائز نہین ہے اور باقی دو صورتون مین
جائز ہے اور مختصر کرخی مین امام ابو یوسف رح سے بروایت ابن سماعہ مذکور ہے کہ اگر دو شخصون سے کہا کہ مین نے
تم دونون کو یہ دار ہبہ کیا آدھا اُسکو اور آدھا اُسکو تو جائز ہے کیونکہ اُسنے مبہم ہبہ کیا اور اس ہبہ واقع ہونیکے

[1] قولہ حتی یعنی فاسد و باطل مین یہی فرق ہے کہ فاسد مین ملکیت قبضہ سے ہوتی ہے نہ باطل مین اور شیوع یہی ہی کہ بٹوارہ نہو ۱۲

بعد جس طرح مبہم ہبہ کا حکم مقتضی تھا اسی طور سے اس نے تفسیر کی اور اگر اسنے یون کہا کہ تیرے واسطے مین نے نصف ہبہ کیا اور اس دوسرے کو نصف دیا تو جائز نہین ہے کیونکہ اسنے ہر نصف کو دوسرے سے علیحدہ عقد کے ساتھ جدا کر کے ہبہ کیا پس عقد ہبہ مشاع ہوا - اور اگر یون کہا کہ مین نے تم دونون کو یہ دار ہبہ کیا دو تہائی تجھکو اور ایک تہائی دوسریکو تو امام ابو یوسف رح اور امام اعظم رح کے نزدیک نہین جائز ہے اور امام محمد رح کے نزدیک جائز ہے اور امام اعظم رح اور ابو یوسف رح نے اس ہبہ کے فاسد ہونے پر بنا بر دو مختلف اصول کے اتفاق کیا ہے یعنی امام اعظم رح نے اسکو اس وجہ سے فاسد کہا ہے کہ قبضہ مین اشاعت[1] پائی گئی اور امام ابو یوسف رح نے اسوجہ سے فاسد کہا کہ جب واہب نے دونون کا حصہ مختلف بیان کیا تو یہ اختلاف اس امر پر دال ہوا کہ ہر ایک کا عقد ہبہ دوسرے سے جدا ہے پس ایسا ہو گیا کہ گویا اسنے غیر منقسم مین ہر ایک کا عقد ہبہ علیحدہ مقرر کیا اور بسبب اسکے کہ مثل رہن کے ہبہ مین قبضہ شرط ہے یہ سراج الوہاج مین ہی - اگر دو شخصون نے ایک شخص کو ایک دار ہبہ کیا تو بالاجماع صحیح ہے یہ مضمرات مین ہی - اور واضح ہو کہ یہ عقد ہبہ کا فاسد کرنے والا وہ شیوع ہے جو عقد ہبہ سے مقارن[2] ہو اور وہ شیوع جو طاری ہو جاوے وہ مفسد نہین ہے مثلاً ہبہ کیا پھر بعض غیر منقسم مین ہبہ سے رجوع کیا اور بعض مین استحقاق ثابت ہوا تو مفسد نہوگا بخلاف رہن کے کہ اسمین شیوع جو طاری ہو جاوے وہ بھی مفسد ہوتا ہے یہ شرح وقایہ مین ہی - اگر لائق تقسیم چیز مین ہبہ مشاع کیا پھر اسکو مالک کر کے سپرد کر دیا تو ہبہ صحیح ہو گیا یہ سراج الوہاج مین ہی - اور اگر نصف کا ہبہ کیا اور پوری چیز سپرد کر دی تو جائز نہوگا اور اگر تمام کا ہبہ کیا اور متفرق سب پر قبضہ دیا تو جائز ہے یہ تاتارخانیہ مین ہی - اگر زید کو نصف دار ہبہ کر کے سپرد کر دیا پھر باقی آدھا عمرو کو ہبہ کیا تو انمین سے کچھ جائز نہوگا اور اگر پہلے کو آدھا سپرد کر کے ہنوز قبضہ نہ دیا یہانتک کہ عمرو کو باقی آدھا ہبہ کر کے تمام دار دونونکو سپرد کر دیا تو امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک جائز ہے اور یہ بمنزلہ اسکے ہوا کہ دونون کو وہ دار یکبارگی ہبہ کیا حالانکہ یہ جائز ہے یہ مبسوط مین ہے اور اگر ایک درم ثابت دو شخصون کو ہبہ کیا تو اسمین اختلاف مشائخ ہے اور صحیح یہ ہے کہ جائز ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ ثابت دینار بمنزلہ درم ثابت کے ہو جاتا ہے یہ فتاوے قاضیخان مین ہی - اور اگر بعض الدرہم یعنی ایک درم مین سے بعض کسی شخص کو ہبہ کیا تو جائز ہے کذا فی الصغری ایک شخص کے پاس دو درم ہین اسنے ایک شخص سے کہا کہ مین نے ان دونون مین سے ایک تجھے ہبہ کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر دونون درم وزن و جودت مین یکسان ہون تو جائز نہین ہے اور اگر دونون مین فرق ہو تو جائز ہے کیونکہ پہلی صورت مین یہ قول دونون مین سے ایک کو شامل ہوا اور دوسری صورت مین ایک درم کے وزن کو شامل ہوا اور یہ ایسے غیر منقسم کا ہبہ ہے جو لائق تقسیم نہین ہی - ایک شخص نے ایک

---

[1] اشاعت یعنی ابھی شیوع ظاہر ہوا ۱۲ [2] قولہ مقارن یعنی جسوقت ہبہ کیا اگر وہی غیر منقسم ہو تو فاسد ہی اور اگر اسوقت پوری چیز ہبہ کی پھر خواہ آدھی چیز مین ہبہ سے رجوع کیا یا کوئی مستحق نکلا تو اب شیوع طاری ہوا اور یہ مفسد نہین ہی اور واضح ہو کہ اگر عقد شائع ہوا اور قاضی نے جواز کا حکم

شخص کو دو درم دیے اور کہا کہ ان دونون مین سے نصف تیرا ہے حالانکہ وہ دونون وزن اور جودت مین یکسان ہین تو امام اعظمؒ سے روایت ہے کہ یہ جائز نہین ہے اور اگر دونون مین سے ایک بھاری یا زیا دہ کھرا یا کھوٹا ہو تو جائز ہے اور یہ ہبہ ایسی شے غیر منقسم کا ہوگا جو لائق تقسیم نہین ہی - اور اگر کہا کہ دونون مین سے ایک تہائی مین نے تجھے ہبہ کی حالانکہ دونون وزن وجودت مین یکسان ہین اور دونون اسکو دیدئے تو جائز ہی - اور اگر کہا کہ دونون مین سے ایک تیرے واسطے ہبہ ہے تو جائز نہین ہے خواہ دونون یکسان ہون یا مختلف ہون یہ فتاوی قاضیخان مین ہی - فتاوی اہل خوارزم مین ہے کہ ذکر کیا گیا ہے کہ قاضی بدیع الدین سے کسی نے دریافت کیا کہ اگر کسی نے اپنی ذی رحم محرم سے کہا کہ بگیر این پنج دینار ترا دبسوے وے انداخت یعنی لے یہ پانچ دینار تجھے دیے اور اُسکی طرف پھینکدیے پس قبل اسکے کہ وہ اُسپر قبضہ کرے پھیر لے لیے تو قاضی رحہ نے فرمایا کہ ہبہ صحیح نہین ہوا یہ تاتارخانیہ مین ہی - ایک شخص نے دوسرے کو نو درم دیے اور کہا کہ تین درم انمین سے تیرے قرضہ کی ادا مین ہین اور تین درم تجھکو ہبہ ہین اور تین صدقہ کے ہین پس سب ضائع ہوگئے تو تین درم ہبہ کا ضامن ہوگا کیونکہ یہ ہبہ فاسد تھا اور صدقہ کے تین درمونکا ضامن نہوگا کیونکہ صدقہ غیر منقسم جائز ہے الا ایک روایت مین آیا ہے کہ نہین جائز ہے یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر زید نے عمرو کو آدھا یا تہائی غلام ہبہ کرکے سپرد کردیا تو جائز ہے یہ محیط مین ہی - اور اگر ایک شخص نے دو شخصون کو دو غلامون کا آدھا یا مختلف کپڑونکا آدھا یا دس مختلف کپڑونکا نصف جیسے زطی و مروی و ہروی وغیرہ ہبہ کردیا تو جائز ہے ایسے ہی مختلف چار پایون کا بھی یہی حکم ہے اور اگر ایک ہی قسم مین ایسا واقع ہو تو جائز نہین ہے مگر جب تقسیم کرکے علٰحدہ کردے تو جائز ہے یہ محیط مین ہی - اگر کسی دیوار یا خاص راستہ یا حمام مین سے اپنا حصہ ہبہ کیا اور بیان کردیا اور موہوب لہ کو اُسپر قبضہ کرادیا تو جائز ہے چنانچہ اگر کوئی اپنا بیت مع تمام حدود و حقوق کے تقسیم کرکے اپنے تعلقات سے فارغ کرکے دوسرے کو ہبہ کیا اور موہوب لہ نے مالک کی اجازت سے اسپر قبضہ کرلیا ولیکن بیت کی آمد و رفت کی گذرگاہ اُسکے اور دوسرے شخص کے درمیان مشترک رہی تو ایسا ہبہ جائز ہے یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی - ایک شخص نے دو کپڑے ایک شخص کو دیے اور کہا کہ ان دونون مین جو تو چاہے وہ تیرے واسطے اور دوسرا فلان شخص کیواسطے ہے پس اگر دونون کے جدا ہونے سے پہلے اُسنے بیان کردیا کہ کونسا اسکے واسطے ہے تو جائز ہے ورنہ جائز نہین ہے یہ سراجیہ مین ہی - ایک غلام ماذون پر بہت قرضہ ہے اسکو اُسکے مالک نے کسی شخص کو ہبہ کردیا تو یہ جائز نہین ہے اور یہ قرضہ اُسکی گردن پر رہیگا کہ اُسی قرضہ مین وہ فروخت کیا جائیگا ولیکن اگر اُسکا وہ مالک جسکے قبضہ مین یہ غلام ہے اُسکی طرف سے قرضہ ادا کرے تو ہوسکتا ہے اور اس قول کے کہ ہبہ جائز نہین ہے یہ معنے ہین کہ ہبہ تمام نہین ہوتا ہے اور قرضخواہون کو اختیار ہے کہ اسکا ہبہ باطل کرین پھر فرمایا کہ اگر موہوب لہ اُس غلام ماذون کو لیگیا اور اب اُسپر قابو نہین پہونچتا ہے تو قرضخواہون کو اختیار ہے کہ واہب سے اُس غلام

قیمت کا مواخذہ کرین جو ہبہ کرنے کے روز غلام ماذون کی قیمت تھی یہ مبسوط مین ہی۔ جو ہبہ فاسد ہو وہ قبضہ کرنے سے مضمون ہوتا ہے یعنی اُسکی ضمان واجب ہوتی ہے اور کتاب المضاربۃ مین صریح لکھا ہے کہ اگر زید نے عمرو کو ہزار درم دیے اور کہا کہ اُنکے آدھے مضاربت مین ہین اور نصف تجھکو ہبہ ہین پھر وہ سب تلف ہو گئے تو انمین سے مضارب بقدر حصہ ہبہ کے ضامن ہوگا۔ یہ فتاوی عتابیہ مین ہی۔ زید نے عمرو کو نصف دار اپنا ہبہ مین عطا کیا اور نصف باقی اسکو صدقہ مین عطا کیا اور عمرو نے قبول کرکے اُسپر قبضہ کر لیا تو یہ جائز ہی۔ اور واہب کو اختیار ہے کہ جس نصف کا اُسنے ہبہ مین نام لیا ہے اسمین رجوع کرے یعنے واپس کر لے یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر زید نے نصف دار عمرو کو ہبہ کیا یا صدقہ مین دیا اور سپرد کر دیا پھر واہب نے یعنی زید نے جو ہبہ یا صدقہ مین دیا ہے فروخت کر دیا تو وقف الاصل مین مذکور ہے کہ اُسکی بیع جائز ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ کتاب الاصل مین صریح مذکور ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنا نصف دار کسی کو ہبہ کرکے سپرد کر دیا اور موہوب لہ نے اُسکو فروخت کر دیا تو جائز نہین ہے اور فتاوی مین صریح لکھا ہے کہ یہی مختار ہے یہ وجیز کردری مین ہی۔ ایک غلام دو شخصون مین مشترک ہے اُسکو ایک شریک نے کوئی چیز ہبہ کی پس اگر وہ چیز لائق تقسیم ہے تو ہبہ اصلا صحیح نہین ہے اور اگر تقسیم ہونے کا احتمال نہین رکھتی ہے تو اُسکے شریک کے حصہ مین صحیح ہے کیونکہ یہ ہبہ مشاع ہے کہ محتمل قسمت نہین ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اور فتاوی عتابیہ مین ہے کہ اگر کسی حربی مسلمان کو ہبہ کیا اور وہ دار الحرب کو لوٹ گیا پھر آیا تو استحسانًا قبضہ جائز ہے اور اگر موہوب لہ پر دو مختلف مال آتے ہون اور اُسنے دونون مین سے ایک ہبہ کیا تو صحیح ہے اور اُسکا بیان کرنا اُسی پر رہا یہ تاتارخانیہ مین ہے اور اگر ایسا گھر ہبہ کیا جسمین واہب کا اسباب ہے اور گھر اُسکے سپرد کر دیا یا مع اسباب کے گھر سپرد کیا تو صحیح نہین ہے اور حیلہ اس باب مین یہ ہے کہ پہلے وہ اسباب موہوب لہ کو ودیعت دیکر اُسپر قبضہ کرا دے پھر وہ گھر اُسکے سپرد کرے۔ اور اگر فقط اسباب بدون گھر کے ہبہ کیا اور اسباب پر قبضہ دیدیا تو صحیح ہے اور اگر گھر و اسباب دونون ہبہ کرکے دونون پر قبضہ دیدیا تو ہبہ دونون مین صحیح ہے کذا فی جوہرۃ النیرہ اور اگر سپرد کرنے مین تفریق کر دی مثلاً دونون مین ایک کو ہبہ کرکے سپرد کیا پھر دوسرے کو ہبہ کرکے سپرد کیا پس اگر گھر کا ہبہ مقدم رکھا تو گھر کا ہبہ صحیح نہوگا اور اسباب کا ہبہ صحیح ہوگا اور اگر اسباب کا ہبہ مقدم رکھا تو دونون کا ہبہ صحیح ہوگا۔ اور اگر زمین بدون کھیتی کے یا کھیتی بدون زمین کے یا درخت بدون پھل کے یا پھل بدون درخت کے ہبہ کیے اور قبضہ دیدیا تو دونون صورتون مین ہبہ صحیح نہین ہے کیونکہ دونون مین سے ہر ایک[۱] دوسرے سے مثل ایک جزو کے دوسرے جزو سے متصل ہونیکے اتصال رکھتا ہے پس یہ ہبہ مثل ایسے ہبہ مشاع کے قرار پایا جو محتمل قسمت ہی۔ اور اگر دونون مین سے ہر ایک کو علیحدہ ہبہ کیا مثلاً زمین کو ہبہ کیا پھر کھیتی کو ہبہ کیا یا کھیتی کو پھر زمین کو ہبہ کیا پس اگر سپرد کرنے مین

[۱] قولہ دوسرے سے یعنی جیسے ایک چیز کے اجزا آپس مین متصل ہوتے ہین اسیطرح یہ دونون بھی متصل ہین جبتک مثلاً درخت سے پھل جدا نہ کیے جاوین

دونونکو یکبارگی سپرد کیا تو دونونکا ہبہ جائز ہے اور اگر سپرد کرنے مین تفریق کی تو دونون کا ہبہ جائز نہین ہے
خواہ دونون سے کسی کو مقدم رکھا ہو یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور اگر گھر کو ہبہ کیا اور سپرد نہ کیا یہانتک
کہ اسباب کو ہبہ کرکے دونون کو سپرد کیا تو ہبہ جائز ہے اور اگر تھیلی یا گون ہبہ کردی اور سپرد نہ کیا یہانتک
کہ اناج جو اسمین بھرا ہوا ہے وہ بھی ہبہ کیا اور دونونکو یکبارگی سپرد کیا تو سب کا ہبہ جائز ہے یہ محیط مین ہے۔
اور اگر یہ ایسے وقت مین کیا کہ جسوقت گھر واہب کے تعلق سے فارغ تھا اور سپرد ایسی حالت مین کیا کہ جب
اُسکے تعلق مین مشغول ہوا تو صحیح نہین ہے اور اسکا یہ کہنا کہ اس گھر پر قبضہ کرے یا مین نے تجھے سپرد کیا یہ صحیح
نہین ہوگا جس حالت مین کہ واہب اُسمین رہتا ہو یا اُسکے اہل وعیال ہون یا اسکا اسباب رکھا ہو یہ
تاتارخانیہ مین ہے۔ شاغل کا ہبہ جائز ہے اور مشغول کا ہبہ جائز نہین ہے قلت مثلاً کسی گون مین اناج ہے
تو گون کا ہبہ ناجائز ہے اور اناج کا ہبہ جائز ہے فافہم۔ اور اصل اس جنس کے مسائل مین یہ ہے کہ اگر
موہوب کا اشتغال ملک واہب کیساتھ ہو تو ہبہ کا اتمام نہین ہوتا ہے کیونکہ قبضہ شرط ہے یعنی قبضہ مین
بالکل تخلیہ چاہیے اور اگر ملک واہب کا استعمال موہوب کیساتھ ہو تو وہ ہبہ تمام ہونے کا مانع نہین ہے
مثال اسکی یہ ہے کہ اگر ایسی گون ہبہ کی جسمین اناج ہے تو جائز نہین ہے اور اگر اناج جو کسی گون مین ہے
ہبہ کیا تو جائز ہے اور اسی قیاس پر اُسکی نظیرون کا حکم ہے یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ اگر کسی شخص کو ایک
باندی جسکے تن پر زیور اور کپڑے تھے ہبہ کرکے سپرد کردے تو ہبہ جائز ہوگا اور ایسے ہی اگر صدقہ دیا
تو بھی جائز ہوگا اور اُسکا زیور اور کپڑے واہب کے ہونگے نہ موہوب لہ کے یا متصدق علیہ کے کیونکہ عرف
و عادت یون ہی جاری ہے وقال رحمہ اللہ لیس اگر باندی کے تن پر کپڑا اسیقدر رہو جس سے اُسکا
ستر چھپتا ہے تو موہوب لہ کا ہونا چاہیئے۔ اور اگر فقط زیور و کپڑا جو باندی کے تن پر ہے ہبہ کیا باندی کو
ہبہ نہ کیا تو جائز نہوگا تاوقتیکہ اُتار کر موہوب لہ کو سپرد نہ کردے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔
اگر ایسا چوپایہ جسپر جھول یا لگام تھی بدون جھول و لگام کے ہبہ کرکے سپرد کیا تو ہبہ پورا ہوگیا اور اگر
جھول یا لگام بدون چوپایہ کے ہبہ کی تو ہبہ پورا نہوا یہ محیط مین ہے۔ اگر ایسا چوپایہ ہبہ کیا جسپر بوجھ لدا ہے
تو جائز نہین ہے اور اگر بوجھ جو چوپایہ پر ہے ہبہ کیا اور بوجھ مع چوپایہ کے سپرد کیا تو جائز ہے۔
اور اگر پانی جو گلاس مین ہے ہبہ کیا تو جائز ہے اور اگر گلاس بدون پانی کے ہبہ کیا تو نہین جائز ہے یہ محیط سرخسی
مین ہے۔ اگر جورو نے اپنا گھر جسمین اپنے شوہر کیساتھ رہتی ہے اپنے شوہر کو ہبہ کیا اور رہی تو جائز ہے یہ
وجیز کردری مین ہے۔ اور منتقی مین امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ شوہر کو نہین جائز ہے اپنی عورت
کو اور عورت کو نہین جائز ہے کہ اپنے شوہر کو یا کسی اجنبی کو وہ گھر ہبہ کرے جسمین وہ دونون رہتے ہین
اور یہی حکم بالغ لڑکے کا ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر کسی زمین کی کھیتی یا درخت کے پھل یا تلوار کا حلیہ
یا دار کی عمارت یا ڈھیری کے گیہون ایک کر ہبہ کیے اور موہوب لہ کو کھیتی کاٹ لینے یا پھل توڑ لینے

یا حلیہ جدا کر لینے یا عمارت توڑ کر لے لینے یا گیہون پیمانہ کر لینے کا حکم کیا اُسنے ایسا ہی کیا تو استحساناً جائز ہے اور یون قرار دیا جائیگا کہ گویا اُس نے بعد کھیتی وغیرہ کاٹ لینے کے ہبہ کی ہے اور اگر اُس نے قبضہ کی اجازت نہ دی اور موہوب لہ نے ایسا کیا تو ضامن ہوگا یہ کافی مین ہے۔ اور اگر زید کے پاس کوئی دار اجارہ پر ہو اور مالک نے اُسکی عمارت زید کو ہبہ کی تو جائز ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور اگر کوئی گھر مع اسکے اسباب کے ہبہ کیا اور سپرد کر دیا پھر اسباب پر کسی شخص نے استحقاق ثابت کیا تو گھر کا ہبہ صحیح رہا یہ کافی مین ہے اگر شے موہوب کا سوا اسے واہب کے کسی دوسرے کی ملک کے ساتھ اشتغال ہو تو آیا یہ امر ہبہ پورا ہونے کا مانع ہے یا نہین ہے پس صاحب محیط نے ہبہ زیادات کے باب اول مین ذکر کیا ہے کہ یہ امر مانع نہین ہوتا ہے چنانچہ فرمایا کہ اگر زید نے اپنا دار عمرو کو مستعار دیا پھر عمرو نے خالد کا اسباب غصب کر کے اُس دار مین رکھا پھر زید نے عمرو کو وہ دار ہبہ کیا تو ہبہ دار جائز ہے اسیطرح اگر خود معیر یعنی زید نے کوئی مال خالد کا غصب کر کے دار مین رکھا ہو پھر وہ دار مستعیر کو ہبہ کیا تو بھی جائز ہے اور ہبہ پورا ہوگا اگرچہ یہ امر ظاہر ہو کہ وہ دار ایسی شے کے ساتھ مشغول تھا جو موہوب نہین ہے کیونکہ وہ دار ملک واہب کے ساتھ جو ہبہ پورا ہونے کی مانع ہوتی ہے مشغول نہین ہے یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ اگر زید نے عمرو کو گھر مع اسباب کے ودیعت دیا پھر گھر اُسکو ہبہ کر دیا تو ہبہ صحیح ہے پھر اگر وہ اسباب تلف ہوگیا حالانکہ مستودع نے اسکو اپنی جگہ سے منتقل نہین کیا ہے پھر ایک شخص نے آ کر اسباب پر اپنا استحقاق ثابت کیا تو اسکو موہوب لہ سے ضمان لینے کا اختیار حاصل ہوگا اور ابن رستم رح نے ذکر کیا ہے کہ یہ قول امام محمد رح کا ہے اور امام ابو یوسف رح کا یہ قول ہے کہ اگر اُسمین سے ایک تکیہ پر بھی استحقاق ثابت ہو تو گھر کا ہبہ باطل ہو جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر کوئی جوال[ف] مع اُس متاع کے جو اُسکے اندر تھی یا کوئی گون مع اسکے گیہون کے ہبہ کر کے موہوب لہ کے سپرد کر دی پھر متاع یا گیہون استحقاق ثابت کر کے لے لیے گئے تو جوال اور گیہون کا ہبہ صحیح رہیگا یہ محیط مین ہے۔ اسیطرح اگر جوال مع اُس متاع کے جو اسکے اندر ہے ہبہ کر دی اور کل پر قبضہ دیدیا پھر وہ جوال استحقاق مین لے لی گئی تو اُسکی متاع کا ہبہ صحیح رہیگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے زید نے اپنا گھر ہبہ کیا اور اسمین اسباب تھا اور سب سپرد کر دیا پھر اسباب مین استحقاق ثابت ہوا تو گھر کا ہبہ باطل نہوگا اور اگر اسباب تلف ہوگیا پھر اسمین استحقاق ثابت ہوا حالانکہ خواہ موہوب لہ نے اُسکو اپنی جگہ سے منتقل کیا ہو یا نہ کیا ہو تو مستحق کو اختیار ہے چاہے موہوب لہ سے ضمان لے یا واہب سے اور بعض نے فرمایا کہ یہ امام محمد رح کا قول ہے اور شیخین رح کے نزدیک جبتک اُسکو منتقل نکرے تب تک ضامن نہوگا اور بعض نے فرمایا کہ یہ سب کا قول ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر ایک گھر کسی شخص کو ہبہ کیا اُسنے قبضہ کر لیا پھر کچھ گھر استحقاق مین لیا گیا تو ہبہ باطل ہوگیا یہ ینابیع مین ہے اور اگر کوئی زمین مع اسکی کھیتی کے ہبہ کر کے دونون سپرد کی یا کوئی نخل مع اُسکے ثمر کے ہبہ کر کے دونون سپرد کر دیے پھر کھیتی اور ثمر بدون زمین

ف جوال یعنے گون دبورہ وغیرہ ۱۲

ونخیل کے استحقاق ثابت ہوا تو زمین اور نخیل کا ہبہ باطل ہے یہ محیط میں ہی۔ اگر کوئی زمین اور اسکی کھیتی ہبہ
کی اور کاٹ کر پھر سپرد کی پھر دونوں میں سے ایک میں استحقاق ثابت ہوا تو دوسرے کا ہبہ باطل ہو جائے گا
یہ محیط سرخسی میں ہی۔ اگر کوئی کشتی جسمین اناج ہے مع اناج کے ہبہ کی پھر اناج استحقاق میں لیا گیا تو امام ابو یوسفؒ
کے قول میں ہبہ باطل ہو گیا اور ابن رستم رحمہ نے کہا کہ یہ قول امام اعظمؒ کا ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ کشتی کا
ہبہ باطل نہوگا یہ فتاوے قاضیخان میں ہی۔ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ میں نے تجھے یہ دونوں بیت ہبہ کیے حالانکہ
دونوں میں سے ایک بیت مشغول ہے یعنی ملک واہب سے اسکا تعلق ہے تو دونوں میں سے کسی کا ہبہ جائز نہیں
اور اگر کہا کہ میں نے تجھے یہ بیت اور اپنا حصہ اُس دوسرے بیت میں سے ہبہ کیا تو جائز ہی یہ خزانۃ المفتین میں ہی
فتاوی عتابیہ میں ہے کہ اگر کسی نے اپنا گھر اپنی جورو اور اُسکے بیٹے کے بچہ کیواسطے ہبہ کیا یا دونوں پر صدقہ کیا
تو جائز نہیں ہے اور اگر زندہ و مردہ کیواسطے کوئی دار یا دیوار ہبہ کی تو سب زندہ کیواسطے جائز ہے یہ
تاتارخانیہ میں ہے اور اگر باندی کو ہبہ کیا اور جو کچھ اُسکے پیٹ میں ہے اُسکو مستثنیٰ کیا تو باندی اور اُسکے
بچہ کا ہبہ جائز ہوا اور استثنا کرنا باطل ہے یہ مبسوط میں ہی۔ اگر کسی نے جو کچھ اُسکے پیٹ میں ہے آزاد
کیا پھر باندیکو ہبہ کیا تو باندیکا ہبہ جائز ہے اور اصل کی کتاب العتاق میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے جو کچھ اسکی
باندی کے پیٹ میں ہے مدبر کیا پھر باندیکو ہبہ کیا تو جائز نہیں ہے اور بعض نے فرمایا کہ اسمین دو روایتین
آئی ہین ایک روایت مین آیا ہے کہ آزاد کرنے اور مدبر کرنے دونوں صورتوں مین ہبہ جائز نہیں ہے
اور بعض نے فرمایا کہ دونوں صورتوں مین ہبہ جائز ہے اور صحیح یہ ہے کہ دونوں مین فرق ہے کہ
اعتاق کی صورت مین جائز ہے اور مدبر کرنے کی صورت مین نہیں جائز ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہی
ایک شخص کا ایک موتی گم ہوگیا اُسنے دوسریکو ہبہ کیا اور اجازت دیدی کہ تلاش کرکے جب جہان پائے
اُسپر قبضہ کرے تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ یہ ہبہ فاسد ہے کیونکہ ایسی شے کا ہبہ ہے جسکے وجود و عدم کا
خطر[1] ہے یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر مضاربت کا مال مضارب کو ہبہ کیا حالانکہ کچھ مال مضارب کے پاس موجود ہے
اور کچھ لوگوں پر ہے تو جو کچھ اُسکے ہاتھ مین ہے اُسکا ہبہ جائز ہے اور جو کچھ لوگوں پر ہے اگر کہا کہ اُسپر قبضہ
کرے تو جائز ہے اور اگر مضارب نے کہا کہ مال مین نفع ملا ہوا ہی تو ہبہ جائز نہیں ہے یہ محیط مین ہے دو شریکون
سے اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ مین نے نفع مین سے اپنا حصہ تجھے ہبہ کردیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر وہ مال
بعینہ قائم ہو تو صحیح نہوگا کیونکہ یہ ہبہ غیر منقسم ایسی شے کا ہے جو تقسیم ہوتی ہے اور اگر شریک نے مال تلف کردیا
ہو تو صحیح یہ ہی کیونکہ ایسی حالتمین یہ اسقاط حق ہی کذا فی الظہیریہ

تیسرا باب تحلیل کے متعلق مسائل کے بیان مین۔ اگر زید نے عمرو سے کہا انت فی حل ما اکلت من مالی یعنی
تو حلت مین ہے جو کچھ تو میرا مال کھاوے تجھے حلال ہے تو اُسکو حلال ہے کہ کھاوے ولیکن اگر نفاق کی علامتین

---

[1] قولہ خطر ہے یعنے شاید موجود ہو اسے معلوم ہے دیہ ہبہ فاسد ہے سوا اسکے ۱۲

موجود ہون تو ایسا نہوگا یہ ملتقط مین ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا من اکل من مالی فھو لہ حل جسنے میرا مال کھایا وہ حلت مین رہا یعنی اُسکو حلال ہے تو فتوی اسپر ہے کہ مخاطب کو حلال ہے یہ سراجیہ مین ہے ابن مقاتل سے روایت ہے کہ اگر ایک شخص مالک درخت نے کہا کہ جسنے اس درخت مین سے کھایا وہ حلت مین رہا تو اُسمین سے غنی و فقیر کو کھانے مین کچھ ڈر نہین ہے اور یہی مختار ہے یہ فتاوے عتابیہ مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ حللنی من کل حق ہو لک علی یعنی مجھے ہر حق سے جو تیرا مجھپر ہے حلال کردے یعنی بری کردے اُسنے ایسا ہی کیا اور اُسکو بری کردیا پس اگر صاحب حق اپنے حق سے واقف تھا تو یہ شخص حکم و دیانت دونون طرح سے بری ہو جائیگا اور اگر واقف نہ تھا تو حکم کی راہ سے وہ بالاجماع بری ہو جائیگا اور دیانۃً امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بری ہوگا اور اسی پر فتوی ہے یہ خلاصہ مین ہی۔ زید نے عمرو کو کوئی چیز دی اُسنے اپنے مال مین ملادی اور غالب گمان اُسکا یہ ہے کہ اُسکا جدا کرکے تمیز کرلینا ممکن نہین ہے پس اسکے مالک سے حلت کی درخواست کی اُس نے اُسکو حلال و روا کردی پھر اُس شخص نے وہ چیز پائی اور پہچان لی یعنی تمیز ہوگئی تو مالک کو واپس کردے یہ قنیہ مین ہی۔ زید نے عمرو سے کہا کہ تجھکو میرا مال حلال ہے جہان تو پاوے جسقدر چاہے لے تو امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ یہ مقولہ صرف درم و دینار کے حق مین رکھا جائیگا اور اگر عمرو نے زید کی زمین یا درخت مین سے فواکہ یا میوہ لے لیا یا اُسکی بکری یا گاے دوھ لی اور دودھ لے لیا تو اُسکو حلال نہین ہے یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر فواکہ یا اونٹ یا بکری لے لی تو حلال نہین ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے ایک شخص نے کہا کہ مین نے فلان شخص کے واسطے اپنے مال مین سے کھا لینا مباح کردیا حالانکہ وہ فلان شخص اس قول سے واقف نہین تو اُسکو کھا لینا حلال نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر فلان شخص نے ناواقفی مین اُسکا کچھ مال لے لیا تو اُس نے مال حرام لیا اور روا نہ ہوگا جبتک کہ اجازت و اباحت سے آگاہ نہو یہ تاتارخانیہ مین ہے زید کا عمرو پر کچھ قرضہ ہے اور زید تمام قرضہ سے واقف نہین ہے پس عمرو نے اُس سے کہا کہ تو نے مجھے جو کچھ تیرا مجھپر آتا ہے اُس سے بری کیا اُس نے جواب دیا کہ دونون جہان مین مین نے تجھے بری کیا تو شیخ نصیر رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ وہ صرف اُسی قدر سے بری ہوگا کہ جسقدر اُس نے توہم کیا کہ میرا اُسپر ہے اور محمد بن سلمہ رح نے فرمایا کہ سب سے بری ہو جائیگا اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ حکم قضا مین ایسا ہی حکم ہوگا جیسا کہ محمد بن سلمہ رح نے فرمایا اور حکم آخرت ایسا ہوگا جیسا کہ شیخ نصیر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے یہ ذخیرہ مین ہی۔ زید نے عمرو سے کہا کہ جو تو میرا مال کھاوے تجھے حلال ہے یا لے لے یا عطا کردے تو عمرو کو اُسکا مال کھا لینا حلال ہے اور لے لینا یا عطا کردینا حلال نہین ہے یہ سراج الوہاج مین ہی۔ قال حللتک فی حل الساعۃ او فی الدنیا یعنی ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تجھے اس ساعت یا دنیا مین حلال کردیا تو تمام ساعتون مین اور دونون جہان مین بری ہوگا یہ وجیز کردری و خلاصہ مین ہی۔ اگر دوسرے سے کہا کہ جو میرا تجھپر ہے اُسکا نہ مین تجھ سے مخاصمہ کرونگا اور نہ طلب کرونگا تو شیخ

امام رح نے فرمایا کہ یہ قول کچھ نہیں ہے اور اُسکا حق قرضدار پر بحالہ باقی رہیگا یہ حاوی مین ہی۔ امام ابو قاسم
سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنا چوپایہ سیّبہ[۵] کر کے چھوڑ دیا بسبب اسکے کہ اسمین کچھ بیماری تھی پھر
اُسکو ایک شخص نے پکڑ کر اچھا کر لیا تو وہ کس کا ہوگا فرمایا کہ اُسی کا ہوگا جسنے سیبہ کر کے چھوڑا ہے اور اگر
اُسنے چھوڑتے وقت یون کہا ہو کہ جو چاہے اُسکو لے لے اور اُسکو کسی نے پکڑ لیا تو اُسیکا ہوگا جس نے
پکڑا ہے اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ اگر اُس نے کسی قوم معین کے واسطے یہ اجازت دی ہو کہ تم سے
جو شخص چاہے اُسکو پکڑ لے تو یہی حکم ہوگا جو مذکور ہوا اور اگر اُس نے کسی قوم معین کے واسطے یہ اجازت
نہ دی یا یہ اجازت بالکل بیان ہی نہ کی تو وہ چوپایہ اُسکے مالک کی ملک رہیگا اور اُسکو اختیار ہے کہ جہان
اُسکو پاوے پکڑ کر لے لے اور فتاوی مین یہ مسئلہ مطلقاً مذکور ہے کوئی تفصیل اس امر کی بیان نہیں ہے کہ اُسنے
یہ قول کسی معین قوم کے واسطے بیان کیا یا مطلقاً بیان کیا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اپنا چوپایہ چھوڑ دیا اور کہا
کہ مجھے اسکی کچھ حاجت نہیں ہے اور یہ نہ کہا کہ یہ اُسکا ہے جسنے اُسے پکڑ لیا پھر اُسکو کسی نے پکڑ لیا تو اُس کا
نہو جائیگا۔ اور اگر مملوک پرند چھوڑ دیا تو وہ بھی بمنزلہ چوپایہ چھوڑ دینے کے ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ اگر پرند
دراصل وحشی پرندون مین سے ہو تو اُسکا چھوڑ دینا نچاہیے جبتک کہ یہ نہ کہے کہ جو شخص اُسکو پکڑے یہ
اُسی کے واسطے ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اگر کسی نے اپنا چوپایہ چھوڑ دیا اور اُسکو کسی نے پکڑ کر
درست کر لیا پھر اُسکے مالک نے آکر اُسکو لینا چاہا اور یہ اقرار کیا کہ جسوقت مین نے اُسکو چھوڑا ہے اُسوقت
یہ کہا تھا کہ جو اُسکو پکڑ لے اُسی کا ہے یا اس کہنے سے انکار کیا پھر اُسپر گواہ قائم کیے گئے یا قسم لی گئی اور
وہ قسم سے نکول کر گیا تو یہ چوپایہ دوسرے کو جس نے پکڑا ہے دیا جائیگا خواہ اُسنے یہ مقولہ سُنا ہو اور
حاضر ہو یا غائب ہو اور اُسکو اُسکی خبر پہونچی ہو کذا فی الخلاصہ۔ امام ابو بکر رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک
شخص نے اپنا کپڑا پھینک دیا تو فرمایا کہ کسی شخص کو جائز نہیں ہے کہ اُسکو لے لے جب کہ اُس نے پھینکتے
وقت یہ نہ کہا ہو کہ جسکا جی چاہے اُسکو لے لے۔ اور واقعات مین لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے ایک انگور کا
گچھا اُٹھا لیا اور زعم کیا کہ پھینکنے والے نے کہا ہے کہ جو اُسکو اُٹھائے اُسی کا ہے اور اس امر پر گواہ قائم
کیے یا پھینکنے والے سے قسم لی اور اُسنے نکول کیا تو وہ اُٹھا لینے والے کو ملیگا اور اگر پھینکنے والا حاضر نہو کہ
اُسکا کلام سننے مین آوے ولیکن اُٹھانے والے کو خبر ہوئی کہ اُسنے یون کہا ہے تو اُسکو خبر پر اُٹھانے کا
اختیار ہے یہ حاوی مین ہی۔ اور اگر زید نے عمرو کا کوئی دار یا درم غصب کر لیے اور وہ غاصب کے ہاتھ مین موجود
ہین پھر مغصوب منہ نے بیان کیا کہ انت منہما من حل یعنی تو ان دونون سے حلت مین ہے تو غاصب اُن
دونون کی ضمان سے بری ہوگا اور یہ دونون بحالہ مغصوب منہ کی ملک رہینگے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔
ایک شخص نے ایک گچھا انگور کا غصب کر لیا اور مالک نے غاصب کو جو کچھ حق اُسکا غاصب پر آتا تھا اُس سے

[۵] قولہ سیبہ جیسے ہندوستان مین قوم ہنود سانڈ چھوڑ دیتے ہین جسکو عرب مین سائبہ کہتے ہین ۱۲ [۶] اصل عین سے مراد ال معین ہی ولیکن نظر

حلال کر دیا تو ائمہ بلخ نے فرمایا ہے کہ یہ تحلیل اُس حق سے متعلق ہے جو غاصب کے ذمہ واجب ہے نہ اُس انگور کے خوشہ سے کذا فی القنیہ۔ امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر زید کا عمرو پر کچھ مال آتا ہے اُس نے کہا کہ مین نے تجھے وہ مال حلال کر دیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ یہ ہبہ ہے اور اگر کہا کہ مین نے تجھکو اُس مال سے حلال کر دیا تو یہ برارت ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر کہا کہ تر ابحل کردم حالانکہ مخاطب پر اسکا قرضہ آتا ہے تو قرضدار بری ہو جائیگا اور اگر کہا کہ ہمہ غریمان خود را بحل کردم یعنی تمام اپنے قرضداروں کو مین نے بحل کیا تو تمام قرضدار بری ہو جاوینگے اور اُسکے تحت مین اجارہ طویلہ کا مال داخل نہوگا یہ خلاصہ مین ہے۔ اگر کاروانسرا مین جو پاؤن کا گوبر ہے اور مالک نے ہبہ کیا تو نوادر ہشام مین روایت ہے کہ یہ گوبر اُسکا ہے جسنے اُسکو لے لیا اور کاروانسرا کا مالک اسکا زیادہ حقدار نہ سمجھا جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر کسی نابالغ کو کوئی شے کھانیکی ہبہ کی گئی تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اُسکے والدین کو اُس مین سے کھانا جائز ہے اور اکثر مشائخ بخارا نے فرمایا کہ یہ حلال نہیں ہے یہ سراجیہ مین ہے۔ اور اکثر مشائخ بخارا نے فرمایا کہ مباح نہیں ہے یہ جواہر اخلاطی مین ہے۔ اگر نابالغ لڑکے کے واسطے فواکہ ہدیہ بھیجے گئے تو اُسکے والدین کو اُسمین سے کھانا روا ہے کیونکہ درحقیقت ہدیہ اُنھین کو بھیجا گیا ہے اور بچہ کا ذکر درمیان مین لانا فقط ہدیہ کو حقیر خیال کرنے کی وجہ سے ہے۔ اور کسی نے ختنہ کا ولیمہ کیا اور لوگون نے اُسکے پاس ہدیہ بھیجا تو مشائخ نے اُسمین اختلاف کیا ہے بعضون کہا کہ یہ لڑکے کا ہوگا خواہ لوگون نے کہا ہو کہ یہ لڑکے کے واسطے ہے یا نہ کہا ہو خواہ باپ کو سپرد کیا ہو یا بیٹے کو اور بعضون نے کہا کہ والدین کا ہے اور بعضون نے کہا کہ اگر اُنھون نے ولد کے واسطے کہا تو ولد کا ہے اور اگر کچھ نہ کہا تو والد کا ہے۔ اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ اگر وہ ہدیہ لڑکے کے لائق ہے جیسے پہننے کے کپڑے یا کوئی ایسی چیز جو اُس کے استعمال کی ہے تو وہ لڑکے کی ہوگی اور اگر ہدیہ مین درم یا دینار ہون یا کوئی اسباب خانہ داری یا حیوانات مین سے ہو پس اگر باپ کے عزیزون یا دوستون مین سے کسی نے بھیجی تو وہ باپ کی ہوگی۔ اگر کسی شخص نے ختنہ کے واسطے کھانا کیا اور لوگون نے اُسکو ہدیہ بھیجے اور لڑکے کے سامنے رکھے پس خواہ ہدیہ دینے والے نے یہ کہا ہو کہ یہ لڑکے کے واسطے ہے یا نہ کہا ہو اگر وہ ہدیہ ایسا ہوگا کہ جو لڑکے کے لائق ہے مثل کپڑے یا گیند وغیرہ کے تو وہ لڑکے کے واسطے ہوگا کیونکہ ایسی چیزین لڑکے کی ملک مین دینے کی عادت ہے اور اگر لڑکے کے لائق نہو پس اگر باپ کے عزیزون یا دوستون مین سے کسی نے بھیجا ہے تو وہ باپ کا ہے اور اگر ماں کے عزیزون و دوستون مین سے کسی نے بھیجا ہے تو وہ ماں کا ہے کیونکہ باپ کی صورت مین باپ کا مالک اور ماں کے عزیزون سے ماں کا مالک کرنا مقصود ہے پس ایسے مقام پر عرف و عادت پر اعتماد کیا

لہ قولہ اس انگور الخ پس خوشہ مذکور واپس تاوان رہیگا حتی کہ بعینہ موجود ہو تو واپس کرے اور وجہ یہ ہے کہ عرف مین ایسی معافی مین شخصی مال کا قصد نہین ہوتا ہے ولیکن اگر اسنے وہ خوشہ تلف کر دیا ہو تو امید ہے کہ معاف ہو جاوے واللہ اعلم ۱۲ لہ قولہ معروف الخ یعنی باپ کے عزیز جو ہدیہ بھیجینگے وہ محض باپ کے خیال سے بھیجینگے اور ماں کے عزیز محض ماں کے خیال سے پس حقیقت مین ہر ایک نے اپنے عزیز کا خیال کر کے ہدیہ بھیجا گویا اپنے عزیز کو اس ہدیہ کا مالک کیا ۱۲ - منہ

جاتا ہے حتی کہ اگر کسی مقام پر اس عرف و عادت کے سواے کوئی سبب و دلیل ظاہری کسی دوسرے امر پر قائم ہو تو اُسپر اعتماد کیا جائیگا اسی طرح اگر اپنی دختر[۱] کے زفاف کا ولیمہ کیا اور لوگون نے ہدیہ بھیجے تو اسمین بھی اسیطور سے تقسیم ہوگی۔ اور یہ سب اُس صورت مین ہے کہ ہدیہ دینے والے نے یہ نہ کہا ہو کہ یہ مان کا ہے یا باپ کے واسطے ہے یا شوہر کیواسطے ہے یا جورو کے واسطے ہے اور اُسکے قول کی طرف رجوع کرنا بھی متعذر ہو۔ اور اگر اُسنے ایسا کہدیا تو اسی کے بیان کے موافق رکھا جائیگا یہ ظہیریہ مین ہے ایک شخص سفر سے آیا اور جسکے پاس اُترا اُسکے پاس کچھ ہدیہ رکھا اور کہا کہ اسکو اپنی اولاد اور جورو اور اپنے درمیان تقسیم کردے پس اگر ہدیہ دینے والا موجود ہو تو اُسکے بیان کی طرف رجوع کیا جائیگا اور اگر نہو تو جو چیزین خاصۃً عورتون کے لائق ہین وہ جورو کو ملینگی اور جو چیزین لڑکیون کے لائق ہین وہ لڑکیون کو اور جو لڑکون کے لائق ہین وہ لڑکون کو اور جو خود اُس شخص کے لائق ہین وہ اُسکو ملینگی اور اگر ہدیہ ایسی چیز ہو کہ مرد و عورت سبکے لائق ہے تو دیکھا جائیگا کہ اگر ہدیہ دینے والا مرد کے عزیزون یا دوستون مین سے ہے تو مرد کیواسطے ہوگی اور اگر عورت کے اقارب اور شناساؤن سے ہے تو اُسکو ملیگی کیونکہ اعتماد ایسے مقام پر عرف و عادت پر ہوتا ہے یہ محیط مین ہے اگر کسی شخص نے دوسرے کو کسی پیالہ یا ظرف مین کوئی ہدیہ بھیجا پس اگر ہدیہ مثل ثرید وغیرہ کے ہو تو اسکو اُسی ظرف مین کھانا جائز ہے کیونکہ دلالۃً اُس برتن مین کھانے کی اجازت دی گئی ہے اسواسطے کہ اگر دوسرے برتن مین کرلے تو اُسکی لذت جاتی رہیگی اور اگر وہ شے فواکہ وغیرہ کی قسم سے ہو پس اگر دونون مین کشادہ روئی اور بے تکلفی ہو تو بھی اُسی برتن مین کھالینا مباح ہے ورنہ مباح نہین ہے۔ اور اگر ہدیہ کسی برتن یا ظرف مین بھیجا اور عادت یہ ہے کہ وہ ظرف واپس کیا جاوے تو وہ شخص برتن و ظرف کا مالک نہوگا جیسے پیالہ اور ڈکری و سینی وغیرہ اور اگر برتن واپس کرنے کی عادت نہو جیسے چھوہارون کی زنبیل وغیرہ جیسے ڈالی مین آتی ہے تو وہ ظرف بھی ہدیہ ہے کہ اُسکا واپس کرنا لازم نہین ہے پھر جب وہ ظرف ہدیہ نہوا تو اُسکے پاس امانت رہیگا اور اسکو سواے ہدیہ کے دوسری چیزین استعمال کرنیکا اختیار نہوگا اور اگر عادت جاری ہو کہ اُس ظرف مین ہدیہ کی چیز کھاوے تو کھا سکتا ہے اور اگر عادت یون ہو کہ اُس ظرف سے نکال لے اور ظرف کو خالی کردے تو اُسکا خالی کردینا اُسپر لازم ہوگا یہ سراج الوہاج مین ہے۔ ابن[۲] مقاتل رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ چند لوگ ایک دسترخوان پر بیٹھے اور اُنھون نے ایسے شخص کو جو دوسرے دسترخوان پر ہے یا جو اُنکے ساتھ نہین بلکہ اُنکی خدمت کر رہا ہے کوئی چیز دیدی تو ابن مقاتل رحمہ نے فرمایا کہ

---

[۱] قولہ دختر۔ اصل نسخہ عربی مین بنتہ یعنی دختر ہے لیکن بجاے اسکے اگر لفظ ابنہ یعنی بیٹا ہوتا تو طریقہ سنت کے موافق تھا کیونکہ سنت مین دعوت ولیمہ از جانب شوہر ہے نہ از جانب زوجہ فافہم ۱۲ [۲] قولہ ابن مقاتل الخ واضح ہو کہ اس مسئلہ کی بنیاد یہ ہے کہ دعوت مین جسقدر رکھا تا دکھا گیا وہ مہمانون کی ملکیت نہین کیا گیا تو انکا مالکانہ تصرف کا اختیار نہین ہے بلکہ میزبان نے انکو اسمین سے کھانا مباح کردیا ہے اسی واسطے قیاس یہ کہ دوسرے دسترخوان والون کو نہین دے سکتا اور استحسان کیوجہ یہ کہ اس دعوت کے مہمانون کا حکم واحد سمجھے فافہم واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲

انکو یہ فعل روا نہیں ہے اور اگر ایسے شخص کو دی جو اُنکے ساتھ اُنکے دسترخوان پر ہے تو کچھ ڈر نہیں ہے اور فقیہ رح نے فرمایا کہ یہ قول قیاسی ہے اور استحساناً یہ حکم ہے کہ جو شخص اس ضیافت میں شریک ہے اگر اُسکو کچھ چیز دی تو جائز ہے اور ہم اسی استحسان کو لیتے ہیں یہ حاوی میں ہے۔ زید نے عمرو سے کہا کہ میرے انگور کے باغ میں جا اور انگور لے لے اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو مختار یہ ہے کہ سات انگور لے کذا فی الفتاوے العتابیہ۔ اور اگر گیہوں سے لینے کو اسیطرح کہا تو دو من لے کذا فی المحیط اور من سے مراد من شرعی ہے۔ ایک لڑکا ہدیہ لایا اور کہا کہ میرے باپ نے تجھے ہدیہ بھیجا ہے تو اُسکو کھانا جائز ہے ولیکن اگر اُسکے دل میں یہ گذرے کہ یہ جھوٹا ہے تو جائز نہیں ہے یہ ملتقط میں ہے۔ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر زید نے عمرو سے دس درم کو ایک کپڑا خریدا اور درم وزن میں بھاری کر دیے یعنی جو ٹھہرے تھے اُن سے راجح دیے تو قبول نہ کرے جب تک وہ یہ نہ کہدے کہ تجھے حلال ہیں یا تیرے واسطے ہیں یہ حاوی میں ہے۔ اگر وکیل نے کہا کہ میں تیرے مال لینے سے بچ جاؤں اور سالم رہوں یعنی یہ چاہتا ہوں کہ اگر وکیل مقرر ہوں تو اُس سے بچ جاؤں اور موکل نے کہا کہ تو میرے مال لینے سے ایک درم سے سو درم تک حلت میں ہے پھر وکیل نے وکالت اختیار کی تو اُسکو یہ روا نہیں ہے کہ یکبارگی سو درم یا پچاس درم لے لے اور اُسکو یہ روا ہے کہ کھانے پینے یا درم سے جو ضروری ہو لے لے یہ ملتقط میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے قرض دینے والے کو کوئی چیز ہدیہ بھیجی پس اگر قرض لینے سے پہلے کوئی شے ہدیہ نہ بھیجتا ہو تو قبول کرنا مکروہ ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ ایک گائے[۱] دو شخصوں میں مشترک ہے دونوں اس امر پر رضامند ہوئے کہ ہر ایک کے پاس پندرہ پندرہ روز رہے اور وہ اُسکا دودھ لے تو یہ باطل ہے اور کسی کو زیادہ حلال نہوگا اگرچہ ایک دوسرے کو حلت میں کر دے یعنی حلال کر دے ولیکن اگر زیادتی والا زیادتی کو تلف کر دے پھر دوسرا اُسکو حلال کر دے یعنی معاف کر دے تو روا ہوگا کیونکہ پہلی صورت میں ہدیہ ایسی شے غیر منقسم کا ہے جو محتمل قسمت ہے اسواسطے نہیں جائز ہے اور دوسری صورت میں اگرچہ ہبہ مشاع ہے ولیکن قرضہ کا ہے اسواسطے جائز ہے یہ فتاوی عمادیہ میں ہے۔ دولھن کی ڈولی کا تکیہ ایک شخص لوٹ لایا اور اُسکو فروخت کیا تو حلال ہے بشرطیکہ وہ لٹانے کے واسطے رکھا گیا ہو یہ قنیہ میں ہے قرضخواہ سے کہا گیا کہ تیرا قرضدار مر گیا اور اُسنے کچھ نہیں چھوڑا اُس نے کہا کہ فہو فی حل پس وہ حلت میں ہے تو بری ہو جائیگا اور علی ہذا اگر یوں ہی کہا گیا اور اُسنے کہا کہ ہو بری

[۱] ایک گائے الخ یعنی اس گائے کا دودھ درحقیقت دونوں کے واسطے نصف نصف چاہیے جبکہ مساوی شریک ہیں پھر اگر دونوں نے پندرہ پندرہ دن کی باری مقرر کی تو اسوجہ سے نہیں جائز ہے کہ ایک نے اپنی باری میں جسقدر دودھ لیا اسیقدر دوسرے کو ملنا چاہیے اور یہی گویا قرضہ کے مثل آئندہ مل سکتا ہے اسلیے کہ حق تو اس دودھ میں تھا جو اول نے اپنی باری میں سب لیا پھر بھی یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ برابر ہوگا اسواسطے کہ روزانہ دودھ میں فرق ہوگا۔ اگر کہو کہ پہلا اپنا زائد حق دوسرے کو اسکی باری میں معاف کر دے تو جواب یہ ہے کہ یہاں معاف کرنیکے کیا معنے ہیں اگر یہ مراد ہے کہ ہبہ کر دے تو مشترک کا ہبہ جائز نہیں ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ دوسرا بقدر اسکے حق کے تلف کر دے تاکہ اسپر تاوان چڑھ جاوے پھر وہ معاف کر دے تو یہ جائز ہے لیکن اگر اول نے بعد تاوان چڑھنے کے معاف نہ کیا تو اسکو اسی کے مثل لا کر دینا واجب ہوگا فافہم اور حیلہ یہ ہے کہ اسکا حصہ گائے خرید لے تو کل دودھ اسی کا ہوگا پھر مہینہ بھر کے بعد دوسرے کے ہاتھ اپنا حصہ فروخت کر دے اور جو ثمن اُدھار ہی اسکا بدلہ کر لے پس وہ بھی مہینہ بھر کل دودھ کھاوے پھر دونوں نصف نصف

یعنی وہ بری ہے اور پھر اُسکے برخلاف ظاہر ہوا یعنی اُسنے مثلاً کچھ چھوڑا ہے تو وہ بری رہیگا اور اگر
کہا کہ نہ بری پس وہ بری ہے تو بری نہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر زید نے عمرو کو دہی ہدیہ بھیجا
پھر معلوم ہوا کہ یہ دہی اُسکے نابالغ لڑکے کی گاے کے دودھ کا ہے تو جائز نہین ہے اور دودھ
کے دہی بنا دینے سے باپ اسکا مالک نہو جائیگا اسیطرح اگر باپ نے نابالغ کو اُسکا عوض دیدیا تو بھی
یہی حکم ہے کذا فی القنیہ۔

چوتھا باب۔ قرضدار کو قرضہ ہبہ کرنے کے بیان مین۔ قرضدار کو قرضہ ہبہ کرنا قیاساً و استحساناً جائز
ہے اور قرضہ سواے قرضدار کے دوسرے کو ہبہ کرنا استحساناً جائز ہے جبکہ پہلے قرضہ وصول کرنے کا حکم
اسکو دیدے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ قرضدار کو قرضہ ہبہ کرنا یا بری کرنا بدون قرضدار کے قبول کرنے
کے تمام ہو جاتا ہے اور اگر قرضدار اسکے ہبہ کرنے یا بری کرنے کو رد کردے تو رد ہو جاتا ہے اسکو عامہ
مشائخ نے ذکر کیا ہے اور یہی مختار ہے یہ جواہر اخلاطی مین ہی اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ یہ قرضہ بدل الصرف نہو اور
اگر بدل الصرف ہو اور قرضخواہ نے اسکو ہبہ یا بری کیا تو اُسکے قبول کرنے پر موقوف رہیگا پس اگر قبول کیا تو بری ہوگا
ور اگر نہ قبول کیا تو بری نہوگا اور باقی تمام قرضون مین خواہ قبول کرے یا نکرے بری ہو جاتا ہے
ولیکن باقی تمام قرضون مین ہبہ یا برأت اُسکے رد کرنے سے رد ہو جائیگی۔ اور یہ سب حکم اصل کا ہے اور اگر
کفیل کو قرضہ ہبہ کیا تو بدون قبول کے تمام نہوگا اور اگر کفیل نے رد کردیا تو رد ہو جائیگا اور اگر کفیل کو
بری کیا تو بدون قبول کے تمام ہو جائیگا اور رد کرنے سے رد نہوگا۔ اور اگر اصل قرضدار کو قرضہ ہبہ کیا
یا اُسکو بری کیا اور وہ رد کرنے سے پہلے مرگیا تو بری ہوگیا اسیطرح اگر مرگیا ہو اور پھر قرضخواہ نے اُسکو بری
کیا یا حلت مین کردیا تو جائز ہے پھر اگر وارث نے رد کردیا تو اُسکا رد کرنا کام دیگا اور موثر ہوگا اور مال کا حکم
ہوگا یعنی حکم کیا جائیگا کہ فلان میت اسقدر قرضدار ہے اور یہ امام ابو یوسفؒ کا قول ہے اور امام محمدؒ
نے فرمایا کہ اُسکا رد کرنا کچھ کام کا نہین ہے اور برأت بحالہ رہیگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر طالب نے
اصیل کو قرضہ سے بری کیا یا ہبہ کردیا پس اگر اُس نے قبول کیا تو اصیل اور کفیل دونون بری ہو جائینگے
اور اگر قبول نہ کیا تو بری نہونگے یہ خلاصہ مین ہی۔ ایک شخص پر قرضہ ہے وہ اُسکے ادا کرنے سے پہلے
مرگیا اور قرضخواہ نے قرضدار کے وارث کو قرضہ ہبہ کیا تو صحیح ہے خواہ ترکہ اُسکا مستغرق ہو یا نہو یہ فتاوی
قاضی خان مین ہی۔ اور اگر وارث نے رد کیا تو ہبہ رد ہو جائیگا بخلاف قول امام محمدؒ کے۔ اور اگر
بعضے وارثون کو ہبہ کیا تو سب کو ہبہ ہوگا اور اگر وارث کو بری کیا تو بھی صحیح ہے یہ وجیز کردری مین ہے
فتاوے آہو مین ہے کہ اگر وارثون مین سے ایک کو قرضہ سے بری کیا تو اُسکے حصہ مین صحیح ہے اور خزانہ
مین لکھا ہے کہ دو عقد ایسے ہوتے ہین کہ اُنمین مرجانا بمنزلہ قبول عقد کے قرار دیا جاتا ہے۔ ایک مدیون
کو دَین ہبہ کرنا کہ اگر مدیون نے قبول نہ کیا یہانتک کہ مدیون مرگیا اور دوسرا عقد وصیت کہ اگر موصی لہ

قبول نہ کیا یہانتک کہ موصی مرگیا تو ہبہ دوصیت واجب ہوگئی - اور فتاوے عتابیہ مین لکھا ہے کہ اگر قرضہ قرضدار کے نابالغ بیٹے کو ہبہ کیا تو جائز نہین ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے - اگر قرضدار نے طالب سے کہا کہ جو تیرا مجھپر ہے اُس سے تو مجھے بری کردے اُس نے کہا کہ ضرور مین نے تجھے اپنے قرضہ سے جو تجھپر ہے بری کردیا پھر مدیون نے کہا کہ مین نہین قبول کرتا ہون تو وہ بری ہوگیا یہ خلاصہ مین ہے اگر ایک وارث نے اپنا حصۂ قرض مدیون کو تقسیم سے پہلے ہبہ کیا اور ترکہ مین نقود وعروض دونون ہین - تو استحساناً مثل صلح کے صحیح ہی - قال[1] رضی اللہ عنہ اور اگر مال عین سے اپنا حصہ کسی وارث یا غیر وارث کو ہبہ کیا تو محتمل قسمت چیزون مین صحیح نہین ہے اور جو چیزین غیر محتمل قسمت ہین اُنمین صحیح ہے کذا فی القنیہ فتاوے آہو مین لکھا ہے کہ اگر مدیون سے مال وصول کرلیا پھر اُس سے کہا کہ وامے کہ مرا بود است بتو بخشیدم یعنی جو میرا قرضہ تجھپر تھا مین نے تجھے بخش دیا تو ہبہ صحیح ہے اور جب ہبہ صحیح ہوا تو مدیون کو اختیار ہے کہ جو کچھ اُسنے طالب کو دیا ہے اُس سے واپس کرے یہ تاتارخانیہ مین ہے قرضخواہ نے قرضدار کو قرضہ ہبہ کیا اُسنے قبول نہ کیا اور نہ رد کیا یہانتک کہ دونون مجلس سے جدا ہوگئے پھر چند روز کے بعد اگر ہبہ رد کردیا تو اسمین مشائخ کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ ہبہ رد نہوگا یہ جواہر اخلاطی مین ہے - اور آیا رد ہبہ کے واسطے مجلس پیدا ہونا شرط ہے اسمین مشائخ کا اختلاف ہے کذا فی التاتارخانیہ - ماذون کبیر مین لکھا ہے کہ اگر زید کا عمرو کے غلام پر قرضہ ہے زید نے عمرو کو ہبہ کردیا تو صحیح ہے خواہ غلام پر اسقدر قرضہ ہو کہ اُسکی گردن قرضہ مین ڈوبی ہوئی ہو یا نہو اور آیا عمرو یعنی اُسکے مولے کے رد کرنے سے ہبہ رد ہوگا تو بعض نے فرمایا کہ بالاجماع رد ہوجائیگا اور یہی مختار ہے یہ غیاثیہ مین ہی - اگر قرضہ دو شخصون مین مشترک ہو یعنی دونون اُسکے مالک ہون اور ایک شریک نے اپنا حصہ مدیون کو ہبہ کیا تو صحیح ہے اور اگر مطلقاً نصف دین ہبہ کیا تو چوتھائی مین ہبہ نافذ ہوگا اور چوتھائی مین موقوف رہیگا جیسا کہ نصف غلام مشترک کے ہبہ کردینے کی صورت مین حکم ہے یہ فتاوے صغریٰ مین ہی - اگر قرضدار نے قرضخواہ کو کچھ مال ہبہ کیا تو قرضخواہ اُسکا بوجہ ہبہ کے مالک ہوگا نہ بوجہ قرضہ کے یہ محیط مین ہی - ایک شخص نے اپنے مکاتب سے کہا کہ جو میرا تجھپر ہے مین نے تجھے ہبہ کیا پس مکاتب نے کہا کہ مین نہین قبول کرتا ہون تو مکاتب آزاد ہوگیا اور مال اُسپر قرضہ رہا یہ سراج الوہاج مین ہی - فتاوے آہو مین لکھا ہے کہ شیخ برہان الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص مفلس حال مین مرگیا اور اُسپر قرضہ ہے پس ایک شخص نے احسان کرکے اُس کا قرضہ ادا کردیا پس آیا اُس کا قرضہ ساقط ہوجائیگا تو شیخ رح نے فرمایا کہ نہین اسواسطے کہ ساقط کا ساقط کرنا متصور نہین ہوسکتا کیونکہ قرضہ اُس کے مفلس مرنے سے ساقط ہوا تھا اور آخرت مین مطالبہ کا حق ساقط نہوگا یہ

---

[1] قولہ قال یعنی شیخ رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا - قابل قسمت جو بٹوارہ کے لائق ہو - غیر قابل جو اس لائق نہو ۱۲ - ” ” ” ” ”

تاتارخانیہ مین ہے اور شیخ رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک مستاجر مر گیا اور اجارہ ٹوٹ گیا پس وارثان مستاجر نے اجارہ دہندہ سے کہا کہ ما ازین خانہ بیزار شدیم یعنی ہم اس گھر سے بیزار ہوئے پس آیا مال اجارہ سے بری ہوگا تو شیخ رحمہ نے فرمایا کہ بری نہوگا بلکہ ساقط ہوگا۔ اور اگر اُسکی قبر کے پاس اجارہ دہندہ نے کہا کہ آزاد کن گردن این غریب را یعنی اس غریب کی گردن آزاد کر دے پس وارث نے کہا کہ وے خود آزاد ست یعنی وہ خود آزاد ہے تو بری نہوگا یہ ملتقط مین ہے۔ اور قاضی بدیع الدین سے دریافت کیا گیا کہ اگر ایک شخص متوفی کی جورو نے کہا کہ مین نے اپنا آٹھوان حصہ اور مہر فرزندون کو ارزانی کیا تو آیا ترکہ سے بریت ہوگی فرمایا کہ نہین یہ تاتارخانیہ مین ہے اور اگر اپنے قرضدار سے کہا کہ ترکت دینی علیک یا فارسی مین کہا حق خویش بتو ماندم قلت یا اُردو مین کہا کہ مین نے اپنا قرضہ تجھپر چھوڑ دیا تو یہ ابراء ہوگا حتیٰ کہ اسکے بعد دعوے نہین کر سکتا ہے یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ اور قاضی جمال الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے نیکوکاری کی راہ سے دوسرے شخص قرضدار کا قرضہ طالب کو ادا کر دیا پھر طالب نے بعد قرضہ وصول کر لینے کے مطلوب کو بری کر دیا پس آیا احسان کرنے والے کو جو اُس نے ادا کیا ہے واپس کر لینے کا اختیار ہے فرمایا کہ ہان واپس کر سکتا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ اپنی مان کے شوہر کی گردن اُس حق سے جو تیری مان کا اُسپر ہے آزاد کر دے اُس نے کہا کہ مین نے آزاد کیا اگر وہ میری مان کو بحل کرے اُس نے کہا کہ مین نے بحل کیا پس آیا یہ ابراء ہے فرمایا کہ نہین کیونکہ تعلیق بخطر ہے اور جسکے وجود و عدم کا خطر ہو اُسکی تعلیق باطل ہے۔ اسی طرح اگر کسی سے کہا کہ مرا بحل کن مجھے بحل کر دے اُس نے کہا کہ مین نے بحل کیا اگر تو مجھے بحل کر دے اُس نے جواب دیا کہ مین نے بحل کیا تو پہلے شخص کا ابراء صحیح نہین ہے اور دوسرے کا ابراء صحیح ہے۔ اور اگر پہلی صورت مین کہا کہ گردن او بیزار کردم او قال آزاد کردم ولکن تا مادر مرا بحل کند یعنی مین نے شوہر مادر کی گردن بیزار کی یا آزاد کر دی ولیکن تاکہ میری مان کو بحل کرے تو یہ ابراء صحیح ہے اور اگر یون کہا کہ مجھے بحل کر دے تاکہ تجھے بحل کر دون اُس نے کہا کہ مین نے بحل کیا پس اُسنے کہا کہ مین نے بھی بحل کیا تو جسقدر قرضہ ہے اُس سے بری ہو جائیگا اور جو مال

عین ہے اس سے بری نہوگا جیسے غصب و ودیعت وغیرہ کذا فی التاتارخانیہ

پانچوان باب۔ ہبہ سے رجوع کرنے کے بیان مین اور جو چیزین رجوع سے مانع ہین اور جو نہین مانع ہین اُنکے بیان مین۔

فتاوی عتابیہ مین لکھا ہے کہ ہبہ سے رجوع کر لینا سب حالتون مین مکروہ ہے مگر صحیح ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ جاننا چاہیے کہ ہبہ چند طرح کا ہوتا ہے ایک ہبہ ذی رحم محرم کو اور ایک اجنبی کو اور ایک ذی رحم کو جو محرم نہین ہے اور ایک محرم کو جو ذی رحم نہین ہے اور ان سب صورتون مین سپرد کرنے سے پہلے واہب کو

سلہ لا یخفی علیک ان الذی تقضاہ عن من مات مفلسا انما قضاہ عنہ تبرعا کما صرح والسقوط بموتہ مفلسا انما ہو فی حکم انقضاء لسد باب المواخذۃ علی الورثۃ کما یشہد بہ مطالبۃ الآخرۃ و مطالبۃ الآخرۃ دلیل علی انہ لم یسقط عنہ فی حق الدیانۃ فلو قضی احد عنہ تبرعا لرفع مواخذۃ الآخرۃ عنہ یجب ان یصح ویسقط بہ عنہ وکان قول الشیخ تہدید وتشدید مثل ہؤلاء فافہم واللہ تعالی اعلم ۱۲ منہ

رجوع کرنے کا حق حاصل ہے کذا فی الذخیرہ خواہ وہ حاضر ہو یا غائب ہو اور اُسنے قبضہ کر لینے کی اجازت دیدی ہو یا نہ دی ہو کذا فی المبسوط اور بعد سپرد کر دینے کے ذی رحم محرم سے واپس کر لینے کا حق نہین رکھتا ہے اور ذی رحم محرم کے سوائے باقیون مین رجوع کر سکتا ہے ولیکن بعد سپرد کر دینے کے خود واہب فقط رجوع کر لینے مین مستقل نہوگا بلکہ حکم قاضی یا موہوب لہ کی رضامندی کا محتاج ہوگا اور سپرد کر دینے سے پہلے خود ہی واہب فقط رجوع کر سکتا ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اور واہب کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو کچھ ہبہ واپس کرلے یہ ظہیریہ مین ہے اور الفاظ رجوع کے یہ ہین رجعت فی ہبتی آو ارتجعتہا آو رددتہا الی ملکی او ابطلتہا او نقضتہا یعنی مین نے اپنی ہبہ مین رجوع کر لیا یا ہبہ واپس لیا یا ہبہ اپنی ملک مین واپس لیا یا ہبہ باطل کیا یا اُسکو توڑ دیا اور اگر اُسنے ایسا کوئی لفظ نہ کہا ولیکن ہبہ کو بیع یا رہن کیا یا غلام موہوب کو آزاد یا مدبر کیا تو یہ رجوع نہوگا اسیطرح اگر کپڑے کو رنگا یا طعام موہوب کو اپنے ذاتی طعام مین خلط کیا تو رجوع نہوگا اور اگر کہا کہ جس وقت مہینہ شروع ہو اُسیوقت مین نے ہبہ سے رجوع کیا تو صحیح نہین ہے یہ جوہرہ نیرہ مین ہے اور ایسے عوارض جو ہبہ سے رجوع کرنے کے مانع ہوتے ہین وہ چند قسم کے ہین ازانجملہ موہوب کا تلف ہو جانا ہے کیونکہ اُس کی قیمت واپس نہین کر سکتا اسواسطے کہ قیمت پر عقد ہبہ نہین قرار پایا ہے اور ازانجملہ موہوب شے کا موہوب لہ کی ملک سے باہر ہو جانا ہے خواہ بیع و ہبہ وغیرہ کسی سبب سے خارج ہوئی ہو اور اسی طرح موت بھی ہے کیونکہ وارث کو جو ملکیت ثابت ہوئی وہ مورث کی ملکیت ثابتہ کے غیر ہے۔ اور اگر کسی شخص کے غلام کو ہبہ کیا اور غلام نے قبضہ کر لیا تو واہب کو رجوع کر لینے کا اختیار ہے اور یہی حکم مکاتب مین ہے کہ اگر اسکو کچھ ہبہ کیا اور اُسنے قبضہ کر لیا تو واہب رجوع کر سکتا ہے اور اگر مکاتب عاجز ہو کر پھر رقیق کیا گیا تو بھی امام ابو یوسف رہ کے نزدیک واہب رجوع کر سکتا ہے اور ازانجملہ واہب کا مر جانا ہے کذا فی البدائع اور اگر موہوب لہ نے کچھ ہبہ اپنی ملک سے نکال دیا تو واہب باقی مین رجوع کر سکتا ہے زائل مین نہین کر سکتا ہے اور اگر موہوب لہ نے موہوب کسی دوسرے کو ہبہ کر دی پھر رجوع کر کے لے لی تو پہلے واہب کو رجوع کر لینے کا اختیار ہے یہ جوہرہ نیرہ مین ہے اور ازانجملہ موہوب مین زیادتی متصلہ حاصل ہو جانی منع ہوتی ہے خواہ موہوب لہ کے فعل سے زیادتی ہوئی ہو یا اُسکے فعل سے نہوئی ہو اور خواہ زیادتی متولدہ ہو یا غیر متولدہ ہو مثلاً شے موہوب ایک باندی لاغر تھی وہ موٹی تازی ہو گئی یا گھر تھا کہ اُسمین عمارت بنوائی یا زمین تھی اُسمین درخت لگائے یا چرخ بنوایا یا ایسی ہی سینچنے کی کوئی چیز تیار کرائی اور وہ زمین مین ثابت ہے اور اُسیر بنی ہوئی ہے اس طرح کہ زمین کی بیع مین بدون ذکر کے داخل ہو جاتی ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو یا موہوب کوئی کپڑا تھا کہ اُسکو عصفر یا زعفران سے رنگا یا یا اُسکی قمیص قطع کرا کر سلائی یا جبہ تھا کہ اُسمین روئی وغیرہ بھرائی یا قبا بنوائی تو یہ سب صورتین رجوع سے مانع ہین اور اگر کپڑے کو ایسے رنگ سے رنگا یا جس سے زیادتی یا کمی نہین آتی ہے تو واہب رجوع کر سکتا ہے یہ بدائع مین ہے حسن بن زیاد نے مجرد مین امام اعظم رہ سے روایت کی ہے کہ اگر کسی نے دوسرے کو ایک کپڑا ہبہ کیا

اُسنے سیاہ رنگا یا تو واہب رجوع کرسکتا ہے کذا فی المحیط اور صاحبین کے نزدیک نہین رجوع کرسکتا ہے جیسا
کہ دوسرے رنگون مین ہے اور امام ابو یوسف رح پہلے مثل قول امام اعظم رح کے فرماتے تھے پھر رجوع کیا اور کہا کہ
اکثر سیاہ رنگنے مین سرخ سے زیادہ خرچ پڑتا ہی اور بعض نے فرمایا کہ یہ اختلاف اس صورت مین ہے کہ رنگ سیاہ
زیادتی مین شمار نہ کیا جاتا ہو اور اگر زیادتی مین شمار ہو یعنی اس رنگ سے قیمت کپڑے کی بڑھ جاتی
ہو تو بالاتفاق رجوع نہین کرسکتا ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے اور زیادت متصلہ وہ زیادتی ہے جو نفس
موہوب مین کسی ایسی شے کی زیادتی ہو جس سے قیمت بڑھجاتی ہو جیسے جمال و سلائی اور رنگ وغیرہ۔ اور
اگر فقط اُس شے کا نرخ بڑھجاوے تو واہب کو رجوع کرلینے کا اختیار رہے اسیطرح اگر نفس موہوب مین
زیادتی ہو مگر اس سے قیمت مین زیادتی نہوتی ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر شے موہوب کو ایک جگہ سے دوسری
جگہ منتقل کرکے لیگیا یہانتک کہ اُسکی قیمت بڑھگئی اور منتقل کرنے مین خرچ پڑا تو منتقی مین مذکور رہے
کہ امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک واپس کرنیکا حق منقطع ہوگیا۔ اور اگر کوئی غلام کافر ہبہ کیا اور وہ
موہوب لہ کے پاس مسلمان ہوگیا یا ایسا غلام ہبہ کیا جسکا خون بسبب قصاص کے حلال تھا اور موہوب لہ
کے پاس ولی قصاص نے عفو کردیا تو واہب اُسکو واپس نہین کرسکتا ہے اور اگر غلام کا جرم خطا سے
ہوا اور موہوب لہ نے اُسکا فدیہ دیدیا تو یہ امر واہب کے رجوع کرنیکا مانع نہین ہے اور وہ فدیہ واپس
نہین لے سکتا ہے یہ تبیین مین ہے اور اگر موہوب لہ کے فدیہ ادا کردینے سے پہلے واہب نے
رجوع کرلیا تو جرم غلام پر ہے پس واہب یا تو غلام کو دیدیگا یا اُسکا فدیہ ادا کریگا یہ مبسوط مین ہے۔
اور اگر غلام کا ہاتھ کاٹا گیا اور موہوب لہ نے اُسکا ارش لے لیا تو واہب کو رجوع کرنیکا اختیار رہے
مگر ارش نہ لیگا یہ بحر الرائق مین ہے۔ اور اگر موہوب لہ نے غلام موہوب کو قرآن شریف یا لکھنا یا کوئی
صنعت سکھلائی تو یہ رجوع کرنے سے مانع نہین ہے کیونکہ یہ زیادتی نفس موہوب مین نہین ہے پس
نرخ کے زیادہ ہونے کے مشابہ قرار دی جاویگی یہ تبیین مین ہے اور اگر زیادتی منفصلہ ہو تو وہ رجوع
کرنے سے مانع نہین ہوتی ہے خواہ اصل موہوب سے متولد ہو جیسے بچہ اور دودھ اور پھل وغیرہ یا اُس سے
متولد نہو جیسے ارش و عقر و کمائی و کرایہ وغیرہ۔ اور اگر موہوب مین نقصان آیا ہو تو وہ رجوع کرنے
سے مانع نہین ہے اور موہوب لہ نقصان کا ضامن نہوگا۔ اور از انجملہ عوض ہے کذا فی البدائع
اور از انجملہ موہوب کا متغیر ہونا رجوع کرنے کا مانع ہے مثلاً گیہون تھے کہ اُسنے پسائے یا آٹا تھا کہ اُسکی
روٹی پکائی یا ستو تھے کہ انکو مسکہ مین لتھ کیا یا دودھ تھا کہ اس کا پنیر بنایا یا مسکہ نکالا یا اقط بنایا کذا فی
التاتارخانیہ اور از انجملہ زوجیت ہے یعنی واہب و موہوب لہ باہم جورو و شوہر ہون خواہ دونون مین سے
کوئی کافر ہو یا مسلمان ہو کذا فی الاختیار شرح المختار۔ اور اگر ایک نے میان و بی بی مین سے دوسرے
کو کچھ ہبہ کیا تو پھر رجوع نہین کرسکتا ہے اگرچہ دونون مین کسی وجہ سے نکاح منقطع ہو جاوے اور اگر

مرد نے کسی اجنبی عورت کو کچھ ہبہ کیا پھر اُس سے نکاح کر لیا یا اجنبی عورت نے کسی مرد کو کچھ ہبہ کیا پھر اپنے تئین اُسکے نکاح مین دیا تو واہب کو اختیار ہے کہ ہبہ سے رجوع کرلے کیونکہ ہبہ کرنے کے بعد نکاح ہونا ہبہ سے رجوع کرنے کا مانع نہین ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور ازانجملہ محرمیت کی قرابت اگر موہوب لہ اور واہب مین متحقق ہو تو ہبہ سے رجوع کرنے کی مانع ہے خواہ قریب مسلمان ہو یا کافر ہو ہکذا فی الشمنی اور جو لوگ قرابت کے محارم مین سے ہون جیسے باپ و دادا وغیرہ اور مان و دادی و نانی وغیرہ اور اولاد بیٹے و پوتے وغیرہ اگر اُن لوگون کو ہبہ کرے تو پھر رجوع نہین کرسکتا ہے اور اس حکم مین پسر و دختر کی اولاد کا حال یکسان ہے اسیطرح بھائی اور بہنین ایک حکم مین ہین اور چچا اور پھوپھی کا حکم بھی یکسان ہے اور جن لوگون کے ساتھ کسی سبب سے محرمیت ہو بسبب قرابت کے نہو تو ایسی محرمیت ہبہ سے رجوع کرنے کی مانع نہین ہوتی ہے جیسے رضاعت کی مان اور باپ وغیرہ یا بھائی و بہنین وغیرہ اسیطرح اگر دامادی کے رشتہ سے محرمیت قائم ہو تو وہ بھی رجوع کی مانع نہوگی جیسے جورو کی مان وغیرہ اور ربائب یعنی جورو کے ساتھ جو غیر شوہر سے اولاد ہوا اور بھوا اور داماد وغیرہ کو اگر ہبہ کیا تو رجوع کرسکتا ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے - فرمایا کہ ایک حربی ہمارے ملک مین امان لیکر آیا اور یہان اُس کا ایک بھائی مسلمان ہے اُن دونون مین سے کسی نے دوسرے کو کوئی چیز ہبہ کی تو پھر اُس ہبہ سے رجوع نہین کرسکتا ہے اور اگر موہوب لہ نے اُس پر قبضہ نہ کیا یہان تک کہ وہ دارالحرب کو لوٹ گیا تو ہبہ باطل ہو گیا اور اگر اُس نے یعنی حربی نے مسلمان پر مسکو قبضہ کر لینے کی اجازت دیدی تھی پھر حربی کے دارالحرب لوٹ جانے کے بعد اُس نے قبضہ کیا تو استحسانًا جائز ہے اور قیاسًا جائز نہین ہے یہ مبسوط مین ہی - اگر اپنے بھائی کے وکیل[1] کو کوئی چیز ہبہ کی تو رجوع نہین کرسکتا ہے کیونکہ عقد ہبہ اور موہوب لہ کی ملک کی اُسکے بھائی کو حاصل ہوئی ہے بخلاف اسکے اگر بھائی کے غلام کو ہبہ کی تو ایسا نہین ہے اور اگر وکیل نے ہبہ رد کیا اور موکل نے قبول کیا تو صحیح ہے یہ قنیہ مین ہے اگر ایک شخص نے اپنا غلام اپنے بھائی اور ایک اجنبی کو ہبہ کیا اور دونون نے اُسپر قبضہ کر لیا تو اجنبی کے حصہ مین رجوع کرسکتا ہے اس[2] لیے کہ اُس حصہ بعض کی صحت رجوع کو کل پر اعتبار کیا ہے یہ مبسوط مین ہی - اگر ایک دار ہبہ کیا اور موہوب لہ نے بیت الضیافۃ مین جسکو فارسی مین کاشانہ کہتے ہین ایک تنور روٹی پکانے کا بنوایا تو واہب کو رجوع کرنے کا اختیار ہے اسیطرح اگر اسمین چارہ دینے کی جگہ تیار کی تو بھی واہب رجوع کرسکتا ہے یہ ظہیریہ مین ہی - اگر کسی کو حمام ہبہ کیا اور اُس نے اُسکو مسکن بنایا یا مسکن ہبہ کیا اور اُس نے حمام بنایا پس اگر اُسکی عمارت بحالہ ہو کہ اسمین کچھ زیادتی نہین کی ہی تو رجوع کرسکتا ہے اور اگر اسمین کچھ عمارت بڑھادی یا دروازہ بند کرنے کا لگایا یا اُسپر گچ کرادی و اصلاح کرائی یا کہگل کرائی تو رجوع نہین کرسکتا ہے یہ محیط مین ہی - اور اگر عمارت ڈھائی ہو تو زمین واپس لے سکتا ہے

[1] مراد یہ ہے کہ خود وکیل کی ذات کو ہبہ نہین کی بلکہ وکیل کو بحیثیت وکیل ہبہ کی فافہم ۱۲ [2] دلیل الرجوع فی البعض ۱۲

اور اگر کچھ تلف کیا ہو تو باقی واپس کر سکتا ہے یہ وجیز کردری مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک دار ہبہ کیا اُسنے اس پر گچ کرائی یا کہگل لگائی یا سونے یا چاندی سے نقش و نگار کرائے یا اسمین غسل خانہ بنوایا یا کوئی زمین ہبہ کی کہ اُسکے ایک ٹکڑے مین اُسنے عمارت بنوائی تو ہمارے نزدیک اسمین کچھ رجوع کرکے واپس نہین لے سکتا ہے یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر کسی کو ایک دار ہبہ کیا اُس نے تھوڑی عمارت تو ویسی ہی رکھی اور باقی کو دوسرے طور سے بنوالیا تو رجوع کرکے اسمین سے کچھ نہین لے سکتا ہے یہ مبسوط مین ہی۔ اگر کسی کو چٹیل زمین ہبہ کی اور موہوب لہ نے اُسکے ایک گوشہ مین نخل لگا کے یا کوئی عمارت یا دوکان بنوائی پس اگر یہ امر اُس زمین مین زیادت کردینا شمار ہے تو کچھ واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر زیادتی مین شمار نہین ہے یا نقصان شمار کیا جاتا ہے تو ہبہ سے رجوع کرنے کا مانع نہوگا حتی کہ اگر اسمین کوئی چھوٹی دوکان بنوائی کہ اصلا زیادتی مین شمار نہین ہے تو اُسکا اعتبار نہوگا اور اگر زمین بہت ہو تو یہ صورت تمام زمین مین زیادتی کردینا شمار نہوگی صرف اُسی ٹکڑے مین زیادتی گنی جائیگی پس اس ٹکڑے کے سوائے باقی مین رجوع کرکے واپس لے سکتا ہے یہ کافی مین ہی۔ اور اگر زیادتی عمارت کی ہے اور وہ گر گئی تو واپس کرنے کا حق عود کریگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر موہوب لہ نے وہ زمین نصف غیر مقسوم فروخت کردی تو واہب کو باقی نصف مین رجوع کرلینے کا اختیار ہی۔ اور اگر اسمین سے کچھ فروخت نکی ہو تو بھی واہب کو نصف زمین مین رجوع کا اختیار ہے کیونکہ جب اُسکو کل زمین واپس کرنیکا اختیار ہے تو نصف کا اختیار بدرجہ اولی حاصل ہوگا یہ جوہرۃ النیرہ مین ہی۔ اگر دار ہبہ کیا اور اُسنے اُسکی عمارت ڈھا دی تو اُسکو زمین واپس لینے کا اختیار ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر دار ہبہ کیا پھر اُسکی عمارت گر گئی تو باقی واپس لے سکتا ہے اسی طرح اگر بعض ہبہ کو تلف کیا تو تلف کردہ شدہ سے واپسی کا حق ساقط ہوا اور باقی موجود کو واپس لے سکتا ہے یہ غایۃ البیان مین ہی۔ اگر ایک دار ہبہ کیا اور اسمین سے تھوڑا واپس کرلیا تو باقی کا ہبہ باطل نہوگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اگر موہوب لہ نے ہبہ کے مریض غلام یا زخمی کی دوا کی اور وہ اچھا ہوگیا یا اندھا و بہرا تھا پس دیکھنے اور سننے لگا تو رجوع کرنے کا استحقاق باطل ہوگیا یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر غلام موہوب لہ کے پاس بیمار ہوا اور اُسنے علاج کرکے اچھا کیا تو اُس سے واپس لینے کا حق باطل نہوگا یہ بحر الرائق مین ہی۔ ایک غلام ہبہ کیا اور موہوب لہ نے اُسکو مدبر کردیا تو واپس نہین کر سکتا ہے اور اگر مکاتب کردیا اگر وہ عاجز ہو کر پھر مملوک رقیق ہوگیا تو واہب واپس لے سکتا ہی۔ اور اگر موہوب لہ کی ملکیت سے خارج ہوا پھر فسخ عقد کی وجہ سے اُسکی ملک مین آگیا تو واہب رجوع کرسکتا ہے۔ اور اگر غلام نے موہوب لہ پر کوئی جنایت کی تو واہب واپس لے سکتا ہے اور جنایت باطل ہے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر کسیکو ایک غلام ہبہ کیا اور وہ نوجوان ہوکر پورا جوان ہوگیا پھر بڈھا ہوگیا اور اُسوقت اُسکی قیمت اُس قیمت سے کم ہے جو ہبہ کرنے کے وقت تھی اور واہب نے رجوع کرنا چاہا تو نہین لے سکتا ہے کیونکہ جسوقت اسمین زیادتی ظاہر ہوئی اُسی وقت رجوع کرنے کا استحقاق باطل ہوگیا

پھر اسب استحقاق عود نہ کریگا یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور اگر غلام نحیف تھا اور موٹا ہو گیا یا بد شکل تھا خوبصورت
ہو گیا تو رجوع نہین کر سکتا ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور اگر وہ غلام طویل تھا اور ہبہ کیا پھر اسکا طول زیادہ
بڑھ گیا اور یہ طول نقصان مین شمار ہے کہ اُس سے قیمت نہین بڑھتی بلکہ گھٹتی ہے اور کوئی بھلائی نہین آتی
ہے تو واہب اُسکو واپس لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ ایک شخص نے ایک غلام خرید کر قبضہ کرکے دوسرے
شخص کو ہبہ کرکے اُسکے سپرد کیا پھر ہبہ سے بدون حکم قاضی رجوع کر لیا پھر غلام مین کوئی عیب پایا تو اپنے
بائع کو واپس کر سکتا ہے پس اس صورت مین بدون حکم قاضی واپس لینے کو بمنزلہ حکم قاضی کے واپس لینے
کے قرار دیا ہے یہ فتاویٰ قاضیخان مین ہے۔ اگر قرضدار غلام کو اُسی شخص کو ہبہ کیا جسکا غلام پر قرض ہے تو
قرضہ باطل ہو گیا اسیطرح اگر غلام نے خطا سے کسیکو قتل کیا ہو اور مولی نے ولی مقتول کو یہ غلام ہبہ کر دیا
تو جنایت باطل ہو گئی اور استحساناً واہب کو رجوع کرنے کا اختیار ہے اور جب ہبہ سے رجوع کر لیا تو امام محمدؒ
کے قول مین قرضہ اور جنایت عود نہ کریگی۔ اور یہ ایک روایت امام اعظمؒ سے بھی آئی ہے اور قیاساً ہبہ سے
رجوع نہین کر سکتا ہے یہ حسن نے امام اعظمؒ سے اور معلی نے امام ابو یوسفؒ سے اور ہشام نے امام محمدؒ سے
روایت کی ہے اور استحساناً اُسکا رجوع کر لینا صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضیخان مین ہے زیادات مین ہے کہ کسی
لڑکے کا اپنے وصی کے مملوک پر قرضہ ہے پھر وصی نے وہ مملوک اُسی لڑکے کو ہبہ کر دیا پھر اپنے ہبہ سے رجوع
کرنے کا قصد کیا تو امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اُسکو یہ اختیار نہین ہے اور ظاہر الروایۃ کے موافق رجوع
کر سکتا ہے یہ خلاصہ مین ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک غلام دو شخصونکو ہبہ کیا تو اُسکو ایک شخص کے حصہ سے
رجوع کر لینے کا اختیار ہے اسی طرح اگر اُس نے ایک کا حصہ بطور ہبہ کے دیا ہو اور دوسرے کو بطور
صدقہ کے دیا ہو تو ہبہ سے رجوع کر سکتا ہے یہ مبسوط مین ہے۔ دو شخصون نے ایک غلام ایک شخص کو ہبہ
کیا دونون نے اُسکے سپرد کر دیا پھر ایک شخص نے دوسرے کے غائب ہونے کی حالت مین اپنے حصہ ہبہ
سے رجوع کرنا چاہا تو اُسکو اختیار ہے یہ فتاویٰ قاضیخان مین ہے۔ اگر کسی نے دوسرے کو ایک باندی
ہبہ کی اُس نے باندی کو قرآن شریف یا لکھنا یا مشاطگی سکھلائی تو واہب اسکو واپس نہین لے سکتا ہے
یہی مختار ہے یہ مضمرات مین ہے۔ اگر دار الحرب مین کوئی باندی ہبہ کی اور موہوب لہ اسکو دار الاسلام مین
نکال لایا تو واہب رجوع نہین کر سکتا ہے یہ بحر الرائق مین ہے۔ اگر ہبہ کی باندی بچہ جنے تو فی الحال واہب کو
باندی واپس لینے کا اختیار ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا جب تک بچہ اپنی مان سے بے پروا نہو جاوے
یعنی محتاج نرہے تب تک واپس نہین لے سکتا ہے اور بعد اسکے صرف باندی کو بدون بچہ کے واپس لے
سکتا ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ بشرؒ نے فرمایا کہ مین نے پوچھا کہ اگر رجوع کرنے مین باہم جھگڑا کیا حالانکہ بچہ
صغیر ہے پھر وہ بالغ ہوا اور حال یہ گذرا کہ قاضی نے باندی واپس لینے کو باطل کیا ہے تو فرمایا کہ باندی
کو واپس لے سکتا ہے یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر شئے موہوب کے بدن مین قیمت کے لحاظ سے اچھی

زیادتی ہوگئی پھروہ زیادتی جاتی رہی تو واہب کو اختیار ہے کہ اسکو واپس کرلے یہ ظہیریہ مین ہی اگر ایک شخص کو ایک باندی ہبہ کی تو واہب کو اختیار ہی کہ رجوع کرکے باندی کے بچہ کے سواے باندی کو واپس لے اور یہی حکم تمام حیوانات و پھلون وغیرہ مین ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر واہب نے باندی ایسی حالت مین واپس لینی چاہی کہ جب وہ پیٹ سے تھی پس اگر پیٹ ہونے سے اسمین خوبی آگئی ہو تو واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر برائی آگئی ہو تو واپس لیسکتا ہی اور اس حالتمین باندیون کا حال مختلف ہوتا ہے بعضی باندیان پیٹ ہونے سے موٹی تازی خوشرنگ نکل آتی ہین اور بعضی باندیونکو جب پیٹ ہوجاتا ہے تو پنڈلی تپلی زرد رو ہوجاتی ہین پس پہلی صورت مین نفس ذات مین زیادتی ہونیکی وجہ سے واپس نہین کرسکتا ہے اور دوسری صورت مین نقصان آنے کی وجہ سے واپس کرلینے کا کوئی مانع نہین ہے یہ مبسوط مین ہی۔ اگر کوئی باندی ہبہ کی اور وہ جوان ہوکر کبیر ہوگئی تو واپس نہین کرسکتا ہی اور یہی حکم تمام حیوانات کا ہے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر کوئی حاملہ باندی یا گابھن چوپایہ ہبہ کیا اور بچہ جننے سے پہلے ہبہ سے رجوع کرکے لیا پس اگر اتنی مدت بعد واپس لیا کہ جسمین یہ معلوم ہے کہ حمل مین کچھ زیادتی نہوئی تو جائز ہے ورنہ جائز نہین ہے اور اگر انڈا ہبہ کیا اور اسمین بچہ پیدا ہوگیا تو واپس نہین لے سکتا ہی یہ جوہرۃ النیرہ مین ہے اگر اپنی باندی اُسکے شوہر کو ہبہ کردی تو نکاح باطل ہوگیا پھر اگر ہبہ سے رجوع کرلیا تو نکاح عود نہ کریگا جیسا کہ دین و جنایت عود نہین کرتی ہے یہ خزانۃ المفتین و قاضی خان مین ہے اور اگر منکوحہ باندی اُسکے شوہر کو ہبہ کردی یہانتک کہ نکاح فاسد ہوگیا پھر اپنے ہبہ سے رجوع کرلیا تو نکاح عود کریگا اسکو صدر الشہید نے خلافیات مین ذکر کیا ہے اور امام محمد رح نے کتاب کی چند مقامات مین ذکر کیا کہ ہبہ مین رجوع کرلینے سے واہب کیجانب اسکی قدیم ملک عود کرتی ہے اور قدیم ملک عود کرنے سے مراد زمانہ مستقبل کے لیے ہے نہ زمانہ ماضی کے واسطے آیا تو نہین دیکھتا ہے کہ اگر کسی شخص نے مال زکوۃ دوسرے کو سال گذرنے سے پہلے ہبہ کیا اور سپرد کردیا پھر بعد سال کے ہبہ سے رجوع کرلیا تو واہب پر زمانہ ماضی کی زکوۃ واجب نہوگی پس زمانہ ماضی کی زکوۃ واجب ہونیکے حق مین قدیم ملک عود کرنے کا حکم نہ دیا گیا اسیطرح اگر کوئی دار دوسرے شخص کو ہبہ کرکے سپرد کیا پھر اُسکے پہلو مین کوئی دار فروخت کیا گیا پھر واہب نے اپنے ہبہ سے رجوع کرلیا تو واہب کو اختیار نہوگا کہ وہ دار شفعہ مین لے اور اگر وہ دار اُسکے زمانہ ماضی کی قدیم ملک کے ساتھ عود کرتا اور ایسا ہوتا کہ گویا اُسکی ملک سے خارج نہین ہوا ہے تو اسکو شفعہ مین دار فروخت شدہ لینے کا اختیار حاصل ہوتا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر کوئی باندی ہبہ کی اور موہوب لہ نے اُس سے وطی کرلی تو بعض نے فرمایا کہ جب تک وہ حاملہ نہوئی ہو تو تب رجوع کرسکتا ہے اور یہی اصح ہے یہ جوہرۃ النیرہ مین ہی۔ اور اگر اپنے بھائی کو ہبہ کیا حالانکہ وہ دوسرے کا غلام ہے تو ہبہ واپس کرسکتا ہے اور اگر اپنے بھائی کے غلام کو ہبہ کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک رجوع کرسکتا ہے اور صاحبین رح کے نزدیک ہبہ واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر دونون واہب کے ذی رحم محرم ہون تو فقیہ ابوجعفر ہندوانی نے فرمایا کہ

بالاتفاق رجوع نہین کر سکتا ہے کذا فی محیط السرخسی اور یہی صحیح ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اگر کسی مکاتب کو ہبہ کیا حالانکہ وہ مکاتب اس واہب کا ذو رحم محرم ہے پس اگر اُسنے مال کتابت ادا کر دیا اور آزاد ہو گیا تو واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر عاجز ہو کر پھر مملوک ہو گیا تو امام محمد رح کے نزدیک رجوع نہین کر سکتا ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہبہ سے رجوع کر سکتا ہی۔ اور اگر مکاتب کوئی شخص اجنبی ہو اور اُسکا مولی اس واہب کا قرابت دار ہو پس اگر وہ مکاتب مال کتابت دیکر آزاد ہو گیا تو واہب کو رجوع کا اختیار ہے اور اگر عاجز ہوا تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کے غلام کو ایک باندی ہبہ کی اُسنے قبضہ کر لیا پھر واہب نے ہبہ سے رجوع کرنا چاہا حالانکہ غلام کا مالک غائب ہے پس اگر وہ باندی مولی کے قبضہ مین ہو تو واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر غلام کے قبضہ مین ہو پس اگر غلام ماذون التجارۃ ہے تو واہب ہبہ سے رجوع کر کے واپس لے سکتا ہے یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی۔ اور اگر غلام ماذون نہو بلکہ مجحور ہو تو جبتک مولی حاضر نہووے واپس نہین لے سکتا ہی۔ اور اگر غلام نے کہا کہ مین مجحور ہون اور واہب نے کہا کہ تو ماذون ہے اور مجھے تیرے مالک کے حاضر ہونے سے پہلے ہبہ رجوع کرنے کا اختیار ہے تو قسم سے واہب کا قول قبول ہوگا اور یہ استحساناً ہے اور قیاساً غلام کا قول قبول ہونا چاہیئے اور واہب سے قسم صرف اُسکے علم پر لی جاویگی اور اگر غلام نے اپنے مجحور ہونے کے گواہ پیش کیے تو قبول نہونگے۔ اور یہ سب حکم اُسوقت کا ہی کہ جب غلام حاضر ہو اور موہوب لہ غائب ہو اور اگر مولے حاضر اور غلام غائب ہو اور واہب نے اپنے ہبہ سے رجوع کر کے ہبہ واپس لینا چاہا پس اگر موہوب غلام کے قبضہ مین ہو تو مولی خصم قرار نہ دیا جائیگا اور اگر موہوب عین مولی کے ہاتھ مین ہو تو خصم قرار دیا جاے گا پھر اگر مولے نے کہا کہ مجھے یہ باندی میرے فلان غلام نے ودیعت دی ہے اور مین نہین جانتا ہون کہ تو نے اُسکو ہبہ کر دی ہے یا نہین پھر مدعی نے ہبہ کر دینے کے گواہ قائم کیے تو مولی خصم قرار دیا جائیگا یعنی اُسپر ڈگری ہو سکتی ہے اور جب قاضی نے واہب کے نام باندی کی ڈگری کر دی اور اُس نے قبضہ کر لیا پھر وہ واہب کے پاس موٹی تازی بدن کی راہ سے بڑھ گئی پھر موہوب لہ نے آکر غلام ہونے سے انکار کیا تو اسکا قول قبول ہوگا اور وہ باندی کو واپس لے سکتا ہے پھر واہب کو ہبہ سے رجوع کا اختیار نہوگا۔ اور اگر وہ باندی واہب کے پاس مر گئی ہو تو موہوب لہ کو اختیار ہوگا کہ چاہے واہب سے قیمت کی ضمان لے یا مستودع سے پھر اگر واہب سے ضمان لی تو وہ مستودع سے واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر مستودع سے ضمان لی تو مستودع بھی اُسکو واہب سے واپس نہین لے سکتا ہے۔ اور واضح ہو کہ کتاب مین مستودع پر ضمان واجب ہوتا ذکر کیا اور کچھ اختلاف بیان نہ کیا اور کرخی رح نے ذکر کیا ہے کہ یہ امام محمد رح کا قول ہے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک مستودع ضامن نہوگا اور اگر مستودع نے واہب سے کہا کہ مین جانتا ہون کہ تو نے میرے مودع کو یہ باندی ہبہ کی ہے ولیکن وہ شخص میرا غلام نہین ہی پھر مدعی نے گواہ دیے کہ وہ شخص غائب اسکا غلام ہے پس اگر وہ غلام زندہ ہو تو ایسی گواہی قبول نہوگی

اور اگر واہب نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہیں ہیں اور مستودع سے قسم طلب کی تو قاضی اُس سے قسم لیگا کہ واللہ
فلان غائب میرا غلام نہیں ہے پس اگر اُسنے قسم کھالی تو خصومت سے بری ہو گیا اور اگر نکول کیا تو مدعا علیہ
قرار دیا جائیگا۔ اور اگر مدعی نے اس امر کے گواہ دیے کہ موہوب لہ نے اقرار کیا ہے کہ فلان غائب میرا غلام ہے
تو گواہ قبول ہونگے۔ اور ہبہ سے رجوع کر لینے کی ڈگری کر دیجائیگی۔ اور اگر مدعی نے اس امر کے گواہ دیے
کہ فلان غائب اُسکا غلام تھا اور وہ مر گیا تو قبول ہونگے اور قابض ہبہ مدعا علیہ ٹھہرایا جائیگا۔ اور اگر مدعی
نے یہ گواہ سنائے کہ فلان شخص اسکا غلام تھا اُسنے اُسکو ہزار درم کو خالد کے ہاتھ فروخت کر دیا اور خالد نے
بعوض ہزار درم کے غلام لیکر قبضہ کر لیا تو گواہ قبول نہونگے۔ اور اگر مدعی نے اس امر کے گواہ دیے کہ باندی
کے قابض نے اقرار کیا ہے کہ مین نے فلان غائب کو خالد کے ہاتھ فروخت کر دیا اور گواہون نے یہ گواہی
نہ دی کہ فلان غائب کی نسبت اپنا غلام ہونے کا اُسنے اقرار کیا ہے تو قاضی ایسے گواہ قبول نہ کریگا اور نہ
قابض کو اُسکا خصم و مدعا علیہ ٹھہراویگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر کرپاس ہبہ کیا اور موہوب لہ نے اُسپر کندی کرائی
تو ہبہ سے رجوع نہین کر سکتا ہے کیونکہ یہ زیادتی متصلہ و قیمت دار صفت ہے اور اگر اُسکو دھلایا ہو تو رجوع
کر سکتا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر سن کو بٹوایا تو واپس نہین لے سکتا ہے بشرطیکہ اس سے ثمن مین زیادتی
ہوتی ہو یہ وجیز کردری مین ہے۔ اگر مصحف مجید مین اعراب لگائے تو رجوع نہین کر سکتا ہے یہ خزانۃ المفتین
مین ہے اگر لوہا ہبہ کیا اُسکی تلوار ڈھالی یا سوت دیا اُسکو بنوایا تو رجوع کر کے کچھ نہین لے سکتا ہے یہ مبسوط
مین ہے۔ اور اگر حلقہ دیا اُسمین موہوب لہ نے نگینہ جڑا پس اگر بدون ضرر کے اکھاڑنا ممکن نہو تو رجوع نہین
کر سکتا ہے اور اگر بلا ضرر اُکھاڑنا ممکن ہے تو رجوع کر سکتا ہے اور اگر ورق ہبہ کیا اور اُسنے اُسپر کوئی سورت
یا بعض سورت تحریر کی تو رجوع کر سکتا ہے کیونکہ اس سے ثمن مین زیادتی نہین ہوتی ہے اور اگر اُسکا مصحف
بنا کر لکھا تو رجوع نہین کر سکتا ہے کیونکہ کتابت مصحف سے ثمن مین زیادتی ہوتی ہے اور اگر دستہ دفتر ہو پھر اُسمین
فقہ یا حدیث تحریر کی یا اشعار لکھے پس اگر ثمن مین زیادتی ہو تو رجوع نہین کر سکتا ہے اور اگر نقصان آوے
تو رجوع کر سکتا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر آئینہ ہبہ کیا اُسنے صیقل کرایا تو رجوع کر سکتا ہے یہ قنیہ مین ہے
اور اگر چھری کو تیز کرایا تو واپس نہین کر سکتا ہے یہ وجیز کردری و محیط مین ہے۔ اور اگر تلوار ہبہ کی اُسنے چھری
بنوائی یا توڑ کر دوسری تلوار بنائی تو رجوع نہین کر سکتا ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر جذوع ہبہ کیے اُسنے
چیر کر جلانے کے ٹکڑے کر دیے یا خشت خام ہبہ کر دین اُسنے پانی دیکر مٹی کر دین تو رجوع کر سکتا ہے اور اگر
پھر اُس مٹی سے کچی اینٹین بنالین تو رجوع نہین کر سکتا ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر اسکو خشک مٹی ہبہ دی اُسنے
پانی ڈالکر تر کر دی تو رجوع نہین کر سکتا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر ستو ہبہ کیے اُس نے پانی مین تر کیے
تو رجوع کر سکتا ہے جیسا کہ اگر گیہون دیے اور اُس نے پانی مین بھگوئے تو رجوع کر سکتا ہے یہ جوہرۃ النیرہ
مین ہے۔ اگر نخیج ہبہ کیا اور اُس نے سرکہ کر ڈالا تو رجوع نہین کر سکتا ہے اور نخیج اُسکو کہتے ہین کہ آب انگور کو

جوش دین یہانتک کہ دو تہائی جلجاوے اور ایک تہائی باقی رہے پھر جسقدر جلگیا ہے اسیقدر پانی اُس مین ڈالے اور دھیمی آنچ سے پکائے پھر چھوڑ دے یہانتک کہ اشتداد آجاوے اور جھاگ ڈالدے اور یہ لفظ معرب ہے اصل مین پختہ ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ ایک شخص نے بکری یا بدنہ یا گائے ہبہ کی پھر موہوب لہ نے اُسکو اپنی قربانی یا ہدی یا جزاء شکار یا نذر کے واسطے واجب کردیا یا بدنہ یا گائے کو متقلد[1] کردیا تطوع کی قربانی کے لیے واجب کردیا تو ظاہر الروایات مین واہب کو اپنے ہبہ سے رجوع کرلینے کا اختیار ہے اور امام ابو یوسف رحسے روایت ہے کہ رجوع نہین کرسکتا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر کسیکو ایک بکری ہبہ کی اُسنے ذبح کرڈالی تو واہب رجوع کرسکتا ہے اور یہ بلاخلاف ہے۔ اور اُسکی قربانی کی یا متعہ کی ہدی مین ذبح کی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک رجوع نہین کرسکتا ہے اور امام محمد رح کے نزدیک رجوع کرسکتا ہے اور موہوب لہ کا اضحیہ و متعہ کافی ادا ہوگیا اور امام اعظم رح کے قول کی تصریح نہین ہے اور مشایخ نے اختلاف کیا ہے بعضون نے کہا کہ اُنکا قول مثل قول امام محمد رح کے ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر ایک درم ہبہ کیا پھر موہوب لہ سے قرض مانگا اُسنے وہ درم قرض دیدیا تو واہب کو کبھی رجوع کرنے کا اختیار نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک درم ہبہ کیا اور موہوب لہ نے اُسپر قبضہ کرکے اللہ تعالی کیواسطے صدقہ کردیا تو واہب کو ہبہ سے اُسوقت تک رجوع کرلینے کا اختیار ہے کہ جب تک متصدق علیہ[2] اُسپر قبضہ نکرے یہ مبسوط مین ہے۔ ایک شخص زید نے اپنا قرضہ جو عمرو پر تھا عمرو کو ہبہ کیا تو پھر رجوع نہین کرسکتا ہے۔ اور اگر کسی درخت کے پھل اُسکو ہبہ کیے اور اُسکو قبضہ کرلینے کا حکم دیدیا تو رجوع کرسکتا ہے یہ سراجیہ مین لکھا ہے ایک شخص نے ایکدرخت ہبہ کیا اور اُسکے کاٹ لینے کا حکم دیا اور موہوب لہ نے اُسکو کٹایا اور مزدوری دی تو واہب کو رجوع کا اختیار ہے اور اگر کوئی درخت جڑ سمیت ہبہ کیا اور موہوب لہ نے اُسکو قطع کرلیا تو واہب رجوع کرکے اُس درخت کو اور اُسکی جڑ کی زمین کو واپس لے سکتا ہے اور یہی صحیح ہے اور اگر موہوب لہ نے اُس درخت سے کواڑ اور دھنیان بنوائین تو رجوع نہین کرسکتا ہے اور ایک روایت مین ہے کہ دھنیون کی صورتمین رجوع کرسکتا ہے چنانچہ اگر جلانے کا ایندھن بنوالیا تو رجوع کرکے ایندھن لے سکتا ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اگر زید نے اپنا غلام عمرو کو ہبہ کیا اُس نے قبضہ کرنے کے بعد خالد کو ہبہ کیا اور خالد نے اُسپر قبضہ کیا تو زید کو رجوع کرنے اور غلام لینے کی نہ عمرو سے کوئی راہ ہے اور نہ خالد سے ولیکن اگر عمرو چاہے تو رجوع کرکے خالد سے لیلے اور پھر زید اُسکو عمرو سے لے سکتا ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے **قال المترجم** یہ بنا بر اصل مذکور بالا ہے کہ موہوب لہ کی ملک سے خروج مانع رجوع واہب ہے اور پھر عود مورث حق رجوع ہے۔ فافہم اور اگر عمرو کو غلام خالد سے بوجہ ہبہ یا صدقہ یا میراث یا وصیت یا خرید وغیرہ کے پہونچا ہو تو زید کو اختیار نہوگا کہ اپنے ہبہ سے رجوع کرکے اُسکو لے لے یہ محیط مین ہے۔ اگر موہوب لہ نے ہبہ کی چیز کو کسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور مشتری نے عیب کی وجہ سے

ف ۱ اصطلاح میں گلے میں ہار ڈالنا ... ۱۲ ع ۲ متصدق علیہ ... جس شخص کو صدقہ دیا ... ۱۲

واپس کردی تو واہب کو اختیار نہوگا کہ ہبہ سے رجوع کرکے اُسکو لے لے یہ شرح مجمع البحرین مین لکھا ہے
اور سغناقی مین لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کی کوئی چیز غصب کرلی پھر غاصب نے وہ چیز کسیکو ہبہ کی یا صدقہ مین دی
یا اجارہ پر دی یا رہن کی یا ودیعت رکھی یا عاریت دی اور وہ تلف ہوگئی تو یہ لوگ اُسکی قیمت کے ضامن
ہونگے یعنی مغصوب منہ کو اُسکی قیمت ڈانڈ دینگے اور جو ان لوگون نے ڈانڈ دیا ہے اُنمین سے موہوب لہ
اور متصدق علیہ اُس ڈانڈ کو غاصب سے واپس نہین لے سکتا ہے اور مستاجر اور مستودع و مرتہن اُسکی قیمت
غاصب سے واپس لے سکتے ہین۔ اور مشتری اپنے دام اُس سے واپس لے سکتا ہے اور اگر غاصب کے پاس
سے کسی شخص نے چرا لی یا غصب کرلی اور تلف ہوگئی اور مغصوب منہ اصلی یعنی مالک نے اُن دونون سے
ضمان لی تو یہ دونون غاصب سے واپس نہین لے سکتے ہین یہ تاتارخانیہ مین ہے اُسمین کچھ اختلاف نہین ہے
کہ اگر ہبہ سے رجوع کرنا بحکم قاضی واقع ہوا تو یہ عقد ہبہ کا فسخ ہے اور باہمی رضامندی سے رجوع
کرلینے مین اختلاف ہے اور ہمارے اصحاب کے مسائل اس امر پر دلالت کرتے ہین کہ وہ بھی مثل حکم قاضی کے
رجوع کرنے کے فسخ ہے کیونکہ اُنھون نے فرمایا ہے کہ جو شے غیر منقسم ایسی ہو کہ محتمل قسمت[1] ہے اسمین
رجوع کرنا صحیح ہے اور اگر ابتدائی ہبہ ہوتا تو شیوع کے باوجود ہبہ صحیح نہوتا اسی طرح اس رجوع کا
صحیح ہونا قبضہ پر موقوف نہین رہتا ہے اور اگر فسخ عقد نہوتا بلکہ ابتدائی ہبہ ہوتا تو اُسکا صحیح ہونا
قبضہ پر موقوف رہتا اسیطرح اگر زید نے عمرو کو کوئی چیز ہبہ کی اور عمرو نے خالد کو ہبہ کردی پھر عمرو نے
اپنے ہبہ سے رجوع کرلیا تو زید کو اختیار ہے کہ وہ بھی اپنے ہبہ سے رجوع کرکے عمرو سے واپس لے
پھر اگر اس صورت مین عمرو کو خالد سے بطور مستقل ہبہ کے وہ شے پہونچی ہوتی تو زید کو عمرو سے
رجوع کرلینے کا اختیار نہوتا پس یہ مسائل دلالت کرتے ہین کہ بغیر حکم قضا کے رجوع کرنا بھی فسخ ہے
پس جب رجوع کی وجہ سے عقد ہبہ فسخ ہوا تو وہ شے اپنی قدیم ملک کی طرف عود کرآئی اور واہب
اُسکا مالک ہوگیا اگرچہ اُسنے قبضہ نہ کیا ہو کیونکہ قبضہ کا اعتبار ملک کے منتقل ہونے مین ہوتا ہے نہ ملک
قدیم کی طرف عود کرنے مین۔ اور شے موہوب رجوع کرنے کے بعد موہوب لہ کے ہاتھ مین امانت
رہتی ہے کہ اگر وہ تلف ہوجاے تو موہوب لہ ضامن نہوگا۔ اور اگر واہب اور موہوب لہ نے رجوع
کرنے پر باہمی رضامندی ظاہر نہ کی اور نہ قاضی نے حکم کیا ولیکن موہوب لہ نے واہب کو وہ شے موہوب
ہبہ کردی اور واہب نے اسکو قبول کرلیا تو جب تک اسپر قبضہ نہ کرے اُسکا مالک نہوگا اور جب قبضہ کرلیا
تو بمنزلہ باہمی رضامندی یا بحکم قاضی رجوع کرنے کے قرار دیا جائیگا اور موہوب لہ کو یہ اختیار نہوگا کہ
رجوع کرکے واپس لیوے یہ بدائع مین ہے ابن سماعہ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ جبتک
قاضی ہبہ کے نقض کا حکم نہ دے تب تک موہوب لہ کو ہبہ مین تصرف کرنا جائز ہے اور جب ہبہ کے توڑ دینے کا

[1] یعنی لو تقسیم کے ہر حصہ ایسا ہو کہ اُس سے وہی نفع جو تمام چیز سے حاصل تھا ممکن ہو ۱۲ ۔ ء

حکم دیدیا تو پھر نہیں جائز ہے اور ایسا ہی امام اعظم رح و امام محمد رح کا قول ہے یہ محیط مین ہی - اور اگر شے موہوب قابض یعنی موہوب لہ کے قبضہ مین قاضی کے ہبہ توڑ دینے کے حکم کے بعد تلف ہو گئی اور ہنوز واہب نے اُسپر قبضہ نہ کیا تھا تو واہب کو اُس سے ضمان لینے کا اختیار نہو گا لیکن اگر بعد حکم قاضی کے واہب نے طلب کی اور موہوب لہ نے دینے سے انکار کیا اور وہ تلف ہو گئی تو ضمان لے سکتا ہے اور اگر واہب کے رجوع کر لینے کے بعد موہوب لہ نے ہبہ واپس نہ کیا اور ہنوز حاکم نے بھی واپسی کا حکم نہ کیا تھا کہ موہوب لہ نے وہی شے موہوب واہب کو ہبہ کی اور واہب نے اُسپر قبضہ کر لیا تو بمنزلہ اُسکے رد کر دینے یا حاکم کے رد کر دینے کے ہے یہ ذخیرہ مین ہی - اگر قاضی نے کسی امر مانع کی وجہ سے رجوع باطل ہونے کا حکم کیا پھر وہ امر مانع زائل ہو گیا تو رجوع کرنیکا حق عود کریگا یہ محیط مین ہی - اور اگر فقیر کو کوئی شے ہبہ کی تو رجوع نہیں کر سکتا ہے اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ ہبہ سے صدقہ کی نیت کی ہو یہ سراجیہ مین ہی - اگر کسی شخص کو کوئی شے ہبہ کی پھر واہب نے کہا کہ مین نے اپنا حق ہبہ سے رجوع کرنیکا ساقط کر دیا تو ساقط نہو گا یہ جواہر اخلاطی مین ہی - اور اگر ہبہ کے رجوع کرنے کے حق سے کوئی چیز لیکر صلح کر لی تو صحیح ہے اور وہ شے اس ہبہ کا عوض ہو جائیگی اور رجوع کرنے کا حق ساقط ہو جائیگا یہ جواہر الفتاوی مین ہی - اگر کسی شخص نے مسجد مین کوئی رسی رکھی یا قندیل لٹکائی تو رجوع کر سکتا ہے بخلاف اسکے اگر قندیل کے واسطے کوئی رسی لٹکائی تو ایسا نہیں ہے یہ سراجیہ مین ہی - اور ہبہ مین رجوع کرنے کا حکم یکسان رہتا ہے خواہ موہوب لہ مسلمان ہو یا کافر ہو یہ مبسوط مین ہی - شیخ رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی نابالغ دختر کی ماں کو پانچ دینار دیے کہ اسکے واسطے جہیز تیار کر دے پھر باپ نے رجوع کرنا اور لینا چاہا تو شیخ رح نے فرمایا کہ اُسکو یہ اختیار نہیں ہے کیونکہ یہ اس دختر نابالغ کیواسطے ہبہ ہے اور شیخ رح کے سوا دوسرے فقہا نے فرمایا کہ اُسکو رجوع کرنیکا اختیار ہے کیونکہ یہ فعل توکیل ہے جیسا کہ اگر اُس سے کہا کہ اسکے واسطے جہیز خرید دے کذا فی فتاوی ابی الفتح محمد بن محمود بن الحسین الاستروشنی -

چھٹا باب نابالغ کے واسطے ہبہ کرنے کے بیان مین - اگر کسی شخص نے اپنی صحت مین اپنی اولاد کو کوئی شے ہبہ کی اور اس ہبہ مین بعض کی تفضیل کا قصد کیا تو اصل مین ہمارے اصحاب سے اسکی کوئی روایت نہیں ہے اور امام اعظم رح سے مروی ہے کہ اسمین کچھ ڈر نہیں ہے بشرطیکہ جسکی تفضیل منظور رہے اسمین دین کی راہ سے کوئی فضیلت ہو اور اگر سب برابر ہون تو مکروہ ہے اور معلی نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہے کہ کچھ ڈر نہیں ہے بشرطیکہ اُس سے ضرر رسانی مقصود نہو اور اگر ضرر رسانی مقصود ہو تو سب مین تسویہ کرکے بیٹے کو عطا کیا جاوے اور اسی پر فتوے ہے کذا فی فتاوی قاضی خان اور یہی مختار ہے یہ ظہیریہ مین ہے ایک شخص نے اپنی صحت مین کل مال اپنے بیٹے کو ہبہ کر دیا تو حکم قضا مین جائز ہوگا ولیکن وہ شخص اپنی اس حرکت سے گنہگار رہیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اور اگر اسکی اولاد مین کوئی فاسق ہو تو اُسکو اُسکی خوراک سے زیادہ نہ دینا چاہیئے تاکہ معصیت کا مددگار نہ ٹھہرایا جاوے یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور اگر کسی شخص کا لڑکا فاسق ہو پس اُس نے چاہا

کہ مین اپنے مال کو نیک راہ مین صرف کر ڈالون اور اسکو میراث سے محروم رکھون تو یہ امر اُس مال کے چھوڑ جانے سے بہتر ہے یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر کوئی لڑکا علم مین مشغول ہو کمائی مین مشغول نہو تو کچھ ڈر نہین ہے کہ اُسکو دوسرے پر فضیلت دے یہ ملتقط مین ہے۔ باپ اپنے نابالغ لڑکے کو ہبہ کرے تو یہ ہبہ صرف عقد سے تمام ہوجاتا ہے خواہ وہ شے باپکے پاس ہو یا اُسکے مستودع کے پاس ہو بخلاف اسکے اگر غاصب یا مستاجر یا مرتہن کے پاس ہو تو ہبہ جائز نہوگا اسیطرح اگر نابالغ کو اُسکی مان نے ہبہ کیا اور وہ شے ان کے پاس ہے اور باپ مرچکا ہے اور کوئی شخص اسکا وصی نہین ہے تو بھی یہی حکم ہے اسیطرح اگر وہ شخص جو اُسکی عیال داری کرے اُسکا بھی یہی حکم ہے یہ تبیین و کافی مین ہی۔ اگر اپنے غلام کو کسی ضرورت[۱] سے بھیجا پھر اُسکو اپنے نابالغ بیٹے کو ہبہ کردیا تو ہبہ صحیح ہے پھر اگر وہ غلام ہنوز لوٹ کر نہ آیا تھا کہ باپنے انتقال کیا تو وہ غلام بیٹے کا ہوگا اور باپ کی میراث قرار نہ دیا جائیگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر اپنے غلام کو جو دارالحرب کیطرف بھاگ گیا ہے اپنے نابالغ بیٹے کو ہبہ کیا تو جائز نہین ہے اور اگر وہ بھاگ کر دارالاسلام مین موجود ہو تو جائز ہے اور قابض[۲] ہوجانے کا حکم دیا جائیگا کذا فی الصغری۔ اور اگر غلام کو بطور بیع فاسد کے فروخت کرکے مشتری کے سپرد کیا یا مشتری کے خیار کی شرط پر فروخت کیا پھر اُسکو نابالغ لڑکے کو ہبہ کیا تو جائز نہین ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اس حکم مین صدقہ مثل ہبہ کے ہے یہ کافی مین ہی۔ اگر یتیم کے وصی نے اپنا غلام یتیم نابالغ کو ہبہ کیا حالانکہ یتیم کا اُسپر قرضہ ہے تو یہ ہبہ صحیح ہی اور قرضہ ساقط ہوجائیگا پھر اگر واہبنے ہبہ سے رجوع کرنا چاہا تو ظاہر الروایہ کے موافق اُسکو اختیار[۳] ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ باپنے اگر اپنے نابالغ لڑکے کو کوئی غلام ہبہ کیا پھر غلام مرگیا پھر ایک شخص نے غلام پر اپنا استحقاق ثابت کیا اور باپسے ضمان لے لی تو باپ ہر حال مین جو کچھ اُسنے ڈانڈ بھرا ہے نابالغ کے مال سے نہین لے سکتا ہے اور اگر مستحق نے بیٹے سے بعد بلوغ کے ضمان لی تو اگر بعد بالغ ہونے کے بیٹے نے اُسپر از سر نو قبضہ کیا ہو پھر وہ غلام مرا ہو تو ڈانڈ کا مال باپسے واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر از سر نو قبضہ کیا ہو تو واپس لے سکتا ہے یہ ذخیرہ مین ہی۔ باپ نے اگر اپنا گھر اپنے نابالغ بیٹے کو ہبہ کیا حالانکہ اُسمین واہب کا اسباب رکھا ہے تو جائز ہے اور یہی حکم لیا گیا ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ فتاوی عتابیہ مین ہی۔ منتقی مین امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر ایک شخص نے اپنا گھر اپنے نابالغ بیٹے کو ہبہ کیا حالانکہ اسمین کوئی شخص کرایہ پر رہتا ہے تو امام محمد رح نے فرمایا کہ نہین جائز ہے اور اگر کوئی شخص بلا کرایہ رہتا ہو یا واہب خود رہتا ہو تو جائز ہے اور امام ابو یوسف رح سے بروایت ابن سماعہ مذکور ہے کہ اگر اپنے نابالغ بیٹے کو ایسا گھر ہبہ کیا جسمین خود رہتا ہے تو جائز نہین ہی

[۱] قولہ ضرورت کیونکہ وہ باپکے قبضہ کام مین ہے ۱۲ [۲] قولہ قابض کیونکہ وہ باپکے قبضہ سے خارج نہین ہوا ۱۲ [۳] قولہ اختیار اس سے ظاہر ہوا کہ اگر قرضدار غلام کو اپنے قرضخواہ کو ہبہ کرے تو قبضہ کے بعد قرضہ ساقط ہوجائیگا پھر اگر ہبہ سے رجوع کرے تو غلام مفت ہاتھ آوے لیکن یہ

چنانچہ امام اعظم سے بھی یہی مروی ہے یہ ذخیرہ ومحیط مین ہی۔ اگر کوئی گھر اپنے نابالغ بیٹے کو ہبہ کیا پھر اُس گھر کے عوض دوسرا گھر خریدا تو دوسرا نابالغ کا ہوگا یہ ملتقط مین ہی۔ ایک شخص نے اپنے نابالغ بیٹے کو ایک دار صدقہ دیا حالانکہ باپ اُسمین رہتا ہے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ سراجیہ مین ہی اور حسن بن زیاد نے امام اعظم رح سے روایت کی ہے کہ اگر ایک شخص نے اپنے نابالغ بیٹے کو ایک گھر صدقہ دیا حالانکہ باپ کا اسباب اُسمین رکھا ہے یا کوئی شخص دوسرا اُسمین بلا کرایہ رہتا ہے تو صدقہ جائز ہے اور اگر کوئی شخص کرایہ پر رہتا ہو تو صدقہ نہین جائز ہی۔ اور بعض نے فرمایا کہ صدقہ کی صورت مین اگر اُسمین کوئی شخص کرایہ پر یا بلا کرایہ رہتا ہو تو امام اعظم رح سے جو روایت آئی ہے وہ موافق اس صورت کے ہے کہ جب صدقہ کی صورت مین وہ خود اُس گھر مین رہتا ہو یا اُسکا اسباب ہو یعنی ان دونون صورتون مین روایت موافق ہے اور ہبہ کی صورت مین مخالف ہے کیونکہ امام اعظم رح سے مروی ہے کہ اگر واہب خود اُس دار مین رہتا ہو یا اُسکا اسباب رکھا ہو تو ہبہ جائز نہین ہی۔ اور جسطرح ہبہ مین قبضہ کی ضرورت ہے ویسے ہی صدقہ مین قبضہ کی ضرورت ہے پس ان دونون مسئلون مین امام اعظم سے دو دو روایتین ہوگئین یہ محیط و ذخیرہ مین ہی۔ اگر ایسی زمین جسمین کھیتی ہے اپنے نابالغ بیٹے کو صدقہ دی پس اگر کھیتی اسکی ہو تو جائز ہے اور اگر کسی غیر شخص کی اجارہ پر ہو تو جائز نہین ہے یہ وجیز کردری مین ہی۔ صاحب کتاب الاحکام نے بیان کیا کہ امام ظہیر الدین کو لکھا گیا کہ ایک شخص نے اپنی زمین اور اپنے پاس سے بیج دیکر مزارعت پر کسی کاشتکار کو دی اور وہ اُسکے پاس ہے پھر زمین کے مالک نے وہ زمین مع اپنے حصہ زراعت کے اپنے نابالغ بیٹے کو ہبہ کر دی پس آیا یہ صحیح ہے یا نہین اور کاشتکار کے ہبہ پر راضی ہونے یا راضی نہونے دونون صورتون مین کچھ فرق ہوگا یا نہوگا تو امام ظہیر الدین نے جواب مین لکھا کہ ہبہ جائز نہین ہے کذا فی فتاوے ابی الفتح محمد بن محمود بن الحسین الاستروشنی ایک شخص نے اپنے نابالغ لڑکے سے کہا کہ اس زمین مین تصرف کر تو نے اُسمین تصرف شروع کیا تو اُسکی ملک نہو جائیگی یہ قنیہ مین ہی۔ اگر اپنے بیٹے کو کوئی شے ہبہ کی اور تمریک[1] کو لکھدیا تو جب تک بیٹا اُسپر قبضہ نہ کرے مالک نہوگا۔ اور اگر اپنے بیٹے کو کچھ مال دیا اُس نے اُسمین تصرف کیا تو وہ باپ ہی کا رہیگا لیکن اگر کوئی امر تملیک پر دلالت کرنے والا پایا جاوے تو البتہ بیٹے کا ہو سکتا ہے یہ ملتقط مین ہی۔ ایک شخص نے اپنے بیٹے کو کچھ مال اپنی صحت مین دیا کہ وہ اُسمین تصرف کرے اور وہ مال کثیر ہو گیا پھر باپ مرگیا پس اگر باپ نے اُسکو ہبہ کیا ہو تو سب اُسیکا ہوگا اور اگر اسواسطے دیا ہو کہ باپ کیواسطے تجارت کرے تو وہ میراث قرار دیا جائیگا یہ جواہر الفتاوی مین ہی۔ ایک شخص نے اپنے بیٹے یا شاگرد کو کپڑے بنا دیے پھر چاہا کہ یہ کپڑے دوسرے لڑکے یا دوسرے شاگرد کو دے تو اُسکو یہ اختیار نہین ہے و لیکن اگر بنا دینے کے وقت کہا ہو کہ یہ عاریت ہین تو دیسکتا ہے۔ یہ سراجیہ مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے ایک کپڑا خریدا

[1] قولہ تمریک الخ یعنی ہبہ کا معاملہ اپنے تمریک پر دیطور وثاقت نامہ کے لکھدیا اور وہ اس زمین مین ساجھی ہو تو بھی بیٹے کا قبضہ شرط ہی واللہ اعلم ۱۲ منہ

اور اُسکی کوئی چیز اپنے نابالغ لڑکے کیواسطے قطع کرائی تو یہ شخص بسبب قطع کرانے کے ہبہ کرنیوالا ہو گیا اور قبل سلانے کے اُسکا سپرد کر دینے والا ہوا اور اگر وہ لڑکا بالغ ہو تو جب تک سلا کر سپرد نکرے تب تک سپرد کرنے والا قرار نہ دیا جائیگا - اور اگر یون کہا کہ مین نے یہ کپڑا اُسکے واسطے خریدا ہے تو اُسکی ملک ہو گیا یہ قنیہ مین ہے - امام ابو القاسم نے فرمایا کہ اگر کسی عورت نے اُس بچہ کیواسطے جو اُسکے پیٹ مین سے کوئی کپڑا تیار کیا اور پھر جنی پس اگر بچہ کو اُس کپڑے پر رکھا تو کپڑا اُس بچہ کی ملک قرار دیا جائیگا - اور فقیہ نے فرمایا ہے کہ میرے نزدیک جب تک وہ عورت یہ اقرار نہ کرے کہ مین نے یہ کپڑا اس بچہ کی ملک کر دیا ہے تب تک عورت ہی کا رہیگا آیا تو نہین دیکھتا ہے کہ اگر بچہ دس بارہ برس کا ہوا اور وہ عورت ہر رات مین اُسکے واسطے بچھونا بچھاتی ہو اور چادر لحاف اُڑھاتی ہو تو یہ بستر اوڑھنا اُس بچہ کا نہو جائیگا جب تک کہ عورت یہ نہ کہے کہ یہ اس بچہ کیواسطے ہے پس ایسا ہی اس مقام پر بھی ہے اور اسکا حکم مثل بدن کے کپڑون کے نہین ہے - اور اگر کسی نے اپنی دختر کو سامان جہیز اُسکی صغر سنی مین دیا یا حالت بلوغ مین گویا اور سپرد کر دیا تو اُسیکا ہو گا بشرطیکہ اُس شخص نے اپنی صحت مین ایسا کیا ہو یہ ینابیع مین ہے - ایک عورت کا اپنے شوہر پر مہر ہے اُس نے یہ مہر اپنے لڑکے کو جو اُسی شوہر سے پیدا ہوا ہے ہبہ کیا تو صحیح یہ ہے کہ ایسا ہبہ صحیح نہین ہے لیکن اگر ہبہ کر کے بیٹے کو اُسکے قبض و وصول کرنے پر مسلط کر دے تو جائز ہے اور جب بیٹا اُسپر قابض ہو تو اُسکا مالک ہو جائیگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے - موہوب لہ اگر قبضہ کرنیکی لیاقت رکھتا ہو تو قبضہ کا حق اسی کو حاصل ہو گا اور اگر وہ شخص نابالغ یا مجنون ہو تو قبضہ کا حق اُسکے ولی کو ہو گا اور اسکا ولی باپ ہوتا ہے یا باپ کا وصی پھر دادا پھر اُسکا وصی پھر قاضی یا جسکو قاضی مقرر کر دے خواہ صغیر ان مین سے کسی کی عیال مین ہو یا نہو یہ شرح طحاوی مین ہے اگر باپ اور اُسکا وصی اور حقیقی دادا و اُسکا وصی غائب ہوا و غیبت منقطعہ[۱] ہو تو جن[۲] لوگون کو اُنکے بعد ولایت حاصل ہے اُنکا قبضہ کرنا جائز ہو گا یہ خلاصہ مین ہے - اور سواے باپ و دادا کے باقی اہل قرابت مثل بھائی و چچا و مان وغیرہ کے استحسانًا ہبہ پر قبضہ کر لینے کا اختیار رکھتے ہین بشرطیکہ نابالغ موہوب لہ اُنکے عیال مین ہو - اسی طرح اُن لوگون کے وصی کو بھی استحسانًا ہبہ پر قبضہ کا اختیار ہے بشرطیکہ صغیر اُسکے عیال مین ہو اسی طرح اگر کوئی اجنبی ہوا اور نابالغ اُسکے عیال مین ہوا اور اُس اجنبی کے سواے نابالغ کا کوئی نہو تو استحسانًا اُسکا قبضہ بھی جائز ہے - اور ان مسائل مین خواہ نابالغ قبضہ سمجھتا ہو یا سمجھتا نہو یکسان حکم ہے کچھ فرق نہین ہے - اور یہ سب اُس صورت مین ہے کہ باپ مر گیا ہو یا غائب ہوا اور اُسکی غیبت منقطعہ ہو اور اگر باپ زندہ حاضر ہو اور نابالغ اُن لوگون مین سے کسی کی عیال مین ہو تو اس صورت کو صریح ذکر نہین کیا کہ اُس صورت مین ان لوگونکا قبضہ جائز ہے

[۱] قولہ غیبت منقطعہ یعنی اسقدر دور ہے کہ سال مین قافلہ کی آمد و رفت نہین ہوتی اور بعض محققین نے کہا کہ اگر اسطرح غائب ہو کہ اُسکے ظاہر ہونے تک یہ بہتری جاتی رہیگی تو یہی حکم ہے جیسے نکاح مین ہے [۲] جنکا درجہ اُسکے بعد ہے ۱۲ منہ

یا نہیں ولیکن اجنبی کی صورت مین یون ذکر کیا کہ اگر اُسکے عیال مین نابالغ ہو اور نابالغ کا کوئی شخص اُسکے سوائے نہیں ہے تو اُسکا قبضہ جائز ہے پس اس قید لگانے سے یعنی نابالغ کا اُسکے سوائے کوئی نہو یہ نکلتا ہے کہ باپ کے حاضر ہونے کی صورتمین اُن لوگوں کا قبضہ درست نہونا چاہئے اور دادا کی صورت مین بھی ذکر کیا کہ اگر باپ زندہ اور حاضر ہو تو دادا کا قبضہ جائز نہیں ہے اور کوئی تفصیل اس امر کی بیان نہ کی کہ اگر نابالغ دادا کے عیال مین ہو تو کیا حکم ہے اور اگر نہو تو کیا حکم ہے بلکہ علی الاطلاق یہی حکم دیا تو ظاہر الاطلاق اس امر کا مقتضی ہے کہ باپ کی حاضری مین حقیقی دادا کا قبضہ درست نہو یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر نابالغ چچا کی گود مین اور اُسکے عیال مین ہو اور اُسکو کوئی شے ہبہ کی گئی اور چچا نے اُسپر قبضہ کیا حالانکہ باپ کا وصی حاضر ہے تو بعض نے فرمایا کہ نہیں جائز ہے۔ اور اگر بھائی یا چچا یا ان نے قبضہ کیا حالانکہ نابالغ کسی اجنبی کے عیال مین ہے تو جائز نہیں ہے اور اگر اُس اجنبی نے جسکے عیال مین وہ نابالغ ہے قبضہ کیا تو جائز ہے یہ فتاوے قاضیخان مین ہے۔ اور اگر ایسی صغیرہ عورت نے جسکے مثل عورت سے جماع کیا جا سکتا ہے اور وہ شوہر کے عیال مین ہے خود قبضہ کیا یا اُسکے شوہر نے قبضہ کیا تو جائز ہے۔ اور چونکہ زوجہ صغیرہ کیطرف سے شوہر کے قبضہ جائز ہونے کے واسطے یہ شرط لگائی کہ ویسی صغیرہ قابل جماع ہو اسواسطے ہمارے بعض اصحاب نے فرمایا کہ اگر وہ صغیرہ ایسی ہو کہ اس سے جماع نہیں کیا جا سکتا ہے تو اُسکی طرف سے شوہر کا قبضہ کرنا جائز نہوگا اور صحیح یہ ہے کہ اگر شوہر کے عیال مین ہو حالانکہ ویسی صغیرہ قابل جماع نہیں ہے تو بھی اُسکی طرف سے شوہر کا قبضہ کرنا جائز ہے۔ اور جس صغیرہ کے ساتھ اُسکے شوہر نے خلوت نہیں کی ہے اُسکے شوہر کا قبضہ نہیں جائز ہے بلکہ اُس صغیرہ کا ولی قبضہ کریگا یہ ذخیرہ مین ہے اور اگر نابالغہ عورت اپنے دادا یا بھائی یا چچا یا ان کے عیال مین ہو اور اُسکو کوئی چیز ہبہ کی گئی اور شوہر نے اُسپر قبضہ کیا تو جائز ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے اور اگر بالغہ ہو تو باپ یا شوہر کا قبضہ بدون اسکی اجازت کے جائز نہیں ہے یہ جوہرۃ النیرہ مین ہے۔ اگر نابالغہ عورت کسی اجنبی کے عیال مین ہو کہ اُس نے اُسکے باپ کی اجازت سے اسکو اپنی عیال مین رکھا ہے اور باپ غائب ہے تو اُس اجنبی کا قبضہ ہبہ جائز ہے اُس نابالغہ کے بھائی کا قبضہ جائز نہیں ہے یہ سراجیہ مین ہے۔ اگر نابالغ لڑکا اپنے دادا یا بھائی یا ماں یا چچا کے عیال مین ہو اور اُسکو کوئی شے ہبہ کی گئی اور جسکے عیال مین نابالغ ہو اُس نے قبضہ کر لیا حالانکہ باپ حاضر ہے تو اُسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ جائز ہے کذا فی فتاوی قاضیخان اور اسی پر فتوی دیا جاتا ہے کذا فی الصغری۔ اور اگر نابالغ نے خود قبضہ کر لیا اور وہ قبضہ کو سمجھتا ہے تو جائز ہے اگرچہ اُسکا باپ زندہ ہو کذا فی الوجیز للکردری اور یہی ہمارے علماء ثلثہ رح کا قول ہے کذا فی الذخیرہ اور اگر وہ لڑکا قبضہ کو نہ سمجھتا ہو تو نہیں جائز ہے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے۔ لڑکا اگر ہبہ قبول کرے تو صحیح ہے بشرطیکہ اس ہبہ مین سراسر اُس نابالغ کا نفع ہو اور اگر اُسمین کچھ ضرر ہو تو صحیح نہیں ہے حتی کہ اگر کسی شخص نے کسی لڑکے کو ایک اندھا غلام یا کسی دار کی مٹی

ہبہ کی اور اُسنے قبول کی پس اگر یہ ہبہ اُس سے کسیقدر مول کو خرید[۵۱] لیا جاوے تو اُسکا قبول کرنا صحیح ہے اور رد نہ کیا جائیگا اور اگر اُس سے کسی دامون کو نہ خریدا جاوے اور نابالغ کو اُس مٹی کے اُٹھوانے کی مزدوری اور غلام کا نفقہ دینا پڑے تو یہ ہبہ رد کرا دیا جائیگا۔ اور ہبہ کا رد کرنا ایسے لڑکے سے جو اپنی ذات سے تعبیر کر سکتا ہے صحیح ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ حاکم نے ذکر فرمایا ہے کہ اگر ایک شخص نے اپنا گھر اپنے دو لڑکون کو جنمین ایک بالغ اور دوسرا نابالغ ہے ہبہ کیا اور بالغ نے قبضہ کیا تو ہبہ باطل ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ نابالغ کا ہبہ وقت عقد ہبہ کے منعقد ہو گیا کیونکہ واہب یعنی باپ کا قبضہ اُسکے قبضہ کے قائم مقام ہے اور بالغ کا ہبہ اُسکے قبول کرنیکا محتاج رہا پس نابالغ کا ہبہ پہلے ہی منعقد ہو گا پس شیوع پھیل گیا اور اُسکے صحیح ہونے کے واسطے حیلہ یہ ہے کہ پہلے وہ گھر بالغ کو سپرد کر دے پھر دونون کو ہبہ کر دے یہ درجیز کردری مین ہے۔ واضح ہو کہ ہر حیلہ ہے جس سے آدمی حرام سے بچ جاوے یا حلال کی طرف توسل حاصل کرے تو وہ حیلا اچھا ہے اور صغیرون کو صدقہ دینا مثل اجنبیون کے صدقہ دینے کے ہے یہ تمرتاشی مین ہے

ساتوان باب۔ ہبہ مین عوض لینے کے بیان مین۔ واضح ہو کہ عوض ہبہ دو طرح کا ہوتا ہے ایک وہ کہ عقد ہبہ کے بعد عوض دیا گیا اور دوسرا وہ کہ عقد ہبہ مین شرط کیا گیا پس اول قسم مین دو طور سے گفتگو کیجاتی ہے اول یہ کہ ایسے عوض کے دینے کے جواز کی شرط اور عوض کے عوض ہو جانے مین اور دوم اُس تعویض[۵۲] کی ماہیت کے بیان مین پس اول کے واسطے تین شرطین ہین ایک یہ کہ عوض کو ہبہ کے مقابلہ مین رکھنا وہ اسطرح سے ہو گا کہ تعویض ایسے لفظ سے کیجاوے جو مقابلہ پر دلالت کرتا ہو مثلاً کہے کہ یہ تیرے ہبہ کا عوض ہے یا تیرے ہبہ کا بدل ہے یا تیرے ہبہ کی جگہ ہے یا نحلتک ہذا عن ہبتک یعنی بخشیدم این چیز ترا از ہبہ تو یا مین نے تجھے یہ چیز تیرے ہبہ کے بدلے صدقہ دی یا تیری مکافات کی یا مجازات کی یا اور ایسے ہی الفاظ جو اُسکے قائم مقام ہون اور اگر یہ شرط نہ پائی گئی مثلاً کسی شخص زید نے عمرو کو کچھ ہبہ کیا پھر عمرو نے بھی زید کو کوئی چیز ہبہ کی اور ایسا لفظ نہ کہا جس سے معلوم ہو کہ یہ ہبہ اُسکے ہبہ کا عوض ہے تو از سر نو ہبہ قرار دیا جائیگا اور ہر ایک کو اختیار ہو گا کہ اپنے ہبہ سے رجوع کر کے لے لے اور دوسری شرط یہ ہے کہ جو چیز عوض مین دیتا ہے وہ اُسی[۵۳] عقد ہبہ کی مملوک نہو جسکا عوض دیتا ہے حتی کہ موہوب لہ نے اگر تھوڑی سی شے موہوب کو عوض دیا تو صحیح نہو گا اور نہ عوض ہو گا اور اگر شے موہوب اپنی حالت سے ایسا تغیر پا گئی ہو جسکے باعث سے واہب کا رجوع کرنا ممنوع[۵۴] ہو گیا ہو تو ایسی صورت مین اگر اُس شے مین سے کچھ عوض مین دے تو باقی سے عوض ہو جائیگی اور یہ حکم اسوقت ہے کہ ایک شے ہبہ کی

---

[۵۱] یعنی فروخت ہو سکتا ہے ۱۲۔ [۵۲] قولہ تعویض عوض ٹھہرانا ۱۲۔ [۵۳] قولہ اسی یعنی واہب کی دی ہوئی چیز دن مین سے نہو ۱۲
[۵۴] قولہ ممنوع یعنی یہ مسائل مقرر ہین کہ جب اسی قسم کا تغیر ہو جاوے کہ ہبہ سے رجوع کرنا منع ہو گیا مثلاً ہبہ کا سوت متغیر ہو کر کپڑا ہو گیا یا لکڑی کے کواڑ ہو گئے تو اب یہ چیز اس ہبہ کی چیز نہین ہے پس عوض ہو سکتی ہے ۱۲ - + + + + + + + + +

یا دو چیزین ایک ہی عقد ہبہ مین ہبہ کی ہون اور اگر دو چیزین دو عقدون مین ہبہ کی ہون اور موہوب لہ نے ایک کو دوسری کے عوض دیا تو اسمین اختلاف ہے اور امام اعظم رہ وامام محمد رہ نے فرمایا کہ عوض ہو جائیگی۔ اور اگر ایک شے ہبہ کی اور دوسری صدقہ دی اور موہوب لہ نے صدقہ کو ہبہ کے عوض دیا تو بالاجماع عوض ہو جائیگی اور تیسری شرط یہ ہے کہ عوض کی چیز واہب کو مسلم[1] پہونچ جاوے اور اگر نہ پہونچی مثلاً اسکے ہاتھ سے استحقاق مین لیگئی تو عوض نہوگی اور واہب کو رجوع کا اختیار ہوگا بشرطیکہ ہبہ کی چیز بعینہ قائم ہو ہلاک نہوئی ہو اور نہ اسمین قیمت کی راہ سے کوئی بہتری ظاہر ہوئی ہو اور نہ کوئی ایسی شے اسمین پیدا ہوگئی ہو جسکے باعث سے ہبہ سے رجوع کرنا ممنوع ہوگیا ہو۔ اور اگر وہ شے تلف ہوگئی ہو یا اس نے تلف کردی ہو تو ضمان نہین لے سکتا ہے جیسا کہ قبل تعویض کے ہلاک ہونے یا ہلاک کر دینے کا حکم ہے اور اسی طرح اگر موہوب مین قیمت کی راہ سے کچھ بہتری آگئی ہو تب بھی ضمان نہین لے سکتا ہے جیسا کہ عوض دینے سے پہلے تھا یہ بدائع مین لکھا ہے اور اگر کچھ عوض استحقاق مین لیا گیا تو باقی عوض پوری موہوب شے کا عوض ہوگا اور اگر چاہے تو اسکو واپس کردے اور اپنا ہبہ پورا واپس کرے بشرطیکہ موہوب بعینہ قائم ہو اسکی ملک سے خارج نہوئی ہو اور نہ تن کی راہ سے اسمین کچھ زیادتی ہو یہ سراج الوہاج مین ہے اور موہوب کا صحیح سلامت ہونا یہ تعویض کی شرط ہے حتی کہ اگر موہوب شے استحقاق مین لی گئی تو موہوب لہ کو اختیار ہوگا کہ اپنا عوض واپس کرلے اور اگر نصف موہوب استحقاق مین لی گئی تو اسکو نصف عوض واپس لینے کا اختیار ہوگا بشرطیکہ شے موہوب محتمل[2] قسمت ہو خواہ عوض مین نرخ کی راہ سے زیادتی وکمی ہوگئی ہو یا بدن کی راہ سے زیادتی وکمی ہوگئی ہو یا نہوئی ہو پس نقصان کی صورت مین اسکو اختیار ہوگا کہ نصف عوض مع نصف نقصان کے واپس کرلے یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر اسنے کہا کہ مین باقی ہبہ واپس کرتا ہون اور پورا عوض پھیر لونگا تو ایسا نہین ہوسکتا ہے اور اگر مستہلک ہو تو عوض پر قبضہ کرنے والا اسقدر عوض کا ضامن ہوگا جسقدر موہوب لہ کو واپس کرنا واجب ہوا ہے یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور اگر تمام ہبہ استحقاق مین لے لیا گیا حالانکہ عوض کو اس نے تلف کردیا ہے تو پورے عوض کی قیمت کا ضامن ہوگا ایسا ہی کتاب الاصل مین بدون ذکر اختلاف کے مذکور ہے یہ بدائع مین ہے اور یہ حکم اسوقت ہے کہ موہوب یا عوض ایسی شے ہو کہ محتمل قسمت نہین ہے اور اسمین سے تھوڑے مین استحقاق ثابت ہوا۔ اور اگر ایسی شے ہو کہ محتمل قسمت ہے اور دونون سے کسی مین سے کچھ استحقاق مین لیلیا تو عوض باطل ہو جائیگا بشرطیکہ وہ ہی استحقاق مین لیا جاوے اسی طرح ہبہ باطل ہو جائیگا بشرطیکہ یہ ہی استحقاق مین لے لیا گیا ہو اور جب عوض باطل ہوگیا تو ہبہ سے رجوع کرسکتا ہے اور جب ہبہ باطل

[1] قولہ مسلم یعنی جو عوض اسکو دیا تھا وہ اسکے پاس مسلم رہے کوئی اس سے اپنی ملکیت بتلا کر نہ لے ۱۲ [2] قولہ محتمل یعنی قابل بٹوارہ ہو اور اس سے یہ مراد ہے کہ تقسیم سے پہلے جس کام آتی تھی اب بھی وہ کام نکلے ورنہ قابل نہوگی اگرچہ اس سے دوسرا کام نکلے مستہلک کھپ جانا ۱۲

ہو جاوے تو عوض واپس کرسکتا ہے یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اور دوسری قسم جو عوض کی ماہیت کے بیا نمین ہے اسمین اسطور سے گفتگو ہے کہ جو عوض ہبہ کے پیچھے ہو تو وہ از سرنو ہبہ ہے اسمین ہمارے اصحاب مین کچھ اختلاف نہین ہے پس جس[1] سے ہبہ صحیح ہوتا ہے اُس سے یہ بھی صحیح ہوتا ہے اور جس سے ہبہ باطل ہوتا ہے اُس سے یہ بھی باطل ہوتا ہے کسی امر مین مخالفت نہین ہے مگر صرف رجوع مین کہ ہبہ کی صورت مین واہب کو رجوع کرنیکا حق حاصل ہوتا ہے اور اس صورت مین نہین حاصل ہوتا ہے اور اگر موہوب لہ نے موہوب مین کوئی کھلا ہوا عیب پایا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ واپس کرکے عوض کو واپس لے اسی طرح واہب کو بھی یہ اختیار نہوگا کہ اگر اُسنے عوض مین کچھ عیب پایا تو اُسکو واپس کرکے ہبہ کو واپس لے پھر جب واہب نے عوض پر قبضہ کرلیا تو دونون مین سے کسی کو اختیار نہوگا کہ جس چیز کا اُسنے دوسریکو مالک کردیا ہے اسکو واپس لے خواہ واہب کو موہوب لہ نے خود عوض دیا ہو یا اُسکے حکم سے یا بدون حکم کے کسی اجنبی نے عوض دیا ہو یہ بدائع مین ہی۔ اور جو شرطین ہبہ مین ہین وہی بعد ہبہ کے عوض مین ہین جیسے قبضہ[2] و حیازت و افراز کذا فی خزانۃ المفتین اور یہ عوض ہبہ بمعنی معاوضہ ابتدائً و انتہائً نہین ہوتا ہے پس شفیع کو اسمین شفعہ کا حق ثابت نہوگا اور نہ موہوب لہ کو بسبب عیب کے واپس کرنے کا اختیار ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اب بیان دوسری قسم عوض کا یعنی جو عوض کہ عقد ہبہ مین مشروط ہو اسطرح ہے کہ اگر ہبہ بشرط عوض ہو تو ابتدا مین اسکے واسطے وہی شرطین چاہیے ہین جو ہبہ مین ہین حتی کہ ایسی غیر منقسم شے مین جو محتمل قسمت ہے صحیح نہوگا اور قبضہ سے پہلے ملک ثابت نہوگی اور دونون مین سے ہر ایک کو سپرد کرنے سے انکار کرنیکا اختیار نہوگا اور بعد باہمی قبضہ واقع ہونے کے اُسکو بیع کا حکم ثابت ہوگا پس کسیکو دونون مین سے یہ اختیار نہوگا کہ جو چیز اُسکی واپس کرلے اور شفعہ ثابت ہوگا اور دونون مین سے ہر ایک کو یہ اختیار ہوگا کہ اپنے مقبوضہ کو بسبب عیب کے واپس کردے اور جس صدقہ مین عوض دینا شرط ہو وہ بمنزلہ ہبہ بشرط العوض کے ہے اور یہ جو مذکور ہوا بدلیل استحسان ہے اور قیاس چاہتا ہے کہ ہبہ بشرط العوض ابتدائً و انتہائً دونون راہ سے بیع ہو کذا فی فتاوی قاضی خان۔ ایک گھر دو شخصون کو بشرط ہزار درم عوض لینے کے ہبہ کیا تو بعد باہمی قبضہ کے اس ہبہ کا انقلاب بیع جائز کی جانب ہوگا یعنی ہبہ منقلب ہوکر بیع جائز ہو جائیگا یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ اگر تمام ہبہ کی طرف سے عوض دیا خواہ عوض قلیل ہو یا کثیر ہو تو ہبہ سے رجوع کرلینا ممنوع ہو جاتا ہے اور اگر کچھ ہبہ کی طرف سے عوض دیا تو واہب کو اختیار ہوگا کہ جسقدر کا عوض اُس نے نہین لیا ہے اُسمین ہبہ سے رجوع کرلے اور جسکا عوض لے لیا ہے اُسقدر مین ہبہ سے رجوع نہین

---

[1] قولہ جس یعنی جو شخص ہبہ کے قابل ہو مثلاً لڑکا و غلام وغیرہ نہو اور عوض بھی نہین دیگا ۱۲ [2] قولہ قبضہ پس مال عوض پر قبضہ ہونا شرط ہے جب وہ ہبہ کی طرح عوض ہوگا حیازت یہ کہ اپنے قبضہ مین پوری ہو افراز یہ ہے کہ دوسرے کی شرکت سے پاک ہو اور جدا ہو چکا ہو پس جسکو عوض دیتا ہے اسکے قبضہ مین جلوے اور علیحدہ مقسوم و متحیز ہوکر مقبوضہ ہو ۱۲ - - - - - - - - - - -

کر سکتا ہے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ اگر واہب کو موہوب لہ نے صدقہ یا نحلہ یا عمرہ دیا اور کہا کہ یہ تیرے ہبہ کا
عوض ہے تو جائز ہے یہ فتاوی صغری مین ہے۔ اور اگر کسی اجنبی نے واہب کو عوض دیدیا تو جائز ہے خواہ موہوب لہ
کے حکم[1] سے ہو یا بلا حکم اور اس اجنبی کو یہ اختیار نہوگا کہ جسقدر اُس نے عوض دیا ہے وہ موہوب لہ سے واپس لے
خواہ اُسکے حکم سے دیا ہو یا بلا حکم دیا ہو ولیکن اگر موہوب لہ نے اُس سے یون کہا ہو کہ تو فلان شخص کو
میری طرفسے اس شرط سے عوض دیدے کہ مین ضامن ہون تو واپس لے سکتا ہے اور یہ صورت ایسی ہے
کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ فلان شخص کو یہ غلام اپنا ہبہ کردے میری طرفسے تو مامور اُس سے واپس نہین
لے سکتا ہے لیکن اگر حکم دینے والا اسکے ساتھ یون بھی کہے کہ بشرطیکہ مین ضامن ہون تو واپس لے سکتا ہے
یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اصل اس جنس کے مسائل مین یہ ہے کہ جو حق ایسا ہو کہ حبس یعنی قید و ملازمت کے
ساتھ آدمی سے اُسکا مطالبہ کیا جاتا ہے اگر ایسے حق کے ادا کردینے کا حکم دے تو بدون ضمان کی شرط لگانے
کے حکم دینے والے سے واپس لے سکتا ہے اور جو حق ایسا نہوا گر اُسکے ادا کردینے کا حکم دے تو مامور کو بدون اشتراط
ضمان کے واپس لینے کا اختیار حاصل نہوگا یہ ظہیریہ مین ہے اور اگر کسی کو کچھ ہبہ کیا اور اُسنے بدون شرط کے
اسکا عوض دیدیا اور واہب نے قبضہ کرلیا پھر وہ عوض استحقاق مین لے لیا گیا تو واہب کو رجوع کرلینے کا اختیار ہے
بشرطیکہ وہ ہبہ ملک موہوب لہ مین قائم ہو اور اُسمین زیادتی نہوئی ہو اور نہ کوئی ایسا امر جو رجوع کا مانع
ہوتا ہے پیدا ہوا ہو یہ سراج الوہاج مین ہے اور اگر عوض استحقاق مین لیلیا گیا حالانکہ ہبہ مین زیادتی پیدا ہوگئی ہے
تو رجوع نہین کرسکتا ہے یہ خلاصہ مین ہے اور اگر ہبہ تلف ہوگیا یا موہوب لہ نے تلف کردیا ہو تو بالاجماع
واہب اُس سے ضمان نہین لے سکتا ہے یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور اگر کسی شخص کو ہزار درم ہبہ کئے اور
موہوب لہ نے اُنھین درمون مین سے ایکدرم واہب کو عوض دیا تو ہمارے نزدیک یہ عوض نہوگا اور
واہب کو اپنے ہبہ سے رجوع کرنیکا اختیار ہوگا اسی طرح اگر ہبہ مین کوئی دار دیا ہوا اور موہوب لہ نے
اُسمین سے کوئی بیت عوض دیا تو بھی عوض نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ فتاوی عتابیہ مین ہے کہ اگر
کسی شخص نے اپنا گھر بشرط عوض ہبہ کیا اور اُسکے عوض کی قیمت ایک ہزار درم ہے پھر موہوب لہ نے
ثمن یعنی مشروط دینے سے پہلے اُسکو ہزار درم کو فروخت کیا تو شفیع اُسکو دو ہزار کو لیگا اور موہوب لہ اپنے
واہب کو مشروط چیز یا اُسکی قیمت دیگا اور اگر مشروط چیز واہب کو دینے کے بعد شفیع حاضر ہوا تو وہ گھر بعوض
مشروط کے شفعہ مین لیگا یہ تاتارخانیہ مین ہے اگر ایک شخص نے ایک کپڑا اور پانچ درم ہبہ کیے اور سب
موہوب لہ کو سپرد کردیے پھر اُسنے کپڑا یا درم عوض مین دیے تو استحساناً ہمارے نزدیک یہ عوض نہوگا یہ فتاوی
قاضیخان مین ہے۔ اور اگر گیہون ہبہ کیے اور موہوب لہ نے اُنھین سے کچھ گیہون پیسا کر اُنھین کا آٹا عوض
مین دیا ہو تو یہ عوض ہوگا اسیطرح اگر چند کپڑے ہبہ کیے اور موہوب لہ نے کوئی کپڑا اُن کپڑون مین سے

[1] قولہ حکم الخ اسواسطے کہ اسکے حکم سے بھی یہ ہبہ ہوگا تو بغیر شرط کے عوض کا خواستگار نہین ہوسکتا ہے ۱۲

عصفر سے رنگا یا یا اُسکی قمیص سلوا کر واہب کو عوض مین دی تو عوض ہوگی اسیطرح اگر ستو ہبہ کئے اور موہوب لہ نے مسکہ وغیرہ مین لتھ کر کے یہی ستو تھوڑے سے عوض دیے تو عوض ہونگے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر کسی نصرانی نے ایک مسلمان کو کچھ ہبہ دیا اور مسلمان نے اُسکو شراب یا سور عوض دی تو عوض نہوگا اور نصرانی کو اپنے ہبہ سے رجوع کرنیکا اختیار ہوگا اسیطرح اگر کسی شخص نے اپنے واہب کو پوست کشیدہ بکری عوض دی پھر معلوم ہوا کہ یہ مردار تھی تو عوض نہوگی اور واہب کو رجوع کا اختیار رہیگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اگر زید نے عمرو کا کپڑا خالد کو ہبہ کیا اور سپرد کردیا اور عمرو نے ہبہ کی اجازت دیدی تو ہبہ اُسکے مال سے جائز ہوا اور اُسکو اختیار رہا کہ جبتک خالد نے اُسکو عوض نہ دیا یا اسکا ذی رحم محرم نہو تب تک اپنے ہبہ سے رجوع کرے اور اگر خالد نے زید کو عوض دیدیا ہو یا دونوں مین قرابت نہو تو یہ امر عمرو کے ہبہ سے رجوع کر لینے کا مانع نہین ہوسکتا ہے یہ مبسوط مین ہے۔ ایک غلام ماذون التجارۃ نے کسی کو ہبہ کیا اور موہوب لہ نے اُسکو عوض دیدیا تو ہر ایک کو دونون مین سے یہ اختیار ہے کہ اپنی چیز واپس کرے اور ہبہ باطل ہے اسی طرح اگر نابالغ کے والد نے اگر نابالغ کے مال مین سے کچھ ہبہ کیا اور موہوب لہ نے عوض دیدیا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر نابالغ نے اپنا مال کسی کو ہبہ کیا اور اُسنے ہبہ کا عوض نابالغ کو دیدیا تو صحیح نہین ہے کیونکہ اُسنے ہبہ باطل[1] کا عوض دیا ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر نابالغ کو کوئی چیز ہبہ کی گئی اور باپ نے نابالغ کے مال سے اُسکا عوض دیا تو تعویض جائز نہین ہے اگرچہ یہ ہبہ بشرط عوض ہو یہ جوہرۃ النیرہ مین ہے۔ اور اگر ایک شخص نے دو باندیان کسی شخص کو ہبہ کردین پھر موہوب لہ کے پاس ایک باندی کے بچہ پیدا ہوا اُسنے بچہ کو دونون کے عوض مین دیا تو واہب کو دونون باندیان ہبہ سے رجوع کرنے و واپس لینے کا اختیار نہ رہیگا یہ سراج الوہاج مین ہے۔ ایک مریض نے ہزار درم قیمت کا ایک غلام ایک صحیح آدمی کو ہبہ کیا حالانکہ اُسکے سوائے اُسکا کچھ مال نہین ہے اور صحیح نے اُسکو ہبہ کا عوض دیا اور مریض نے قبضہ کرلیا پھر مریض مرگیا حالانکہ عوض اُسکے پاس موجود ہے پس اگر یہ عوض اُس غلام کی دو تہائی قیمت کے برابر یا زیادہ ہو تو ہبہ تمام رہا اور اگر عوض کی قیمت ہبہ کی نصف ہو تو واہب کے وارث لوگ چھٹا حصہ ہبہ کا واپس لینگے اور اگر عوض دینا اصل ہبہ مین شرط ہو تو موہوب لہ کو اختیار ہوگا چاہے تمام ہبہ واپس کرکے اپنا عوض پھیرے یا ہبہ کا چھٹا حصہ واپس دے اور باقی رہنے دے کذا فی المبسوط

آٹھوان باب - ہبہ کرنے مین شرط لگانے کے بیان مین - بقالی مین امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ یہ مال عین تیرا ہے اگر تو چاہے اور اسکو دیدیا اُس نے کہا کہ مین نے چاہا تو جائز ہے اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ جسوقت خرمائی کو دہ ظاہر ہوئی تو مالک نے دوسرے سے کہا کہ یہ تیری ہین اگر ایک جاد مین یا کہا کہ جب کل کا روز آدے تو ہبہ ناجائز ہے بخلاف[2] گھر مین داخل ہونے کی شرط لگانے

[1] باطل اسواسطے کہ نابالغ کا ہبہ کرنا باطل ہے ۱۲ [2] قولہ بخلاف یعنی یون کہا کہ اگر مین گھر مین داخل ہون تو یہ باغ فلان شخص کو ہبہ تو جائز نہین فافہم ۱۲

کے کہ اسمین یہ حکم نہین ہے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر غلام یا کوئی چیز اس شرط پر ہبہ کی کہ موہوب لہ کو تین روز تک
خیار رہے تو اگر اُس نے قبل افتراق کے اجازت دیدی تو جائز ہے اور اگر اجازت ندی یہانتک کہ
دونون جدا ہوگئے تو جائز نہین ہی۔ اور اگر اس شرط سے ہبہ کی کہ واہب کو تین روز تک خیار رہے تو
ہبہ صحیح ہے اور شرط باطل ہے کیونکہ ہبہ ایک عقد غیر لازم ہے پس اسمین شرط خیار صحیح نہوگی یہ فتاوے
قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم ہین اُسنے کہا کہ جب کل کا روز آوے تو وہ ہزار
درم تیرے ہین یا کہا کہ تو اُنسے بری ہے یا کہا کہ جسوقت تونے نصف مال ادا کیا تو باقی نصف سے بری ہے یا
باقی نصف تیرا ہے تو یہ سب باطل ہے کذا فی الجامع الصغیر۔ فتاوی عتابیہ مین ہے کہ اگر کسی نے دوسرے
سے کہا کہ مین نے تجھے بری کیا بشرطیکہ تو اپنے غلام کو آزاد کردے یا کہا کہ تو بری ہے بشرطیکہ تو بسبب[۱] میرے
تجھکو بری کرنے کے اپنے غلام کو آزاد کردے اُسنے کہا کہ مین نے قبول کیا یا غلام کو آزاد کردیا تو قرضہ سے
بری ہوجائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ فتاوی ابواللیث رح مین ہے کہ شیخ ابونصر رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک
شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تجھے اُس حق سے جو میرا تجھپر آتا ہے بری کیا بشرطیکہ مجھے خیار رہے
تو شیخ رح نے فرمایا کہ برائت جائز ہے اور خیار باطل ہے آیا تو نہین دیکھتا ہے کہ اگر اُسکو کوئی چیز بشرط
خیار ہبہ کی تو ہبہ جائز اور خیار باطل ہوگا پس برائت مین خیار باطل ہونا بدرجہ اولی ثابت ہوگا یہ محیط
مین ہی منتقی مین امام محمد رح سے بروایت ابن سماعہ مذکور ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے
تجھے یہ باندی ہبہ کی بشرطیکہ تو مجھے ہزار درم عوض دے اور وہ باندی اُسکو دیدی اُسنے باندی سے وطی کی
اور بچہ پیدا ہوا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ موہوب لہ کو حکم دونگا کہ واہب کو جو عوض شرط کیا ہے وہ عوض مشروط
دے یا قیمت دے یہ ذخیرہ مین ہے ہمارے سب اصحاب نے فرمایا کہ اگر کچھ ہبہ کیا اور ہبہ مین کوئی شرط فاسد
لگائی تو ہبہ جائز ہوگا اور شرط باطل ہوگی مثلاً ایک شخص نے دوسرے کو ایک باندی ہبہ کی اور شرط لگائی
کہ اسکو فروخت نکرے یا اسکو ام ولد بنادے یا فلان شخص کے ہاتھ فروخت کردے یا ایک مہینہ کے بعد مجھے
واپس کردے تو ہبہ جائز ہے اور یہ سب شرطین باطل ہین یہ سراج الوہاج مین ہے اگر کسی شخص کو ایک
باندی اس شرط سے ہبہ کی کہ مجھے اُسکو واپس کردے یا اُسکو آزاد کردے یا اُسکو ام ولد بنادے یا کوئی گھر
اُسکو اس شرط سے صدقہ[۲] مین دیا کہ اُسمین سے کچھ مجھے واپس دے یا کچھ اُسمین سے مجھے عوض دے تو ہبہ
جائز اور شرط باطل ہے یہ کافی مین ہی۔ اور اصل اسمین یہ ہے کہ جو عقد ایسا ہو کہ اسمین قبضہ شرط ہے تو
اُسکو کوئی شرط فاسد نہین کرتی ہے جیسے ہبہ و رہن وغیرہ یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اور وہ تمام عقود جنکی
تعلیق کسی شرط کے ساتھ صحیح نہین ہے اور فاسد شرطین لگانے سے باطل ہوجاتے ہین تیرہ[۱۳] عقد ہین۔ بیع
اور قسمت اور اجارہ اور رجعت اور مال سے صلح کرنا اور قرضہ سے بری کرنا اور ماذون کو مجور کرنا اور وکیل کو

[۱] قولہ بسبب یعنے تجھے بری کرنے کے عوض ہین یا اس سبب سے ۱۲ [۲] یہ صدقہ بھی بمعنے ہبہ ہے ۱۲

معزول کرنا موافق روایت شرح طحاوی کے اور ایجاب اعتاق کو شرط پر معلق کرنا اور عقد مزارعت اور عقد معاملت اور اقرار اور موافق ایک روایت کے وقف ہے اور جو عقود ایسے ہین کہ شروط فاسدہ سے باطل نہین ہوتے ہین وہ چھبیس ہین طلاق اور خلع بمال یا بغیر مال اور رہن و قرض وہبہ و صدقہ و رضایہ و وصیت و شرکت و مضاربت و قضا و امارت اور امام محمد رح کے نزدیک تحکیم۔ اور کفالت و حوالہ و اقالہ و نسب اور غلام کو تجارت کی اجازت دینا اور دعوت ولد اور صلح کرنا خون عمد سے اور ایسی براءت سے جس مین فی الحال یا میعادی طور سے قصاص لازم آتا ہے اور جنایت غصب اور ودیعت اور عاریت جبکہ اسمین کوئی شخص ضامن ہو اور کفالت یا حوالہ کی شرط لگائی جاوے اور عقد ذمہ اور رد بالعیب کو شرط پر معلق کرنا اور ردو نجیار شرط کو شرط پر معلق کرنا اور قاضی کو معزول کرنا۔ اور واضح ہو کہ نکاح کو شرط پر معلق کرنا یا کسی چیز کی جانب مضاف کرنا صحیح نہین ہے ولیکن شرط باطل ہو جائیگی اور نکاح صحیح رہیگا وہ شرط لگانے سے باطل نہوگا اسی طرح غلام ماذون کو مجبور کرنا اور ہبہ و صدقہ اور مکاتب کرنا خواہ بشرط متعارف ہو یا بشرط غیر متعارف ہو صحیح رہتا ہے اور شرط باطل ہو جاتی ہی۔ اور جن عقدون کا زمانہ مستقبل کی طرف نسبت کرنا صحیح ہے وہ چودہ ہین اجارہ و فسخ اجارہ اور مزارعت یعنی کھیت بٹائی پر کاشت کے لیے دینا اور معاملت یعنی درختون کو بٹائی پر دینا اور مضاربت و وکالت و کفالت و ایصا و وصیت و قضا و امارت یعنی امیر مقرر کرنا و طلاق و عتاق اور وقف۔ اور جو عقد ایسے ہین کہ انکا زمانہ مستقبل کی طرف نسبت کرنا صحیح نہین ہے وہ نو ہین بیع کی اجازت اور بیع کا فسخ اور عقد قسمت اور شرکت اور ہبہ اور نکاح اور رجعت اور مال سے صلح اور قرضہ سے ابراء یہ فصول استروشنیہ مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک زمین اس شرط سے تعلیقاً ہبہ کی کہ جو اسمین سے از قسم زرع پیدا ہو اسکو موہوب لہ واہب کو نفقہ مین دے تو ابوالقاسم صفار رح نے فرمایا کہ اگر اس زمین مین تاک انگور یا درخت ہون تو ہبہ جائز اور شرط باطل ہے اور اگر وہ زمین قراح ہو تو ہبہ فاسد ہے یہ فتاویٰ قاضیخان مین ہی۔ اگر شے موہوب کوئی انگور کا باغ ہو اور شرط معلق لگائی کہ اسکے پھل مجھے نفقہ دے تو ہبہ صحیح اور شرط باطل ہے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اسبیجابی مین لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کو کوئی چیز ہبہ کی یا صدقہ اور یہ شرط معلق لگائی کہ اسمین سے تہائی یا چوتھائی یا کچھ مجھے واپس دے یا اسمین کی تہائی یا چوتھائی یا کچھ مجھے عوض مین دے تو ہبہ جائز ہے اور واپسی یا عوض مین کچھ نہ دیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور منتقی مین ہے کہ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ مین نے وہ ہزار درم جو میرے تجھپر ہین تجھے صدقہ دے بشرطیکہ تو مجھپر یعنی میرے ہوتے کوئی باندی نہ بٹھادے یا کہا کہ دوسرا نکاح نکرے اور اسنے قبول کیا پھر باندی بٹھلائی یا نکاح کیا تو ہزار درم واپس نہین لے سکتی ہے یہ محیط مین ہے

ایصاء اپنی موت کے وقت کسی کو اپنے امور کے انتظام کے واسطے وصی مقرر کرنا اور اگر بحین حیات ہو تو وہ درحقیقت وکیل ہوتا ہی ۱۲

قراح خالی زمین قابل زراعت ونشاندن درختان ۱۲ ع متعارف وہ شرط جو لوگون مین رائج ہو ۱۲

ایک عورت نے اپنے شوہر کو اپنا مہر اس شرط سے ہبہ کیا کہ شوہر کی مہر جورو کا امر اُسکے اختیار میں دے اور شوہر نے قبول نہ کیا تو مختار یہ ہے کہ مدیون[1] کے بلاقبول کرنے کے ہبہ صحیح ہوتا ہے پس اگر اُسنے قبول کیا کہ جورو کا امر اُس کے اختیار میں دے تو ابرا در میں پورا ہو جیگا اور اگر ایسا نہ کیا تو مختار یہ ہے کہ مہر عود کریگا اسیطرح اگر اس شرط سے ابرار کیا کہ اس عورت کو نہ مارے اور نہ مجبور کرے یا اسکو اسقدر چیز ہبہ کرے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر یہ امر ہبہ میں شرط نہو تو مہر عود نکریگا یہ وجیز کردری وخلاصہ میں ہی۔ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ میں نے اپنا مہر جو تجھ پر ہے چھوڑ دیا بشرطیکہ تو میرا امر میرے اختیار میں دے یعنی چاہوں اپنے تئیں طلاق دیدوں تو اُس عورت کا مہر بحالہ رہیگا جب تک کہ آپ کو طلاق نہ دے کیونکہ اُس نے اپنے مہر کو اُسکا کام[2] اُسکے اختیار میں دینے کے عوض میں کر دیا ہے اور یہ عوض ہونیکی صلاحیت نہیں رکھتا ہے یہ مضمرات میں ہی۔ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ اگر تو مجھپر ظلم نکرے تو میں نے اپنا مہر تجھے ہبہ کیا اور شوہر نے قبول کیا پھر اُسکے بعد اُسپر ظلم کیا تو فقیہ ابوبکر اسکاف اور ابو القاسم صفار نے فرمایا کہ یہ ہبہ فاسد ہے کیونکہ یہ ہبہ کا شرط پر معلق کرنا ہے بخلاف اسکے اگر یوں کہا کہ میں نے اپنا مہر تجھے ہبہ کیا بشرطیکہ تو مجھپر ظلم نکرے اور شوہر نے قبول کیا تو ہبہ صحیح ہے کیونکہ یہ قول ہبہ کا قبول پر معلق کرنا ہے پس جب اُسنے قبول کیا تو ہبہ تام ہو گیا اور پھر مہر عود نہ کریگا اور بعض نے فرمایا کہ اگر شوہر نے اُسپر ظلم کیا تو اُسکا مہر بحال رہیگا اور فتویٰ اسی قول پر ہی۔ اور اگر شوہر نے شرط قبول کرنے کے بعد اس عورت کو مارا پس اگر ناحق مارا تو مہر عود کریگا اور اگر ادب دینے کے واسطے مارا کہ جسکی وہ عورت مستحق تھی یعنی ایسے ادب دینے کے لائق تھی تو مہر عود نہ کریگا یہ فتاویٰ قاضیخان وظہیریہ میں ہی۔ امام ابوبکر سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ میرے رخصت کر لیجانے کے وقت تو ولیمہ کر دینا اور جو کچھ تیرا خرچ ہو وہ میرے مہر میں سے کم کر دینا تو امام ابوبکر نے فرمایا کہ جسطرح عورت نے کہا ویسا ہی ہوگا یعنی یہ امر جائز ہے کذا فی الحاوی۔ اگر کسی عورت کے شوہر نے اُس سے کہا کہ تو مجھے اپنے مہر سے بری کر دے تاکہ میں تجھے اسقدر ہبہ کر دوں پس عورت نے بری کر دیا پھر شوہر نے ہبہ کرنے سے انکار کیا تو شیخ نصیر نے فرمایا کہ مہر پھر عود کریگا جیسا کہ پہلے تھا قال المترجم شاید شیخ رح نے قولہ تاکہ میں تجھے الخ بمنزلہ غایت کلام اور شرط کے قرار دیا ہے ورنہ نوع تامل ہے واللہ اعلم۔ اور کتاب الحج میں مذکور ہے کہ ایک عورت نے اپنے شوہر کو جو اُسکا مہر شوہر پر آتا تھا چھوڑ دیا بشرطیکہ شوہر اُسکی طرف سے حج کر دے پھر شوہر نے حج نہ کیا تو محمد بن مقاتل نے فرمایا کہ مہر جیسا تھا ویسا ہی عود کریگا اور صدر الشہید نے اپنے واقعات میں لکھا ہے کہ جسطرح شیخ نصیر و محمد بن مقاتل نے فرمایا ہے کہ مہر عود کریگا یہی حکم فتوے کے واسطے مختار ہے یہ مضمرات میں ہی۔ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ تو اکثر میرے پاس سے غائب رہتا ہے پس اگر تو میرے ساتھ رہے اور غائب نہو تو میں نے تجھے وہ دیوار ہبہ کی جو فلاں مکان میں ہے پھر شوہر اُسکا ایک زمانہ تک اُسکے ساتھ رہا

---

[1] مدیون قرضدار اور شوہر مہر کا قرضدار ہے [2] قولہ اسکا کام یعنی امر بالطلاق اسکے قبضہ میں کر دیا مالی نہیں ہے کہ عوض ہو معلق کرنا اسکے ساتھ دکار رکھنا

پھر اُسکو طلاق دیدی تو مسئلہ کی پانچ صورتین ہین پہلی صورت یہ ہے کہ اگر یہ امر عورت کیطرف سے وعدہ ہو فی الحال ہبہ نہو تو اس صورت مین وہ دیوار شوہر کی نہوگی اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر عورت نے اسکو ہبہ کی اور سپرد کردی اور شوہر نے اُسکے ساتھ رہنے کا اُس سے وعدہ کیا تو اُس صورت مین وہ دیوار شوہر کی ہوگی اور سپردہ کی ہو تو نہوگی اور تیسری صورت یہ ہے کہ اگر اس شرط سے ہبہ کی کہ شوہر اُسکے ساتھ رہے اور سپرد کردی اور شوہر نے قبول کیا تو اُس صورت مین وہ دیوار شوہر کی ہوگی ایسا ہی شیخ ابو القاسم رح نے ذکر کیا ہے اور موافق قول شیخ نصیر و محمد رح بن مقاتل کے شوہر کی نہوگی اور یہی مختار ہے اور چوتھی صورت یہ ہے کہ یون کہا کہ مین نے تجھے یہ دیوار ہبہ کی اگر تو میرے ساتھ رہے تو اس صورت مین دیوار شوہر کی نہوگی اور پانچوین یہ صورت ہے کہ عورت نے شوہر سے اپنے مہر پر کہ اُسکے ساتھ رہے صلح کی اس شرط سے کہ دیوار ہبہ ہے تو اس صورت مین وہ دیوار شوہر کی نہوگی یہ مضمرات مین لکھا ہے - ایک عورت نے اپنے شوہر کو اپنا مہر ہبہ کیا تا کہ سال مین دو بار اُسکے کپڑے بنوا دے اور شوہر نے اُسکو قبول کیا پھر دو برس گذر گئے اور اُس نے کپڑے نہ بنوا دیے تو امام ابوبکر محمد رح بن الفضل نے فرمایا کہ اگر یہ امر ہبہ مین شرط تھا تو اُسکا مہر شوہر پر بحالہ رہیگا اور اگر شرط نہ تھا تو ساقط ہو جائیگا اور پھر عود نہ کریگا اسی طرح اگر اپنا مہر اس شرط سے ہبہ کیا کہ اس عورت پر احسان کرے اور اُس نے احسان نہ کیا تو ہبہ باطل ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے - ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ مین ترا بخشیدم چنگ از من بدار یعنی مہر مین نے تجھے بخشا تو اپنا ہاتھ مجھ سے دور[1] رکھ پس اگر شوہر نے اُسکو طلاق نہ دی تو مہر سے بری نہوگا یہ ظہیریہ مین ہے - ایک عورت نے اپنا مہر اپنے شوہر کو ہبہ کیا بشرطیکہ اُسکو اپنے پاس رکھے اور طلاق نہ دے اور شوہر نے اُسکو قبول کیا تو امام ابوبکر محمد بن الفضل رح نے فرمایا کہ اگر اُسنے اپنے پاس رکھنے کیواسطے کوئی میعاد و مدت مقرر نہ کی تو اُسکا مہر عود نہ کریگا اور اگر کوئی میعاد مقرر کردی اور شوہر نے اُس میعاد سے پہلے اُسکو طلاق دی تو اُسکا مہر بحالہ رہیگا پس شیخ امام ابوبکر سے دریافت کیا گیا اور کہا گیا کہ پہلی صورت مین جب کہ کوئی میعاد نہ بیان کی تو قصد یہ ہوگا کہ جب تک زندہ رہے اپنے پاس رکھے اور یہی وقت ٹھہر گیا تو شیخ نے فرمایا کہ ہان ٹھیک ہے ولیکن اطلاق[2] لفظ کا اعتبار ہوتا ہے - ایک عورت نے اپنے شوہر کو اپنا مہر ہبہ کیا بشرطیکہ شوہر اُسکو طلاق نہ دے اور شوہر نے قبول کیا تو شیخ خلف رح نے فرمایا کہ ہبہ صحیح ہے خواہ اُس نے طلاق دی یا نہ دی یہ فتاوی قاضیخان مین ہے - فقیہ ابو جعفر سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی جورو کو اپنے والدین کے گھر جانے سے روکا حالانکہ وہ بیمار تھی اور کہا کہ اگر تو مجھے اپنا مہر ہبہ کر دے تو تجھے تیرے والدین کے گھر بھیجدون اُس نے کہا کہ ایسا ہی کرونگی پس اُسکو گواہون کے سامنے لایا اُسنے تھوڑا مہر ہبہ کیا اور تھوڑے مہر کی فقیرون کے واسطے وصیت وغیرہ کر دی پھر اُسکے بعد شوہر نے اُسکو نہ بھیجا اور

[1] یہ کنایہ ہے کہ طلاق دیدے [2] قولہ اطلاق لفظ یعنی جو لفظ وہ بولی اسی کا اعتبار ہوگا ۱۲ -

والدین کے پاس جانے سے روکا تو فقیہ رحمہ نے فرمایا کہ ہبہ باطل ہے اسواسطے کہ وہ عورت ہبہ کرنے مین بمنزلہ مکرہ کے ہوئی یعنی گویا زبردستی ہبہ کرایا ہے یہ حاوی مین ہے - ایک عورت نے اپنے شوہر مریض سے کہا کہ اگر تو اپنے اس مرض سے مرگیا تو تو میرے مہر کی طرف سے حلت مین ہے یا میرا مہر تجھپر صدقہ ہے تو یہ ہبہ باطل ہے کیونکہ یہ ہبہ معلق بالخطر ہے یعنی معلق ہے اور ایسی شے پر معلق ہے کہ جسکے وجود و عدم کا خطرہ ہے یہ ظہیریہ مین ہے - ایک عورت مریضہ نے اپنے شوہر سے کہا کہ مین اس مرض مین مرگئی تو میرا مہر تجھپے صدقہ ہے یا تو مہر سے حلت مین ہے پس وہ اس مرض مین مرگئی تو اسکا قول باطل ہے اور مہر اسکا شوہر پر بحالہ رہیگا یہ خزانۃ المفتیین مین ہے ایک عورت نے چاہا کہ اُسی شوہر سے جس نے اُسکو طلاق دی ہے نکاح کرے اُس نے کہا کہ جب تک تو مجھے اپنا مہر جو مجھپر آتا ہے ہبہ نہ کریگی مین تجھ سے نکاح نہ کرونگا پس عورت نے مہر ہبہ کیا بشرطیکہ وہ شوہر اُسکو اپنے نکاح مین کرلے تو یہ مہر اُس شخص پر باقی رہیگا خواہ اُسکو اپنے نکاح مین کرلے یا نکرے کیونکہ عورت نے اپنے اوپر مال کو نکاح کے عوض رکھ لیا حالانکہ نکاح مین عوض عورت کے اوپر نہین ہوتا ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے - اگر شوہر نے اپنی عورت کے ساتھ اضطجاع کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ تو مجھے اپنے مہر سے بری کردے اور مین تیرے ساتھ کروٹ سے لیٹونگا اُسنے بری کردیا تو بعض نے فرمایا کہ وہ بری ہوجائیگا کیونکہ یہ ابرار باہمی محبت کیواسطے ہے جو مجامعت کی طرف خواہش دلاتا ہے یہ قنیہ مین ہے - اگر اپنے قرضدار سے کہا کہ اگر میرا مال ادا نہ کرے یہانتک کہ مرجاوے تو تو حلت مین ہو تو یہ ہبہ باطل ہے یہ بحرالرائق مین ہے - اور اگر رب الدین نے کہا کہ جسوقت تو مرے تو حلت مین ہے تو یہ جائز ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے - اور اگر کہا کہ اگر تو مرگیا تو تو قرضہ سے بری ہے تو بری نہوگا کیونکہ یہ خطر پر معلق ہے چنانچہ اگر کہا کہ اگر تو دار مین داخل ہو تو اُس قرضہ سے جو کچھ میرا تجھپر ہے تو بری ہے تو بری نہوگا یہ وجیز کردری مین ہے - ایک شخص کو اپنے قرضہ سے بری کیا کہ جو کام میر السلطان سے متعلق ہے اُسکی اصلاح کردے تو بری نہوگا اور یہ رشوت مین داخل ہے کذا فی القنیہ -

نوان باب - واہب اور موہوب لہ مین اختلاف اور اسمین گواہی دینے کے بیان مین - ایک غلام زید کے قبضہ مین ہے اور عمرو نے آکر اُسپر اپنا دعوی کیا اور کہا کہ مجھے زید نے ہبہ کرکے سپرد کردیا ہے اور زید نے اُس سے انکار کیا پھر عمرو گواہ لایا جنھون نے گواہی دی کہ زید نے اقرار کیا ہے کہ مین نے ہبہ کرکے سپرد کردیا اور عمرو نے اُسپر قبضہ کرلیا ہے تو امام اعظم رح پہلے فرماتے تھے کہ یہ گواہی قبول نہوگی پھر رجوع کیا اور کہا کہ قبول ہوگی اور یہی قول صاحبین رح کا ہے - اور رہن و صدقہ مین ایسا اختلاف واقع ہونے کا بھی یہی حکم ہے - اور اگر ایسا اختلاف دونون گواہون مین واقع ہو مثلاً ایک گواہ نے قبضہ کے معائنہ کی گواہی دی اور دوسرے نے واہب کے اقرار کی کہ موہوب لہ نے قبضہ کرلیا ہے گواہی دی تو بلا خلاف گواہی مقبول نہوگی - اور اگر غلام موہوب لہ کے قبضہ مین ہو اور گواہون نے واہب کے اقرار کی کہ موہوب لہ نے قبضہ کرلیا ہے گواہی دی تو یہ گواہی امام اعظم رح کے اول و دوم دونون قولون کے موافق جائز ہے یہ ذخیرہ مین ہے - اور اگر واہب نے قاضی کے سامنے ایسا اقرار کیا حالانکہ غلام اُس کے

قبضہ مین ہے تو اُسکے اقرار[1] سے غلام لے لیا جائیگا اسیطرح یہ مسئلہ اس مقام پر مذکور ہے اور امام اعظم رح کا اول و ثانی قول مذکور نہین ہے اور کتاب الاقرار مین امام اعظم کا اول قول مذکور ہے اور مشائخ رح نے فرمایا کہ جو اس مقام پر مذکور ہے یہی اصح ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر زید نے عمرو کو کچھ ودیعت دی پھر وہ ودیعت اُسکو ہبہ کر دی پھر انکار کر گیا اور دو گواہون نے زید پر اُسکی گواہی دی اور قبضہ کے معائنہ کی گواہی ندی تو یہ[2] جائز ہے۔ اور اگر واہب نے اُس سے انکار کیا کہ وہ شے موہوب لہ کی مقبوضہ ہبہ کے روز تھی اور گواہون نے ہبہ کی گواہی دی اور معائنہ قبضہ کی گواہی ندی اور نہ واہب کے اقرار کی گواہی دی حالانکہ جس روز خصومت پیش ہوئی اسدن وہ شے موہوب لہ کے قبضہ مین موجود ہے تو بھی جائز ہے بشرطیکہ واہب زندہ موجود ہو اور اگر مر گیا ہو تو گواہون کی گواہی باطل ہے یہ مبسوط مین ہین، زید نے عمرو کو کوئی شے ہبہ کی پھر کہا کہ مین نے تجھے وہ شے فقط ودیعت رکھنے کو دی تھی تو قسم سے مالک کا قول قبول ہوگا اور جب اُسنے قسم کھالی تو وہ شے واپس لیگا پھر اگر معلوم ہوا کہ وہ شے تلف ہو گئی ہے پس اگر مستودع کے ہبہ ہونے کا دعوے کرنے کے بعد تلف ہوئی ہے تو مستودع اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر ہبہ کے دعوی سے پہلے وہ تلف ہوئی ہے تو مستودع پر ضمان نہ آویگی یہ محیط مین ہے۔ زید نے عمرو کو ایک غلام ہبہ کیا اور عمرو نے قبضہ کر لیا پھر خالد نے آکر دعوی کیا کہ مین نے ہبہ و قبضہ ہونے سے پہلے یہ غلام زید سے خریدا ہے اور گواہ قائم کیے تو ہبہ باطل ہوجائیگا اور اگر گواہون نے ہبہ سے پہلے خریدنے کی گواہی نہ دی صرف خریدنے کی گواہی دی تو وہ غلام موہوب لہ کو دیا جائیگا۔ اسیطرح اگر خرید کے گواہون نے مہینہ یا سال کے حساب سے تاریخ بیان کی تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر غلام واہب کے قبضہ مین ہو اور موہوب لہ نے گواہ قائم کیے کہ اُسنے مجھے فروخت کرنے سے پہلے ہبہ کیا اور مین نے قبضہ کر لیا ہے اور مشتری نے گواہ قائم کیے کہ مین نے ہبہ سے پہلے خرید کر کے قبضہ کر لیا ہے تو وہ غلام مشتری کو ملیگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ منتقی مین امام ابو یوسف رح سے بروایت شریح مذکور ہے کہ واہب و موہوب لہ نے ہبہ کے بشرط عوض ہونے پر اتفاق کیا مگر مقدار عوض مین اختلاف کیا واہب نے کہا کہ ہزار درم ہین اور موہوب لہ نے کہا کہ پانچسو درم ہین اور ہنوز عوض پر قبضہ نہین ہوا ہے اور موہوب بعینہ قائم ہے تو واہب کو اختیار ہے کہ چاہے پانچ سو درم پر قبضہ کرے یا اپنے ہبہ کو واپس کرے اور اگر شے موہوب کو اُسنے تلف کر دیا ہو تو چاہے اُسکی قیمت واپس لے اور اگر دونون نے اصل عوض مین اختلاف کیا موہوب لہ نے کہا کہ مین نے تیرے واسطے بالکل عوض کی شرط نہین کی ہے تو اُسیکا قول قبول ہوگا اور واہب کو اپنے ہبہ سے رجوع کرنیکا اختیار ہوگا بشرطیکہ موہوب چیز قائم ہو اور اگر مستہلک ہوگئی تو موہوب لہ پر کچھ ڈانڈ نہ آویگا ولیکن اس صورت مین موہوب لہ سے قسم لیجاویگی کہ واقعی مین نے واہب کیواسطے

---

[1] قولہ اقرار یعنی اسکا اقرار اسپر حجت ہے پس وہ ماخوذ ہے ۱۲ [2] قولہ جائز ہے کیونکہ قبضہ ودیعت اس قبضہ ہبہ کا نائب ہو جاتا ہے جیسے برعکس تو معائنہ قبضہ کی گواہی دینے کی ضرورت نہین ہے ۱۲

عوض دینے کی شرط نہیں کی تھی یہ محیط میں ہے۔ زید کے قبضہ میں ایک گھر ہے اُسنے عمرو سے کہا کہ تو نے یہ گھر مجھے
صدقہ دیا اور قبضہ کی اجازت دی میں نے اسپر قبضہ کر لیا تو متصدق کا قول قبول ہوگا اور اگر قابض نے کہا
کہ یہ گھر میرے قبضہ میں تھا پھر تو نے مجھے صدقہ دیا اور وہ صدقہ جائز ہو گیا اور متصدق نے کہا کہ نہیں بلکہ میرے
قبضہ میں تھا تو نے میری بلا اجازت اسپر قبضہ کر لیا ہے تو متصدق علیہ کا قول قبول ہوگا۔ اگر زید نے
ایک غلام کا کہ جو عمرو کے قبضہ میں ہے دعوی کیا اور کہا کہ میں نے عمرو کو ہبہ کیا حالانکہ یہ غلام اُسوقت
ہم دونوں سے غائب تھا پھر موہوب لہ نے میری بلا اجازت اسپر قبضہ کر لیا ہے اور عمرو نے کہا کہ تو نے مجھے
ہبہ کیا اور میں نے تیری اجازت سے اسپر قبضہ کیا ہے تو موہوب لہ کا قول قبول ہوگا اور اگر موہوب لہ نے
کہا کہ جسوقت تو نے مجھے ہبہ کیا ہے اُسوقت تیری منزل یعنی گھر میں تھا ہمارے سامنے موجود نہ تھا اور تو نے
مجھے قبضہ کر لینے کی اجازت دیدی تھی میں نے قبضہ کر لیا تو اُسکے قول کی تصدیق[1] نہ کیجاویگی یہ فتاوی
قاضیخان میں ہے۔ منتقی میں ہے کہ اگر واہب نے ہبہ سے رجوع کرنیکا ارادہ کیا اور موہوب لہ نے دعوی کیا کہ
وہ تلف ہو گیا ہے تو موہوب لہ کا قول قبول ہوگا اور اسپر قسم نہ آویگی پھر اگر واہب نے کوئی شے معین کر دی اور
کہا کہ یہی ہبہ تھی تو موہوب لہ سے اسپر قسم لیجاویگی یہ محیط میں ہے۔ اگر شوہر نے کہا کہ جورو نے مجھے اپنی صحت
میں مہر ہبہ کیا ہے (یعنی موجود ہے ۱۲) اور جورو کے وارثوں نے کہا بلکہ اُسنے اپنے مرض میں ہبہ کیا ہے تو شوہر کا قول قبول
ہوگا یہ خزانۃ الفتاوی میں ہے موہوب لہ نے جو وارث بھی ہے دوسرے وارث کے ساتھ اختلاف کیا ایک نے
کہا کہ ہبہ صحت میں واقع ہوا اور دوسرے نے کہا کہ مرض میں ہوا تو مدعی صحت کا قول قبول ہوگا کیونکہ تصرفات
مریض کے نافذ ہوتے ہیں صرف[2] بعد موت کے انتقاض ہوتا ہے اور اسی میں اختلاف ہے پس منکر نقض کا قول
قبول ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ مدعی مرض کا قول قبول ہوگا کیونکہ وہ لزوم عقد و ملک کا منکر ہے یہ قنیہ میں ہے
ایک شخص نے ایک زیور خرید کرکے اپنی جورو کو دیدیا وہ اُسکو اپنے استعمال میں لاتی رہی پھر مر گئی اور اُسکے
وارثوں اور شوہر میں جھگڑا ہوا کہ یہ ہبہ تھا یا عاریت تھی تو قسم سے شوہر کا قول قبول ہوگا کہ عاریۃً دیا تھا
کیونکہ وہ ہبہ کا منکر ہے یہ جواہر الفتاوی میں لکھا ہے اگر مدعا علیہ سے کہا کہ تجھے یہ چیز میرے والد نے ہبہ کی
تھی پھر تو نے اسکی موت کے بعد اسپر قبضہ کیا اور موہوب لہ نے کہا کہ میں نے اسکی زندگی میں قبضہ کیا ہے اور وہ
شے مدعی ہبہ کے قبضہ میں ہے تو وارث کا قول قبول ہوگا (تو ہبہ تمام نہوا ۱۲) یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر واہب نے ہبہ سے رجوع
کرنیکا ارادہ کیا اور موہوب لہ نے کہا کہ میں تیرا بھائی[3] ہوں یا میں نے تجھے عوض دیدیا ہے یا تو نے
یہ چیز صدقہ میں دی ہے اور واہب نے اُسکی تکذیب کی تو واہب کا قول لیا جائیگا اسیطرح اگر ہبہ میں کوئی
باندی ہو اور موہوب لہ نے کہا کہ تو نے مجھے صغیرہ بچہ ہبہ کی تھی پھر میرے پاس بڑی ہوئی اور قیمت کی راہ سے

---

[1] قولہ تصدیق کیونکہ غلام ہبہ کے اسوقت سامنے نہونے پر اتفاق کیا تو قبضہ کی اجازت پر گواہ لاوے ۱۲ [2] قولہ صرف یعنی مرجاوے تو البتہ
جو مال مرض الموت میں پورا نہو سکے وہ لوٹا جاتا ہے اگرچہ اسکی زندگی میں نافذ ہو گیا ہو ۱۲ [3] قولہ بھائی یعنی قرابتی محرم ہوں تو رجوع کرنا حلال نہیں ہے

اُس مین بہتری آگئی اور واہب نے تکذیب کی تو واہب کا قول لیا جائے گا اور یہ استحسان ہے اور قیاس چاہتا ہے کہ موہوب لہ کا قول قبول ہو یہ محیط مین ہے۔ اور یہی حکم ہزیادتی متولدہ مین ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور اگر موہوب لہ نے دعویٰ کیا کہ وہ باندی میرے پاس موٹی ہو گئی اور واہب نے تکذیب کی تو ہمارے نزدیک واہب کا قول قبول ہوگا یہ کافی مین ہی۔ اور اگر ہبہ کی چیز کوئی زمین ہو کہ اُسمین عمارت بنی اور درخت لگے ہین یا ستو ہون کہ وہ مسکہ وغیرہ مین لتھ کیے ہوئے ہین یا کپڑا ہو کہ وہ رنگا ہوا یا سلا ہوا ہے پس موہوب لہ نے کہا کہ تو نے مجھے زمین جب ہبہ کی میدان تھی مین نے اُسمین عمارت بنوائی اور درخت لگائے ہین یا ستو بدون لتھ کیے ہوئے یا کپڑا بدون رنگ کا ہبہ کیا تھا پھر مین نے لتھ کرائے یا رنگایا ہے اور واہب نے کہا کہ نہین بلکہ مین نے ایسی ہی جیسی اب ہے تجھے ہبہ کی تھی تو موہوب لہ کا قول قبول ہوگا اسیطرح اگر دار کی عمارت یا تلوار کے حلیہ مین ایسا اختلاف کیا ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط مین ہی۔ منتقی مین امام محمدؒ سے بروایت ابن سماعہ مذکور ہے کہ زید نے عمرو کو ایک باندی ہبہ کی اور عمرو نے قبضہ کر لیا اور اُس سے اولاد ہوئی پھر زید نے گواہ قائم کیے کہ مین نے عمرو کو ہبہ کرنے سے پہلے باندی کو مدبر کر دیا تھا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ باندی اور اُسکا عقر اور اُسکی اولاد کی قیمت لے لیگا اسیطرح اگر واہب مر گیا اور باندی نے گواہ دیے کہ اس شخص کو ہبہ کرنے سے پہلے زید نے مجھے مدبر کر دیا تھا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط مین ہی۔ فتاویٰ عتابیہ مین ہے کہ اگر موہوب لہ نے باندی کو ام ولد بنا لیا اور باندی نے گواہ دیے کہ واہب نے مجھے مدبر کر دیا تھا تو واہب اُسکو اور اُسکا عقر اور اُسکے بچہ کی قیمت لے لیگا اور بچہ بقیمت آزاد ہو گا یہ تاتارخانیہ مین ہے زید نے عمرو کا غلام بدون اُسکی اجازت کے خالد کو ہبہ کر کے سپرد کر دیا پھر عمرو نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا غلام ہے اور گواہ دیے اور قاضی نے اُسکی ڈگری کر دی پھر عمرو نے غلام کے ہبہ کی اجازت دیدی تو خصاف نے ذکر کیا ہے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک اجازت جائز نہوگی اور یہ بنا بر اُس روایت کے ہے جو امام اعظمؒ سے مروی ہے کہ مستحق کے نام قاضی کا ڈگری کر دینا عقود ماضیہ کے حق مین فسخ ہوتا ہے یعنے عقود سابقہ فسخ ہو جاتے ہین ولیکن ظاہر الروایت کے موافق فسخ نہین ہوتا ہے ایسا ہی شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا ہے اور جب استحقاق کیوجہ سے بیع فسخ نہین ہوتی ہے تو ہبہ بھی فسخ نہوگا پس مستحق کا اجازت دیدینا جائز ہوگا اور بیع کی صورت مین ظاہر الروایت کے موافق فتویٰ ہی۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ تو نے مجھے ہزار درم ہبہ کیے پھر بعد سکوت کرنے کے کہا کہ مین نے اسپر قبضہ نہین کیا تو اُسیکا قول قبول ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ اگر کسی عورت نے اپنے شوہر کو کوئی چیز ہبہ کی اور دعویٰ کیا کہ مجھسے شوہر نے ہبہ کیواسطے زبردستی کی ہے تو اُسکا دعویٰ مسموع ہوگا یہ فتاویٰ قاضیخان مین ہی۔ ایک عورت نے اپنا مہر شوہر کو ہبہ کیا اور کہا کہ مین بالغہ ہون پھر اُسکے بعد کہا کہ مین بالغہ نہتی اور اپنے نفس کی تکذیب کی پس اگر اسوقت کی بالغہ عورتون کی میعاد تک یہ پہنچ گئی ہو یا اُسمین بالغ ہونے کی کوئی علامت پائی جاتی ہو

تو اُسکے قول کی تصدیق نہو گی اور اگر ایسی نہو تو بالغہ نہونے کی بابت اُسیکا قول قبول ہوگا یہ خزانۃ الفتاوی مین ہی۔ اور بقالی مین ہی کہ جو چیز غلام کو مولے کی غیبت مین ہبہ کی اُس سے رجوع کرنا جائز ہے بشرطیکہ غلام ماذون ہو اور واہب کے اس کہنے کی کہ غلام ماذون ہے تصدیق کیجاویگی اور غلام کے گواہ کہ یہ[1] مجور ہے مقبول نہونگے ولیکن اگر گواہون نے واہب کے اقرار کی کہ غلام مجور ہے گواہی دی تو گواہی قبول ہوگی اور گواہ نہونے کی صورت مین واہب سے اُسکے علم پر قسم لیجائیگی اور اگر غلام غائب ہوگیا حالانکہ ہبہ اسی کے پاس ہے تو مولی سے کچھ خصومت نہین کر سکتا ہے اور اگر مولے کے پاس ہبہ ہو تو وہ خصم ٹھہرایا جائیگا بشرطیکہ واہب کے قول کی تصدیق کرے یا گواہ قائم ہون یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تجھے یہ غلام کل کے روز ہبہ کیا تھا مگر تو نے قبول نہین کیا تو واہب کا قول قبول ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے

دسوان باب۔ مریض کے ہبہ کے بیان مین۔ کتاب الاصل مین مذکور ہے کہ مریض کا ہبہ یا صدقہ جائز نہین ہے مگر جبکہ اُسپر قبضہ ہو جاوے اور جب قبضہ ہوگیا تو تہائی مال سے جائز ہے اور اگر سپرد کرنے سے پہلے واہب مرگیا تو ہبہ باطل ہوگیا اور جاننا چاہئے کہ مریض کا ہبہ کرنا عقد ہبہ ہے وصیت نہین اور تہائی مال سے اسکا اعتبار کرنا اسوجہ سے نہین ہے کہ وہ وصیت ہے بلکہ اسواسطے ہے کہ وارثون کا حق مریض کے مال سے متعلق ہوتا ہے اور اُس نے ہبہ کر دینے مین احسان کیا تو اُسکا احسان اسقدر مال سے ٹھہرایا جاویگا جتنا شرع نے اُس کے واسطے قرار دیا ہے یعنی ایک تہائی۔ اور جب یہ تصرف عقد ہبہ ٹھہرایا گیا تو جو شرائط ہبہ کے ہین وہ مرعی ہونگے اور ازانجملہ ایک یہ شرط ہے کہ واہب کے مرنے سے پہلے موہوب لہ اُسپر قبضہ کر لے یہ محیط مین ہی۔ اگر مریض نے کوئی گھر ہبہ کیا اور موہوب لہ نے قبضہ کر لیا پھر واہب مرگیا اور سوا اس گھر کے اُسکا کچھ مال نہین ہے تو موہوب لہ ایک تہائی لے لے اور باقی دو تہائی وارثون کو واپس کر دے اور یہی حال باقی چیزونکا ہے جو تقسیم[2] ہو سکتی ہین یا نہین ہو سکتی ہین یہ مبسوط مین ہی۔ ایک مریض نے کسی شخص کو ایک باندی ہبہ کی اُس سے موہوب لہ نے وطی کی پھر واہب مرگیا اور اُسپر اسقدر قرضہ نکلا کہ تمام مال کو محیط ہے تو ہبہ واپس لیا جائیگا اور موہوب لہ پر عقر واجب ہوگا یہی مختار ہے یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ روایت ہے کہ اگر واہب مریض نے ہبہ کی باندی سے وطی کی تو بچہ کا نسب مریض سے ثابت نہوگا اور موہوب لہ کو اُسکا عقر دینا واہب پر واجب ہوگا اور موہوب لہ کو باندی و تہائی بچہ ملیگا اور باقی واہب کے وارثون کو دیا جائیگا اور اگر واہب نے اسکا ہاتھ کاٹ ڈالا تو اُسپر ارش واجب ہونے مین دو روایتین آئی ہین یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر ہبہ مین کوئی باندی ہو اور موہوب لہ نے اسکو مکاتبہ کر دیا پھر مریض مرگیا اور اُسکا کچھ مال سوائے اُس باندی کے نہین ہے تو موہوب لہ پر دو تہائی قیمت باندی کی واجب ہوگی کہ وارثون کو واپس دے ورنہ کتابت رد کر دیجائیگی۔ اور اگر قاضی نے دو تہائی

[1] قولہ کہ یہ الخ یعنی اگر غلام نے گواہ دیے جنھون نے گواہی دی کہ یہ غلام مجور ہے غیر مقبول اور اگر گواہون نے کہا کہ واہب نے ہمارے سامنے اقرار کیا تھا کہ مجور ہے مقبول ہی ۱۲ [2] قولہ تقسیم الخ جو منفعت اب حاصل ہی اگر بعد بٹوارہ کے بھی اس کام مین آسکے تو قابل تقسیم ہے ورنہ نہین ۱۲

قیمت دینے کی موہوب لہ پر ڈگری کردی پھر وہ باندی مال کتابت ادا کرنے سے عاجز ہو کر رقیق ہو گئی تو وارثون کو اُسکے لینے کی کوئی راہ نہین ہے اور اگر حکم قاضی سے پہلے وہ عاجز ہوئی تو وارث لوگ دو تہائی باندی لے لینگے اسیطرح اگر مریض کے مرنے کے بعد موہوب لہ نے مکاتب کیا ہو تب بھی یہی حکم ہے جب تک کہ قاضی نے اسکی دو تہائی واپس کرنے کی ڈگری وارثون کے نام نہ کی ہو یعنی کتابت اس حکم قضا سے پہلے واقع ہوئی ہو یہ مبسوط مین لکھا ہے فتاوای عتابیہ مین ہے کہ ایک شخص نے اپنا غلام کہ اُسکے سوائے اُس شخص کا کچھ مال نہین ہے بشرط عوض ہبہ کیا اور عوض مین یہ شرط کی کہ جس کی قیمت[1] ہبہ کی دو تہائی کے برابر یا زیادہ ہو تو جائز ہے اور اگر کم ہو تو موہوب لہ کو اختیار ہوگا کہ چاہے دو تہائی تک پورا کر دے یا تمام ہبہ واپس کر کے اپنا عوض واپس کر لے اسی طرح اگر بدون شرط کے موہوب لہ نے عوض دیدیا ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک مریض نے ایک غلام ہبہ کیا اور سپرد کر دیا پھر موہوب لہ نے واہب کو عمداً یا خطا سے قتل کیا تو غلام[2] کو واہب کے وارثون کو واپس کر دے یہ قنیہ مین ہی۔ ایک شخص نے اپنے مرض مین ایک غلام جسکی قیمت ہزار درم ہے ہبہ کیا اور سپرد کر دیا حالانکہ اُسکے سوا اُسکا کچھ مال نہین ہے پھر اُس غلام نے واہب کو قتل کیا تو موہوب لہ سے کہا جائیگا کہ اسکو دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے پس اگر اُسنے فدیہ دیدینا اختیار کیا تو دس ہزار درم دیدیگا اور اگر غلام دینا اختیار کیا تو فقط غلام دیدے اور کچھ زیادہ اُسپر لازم نہ آویگا کیونکہ مالک غلام اُس غلام مجرم کے دینے سے جرم کے لگاؤ سے چھوٹ جائیگا نصف غلام بطور رد ہبہ کے وارثون کو واپس دیگا اور نصف بطور جنایت مین دینے کے واپس کریگا یہ مبسوط مین ہی۔ ایک مریض نے اپنا غلام ہبہ کیا اور اُسکے سوائے اُسکا کچھ مال نہین ہے اور موہوب لہ نے اُسکو فروخت کر دیا پھر مریض مرگیا تو موہوب لہ کا تصرف صحیح اور وارثون کو غلام کی دو[3] تہائی قیمت واپس دیگا یہ سراجیہ مین ہی۔ ایک مریض نے اپنا غلام کسی شخص کو ہبہ کیا اور اُسپر اسقدر قرضہ ہے کہ غلام کی قیمت کو محیط ہے حالانکہ سوائے غلام کے اُسکا کچھ مال نہین ہے پھر واہب کے مرنے سے پہلے موہوب لہ نے اُسکو آزاد کر دیا تو جائز ہے اور اگر اُسکے مرنے کے بعد آزاد کیا تو جائز نہین ہے یہ ظہیریہ مین ہی۔ ایک مریض نے دوسرے مریض کو ایک غلام ہبہ کیا اور سپرد کر دیا اُسنے آزاد کر دیا اور دونون مین سے کسی کے پاس سوائے اُس غلام کے کچھ مال نہین ہے پھر واہب مرگیا پھر موہوب لہ مرگیا تو غلام اپنی دو تہائی قیمت کے واسطے ورثان واہب کے لیے سعی کریگا اور باقی کی دو تہائی کیواسطے وارثان موہوب لہ کے لیے سعی کریگا اور اگر موہوب لہ پر ہزار درم قرضہ ہو اور غلام کی قیمت ہزار درم ہو تو غلام اپنی قیمت کیواسطے سعی کریگا اور اس قیمت مین وارثان واہب دو تہائی کے اور اُسکے قرضدار باقی کے حصہ رسد شریک کیے جاوینگے

[1] قولہ قیمت یعنی ایسی چیز عوض دے جسکی قیمت ہبہ کی دو تہائی کے برابر یا زیادہ ہو ۱۲ م۔ [2] قولہ غلام کو یہ مراد نہین کہ کتل کا یہی جرمانہ ہی بلکہ یہ جرمانہ قصاص یا دیت سے علاوہ ہی اور شاید قاتل یہ غلام ہو تو واہب کے وارثون کو پھر جائیگا فلیتحرر ۱۲ [3] قولہ دو تہائی یعنی جبکہ وارثون نے مریض کا فعل جائز نہ رکھا تو فقط ایک تہائی مین جو میت کی ملک سے جواز ہوگا اور دو تہائی حق ورثہ ہے ۱۲

یہ مبسوط میں لکھا ہی۔ اگر مریض نے کوئی گھر تین سو درم قیمت کا ہبہ کیا بشرطیکہ موہوب لہ ایک غلام سو درم قیمت کا عوض دیدے اور باہمی قبضہ ہوگیا تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ وہ گھر بعوض قیمت غلام کے شفعہ میں لے لے پھر اگر واہب مرگیا اور وارثون نے اجازت دینے سے انکار کیا تو شفیع کو مثل موہوب لہ کے اختیار دیا جائیگا کہ چاہے ایک تہائی گھر واپس دے یا کل گھر واپس کر کے غلام لے لے اور اگر ہبہ میں عوض کی شرط نہ لگائی ہو تو شفیع اسکو شفعہ میں نہیں لے سکتا ہے یہ کافی میں ہے ایک مریض نے ایک غلام تین سو درم کا ایک شخص تندرست کو اس شرط سے ہبہ کیا کہ سو درم قیمت کا غلام عوض دے اور دونون نے باہم قبضہ کر لیا پھر مریض اس مرض میں مرگیا اور سوائے غلام کے اسکا کچھ مال نہیں ہے اور وارثون نے مریض کے فعل کی اجازت دینے سے انکار کیا تو موہوب لہ کو اختیار ہوگا کہ چاہے ہبہ توڑ دے اور کل موہوب واپس کر کے اپنا عوض لے لے یا تہائی غلام واپس دے اور دو تہائی اسکے پاس برقرار رکھا جائیگا اور عوض میں سے کچھ[1] نہیں لے سکتا ہے اور اگر موہوب لہ نے کہا کہ جسقدر ایک تہائی سے زیادہ ہوجانے میں محاباۃ واقع ہوگئی ہے اسی قدر میں عوض میں بڑھائے دیتا ہون تو اسکو یہ اختیار نہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہی۔ اگر مریض نے ایسی کوئی شے ہبہ کی جو اسکا تہائی مال نہیں ہوتی ہی بلکہ زیادہ ہوتی ہی تو بلا خیار موہوب لہ تہائی سے جسقدر زیادہ ہے واپس دے اور بیع کی صورت میں مشتری کو خیار ہوگا یہ فتاوی صغری میں ہی۔ اگر مریض نے ایک من چھوہارے تین سو درم قیمت کے اس شرط سے ہبہ کیے کہ موہوب لہ جو صحیح سالم ہے سو درم قیمت کے ایک من چھوہارے عوض دیدے اور باہمی قبضہ ہوگیا پھر مریض مرگیا اور وارثون نے اجازت نہ دی تو موہوب لہ وہ سب چھوہارے واپس کر کے اپنے سب چھوہارے لے لے یا اسکو نصف چھوہارے واپس کر کے اپنے نصف چھوہارے لے لے اور اگر ہبہ عوض میں مشروط نہو تو اسکو اسطرح اختیار ہوگا کہ چاہے کل ہبہ واپس کر کے اپنا سب عوض لے لے یا دو تہائی ہبہ واپس کرلے اور عوض میں سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے یہ کافی میں ہی۔ ایک مریض کا پانچ ہزار درم کا ایک غلام ہے اسنے کسیکو ہبہ کیا اور موہوب لہ نے اسپر قبضہ کر لیا حالانکہ مریض کے پاس کچھ مال سوائے اس غلام کے نہیں ہے پھر غلام نے خطا سے مریض کو قتل کیا تو موہوب لہ سے کہا جائیگا کہ یا یہ غلام دیدے یا اسکا فدیہ دیدے پس اگر اسنے فدیہ دینا اختیار کیا تو دیت کا فدیہ دیگا اور پورا غلام اسکو دیدیا جائیگا کیونکہ جو دیت واہب کے نفس کے عوض سے دی بمنزلہ ایسے مال کے قرار دی جائیگی کہ گویا اسنے ترکہ چھوڑا ہے اور وہ دس ہزار درم ہوتے اور پانچ ہزار کا غلام ہے پس ظاہر ہوا کہ اسکا کل مال پندرہ ہزار ہے اور غلام اپنی قیمت کے لحاظ سے کل مال کا ایک تہائی ہوتا ہے پس سب تہائی میں ہبہ جاری و نافذ ہوگیا اور جب ظاہر ہوا کہ تمام غلام کا ہبہ نافذ ہوگیا تو غلام موہوب لہ کی ملک تام ہوگیا پس ثابت ہوا کہ موہوب لہ کو وارثان واہب کو پوری دیت دینی پڑیگی کیونکہ اس نے غلام کا دینا اختیار نہیں کیا بلکہ فدیہ اختیار کیا ہے اور اگر غلام چھ ہزار درم کا ہوا اور اس نے فدیہ دینا اختیار کیا تو

[1] قولہ نہیں الخ اسواسطے کہ بلا شرط عوض کے وہ بیع نہوگا بجا باہ رعایت کر کے بعوض منت دیدینا۔ بلا شرط عوض میں سے اسواسطے واپس نہیں ملتا کہ واہب سکا ہے

وارثان واہب کو چوتھائی غلام واپس کرے اور تین چوتھائی دیت کو بعوض باقی غلام کے دیدے یہ مبسوط میں ہے عیون میں امام رحمہ سے بروایت ہشام مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنا غلام اپنے مرض میں ایک شخص کو ہبہ کیا اور اس شخص کے اُس غلام پر ہزار درم قرضہ ہیں پھر واہب مرگیا اور سوائے غلام کے کچھ مال نہیں چھوڑا تو وارثوں کو تہائی غلام موہوب لہ[۱۲] واپس ملیگا اور قرضہ باطل ہو گیا اور یہ قول امام اعظم و امام محمد رح و ابو یوسف کا ہے پھر امام ابو یوسفؒ نے اس سے رجوع کیا اور فرمایا کہ دو تہائی قرضہ عود کریگا۔ اور اگر مریض نے اپنے بیٹے کو غلام ہبہ کیا حالانکہ بیٹے کا اُس غلام پر قرضہ ہے پس اگر مریض اس مرض سے اچھا ہو گیا تو ہبہ جائز ہے اور اگر مرگیا تو وہ غلام وارثوں کا ہو گیا اور قرضہ عود کریگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر واہب نے ہبہ سے رجوع کر لیا حالانکہ موہوب لہ مریض ہے اور یہ ہبہ حالت صحت موہوب لہ میں واقع ہوا تھا پس اگر بحکم قاضی واپس لیا ہے تو رجوع صحیح ہے اور موہوب لہ اگر مرجاوے تو اُسکے وارثوں و قرضخواہوں کو واہب کا پیچھا پکڑنے کی راہ نہیں ہے اور اگر بحکم قاضی رجوع نہیں واقع ہوا تو واہب کے رجوع کرنے اور مانگنے کے وقت مریض کا واپس دینا بمنزلہ جدید ہبہ کے قرار دیا جائیگا پس ایک تہائی میں سے جائز ہوگا بشرطیکہ موہوب لہ پر قرضہ نہوا اور اگر اسپر قرضہ ہو کہ اُسکے تمام مال کو محیط ہو تو یہ ہبہ سے رجوع کرنا باطل ٹھہر اکر پھر وہ شے میت کے ترکہ میں واپس کردیجاوگی یہ مبسوط میں ہے۔ ایک مریض نے اپنی باندی دوسرے مریض کو ہبہ کی پھر موہوب لہ نے اپنی طرف سے ہبہ کے طور پر وہی باندی واہب کو واپس دی تو جائز ہے اور وارثان موہوب لہ کو جو اُسنے ہبہ کیا ہے اسمین سے کچھ واپس لینے کا اختیار نہوگا پس اس مسئلہ میں اس واپسی کو ہر طرح سے فسخ ہبہ اعتبار کیا اور یہ حکم اس روایت کی موافقت رکھتا ہے جو ابو حفص نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے یہ ظہیریہ میں ہے ایک شخص نے اپنی جورو کو اپنے مرض کی حالت میں ایک غلام ہبہ کیا اُسنے قبضہ کر کے آزاد کر دیا پھر مریض مرگیا تو عتق نافذ ہوگا اور عورت اُسکی قیمت کی ضامن[ع] ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک مریضہ عورت نے اپنا مہر اپنے شوہر کو ہبہ کیا پس اگر اس مرض سے اچھی ہو گئی تو براءت صحیح ہے اور اگر مرگئی پس اگر اُسکا مرض ایسا تھا کہ اُسکو مرض الموت کہا جائے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مرض الموت کی بیماری تھی تو بدون وارثان کی اجازت کے جائز نہیں ہے اور مرض الموت کی پہچان میں طرح طرح کے کلام ہیں مگر فتوی کے واسطے یہ قول مختار ہے کہ اگر ایسا مرض ہو کہ اکثر اُس سے آدمی نہیں بچتا ہے تو وہ مرض الموت ہے خواہ وہ بیمار بستر پر پڑ گیا ہو یا نہیں یہ مضمرات میں ہے۔ اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ مرض الموت اُسکو کہتے ہیں کہ کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکے اور یہ پہچان پسندیدہ ہے اور ہم اسی کو لیتے ہیں یہ جوہرۃ المنیرہ میں ہے۔ ایک مریضہ نے اپنا مہر اپنے شوہر کو ہبہ کیا پھر مرگئی تو فقیہ ابو جعفر رح نے فرمایا کہ اگر ہبہ کیوقت وہ ایسی تھی کہ اپنی ضرورتوں کیواسطے اُٹھتی بیٹھتی تھی اور بدون مددگار کے لوٹ آتی تھی تو وہ بمنزلہ تندرست کے قرار دی جاویگی کہ اسکا ہبہ صحیح ہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور لنجا اور مفلوج[لہ] اور اشل اور مسلول اگر مدت

لہ مفلوج جسکو فالج نے مارا ہو اشل جسکے ہاتھ پاؤں شل ہوں مسلول جسکو سل کی بیماری ہو اور ایسے ہی مدقوق جسکو دق ہو ۱۲ ع قولہ ضامن ہوگی جبکہ مریض کی تہائی سے یہ غلام برآمد نہوا اور عتق ٹھکرا سے نہو فافہم ۱۲

ورا نزتک بیمار رہین اور سردست موت کا خوف نہو تو ان لوگون کا ہبہ کل مال سے صحیح قرار دیا جائیگا یہ تبیین مین ہی اگر عورت کو دردِ زہ شروع ہوا تو اس حالت مین جو فعل اُسنے کیا وہ تہائی مال سے صحیح ہوگا پھر اگر وہ اس درد مین بچگئی تو جو کچھ اُس نے کیا ہے وہ کل مال سے جائز ٹھہریگا یہ جوہرۃ النیرہ مین ہی۔ اگر ایک عورت نے دردِ زہ مین اپنا مہر اپنے شوہر کو ہبہ کیا پھر بچہ پیدا ہو گیا اور وہ عورت حالت نفاس مین مرگئی تو صحیح نہین ہے یہ سراجیہ مین ہے ایک عورت نے اپنے مرض الموت مین اپنا مہر اپنے شوہر کو ہبہ کیا اور اُسکا شوہر اُس سے پہلے مرگیا تو عورت کا اُسکے ترکہ پر مہر کا دعوی کچھ نہین ہو سکتا ہے کیونکہ جب تک خود اس مرض سے نہ مرے تب تک ابرا صحیح ہے ہان جب وہ خود مرگئی تو اُسکے وارث مہر کا دعوی کر سکتے ہین یہ قنیہ مین لکھا ہے ایک مریض مرض الموت کے مریض نے اپنی جورو کو تین[1] طلاق دین اور اُسکے ہاتھ ایک حویلی فروخت کی اور اسکا ثمن اُسکو ہبہ کیا اور اُسکے واسطے ہزار درم کی وصیت کی پھر مرگیا حالانکہ عورت عدت مین بیٹھی تھی تو مشایخ مین سے جسنے بیع کو جائز کہا ہے اُسکے نزدیک وصیت اور ثمن کا ہبہ دونون باطل ہین اور اگر تمام وارثون نے اجازت دیدی تو اُسکی دو صورتین ہین اگر انھون نے کہا کہ جو کچھ میت نے حکم کیا ہے ہمنے اُسکی اجازت دی تو وصیت جائز اور ہبہ باطل ہوگا اور اگر کہا کہ جو کچھ میت نے کیا ہے ہمنے اسکی اجازت دی تو وصیت اور ہبہ دونون جائز ہونگے یہ خزانۃ المفتین مین ہی اگر مولی نے اپنی ام ولد کو اپنی صحت مین کچھ ہبہ کیا تو صحیح نہین اور اگر مرض الموت مین ہبہ کیا تو بھی صحیح نہین اور وہ وصیت بھی نہو جائیگا لیکن اگر موت کے بعد کچھ دینے[2] کی وصیت کر گیا تو صحیح ہے کذا فی جواہر الفتاوی

گیارھوان باب متفرقات مین۔ مجموع النوازل مین لکھا ہے کہ اگر کسی نے دوسرے کو ایک بکری ہبہ کی اور موہوب لہ نے قبضہ کر لیا پھر واہب اُسکو اچک لے بھاگا اور تلف کردی تو موہوب لہ اُسکی قیمت ڈانڈ دے۔ اور اگر کوئی بکری ہبہ کی پھر موہوب لہ کی بلا اجازت واہب نے اُس کو ذبح کر دیا یا کپڑا ہبہ کیا اور موہوب لہ کی بلا اجازت واہب نے اُسکو قطع کیا تو بکری کی صورت مین موہوب لہ ذبح کی ہوئی بکری لے لے اور کچھ ڈانڈ نہین لے سکتا ہے اور کپڑے کی صورت مین وہ کپڑا لے لے اور کترے ہوئے اور بے کترے ہوئے مین جسقدر نقصان کا فرق ہے اُسقدر نقصان لے لے یہ محیط مین ہی۔ فتاوی آہو مین لکھا ہے کہ زید کے عمرو پر ڈیڑھ سو درم آتے ہین جنمین سے سو درم فی الحال واکرنے ہین اور پچاس کی میعاد ہے پھر قرضخواہ نے مدیون کو پچاس ہبہ کیے تو آیا یہ پچاس درم فی الحال والے مین رکھے جاوینگے یا میعادی درمون مین قرار دیے جائینگے تو امام برہان الدین مرغینانی رح نے فتوی دیا کہ دونون مین سے قرار دے جاوینگے اور ایسا ہی قاضی بدیع الدین نے فتوی دیا ہے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ مریضہ عورت نے کہا کہ میرا میرے شوہر پر کچھ مہر نہین ہے تو ہمارے نزدیک شوہر بری نہوگا یہ خزانۃ الفتاوی مین ہی۔ امام ہمام علی سغدی سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ مجھے اپنی تمام املاک ہبہ کردے اُسنے کہا کہ مین نے ہبہ کر دی

[1] طلاق تاکہ وارث نرہے تو اُسکے لیے ہبہ و وصیت صحیح ہوجاوے ۱۲ [2] یعنی کہا کہ میری موت کے بعد اسقدر دیدینا ۱۲ م۔

پس اُسمین مہر داخل ہوگا یانہین تو شیخ رح نے فرمایا کہ نہین یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص نے اپنی دختر کو اپنے مال سے سامان دیکر اپنے داماد کیطرف رخصت کیا پھر لڑکی مرگئی اور باپ نے دعوی کیا کہ یہ سامان عاریت[1] دیا تھا اور شوہر نے ملک کا[2] دعوی کیا تو مشایخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ شوہر کا قول قبول ہوگا اور باپ پر گواہ لانے لازم آوینگے اور ایسا ہی امام ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا ہے اور بعض نے فرمایا کہ باپ کا قول لیا جائیگا کہ اُسی نے دیا ہے اور مالک کیا ہے قال رضی اللہ عنہ حکم مین تفصیل ہونا چاہیے کہ اگر باپ اکابر واشراف لوگون مین سے ہے تو باپ کا قول قبول نہوگا کیونکہ ایسے لوگ عاریت دینے سے چڑھتے ہین اور اگر درمیانی لوگون مین سے ہو تو اُسیکا قول معتبر ہوگا کیونکہ اُسنے دیا ہے اور ظاہری طور سے اُسکی تکذیب[2] نہین ہوئی ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ ایک شخص نے اپنی جورو کو کچھ دینار دیے تاکہ اُسکے کپڑے بنوا کر میرے پاس پہنے رہے اُس عورت نے کسی معاملہ مین دیدیے تو اُسی عورت کے ہونگے اگر عورت اپنے شوہر کو حاجت نفقہ کے وقت روپیہ پیسا دیا کرتی تھی اور وہ اپنے عیال پر خرچ کیا کرتا تھا تو عورت اُس سے واپس نہین لے سکتی ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ ایک عورت نے کہا کہ میرا میرے شوہر پر کچھ نتھا تو یہ مہر سے بری کرنے مین تمام ہی اور اگر کہا کہ میرا شوہر حلت مین ہے تو شوہر اُسکا مہر سے بری ہو جائیگا یہ خزانۃ المفتاوی مین ہی۔ ایک شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ یون کہہ کہ وہبت مہری منک حالانکہ وہ عورت عربی نہین جانتی ہے پس عورت نے کہا وہبت تو صحیح نہین ہے بخلاف طلاق وعتاق کے[3] اور اسی واسطے اگر زبردستی ہبہ کرایا تو صحیح نہین ہوتا ہے یہ وجیز کردری مین ہی۔ اگر کسی عورت نے اپنے شوہر کو کچھ ہبہ کیا اور قاضی کے یہان دعوی کیا کہ اُس نے مجھسے ہبہ کے واسطے زبردستی کی ہے تو دعوی کی سماعت نہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اگر عورت نے چاہا کہ شوہر کو اسطرح مہر ہبہ کرے کہ جب چاہے پھر مہر عود کر دے تو ایک موتی یا کپڑے پر صلح کرلے اور اُسکو نہ دیکھے اور شوہر کو بری کر دے پھر اگر دیکھکر اُسکو بسبب خیار رویت کے واپس کر دے تو مہر عود کریگا پھر اگر عورت مرگئی تو عقد کا لزوم ہو جائیگا اور خیار رویت باطل ہو جائیگا یہ خزانۃ المفتاوی مین لکھا ہی اور اگر عورت نے چاہا کہ اگر مر جاوے تو اُسکا مہر اُسکے شوہر کو ہبہ ہو جاوے اور اگر جیتی رہے تو مہر بھی شوہر پر رہے تو یون کرے کہ ایک کپڑا رومال مین لپٹا ہوا بعوض اپنے مہر کے شوہر سے خرید کرے پس اگر مرگئی تو خیار رویت باطل ہو جائیگا اور اگر زندہ رہی تو خیار رویت کیوجہ سے وہ کپڑا شوہر کو واپس کرسکتی ہے یہ حسب المفتی مین ہی مردہ شوہر کو مہر ہبہ کرنا استحساناً صحیح ہے یہ سراجیہ مین لکھا ہے دختر نے اگر اپنا مہر اپنے باپ کو ہبہ کردیا پس اگر اُسکو قبضہ اور وصول کرنے کی اجازت دی تو صحیح ہے یہ خلاصہ مین ہی۔ اصل مین لکھا ہے کہ ہبہ مین جو شخص

---

[1] قولہ عاریت یعنی باپ نے کہا کہ یہ سامان زیور وغیرہ مین نے فقط عاریت دیا تھا اور شوہر نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے جہیز ہبہ کیا تھا جیسے رسم زمانہ ہے ۱۲

[2] قولہ تکذیب الخ مترجم کہتا ہے کہ ہمارے یہان اسی صورت مین باپ کا قول قبول نہوگا واللہ اعلم

[3] قولہ طلاق یعنی عربی زبان مین طلاق دی یا آزاد کیا تو قاضی حکم دیگا اگرچہ وہ جاہل ہو ۱۲

وکیل ہوتا ہی وہ ایلچی کے معنی مین ہوتا ہے حتی کہ موکل ہی عقد کرنیوالا قرار دیا جاتا ہے نہ وکیل اور بقالی مین لکھا ہی
کہ جو شخص ہبہ کرنے کے واسطے وکیل مقرر ہو وہ سپرد کردینے کا بھی وکیل ہی اور اس وکیل کو اختیار ہوتا ہے کہ کسی
دوسرے کو وکیل کردے بخلاف قبضہ کرنے کے وکیل کے کہ اُسکو دوسرے کو قبضہ کرنیکے واسطے وکیل کرنے کا
اختیار نہین ہے یہ محیط مین ہے۔ فتاوے اعتابیہ مین لکھا ہے کہ اگر واہب نے سپرد کرنیکے واسطے ایک وکیل کردیا اور موہوب لہ نے
قبضہ کرلینے کیواسطے ایک وکیل کردیا اور خود دونون غائب ہوگئے تو وکیل کا سپرد کردینا صحیح ہے اور اگر
واہب کے وکیل نے سپرد کرنے سے انکار کیا تو موہوب لہ کا وکیل اُس سے خصومت کرسکتا ہی۔ اور اگر سپرد کرنے
کے واسطے دو وکیل ہون تو ایک وکیل تنہا سپرد کرسکتا ہے بخلاف قبضہ کرنے کے دو وکیلون کے کہ ایک
وکیل تنہا قبضہ نہین کرسکتا ہے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر کسی شخص کی طلاق دی ہوئی عورت عدت مین بیٹھی
تھی اُسکو کسی شخص نے اس طمع سے نفقہ دیا کہ بعد عدت کے مجھ سے نکاح کرلے پھر اُس عورت نے اُسکے
ساتھ نکاح کرنے سے انکار کیا پس اگر اُسنے نفقہ دینے مین نکاح کرلینے کی شرط کی تھی تو واپس لے سکتا ہے
ورنہ صحیح یہ ہے کہ واپس نہین لے سکتا ہے ایسا ہی صدر الشہید نے فرمایا ہے اور امام قاضی خان نے
فرمایا کہ اصح یہ ہے کہ واپس لیوے خواہ عورت اُسکے ساتھ نکاح کرے یا نہ کرے کیونکہ یہ رشوت ہے اور اگر
عورت نے اُس مرد کے ساتھ ملکر کھایا پیا ہو تو کچھ واپس نہین لے سکتا ہے یہ قنیہ مین لکھا ہے امام ابو القاسم
سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنے شریک کو لکھا کہ میرا مال میرے اس لڑکے کو بطور ہبہ کے دیدے
اور اسکو یہ حکم کردیا اور شریک نے دینے سے انکار کیا پس آیا لڑکے کو اُسکے ساتھ خصومت کا اختیار ہی تو شیخ رہ نے فرمایا کہ یہ ایسا
حق ہی کہ ہنوز واجب نہین ہوا اور نہ واجب ہوگا جبتک قبضہ نہو جاوے پس لڑکا اس امر مین خصومت نہین کرسکتا اور فقیہ نے
فرمایا کہ اگر بطور ہبہ کے تھا تو بیٹے کو خصومت کا اختیار ہی بشرطیکہ شریک مال کا اور وکالت کا اقرار کرتا ہو یہ حاوی مین ہی ایک
امیر نے ایک شخص کو ایک باندی ہبہ کی باندی نے اسکو خبر دی کہ مین ایک تاجر کی ہون وہ مقتول ہوا اور مین مغلوب ہو کر
دست بدست ایک سے دوسرے کے پاس پہونچی ہون اور موہوب لہ نے وارثان مقتول کو جب تلاش کیا تو
نہ پایا اور وہ جانتا ہے کہ اگر مین اس باندی کو چھوڑے دیتا ہون تو ضائع ہوگی اور اگر اپنے پاس
رکھتا ہون تو فتنہ[1] مین پڑجانے کا خوف ہے تو اُسکو چاہیے کہ یہ امر قاضی کے سامنے پیش کرے تاکہ قاضی مالک
غائب کیواسطے اسی قابض کے ہاتھ فروخت کردے تاکہ جب کبھی اسکا مالک ظاہر ہو تو اپنے درم قابض
سے وصول کرلے یہ جواہر الفتاوی مین ہی۔ فتاوی ابو الفضل مین ہے کہ ایک زمین ایک شخص کے باپ کے
پاس تھی پھر اُسکے پاس مدت تک رہی پھر اُسنے کسی شخص کو ہبہ کردی پھر ایک شخص مدعی نے آکر زمین کا دعوی
کیا تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف[2] رح نے فرمایا کہ موہوب لہ کے ساتھ خصومت کرے واہب پر نالش نہ کرے
اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر اسکو زمین لینا منظور ہے تو موہوب لہ سے خصومت کرے اور اگر ہبہ کردینے
کیوجہ سے زمین کو تلف کردینے سے قیمت کا دعوی کرتا ہے تو واہب پر نالش کرے یہ حاوی مین ہے۔

[1] یعنی زنا
[2] مشخص

قاضی یا کسی دوسرے کو کوئی چیز اپنے کام کی اصلاح کیواسطے دی اُسنے اصلاح کر دی پھر وہ شخص آیا تو جو کچھ اُسنے دیا ہے اسکو واپس دیا جاوے۔ ہر دو متعاشق[1] باہم ایک دوسرے کو چیزین بھیجا کرتے ہین یہ رشوت ہے کہ اس سے ملک ثابت نہین ہوتی ہے اور دینے والے کو واپس لینے کا اختیار ہی۔ ایک عورت اپنے بھائی کے گھر مین ہے اُسکے ساتھ کسی نے منگنی کی اُسکے بھائی نے اُس عورت کے دینے سے انکار کیا اور کہا کہ جب تک اس قدر درم نہین دیگا ندونگا اُسنے درم دیدیے اور اُس عورت سے نکاح کر لیا تو جسقدر اُس نے دیا ہے وہ سب واپس لے سکتا ہے کیونکہ یہ سب درم اُسنے عورت کے بھائی کو رشوت دیے ہین یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ اگر اپنی جان سے یا اپنی کسی اہلبیت کی جان سے ظلم و جور دفع کرنے کیواسطے رشوت دی تو گنہگار نہوگا۔ اگر دار الحرب کے بادشاہ نے بادشاہ اسلام کے ایلچی کو کوئی باندی دی تو یہ باندی اُسیکی ہوگی اور اگر دشمنون کے سردار نے لشکر اسلام کے سردار کو کچھ ہدیہ بھیجا تو تمام لشکر کا ہوگا یہ سراجیہ مین ہی۔ ابن مقاتل رح سے دریافت کیا گیا کہ لڑکون کے والد اُنکے معلمون کو نوروز[2] و عید وغیرہ مین ہدیہ بھیجا کرتے ہین تو شیخ رح نے فرمایا کہ اگر معلم نے سوال کر کے یا جھگڑ کے نہ لیا ہو تو کچھ ڈر نہین ہے یہ حاوی مین ہی۔ شمس الائمہ حلوائی رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے کوزہ لٹکایا یا چھت پر رکھدیا پھر پانی برسا اور کوزہ بھر گیا پھر ایک شخص نے آکر کوزہ مع پانی کے لے لیا پس آیا مالک کو کوزہ مع پانی کے واپس لینے کا اختیار ہے تو شیخ رح نے فرمایا کہ ہان قال رضی اللہ عنہ شیخ رح نے کوزہ کے حق مین جو حکم دیا اسمین کوئی اشکال نہین ہے ولیکن پانی کے حق مین اسطرح تفصیل ہے کہ اگر مالک نے وہ کوزہ اسی واسطے رکھا تھا تو واپس لے سکتا ہے اور اگر اسواسطے نہ رکھا تھا تو پانی واپس نہین لے سکتا ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے اگر لقیط[3] کو کوئی شخص صدقہ یا ہبہ دے تو اُسکا قبول کرنا اُسکے ملتقط یعنی اُٹھالانے والے پر ہے اور ملتقط کا قبضہ کرنا استحساناً جائز ہے یہ ملتقط مین لکھا ہی۔ ایک لقیط کسی ملتقط کے پاس ہے وہ اُسکو اُٹھالایا ہے اور اُسکو نفقہ دیتا ہے اور اُس بچہ کا سوائے اُسکے کوئی نہین ہے تو جو کچھ اُس بچہ کو ہبہ دیا جاوے اُسپر اس اجنبی کا قبضہ کرنا جائز ہے اگرچہ یہ نابالغ خود قبضہ کرنیکے لائق ہوا اور اُس اجنبی کو یہ بھی اختیار ہے کہ اُسکو تعلیم کیواسطے سپرد کرے اور کسی دوسرے اجنبی کو اُس سے لے لینے کا اختیار نہین ہی اسکو شمس الائمہ سرخسی نے کتاب الہبۃ مین صریح ذکر کیا ہے کذا فی الصغری۔ ابن احمد رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص حمام مین گیا اور صاحب حمام کو اجرت دیدی اور ایک پیالہ پانی کے حوض سے پانی لیا کہ جسکو حمام والے نے ہمارے ملک کی عادت کے موافق اُس شخص کو دیدیا تھا پس آیا یہ پانی اس شخص بھر لینے والے کی ملک ہوگا یا حمام والے کی ملک رہیگا اور حمام مین آنیوالون کو اُسکی طرف سے اباحت ہوگی تو شیخ نے فرمایا کہ

---

[1] قولہ متعاشق یعنی دو ایسے جنبلی جو سوائے دین کے دنیاوی لذت کی نظر سے اپنے اوپر عشق کا نام جھوٹھ باندھتے ہین اور آپسمین ایک دوسرے کو چیزین بھیجتے ہین ۱۲ [2] قولہ نوروز اقول یہ رسم مجوس ہی اور اسکا ہبہ خود حرام ہی چنانچہ کتاب الکراہیۃ دیکھو لیس مسئلہ مین فقط عید کا حکم صحیح ہی ۱۲ [3] لقیط جو بچہ پڑا ہو اُسکو ملا اور وہ اُٹھالایا جیسا کہ کتاب اللقیط مین مفصل ہی پس وہ بچہ لقیط اور اُٹھانیوالا ملتقط بکسر القاف ۱۲

وہ شخص اس پانی کا بہ نسبت دوسرون کے زیادہ مستحق ہو گیا ولیکن اُسکی ملک نہین ہوا یہ تاتارخانیہ مین ہے ایک شخص نے کسی اجنبیہ عورت کو کچھ مال زنا کے ارادہ سے دیا پس اگر اس عورت سے یون کہا کہ مین تجھے اسواسطے دیتا ہون کہ تیرے ساتھ زنا کرون تو اسکو واپس کرنے کا اختیار رہے اور اگر زنا کے ارادہ سے ہبہ کیا اور وہ قائم ہے تو واپس لے سکتا ہے ورنہ نہین یہ قنیہ مین لکھا ہے۔ فوائد شمس الاسلام مین لکھا ہے کہ اگر اپنی عورت کو مار پیٹ سے ڈرایا یہانتک کہ عورت نے اُسکو اپنا مہر ہبہ کر دیا تو صحیح نہین ہے بشرطیکہ شوہر اُسکے مارنے پر قادر ہو یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اور میرے والد رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی عورت سے جھگڑا پھیلایا اور اُسکو مار پیٹ اور گالیون کی ایذا پہونچائی یہانتک کہ عورت نے اُسکو اپنا مہر ہبہ کر دیا اور مرد نے اُسکو کچھ عوض نہین دیا پس آیا رجوع کرنے کا اختیار رہے تو میرے والد نے فرمایا کہ ایسی برارت باطل ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ فتاوای نسفی مین ہے کہ شیخ نجم الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت نے اپنے شوہر کو اُسکی درخواست سے کچھ مال دیا تاکہ وہ شخص[1] خوش گزران کرے پھر اسکے شوہر پر شوہر کے بعض قرضخواہون نے قابو پایا کہ یہ مال لے لیا پس آیا عورت کو اختیار ہے کہ شوہر کے قرضخواہ سے یہ مال لے لے فرمایا کہ اگر شوہر کو اُس نے ہبہ کیا یا قرض دیا ہو تو نہین لے سکتی ہے اور اگر اس طور سے دیا تھا کہ باوجود عورت کی ملک کے اُسکا شوہر اُسمین تصرف کرے تو لے سکتی ہے یہ محیط مین ہے۔ ہبہ کرنا عمارت کا بدون زمین کے جائز ہے کذا فی الذخیرہ اور زمین کے ہبہ کرنے مین بلا ذکر وہ سب چیزین داخل ہو جاتی ہین جو زمین کے بیع کرنے مین بلا ذکر داخل ہو جاتی ہین جیسے عمارت و اشجار وغیرہ اسی طرح اگر زمین[2] سے یا کسی زمین دینے پر صلح قرار دی تو بھی یہی حکم ہے ولیکن کھیتی بدون ذکر کرنے کے صلح مین داخل نہین ہوتی ہے اور رکن الصباغی نے فرمایا کہ رہن و اقرار و ہبہ مین کھیتی داخل ہو جاتی ہے اور بیع و قسمت و وصیت و اجارہ و نکاح و وقف و ہبہ و صدقہ و ملک مطلق کی قضا مین داخل نہین ہوتی ہے اور پھل و قیمتی پتے بھی درختون کے ہبہ کرنے مین بلا ذکر داخل نہین ہوتے ہین اور جب درختون کے ہبہ مین ذکر نہ کیا حالانکہ اُنمین پھل و پتے موجود ہین تو ہبہ فاسد ہوگا کیونکہ تسلیم نہین کر سکتا ہے یہ قنیہ مین ہے یتیمیہ مین لکھا ہے کہ میرے والد سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجھے اپنا اصطبل دیدے تاکہ اُسمین میرا چوپایہ رہے اُس نے دیدیا تو گوبر کس کا ہوگا پس والد رح نے فرمایا کہ چوپایہ کے مالک کا ہوگا قال رضی اللہ عنہ ایسا ہی شیخ علی بن الحسین السغدی رح نے جواب مین فرمایا ہے اور شیخ ابن الحسین رح سے پھر ایکبار دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ گوبر اُس شخص کا ہوگا جو گھاس ڈالتا ہے خواہ وہ اصطبل کا غصب کرنے والا ہو یا مستعیر ہو یا چوپایہ کا غصب کرنیوالا ہو یا مستعیر ہو لیکن اگر اُسکے واسطے کوئی جگہ معروف مقرر کردی ہو یا اصطبل کے مالک نے چوپایہ کے مالک سے یون کہا ہو کہ مجھے اپنا چوپایہ

[1] یعنی مرد نے آسودگی سے جورو بچون سمیت گزران کرنے کو مانگا ہو ام [2] قولہ زمین سے یعنی کسی نے اُسکی مقبوضہ زمین پر دعوی کیا پس قابض نے اس زمین کے دعوے سے صلح کر لی یا کسی اور چیز کے دعوے سے زمین دینے پر صلح کر لی ۱۲ ۔

دیدے تاکہ میرے اصطبل مین رات کو رہا کرے تو اُسوقت مین گویا مالک اصطبل کا ہوگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی
فتاوای نسفی مین ہے کہ ایک شخص نے اپنی جورو سے گواہون کے سامنے یون کہا کہ اللہ تعالی تجھے بخشے کہ
تونے اپنا مہر جو مجھپر تھا مجھے ہبہ کیا اُس عورت نے کہا کہ آرے بخشیدم یعنی ہان مین نے بخشا پس گواہون نے
اُس سے کہا کہ ہم تیرے ہبہ کردینے پر گواہی دین اُسنے کہا کہ ہزار تن گواہ باشید یعنی ہزار آدمی گواہ ہو تو شیخ رح
نے فرمایا کہ عورت کے اثنائے کلام مین رد و تصدیق پائی جاتی ہے پس جو کچھ گواہون نے دیکھا اُسی پر محمول
کیا جائیگا یہ ذخیرہ مین ہی - اگر کسی نے اپنی دختر کسیکو ہبہ کی تو نکاح ہے اور اگر اپنی جورو اُسکی ذات
ہبہ کی تو طلاق ہے اور اگر اپنا غلام اُسکے تئین ہبہ کیا تو عتق ہے یہ خزانۃ الفتاوی مین ہی - اور جامع
الفتاوی مین لکھا ہے کہ اگر ایک غلام قرضدار ہبہ کیا گیا اور قرضخواہون نے ہبہ توڑ دینا چاہا تو اُن کو
یہ اختیار ہوگا اور اگر توڑنے سے پہلے واہب یا موہوب لہ نے فدیہ دیدیا تو ہبہ پورا ہو جائیگا اور یہی
حکم صدقہ کا ہے اور موہوب لہ نے اگر دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر قرضخواہون نے
ہبہ کی اجازت دیدی تو اُنکا حق باطل ہو گیا ولیکن اگر غلام آزاد کر دیا جائے تو ایسا نہین[1] ہے اور اگر
ایسے غلام کی کسی شخص کے لیے وصیت کرکے مر گیا تو قرضخواہون کو وصیت توڑ دینے کا اختیار نہین ہے
بلکہ وہ غلام موصی لہ کے پاس فروخت کیا جائیگا اور قرضہ ادا کرنے کے بعد اگر کچھ بچ رہے تو موصی لہ کو
ملیگا اور صدقہ اور ہبہ کی صورت مین بڑھتی مال موہوب لہ یا متصدق علیہ کو نہ ملیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی
امام ابوبکر رح سے دریافت کیا گیا کہ اگر کسی غلام ماذون نے اپنی کمائی سے یا ایسے مال سے جو اُس کو
مولی نے دیا ہے کچھ ہبہ کیا تو شیخ امام نے فرمایا کہ اگر اُسکو معلوم ہے کہ اگر مولی کو یہ خبر پہونچی تو اُسکو برا جانیگا
تو اُسکو ہبہ کرنا حلال نہین ہے ورنہ کچھ ڈر نہین ہے یہ حاوی مین لکھا ہی - ایک شخص نے اپنے مکاتب سے
کہا کہ مین نے تجھے بدل کتابت ہبہ کی اور مکاتب نے کہا کہ مین نہین قبول کرتا ہون تو مکاتب آزاد ہو جائیگا
اور مال کتابت اُسپر قرضہ رہیگا یہ وجیز کردری مین ہی - ایک شخص نے اقرار کیا کہ مین نے زید کو اپنا دار
ہبہ کیا تو یہ اقرار صحیح ہے اور غیاثیہ مین لکھا ہے کہ اگر ہبہ کا اقرار کیا تو اس اقرار سے یہ ثابت نہین ہوتا
کہ اُسنے موہوب لہ کے قبضہ کر لینے کا بھی اقرار کیا اور یہی اصح ہے یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی - جامع اصغر
مین امام محمد رح سے بروایت خلف رح مذکور ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو ایک نخل ہبہ کیا حالانکہ وہ درخت
اپنی جگہ قائم ہے تو موہوب لہ اُسکا قابض شمار نہوگا جب تک کہ اسکو قطع کرکے اُسکے سپرد نہ کرے اور بیع کی
صورت مین اگر مشتری اور نخل کے درمیان تخلیہ کر دیا تو قابض ہو گیا یہ ذخیرہ مین ہی - اور ذمی لوگ ہبہ کے
احکام مین بمنزلہ مسلمانون کے ہین کیونکہ اُنھون نے ایسے احکام اسلام کا اپنے اوپر التزام کر لیا ہے جو
معاملات سے متعلق ہین ولیکن مسلمان و ذمی کے درمیان شراب کو ہبہ کے عوض دینا جائز نہین ہے

[1] یعنی حق باطل نہوگا بلکہ اُس سے مواخذہ کرینگے یا متلف سے کما فصل سفے موضعہ ۱۲

خواہ مسلمان دے یا ذمی اور اگر وہ شراب قاضی کے ہاتھ مین سرکہ ہوگئی تو عوض نہو جائیگی اور چاہیے کہ اُسکے مالک کو واپس کردے اور باہم دو ذمیون مین شراب وسور کا معاوضہ جائز ہے جیسے ابتدائی بیع ان چیزون کے عوض جائز ہے ولیکن مردہ وخون کا معاوضہ جائز نہین ہے یہ مبسوط مین ہے مرتد نصرانی کو نصرانی نے مرتد کو اس شرط سے ہبہ کیا کہ موہوب لہ شراب عوض مین دے تو یہ باطل ہے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک مسلمان نے ایک مرتد کو کچھ ہبہ کیا اور مرتد نے اُسکا کچھ عوض دیدیا پھر قتل کیا گیا یا دار الحرب مین جا ملا تو ہبہ جائز ہے اور اُسکا عوض[ع] دینا امام اعظم رح کے نزدیک نہین جائز ہے اور صاحبین رح کے نزدیک اُسکا عوض دینا بھی مثل اور تصرفات کے صحیح ہے ولیکن دونون مین اختلاف اسقدر ہے کہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک یہ تعویض کل مال سے معتبر ہوگی اور امام محمد رح کے نزدیک تہائی مال سے معتبر ہوگی جیسے اُس کے اور تصرفات جو بطریق تبرع واحسان کے ہین تہائی سے معتبر ہین اور اگر مرتد نے کچھ ہبہ کیا اور موہوب لہ نے اُسکو عوض ہبہ دیا پھر مرتد مقتول ہوا یا دار الحرب مین جا ملا تو اُسکا ہبہ اُسکے وارثون کو واپس دیا جائیگا اور عوض مالک عوض کو پھیر لیگا بشرطیکہ بعینہ قائم ہو اور اگر تلف کر دیا ہو تو مرتد کے مال مین قرضہ ٹھہرایا جاےگا خواہ اس معاملہ مین اسکے مرتد ہونے کا دوسرے کو علم ہو یا نہو حکم یکسان ہے[یہ مبسوط مین ہے] اور اگر کسی حربی مستامن[ل] نے کسی مسلمان کو یا مسلمان نے حربی مستامن کو کچھ ہبہ کیا اور موہوب لہ نے قبضہ کرلیا پھر وہ دار الحرب کو لوٹ گیا پھر امان لیکر واپس آیا تو ہر ایک کو دونون سے اپنے ہبہ سے رجوع کرنیکا اختیار رہوگا اور اگر وہ حربی جہاد مین قید ہوا اور ہبہ اُس سے چھین لیا گیا تو مسلمان واہب کو وہ ہبہ واپس لے لینے کا اختیار نہوگا اگرچہ مال غنیمت تقسیم ہو جانے سے پہلے واہب حاضر ہوا ہو۔ اور اگر حربی کسی شخص کے حصہ مین پڑا اُسنے اُسکو آزاد کر دیا پھر یہ ہبہ بسبب خرید وغیرہ کے اُسکو ملگیا تو واہب کو ہبہ سے رجوع کرنیکا اختیار نہوگا اور اگر حربی نے ہبہ کیا ہو اور جہاد مین قید ہوا اور کسی شخص کے حصہ مین آیا تو اپنی ہبہ سے رجوع نہین کرسکتا ہے اسیطرح اگر آزاد کیا گیا تو بھی رجوع نہین کرسکتا ہے یہ مبسوط مین ہی۔ ایک نصرانی نے مسلمان کو کوئی چیز ہبہ کی اُسنے شراب عوض مین دی تو نصرانی اپنی ہبہ سے رجوع کرسکتا ہے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک حربی نے دوسرے حربی کو کچھ ہبہ کیا پھر دونون حربی کے وطن وملک والے سب یا دونون حربی مسلمان ہوگئے اور دار الاسلام مین چلے آئے تو واہب کو ہبہ سے رجوع کا اختیار رہے اور اُسنے عوض دیدیا ہو تو موہوب لہ سے واپس نہین لے سکتا ہے یہ مبسوط مین ہے تتمیہ مین ہے کہ شیخ عمر النسفی رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی اولاد کو حکم دیا کہ فلان جانب جو زمین ہے اُسکو باہم تقسیم کرلو اور مراد اُسکی تملیک ہے پھر اُنھون نے تقسیم کرلی اور اُس تقسیم پر راضی ہوگئے پس آیا اُنکی ملکیت ثابت ہو جائیگی یا احتیاج باقی رہیگی کہ باپ اُن سب سے کہے کہ مین نے تمکو ان زمینون کا مالک کیا

ل قولہ مستامن وہ حربی جو امان لیکر آیا ۱۲ ع قولہ اُسکا یعنی مرتد نے اگر عوض دیا تو باطل ہے ۱۲

باہر ایک سے کہے کہ مین نے تجھے اس قطعہ زمین کا جو علیحدہ کرکے تیرے حصہ مین آیا ہے مالک کیا تو شیخ رہ نے فرمایا کہ نہین اور یہی مسئلہ حسنؒ سے دریافت کیا گیا اُنھون نے فرمایا کہ تقسیم سے اُنکی ملکیت ثابت نہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ شیخ رہ سے پوچھا کہ ایک عورت نے کرباس اپنے شوہر کے ہاتھ فروخت کیا اور وہ ثمن جو شوہر پر ہے اپنے بیٹے کو بطریق انعام وصلہ رحم کے دینے کے اُترادیا پھر بیٹا مرگیا تو ثمن کسکو ملیگا فرمایا کہ سب عورت کو ملیگا اور بیٹے کی میراث نہ قرار دیا جائیگا یہ فتاوے محمد بن محمود استروشنی مین ہی۔ باپ اور اُسکا بیٹا جنگل مین ہین اور دونون کے ساتھ اسقدر پانی ہی کہ ایک کیواسطے کافی ہوسکتا ہے تو دونون مین سے کون شخص پانی کا مستحق ہے تو فرمایا کہ بیٹا[2] زیادہ مستحق ہے کیونکہ اگر باپ احق ہو تو بیٹے پر واجب ہوگا کہ اپنے باپ کو پانی پلا دے اگر باپ کو پلایا تو خود پیاس سے مرگیا پس یہ امر اُسکی طرف سے اپنے آپ کو قتل کرنے پر اعانت کرنا ٹھہرا اور اور اگر خود پی لیا تو باپ کو اپنے قتل نفس کا معین نہ کیا پس یہ صورت ایسی ہوگئی کہ دو شخص ہین ایک نے اپنے آپ کو قتل کیا اور دوسرے نے دوسرے شخص کو قتل کیا تو اپنے تئین قتل کرنے والا زیادہ گنہگار رہے اور حدیث شریف مین آیا ہے کہ حضرت سید عالم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جس شخص نے تیز چیز سے اپنے آپکو قتل کیا وہ قیامت مین اس حال سے آویگا کہ اُسکے ہاتھ مین یہ تیز چیز ہوگی کہ اپنی پیٹ مین مارتا ہوگا کذا فی الظہیریہ وفی بعض نسخ المحیط۔ قال رضی اللہ عنہ جب مین نے دریافت کیا کہ ایک شخص نے بادشاہ کو اپنا حال لکھا اور درخواست کی کہ مجھے فلان زمین محدودہ کا مالک کردے اور بادشاہ نے اُسکے نام فرمان کرامت عنوان اسکی عرضی کی پشت پر لکھوایا کہ مین نے تجھکو اس زمین کا مالک کردیا پس آیا ملک ہوگئی یا قبول کرنا سلطان کی طرف سے ایک ہی مجلس مین واقع ہونا چاہیے تو فرمایا کہ یہ تملیک قیاساً ایسی ہی ہی کہ مجلس واحد مین قبول ہونا چاہیے ولیکن چونکہ رسائی متعذر ہے لہذا اسکا سوال وعرضی بجائے اُسکی حاضری کے قرار دی جائیگی پھر جب سلطان نے حکم دیدیا اور اُسنے فرمان اسکی طرف سے لیا تو مالک ہوگیا یہ جواہر الفتاوی مین ہی۔ امام ہمام محمد بن الحسن رح نے سیر کبیر مین فرمایا کہ اگر امام اسلام نے مال غنیمت دار الحرب مین غازیون کے درمیان تقسیم کیا یا جو سوداگر اُسکے ساتھ لگے چلے گئے تھے اُنکے ہاتھ فروخت کردیا پھر دشمن نے اُنکو آگھیرا اور دار الاسلام مین لانے پر نہ پائے بس مرادون یا اُن لوگون نے جنکے حصہ مین آیا ہے یہ چاہا کہ اُسکو جلا کر خاک کردین اس قصد سے اُنھون نے اسباب اُتار کر پھینک دیا پھر کچھ سوچکر بولے کہ جو شخص ہممین سے جو چیز لے لے وہ اسی کی ہے پس بہت سے مسلمانون نے لے لی

---

[1] قولہ عورت کو اسواسطے کہ ہبہ پورا نہوا تھا کہ پسر مرگیا ۱۲ [2] قولہ بیٹا مستحق ہی الخ واضح ہو کہ اپنی جان کو قتل کرنا یا سبب ہونا زیادہ گناہ ہی۔ اور باپ وبیٹے مین یہ فرق ہے کہ بیٹا اپنی املاک مین باپ کو مقدم سکے اور باپ پر یہ حق نہین ہے۔ اب ہم کہتے ہین کہ پیاس مین کسکو پلایا جاوے کیونکہ دونون کیواسطے کافی نہین یعنی دونون کی جان نہین بچ سکتی ہی اگر بیٹا ہاتھ کھینچے تو اپنا قاتل ہوا اور اگر نہ دے تو باپ کو پلانے مین اپنا قاتل ہوا تو معلوم ہوا کہ باپ یہان مستحق نہین کیونکہ بیٹا یہان بہرصورت اپنا قاتل ٹھہرتا ہی اور اگر بیٹے نے پیا تو باپ اپنا قاتل نہوا اور اگر خود پیا تو غیر کا قاتل ہوا جب کہ بیٹا اپنا قاتل ہوا تو یہ صورت ہوئی کہ ایک بیٹا قاتل ہوتا ہی اور دوسرا غیر کا قاتل ہوتا ہی تو اسی کو بچایا جاوے جو اپنا

تو لیتے ہی اُنکی ہو جائیگی خواہ اُسکو دار الاسلام مین سے آئے یا نہ لائے ہون اور امام محمدرہ نے اُسکی وجہ یہ بیان کی کہ یہ امر انکی طرف سے بمنزلہ ہبہ کر دینے کے ہے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور کتاب الصید مین ایک حدیث ذکر کی جو دلالت کرتی ہے کہ اگر کسی شخص کو ہدیہ بھیجا جاوے اور وہ اپنے جلیسون کے ساتھ بیٹھا ہو تو وہ ہدیہ اُسمین اور جلیسون مین مشترک ہوتا ہے اور طحاوی رہ نے فرمایا کہ اگر ہدیہ ایسی چیز ہو کہ محتمل قسمت نہین ہے جیسے کپڑا یا فی الحال کھانے کے لائق نہو جیسے گوشت وغیرہ تو اُسکے جلیسونکو اسمین سے کچھ ندیا جائیگا اور اگر لائق تقسیم ہو اور فی الحال کھانے کے لائق ہو تو اپنے جلیسون کے لیے اُسمین سے حصہ لگاوے اور باقی اپنے اہل وعیال کے واسطے رکھ لے یہ تاتارخانیہ مین ہے ایک شخص مرگیا اور کسی شخص نے اسکے بیٹے کے پاس اسکی تکفین کے لیے کپڑا بھیجا پس آیا بیٹا اُس کپڑے کا مالک ہو جائیگا حتی کہ اُسکو جائز ہوگا کہ اُس کپڑے کو رکھ لے اور دوسرے مین اُسکی تکفین کرے تو حکم یہ ہے کہ اگر میت ایسا شخص تھا کہ اُسکے علم وفقاہت یا پرہیزگاری کے باعث سے لوگ اُسکے کفن دینے کو متبرک سمجھتے ہون تو بیٹا مالک نہوگا اور اگر بیٹے نے دوسرے کپڑے مین کفن دیا تو واجب ہوگا کہ وہ کپڑا اُسکے مالک کو واپس کر دے اور اگر ایسا نہو تو لڑکے کو جائز ہوگا کہ کپڑے کو جسطرح چاہے صرف مین لاوے یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اگر باپ نے اپنے نابالغ کو کوئی گھر ہبہ کیا اور اُسکے حدود وحقوق بیان نہ کیے اور وہ گھر کسی دوسرے کے پاس ہبہ کیوقت ودلیت مین تھا اور مستودع اُسمین رہتا تھا تو عقد ہبہ سے نابالغ اسکا مالک ہو جائیگا اور اس حکم مین صدقہ بھی مثل ہبہ کے ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی

بارھوان باب۔ صدقہ کے بیان مین

صدقہ منقسم[۱] وغیر منقسم کا مثل ہبہ کے ہے اور اُسمین بھی مثل ہبہ کے قبضہ کی ضرورت ہے ولیکن فرق یہ ہے کہ صدقہ جب پورا ہو جاوے تو پھر رجوع نہین کر سکتا ہے خواہ کسی غنی کو صدقہ دیا ہو یا فقیر کو۔ اور ہمارے بعضے اصحابؒ نے فرمایا کہ غنی کو صدقہ دینا مثل ہبہ کے ہے یہ مبسوط مین ہے وفی بعض نسخ المحیط۔ اگر کسی شخص کو ایک گھر صدقہ دیا تو واپس نہین لے سکتا ہے خواہ متصدق علیہ غنی ہو یا فقیر ہو یہ مضمرات مین ہی۔ اگر صدقہ کی نیت سے کسیکو ایک کپڑا دیا اُسنے یہ گمان کر کے کہ یہ ہبہ یا عاریت ہے لے لیا اور پھر دینے والے کو واپس کیا تو دینے والے کو لے لینا حلال نہین ہے کیونکہ جب دوسرے نے اُسپر قبضہ کیا تب ہی اُسکی ملک سے وہ کپڑا نکل چکا اور اگر لے لیا تو اُسپر واپس کر دینا واجب ہے یہ سراج الوہاج مین ہی۔ ہبہ صحیح نہین ہوتا ہے جب تک کہ زبان سے قبول نہ کرے اور استحساناً صدقہ بدون زبان سے قبول کرنے کے صحیح ہوتا ہے کیونکہ ہر زمانہ مین ایسی عادت جاری تھی کہ فقیرون کو صدقہ دیتے تھے بدون اسکے کہ اُنکی طرف سے زبانی قبول پایا جاوے یہ قنیہ مین ہے اور صدقہ فاسد مثل ہبہ فاسد کے ہے یہ وجیز کردری مین ہے اگر دو غنی آدمیون کو صدقہ دیا تو ایک روایت مین امام اعظمؒ سے جائز ہے اور یہی صاحبینؒ کا قول ہے اور اگر دو فقیرونکو صدقہ دیا تو بالاجماع جائز ہے یہ سراجیہ مین ہے۔ اگر چاندی گداختہ کا ایک ٹکڑا دو فقیرونکو

[۱] قولہ منقسم یعنے جو چیز اسطرح تقسیم ہو سکتی ہو کہ بعد تقسیم کے بھی اس سے وہ نفع ملنا ممکن ہو جو بٹوارے سے پہلے تھا و غیر منقسم

صدقہ دیا تو بالاتفاق جائز ہے یہ تہذیب مین ہے ایک شخص نے مسکینون کو کچھ ہبہ کر کے انکو دیدیا تو استحسانًا رجوع نہین کریگا اور قیاسًا رجوع کرسکتا ہے یہ مبسوط مین ہی اور اگر سائل یا محتاج کو بطور حاجت کے کچھ عطا کیا اور صریح صدقہ ہونا بیان نہ کیا تو استحسانًا رجوع نہین کرسکتا ہے یہ ذخیرہ مین ہے ایک شخص کے ہاتھ مین درم تھے اُسنے کہا کہ ہٰذہ علی ان اتصدق بہٰذہ الدراہم یعنی اللہ تعالی کیواسطے اپنے اوپر رکھتا ہون کہ مین ان درمون کو صدقہ کر دون پھر اس شخص نے اُنکے سوا دوسرے درم صدقہ کر دیے تو شیخ نصیر رح نے فرمایا کہ جائز ہے اور اگر اُسنے صدقہ نہ کیے یہانتک کہ سب تلف ہو گئے تو اسپر کچھ صدقہ کرنا لازم نہ آویگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ فتاوی مین ہے کہ ابن سلمہ رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک عورت کو صدقہ دیا اور وہ تنگدست تھی مگر شوہر اُسکا مالدار ہے تو شیخ رح نے فرمایا کہ اگر اسکا شوہر خوش گذران سے اُسکو نفقہ دیتا ہے تو وہ عورت اپنے شوہر کے غنا کے سبب غنی گنی جاویگی یہ حاوی مین ہے منتقی مین امام محمد رح سے بروایت ابراہیم مذکور ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو کچھ صدقہ دیکر سپرد کیا پھر اُس صدقہ کا اقالہ کرنا چاہا اُسنے اقالہ کر دیا تو جبتک اسپر قبضہ نہ کرے جائز نہین ہے کیونکہ یہ مستقل[ف] ہبہ ہے اور اگر بجاے صدقہ کے اس صورت مین کسی ذی رحم محرم کو ہبہ کیا تو بھی یہی حکم ہے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ ہر ایسے عقد مین جسکو قاضی نے فسخ نہین کر دیا ہے اسمین خصومت کا یہی حکم ہے اور ہر ایسے عقد مین جسکو قاضی نے فسخ کر دیا ہے مثلاً ہبہ ہے اور اسمین خصومت کی اور موہوب لہ نے اقالہ کر دیا تو واہب کا مال ہے اگرچہ قبضہ نہ کیا ہو۔ اور جاننا چاہیے کہ صدقہ کا عقد قابل اقالہ و فسخ کے نہین ہوتا ہے پس صدقہ کا اقالہ کرنا از سر نو تملیک وابتدائی ہبہ قرار دیا جائیگا یہ محیط مین ہی۔ اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر دونون نے باہم صدقہ کا اقالہ کر لیا اور متصدق کے قبضہ کرنے سے پہلے متصدق علیہ مر گیا تو اقالہ باطل ہے اور اگر ہبہ مین ایسا ہوتا تو مثل قبضہ جائز ہوتا یہ بحر الرائق مین ہی۔ اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ اگر کسی شخص کو ایک گھر اس شرط سے دیا کہ نصف صدقہ ہے اور نصف ہبہ ہے تو اُسکے قبضہ کرنیکے بعد ہی اُسکو نصف ہبہ سے رجوع کا اختیار ہے کیونکہ ہر عقد نصف علیحدہ سے متعلق ہے اور عدم انقسام مانع رجوع نہین ہے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر ایک گھر ایک عورت کو اور جو اُسکے پیٹ مین ہے اُسکو صدقہ دیا حالانکہ وہ عورت حاملہ ہے تو کچھ صدقہ جائز نہین ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تجھے اور اپنے غلام کو یا تجھے اور اپنے آپ کو مین نے یہ دار صدقہ دیا تو جائز نہین ہے اور اگر کہا کہ تجھے اور جو شخص اس بیت مین موجود ہے اسکو صدقہ دیا حالانکہ اُس بیت مین کوئی بھی نتھا تو یہ صورت بمنزلہ اس صورت کے ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ مین نے یہ گھر اپنی تینون اولاد نابالغون کو صدقہ دیا اور اسکا گمان ہے کہ وہ سب زندہ موجود ہین حالانکہ انمین سے بعض مر گئے اور اُسکو علم نتھا تو یہ صدقہ باطل ہے اور اگر اُسنے اسطرح صدقہ کیا حالانکہ جو اولاد انمین

یعنی عقد توڑ دینا ۱۲

ف قولہ مستقل یعنی جسکو صدقہ دیا تھا اُسنے از سر نو اسکو ہبہ کیا اسواسطے کہ صدقہ سے رجوع کرنا باطل ہے اور یہی اشارہ ہے کہ اسنے اپنی

مری ہے اُسکو دہ جانتا ہے تو اس صورت مین صدقہ جائز ہوگا اور جو زندہ موجود ہے سب اسی کو ملیگا اور اسمین اشارہ ہے کہ ایجاب اگر ایک ایسے شخص کیواسطے واقع ہو جو بوجہ من الوجوہ مالک ہوتا ہے تو ایجاب تمامہ اسی کے واسطے ہوگا اور اس صورت مین شیوع بالکل ثابت نہوگا پس ایجاب جائز ہوجائیگا اور اگر ایجاب دو شخصون کیواسطے واقع ہوا اور دونون مین سے ہر ایک ایسا ہو کہ بوجہؔ من الوجوہ مالک ہوتا ہے تو ایجاب دونون کے حق مین ہوگا اور اُسوقت شیوع احدالجانبین سے ثابت ہوجائیگا پس جس مجتہد کے نزدیک احدالجانبین سے شیوع کا متحقق ہونا مانع ہوتا ہے اُسکے نزدیک جواز ایجاب نہوگا یہ محیط مین ہے اگر کسی شخص کو صدقہ دیا اور سپرد کردیا پھر متصدق علیہ مرگیا اور جس نے صدقہ دیا ہے وہی اُسکا وارث ہوا اُس نے یہ صدقہ میراث مین پایا تو اُسکو لینے مین کچھ ڈر نہین ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ اور اگر کسی شخص نے کہا کہ مین نے اپنے اس دار کا کرایہ وغیرہ حاصلات مسکینون پر صدقہ کردیا یا کہا کہ میرا گھر مسکینون پر صدقہ ہے تو جب تک وہ زندہ ہے صدقہ کردینے کا حکم اُسکو کیا جائیگا اور اگر صدقہ نافذ کیے جانے سے پہلے وہ مرگیا تو دار و کرایہ حاصلات اُسکی میراث ہوجائیگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر وہ زندہ رہا اور اُسنے دار کی قیمت صدقہ کردی تو کافی ہے یعنی حق واجب ادا ہوگیا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ میرا مال یا جسکا مین مالک ہون مسکینون پر صدقہ ہے تو یہ مال زکوۃ پر رکھا جائیگا اور اسمین ہر جنس جسمین زکوۃ واجب ہوتی ہے یعنی سوائمؔ و نقود و عروض تجارات سب داخل ہوجائیگی خواہ بقدر نصاب زکوۃ پہونچی ہون یا نہون اور خواہ اُس شخص پر اسقدر قرضہ ہو کہ تمام مال کو گھیرے ہوئے ہے یا قرضہ نہو اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ ایسی اراضی جنمین عشر لیا جاتا ہے وہ بھی داخل ہونگی اور امام محمد رح کے نزدیک داخل نہونگی اور خراجی زمینین داخل نہونگی اور خدمت کے رقیق یعنی مملوک خواہ غلام ہون یا باندیان اور عقار اور اثاث البیت اور پہننے کے کپڑے اور استعمال کے اوزار اور ہتھیار اور ایسی ہی چیزین جو اموال زکوۃ مین سے نہین ہین داخل نہونگی اور بعض مشایخ نے کہا کہ اگر اُسنے یون کہا کہ جس چیز کا مین مالک ہون یا سب وہ چیز جسکا مین مالک ہون مسکینون پر صدقہ ہے تو اُسپر واجب ہے کہ سب کچھ جو اُسکی ملک مین ہے صدقہ کردے یہ قیاس و استحسان دونون طرح سے حکم ہے اور صرف قیاس و استحسان اُسکے اس قول مین ہے کہ میرا مال صدقہ ہے یا میرا تمام مال صدقہ ہے اور صحیح حکم وہی پہلا ہے کیونکہ ان دونون قولون کا استعمال ایک ہی طرح پر ہوتا ہے یہ تبیین مین لکھا ہے اور اس سب مال مین سے اپنے روزینہ کے قدر خوراک رکھ لے پھر جب اُسکے بعد کچھ مال اُسکے ہاتھ آوے تو جسقدر اُسنے رکھ لیا ہے وہ بھی صدقہ کردے اور کتاب مین جسقدر رکھ لیوے اُسکی مقدار اسوجہ سے بیان نہ کی کہ یہ اعتبار عیال کی کمی و زیادتی کے مختلف ہے اور بعض نے کہا کہ اگر پیشہ ور ہے تو ایک روز کا قوت رکھ لے اور اگر کرایہ و اجارہ سے اُسکو ملتا ہے

لہ قولہ بوجہ من الوجوہ یعنی کسیوجہ سے مالک ہوسکتا ہے معنے یہ کہ جب باپ جاتا تھا تو جو اولاد باقی ہے وہی مالک ہونے کی لیاقت رکھتی ہے تو جب مردون کے لیے حصہ نہوا تو شیوع بھی نہوا ۱۲ لہ قولہ سوائم چرائی کے جانور جو مباح جنگل مین رہتے ہین نقود روپیہ و اشرفی عروض اسباب تجارت ۱۲

تو ایک مہینہ کے قدر روزینہ رکھ لے اور اگر زمیندار ہے تو ایک سال تک کا روزینہ رکھ لے یہ مبسوط مین ہی۔
اور اجناس مین ہو کہ امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر کسی نے کہا کہ میرا مال مسکینون پر صدقہ ہے حالانکہ اُسکے دراہم بھی لوگون پر
آتے ہین تو ان درمونکا صدقہ کرنا لازم نہوگا اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر کسی نے کہا کہ میرا مال مسکینون پر
صدقہ ہے اور اُسکی کچھ نیت نہین اور اُسکے قرضہ لوگون پر ہین تو اسمین داخل ہو جائینگے اور اگر قسم کھائی کہ جس چیز
کا مالک ہے سب صدقہ کرے تو یہ سب اور مسکین و خادم و کپڑے و اثاث البیت سب داخل ہونگے یہ ینابیع مین ہی
اور اگر یون کہا کہ میرا مال مسکینون پر صدقہ ہے اگر مین ایسا کام کرون پھر اُس نے وہ کام کیا تو امام ابو حنیفہ رح
نے فرمایا کہ اموال تجارت و درم و دینار داخل ہونگے یعنی یہ سب تصدق کرے اور جو کچھ لوگون پر قرضہ ہی
وہ داخل نہوگا یہ ملتقط مین ہی خجندی رح نے فرمایا کہ اگر کسی نے کہا کہ للہ علی ان اہدی جمیع مالی او جمیع ملکی یعنی
اللہ کیواسطے مجھپر واجب ہے کہ مین اپنا تمام مال یا تمام ملک ہدیہ کرون یعنی اسطور سے کہکر اپنے اوپر نذر لازم
کر لی تو وقت نذر کے جن چیزونکا مالک ہے سب ہدیہ کرنا واجب ہے مگر اسمین سے بقدر اپنی قوت کے رکھ لے پھر جب
اسکو کچھ مال ہاتھ آوے تو جسقدر رکھا ہے اُسکے مثل ہدیہ کردے یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اور اگر اُسنے کہا کہ للہ
علی ان اتصدق بہذا الثوب یعنی مین اللہ تعالی کے واسطے نذر کرتا ہون کہ یہ کپڑا صدقہ کرون تو اُسکو اختیار ہی
کہ اُسکی قیمت صدقہ کردے اور کپڑے کو پہنے دے اور اُسکو یہ بھی اختیار ہے کہ فروخت کرکے اُسکا ثمن صدقہ
کردے ایسا ہی خلف رح و فقیہ رح سے منقول ہے اسیطرح اگر اس کپڑے کے صدقہ کرنے کی وصیت کی تو بھی
یہی حکم ہے یعنی وارث اُسکی [1] قیمت یا ثمن صدقہ کردے یہ ملتقط مین ہی۔ ہلال بن یحیی رح نے اپنی کتاب الوقف مین
لکھا ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ میری زمین مسکینون پر صدقہ ہے تو صدقہ نہوجائیگی کیونکہ مجہول ہے اور اگر یون
کہا کہ میری یہ زمین صدقہ ہے اور اُسکی طرف اشارہ کیا حالانکہ اُسکے حدود بیان نکیے تو صدقہ ہو جائیگی
کیونکہ اشارہ سے زمین معلوم ہو گئی اسیطرح اگر اُسکے حدود بیان کردیے حالانکہ اشارہ نہ کیا تو بھی یہی حکم ہی
اور وہ حدود کے بیان کرنے سے معلوم ہو گئی اور یہ صدقہ تملیک ہوگا نہ صدقہ وقف یہ محیط سرخسی مین ہی
فتاوی آہو مین لکھا ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو دس درم دیے اور کہا کہ یہ درم فلان فقیر کو صدقہ دیدے
اُسنے یہ درم رکھ لیے اور اپنے پاس سے درم صدقہ دیدیے تو قاضی بدیع الدین نے فرمایا کہ بالاتفاق ضامن [2]
ہوگا۔ ایک شخص نے دوسرے کو دس درم یا سو من گیہون دیے اور کہا کہ فلان فقیر کو دیدے تو حاوی مین لکھا ہے
کہ ضامن ہوگا اور امام رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ضامن نہوگا کیونکہ اصل مالک کی غرض خداوند تعالی کی رضامندی
حاصل کرنا تھی وہ کسی فقیر کے دینے سے حاصل ہو گئی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک محتاج کے پاس کچھ درم ہین
تو اُسکو اپنے نفس کیواسطے صرف کرنا دوسرے فقیرون کے صدقہ دینے سے افضل ہے اور اگر اُس نے اپنی

[1] تو قیمت یعنی جو نرخ بازار ہو اور جائے فروخت کرے تو جسقدر دام کو بکے وہی صدقہ کرے اگرچہ قیمت سے کم ہون [2] ضامن کیونکہ یہ درم امانت تھے بعینہ متعین ہوگئے تو اپنے
مال سے صدقہ دیا اور دینے والے کے درمون کا ضامن ہوگیا تھے کہ اگر زکوۃ کے ہون تو اُسکی نہوگی ۱۲

ذات پر اُنکو مقدم رکھا تو یہ افضل ہے بشرطیکہ اپنے دل مین جانتا ہو کہ شدت و سختی کیوقت اچھی طرح صبر کر سکونگا
اور اگر اپنی ذات سے بے صبری کا خوف ہو تو اپنی ذات پر خرچ کرے یہ ملتقط مین ہی بعض مشائخ سے دریافت
کیا گیا کہ جو لوگ جھوٹے منھ الحاح کر کے آدمیون سے مانگتے ہین اور اسراف مین خرچ کرتے ہین اُنکا دینا
کیسا ہے تو شیخ رح نے فرمایا کہ جب تک تجھے یہ نہ ظاہر ہو کہ یہ شخص معصیت مین خرچ کرتا ہے یا غنی ہے تب تک
اُسکو دینے مین کچھ ڈر نہین ہے اور تجھے اپنی نیت کے موافق کہ اُسکی احتیاج دور کرنی چاہتا ہے اجر و ثواب
ملیگا یہ حاوی مین لکھا ہے لڑکے نے اگر باپ کی اجازت سے اپنا مال صدقہ کر دیا تو جائز نہین[1] ہے یہ سراجیہ مین ہے
منتقی مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنا بھاگا ہوا غلام اپنے نابالغ لڑکے کو ہبہ کیا
تو جائز نہین ہے اور معلی نے ابو یوسف سے روایت کی کہ جائز ہے پس امام یوسف رح سے اس مسئلہ مین دو روایتین
ہو گئین یہ ظہیریہ مین ہی۔ ایک شخص کے قبضہ مین ایک گھر ہے اُسنے اپنے نابالغ بیٹے کو صدقہ دیا اور یہ نہ کہا کہ
مین نے اسکی طرف سے اُسپر قبضہ کیا پھر وہ دار اپنے قبضہ سے نکالا اور نابالغ بعد بلوغ پہونچا اُسنے باپ کے قول پر
گواہ قائم کیے تو گھر اسی کو ملیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ غلام کا ثمن محتاجون کو صدقہ دیدینا غلام کے آزاد کر دینے
سے افضل ہے یہ سراجیہ مین ہی۔ اگر کسی شخص نے میت کے نام صدقہ دیا یا اُسکے حق مین دعاے خیر کی تو میت کو ثواب
پہونچتا ہے اور اگر اپنے کارِ خیر کا ثواب کسی شخص مومن کو دیدیا تو جائز ہے یہ سراجیہ مین ہی۔ ایک شخص نے پیسہ
کے دھوکے مین طازجہ[2] کسی فقیر کو صدقہ دیدیا تو ظاہرا واپس نہین لے سکتا ہی۔ اور قاضی عبد الجبار نے کہا
کہ اگر اُسنے یون کہا کہ مین نے تجھے پیسہ کا مالک کر دیا تو طازجہ ظاہر ہونے پر واپس لے سکتا ہے اور اگر کہا
کہ مین نے تجھے اسکا مالک کر دیا تو واپس نہین لے سکتا ہے اور سیف السائلی نے فرمایا کہ دونون صورتو نمین
واپس نہین لے سکتا ہے یہ قنیہ مین ہی۔ ایک شخص نے تھیلی یا جیب مین سے درم نکالے تا کہ کسی مسکین کو
دیدے پھر اُسکے خیال مین دینے کی راے نہ ٹھہری تو حکم ظاہری کے بموجب اُسپر کچھ واجب نہوگا یہ سراجیہ مین ہے
اگر کوئی باندی صدقہ کی اور سپرد کر دی حالانکہ اُسپر کپڑا و زیور تھا تو جائز ہے اور کپڑا و زیور اس شخص
کا ہوگا جسنے صدقہ دیا ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے محمد بن مقاتل نے فرمایا کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا
کہ جو منفعت تیرے مال سے مجھے پہونچے اُسکو مین اپنے اوپر لازم کرتا ہون کہ صدقہ کر دون پس اگر اُس نے
کوئی شے اُس شخص کو ہبہ کی تو اُسپر اُسکا صدقہ کر دینا واجب ہے اور اگر اُسنے اپنے اناج مین سے کھانیکی
اُسکو اجازت دیدی تو اُسکو صدقہ کر دینا حلال نہین ہے اُس اناج مین سے اُسکو فقط کھانا حلال ہے یہ
حاوی مین ہے حسن بصری رح سے روایت ہے کہ اگر کوئی شخص شکستہ درم کسی مسکین کے پاس لے گیا اور اُسکو نہ پایا
تو رکھ چھوڑے یہانتک کہ کوئی دوسرا آوے اُسکو دیدے اور اگر اُنکو خرچ کر دیا تو اُسکے مثل دیدے اور ابراہیم

---

[1] قولہ نہین اسواسطے کہ محض ضرر ہے اور ایسے خیرات کی لیاقت نہین رکھتا ہی۔ ۱۲ [2] قولہ طازجہ درم کی قسم ہے لیکن جب
صدقہ کے قصد سے دے چکا تو ظاہر یہ ہے کہ واپس نہ لے ۱۲ - ۔

نخعی رحسے اُسکے مثل مروی ہے اور عامر شعبی رحنے فرمایا کہ اُسکو اختیار ہے کہ چاہے دیدے یا ندے کہ صدقہ بدون قبضہ کے جائز نہیں[۱] ہو جاتا ہے اور مجاہد رحتے فرمایا کہ جس شخص نے صدقہ نکالا اُسکو اختیار ہے چاہے ارادہ پورا کرے کہ دیدے یا ندے اور عطا رحسے بھی اسی کے مثل مروی ہے اور فقیہ ابو اللیث رحنے کہا کہ یہی حکم لیا گیا یہ محیط میں ہے مسجد میں سوال کرنیوالے کو صدقہ دینے میں اختلاف مشائخ رحنے فرمایا کہ جس مسجد میں جماعت ہوتی ہے اسکے سائل کو صدقہ ندینا چاہیئے کیونکہ لوگون کی ایذا رسانی پر اعانت[۲] ہے - اور خلف بن ایوب نے کہا کہ اگر مین قاضی ہوتا تو جو شخص مسجد کے سائل کو صدقہ دیتا ہے اُسکی گواہی قبول نہ کرتا - اور شیخ ابو بکر بن اسمعیل الزاہد رحسے مروی ہے کہ اُنھون نے فرمایا کہ ایسے سائل کو جو پیسہ دیا جاوے تو ستر پیسون کا محتاج ہے کہ جب یہ ستر پیسے دیے جاوین تو اُس پیسہ دینے کا کفارہ ادا ہو مگر ہان مسجد مین داخل ہونے سے پہلے یا نکلنے کے بعد صدقہ دیدے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے - اور تجنیس ناصری مین ہے کہ اگر سائل نے اسطرح سوال کیا کہ بحق اللہ تعالی یا بحق محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے یہ دے تو ظاہر حکم مین اُسپر کچھ دینا واجب نہوگا لیکن مودت و مروت کی راہ سے دینا اسکا بہت بہتر ہے اور امام عبداللہ بن المبارک رحسے مروی ہے کہ اُنھون نے فرمایا کہ تعجب معلوم ہوتا ہے کہ سائل اللہ تعالی کیواسطے سوال کرے اور ندیا جاوے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے -

کتاب الاجارہ

اور اس کتاب مین بتیس باب ہین

باب اول - اجارہ کی تفسیر و اُسکے رکن و الفاظ و شرائط و اقسام و حکم و اجارہ کے انعقاد کی کیفیت و صفت کے بیان مین منافع پر بمقابلہ عوض کے عقد کرنے کو شرعًا اجارہ کہتے ہین یہ ہدایہ مین ہے اور جو الفاظ عقد اجارہ کیواسطے موضوع ہین اُنکے ساتھ ایجاب قبول ہوتا یہی اجارہ کے رکن ہین - اور اُن الفاظ کا بیان یہ ہے کہ اجارہ فقط ایسے دو لفظون سے منعقد ہوتا ہے جنسے زمانہ ماضی کی تعبیر ہو مثلاً ایک شخص کہے کہ مین نے یہ دار اجارہ پر دیا اور دوسرا کہے کہ مین نے قبول کیا یا اجارہ پر لیا اور ایسے دو لفظون سے منعقد نہین ہوتا ہے جنمین سے ایک لفظ مستقبل پر دلالت کرے مثلاً ایک شخص کہے کہ مجھے اجارہ پر دیدے اور دوسرا کہے کہ مین نے دیدیا کذافی النہایہ اور شمس الائمہ حلوائی نے شرح کتاب الصلح مین ذکر کیا ہے کہ اجارہ بلفظ ہبہ و صلح بھی منعقد ہوتا ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا ہے کہ اجارہ بلفظ اعارہ بھی منعقد ہوتا ہے - اور اگر اپنے دار سے نفع اُٹھانا ایک ماہ تک بعوض دس درم کے ہبہ کیا یا کوئی مال عین ایک ماہ تک بعوض دس درم کے عاریت دیا تو ابو طاہر دباس نے امام ابو حنیفہ رحسے نقل کیا ہے کہ استیفاء منفعت سے پہلے اُسکے ذمہ لازم نہو جائیگا اور بعد استیفاء منفعت کے اجارہ اعتبار کیا جائیگا یہ ظہیریہ مین ہے - اگر کہا کہ میرا یہ گھر تیرے واسطے اجارہ ہے ہر مہینہ ایکدرم پر یا کہا کہ اجارہ ہبہ سے ہے تو دونون صورتون مین

[۱] نہین ہوجاتا یعنی فقط نیت سے وہ صدقہ نہین ہوگیا جبتک فقیر کے ہاتھ مین نہ دے ۱۲ [۲] اعانت اسواسطے کہ جب اُسکے دیا تو خواہ مخواہ وہ ہر ایک کو سوال

اجارہ ہے اور کتاب مین یہ مذکور نہین کہ آیا یہ اجارہ لازم ہوگا یا نہین پس خصافؒ نے فرمایا کہ اجارہ لازمہ نہوگا حتی کہ ہرایک کو دونون مین سے اختیار ہوگا کہ قبضہ سے پہلے رجوع کرلے اور ہرایک دونون مین سے قبل قبضہ کے فسخ عقد کرسکتا ہے اور اگر سکونت اختیار کی تو اُسپر اجر المثل واجب ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کہا کہ مین نے تجھے اپنے اس گھر سے ایک مہینہ تک نفع اُٹھانیکا بعوض دس درم کے مالک کردیا تو یہ اجارہ جائز ہے اور اگر کہا اجرتک شفعۃ ہذہ الدار شہرا بکذا یعنی مین نے تجھے اس دار کی منفعت ایک مہینہ تک بعوض دس درم کے اجارہ پر دی تو اصح قول کے موافق جائز ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ کتاب الصلح مین مذکور ہے کہ ایک شخص نے ایک دار کے ٹکڑے کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا پھر اُس سے اُس دار کے ایک بیت مین دس برس تک رہنے پر صلح کی تو جائز ہے پھر اگر مدعی نے یہ بیت اُسی شخص کو جس سے صلح کی ہے کرایہ پر دیدیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہے اور امام محمد رح کے نزدیک نہین جائز ہے یہ فتاوے قاضیخان مین ہی۔ اور اگر مدعی نے یہ سکنی[1] کسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہین ہے بعض مشائخ نے فرمایا کہ سکنی کی بیع اسوجہ سے جائز نہوئی کہ میعاد بیان نہین کی تھی اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ بیع سکنی جائز نہین ہوتی ہے اگرچہ اسمین میعاد بیان ہو یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے اس دار کی منفعت تیرے ہاتھ ہر مہینہ دس درم کے عوض فروخت کی یا اسی مہینہ بھر دس درم کو بیچی تو عیون مین لکھا ہے کہ یہ اجارہ فاسد ہے یہ نہایہ مین ہی۔ اور شمس الائمہ حلوائی نے بیان کیا کہ لفظ بیع کے ساتھ اجارہ کے منعقد ہونے مین مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور اظہر یہ ہی کہ اگر مدت معلومہ بیان ہو تو منعقد ہوجاتا ہے یہ غیاثیہ مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تیرے اس غلام کی خدمت دس درم ماہواری کو خریدی تو یہ اجارہ فاسد ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ امام محمد رح سے مروی ہے کہ اگر کہا کہ مین نے اپنا یہ غلام تجھے دیا کہ ایکسال تک بعوض پچاس درم کے تیری خدمت کریگا تو جائز ہے اور اجارہ ہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اور عقد اجارہ بتعاطی[2] منعقد ہوجاتا ہے اور اسکا بیان یہ ہے کہ امام محمد رح نے کتاب الاصل کے اجارات مین فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے سے کچھ دیگین غیر معین کرایہ پر لین تو جائز نہین ہے کیونکہ دیگین باہم متفاوت ہوتی ہین کوئی چھوٹی کوئی بڑی ہوتی ہے پھر اگر وہ شخص کچھ دیگین سامنے لایا اور مستاجر نے پہلے[3] کرایہ پر انکو قبول کرلیا تو جائز ہے اور یہ از سر نو باہم بالتعاطی اجارہ منعقد ہوگیا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اجارہ طویلہ بتعاطی منعقد نہین ہوتا ہے اور نہ اس کہنے سے کہ مین گردکردی میرے پاس تو نے گردکردی دوسرے نے کہا کردم یعنی مین نے کی اگرچہ دونون کی مراد اس سے اجارہ کیون[4] نہو یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اور یتیمہ مین ہے کہ مین نے امام ابو یوسفؒ سے سوال کیا کہ ایک شخص کشتی مین جابیٹھا ہی یا پچھنے لگواتا ہے یا حمام مین چلا جاتا ہے یا سقایہ سے پانی پی لیتا ہے پھر اجرت اور پانی کے دام دیدیتا ہی

[1] سکنی یعنی حق سکونت کیونکہ منافع کا بالفعل وجود نہین ہے تو مراد اجارہ ہے لیکن عدم جواز کا حکم دیا گیا ۱۲ [2] قولہ بتعاطی یعنی ہاتھون ہاتھ لین دین سے بدون زبانی کلام کے ۱۲ [3] پہلے کرایہ اول عقد اجارہ پر جو اجرت ٹھہری ۱۲ [4] کیونکہ یعنی اگرچہ اجارہ ہی مراد ہو ۱۲

تو فرمایا کہ استحساناً جائز ہے اور اس سے پہلے عقد ٹھہرا لینے کی کچھ حاجت نہیں ہے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک نے
دوسرے سے کہا کہ یہ دار ایک دینار سالانہ پر ہے آیا تو راضی ہوا اُسنے کہا ہان پھر کنجی اُسکو دیدی تو یہ اجارہ ہے
اگر کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ اپنا غلام بعوض تیرے گھر کے ایک سال تک نفع اُٹھانے کے تیرے ہاتھ فروخت کیا
اُسنے قبول کیا تو یہ اجارہ ہے یہ قنیہ مین ہی۔ ایک شخص قبالہ نویس کے پاس کرایہ نامہ کسی اپنی شے محدود کا جو باجارہ
طویلہ ایک ساتھی[1] شخص کو دی ہے لکھوانے گیا اور اُس چیز کے حدود اور مال اجارہ بیان کردیا اور کرایہ نامہ
لکھنے کا حکم دیا اور آخر ہر سال فسخ عقد کا وقت بیان کیا اُسنے کرایہ پر دینے والے اور لینے والے دونون کے
سامنے لکھدیا اور حاضرین نے گواہی کردی ولیکن اس سے زیادہ دونون مین کچھ معاملہ نہین جاری ہوا تو
دونون مین اجارہ منعقد نہوگا یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر اجارہ دینے کو کسی مستقبل وقت کیجانب نسبت کیا مثلاً کہا
کہ کل کے روز تجھے مین نے یہ دار کرایہ پر دیا یا ایسا ہی کوئی وقت مستقبل بیان کیا تو یہ جائز ہے پھر اگر اُسوقت کے
آنے سے پہلے اجارہ کو توڑ دینا چاہا تو امام محمد رح سے ایک روایت مین آیا ہے کہ نہین توڑ سکتا ہے اور انھین سے
دوسری روایت مین آیا ہے کہ توڑ سکتا ہے یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تجھے اپنا
یہ ٹٹو کل کے روز ایکدرم کرایہ پر دیا پھر آج ہی اسکو دوسرے شخص کے ہاتھ تین دن تک کیواسطے کرایہ پر دیدیا
پھر جب کل کا روز ہوا تو پہلے مستاجر نے دوسرے اجارہ کو توڑ دینا چاہا تو ہمارے اصحاب سے اسمین دو روایتین
آئی ہین ایک روایت مین توڑ سکتا ہے اور اسی کو شیخ نصیر رح نے لیا ہے اور دوسری روایت مین ہے کہ
نہین توڑ سکتا ہے اور اسکو فقیہ ابو جعفر رح اور فقیہ ابو اللیث اور شمس الائمہ حلوائی نے لیا ہے اور یہی عیسی بن
ابان کا قول ہے اور اسی پر فتوی ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا ہے کہ جو اجارہ زمانہ مستقبل کیطرف مضاف
ہو وہ میرے نزدیک وقت سے پہلے لازم ہوتا ہے پس دوسرا اجارہ پہلے کے حق مین کچھ مضر نہین ہو سکتا ہے
یہ سب اُس صورت مین ہے کہ پہلا اجارہ آیندہ وقت کی طرف مضاف ہو پھر فی الحال اُسنے دوسرے کے ہاتھ
اجارہ دیدیا ہو۔ اور اگر پہلا اجارہ آیندہ وقت کیطرف مضاف ہوا ور فی الحال اُسنے فروخت کردیا تو منتقی مین
مذکور ہے کہ اسمین دو روایتین ہین ایک روایت مین ہے کہ وقت اجارہ سے پہلے اسکو فروخت کا اختیار نہین
ہے اور دوسری مین آیا ہے کہ اجارہ کیوقت آنے سے پہلے اگر اُسنے شے فروخت کردی تو اُسکا فعل جائز ہے
اور فتوی اسی پر ہے کہ بیع نافذ ہوجائیگی اور اجارہ[2] مضاف باطل ہوجائیگا اور اسی کو شمس الائمہ حلوائی نے اختیار
کیا ہی۔ اور جب بیع نافذ ہونا منقش یہ ٹھہرا پھر اگر اجارہ کے وقت آنے سے پہلے بسبب عیب کے بحکم قاضی اُسکو واپس
دیگئی یا ہبہ سے اُسنے رجوع کرلیا تو اجارہ بحالہ باقی رہیگا اور اگر از سر نو کسیوجہ سے اُسکی ملک مین آگئی تو اجارہ
عود نہ کریگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ فتاوی ابو اللیث رح مین لکھا ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ جب

[1] یعنی وہ شخص ساتھ تھا ۱۲ [2] قولہ اجارہ مضاف اقول یہی اظہر ہے کیونکہ قبل وقت کے ہمارے اصول مین کچھ حکم نہین ہوتا جیسے عورت سے کہا کہ جب فلان
تاریخ آوے تو تجھپر تین طلاق ہین پھر اسوقت سے پہلے بائن کردیا تو وقت مذکور خالی جائیگا کیونکہ عورت اسوقت محل نہین ہی ۱۲ - م م م م

شروع مہینہ آوے تو مین نے تجھے یہ دار کرایہ پر دیا یا جب کل کا روز آوے تو مین نے تجھے یہ دار کرایہ پر دیا تو اجارہ جائز ہے اگرچہ اسمین تعلیق ہے کذا فی المحیط اور اسی پر فتوی ہے یہ قنیہ مین ہے شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ فسخ کو شروع مہینہ وغیرہ آیندہ اوقات کیطرف مضاف کرنا صحیح ہے ولیکن فسخ عقد کو آیندہ وقت پر معلق کرنا صحیح نہین ہے مثلاً جب کل کا روز آوے تو اجارہ فسخ ہے اور فتوی اسی قول پر ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ حُر یعنی مرد آزاد نے اگر کہا کہ مین نے اپنے تئین اس کام کیواسطے اسقدر درم ماہواری پر فروخت کیا تو یہ اجارہ صحیح ہے یہ ظہیریہ و خلاصہ مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک کپڑا دیا کہ اسکو فروخت کرے اور اس شرط پر معلق کیا کہ جو کچھ اسقدر داموں سے بڑھتی[1] ہے وہ تیرا ہے تو فرمایا کہ یہ بطور اجارہ کے ہے اور ایسا اجارہ فاسد ہے اور اگر وہ کپڑا اُس شخص کے ہاتھ مین ضائع ہو گیا تو ضامن ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اب واضح ہو کہ اجارہ کے شرائط چند قسم کے ہین بعض شرائط انعقاد ہین اور بعض شرط نفاذ ہین اور بعض شرط صحت ہین اور بعض شرط لزوم ہین۔ **قال المترجم** واضح ہو کہ اول اجارہ کا منعقد ہونا چاہیے اور جب منعقد ہو گیا تو عمل درآمد ہونے کے واسطے شروط ہین وہ شروط نفاذ ہین اور پھر اجارہ صحیح ہونے کیواسطے شروط ہین اور بعد صحت کے لازم ہو جانے کے واسطے شروط ہین۔ اول شروط انعقاد بیان ہوتے ہین از انجملہ عقل ہے پس مجنون یا نابالغ بے عقل کا اجارہ منعقد نہوگا اور بالغ ہونا ہمارے نزدیک نہ شروط انعقاد مین سے ہے نہ شروط نفاذ مین سے ہے حتی کہ اگر سمجھدار لڑکے نابالغ نے اپنا مال یا جان اجارہ پر دی پس اگر اپنے ولی کی طرف سے ماذون ہے تو اجارہ نافذ ہو جائیگا اور اگر محجور ہے تو ولی کی اجازت پر موقوف رہیگا اسیطرح اگر لڑکے محجور نے اپنی جان اجارہ پر دی اور سپرد کی اور کام کیا اور کام کر کے سپرد کر دیا تو اجرت کا مستحق ہوگا اور یہ اجرت اُسیکو ملیگی۔ اور اسی طرح عاقد کا آزاد ہونا ہمارے نزدیک اجارہ کے انعقاد کی شرط نہین ہے اور نہ نفاذ اجارہ کی شرط ہے پس مملوک نے اگر اجارہ کا عقد کیا تو نافذ ہو جائیگا بشرطیکہ وہ ماذون ہو اور اگر ماذون نہوگا تو مالک کی اجازت پر موقوف رہیگا اور جب اُس نے اپنی ذات کے اجارہ سے یا مولے کے مال اجارہ سے کام کر کے کام داخل کیا تو جو کچھ اجرت ٹھہری ہے وہ متاجر کے ذمہ واجب ہوگی اور وہ مولی کو ملیگی اور اگر لڑکا یا غلام متاجر کے پاس مر گئے درحالیکہ اجارہ پر اُس کا کام کرتے تھے اور اجازت نہ تھی تو متاجر ضامن ہوگا کیونکہ بغیر اجازت ولی یا مولے کے وہ دونون کو اپنے کام مین لانے کی وجہ سے غاصب ہو گیا ہے اور اجرت واجب نہوگی۔ اور اگر غلام یا لڑکے کو خطا سے قتل کیا تو اسکی مددگار برادری پر دیت لڑکے کی اور قیمت غلام کی واجب ہوگی اور متاجر پر اجرت واجب نہوگی اور مکاتب کو اجارہ دینے اور لینے کا خود اختیار ہے۔ اور عاقد کا خوشی سے عمداً اپنے نفع کیواسطے عاقد ہونا ہمارے نزدیک اس عقد کے انعقاد یا نفاد کی شرط نہین ہے ولیکن صحت عقد کیواسطے شرط ہے اور عاقد کا

[1] بڑھتی یعنی یہی اجرت قرار دی تو فاسد ہے ۱۲

مسلمان ہونا بالکل شرط نہین ہے پس مسلمان و ذمی و حربی اور حربی مستامن کا اجارہ دینا و لینا جائز ہے ولیکن اگر عاقد مذکر ہو تو اسکا مرتد نہونا[1] امام اعظم رح کے نزدیک شرط ہے۔ اور صاحبین رح کے نزدیک نہین شرط ہے۔ از انجملہ ملک و ولایت چاہئے پس اگر کسی اجنبی نے اجارہ کا عقد کیا تو نافذ نہوگا کیونکہ نہ ملکیت ہے اور نہ ولایت ہے ولیکن ہمارے نزدیک اسکا انعقاد ہو کر مالک کی اجازت پر موقوف رہیگا از انجملہ یہ شرط ہے کہ جس چیز پر عقد کیا گیا ہے یعنی منافع وہ قائم ہون پس اگر کسی درمیانی اجنبی نے کوئی چیز اجرت پر دیدی پھر پوری منفعت حاصل کرنے کے بعد مالک نے اجازت دی تو اسکی اجازت جائز نہوگی اور اجرت عاقد کو ملیگی کیونکہ منافع معقود علیہا معدوم ہوگئے اور وکیل کا اجارہ دینا نافذ ہوتا ہے کیونکہ اسکو ولایت حاصل ہے۔ اسیطرح اگر باپ یا وصی یا قاضی یا امین قاضی نے نابالغ کا مال اجارہ دیا تو جائز و نافذ ہے کیونکہ شرع نے انکو نائب مقرر کیا ہے۔ اور باپ و وصی و دادا و اسکے وصی کے سوائے دوسری ذی رحم محرم کا ان لوگون مین سے کسی کے ہوتے ہوئے اجارہ پر دینا صحیح نہین ہے اور ان سب صورتون مین اجارہ کی مدت گذرنے سے پہلے اگر لڑکا بالغ ہوگیا تو اسکو خیار ہوگا چاہے اجارہ تمام کردے یا فسخ کردے۔ اور از انجملہ یہ ہے کہ حویلی وغیرہ کے اجارہ مین مستاجر کے سپرد کردینا شرط ہے جبکہ عقد مطلقاً ہو اسمین تعجیل وغیرہ کی شرط نہو یہ ہمارا مذہب ہے حتی کہ اگر اجارہ کی مدت گذر گئی اور ہنوز مستاجر کے سپرد نہ کیا تو کرایہ کا استحقاق بالکل نہوگا اور کچھ مدت گذری پھر سپرد کردی تو بقدر مدت گذشتہ کے اجرت کم کردیجائیگی از انجملہ یہ کہ عقد اجارہ مین شرط خیار نہو اور اگر شرط خیار رہو تو مدت خیار تک اسکا نفاذ نہوگا۔ اور اب عقد صحیح ہونے کے شرائط بیان ہوتے ہین۔ از انجملہ دونون متعاقدین کا راضی ہونا شرط ہے اور از انجملہ معقود علیہ یعنی منفعت ایسے طور سے معلوم ہونا چاہئے کہ جسمین جھگڑا نہ پڑے پس اگر معلوم نہو بلکہ مجہول ہو اسطرح کہ جس سے جھگڑا و نزاع پیدا ہوسکتا ہے تو عقد صحیح نہوگا ورنہ صحیح ہوگا۔ از انجملہ محل منفعت کو بیان کرنا شرط ہے حتی کہ اگر یون کہا کہ مین نے اپنے ان دونون گھرون مین سے ایک گھر یا ان دونون غلامون مین سے ایک غلام تجھے اجرت پر دیا یا ایسے ہی چیزون مین کیا تو صحیح نہین از انجملہ گھرون و حویلیون و دوکانون و دودھ پلائی کی اجرت پر لینے مین مدت کا بیان کرنا شرط ہے اور حویلیون وغیرہ مین یہ بیان کرنا کہ کس غرض سے لیتا ہے شرط نہین ہے حتی کہ اگر انہین سے کوئی چیز کرایہ پر لی اور یہ بیان نہ کیا کہ اسمین کیا کام کریگا تو جائز ہے ولیکن زمین کے اجارہ مین یہ بیان کرنا ضرور ہے کہ کسواسطے اجارہ پر لیتا ہے اور چوپایون مین مدت و جگہ بیان کرنا چاہئے اور کسواسطے کرایہ لیا ہے آیا بوجھ لادیگا یا اسپر سوار ہوگا۔ اور پیشہ ور[2] کے اجارہ لینے مین کام بیان کرنا چاہئے اور اسیطرح اجیر مشترک مین بھی جس چیز مین کام لیگا اسکو اشارہ و تعیین سے بیان کرنا چاہئے یا کپڑون کی کندی سلائی مین جنس و نوع و مقدار و صفت بیان کرے اور چرواہے

---

[1] مرتد نہونا اقول یعنی جسنے عقد اجارہ ٹھہرایا اگر وہ عورت نہین بلکہ مرد ہے تو شرط ہے کہ وہ مرتد نہو جسکے تصرفات نافذ نہین ہوتے ہین بخلاف عورت کے ۱۲ [2] قولہ پیشہ ور اقول بعض نسخ مین بجائے اسکے کھیت ہین یعنی کھیتون کی بٹائی الخ یعنی کھیت مین کام کرنا کسکے ذمہ ہے ۱۲ - ف

کے مزدور مقرر کرنیمین جنس و قدر یعنی گھوڑے ہین یا گائے یا اونٹ یا بکریان اور کسقدر ہین تعداد بیان کرنا ضرور ہو۔ اور اجیر خاص کے حق مین جس چیز مین کام لیگا اُسکی جنس و نوع و قدر و صفت کا بیان کرنا شرط نہین ہے صرف مدت کا بیان کرنا شرط ہے اور دودھ پلائی کے اجارہ پر مقرر کرنے مین مدت بیان کرنا جواز عقد کے واسطے شرط ہے چنانچہ غلام کی خدمت کیواسطے اجارہ پر مقرر کرنے مین ایسا ہی ہو۔ اور از انجملہ یہ شرط ہے کہ اُس چیز سے استیفاء منفعت حقیقۃً و شرعًا ممکن و مقدور ہو پس بھاگے ہوئے غلام کا اجارہ لینا نہین جائز ہی اور معاصی کیواسطے اجارہ لینا نہین جائز ہے کیونکہ ایسی منفعت کیواسطے اجارہ لیتا ہے کہ اُسکا حاصل کرنا شرعًا قدرت سے باہر ہی۔ اور از انجملہ یہ ہے کہ جس کام کیواسطے اجارہ پر لیتا ہے وہ کام اجارہ لینے سے پہلے اجیر پر واجب یا فرض نہو پس اگر اجارہ لینے کے پہلے شے اجیر پر واجب ہو تو اجارہ صحیح نہوگا۔ از انجملہ یہ ہے کہ جس منفعت کیواسطے لیتا ہے وہ ایسی ہو کہ لوگون کی عادت ہو کہ ایسی منفعت کے لیے قصد کرکے اجارہ پر لیتے ہون اور لوگون مین باہمی معاملہ جاری ہو پس کپڑے لٹکا کے سکھلانے کے واسطے درختون کا اجارہ پر لینا جائز نہین ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ وہ شے اجارہ دینے والے کے قبضہ مین ہو جبکہ وہ شے مال منقول مین سے ہو اور اگر اُسکے قبضہ مین نہو تو اُسکا اجارہ دینا صحیح نہین ہے از انجملہ یہ ہے کہ اجرت معلوم ہو۔ از انجملہ یہ ہے کہ اجرت ایسی منفعت نہو جو معقود علیہ کی جنس سے ہو جیسے خدمت کے عوض خدمت اور سکنی کے عوض سکنی کیونکہ اس صورت مین جسواسطے اجارہ لیا ہے ویسی ہی جنس کی منفعت عوض دی ہی۔ از انجملہ یہ ہے کہ رکن مین ایسی کوئی شے شرط نہو جسکا یہ عقد ہے مقتضی نہین اور نہ وہ ملائم[1] عقد ہی۔ اب شرط لزوم کا بیان ہوتا ہے پس جو شرطین اس عقد کے لازم ہوجانے کے واسطے ضرور ہین از انجملہ یہ ہے کہ عقد اجارہ صحیح ہو۔ اور از انجملہ یہ ہے کہ جو چیز اجارہ پر لی ہے اُسمین عقد یا قبضہ کیوقت کوئی ایسا عیب نہو کہ اُس سے جو نفع مقصود ہے اُسمین خلل پڑتا ہو اور اگر ایسا عیب ہوگا تو عقد اجارہ لازم نہو جائیگا اور از انجملہ یہ ہے کہ مستاجر نے جو چیز اجارہ لی ہے اُسکو دیکھے۔ اور از انجملہ یہ ہے کہ وہ چیز جسکو اجارہ پر لیا ہے ایسے عیب کے پیدا ہو جانے سے جس سے انتفاع مین خلل پڑتا ہے سالم ہو اور اگر اسمین کوئی ایسا عیب جس سے انتفاع مقصود نہین حاصل کیا جاسکتا ہے پیدا ہوگیا تو عقد اجارہ لازمی نرہیگا۔ اور از انجملہ یہ ہے کہ دونون عقد کرنے والے اور اجارہ کی چیز مین کچھ عذر[2] پیدا نہووے حتی کہ اگر اُن دونون مین سے کسی مین یا اجارہ کی چیز مین کچھ عذر پیدا ہوگیا تو عقد لازمی نرہیگا۔ اور از انجملہ اجارہ کے غلام کی آزادی ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنا غلام ایک سال تک کیواسطے اجارہ پر دیا پھر جب چھ مہینہ گذرے تو اُسکو آزاد کردیا تو اس صورت مین اُسکو خیار حاصل ہوگا کہ چاہے اجارہ پورا کردے یا فسخ کردے از انجملہ نابالغ لڑکے کا بالغ ہوتا ہے پس اگر کسی لڑکے کو اُسکے باپ یا وصی یا دادا یا اُسکے وصی یا قاضی یا امین قاضی نے اجارہ پر دیا پھر وہ لڑکا بالغ ہوا تو اُسکو خیار ہوگا یہ بدائع مین لکھا ہی۔ اب اجارہ کے اقسام کا بیان کیا جاتا ہے واضح ہو کہ اجارہ کی دو قسمین ہین

[1] قولہ ملائم یعنی اجارہ کے لائق و مناسب نہین ہی۔ ۱۲ [2] عذر الخ لیکن عذر وہ معتبر ہین جنکو شرع نے مان لیا ہے۔ ۱۲

ایک قسم اجارہ کی یہ ہے کہ اشیاے عین کے منافع پر اجارہ قرار دیا گیا جیسے گھروں و زمین و چوپایوں وغیرہ کا اجارہ لینا کہ ان چیزوں کے نفع سے متعلق ہے اور دوسری قسم یہ ہے کہ جسکو اجارہ لیا ہے اُسکے کام سے نفع مقصود ہو جیسے درزی و دھوبی وغیرہ پیشہ وروں کو اجارہ پر مقرر کرنا یہ محیط میں ہے۔ اب حکم اجارہ کا بیان ہے اجارہ کا حکم یہ ہے کہ ہر دو بدل میں ہر ہر ساعت ملک واقع ہوتی جاتی ہے مگر جب کہ اجرت کا فی الحال دیدینا قرار پاوے تو ایسا[1] نہیں ہے۔ اور اجارہ کے انعقاد کی کیفیت یہ ہے کہ ہمارے نزدیک اجارہ مابین متعاقدین کے فی الحال منعقد ہوتا ہے اور حق حکم یعنی ملک میں موافق حدوث منفعت کے ساعت بساعت انعقاد ہوتا رہتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اجارہ کی صفت یہ ہے کہ اجارہ اگر اجارہ صحیحہ ہوا اور خیار شرط و عیب و رویت سے خالی ہو تو عامہ علماء کے نزدیک اجارہ عقد لازم ہوتا ہے کذا فی البدائع۔ اور جو چیزیں بیع میں ثمن ہو سکتی ہیں جیسے نقود و کیلی و وزنی چیزیں وہ سب اجارہ میں اجرت ہو سکتی ہیں اور جو بیع میں ثمن نہیں ہو سکتی ہیں وہ بھی اجارہ میں اجرت ہو سکتی ہیں جیسے غلام و کپڑے وغیرہ کذا فی الکافی۔ اور اگر اجرت میں درم یا دینار قرار پائے ہوں تو بیان مقدار ضرور ہے اور جید و ردی بیان کرنا ضرور ہے اور اگر شہر میں ایک ہی نقد رائج ہو تو اجارہ میں وہی نقد مراد لیا جائیگا اور عقد اسی پر واقع قرار دیا جائیگا کذا فی النہایہ اور اگر شہر میں نقود مختلفہ رائج ہوں اور سب یکساں چلتے ہوں اور کوئی دوسرے سے بڑھکر نہو تو عقد جائز ہوگا اور مستاجر کو اختیار ہوگا کہ جانسا نقد ادا کرے اگرچہ اس صورت میں اجرت مجہول ہے ولیکن ایسی جہالت نہیں ہے جس سے نزاع پیدا ہو اور اگر سب نقود رواج میں یکساں ہوں اور بعض نقد دوسرے سے بڑھکر ہو تو عقد فاسد ہوگا اور اگر بعض نقد دوسرے سے زیادہ رائج ہو تو عقد جائز ہوگا اور جو نقد زیادہ چلتا ہے وہی اجارہ کا نقد قرار دیا جائیگا کیونکہ ایسا ہی عرف جاری ہے اگرچہ دوسرے نقود کو اُس پر فضیلت ہو یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اجرت میں کیلی یا وزنی یا عددی متقارب چیز قرار پائی تو مقدار و صفت بیان کرنا شرط ہے اور اگر اس شے کی بار برداری میں خرچ پڑتا ہو[2] تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک وفا کرنے کی جگہ بیان کرنا شرط ہے اور صاحبین کے نزدیک شرط نہیں ہے اور جب اجرت کی چیز میں بار برداری کا خرچ پڑتا ہو اور وفا کرنے کی جگہ بیان نہ کی تو امام کے قول پر اجارہ فاسد ہے اور صاحبین کے نزدیک فاسد نہو گا اور جہاں زمین یا دار ہے[3] وہیں دیدے گا۔ بار برداری کے بھاڑے میں جہاں واجب آوے یعنی جب کسی قدر مسافت طے کریگا تو اُسکا حصہ اجرت لے لیگا اور کام کے اجارہ میں جہاں اسکو کام پورا کرکے دیدے وہاں اجرت لے اور اگر اُس جگہ کے سوائے کہیں دوسری جگہ اجرت کا مطالبہ کیا تو وہاں مستاجر کو ادا کرنے کی تکلیف نہ دیجائیگی بلکہ طالب اُس سے اپنی مضبوطی کرلے کہ جہاں ادا کرنے کی جگہ ہے وہاں ادا کریگا اور اگر اجرت کی بار برداری و خرچہ نہو تو جہاں چاہے لیلے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور میعاد بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر میعاد بیان کردی تو مثل ثمن بیع کے

[1] تو ایسا نہیں بلکہ کل اجرت فی الحال مملوک ہوجائیگی اور اگر پیشگی نہ ہو تو موجر دم بدم اجرت کے جز کا اور مستاجر دم بدم مال کی منفعت کا مالک ہوتا رہتا ہے ۱۲ [2] جو کہ لیا جاتا ہو یا منگایا جاتا ہو ۱۲ [3] ادا ۱۲

میعادی ہوجاویگی اور اگر اجرت مین عروض یا ثیاب قرار پاوین تو مقدار و صفت و مدت بیان کرنا ضرور ہے کہ یہ چیزین فقط سلم کے طور سے ذمہ ثابت ہوتی ہین پس سلم کے شرائط انمین رعایت رکھنا شرط ہی۔ اور اگر اجرت مین باندی غلام یا باقی حیوانات قرار پائے تو معین اور مشار الیہ ہونا شرط ہے اور اگر اُن چیزون سے نفع اُٹھانا اجرت قرار پایا ہے تو اُسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ اگر اُنکی منفعت اُس منفعت کی جنس کے خلاف ہے جسکے واسطے خود اُسنے اجارہ لیا ہے مثلاً اُسنے گھر کو رہنے کے واسطے اجارہ لیا اور اجرت یہ قرار دی کہ گھر کا مالک مستاجر کے جانور پر سوار ہوا کرے یا کھیتی کی زمین بعوض لباس پہننے کے اجارہ لے تو ایسا اجارہ جائز ہے اسی طرح اگر گھر کو بعوض خدمت غلام کے اجارہ لیا تو بھی جائز ہے اور اگر اُسی کی جنس سے ہے جسکے واسطے خود اجارہ لیا ہے مثلاً ایک گھر اجارہ لیا اور اجرت مین اپنے دوسرے گھر کو رہنے پر دیا یا کوئی سواری کا جانور اجارہ لیا اور اجرت مین اپنی سواری کے جانور کی سواری قرار دی تو اجارہ فاسد ہے کیونکہ جنس مین نسیہ حرام ہوتا ہے یہ سراج الوہاج مین ہی۔ نوادر بشر رح مین امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر اجرت مین پیسے ٹھہرے اور قبضہ سے پہلے وہ گران یا ارزان ہوگئے تو آجر کو یعنی اجرت پر دینے والے کو سواے پیسون کے کچھ نہ ملیگا اور اگر وہ فلوس کاسد ہوگئے تو اُسکو معقود علیہ کی قیمت دینی واجب ہوگی اسیطرح ہر کیلی و وزنی چیز جو منقطع ہوجاتی ہے یعنی بازار مین اسکا آنا بند ہوجاتا ہے اگر اجرت قرار دی اور انقطاع سے پہلے دینا اُسکی مدت قرار دی تو مثل فلوس کے اُسکا بھی حکم ہے یہ محیط مین لکھا ہے اور اگر کسی غلام کو ایک مہینہ خدمت کے واسطے اپنی باندی کی خدمت کے عوض اجارہ پر لیا تو فاسد ہے کیونکہ جنس خدمت متحد ہے یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اور اگر کسی نے بیل اجرت پر دیا اور گدھا اجرت مین لیا تو اختلاف جنس کے باعث جائز ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے فتاوے ابو اللیث رح مین ہے کہ کھیتی روندنے کے واسطے باہم بیلون بیلون کا معاوضہ کرنا خیر نہین ہے یعنی حرام ہے کیونکہ ہمجنس منفعتون کا باہم معاوضہ ہوا پھر اگر ہمجنس منفعتون کا باہم معاوضہ ہوگیا حتے کہ عقد اجارہ فاسد ٹھہرا۔ اگر اجرت پر دینے والے نے اُس سے اپنا نفع بھرپور حاصل کر لیا تو ظاہر الروایۃ کے موافق اُسپر اجر المثل واجب ہوگا۔ اور اگر ایک غلام خدمت کے واسطے دو شخصون نے لیا اُسنے ایک کی خدمت کی اور دوسرے کی نہ کی تو اُسکو کچھ اجر نہ ملیگا اور ابو الحسن نے اپنے جامع مین فرمایا کہ اگر ایک غلام دو شخصون مین مشترک مملوک ہو پھر ایک نے اپنا حصہ دوسرے کو اجارہ پر ایک مہینہ کے واسطے اس شرط سے سلائی مین دیا کہ وہ بھی اپنا حصہ میرے ساتھ ایک مہینہ کے واسطے مثلاً رنگریزی کے کام مین دے تو یہ امر ایک غلام مین جائز نہین ہے اور اگر دو غلام ہون اور دو کام مختلف قرار دیکر اس طور سے اجارہ مین لیا تو جائز ہی کذا فی المحیط

دوسرا باب اجرت کب واجب ہوتی ہے اور اُسکے متعلق ملک وغیرہ کے بیان مین اجرت پر دینے والا نفس عقد سے مالک اجرت نہین ہوتا ہے اور ہمارے نزدیک نفس عقد پر اجرت کا تقسیم کر دینا واجب نہین ہوتا ہی خواہ عین ہو یا دین ہو یہ کافی مین ہے اور ایسا ہی امام محمد نے جامع مین لکھا ہے اور عامہ مشایخ کے نزدیک یہی صحیح ہو کذا فی النہایہ

پھر واضح ہو کہ اجرت کا استحقاق ان تین باتون مین کسی بات کے پائے جانے سے ہوتا ہے یا تو تعجیل شرط ہو یا تعجیل کر کے ادا کر دے یا جس منفعت کے واسطے اجارہ لیا ہے وہ بھرپور حاصل کر لے پس جب ان تینون باتون مین سے کوئی بات پائی گئی تو موا جر مالک اجرت ہو گیا یہ شرح طحاوی مین ہے۔ اور جسطرح منفعت بھرپور حاصل کر لینے سے اجرت واجب ہو جاتی ہے اسیطرح حاصل کرنے کی قدرت پائے جانے سے بھی واجب ہوتی ہے بشرطیکہ اجارہ صحیح ہو مثلاً اگر کسی شخص نے کوئی دوکان یا گھر کسی مدت معلومہ تک کے واسطے کرایہ لیا حالانکہ اُسمین اُس مدت تک نرہا باوجودیکہ اسکو رہنے کا کوئی مانع نتھا وہ رہ سکتا تھا تو کرایہ واجب ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کوئی دار کرایہ پر دیا اور خالی کر کے سپرد کر دیا مگر ایک بیت اُسمین سے سپرد نہ کیا کہ اُسکو اپنے اسباب کے کام مین رکھا یا تمام دار سپرد کر دیا پھر ایک بیت اسکے ہاتھ سے نکال لیا تو اجرت مین سے بقدر حصہ بیت کے کم کر دیجائیگی۔ اور مدت اجارہ تک جن منافع کے واسطے اجارہ لیا ہے اور جس جگہ کی طرف عقد مضاف کیا ہے وہان ان منافع کے حاصل کرنے کی قدرت پانا شرط ہے یہ خلاصہ مین ہے۔ اور اگر اُسنے منافع حاصل کرنیکی بالکل قدرت نہ پائی یا جس جگہ کی طرف عقد مضاف ہے اُسکے سوائے دوسری جگہ حاصل کرنے کی قدرت پائی یا وہین جہان منافع حاصل کرنے کے واسطے عقد کو مضاف کیا ہے استیفار منافع کی قدرت پائی مگر مدت گذرنے کے بعد یہ قدرت پائی تو اجرت واجب نہوگی مثلاً اگر کسی شخص نے ایک روز کیواسطے ایک ٹٹو سواری کے لیے کرایہ لیا اور مستاجر نے اُسکو اپنے گھر مین باندھ لیا اور سوار نہوا یہانتک کہ وہ روز گذر گیا پس اگر اُسنے شہر مین سوار ہونے کے لیے کرایہ لیا ہو تو اجرت واجب ہوگی کیونکہ جس مقام کیطرف عقد مضاف ہے وہان منفعت حاصل کرنے کی قدرت اُسنے پائی ہے۔ اور اگر شہر سے باہر سواری کے واسطے کرایہ لیا تھا تو اجرت[1] واجب نہوگی جبکہ اُسنے شہر مین روک رکھا ہو۔ اور اگر ٹٹو کو اُس روز اُسی مقام پر لیگیا اور سوار نہوا تو اجرت واجب ہوگی اور اگر وہ دن گذر جانے کے بعد ٹٹو کو شہر کے باہر اُس مقام پر لے گیا تو اجرت واجب نہوگی اگرچہ جس مقام کی طرف عقد مضاف ہے وہان منفعت حاصل کرنے کی قدرت پائی ولیکن چونکہ وہ روز گذر گیا ہے اسواسطے اجرت واجب نہوئی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر مستاجر نے کہا کہ تو منزل چھوڑ دے مین اسمین رہونگا ولیکن اُس نے دروازہ کھول نہین دیا تھا پھر مدت گذر جانے کے بعد مستاجر نے کہا کہ مین اُسمین نہین رہا پس اگر بلا مشقت کے مستاجر اُسکا دروازہ کھول سکتا تھا تو اُسپر اجرت واجب ہوگی ورنہ نہین۔ اور موجر کو اسطرح حجت لانے اور جھگڑا کرنے کا اختیار نہین ہے کہ تو نے قفل کو کیون نہ توڑ ڈالا۔ پھر واضح ہو کہ اگر اجرت معجل ٹھہری ہو تو اُسکا مطالبہ کرے اور جائز ہے کہ اُسکے حاصل کر لینے کے لیے گھر کو روک رکھے اور اگر میعادی ہے تو مطالبہ نہین کر سکتا ہے جب تک میعاد نہ گذرے اور اگر قسط وار ٹھہری ہے تو جب ایک قسط گذرے تو واجب ہو جاویگی یعنی یہ قسط واجب ہوگی۔ اور اگر موجر کے اجرت وصول کر لینے کے بعد اجارہ ٹوٹ گیا تو جسقدر منفعت مستاجر نے حاصل کی ہے اسقدر اجرت مین سے کاٹکر باقی مستاجر کو واپس کر دے یہ وجیز کردری مین ہے

[1] نے الحال عرف اس کے خلاف ہے ۱۲

زمین اور دار کے مالک کو ہر روز اپنے کرایہ طلب کرنے کا اختیار ہے اور دھوبی و نانبائی اور درزی کو کام سے فارغ ہونے کے بعد مطالبہ اجرت کا اختیار ہوگا اور اگر اُس نے مستاجر کے گھر مین کام کیا حالانکہ کام سے فارغ نہوا تو موافق تحریر صاحب ہدایہ و تجرید کے کچھ اجرت کا مستحق نہ ہوگا اور مبسوط و شرح جامع صغیر فخر الاسلام و قاضیخان مین مذکور ہے کہ اگر مستاجر کے گھر مین درزی نے تھوڑا سا کپڑا سی دیا تو اُسکے حساب سے اجرت واجب ہوگی یہ تبیین مین ہی اگر کسی کو مزدور کیا کہ فلان موضع تک یہ بوجھ اُٹھا لے چلے پس جب وہ کچھ راستہ طے کر گیا تو اسنے اجرت طلب کی کہ جسقدر دور لایا ہے اسقدر کی اجرت دیدے تو ہو سکتا ہے اور مستاجر کو اسقدر اجرت دیدینا چاہیے ولیکن حمال پر جبر کیا جائیگا کہ جہان تک پہونچا دینے کی اسنے شرط کی ہو وہان تک پہونچا دے اور جب وہان تک پہونچا دیا تو پوری اجرت حاصل کریگا۔ اور اگر ایک جگہ سے بوجھ اٹھا کر دوسری جگہ پہونچا دینے کے واسطے حمال مقرر کیا اُسنے تھوڑا سا بوجھ پہونچا کر اسقدر کی اجرت طلب کی تو ظاہر الروایۃ کے موافق مطالبہ روا ہے ولیکن اُسپر جبر کیا جائیگا کہ باقی بوجھ بھی پہونچا کر باقی اجرت لے یہ شرح طحاوی مین ہی۔ اگر مالک مکان کو تعجیل کر کے اجرت دیدی تو واپس نہین کر سکتا ہے اور اگر اجرت مین مال عین ٹھہرا ہے اسکو مالک مکان کو عاریت یا ودیعت کے طور سے دیا تو مثل تعجیل کے ہی۔ اور جو اجارہ ایسا ہو کہ زمانہ مستقبل کی جانب مضاف ہے اسمین تعجیل کی شرط لگانے سے اجرت کا مالک نہین ہوتا ہے اور تعجیل کر کے مستاجر کے ادا کر دینے سے مالک ہو جاتا ہے یہ غیاثیہ مین ہی۔ فتاواے آہو مین لکھا ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ یہ سرکہ کا گھڑا دروازہ عرج تک اُٹھا لیچل اور یہ مزدوری دونگا یعنی مزدوری کا شرط عوض ہونا جارہ مین داخل ہی پھر وہ شخص اٹھا لایا اور دیکھا تو وہ شراب نکلی پس آیا اجرت واجب ہوگی تو امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ نہین اور ایسا ہی امام محمد رح سے مروی ہی بشرطیکہ اسکو شراب ہونا معلوم ہو ورنہ اُسکو اجرت ملیگی۔ ایک امام اسلام کی زمین کرایہ پر ہے مستاجر نے اسکو بویا اور کاٹا نہین یا کھیتی پختہ نہین ہوئی اور اُسنے اُجرت کچھ نہین لی تھی کہ وہ مرگیا پس آیا اُسکے وارثون کو اختیار ہی کہ جسقدر اُنکے واسطے واجب ہوا ہی اسکو متولی سے طلب کرین تو شیخ رح نے فتوے دیا ہے کہ نہین یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اگر زیور دس روز تک عروس کو آراستہ کرنے کیواسطے کرایہ پر لیا اور قبضہ کر لیا اور عروس کو نہ پہنایا اور مدت گذر گئی تو فرمایا کہ اجرت واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی اور نوادر ہشام رحمہ اللہ مین امام محمد رح سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک محمل مکہ تک سوار ہونے کے واسطے کرایہ لی پھر اسکو اپنے اہل و عیال مین چھوڑ گیا اور سوار نہوا تو اُسکو کچھ اجرت نہ ملیگی کیونکہ اسنے منفعت حاصل کرنے کی جگہ منفعت حاصل کرنے کا قابو نہین پایا اور اگر محمل کو کچھ نقصان پہونچے تو وہ شخص ضامن ہوگا اسی طرح اگر کوئی قمیص مکہ تک پہننے کیواسطے کرایہ پر لی تو بھی یہی حکم ہے اسیطرح اگر ایک مہینہ کے واسطے کوئی محمل مکہ تک سوار ہو جانے کے لیے کرایہ پر لی تو بھی اس صورت مین یہی حکم ہی یہ ذخیرہ مین ہے اور اجارہ فاسدہ مین اجرت واجب ہونے کے واسطے حقیقۃً منفعت بھرپور حاصل کر لینا

شرط ہوا ور اگر حقیقۃً منفعت کا استیفا ر پایا جاوے تو بھی جب ہی اجرت واجب ہوگی کہ جب موجر کی طرف سے مستاجر کو سپرد کردینا بھی پایا جاوے اور اگر موجر نے وہ شے مستاجر کو سپرد نہ کی ہو[^1] تو اجرت واجب نہ ہوگی اور اسکی مثال وہ ہی جو جامع میں امام محمد نے ذکر فرمائی کہ ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور ہنوز اسپر قبضہ نہ کیا تھا کہ بائع کو ایک مہینہ کے واسطے اجارہ پر دیدیا تو اجارہ باطل ہی۔ اور اگر بائع نے بحکم اجارہ اس سے کام لیا تو اجرت واجب نہوگی یہ محیط میں ہی۔ اور شیخ علی بن احمد رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک درخت زمین میں لگا ہوا خریدا اور اسکو پانچ برس تک اپنی جگہ پر چھوڑ دیا اور اس عرصہ میں وہ درخت پہلے کی بہ نسبت بڑھ گیا پھر اسکو اپنی جگہ سے اکھاڑنا چاہا پس زمین کے مالک نے کہا کہ مجھے اس مدت تک کا کرایہ دے تو شیخ رح نے فرمایا کہ اسکو اس مدت تک کا کرایہ نہیں مل سکتا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہی۔ ایک شخص نے ایک قمیص کرایہ پر لی تاکہ اسکو پہنے اور فلاں مقام تک جاوے پھر اسنے وہ قمیص اپنے گھر میں پہنی اور وہاں نہ گیا تو فقیہ ابو بکر بلخی رح نے فرمایا کہ اسپر کرایہ واجب نہ ہوگا کیونکہ وہ عقد میں مخالفت کرنے والا اور ضامن ہے اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ میرے نزدیک اسپر اجرت واجب ہوگی اور وہ مخالف نہ ٹھہرایا جائیگا کیونکہ پہننے کے مقابل اجرت ہے نہ جانے کے مقابل اور قاضی فخر الدین نے فرمایا کہ اگر اپنے گھر میں پہننے سے کپڑے کو ویسا ہی ضرر ہوا جیسا اس مقام کے پہننے میں ہوتا یا اس سے کم ضرر ہوا تو مثل قول فقیہ ابو اللیث رح کے حکم دیا جائیگا ورنہ مثل قول فقیہ ابو بکر کے حکم ہوگا یہ کبریٰ میں ہی۔ دھوبی نے اگر انکار کیا کہ اس شخص کا کپڑا میرے پاس نہیں ہے پھر اقرار کیا کہ ہاں ہی اور انکار سے پہلے اسکو دھو چکا تھا تو اسکو اجرت ملیگی اور اگر بعد انکار کے دھویا تو اجرت نہ ملیگی یہ خزانۃ المفتین میں ہی۔ اور اگر بجاے دھوبی کے اس مسئلہ میں رنگریز ہوا ور اسنے انکار سے پہلے رنگا ہو تو جو اجرت ٹھہری ہے وہ ملیگی اور اگر اسنے انکار کے بعد رنگا ہو تو کپڑے کے مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے کپڑا لے لے اور جسقدر اسمیں رنگ کی وجہ سے زیادتی ہوگئی ہی اسقدر دیدے یا کپڑے کو رنگریز پاس چھوڑے اور اپنے سپید کپڑے کی قیمت بدون رنگ کے اس سے لے لے اور اگر ایسی صورت میں جولاہہ ہوا ور اسنے انکار سے پہلے سوت کا کپڑا بنا ہو تو اجرت مقررہ اسکو ملیگی اور اگر بعد انکار کے بنا ہو تو وہ کپڑا جولاہہ کا ہوگا اور جولاہے پر مستاجر کو اسکے سوت کے مثل سوت دینا واجب ہوگا یہ خلاصہ میں ہی۔ اگر کسی نے ایک ٹٹو کرایہ کیا اور آدھی دور چل کر راہ میں کرایہ چلانے سے انکار کیا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ قبل انکار کے اسپر اجرت واجب ہوگی یعنی اسقدر مسافت کی جہانتک انکار نہیں کیا ہے اجرت واجب ہوگی اور بعد انکار کے واجب نہوگی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اجرت اسکے ذمہ سے ساقط نہ ہوگی کیونکہ موجر کو یہ اختیار نہیں ہے کہ بیچ راہ میں اس سے ٹٹو لیلے پس مستاجر ہی کے پاس بحکم اجارہ رہیگا یہ محیط سرخسی میں ہی۔ اگر ایک سال کے واسطے ایک غلام اجارہ لیا اور اسپر قبضہ کر لیا پھر جب چھ مہینہ گذر رہے تو غلام کے اجارہ لینے سے انکار کیا بلکہ دعوی کیا کہ یہ غلام میرا[^2]

[^1]: بلکہ مستاجر نے غصب کر لی تو ضامن ہوگیا ۱۲

[^2]: تو انکار سے ضامن ہوگیا ۱۲

اور نہ انکار کے روز غلام کی قیمت دو ہزار تھی پھر سال گذر گیا اور اسکی قیمت ایک ہزار درم رہ گئی پھر وہ غلام مستاجر کے پاس مرگیا حالانکہ اسکی قیمت ایک ہی ہزار تھی تو ہشام نے امام محمد سے روایت کی ہے اُسپر اجرت واجب ہوگی اور بعد سال کے اُسپر غلام کی قیمت کی ضمان واجب ہوگی پس ہشام کہتے ہین کہ مین نے امام محمد رح سے سوال کیا کہ اجرت اور ضمان دونون کیونکر جمع ہوگئین تو امام محمد رح نے فرمایا کہ دونون جمع نہین ہوتی ہین اور ہشام نے اسکی تفسیر یون بیان کی ہے کہ اجرت تو اسکی ایک سال تک کام لینے کی وجہ سے لازم آئی اور ضمان سال گذرنے کے بعد رکھنے سے واجب ہوئی کیونکہ سال گذرنے پر اسکو لازم تھا کہ غلام اسکے مالک کو واپس کردے اور جب واپس نہ کیا تو ضمان واجب ہوئی پس دونون کے واجب ہونے کا باعث جدا جدا ہے اور زمانہ بھی مختلف ہے پس اجرت اور ضمان دونون کہان جمع ہوتی ہین اور امام ابو یوسف کے قول پر انکار سے پہلے اُسپر اجرت واجب ہونی چاہیے اور بعد انکار کے ساقط ہونی چاہیے یہ محیط مین ہی۔ اور جس کام کرنے والے کے کام کا کچھ اثر مال عین مین قائم نہوتا ہو جیسے حمال و ملاح وغیرہ اسکو بالاجماع اجرت کے واسطے مال عین اپنے پاس روک رکھنے کا اختیار نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہے اور جسکے کام کا اثر قائم ہو وہ روک سکتا ہے ولیکن اگر اجرت ادا کرنے کی کوئی میعاد مقرر ہو تو نہین روک سکتا ہی۔ اور جولاہہ اور حجام و لکڑی چیرنے والا اور ہر وہ شخص جسکے کام کرنے سے شے معین بدل کر دوسری شے ہو جاوے اس طرح کہ اگر غاصب اس فعل کو ترک کرتا تو مالک مالک زائل ہو جانے کا حکم کیا جاتا تو وہ شخص اجرت کے واسطے روک سکتا ہے اور یہ سب اُس صورت مین ہی کہ کاریگر نے اپنی دوکان مین کام کیا ہے اور اگر مستاجر کے گھر مین کام کیا ہے تو نہین روک سکتا ہے یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر کندی کرنے والے نے کپڑے پر کندی کی اور نشاستہ وغیرہ کے استعمال سے اسمین کچھ اثر ظاہر ہوگیا تو روک سکتا ہے اور اگر اسکے کام کا کچھ اثر ظاہر نہو تو اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ ہر حال مین اسکو روک رکھنے کا حق حاصل ہی یہ نہایہ مین ہی۔ اور ہر وہ شخص جسکو روک رکھنے کا استحقاق حاصل ہے اور اُسنے روک رکھی اور وہ چیز اسکے پاس تلف ہوگئی تو اسکو اجرت بھی نہ ملیگی اور یہ امام اعظم کے نزدیک ہے کذا فی شرح الطحاوی۔ اور اگر اجیر کے پاس وہ شے بدون اُس فعل کے اور بدون اجرت کے لیے روکنے کے تلف ہوئی پس اگر اسکے کام کا کچھ اثر اُس شے مین ہو جیسے درزی و رنگریز وغیرہ تو اسکا اجر ساقط ہو جائیگا اور اگر اثر نہو جیسے حمال و کرایہ پر دھونے والا وغیرہ تو اجرت ساقط نہوگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور جس شخص کو روک رکھنے کا استحقاق نہین ہی اگر اُس نے وہ چیز جو اسکو کام بنانے کے واسطے دی گئی تھی روک رکھی اور وہ تلف ہوگئی تو مثل غاصب کے ضمان دیگا اور مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے بنی ہوئی تیار چیز کے حساب سے قیمت لے اور اسکو اجرت دیدے یا بے بنی ہوئی کی قیمت لے اور اور اجرت نہ دے یہ مضمرات مین ہی۔ اگر کپڑے کے مالک نے جولاہہ سے کہا کہ یہ کپڑا اپنے گھر کو لیجا جب

ف اس کی صورت آخر صفحہ ۱۵۱ مین آتی ہے ۱۲ م

ہم لوگ جمعہ سے واپس ہونگے تو مین تیرے گھر کو آؤنگا اور اجرت پوری دیکر اپنا کپڑا لے لونگا پس اُس اثر دحام مین وہ کپڑا جولاہہ کے ہاتھ سے اُچک لیا گیا معلوم نہ ہوا کہ کسنے اُچک لیا ہے تو فقیہ ابوبکر بلخی رحنے فرمایا کہ اگر جولاہہ نے مالک کو کپڑا دیدیا یا ایسا کردیا کہ وہ چاہے تو اسکے ہاتھ سے لے پھر اُسنے جولاہہ کو کپڑا دیدیا تاکہ اجرت ادا کرکے لے تو وہ کپڑا جولاہہ کے پاس رہن رہا پھر جب تلف ہوا تو اجرت کے عوض تلف ہوا یعنی اجرت بھی گئی اور اگر مالک کپڑے نے بطور ودیعت کے کپڑا اُسکو دیا ہو تو جولاہہ ضامن نہ ہوگا اور اُسکی مزدوری مالک پر بحالہ رہیگی اور اگر واپس دینے سے پہلے جولاہہ نے بوجہ اجرت کے دینے سے روکا ہو تو اسمین علماء نے اختلاف کیا ہے اور بہتر یہ ہے کہ ایسی صورت مین باہم کسی چیز پر صلح کرلین یہ فتاوی قاضی خان مین ہے اور اگر اجیر کوئی کندی کرنے والا ہوا اور مالک نے حکم دیا کہ اپنے پاس رکھے تاکہ اجرت ادا کرکے لیوے اور وہ تلف ہوگیا تو اسمین اختلاف ہے اور جولاہہ کے مسئلہ پر قیاس کرنے مین بھی تفصیل ہونی چاہیے یہ محیط مین ہے۔ جولاہہ نے ایک شخص کا کپڑا بن دیا پھر مالک نے لینے کے واسطے وہ کپڑا پکڑ لیا اور جولاہہ نے اپنی مزدوری کے واسطے دینے سے انکار کیا پس مالک کے ہاتھ سے کپڑا پھٹ گیا تو جولاہہ پر ضمان نہ آویگی اور اگر دونون کے ہاتھ سے پھٹا ہو تو جولاہہ نصف کا ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ اگر دلال نے کپڑا فروخت کرکے کپڑے کے دام جسکی بیع کے واسطے مامور تھا مالک کی اجازت سے رکھ لیے تاکہ مالک اسکو ادا کرکے دام لے لے پھر وہ ثمن اُسکے پاس سے چوری گیا تو بالاجماع ضامن نہوگا اسی طرح بوجہ کے مالک نے اگر حمال سے کہا کہ یہ اپنے پاس رکھ مین اجرت دیکر لونگا پھر گٹھریان چوری گئین تو ضامن نہ ہوگا کیونکہ دلال و حمال کے کام کا اثر مال عین مین قائم نہین ہوتا ہے اور جس کام کا اثر مال عین مین قائم نہو وہ اجرت کے واسطے روک نہین سکتا پس لامحالہ اسکے پاس چیز امانت مین رہی اور رہن نہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اگر زید نے عمرو سے اپنے قرضہ کے عوض جو عمرو پر آتا ہے کوئی گھر عمرو کا کرایہ پر لیا تو جائز ہے اسی طرح بعینہ اس مسئلہ مین اگر بجاے گھر کے غلام لیا تو بھی جائز ہے اور اگر دونون نے باہم اجارہ فسخ کیا اور مستاجر نے اپنے قرضہ سابق کے لیے اجارہ کی چیز روک رکھنی چاہی تو اُسکو یہ اختیار ہے یہ محیط مین ہے۔ زید نے اپنے مدیون سے کوئی گھر کرایہ لیا اور اجرت مین کچھ قرضہ کاٹ دیا تو جب مدت اجارہ منقضی ہو جاوے تو زید کو باقی قرضہ کے لیے اجارہ کی چیز روک رکھنے کا اختیار نہوگا اور اگر اجارہ کی مدت گذرنے کے بعد گھر مین رہا تو مدت اجارہ کے بعد جب تک رہا اُسکی کچھ اجرت دینی واجب نہوگی یہ فتاوے کبرے مین ہے ایک شخص نے ایک گھر اجارہ دیا اور اجرت معجل[۲] مقرر کرکے مستاجر سے لے لی اور گھر اُسکے سپرد نہ کیا یہانتک کہ خود مر گیا اور عقد ٹوٹ گیا تو مستاجر کو اپنی اجرت معجلہ واپس لینے کے واسطے گھر کو روک لینے کا اختیار نہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور اگر اجارہ فاسد ہو تو مستاجر کو اپنی اجرت معجلہ واپس لینے کے واسطے روک لینے کا اختیار ہوتا ہے یہ خلاصہ مین ہے۔ حاکم نے

---

[۱] کیونکہ حکم صاف کھلتا نہین ہے ۱۲ م [۲] معجل جس کا ادا کرنا پیشگی ٹھہرا ہے ۱۲ م

ذکر فرمایا ہے کہ اگر کچھ مدت معلومہ کے واسطے کوئی غلام اجارہ لیا اور اجرت معجلہ ادا کر دی پھر موجر مرگیا تو مستاجر کو اختیار ہے کہ باقی مدت کے حصہ کی اجرت واپس لینے کیواسطے غلام کو روک رکھے اور اگر غلام اُسکے ہاتھ مین مرگیا تو اُسپر ضمان نہ آویگی اور اجرت واپس کرکے لیگا یہ محیط مین ہے۔

تیسرا باب۔ اُن اوقات کے بیان مین جن پر اجارہ واقع ہوتا ہے۔ مدت معلومہ پر اجارہ صحیح واقع ہوتا ہے خواہ قلیل ہو جیسے ایک دو دن وغیرہ یا کثیر طویل ہو جیسے دو چار برس وغیرہ کذا فی المضمرات اور جس وقت سے بیان کر دیا اُسی وقت سے ابتداے مدت کا شمار ہوگا اور اگر کچھ بیان نہ کیا تو جس وقت سے اجارہ لیا اُسی وقت سے ابتداے مدت لگائی جاویگی یہ کافی مین ہے۔ اگر زید نے ایک مہینہ محرم الحرام کے واسطے گھر اجارہ دیا پھر دوسرے کو ماہ صفر کے واسطے اجارہ دیا اور عقد ماہ محرم مین قرار پایا تو پہلے وہ گھر محرم کے واسطے اجارہ لینے والے کو سپرد کر دے پھر جب محرم گذر جاوے تو صفر کے مستاجر کو سپرد کر دے یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور اگر ایک ماہ یا چند ماہ کے واسطے اجارہ واقع ہوا پس اگر عقد اجارہ غرہ ماہ مین ٹھہرا تو مہینہ کا شمار چاند پر ہوگا حتے کہ اگر اُنتیس کا چاند ہوا ایک دن گھٹ جاوے تو اجرت مین کمی نہو گی پوری دینی پڑیگی اور اگر مہینہ کے کچھ دن گذرے اجارہ قرار دیا گیا تو ماہواری اجارہ لینے مین بالاجماع تیس روز کا مہینہ قرار دیا جائیگا اور اگر چند ماہ کے واسطے اجارہ لیا حالانکہ شروع مہینہ سے کچھ دن گذرے اجارہ قرار پایا ہے تو امام اعظم رح سے دو روایتین ہین ایک یہ ہے کہ سب مہینون کا شمار تیس دن کے حساب سے ہوگا اور دوسری روایت مین ہے کہ صرف اس مہینہ کا شمار دنون سے ہوگا اور باقی مہینون کا حساب چاند سے ہوگا یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر ماہواری چند مہینون کیواسطے اجارہ ٹھہرا ہے حالانکہ کچھ دن گذرے اجارہ بیچ مہینہ مین قرار پایا تو بلاخلاف اس مہینہ کا حساب جسمین عقد قرار دیا گیا ہے دنون سے ہوگا اور باقی مہینون کا بھی دنون سے شمار ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر ایک سال مستقبل کے واسطے اجارہ لیا پس اگر شروع چاند سے اجارہ لیا تو چاند کے حساب سے بارہ مہینہ سال کے گنے جاوینگے اور اگر بیچ مہینہ مین عقد ٹھہرا ہے تو دنون کے حساب سے تین سو ساٹھ روز کا سال گنا جائیگا یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور امام ابو یوسف سے بھی مروی ہے اور امام محمد کے نزدیک وہی ایک مہینہ بحساب دنون کے لیا جائیگا اور باقی گیارہ مہینہ چاند کے حساب سے شمار کیے جاوینگے اور یہی امام ابو یوسف سے مروی ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنا گھر اجارہ دیا اور ہر مہینہ ایک درم اجارہ ٹھہرایا تو ایک مہینہ کے واسطے عقد صحیح اور باقی کا فاسد ہے اور مہینہ گذرنے پر دونون مین سے ہر ایک کو عقد توڑ دینے کا اختیار ہوگا کیونکہ عقد صحیح کی مدت گذر گئی۔ ہان اگر اُسنے سب مہینو کو یکبارگی بیان کر دیا ہو کہ چار یا چھ مہینہ کے واسطے ایک درم ماہواری کے حساب سے اجارہ دیا تو جائز ہے اور ظاہر الروایۃ مین آیا ہے کہ دونون مین سے ہر ایک کو جو مہینہ آوے اُسکی چاند رات اور اُسی رات کے دن مین خیار حاصل ہوگا کذا فی الکافی اور ظاہر الروایۃ ہی پر فتوی ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے اور اگر بیچ مہینہ مین عقد فسخ کیا تو فسخ نہوگا اور بعض نے کہا کہ فسخ ہوگا

جب مہینہ نکل جاوے اور شیخ ابو نصر محمد ایسا ہی فرماتے تھے اور اگر بیچ مہینہ مین کہا کہ شروع مہینہ مین مین نے فسخ کر دیا تو جسوقت چاند ہوگا اُسی وقت بلاشبہہ فسخ ہو جائیگا اور اگر دو یا تین مہینہ کی اجرت پہلے دیدی اور اُس نے قبضہ مین لے لی تو جسقدر دنون کی اجرت پہلے دیدی ہے اتنے دنون کسی کو فسخ کا اختیار نہوگا یہ تبیین مین ہی۔ اور اگر ایک بدون دوسرے کے ہوتے ہوئے[1] اجارہ فسخ کیا تو بعض نے فرمایا کہ امام اعظم وامام محمدؒ کے نزدیک صحیح نہین ہے اور بعض نے فرمایا کہ بالاتفاق نہین صحیح ہے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر کہا کہ مین نے ایک سال کیواسطے تجھے یہ گھر کرایہ دیا ماہواری ایک درم ہے تو بالاجماع جائز ہے کیونکہ مدت معلوم ہے پس بلا عذر سال گذرنے سے پہلے دونون مین سے کسی کو فسخ کا اختیار نہوگا یہ بدائع مین ہی۔ اور اگر دس درم پر سال بھر کے واسطے اپنا مکان کرایہ دیا تو جائز ہے اگرچہ ماہواری قسط بیان نہ کی کیونکہ مدت معلوم ہے یہ کافی مین ہی۔ ایک شخص نے ایک روز کے واسطے کسی کام کرانے کو کوئی مزدور مقرر کیا پس اگر وہان کے لوگون کا معمول یہ ہو کہ صبح سے عصر تک کام کرتے ہون تو دن بھر سے یہی مراد ہوگی اور صبح سے غروب آفتاب تک معمول ہو تو یہ مراد ہوگی اور اگر دونون معمول ہون تو صبح سے غروب تک رکھا جائیگا کیونکہ اُسنے دن کا لفظ کہا ہے اسکے اعتبار سے غروب تک قرار دینا چاہیے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ گھر کے کام کے واسطے جو شخص اجیر مقرر کیا گیا اسکا کام یہ ہے کہ صبح تڑکے اُٹھے اور چراغ روشن کرے اور اگر مخدوم کی نیت روزہ کی ہو تو سحری کھلاوے اور پانی لاکر وضو کراوے اور وضو کا طشت اوٹھا کر چہ بچہ مین پھینک آوے اور جاڑے کے دنون مین صبح وشام آگ روشن کردے اور مخدوم کے ہاتھ پاؤن اور تمام بدن واب دے یہان تک کہ وہ سو جاوے اور ایسے اور کام ضروری ہین یہ خزانۃ الفتاوی مین ہے اور اگر کسی نے ایک روز کے واسطے ٹٹو کرایہ لیا تو صبح صادق سے غروب تک سوار ہو سکتا ہے اور اگر رات کے واسطے لیا تو غروب سے سوار ہو اور صبح صادق ہوتے ہی واپس کردے یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر نہار کے واسطے کرایہ لیا تو اس کا حکم کتاب مین مذکور نہین ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ صبح آفتاب نکلے سے غروب تک سوار ہو سکتا ہے کیونکہ نہار روشنی کا نام ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ گفتگو فرق کی اہل لغت کے نزدیک ہے کہ وہ لوگ نہار اور روز کے معنی مین فرق کرتے ہین اور عام لوگ اپنی بول چال مین فرق نہین کرتے پس وہی حکم ہوگا جو ایک روز کے کرایہ لینے مین مذکور ہوا ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے ۔ ان اکاری دابۃ من الغدوۃ الی العشی یردہا بعد زوال الشمس۔ اگر کسی نے غدوہ سے عشا تک کے واسطے کوئی ٹٹو کرایہ لیا تو زوال شمس کے بعد واپس کرے ۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ سورج ڈھلے واپس کرنے کا حکم اہل عرب کے محاورہ کے موافق ہے اور ہمارے عرف کے موافق اجارہ سورج ڈھلے تمام نہوگا بعد غروب شمس کے تمام ہوگا کیونکہ ہمارے نزدیک عشا کا لفظ فقط سورج ڈوبنے کے بعد کے وقت بولا جاتا ہے اسی طرح اگر فارسی مین کہا کہ آبن خر بدرم گرفتم تا شبانگاہ

[1] یعنی دوسرا حاضر نہ تھا ۱۲

مین نے یہ خچر شبانگاہ تک کے واسطے ایک درم کو کرایہ لیا تو بھی ہمارے محاورہ کے موافق سورج ڈوبنے تک ہوگا کذا فی المحیط قال المترجم اور ہمارے عرف کے موافق جب تک نماز مغرب کا وقت باقی ہو عشا کا وقت نہین بولتے ہین اسلیے ہمارے عرف کے موافق نماز مغرب کا وقت نکل جانے تک رہنا چاہیے واللہ اعلم اور اگر کسی بڑھئی کو اجارہ پر مقرر کیا کہ دس روز تک میرا کام کرے تو عقد اجارہ سے جو دس روز متصل ہین وہ قرار دیے جائینگے اور اگر کہا کہ گرمیون مین دس روز تک کام کرے تو عقد صحیح نہین ہے کیونکہ دس دن مجہول ہین اور اگر پہلے مہینہ کے دس روز وغیرہ کہدیے تو صحیح ہو یہ وجیز کردری مین ہو۔ شیخ ابوبکر رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کو دو درم دیے تاکہ دو روز تک اسکا کام کرے اس نے ایک روز کام کیا اور دوسرے روز کام سے انکار کیا تو شیخ رحمہ نے فرمایا کہ اگر اُسنے کام بیان کردیا ہو تو اجارہ جائز اور کام کرنے پر مجبور کیا جائیگا پھر اگر دو روز گذر گئے تو بعد کو اس سے کام کرنے کے واسطے مطالبہ نہوگا اور اگر کام بیان کرنے کے ساتھ یہ بھی کہا کہ کسی دو روز مین کام کردے تو اجارہ فاسد ہوگا اور اگر مزدور نے کام کیا تو اسکو دو درم نہین بلکہ [1] اجر المثل ملیگا یہ حاوی مین ہو۔ فتاوای فضلی مین ہو کہ اگر کسی کو کسی کام معلوم کے واسطے ایک روز کے لیے مزدور کیا تو مزدور پر واجب ہے کہ تمام دن یہی کام کرے اور سوائے فرض نمازون کے کسی کام مین مشغول نہو۔ اور فتاوای اہل سمرقند مین ہو کہ ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ نماز سنت بھی ادا کرسکتا ہے اور نفل نہ ادا کرنے پر سبھون کا اتفاق ہے اور اسی قول پر فتوی ہو یہ ذخیرہ مین ہو۔ غریب الروایۃ مین لکھا ہو کہ شیخ ابوعلی الدقاق نے فرمایا کہ متاجر اپنے اجیر کو شہر کے اندر جمعہ کی نماز مین جانے سے منع نہین کرسکتا ہی اور اگر جامع مسجد دور ہو تو جسقدر دیر تک وہ اس کام مین مشغول رہے اتنی اُجرت کاٹ لے اور اگر نزدیک ہو تو اجرت مین سے کچھ کم نہین کرسکتا پس اگر دور ہونیکی صورت مین چوتھائی روز اُس نے صرف کیا تو چوتھائی مزدوری کاٹ لے اور اگر مزدور نے کہا کہ چوتھائی مین صرف اس قدر وضع کرے کہ جسقدر [2] دیر تک نماز مین مشغول رہا ہون تو یہ نہین کرسکتا ہے پھر فرمایا کہ احتمال ہے کہ چوتھائی مین سے اسی قدر وضع کے لائق ہو جسقدر دیر تک نماز مین رہا ہے یہ محیط مین ہو۔ اگر ایک مہینہ تک اپنے کام معلوم کیواسطے کوئی اجیر مقرر کیا تو عرف کے موافق جمعہ کا روز داخل نہوگا اور اجارہ کی ابتدا نماز صبح کے وقت سے ہوگی یہ خزانۃ الفتاوی مین ہو۔ ایک بڑھئی کو ایک روز رات تک کے واسطے اجیر مقرر کیا پھر اسکو دوسرے شخص نے حکم کیا کہ میرے واسطے ایک گھڑا ایک درم مین بنادے اُسنے بنادیا پس اگر اسکو معلوم تھا کہ یہ اجیر ہے تو حلال نہین ہے اور اگر نہین معلوم تھا تو کچھ ڈر نہین ہے اور جتنی دیر بڑھئی نے اس کام مین لگائی اتنی مزدوری کم کردیجائیگی لیکن اگر مستاجر نے اُسکو حلت مین کردیا یعنی معاف کردیا تو پوری مزدوری حلال ہو یہ وجیز کردری مین ہو اور اگر مزدور نے ایک کے یہان مقرر ہونے کے بعد کھانے وغیرہ کے لحاظ سے دوسری جگہ اس سے اچھی پائی پس اگر پہلے شخص کے یہان ایک درم پر تھا اور دوسرے کے یہان دو درم پر ٹھہرتا ہے تو دوسرے کا کام کرنا حلال نہین ہو اگرچہ اسکو سو درم کیون نہ دے یہ محیط مین ہو۔

[1] اجر المثل جو اس کام کی اجرت رائج ہو ۱۲ م [2] یعنے مقدار معمولی منہا کرکے فقط دیری کے قدر وضع کرے ۱۲

چوتھا باب۔ اجیر کو اجرت مین تصرف کرنے کے بیان مین۔ موجر نے یعنی جسکی چیز اجارہ پر لی ہی اگر مستاجر کو اجرت سے بری کیا یا اجرت اُسکو ہبہ کردی یا صدقہ دیدی اور یہ امر مستاجر کے منفعت حاصل کرنے سے پہلے کیا اور عقد مین تعجیل کے ساتھ اجرت ادا کرنے کی شرط نہ تھی تو امام ابو یوسف کے نزدیک جائز نہین ہے خواہ اجرت مال عین ہو یا دین[1]۔ اور اجارہ بحالہ باقی رہیگا فسخ نہوگا۔ اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر اجرت دین ہو تو یہ جائز ہے خواہ مستاجر قبول کرے یا نہ کرے اور اجارہ نہ ٹوٹیگا اور اگر مال عین اجرت مین ٹھہرا ہوا اور موجر نے مستاجر کو ہبہ کیا اور باہمی قبضہ واقع ہونے سے پہلے یہ ہبہ واقع ہوا پس اگر اُسنے ہبہ قبول کیا تو اجارہ باطل ہو جائیگا اور اگر ہبہ رد کردیا تو اجارہ بحالہ عود کریگا باطل نہوگا یہ محیط مین ہے اور اگر مستاجر کو اجرت سے بری کیا یا اجرت ہبہ کردی پس اگر اجرت دین ہو اور تعجیل کی شرط ہو تو بالاجماع صحیح ہی اور عقد اجارہ بحالہ باقی رہیگا اور اگر سوائے ایک درم کے سب اجرت سے بری کیا تو بالاجماع صحیح ہی کیونکہ یہ امر بمنزلہ اجرت کم کردینے کے ہے اور اگر اجرت مین مال عین ٹھہرا ہو تو بری کرنا صحیح نہین ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور اگر مستاجر کے پوری منفعت حاصل کر لینے کے بعد موجر نے ایسے تصرفات کیے تو بہر حال بلاخلاف صحیح ہے یہ محیط مین ہی۔ فقیہ ابو اللیث رح نے نوازل مین فرمایا کہ اگر موجر نے ماہ رمضان کا کرایہ ہبہ کیا تو فقیہ نے کہا کہ امام محمد رح کے قول کے موافق اگر سالانہ اجرت پر لیا ہے تو جائز ہے اور اگر ماہواری پر لیا ہی تو رمضان آنے سے پہلے نہین جائز ہے اور جب رمضان آجاوے تو جائز ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اور ہم اسی کو لیتے ہین یہ وجیز کردری مین ہی۔ اور اگر نصف سال گذر گیا پھر موجر نے اُسکو پوری اجرت سے بری کیا یا ہبہ کردی تو امام محمد رح کے نزدیک سب سے بری ہو جائیگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک نصف سے بری ہوگا۔ اور نصف سے بری نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ حاکم شہید رح نے منتقی مین فرمایا کہ ایک شخص نے کسی اجرت معلومہ پر اپنی زمین ایک شخص کو اجارہ دی اور اجرت لے لی اور ہنوز مستاجر نے زمین مین کھیتی نہین کی تھی کہ موجر نے مستاجر کو اجرت ہبہ کرکے دیدی پھر کسی وجہ سے باہمی اجارہ ٹوٹ گیا تو مستاجر کو اختیار ہوگا کہ موجر سے وہ اجرت جو اُس نے دیدی ہے واپس کر لے سوائے اسقدر حصہ کے جو سال مین سے گذرا اور زمین مستاجر کے پاس رہی ہو اور اگر موجر نے اجرت پر قبضہ کرنے سے پہلے ہبہ کردی ہو تو بعد نقض[2] اجارہ کے کچھ واپس نہین لے سکتا ہے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر موجر نے مستاجر سے کوئی مال عین خریدا تو بالاتفاق جائز ہے اور عقد بیع مین مثل[3] اجرت کے موجر کے ذمہ ثمن قرار دیا جائیگا پھر ثمن و اجرت مین بدلا واقع ہو جائیگا یہ ذخیرہ مین ہی پھر اگر منفعت کا حاصل کرنا متعذر ہو گیا تو مستاجر اپنے ثمن کے درم واپس لیگا مال عین جو فروخت کردیا ہے واپس نہ لیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر اجرت مین درم ٹھہرے ہون اور بجائے اُنکے آٹا یا روغن زیتون وغیرہ کوئی شے عوض مین لیلی تو جائز ہے یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور اگر موجر و مستاجر نے باہم بیع صرف

[1] دین یعنی نقد عین متاع و اسباب ۱۲ منہ [2] یعنی اجارہ ٹوٹ جانے کے بعد ۱۲ م [3] مثل اجرت الخ یعنی جیسے مستاجر پر اجرت لازم ہے

کر لی اور درمون کے عوض دینار لیئے پس اگر مستاجر کے منفعت تام حاصل کرنے کے بعد ایسا کیا یا اجرت کی تعجیل عقد اجارہ مین شرط تھی یعنی اگر اجرت واجب ہو چکی پھر ایسا کیا تو بیع صرف بالاجماع جائز ہے اور اگر تمام منفعت حاصل نہین کر چکا اور نہ تعجیل اجرت شرط تھی تو اختلاف ہے موافق قول امام محمد اور اول قول امام ابو یوسف کے جائز ہے اور دوسرا قول امام ابو یوسف کا یہ ہے کہ اگر ایفاء عمل سے پہلے دونون جدا ہو گئے تو بیع صرف باطل ہو گئی یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ جب اجرت دین ہوا ور اگر اجرت مال عین ہو مثلاً نقرہ معین ہو اور مستاجر نے بجاے اُسکے دینار دیئے تو جائز نہین ہے خواہ استیفاء منفعت سے پہلے ایسا کیا ہو یا اُس کے بعد اور خواہ تعجیل اُجرت کی شرط لگانے کے بعد ایسا ہو یا اُس سے پہلے۔ اور کتاب الاصل مین لکھا ہے کہ اگر اجرت کے عوض بیع صرف واقع ہوئی اور حال یہ ہے کہ کسی شے معین کے اُٹھانے پر دس درم اجرت پر اجارہ واقع ہوا ہے پھر کچھ نہین اُٹھایا اور مر گیا یا آدھی دور چلکر مر گیا تو پوری اُجرت مستاجر کو واپس کیجاوے گی بشرطیکہ حمال نے کچھ نہ اُٹھایا ہوا ور اگر آدھی دور اُٹھایا ہو تو آدھی اجرت یعنی پانچ درم اُسکو واپس دیے جاوینگے اور یہ حکم امام ابو یوسف کے پہلے قول کے موافق ہو سکتا ہے اور یہی امام محمد رح کا قول ہے اور امام ابو یوسف کے دوسرے قول کے موافق بیع صرف صحیح نہ ہوگی اور باہمی بدلا واقع نہوگا اور مستاجر پوری اجرت ادا کرنے والا قرار نہ دیا جائیگا اور اگر کچھ بوجھ اُٹھانے سے پہلے حمال مر گیا تو وارثان حمال پر واجب ہوگا کہ مستاجر کو دینار واپس کرین کیونکہ حمال نے بیع صرف فاسد کے حکم سے اُسپر قبضہ کیا تھا اور وارثان حمال کو کچھ اجرت نہ ملیگی اور اگر آدھی دور چلکر راہ مین مر گیا تو وارثان حمال وہ دینار مستاجر کو واپس دینگے اور وارثان حمال کو نصف اجرت ملیگی یہ محیط مین ہے۔ اگر کچھ درم معلومہ کے عوض ایک سال کے واسطے قامی کو ایک گھر کرایہ پر دیا پھر ایک شخص نے موجر سے کچھ قرض مانگا اُسنے قامی کو حکم دیا کہ دو مہینہ کا کرایہ اس شخص کو دیدے پس وہ شخص قامی سے آٹا اور روغن وغیرہ ایسی ایسی چیزین لیتا رہا یہانتک کہ دونون مہینہ کا کرایہ پورا ہو گیا تو یہ جائز ہے اور قامی کا اس شخص پر کچھ نہوگا ولیکن مالک مکان کا اُسپر قرض ہوگا چنانچہ اگر خود قامی سے وصول کر کے اسکو دیدیتا تو بھی قرض ہوتا اسی طرح یہ بھی قرض ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر مستقرض نے قامی سے ایک دینار خرید لیا تو بھی جائز ہے بشرطیکہ قامی پر یہ کرایہ واجب ہو گیا ہو مثلاً دو مہینے گذر گئے ہون یا تعجیل شرط کی ہو اور یہ جواز سب کے نزدیک بالاتفاق ہوگا اور اگر کرایہ نہ واجب ہو گیا ہو مثلاً مدت نہ گذری ہو نہ شرط تعجیل ہو تو امام ابو یوسف رح کے قول اول و قول امام محمد رح کے موافق بیع صرف جائز ہوگی - اور امام ابو یوسف کے دوسرے قول کے موافق ناجائز ہوگی اور اگر قرض طلب کرنے والے پر قامی کا ایک دینار قرض ہوا اور مکان کا کرایہ دس درم ماہواری مقرر ہو اور ایک مہینہ گذر گیا ہو اور مکان والے نے قامی سے کہا کہ اس شخص کو دو مہینہ کا کرایہ دیدے کہ میرا اُس پر قرض رہیگا اور وہ شخص اس پر راضی ہو گیا تو جائز ہے پھر اگر قامی نے اپنے دینار سے جو اُس پر آتا ہے بدلا کر لیا اور باقی کے

[illegible]

عوض اسنے فامی سے اپنی ضروریات کی چیزین خریدین تو جائز ہی کیونکہ جنس مختلف مین باہم بدلا اُتارنا اُسوقت ناجائز ہوتا ہے جب باہمی رضامندی نہ پائی جاوے اور جب پائی جاوے تو جائز ہے ولیکن اگر بیع صرف قرار دی تو ایسا نہین ہے پھر یہ بیع صرف بقدر ایک مہینے کے کرایہ کے جو واجب ہوگیا ہی بالاتفاق جائز ہے اور باقی ایک ماہ کا کرایہ جو نہین واجب ہوا ہے اسمین اختلاف ہونا چاہیے کہ امام محمد رح کے نزدیک وامام ابو یوسف کے قول اول کے موافق جائز ہے اور دوسرے قول امام ابو یوسف کے موافق ناجائز ہے چنانچہ اگر خود مکان والا دوسرے ماہ کے کرایہ کے عوض جو نہین واجب ہوا ہے فامی سے بیع صرف کرے تو بھی جواز نہوگا پھر فرمایا کہ یہ بیع صرف مکان والے اور فامی کے درمیان نہوگی بلکہ مستقرض اور فامی کے درمیان قرار دیجائیگی کذافی المحیط اور اگر مکان والے نے اس شرط سے درم قرض دیے کہ جب قرض ادا کرے تو ایک دینار و دس درم ادا کرے تو یہ جائز نہین ہے اور اگر فامی پر اسطرح اترا دیے اور اسے اپنے دینار کے عوض بدلا کر دیا تو قرضخواہ کے مستقرض پر صرف بیس درم ہونگے۔ اور اگر مکان والے نے اُسکو دو مہینہ کا کرایہ قرض دیا حالانکہ فامی ہنوز مکان مین بالکل نہین رہا۔ اور فامی کو حکم دیا کہ اُسکو دیدے اور فامی اسپر راضی ہوا اور اُسکو آٹا و روغن اور اُنہین سے دس درم کے عوض ایک دینار دیا پھر فامی کے مکان مین سکونت اختیار کرنے سے پہلے مکان والا مرگیا یا مکان گر گیا یا کسی نے استحقاق مین لے لیا تو مستقرض سے فامی کچھ نہین لے سکتا ہے ولیکن مکان والے سے اپنے درم لے لیگا اور مکان والا مستقرض سے لیگا یہ مبسوط مین ہی۔ ولیکن جاننا چاہیے کہ فامی مکان والے سے اپنے بیس درم امام ابو یوسف کے قول اول و قول امام محمد کے موافق لیگا اور امام ابو یوسف کے دوسرے قول کے موافق مکان والے سے صرف دس درم جو اشیاے ضروری مین عوض ہوئے ہین وہی لے سکتا ہے اور باقی دس درم مین جو بیع صرف کرکے دیا ہے اُسکے درم مکان والے سے نہین لے سکتا ہی بلکہ مستقرض سے اپنا دینار واپس لیگا کیونکہ اُس نے بیع صرف فاسد کی رو سے اُسپر قبضہ کیا تھا محیط مین ہی اگر کسی نے گھر کرایہ لیا اور اُسمین رہا پھر وہ گھر استحقاق[1] مین لے لیا گیا تو کرایہ موجر کو ملیگا اور وہ صدقہ کردے کیونکہ یہ امر ظاہر ہوگیا کہ موجر اس گھر کے کرایہ پر دینے مین غاصب تھا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر ایک کپڑے کے عوض گھر کرایہ لیکر اتنے درمون کے عوض کرایہ پر دیا جو کپڑے کی قیمت سے زیادہ ہین تو موجر کو زیادتی حلال ہے اور ہر جنس مختلف کے معاوضہ مین یہی حکم ہے چنانچہ اگر دس درم کرایہ پر دیا اور مستاجر نے دو دینار دیے تو بھی زیادتی حلال ہی کیونکہ درم و دینار مین قیمت اندازہ کرنے کے بغیر زیادتی و کمی ظاہر نہین ہوتی ہے یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر مکان والے نے مہینہ گذرنے سے پہلے تمام کرایہ بتعجیل لینا چاہا اور مستاجر نے انکار کیا تو جتنے دن مستاجر کو رہتے ہوے ہین اتنے دنون کے کرایہ دیدینے کیواسطے مجبور کیا جائیگا اور باقی دنون کے حصہ کے کرایہ دیدینے کے واسطے مجبور نہ کیا جائیگا یہ محیط مین ہے اگر کسی نے معین کپڑے کے عوض اپنا گھر کرایہ دیا اور مستاجر اُسمین رہا تو

[1] یعنے ایسے شخص نے لے لیا جو اُسکا مستحق و مالک تھا ۱۲

مکان والے کو کپڑے پر قبضہ کرنے سے پہلے مستاجر یا کسی دوسرے کے پاس اُس کپڑے کے بیع کر دینے کا اختیار نہین ہے[1] اسی طرح عروض وحیوان وکیلی ووزنی وغیرہ ہر شے معین مین یہی[2] حکم ہے یہ مبسوط مین ہے اور اگر کیلی ووزنی کوئی چیز غیر معین[3] ہو مگر وصف بیان کر کے مستاجر کے ذمہ قرار دی گئی ہو تو قبضہ کر لینے سے پہلے مستاجر کے ہاتھ اُسکے فروخت کر دینے مین کچھ ڈر نہین ہے مگر یہ حکم اُس وقت ہے کہ جب کوئی شے بسبب استیفاء[4] منفعت یا شرط تعجیل کے مستاجر کے ذمہ واجب ہو گئی ہو یہ محیط مین ہے اور اگر اُسکے عوض کوئی شے معین خرید کی تو جائز ہے خواہ اُسی مجلس مین اپنے قبضہ مین لے لی ہو یا نہ لی ہو اور اگر بعوض اُسکے کوئی غیر معین چیز خریدی تو بدون قبضہ کرنے کے جدا نہ ہوا اور اگر قبضہ سے پہلے جدا ہو گیا تو بیع ٹوٹ جاویگی ۔ اور اگر مکان والے نے اُس چیز کو جو کرایہ مین ذمہ ٹھہری ہے سوائے مستاجر کے دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو روا نہین ہے کیونکہ جو چیز کسی شخص کے ذمہ قرضہ ہو اسکو سوائے قرضدار کے دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا جائز نہین ہی یہ مبسوط مین ہی ۔ اگر کسی شخص نے ایک سال کے واسطے اپنا گھر بعوض ایک غلام معین کے کرایہ پر دیا اور ہنوز غلام پر قبضہ نہ کیا اور نہ گھر مستاجر کے سپرد کیا تھا کہ وہ غلام آزاد کر دیا تو عتق باطل ہے کیونکہ جو اجرت قرار پائی ہی وہ استیفاء منافع یا تعجیل یا شرط تعجیل کے پائے جانے سے موجر کی ملک مین ہو جاتی ہی اور یہان اُنمین سے کچھ نہین پایا گیا ۔ اور اگر موجر نے غلام پر قبضہ کر لیا اور ہنوز مستاجر کو مکان کا قبضہ نہ دیا تھا کہ غلام کو آزاد کر دیا تو اعتاق جائز ہے[5] یہ محیط مین ہی ۔ پھر اگر مستاجر نے گھر قبضہ مین لیا اور میعاد سکونت تمام ہوئی تو خیر[6] اور اگر عقد اجارہ فسخ ہو گیا خواہ مکان پر استحقاق ثابت ہونے کی وجہ سے یا دونون مین سے کسی کی موت یا مکان کے غرق ہونے کی وجہ سے یا قدرت انتفاع حاصل نہ رہنے کے باعث سے تو آزاد کرنے والے پر غلام کی قیمت دینی واجب ہوگی اور اگر وہ غلام مستاجر کے پاس رہا اور مستاجر اُس مکان مین ایک مہینہ رہا پھر دونون نے غلام کو آزاد کر دیا تو موجر کی طرف سے بقدر ایک مہینہ کی اجرت کے آزاد ہوا اور باقی مستاجر کی طرف سے آزاد ہوا اور باقی سال کا اجارہ ٹوٹ گیا یہ مبسوط مین ہی اور اگر پھر مستاجر اس مکان مین باقی سال تک رہا تو اُسکو اجر المثل[8] دینا پڑیگا یہ غیاثیہ مین ہے اور اگر موجر کے غلام پر قبضہ کرنے سے پہلے میعاد سکونت پوری ہو گئی پھر وہ غلام مرگیا یا استحقاق[9] مین لے لیا گیا تو اُسپر اجر المثل واجب ہوگا چاہے جسقدر ہو اور اجارہ فاسدہ کی صورت مین بھی اجر المثل واجب ہوتا ہے ولیکن جسقدر بیان کیا گیا ہے اُس سے بڑھایا نہ جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی ۔ اور اگر موجر نے وہ غلام بسبب خیار عیب یا خیار رؤیت کے واپس کر دیا حالانکہ مستاجر پوری مدت تک سکونت حاصل کر چکا ہے تو اُسپر اجر المثل واجب ہوگا کیونکہ عقد اجارہ جڑ سے ٹوٹ گیا یہ غیاثیہ مین ہی ۔ اور اگر مستاجر نے وہ غلام مکان والے کو دیدیا اور ہنوز مکان مین

---

[1] یعنی قبضہ سے پہلے بیع کر دینے کا اختیار نہین ہے ۱۲م [2] مثلاً گیہون وچاندی کا ٹکڑا وغیرہ ۱۲ [3] استیفاء تمام حاصل کر لینا اور تعجیل جلدی کی [4] یعنی اعتاق جائز رہیگا اور مستحق پر قیمت واجب ہوگی ۱۲ [5] اجر المثل یعنی جو اُسکے مثل مکانون کا کرایہ ہو دے ۱۲م [6] مثلاً قرض مین لے لیا

سکونت نہ اختیار کی تھی کہ خود ہی وہ غلام آزاد کیا تو عتق باطل ہی کیونکہ مکان والے کو دیدینے کی وجہ سے
اسکی ملک سے نکل گیا پس اُسنے ایسے غلام کو آزاد کیا جو اُسکی ملک مین نہین ہے یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر
مستاجر ایک مہینہ تک مکان مین رہا پھر مستاجر کے پاس وہ غلام مرگیا قبل ازانکہ موجر کے سپرد کرے تو مستاجر
کو ایک مہینہ کا اجر المثل دینا واجب ہوگا چاہے جسقدر ہو برخلاف اُسکے اگر اجارہ فاسد ہوتا تو اجر المثل
دینا پڑتا مگر غلام کی قیمت کے پرتے پر جو ایک مہینہ کا کرایہ پڑتا ہو اُس سے زیادہ نہ کیا جاتا یہ محیط مین ہی
اگر موجر نے مستاجر کی بلا اجازت مال اجارہ کہ جو معین ہے قبضہ مین لے لیا اور اُسکو فروخت کر دیا پھر اجارہ
کی مدت گذر گئی تو بیع نافذ ہو جاویگی اور اگر اجارہ فسخ ہوگیا تو مستاجر اپنے موجر سے اس مال معین کی
قیمت لے لیگا اور اگر اجرت مین کوئی غلام ٹھہرا اور تعجیل کے ساتھ موجر کو دیدیا اُسنے آزاد کر دیا یا اُسکے
پاس مرگیا پھر اجارہ فسخ ہوگیا تو مستاجر اسکی قیمت واپس لیگا اور اگر آدھی مدت گذرنے کے بعد اجارہ
فسخ ہوا تو غلام کی نصف قیمت واپس لیگا یہ غیاثیہ مین ہی۔ ایک شخص نے بعوض ایک غلام معین کے
ایک مکان ایک سال کے واسطے کرایہ لیا اور اُسمین ایک مہینہ رہا اور غلام موجر کو نہ دیا پھر اُسکو خود آزاد
کر دیا تو آزاد کر دینا صحیح ہے اور مستاجر پر ماہ گذشتہ کا اجر المثل چاہے جسقدر ہو واجب ہوگا اور باقی
سال کا اجارہ ٹوٹ جائیگا اسی طرح اگر کوئی گھر بعوض کسی مال معین کے کرایہ لیا اور اسمین سکونت اختیار
کی اور مال معین نہ دیا یہانتک کہ وہ مال تلف ہوگیا تو اجر المثل دینا پڑیگا چاہے جہان تک پہونچے
یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔

پانچوان باب۔ اجارہ مین خیار وغیرہ شرط لگانے کے بیان مین۔ اگر تین روز کے خیار شرط پر اجارہ
لیا تو جائز ہے اور زیادہ مین اختلاف ہے یہ وجیز کردری مین ہی۔ اور مدت خیار کی ابتدا وقت اجارہ سے
شمار ہوگی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے اور اگر مستاجر نے تین روز کے خیار کی شرط لگائی اور اُس مدت
مین مکان کے اندر سکونت اختیار کی تو خیار ساقط ہوگیا اور اگر سکونت کے سبب سے منزل گر پڑی تو ضامن
نہ ہوگا کیونکہ اُسنے بحکم اجارہ سکونت اختیار کی ہے اور ابتداء مدت خیار کے ساقط ہونے کے وقت سے
گنی جاویگی یہ وجیز کردری مین ہے اور اگر مکان والے کو خیار ہو اور مستاجر نے مدت خیار مین رہنا
اختیار کیا تو کچھ اجرت نہ ملیگی اور مستاجر کی سکونت کے سبب سے جو کچھ منہدم ہوا اُسکا ضامن ہوگا یہ غیاثیہ
مین لکھا ہی۔ اور اگر موجر کی اجازت دینے کے بعد سکونت اختیار کی تو اجرت لازم آویگی اور مستاجر کو
خیار حاصل ہوگا اور مکان کا دیکھ لینا مثل منافع دیکھنے کے شمار[۱] ہوگا یہ وجیز مین ہی۔ اگر پہلے دیکھا ہو اگھر
اجارہ لیا تو خیار رویت حاصل ہوگا اور اگر دیکھا ہوا گھر اجارہ لیا تو خیار رویت حاصل نہ ہوگا ولیکن اگر
اسمین سے ایسا کچھ گر گیا ہو جس سے سکونت کے منافع مین کچھ نقصان آتا ہے تو بسبب تغیر کے خیار رویت حاصل

[۱] قولہ شمار الخ یعنی اجارہ سے جو منفعت مقصود ہے بجائے اس منفعت کے مکان سے الحال دیکھ لینا کافی ہی ۱۲ - م - و - ہ

ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ صدر الشہید نے ذکر کیا کہ اگر کسی نے اجرت معلومہ پر ایک شخص کو اسواسطے مزدور کیا کہ اکیس دیگین مانجھ دیوے اُسنے دس دیگین مانجھ دین اور باقی سے انکار کیا تو فرمایا کہ اگر مزدور مقرر کرنے کے وقت اُسکو دیگین دکھلادی ہون تو باقی دیگین مانجھنے کے واسطے مزدور پر جبر کیا جائیگا اور اگر اُسنے نہ دیکھی ہون تو مجبور نہ کیا جائیگا اور اُس مسئلہ کی اصل وہ ہے جو امام محمد نے اجارات مین ذکر کی ہے کہ اگر کسی نے دھوبی کو اس شرط سے مقرر کیا کہ کسی قدر اجرت معلومہ پر میرے دس کپڑے کندی کردے اور کپڑے نہ دکھلائے اور نہ اُسکے پاس تھے تو اجارہ فاسد ہے اور اگر دکھلا دیے تو جائز ہے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر دھوبی سے کپڑون کی جنس بیان کردی تو شیخ الاسلام خواہرزادہ نے اپنی شرح مین لکھا ہے کہ یہ نہ دکھلانے کے مثل ہے یعنی اجارہ فاسد ہوگا اور شمس الائمہ سرخسی نے اپنی شرح مین لکھا ہے کہ اگر اُسنے کپڑے کی صفت بیان کرنے مین یہانتک وضاحت اور مبالغہ کیا کہ دھوبی کو اپنے کام کی مقدار معلوم ہوگئی تو یہ اور کپڑون کا دکھلا دینا یکسان ہی اور شاید شمس الائمہ کا قول دیگون کے مسئلہ مین بھی ایسا ہی ہو جیسا کہ انھون نے دھوبی کے مسئلہ مین حکم دیا ہے پس تامل کرکے فتوے دینا چاہیے یہ محیط مین ہی۔ نوادر ابن سماعہ مین امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ ایک دھوبی سے ایک شخص نے شرط کی کہ ایک درم مین میرا ایک مرویؔ[1] کپڑا کندی کردے اور دھوبی راضی ہوگیا پھر جب اُسنے کپڑا دیکھا تو کہا کہ مین نہین راضی ہوتا ہون تو اُسکو یہ اختیار ہے اور فرمایا کہ درزی کا بھی یہی حکم ہی۔ اور اصل اس باب مین یہ ہے کہ ہر کام جو باعتبار اپنے محل[2] کے مختلف ہوتا ہے اسمین محل کے دیکھنے کے وقت خیار رویت حاصل ہوتا ہے اور جو کام ایسا ہو کہ اُسمین محل کے اعتبار سے اختلاف نہین ہوتا ہے اُسمین وقت دیکھنے کے خیار رویت حاصل نہین ہوتا اور کندی کرنا یا سلائی ایسی ہی کہ تھوڑے کپڑے مین تھوڑی سلائی اور بڑے کپڑے مین بڑی سلائی کرنی پڑتی ہے اس واسطے ہمنے دونون مین خیار رویت حاصل ہونے کا حکم دیا ہی۔ قال المترجم یعنی شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے ایک کر گیہون ناپ دینے کے واسطے کسی کو اجیر مقرر کیا پھر جب اُسنے گیہون دیکھے تو کہا کہ مین راضی نہین ہوتا ہون تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی اگر کسی شخص کو پیٹھ مین پچھنے لگانے کے واسطے مزدور مقرر کیا اور ایک دانگ اجرت ٹھہرائی اور وہ راضی ہوا پھر جب پیٹھ کھولکر پچھنے لگانے کا قصد کیا تو کہا کہ مین راضی نہین ہوتا ہون تو اسکو یہ اختیار نہین ہی کیونکہ اس مقام پر کام مین کچھ اختلاف نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر کسی کو مزدور مقرر کیا کہ میری دس من روئی دھن دے یا دس کپڑے کندی کردے اور مستاجر پاس کچھ روئی یا کپڑے نہین ہین تو جائز نہین ہی۔ اور اگر ہون اور مزدور نے نہ دیکھے تو دیکھنے کے وقت مزدور کو کپڑون مین خیار رویت حاصل ہوگا اور روئی مین حاصل نہوگا یہ خزانۃ المفتادی مین ہی۔ نوادر ہشام مین امام محمد سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنے گھر کے عوض ایک غلام ایک سال تک خدمت کے واسطے اجارہ لیا اور چھ مہینہ اس سے کام لیچکا تھا کہ موجر غلام نے گھر کو دیکھا

[1] قسم کپڑے کی ۱۲ م [2] قولہ محل یعنے جس جگہ مین یہ کام جاری کیا جائیگا ۱۲ م

حالانکہ اس سے پہلے وہ گھر نہ دیکھا تھا اور کہا کہ مجھے اس گھر کی کچھ حاجت نہیں تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اسکو اختیار ہے اور اسکو اپنے غلام کا اجر المثل ملیگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک انگور کا باغ اجارہ[۱۵] لیا حالانکہ اسکو دیکھا نہ تھا اور باغ والے نے درختوں کو اجارہ سے پہلے فروخت کردیا تھا حتے کہ اجارہ صحیح ٹھہرا تو مستاجر کو باغ میں خیار رویت حاصل ہوگا اور اگر اسنے اسمیں مالکانہ تصرف کیا تو خیار رویت باطل ہوجائیگا کذا فی الذخیرہ اور اگر اس باغ کے پھل کھائے تو خیار رویت ساقط نہ ہوگا کیونکہ یہ تصرف جو اس پھل کھانے کا کیا ہے یہ خریدی ہوئی چیز میں تصرف ہے اجارہ کی چیز میں نہیں ہے یہ فتاوے قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور اجارہ میں بھی مثل بیع کے خیار عیب ثابت ہوتا ہے ولیکن فرق اسقدر ہے کہ اجارہ میں قبضہ سے پہلے اور قبضہ کے بعد خود ہی مستاجر تنہا بسبب خیار عیب کے واپس کرسکتا ہے اور بیع کی صورت میں قبضہ سے پہلے تنہا مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہے اور قبضہ کے بعد حکم قاضی یا رضائے بائع کی ضرورت ہے یہ محیط میں ہے اگر کوئی مکان کرایہ لیا اور قبضہ کے بعد اسمیں سکونت کے حق میں کوئی عیب دیکھا مثلاً اسمیں دھنیان شکستہ ہیں یا دیوار ڈھلی ہوئی ہے تو اسکو رد کردینے کا اختیار ہے اور اگر عقد اجارہ کے بعد اسمیں کوئی عیب قبضہ کرنے سے پہلے پیدا ہوگیا تو واپس کرسکتا ہے کیونکہ عقد اجارہ منفعت پر واقع ہوتا ہے پس پوری منفعت حاصل کرنے سے پہلے جو عیب اسمیں پیدا ہوگیا وہ ایسا گنا جائیگا کہ گویا وقت عقد کے موجود تھا یہ وجیز کردری میں ہے۔ ابراہیم نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو آج کے روز واسطے مزدوری کیا کہ یہ مٹی کا تودہ یہاں سے وہاں منتقل کردے حالانکہ یہ تودہ ایک روز کا کام نہیں ہے چند روز میں اٹھ سکتا ہے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہ اجارہ کام پر نہیں ہے دن پر ہے پس اصل یہ ٹھہری کہ جب مستاجر نے عقد اجارہ میں کام اور زمانہ کو جمع کیا اور یہ کام ایسا ہے کہ مزدور اسکو اتنے زمانہ میں پورا نہیں کرسکتا ہے تو یہ عقد اجارہ صرف اتنے زمانہ کا ہوگا کام کا نہوگا اور مزدور کو اپنی جان اتنے زمانہ تک اس کام میں سپرد کرنے سے مزدوری کا استحقاق حاصل ہوجائے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔ زید نے عمرو سے کہا کہ میں نے تجھے یہ گھر ایک درم ماہواری پر اس شرط سے کرایہ دیا کہ ماہ رمضان کا کرایہ تجھے ہبہ کیا یا ماہ رمضان میں تجھپر کرایہ نہیں ہے تو اجارہ فاسد ہے یہ محیط سرخسی میں ہے ایک شخص نے ایک حمام ایک سال تک کیواسطے اس شرط سے اجارہ دیا کہ مستاجر سے دو مہینہ کا کرایہ بسبب تعطیل کے کم کردیگا تو فاسد ہے اور اگر کہا کہ جسقدر روز معطل رہیگا اتنا کرایہ کم کردیگا تو جائز ہے اور اگر کہا کہ بمقدار اسکے بیکار رہنے کے تجھپر کرایہ نہیں ہے اور مدت بیان کردی تو جائز ہے یہ خزانۃ الفتاوی میں لکھا ہے۔ ایک حمام کو اس شرط سے اجارہ لیا کہ اگر مستاجر کو کوئی حادثہ پیش آیا تو تیرے لیے کچھ اجرت نہیں ہے تو یہ اجارہ فاسد ہے۔ کذا فی الخلاصہ۔ ایک دوکان جل گئی اسکو ایک شخص نے پانچ درم ماہواری پر اس شرط سے کرایہ لیا کہ اسکی تعمیر کرادیگا بشرطیکہ اسکا خرچ

[۱۵] یعنی ایسی زمین جس میں علاوہ زراعت کے انگور کے درخت بھی کھڑے ہیں ۱۲ م

سب کرایہ مین سے کاٹ لیگا تو یہ اجارہ فاسد ہی اور اگر مستاجر باوجود اسکے اس دوکان مین رہا تو اسکو اجر المثل جہانتک ہو دینا پڑیگا اور مستاجر کو وہ خرچہ ملیگا جو اُسنے عمارت مین خرچ کیا اور بنوائی کے کام مین جو خود مستعد رہا ہے اُسکی نگرانی وغیرہ کا اجر المثل ملیگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک کاروانسرائے خراب کھنڈل ہو گئی مگر اُسمین بعض دوکانین ثابت ہین پس ایک شخص نے ثابت دوکانون کو بحساب پندرہ درم ماہواری کے اور خراب دوکانون کو پانچ درم ماہواری پر اس شرط سے لیا کہ خراب کو اپنے مال سے تیار کرا دے اور تمام کرایہ سے اسکا خرچ محسوب کرے پس شکستہ کا اجارہ لینا تاکہ بنوا کر پھر اوس سے نفع اٹھاوے فاسد ہے اگر یہ شرط کی تو عمارت موجر کی ہو گی اور مستاجر کا خرچہ موجر پر ہوگا اور مستاجر کو اس عمارت بنوائی کا اجر المثل بھی ملیگا اور موجر کو اختیار ہوگا کہ جو دوکانین اُس نے بنوائی ہین انکو واپس لے لے ولیکن جو دوکانین ثابت تھین اُنکا اجارہ جائز رہا کہ اسمین کوئی شرط مفسد نہین ہے ہکذا فی المحیط۔ اگر مستاجر پر وہ چیز واپس[1] لانے کی شرط لگائی تو جائز نہین ہی جبکہ اُس شے کی باربرداری و خرچہ پڑتا ہو اور اگر اسکی باربرداری و خرچہ نہو تو جائز ہے یہ غیاثیہ مین ہی فتاوی مین لکھا ہے کہ ایک شخص نے بڑی دیگ ایک ماہ کے لیے شیرہ انگور پکانے کے واسطے اجارہ لی اور موجر نے مستاجر پر واپسی کی شرط لگائی تو عقد فاسد ہے اور اگر یہ شرط نہ لگائی تو مستاجر پر ایک ماہ کا کرایہ واجب ہوگا خواہ وہ آدھے ماہ مین فارغ ہو جاوے یا پورے مہینہ مین کذا فی الحاوی قلت ہمارے یہان کڑھاؤ کھنڈسال کی بھی امید ہے کہ اسی حکم مین ہون۔ اور غیاثیہ مین لکھا ہے کہ پھر جب مہینہ گذر جاوے تو اُسپر کرایہ نہ چڑھیگا اگرچہ مدت تک اسکے پاس رہے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر کہا کہ ایک درم روزانہ پر کرایہ لے تو جب کام سے فارغ ہو جاوے تو پھر اُسپر کرایہ نہ چڑھیگا خواہ مالک کو واپس دی ہو یا نہ دی ہو اور اگر آدھے روز مین کام سے فارغ ہوا تو پورے دن کا کرایہ دینا پڑیگا چنانچہ ماہواری کی صورت مین آدھے مہینہ مین فارغ ہونے کا یہی حکم تھا یہ خزانۃ الفتاوی مین ہی اور اگر حباب[2] اور کوزے اجارہ لیے اور موجر نے کہا کہ جبتک تو سب مجھے صحیح و سالم واپس نہ کر دے تب تک میرا ایک درم روز تجھپر چڑھیگا اور مستاجر نے قبضہ کر لیا اور وہ ٹوٹ گئے تو حباب کا اجارہ فاسد اور کوزون کا جائز ہے یعنی اگر کوزون کی اجرت بیان کر دی اور ایسی ہی حباب کی بیان کی تو ٹوٹنے کے وقت تک کوزون کا حصۂ اجرت واجب ہوگا اور حباب مین اجر المثل واجب ہوگا یہ فتاوی کبری مین ہی۔ قاضی فخر الدین نے فرمایا کہ فتوی اسپر ہے کہ کوزون کا اجارہ فاسد نہوگا ولیکن جب کہ یہ ثابت ہو کہ اُسکی بھی باربرداری و خرچہ پڑتا ہے اور ٹکس[3] جاری ہوتا ہے اسیطرح اگر حباب کی اجرت اور کوزون کی اجرت بیان نہ کرے تو بھی عقد فاسد ہوگا اگرچہ کوزون کی باربرداری و خرچہ کچھ نہو یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ اصل مین لکھا ہے کہ ایک شخص نے ایک سال کے واسطے ایک مکان اس شرط سے کرایہ لیا کہ مجھے تین روز تک خیار ہے

[1] یعنی اجارہ تمام ہونے پر واپس پہونچانا مستاجر پر ہی ۱۲ [2] مٹکے و آبخورے ۱۲ [3] تو دکمس یعنے ایسے خرچہ کی وجہ سے اجارہ دینے مین تشویش ہوتی ہے مثلاً ایک پیسہ کے مانند بہت قلیل نہو ۱۲

پس اگر مین راضی ہوا تو سو درم کو[1] لے لونگا اور اگر مجھے پسند نہ آیا تو پچاس درم کو لے لونگا تو ایسا اجارہ فاسد ہے اور اگر اُسنے سکونت اختیار کی تو تین روز تک اور بعد تین روز کے بھی اُسپر اجر المثل واجب ہوگا اور اُسکی سکونت کے باعث سے جسقدر مکان منہدم ہو جاوے اُسکا ضامن نہوگا خواہ مدت خیار مین منہدم ہو یا اُسکے بعد اور بخلاف اسکے اگر مکان والے کے واسطے خیار کی شرط ہو تو مدت خیار کے اندر مستاجر کی سکونت کے باعث جو کچھ مکان منہدم ہوا ہو اُسکی ضمان مستاجر پر واجب ہوگی اور اگر یون کہا کہ تین روز تک مجھے خیار ہے پس اگر مین راضی ہوا تو سو درم کو اجارہ لے لونگا تو یہ جائز ہے پھر اگر اس نے سکونت اختیار کی تو خیار باطل اور اجارہ لازم ہوگیا اور جسقدر مدت رہا ہے اُسکا کرایہ دینا واجب ہوگا اور جو کچھ اُسکے رہنے سے منہدم ہوا اُسکا ضامن نہ ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر کوئی زمین اجارہ لی اس شرط سے کہ وہ زمین سو جریب ہے حالانکہ وہ کم یا زیادہ تھی تو جسقدر تھی وہ سب پوری اجرت کے عوض قرار دیجائیگی مگر کم ہونے کی صورت مین مستاجر کو اجارہ فسخ کردینے کا خیار ہوگا اور اگر عقد مین یہ بھی کہدیا ہو کہ ہر جریب اسقدر درم کو ہے تو اسی حساب سے اسکو کرایہ ملیگا یہ فتاوی غیاثیہ مین ہی۔ اگر چند ماہ معلوم کے واسطے کوئی مکان اجارہ لیا اور موجر نے سپرد نہ کیا حتے کہ کچھ مدت گذر گئی پھر مابقی مدت کے واسطے سپرد کرنا چاہا تو اُسکو اختیار ہے اور مستاجر کو کچھ انکار کا اختیار نہین ہے اسی طرح اگر مستاجر نے موجر سے قبضہ کرادینے کی درخواست کی اور اُسنے انکار کیا پھر سپرد کرنا چاہا تو اُسکو اختیار ہے اور مستاجر کو انکار کا اختیار نہین ہی۔ اور اگر کسی نے دو گھر کرایہ لیے پھر ایک گر گیا یا اُسکو لینے سے کوئی مانع پیش آیا یا ایک مین کچھ عیب پیدا ہوگیا تو دونون کو ترک کردینے کا اختیار ہے یہ بدائع مین ہی۔ اگر دو بیت کرایہ لیے اور قبضہ کے بعد ایک گر گیا تو باقی مین اسکو رد کرنے کا اختیار نہوگا بخلاف اسکے اگر قبضہ سے پہلے ایسا واقع ہو تو اختیار ہے یہ مبسوط مین لکھا ہے۔ فتاوی نسفی مین لکھا ہے کہ شیخ رہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے پن چکی اجارہ دی بشرطیکہ جو اجرت مقرر کی ہے وہ پانی جاری ہونے کے روز ہوگی اور نہ جاری ہونے کے روز بھی ہوگی تو شیخ رہ نے فرمایا کہ یہ شرط مقتضاے شرع کے خلاف ہے پس عقد فاسد ہے کیونکہ پانی نہ جاری ہونے کے روز اجرت شرعًا نہ چاہیے کذا فی الحاوی۔ ایک بیل کرایہ لیا اس شرط پر کہ بیس قفیز روز بیل چکی مین چلا کر اُس سے پیسے پھر مستاجر نے چلا کر دیکھا تو صرف دس قفیز روز پیس سکتا ہے تو مستاجر کو خیار ہوگا چاہے راضی ہو یا واپس کردے اور اگر راضی ہوا تو جو اجرت روزانہ مقرر ہوئی ہے وہی پوری دینی پڑیگی کم نہ ہوگی اور اگر واپس لیا تو جس روز کام لیا ہے اُسکی پوری اجرت دینی پڑیگی اور کمی کام سے اجرت مین کمی نہ ہوگی کیونکہ اجارہ وقت پر واقع ہوا ہی اسیواسطے اگر کچھ بھی نہ پیسا ہو تو بھی اجرت کا مستحق ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر بغداد تک کیواسطے کوئی ٹٹو کرایہ کرکے لیچلا پھر مستاجر کو معلوم ہوا کہ اس ٹٹو کو رات مین نہین سوجھتا ہے یا اڑیل ٹٹو پایا یا ٹھوکر کھاتا ہی

[1] مراد یہ کہ کوئی سبب فسخ اجارہ کا بھی ظاہر نہ ہو ۱۲ [5] قولہ لے لونگا بنا بر طرفگی ہے اور مراد یہ کہ مین نے لے لیا بصیغہ ماضی ۱۲ م -

یا موزہ کا مناسب ہے پس اگر وہ ٹٹو جو کرایہ مین ٹھہرا ہے یہی بعینہ ہو تو مستاجر کو خیار ہوگا کیونکہ شرط مین تغیر ہوا
پس جسقدر راہ چلا ہے اُس کے حساب سے اجرت دیدے کیونکہ اُسی قدر منفعت اُس نے حاصل کی ہے اور
اگر غیر معین کوئی ٹٹو ٹھہرا ہو تو ٹٹو والے کو اختیار[۵] ہے کہ کسی دوسرے ٹٹو پر اُسکو بغداد تک پہونچا دے کیونکہ
اُس نے اجارہ کا عقد اپنے ذمہ لازم کر لیا ہے۔ اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب اس ٹٹو مین عیب ہونے کے
گواہ قائم ہون یہ مبسوط مین ہے۔ خلاصہ مین ہے کہ کسی اجارہ کے عقد کو دوسرے اجارہ کے فسخ ہونے پر
معلق کرنا جائز نہین ہے مثلاً کسی شخص سے ایک ٹٹو کرایہ لیا پھر دوسرے ٹٹو والے سے کہا کہ اگر ہم دونون
اجارہ فسخ ہوا تو مین نے تجھ سے اجارہ لیا تو یہ اجارہ جائز نہین ہے یعنی اگر فسخ بھی ہو جاوے تو دوسرا
اجارہ منعقد نہوگا اور جامع الفتاوے مین لکھا ہے کہ اگر ایک شخص کو مزدور مقرر کیا کہ اس مٹی سے یا جو
فلان مقام پر میری مٹی ڈھیر ہے اُس سے ہزار اینٹین روز اس سانچہ سے تیار کردے یا کوئی سانچہ معروف[۲]
بیان کیا تو جائز ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور اگر دیوار و مکان بنانے والے سے یہ شرط ٹھہرائی کہ دیوارون
پر دھنیان رکھدے اور پر چھتیان ڈالدے اور صاف کرکے چھت پر کہگل لگا دے تو جائز ہے اور اگر اسواسطے
مقرر کیا کہ کچی اینٹون سے دیوار بنادے تو سیاہ مٹی اور اُسکا لانا معمار کے ذمہ ہوگا ولیکن اگر جگہ دور ہو تو
بعد معلوم ہونے کے مزدور کو خیار ہوگا اور اگر جگہ دکھلادی تو خیار نہ رہیگا۔ اور اگر اس واسطے مزدور مقرر
کیا کہ روڑون سے پشتہ دار دیوار بنادے اور طول و عرض بیان کردیا اور اونچائی بھی ذکر کردی تو جائز ہے
کیونکہ اس بیان سے کاریگرون کے نزدیک کام ایسا صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ پھر اُس مین فرق نہین رہتا ہے
یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر روڑون کی پشتہ دار دیوار بنانے کے لیے مزدور مقرر کیا اور فقط طول یا عرض بیان
کیا تو اجارہ جائز نہین ہے کیونکہ اتنے سے کام کا حال معلوم نہین ہوتا کذا فی المحیط

چھٹا باب ایک پر دو شرطون مین سے یا دو شرطون یا زیادہ پر اجارہ واقع ہونے کے بیان مین۔ اصل یہ ہے
کہ اگر دو چیزون مین سے ایک چیز پر اجارہ واقع ہوا حالانکہ دونون مین سے ہر ایک کا کرایہ معلوم بیان کردیا
مثلاً کہا کہ مین نے یہ مکان پانچ درم ماہواری کو یا وہ مکان دس درم ماہواری کو کرایہ دیا یا ایسا کلام دو
دوکانون یا دو غلامون کے حق مین یا بھاڑے کی صورتین دو مسافتون مختلفہ کے حق مین واقع ہوا مثلاً کہا
کہ مکہ تک دو ہزار درم یا مدینہ تک تین ہزار درم کو کرایہ دیا تو ہمارے علما کے نزدیک یہ سب جائز ہے اسیطرح
اگر تین چیزون مین اُسکو پسند کا اختیار دیا تو بھی جائز ہے اور اگر چار چیزین ذکر کین تو جائز نہین ہے اسیطرح
رنگ کے انواع اور سلائی کے اقسام مین اگر تین طرح کے رنگ یا سلائی بیان کی تو جائز ہے اور اگر زائد کیا
تو بدلیل بیع کے یہ بھی جائز نہین ہے ولیکن فرق یہ ہے کہ اجارہ بدون شرط خیار کے صحیح ہو جاتا ہے اور بیع
مین جبتک خیار نہ دے تب تک صحیح نہین ہوتی ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر کسی درزی کو ایک کپڑا دیا اور کہا کہ اگر

---

[۵] یہ اختیار دوسرے ٹٹو کے بدلنے مین ہے ورنہ پہونچانا واجب ہے ۱۲ [۲] قولہ سانچہ معروف اسواسطے کہ اگر غیر معین ہو تو فاسد ہے ۱۲ منہ

تونے فارس کے طور سے سیا تو تجھے ایک درم سلائی ملیگا اور اگر تونے رومی سلائی سی تو دو درم ملینگے یا رنگریز سے کہا کہ اگر تونے عصفر سے رنگا تو ایک درم اور اگر زعفران سے رنگا تو دو درم ملینگے تو یہ جائز ہے اور اگر درزی سے کہا کہ اگر تونے خود سیا تو ایک درم اور اگر تیرے شاگرد نے سیا تو نصف درم دونگا تو یہ صورت اور فارسی و رومی سلائی کی صورت یکسان ہے کذا فی البدائع - اور اگر بھاگے ہوئے غلام پکڑ لانے والے سے کہا کہ اگر تو بلخ سے پکڑ لایا تو تجھے دس درم اور اگر دہلی سے لایا تو بیس درم ملینگے تو یہ جائز ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور اگر کہا کہ اگر تونے یہ کپڑا سیا تو تجھے ایک درم اور اگر وہ کپڑا سیا تو دو درم ملینگے تو بھی جائز ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور اگر کہا کہ اگر تونے اس گھر مین عطار بسایا تو ایک درم اور اگر لوہار بسایا تو دو درم یا کہا کہ اگر اُسنے درزی بسایا تو ایک درم اور اگر لوہار بسایا تو دو درم کرایہ ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک اجارہ جائز ہی اور صاحبین کے نزدیک فاسد ہی - اور اگر ٹٹو کرایہ کیا اور اُسنے کہا کہ اگر حیرہ تک گیا تو ایک درم ہے اور بڑھکر قادسیہ کی راہ لی تو دو درم ہین تو یہ بھی جائز ہے اور امام محمد نے اس مسئلہ کو ذکر کر کے کچھ اختلاف بیان نہین کیا اس سے احتمال ہوتا ہے کہ شاید سب کا قول ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ امام اعظم رح کا قول ہو اور صاحبین رح کے نزدیک جائز نہو - اور اگر کوئی ٹٹو حیرہ تک اس شرط سے کرایہ کیا کہ اگر مستاجر اُسپر دس من گیہون لادے تو کرایہ ایک درم ہے اور اگر دس من جو لادے تو کرایہ نصف درم ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک نہین جائز ہے یہ کافی مین ہی - اور اگر کوئی ٹٹو کرایہ کیا بشرطیکہ اگر مستاجر نے یہ بوجھ اُسپر لادا تو دس درم کرایہ ہے اور اگر خود سوار ہوا تو کرایہ پانچ درم ہے تو امام اعظم رح کے دوسرے قول کے موافق جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک نہین جائز ہی - اور اگر ٹٹو و مکان کے مسئلہ مین یہ صورت واقع ہوئی کہ موجر نے ٹٹو یا مکان سپرد کر دیا حالانکہ مستاجر نے مکان مین سکونت اختیار نہ کی یا ٹٹو پر کچھ بوجھ نہ لادا اور نہ خود سوار ہوا تو امام اعظم رح کے مذہب کے موافق مشائخ رحمہم اللہ نے اس صورت کے حکم نکالنے مین باہم اختلاف کیا ہے بعضون نے کہا کہ موجر نے جو دو مقدار کرایہ کی بیان کی ہین انمین سے جو کم ہے وہ مستاجر کے ذمہ واجب ہوگی کذا فی المحیط اور یہی صحیح ہی یہ تبیین مین ہی - اور شیخ کرخی رح نے ذکر فرمایا کہ اگر کسی شخص نے ایک ٹٹو بغداد سے قصر نعمان تک پانچ درم مین کرایہ کیا اور اگر کوفہ تک جاوے تو دس درم کرایہ ہے پس اگر بغداد اور کوفہ کے ٹھیک درمیان مین قصر نعمان واقع ہو یعنی مسافت نصف ہو تو عقد جائز ہی اور اگر کم یا زیادہ ہو تو عقد فاسد ہی - اور یہ حکم امام محمد کی اصل پر ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک دونون صورتون مین عقد جائز ہی حاکم شہید رح نے منتقی مین ذکر کیا ہی کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے ایک ٹٹو اس شرط سے کرایہ لیا کہ اگر سوار ہوکر کوفہ تک جاؤن تو دس درم اور اگر قصر نعمان تک جاؤن حالانکہ وہ آدھی دور ہے تو پانچ درم کرایہ ہے تو یہ جائز ہے اور لکھا کہ اگر اُسنے یہ شرط کی کہ اگر قصر نعمان تک جاؤن تو چھ درم کرایہ ہے تو جائز نہین ہے کیونکہ جب وہ شخص قصر نعمان تک پہونچا تو یہ معلوم نہوگا کہ آیا اسپر پانچ درم واجب ہوئے یا چھ درم

واجب ہوے یہ محیط مین ہے ابن سماعہ رح نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے زطی کپڑو نکی گٹھری اور ہروی کپڑون کی گٹھری اُٹھانے پر ایک مزدور مقرر کیا اور کہا کہ ان دونون گٹھریون مین جو گٹھری تیرا جی چاہے میرے مکان پر پہونچادے بشرطیکہ اگر تو نے زطی کپڑون کی اُٹھائی تو تجھے ایک درم ملیگا اور اگر ہروی کی گٹھری اٹھائی تو دو درم ملینگے اُسنے دونون گٹھریان پیچھے آگے اٹھائین اور اُسکے مکان کو لیچلا تو اجارہ جائز ہے اور جون سی اول مرتبہ اُٹھائی ہے اُسی سے اجارہ متعلق ہوا اور دوسری کے اُٹھانے مین وہ متطوع ہے یعنی بطور احسان کے اُٹھائی ہے اگر ضائع ہو جاوے تو ضامن ہوگا اور یہ بالاجماع سب کے نزدیک ہے اگر اُسنے دونون کو ایک ساتھ ہی اُٹھایا تو امام اعظم رح کے نزدیک دونون مین سے ہر ایک کی نصف اجرت اسکو ملیگی اور ہر ایک گٹھری کی نصف کا ضامن ہوگا جبکہ دونون ضائع ہو جاوین اور صاحبین رح کے نزدیک اگر دونون ضائع ہون تو دونون کا ضامن ہوگا - اور نوادر ہشام مین امام محمد رح سے اس طرح مروی ہے کہ اگر مزدور سے کہا کہ اگر تو یہ لکڑی فلان جگہ پہونچادے تو تجھے ایک درم اور اگر وہ لکڑی اُسی جگہ پہونچادے تو تجھے دو درم دونگا اُسنے دونون لکڑیان یکبارگی اُسی جگہ پہونچادین تو اسکو دو درم ملینگے اور اس مسئلہ مین امام محمد نے متاجر کے بیان سے جو دونون مین سے زیادہ اجرت تھی وہ پوری متاجر کے اوپر واجب ٹھرائی اور یہ حکم گٹھریون کی روایت کے حکم سے جو بواسطہ ابن سماعہ مروی ہے مخالف ہے یہ ذخیرہ مین ہے - اگر درزی سے کہا کہ اگر اسکو تو نے آج کے روز سیا تو تجھے ایک درم اور اگر کل کے روز سیا تو نصف درم ملیگا تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ شرط اول صحیح ہے اور شرط ثانی صحیح نہین ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ دونون شرطین صحیح ہین پس اگر اُسنے اُسی روز سیا تو وہی اجرت جو بیان کر دی ہے اُس کو ملیگی اور اگر دوسرے روز سیا تو اجر المثل واجب ہوگا کہ ایک درم سے زیادہ نہوگا اور نصف درم سے کم نہوگا - اور نوادر مین ہے کہ اجر المثل دیا جائیگا کہ جو نصف درم سے زیادہ نہوگا اور قدوری نے ذکر کیا کہ نوادر کی روایت صحیح ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے - اور اگر اُسنے تیسرے روز اُسکو سیا تو بالاتفاق اجر المثل ملیگا پھر اس اجر المثل مین بھی امام اعظم رح سے روایات مختلفہ ہین ایک یہ روایت ہے کہ ایک درم سے زائد نہین اور نصف سے کم نہوگی اور یہ بھی روایت ہے کہ نصف سے زائد نہوگی اور نصف سے کم ہوگی جبکہ اجر المثل نصف درم ہوا اور یہی روایت امام اعظم سے اور صاحبین سے بھی صحیح ہے یہ فتاوی کبرے مین ہے - اور یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ جب اُسنے آج اور کل کو عقد اجارہ مین جمع کیا ہو اور اگر فقط اُسنے آج کے روز کو عقد مین ٹھہرایا مثلاً کہا کہ اگر آج کے روز تو اسکو سی دے تو تجھے ایک درم ملیگا پھر اُس نے کل کے روز اُسکو سیا تو امام اعظم رح کے نزدیک کیا حکم ہے پس بعض نے کہا کہ اسکو کچھ مزدوری نہ ملیگی اور بعض نے کہا کہ ملیگی یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر اُس نے آدھا آج سیا اور آدھا کل سیا تو اُسکو نصف آج کا ملیگا اور کل کا اجر المثل ملیگا جو چوتھائی درم سے کم نہین اور نصف سے زائد نہوگا اور صاحبین کے نزدیک تین چوتھائی درم ملیگا یہ تمرتاشی مین ہے اور اگر متاجر نے پہلے کل کا ذکر کیا پھر آج کا ذکر کیا یعنی شرط مین تو امام اعظم کے نزدیک

پہلے شرط لفظاً صحیح ہی یہ فتاوی عتابیہ مین ہی۔ اور اگر یون کہا کہ اگر تونے آج سیا تو ایک درم اور اگر کل کے روز سیا تو کچھ مزدوری نہ ملیگی پس اگر اسنے آج کے روز سیا تو اُسکو ایک درم ملیگا اور کل کے روز سیا تو اجر المثل ملیگا کہ بالاجماع ایک درم سے زائد نہ ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر یون کہا کہ جسقدر تو آج سیئے اسکی اجرت بحساب ایک درم کے اور جسقدر کل سیے اسکی نصف درم کے حساب سے ملیگی تو یہ فاسد ہی کیونکہ مجہول ہے اسی طرح اگر یون کہا کہ اتنے کپڑون مین سے جسقدر تو فارسی سلائی سیئیگا اسکی اتنی اجرت کے حساب سے مزدوری اور جسقدر رومی سلائی سیئیگا اُسکی اس حساب سے ملیگی تو یہ بھی بسبب کام مجہول ہونے کے فاسد ہے اور اگر کہا کہ سلانے کے وقت مین نے تجھے ایک درم کے حساب سے مزدور مقرر کیا اور اُسنے اُسی روز سی دیا تو اُسکو کچھ مزدوری نہ ملیگی کیونکہ اضافت صحیح ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور اگر کہا کہ مین نے آج کے روز ایک درم پر مزدور کیا پھر اگر راسے مین آدیگا تو ہر روز ایک درم کے حساب سے مزدور کرلونگا تو قیاساً اجارہ فاسد ہے اور استحساناً جائز ہی کذا فی محیط السرخسی قلت الحکم مبنے علی قطع الیوم وتعلیقہ بالبد ورد الخطر فاذا اشتمل العقد علیہا سری الفساد فیہما ہذا ہو القیاس والاستحسان کانہ علی ما قعار نوہ من عدم التعلیق علی الخطر ہذا ولیس یخفے البحث عنہ کثیر طائل فالترک اولی متصلات اسی فصل سے یہ مسائل بھی متصل ہین کہ جب عقد اجارہ مین وقت اور کام کو جمع کیا تو کیا حکم اور کیا صورتین ہین۔ اگر ایک شخص کو مزدور مقرر کیا کہ آج رات تک ایک درم مین میرا کام کرے خواہ رنگریزی یا روٹی پکانا یا اور کوئی کام تو ایسا اجارہ فاسد ہے یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک استحساناً جائز ہے اور یہ عقد کام پر قرار دیا جائیگا نہ دن پر حتے کہ اگر آدھے دن مین اس کام سے فارغ ہوا تو اُسکو پوری اجرت ملیگی اور اگر آج کے روز فارغ نہ ہوا تو مستاجر کو اختیار ہے کہ اس سے دوسرے روز وہی کام لے۔ اور اگر کوئی ٹٹو کوفہ سے بغداد تک کسی اجرت معلوم پر تین روز کے واسطے کرایہ کیا اور مدت و مسافت و کام ذکر کردیا تو اسمین بھی ایسا ہی اختلاف ہے اسی طرح اگر کچھ اناج ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے واسطے آج رات تک مزدور کیا تو اسمین بھی ایسا ہی اختلاف ہے جیسا ہم نے کل کے روز بھی کام لینے مین بیان کیا یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اور اگر کسی شخص کو اسواسطے مزدور مقرر کیا کہ میرے لیے آج کے روز اس کپڑے کی قمیص ایک درم مین سی دے تو امام اعظم رح کے نزدیک نہین جائز ہی۔ اور اگر یون کہا کہ قمیص سی دے یا ایک قفیز آٹے کی روٹی پکادے اور وقت مقرر نہ کیا تو بالاتفاق جائز ہی۔ اور اگر کہا اس کپڑے کی قمیص آج تیار کردے تو جائز ہے یہ فتاوی عتابیہ مین ہی۔ اور اجارات الاصل مین لکھا ہے کہ اگر ایک شخص ایک بیل اسواسطے کرایہ لے کہ ہر روز دس قفیز گیہون چکی مین چلکر پیس دے تو ایسا اجارہ جائز ہی اور اسمین کوئی اختلاف بیان نہین کیا بین بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم صاحبین کے قول پر ہونا چاہیے اور امام اعظم کے قول پر روٹی کے مسئلہ پر قیاس کرکے فاسد ہونا چاہیے اور بعضون نے کہا کہ یہ اجارہ بالاتفاق جائز ہے۔ اور نیز کتاب الاصل مین لکھا ہے کہ اگر نانبائی پر یہ شرط لگائی کہ یہ دس ڈھیری

آٹا پکادے اور آج ہی فارغ ہو جاوے تو بالاتفاق جائز ہے اگرچہ وقت اور کام دونون مذکور ہین یہ ذخیرہ مین ہے - ایک شخص نے ایک درزی کو کپڑا دیا کہ اسکی قمیص قطع کرکے سی دے بشرطیکہ آج ہی فارغ ہو جاوے یا ایک شخص نے کسی سے کچھ اونٹ مکہ تک کرایہ لیے کہ بیس روز مین مکہ مین داخل ہو جاوے ہر اونٹ کی بیس دینار کے حساب سے اجرت مقرر کی اور اس سے زیادہ نہ کہا تو امام محمد رح نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ ایسا اجارہ جائز ہے پس اگر اُسنے شرط پوری کردی تو جو اجرت بیان کی ہے وہ ملیگی اور اگر شرط پوری نہ کی تو اجر المثل ملیگا جو اس مقدار بیان کردہ شدہ سے زائد نہو گا اور یہی صاحبین رح کا قول ہے - اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ اگر کسی شخص سے کوئی ٹٹو ایام معلوم کے لیے کرایہ لیا اور کچھ ذکر نہ کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک نہین جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہی - اور اگر درزی سے کہا کہ مین نے تجھے آج کے روز مزدور کیا تاکہ تو یہ قمیص ایک درم مین سی دے یا نانبائی سے کہا کہ مین نے تجھے آج کے روز مزدور کیا تاکہ تو یہ ایک قفیز آٹا ایک درم مین پکاوے تو امام اعظم رح کے نزدیک نہین جائز ہے اور صاحبین رح کے نزدیک جائز ہے اور کرخی نے کہا کہ امام اعظم سے اس مسئلہ مین دو روایتین نہین ہین صحیح یہ ہی کہ اس مسئلہ مین امام سے دو روایتین ہین اور صحیح مذہب امام کا یہ ہے کہ اجارہ فاسد ہے خواہ اُس نے کام کو مقدم بیان کیا یا موخر کیا جبکہ اجرت کو بعد وقت و کام کے ذکر کیا ہو - اور اگر اُس نے وقت کو پہلے ذکر کیا پھر اجرت بیان کی پھر اسکے بعد کام بیان کیا یا پہلے کام بیان کیا پھر اجرت بیان کی تو عقد فاسد نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی قال المترجم اور اس اصل کے موافق جس طرح مترجم نے ترجمہ کیا ہی اسی طرح امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہوگا پس جو صورت ناجائز ہونے کی ہی وہ یون ہے کہ مین نے مزدور کیا تاکہ سی دے تو یہ قمیص ایک درم مین - یا تاکہ پکادے تو یہ قفیز آٹا ایک درم مین - وزعم المترجم ان لا یکون الفرق نافعًا فی اختلاف الحکم فی اسانا مع انہ لیست فیما تلک المحاورۃ فتامل واللہ اعلم بالصواب اور جب اجارہ فاسد ٹھہرا پس اگر اُسکا فاسد ہونا بسبب اجرت مسمی کے مجہول ہونے کے ہو یا بسبب اجرت بیان نہونے کے ہو تو اجر المثل واجب ہوگا چاہے جسقدر ہو مثلاً اگر کوئی گھر یا دوکان ایک سال کیواسطے سو درم پر کرایہ لی بشرطیکہ مستاجر اُسکی مرمت کرادے تو مستاجر پر اجر المثل واجب ہوگا چاہے جسقدر ہو یعنی خواہ سو درم ہون یا زیادہ ہون یا کم ہون کیونکہ جب مستاجر کے ذمہ مرمت کی شرط لگائی تو مرمت بھی اجرت مین ہو گئی پس اجرت مجہول ہو گئی - اور اگر اجارہ اس باعث سے فاسد ہوا کہ اسمین کوئی شرط فاسد لگائی تھی تو مالک کو اجر المثل ملیگا مگر جو اجرت بیان کی ہے اُس سے بڑھایا نہ جاوے گا یہ ظہیریہ مین ہے - اور کتاب الاصل مین لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنا غلام کسی جولاہہ کو دیا تاکہ اُسکو بُننا سکھلا دے اور شرط کی کہ تین مہینہ مین اُسکو فلان فلان بنائی مین خوب ہوشیار کامل کر دے تو یہ جائز نہین ہی اور صاحبین رح کے نزدیک جائز ہونا چاہیے اگرچہ کامل ہوشیار کر دینا جولاہہ کی وسعت مین نہین ہے اور اجارہ فاسد

ہونے مین امام اعظم رح کے نزدیک اصل یہ ہے کہ وقت و عمل کو جمع کرنے کی صورت مین امام رح کے نزدیک اجارہ جبھی فاسد ہوتا ہے کہ جب اُسنے عقد اجارہ مین وقت و عمل کو اسطرح ذکر کیا کہ ہر ایک اگر تنہا ذکر کیا جاوے تو معقود علیہ ہونے کی صلاحیت رکھے۔ اور اگر اس طرح ذکر کیا کہ ہر ایک تنہا ذکر کرنے سے معقود علیہ نہین ہو سکتا ہو تو عقد فاسد نہ ہوگا اور اسکی صورت وہ ہے جو معمار کے اجارہ لینے کے آخر باب مین ذکر کی ہو کہ اگر کسی نے دوسرے کو رات تک کے واسطے اسلیے مزدور کیا کہ گچ اور پختہ اینٹ سے عمارت بنا دے تو بلا خلاف جائز ہے اگرچہ اُس نے وقت و عمل کو جمع کیا ہے ولیکن چونکہ ایسے طور سے جمع نہین کیا کہ تنہا معقود علیہ ہو سکے اسواسطے جائز ہے کیونکہ اُسنے مقدار عمل بیان نہ کی اور جب تک مقدار عمل بیان نہ ہو تب تک تنہا اجارہ مین معقود علیہ نہین ہو سکتا ہے اور اگر اسنے عقد اجارہ فقط مدت پر قرار دیا ہے اور عمارت بنانے کا ذکر فقط نوع عمل بیان کرنے کے واسطے ہو حتیٰ کہ اگر اسنے کام کی مقدار بھی بیان کی ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک اجارہ جائز نہ ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی نے دوسرے شخص کو اجیر مقرر کیا ماہواری ایک درم پر تاکہ پیس دے ہر روز ایک قفیز گیہون رات تک تو یہ فاسد ہے اور اس مسئلہ کو ذکر کر کے کچھ اختلاف بیان نہ کیا حالانکہ امام اعظم رح کے قول پر تو یہ جواب صحیح ہے ولیکن صاحبین رح کے قول پر اشکال ہی کہ اُنکے نزدیک جائز ہونا چاہیے پس بعض مشائخ نے یون کہا کہ اسی مسئلہ سے ثابت ہوتا ہے کہ صاحبین رح نے امام اعظم کے قول کی طرف رجوع کر لیا ہے اور بعض نے کہا کہ جو حکم اس مسئلہ مین مذکور ہے وہ صاحبین رح کا قول بحکم قیاس ہی اور جو سابق مین مذکور ہوا ہے وہ صاحبین رح کا قول بحکم استحسان ہی شیخ امام ابو بکر محمد بن الفضل رح نے فرمایا کہ اس[۱] جنس کے مسائل مین اصل یہ ہی کہ اگر کسی شخص کو کسی کام کے واسطے اجیر مقرر کیا پس اگر وہ کام ایسا ہو کہ اگر اجیر فی الحال اس کام کو شروع کر دینا چاہے تو کر سکے تو اجارہ جائز ہوگا خواہ اس مین وقت مذکور کیا ہو یا نہ کیا ہو مثلاً یون کہا کہ مین نے تجھے مزدور مقرر کیا تاکہ پکا دے تو بیس من آٹے کی روٹی ایک درم مین تو جائز ہے بشرطیکہ مستاجر اُس وقت روٹی پکانے کی چیزون کا مثل آٹے وغیرہ کے مالک ہو۔ اور اگر اُس نے مقدار عمل بیان نہ کی ولیکن اسکے واسطے ایک وقت بیان کر دیا مثلاً کہا کہ مین نے تجھے اجیر کیا تاکہ روٹی پکاوے تو آج شام تک ایک درم مین تو بھی جائز ہی۔ اور اگر کہا کہ بدین دہ درم دیوار من باز کن یعنی ان دس درم پر میری دیوار کھود دے تو جائز ہے خواہ اُسکے واسطے وقت بیان کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر کہا کہ بدین یک درم این خرمن باز کن یا اس ایک درم پر یہ کھلیان صاف کر دے پس اگر اُسکے واسطے کوئی وقت بیان نہ کیا تو جائز نہین ہی اور اگر وقت بیان کیا تو دو صورتین ہین کہ اگر اُسنے وقت پہلے بیان کیا پھر اجرت بیان کی مثلاً کہا کہ مین نے تجھے اجیر مقرر کیا آج کے روز ایک درم مین تاکہ یہ خرمن صاف کر دے تو جائز ہے کیونکہ اس نے کام معلوم کے واسطے اجارہ کیا ہے اور اجرت کو بیان کام کے بعد ذکر کیا پس کچھ تغیر نہین

[۱] قلت یحتمل ان یکون ہذا علی وجہ الاجتہاد من الشیخ ۱۲

ہوگا۔ اور اگر اسنے اجرت پہلے بیان کر دی پھر کام بیان کیا مثلاً کہا کہ مین نے مزدور کیا ایک درم مین آج کے روز
تاکہ تو اس خرمن کو صاف کر دے تو جائز نہین ہی کیونکہ عقد اجارہ پہلے اجرت پر واقع ہوا پھر کام پر حالانکہ اجرت
کا ذکر کرنا بعد کام کے بیان کرنے کے چاہیے پس جب کام معدوم یا مجہول رہا تو اجرت بیان کرنے کے بعد وقت کا
ذکر کرنا استعجال کی غرض سے ہو یعنی آج ہی اس کام کو کر دے تاخیر نہ کرے پس وقت کا ذکر کرنا اسواسطے نہ ہوا کہ
عقد اجارہ کا وقوع منفعت پر ہے اسلیے جائز نہ ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔

ساتوان باب مستاجر نے جو چیز اجارہ لی ہو اُسکے اجارہ دینے کے بیان مین۔ اصل[۱] ہمارے نزدیک یہ ہی کہ
جس چیز سے لوگ یکسان نفع اُٹھاتے ہین کچھ تفاوت نہین ہوتا اُسکے اجارہ دینے کا مستاجر مالک ہوتا ہے
یہ محیط مین ہی۔ اگر مستاجر نے کوئی مال منقول اجارہ لیا تو قبضہ کرنے سے پہلے اُسکو اجارہ پر نہین دے سکتا
یعنی جائز نہین ہے اور اگر غیر منقول ہوا اور قبضہ سے پہلے اجارہ پر دیا تو امام اعظم رح و[۲] امام محمد رح کے
نزدیک جائز ہے اور امام ثانی رح کے نزدیک مثل بیع کے جائز نہین ہی اور بعض نے کہا کہ اجارہ مین بالاتفاق
جائز نہین ہی اور بیع مین اختلاف ہے یہ شرح طحاوی مین ہی اگر کوئی گھر کرایہ لیکر قبضہ کر لیا پھر دوسرے کو
اجارہ پر دیدیا تو جائز ہے بشرطیکہ جتنے کو اجارہ لیا ہے اُتنے ہی کو یا اُس سے کم کو اجارہ دیا ہو اور اگر زیادہ
پر دیا تو بھی جائز ہے ولیکن اگر اُسکی اجرت اسی جنس سے ہو جسکے عوض اجارہ لیا ہے تو زیادتی اسکو حلال
نہین صدقہ کر دے اور اگر اُسکی جنس سے مخالف ہو تو زیادتی اُسکو حلال ہی اور اگر اس نے گھر مین کوئی کنوان
کھدایا یا کہگل کرائی یا کوزا درست کرائے یا دیوار کی درستی کرائی ہو اور پھر جس اجرت سے کرایہ لیا ہے اُسی جنس
کی زیادہ اجرت پر کرایہ دیا تو زیادتی اُسکو حلال ہی اور جھاڑو دلوا کر صاف کرا دیا کوئی ایسی اصلاح نہین ہے
جسسے زیادہ کرایہ حلال ہو جائے اور مستاجر کو اختیار ہے کہ جسکو چاہے کرایہ پر دیدے لیکن ایسے لوگون کو نہین
دے سکتا ہے کہ جنکے کام سے عمارت کو ضرر پہونچتا ہے جیسے لوہار و کندی گر و پسائی والے اور انکے مانند لوگ
کہ اُنکے کام سے ضرر پہونچتا ہے یہ سراج الوہاج مین ہے اور اگر اُس نے اس گھر کو اپنے کسی ایسے مال کے
ساتھ جسکو اجارہ دے سکتا ہے ملا کر اجارہ دیدیا تو بھی اگر اُسی جنس کی زیادہ اجرت پر کرایہ دیا جس سے
خود اجارہ لیا ہے تو زیادتی حلال ہی یہ محیط مین ہی۔ اور خصاف نے کتاب الحیل مین لکھا ہے کہ اگر کرایہ کے
گھر کو کوڑے سے صاف کر کے جس جنس اجرت پر کرایہ لیا ہے اسی جنس کی زیادہ اجرت پر کرایہ دیا تو زیادتی
حلال نہین ہے اور اگر یون ہی زیادہ اجرت پر اجارہ دیا اور وقت اجارہ کے یون کہا کہ اسقدر اجرت پر
دیتا ہون اس شرط سے کہ مین گھر کو کوڑے سے صاف کرا دون تو زیادتی اُسکو حلال ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور شیخ
الاسلام نے شرح کتاب الحیل مین لکھا ہے کہ زمین کرایہ لی اور زمین کا[۳] ربع تہائی تو یہ ایسی زیادتی ہی کہ جس سے

[۱] قلت الظاہر ان ہذا البیان لاصل صاحبیہ والا فہذا مخالف لما ذکرہ الامام قاضی خان من اصل ابی حنیفۃ رح فان کلا من العقدین لا یجوز علی ذکرہ سابقا من اصلہ فتامل ہو منہ [۲] نسخہ مین اتفاق امام ابوحنیفہ و ابویوسف ہے اور اختلاف امام محمد لیکن کتاب البیوع کیطرف رجوع کرنا چاہیے [۳] یعنی ہوئی تائی ۱۲

ہمجنس اجرت کی زیادتی مستاجر کو حلال ہوگی اسی طرح جو کام ایسا ہو کہ وہ قائم رہے تو اُسکی وجہ سے زیادتی
اجرت حلال ہوتی ہے اور اگر اس زمین کی نہرین اُگروادین یعنی کیچڑ صاف کرادی تو خصاف نے لکھا کہ اس سے
بھی زیادتی اجرت حلال ہوجاتی ہے اور قاضی ابوعلی نسفی نے فرمایا کہ ہمارے اصحاب اس صورت مین
متردد ہین بعضی اسکو زیادتی شمار کرتے ہین اور کہتے ہین کہ مستاجر پر پانی بہانا آسان ہوجائیگا اور سینچنے
مین اسکو سہولت ہوگی پس یہ بھی زیادتی ہے اور بعضے اسکو زیادتی نہین شمار کرتے ہین۔ اور نوادر بشر مین
امام ابویوسف رح سے روایت ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک ہی صفقہ مین دو چیزین اجارہ لین اور ایک
مین کچھ بڑھایا اور بعضے نسخون مین[1] ہے کہ ایک مین کچھ اصلاح کی تو اسکو اختیار ہے جس اجرت پر لیا ہے اس سے
زیادہ اُسی جنس کی اجرت پر دونون کو کرایہ دیدے اور اگر علیحدہ علیحدہ صفقہ مین لی ہون تو دونون کو
زیادہ اجرت پر نہین دے سکتا ہے یہ محیط مین ہے۔ اور امام ابوعلی نسفی اپنے استاد سے نقل کرتے تھے کہ مستاجر نے
اگر اپنے موجر کو اجارہ پر دی تو نہین جائز ہے اور اگر کسی دوسرے کو کرایہ دی اور دوسرے نے موجر کو کرایہ
دیدی تو جائز ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ امام محمد سے مروی ہے کہ مالک کو اجارہ پر دینا صحیح نہین ہے
خواہ کوئی شخص ثالث درمیان مین پڑے یا نہ پڑے اور عامہ مشائخ کا یہی مذہب ہے اور یہی صحیح ہے اور اسی پر
فتوی ہے یہ دجیز کردری مین ہے۔ اور دوسرا اجارہ واقع ہونے کے بعد اگر موجر اول نے وہ شے مستاجر سے
اجارہ لیکر اپنے قبضہ مین کر لی تو پہلے مستاجر سے اجرت ساقط ہوجائیگی اور اگر اپنے قبضہ مین نہ لی ہو تو ساقط
نہوگی کذا فی فتاوی قاضی خان پھر جب ہمارے نزدیک یہ فعل صحیح نہین ہے تو آیا پہلے عقد کا فسخ ہوگا یا نہین
پس اسمین مشائخ کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ فسخ ہوگا یہ طحاوی نے ذکر کیا ہے کذا فی سراج الوہاج اور
شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا ہے کہ مستاجر نے اگر اجارہ کی چیز کو موجر کو کرایہ پر دیدیا تو بعض نے فرمایا کہ پہلا
عقد فسخ ہوجائیگا اور یہ صحیح نہین ہے کیونکہ دوسرا عقد فاسد ہے اور فاسد عقد کو اتنی قدرت نہین ہے کہ
عقد صحیح کو دور کر دے اور عامہ مشائخ کے نزدیک فسخ نہ ہوگا ولیکن اگر یہی صورت برابر باقی رہی یہانتک
کہ اجارہ تمام ہوگیا تو پہلا عقد باطل ہوجائیگا مگر اسواسطے باطل نہین ہوگا کہ دوسرے عقد نے پہلے کو فسخ کر دیا
بلکہ اسواسطے باطل ہوگا کہ منافع رفتہ رفتہ پیدا ہوتے جاتے ہین اور اجارہ مین موافق حدوث منافع کے مستاجر
کو سپرد کرنا واقع ہونا چاہیے اور جب موجر نے اسکو دوبارہ مستاجر سے لیلیا تو جو منافع پیدا ہوتے جاتے ہین
اسکے موافق اسنے کرایہ کی چیز کو مستاجر کے سپرد نہ کیا پھر جب برابر یہی بات رہی اور مدت گذر گئی تو استیفاے
منفعت کی قدرت پانے سے پہلے مدت گذری پس ظاہر ہے کہ اجارہ خواہ مخواہ فسخ ہوگا حتی کہ اگر کچھ مدت
گذر جانے کے بعد مستاجر اول نے چاہا کہ مکان واپس لیوے تاکہ باقی مدت اسمین رہے تو اُسکو جائز ہے کیونکہ
جسقدر منفعت تلف ہوچکی ہے صرف اسی قدر کا عقد فسخ ہوا ہے اور باقی کا بحالہ باقی ہے یہ وجیز کردری مین لکھا ہے

[1] فی الکتاب واصلح بالواؤ او بالتردید ۱۲ م

اور اگر مالک اس مکان مین ایسے اجارہ کی وجہ سے رہا تو مالک پر کچھ اجرت واجب نہوگی یہ حاوی مین
ہے اور اگر مستاجر نے اجارہ کا مکان مثلاً مالک کو عاریت دیدیا تو مستاجر کے ذمہ سے اجرت ساقط نہوگی
اور اسمین مشائخ کے درمیان کچھ اختلاف نہین ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مستاجر نے وہ مکان مالک
کے باپ یا بیٹے یا مکاتب یا غلام قرضدار کو اجارہ پر دیدیا تو باتفاق الروایات جائز ہے اور پہلا اجارہ
فسخ نہوگا اور اگر غلام پر قرض نہو تو نہین جائز ہے اور اگر اسکے سپرد کردیا تو پہلا اجارہ فسخ نہوگا یہ تاتارخانیہ
مین ہے۔ اور اگر کوئی زمین اجارہ لیکر پھر مزارعت پر مالک کو دیدی پس اگر مالک کی طرف سے بیج ٹھہرے
ہون تو نہین جائز ہے کیونکہ موافق ظاہر الروایۃ کے یہ اجارہ فسخ ہے اور اگر بیج مستاجر کی طرف سے ٹھہرے
ہون تو جائز ہے کیونکہ مالک پہلی صورت مین مستاجر ہوتا ہے اور دوسری صورت مین اجیر ہوتا ہے
یہ ظہیریہ مین ہے۔ مستاجر نے اگر مالک زمین کو اسی زمین مین کام کرنے کے واسطے کچھ اجرت معلوم پر مزدور
مقرر کیا تو جائز ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ نوادر ابن سماعہ مین امام محمد رح سے روایت ہے کہ
ایک شخص نے دوسرے سے کوئی گھر یا زمین کرایہ لی اور مستاجر نے دونون مین کچھ زیادتی کردی یعنی
عمارت بڑھادی پھر مالک کو اجارہ دیا یا عاریت دیا تو پہلے اجارہ کا نقض ہے اور نوادر ابن سماعہ مین صورت
اجارہ مین لکھا ہے کہ مالک مکان پر بقدر حصہ عمارت مستاجر کے اجرت واجب ہوگی اور حاکم شہید رح نے
فرمایا کہ یہ مسئلہ فقط تنہا عمارت کے اجارہ لینے کی دلیل ہے کہ جائز ہے۔ غاصب نے اگر مغصوب شے کسی غیر شخص
کو اجارہ پر دیدی پھر مستاجر نے وہی شے غاصب کو اجارہ دیکر اجرت لے لی تو غاصب کو اختیار ہوگا کہ
جسقدر اجرت اُس کو دیدی ہے واپس کرلے یہ محیط مین ہے۔ غاصب نے مغصوب چیز کسی شخص کو اجارہ پر دی
پھر مدت کے بعد مالک نے اجازت دی تو اجازت سے پہلے کا جسقدر کرایہ ہوگا وہ غاصب کا ہوگا کیونکہ اسی نے
(یعنی سوائے مالک کے ۱۲)
عقد اجارہ قرار دیا ہے اور مالک کی اجازت دینے کے بعد پھر مالک کا ہوگا کیونکہ غاصب تو فضولی درمیانی
ہے اور اگر مالک نے اجازت ندی یہانتک کہ اجارہ کی مدت پوری ہوگئی تو پورا کرایہ غاصب کا ہوگا اور اس
مسئلہ کی اصل نظیر یہ ہے کہ اگر مالک نے اپنے غلام کو ایک سال تک کے واسطے اجارہ پر دیا پھر سال کے
بیچ میں اسکو آزاد کردیا اور غلام آزاد نے مالک کے اجارہ کی اجازت دیدی تو گذشتہ کرایہ سب مالک
کو ملیگا اور آیندہ کا کرایہ غلام آزاد کا ہوگا۔ اور شیخ قدوری رح نے فرمایا کہ اجارہ بھی باقی عقود
کے مثل ہے پس اگر کچھ منفعت حاصل کرنے سے پہلے مالک نے اجازت دی تو تمام اجرت مالک کو ملیگی اور
اگر پوری منفعت حاصل کرنے کے بعد اجازت دی تو اجازت کا اعتبار نہین اور کل اجرت عقد کرنے والے
کو ملیگی اور اگر تھوڑی مدت گذرنے کے بعد اجازت دی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک گذشتہ و آیندہ
سب مدت کا کرایہ مالک کو ملیگا اور جو حکم ہمنے پہلے ذکر کیا ہے وہ امام محمد رح کا قول ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے
اور اگر چند سال کے واسطے غاصب نے مغصوب چیز کرایہ پر دیدی اور یہ چند سال گذر گئے پھر مالک نے دعوی کیا

کہ مین نے اجازت دیدی تھی تو بدون گواہون کے اُسکا قول قبول نہ ہوگا اور اگر دعوے کیا کہ مین نے غاصب کو یہ حکم دیا تھا تو قول قبول ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی جس شخص نے بطور اجارہ فاسد کے کوئی شے کرایہ لی اور دوسرے شخص کو اجارہ صحیحہ پر اجارہ دی تو جائز ہے کذا فی الصغری اور نصاب مین لکھا ہے کہ یہی صحیح ہی اور سراجیہ مین ہی کہ ایسا ہی امام ظہیر الدین مرغینانی نے فتوے دیا ہے یہ تاتارخانیہ مین ہی پھر واضح ہو کہ جسکے نزدیک اجارہ فاسد پر لیکر دوسرے کو اجارہ صحیحہ پر دیدینا جائز ہے اگر متاجر نے اس صورت مین دوسرے کو اجارہ صحیحہ پر دیدی تو پہلے موجر کو اختیار ہوگا کہ دوسرا اجارہ نقض کرادے جیسا کہ بیع کی صورت مین ہی مثلاً کوئی چیز بطور بیع فاسد کے خریدی اور کسی شخص کو بطور اجارہ صحیحہ کے کرایہ پر دیدی تو بائع کو اجارہ توڑ دینے کا اختیار ہی متاجر نے اگر وہ زمین دوسرے شخص کو اجارہ پر یا مزارعت پر دیدی پھر متاجر اول نے پہلا عقد اجارہ فسخ کردیا تو دوسرے عقد اجارہ کے فسخ ہوجانے مین مشائخ کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ فسخ ہوجائیگا چاہے دونون اجارون کی مدت متحد ہو یا مختلف ہو یہ محیط مین ہی۔ اور مدت متحد ہونے کے یہ معنی ہین کہ جتنے روز پہلے اجارہ کے فسخ ہوجانے کے قرار دیے گئے ہین اتنے ہی روز دوسرے کے فسخ کے ٹھہرے ہون یہ فتاوے صغرے مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے شخص سے ایک موضع اجارہ طویلہ[1] پر اجارہ لیا پھر متاجر نے وہ موضع موجر کے غلام کو اجارہ دیا پس اگر غلام نے بدون مالک کی اجازت کے لیا ہے تو جو کچھ اسنے اپنے غلام سے راس المال سے لیا اسکو متاجر کے حساب مین محسوب نہ کریگا۔ اور اگر غلام نے مالک کی اجازت سے اجارہ لیا ہے تو اُسمین شیخ امام رح نے توقف فرمایا اور صحیح یہ ہی کہ غلام کا باجازت مالک اجارہ لینا مثل مالک کے خود اجارہ لینے کے ہے کذا فی جواہر الاخلاطی بشرطیکہ اس صورت مین غلام قرضدار نہو یہ کبرے مین لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے کو اپنا گھر ایک درم ماہواری پر کرایہ دیکر سپرد کردیا پھر کسی شخص کے ہاتھ اسکو فروخت کردیا اور مشتری کرایہ مقررہ اُس متاجر سے وصول کرتا رہا اور اسی طور سے ایک زمانہ گذر گیا اور مشتری نے بائع سے وعدہ کیا تھا کہ جب تو میرا ثمن مجھے واپس دیگا تب مین یہ گھر تجھے پھیر دونگا اور جو کچھ مین نے متاجر سے کرایہ وصول کیا ہوگا وہ ثمن مین محسوب کردونگا پھر بائع درم لیکر آیا اور چاہا کہ کرایہ ثمن مین محسوب کرے تو مشائخ رح نے فرمایا کہ جب مشتری نے متاجر سے کرایہ وصول کیا تب ہی یہ اجارہ از سر نو قرار پایا پس جو کچھ مشتری نے وصول کیا وہ مشتری کی ملک ہوا کیونکہ اُسی کے عقد اجارہ وصول ہوا ہے اور بائع کو اختیار نہین ہے کہ اسکو ثمن مین داخل کرے اور جو مشتری نے بائع سے کہا کہ گھر واپس کرنے کے وقت مین اسکو ثمن مین محسوب کردونگا یہ قول ایک وعدہ ہے پس اگر اسنے اپنا وعدہ وفا کیا تو بہتر ہے ورنہ اُسپر وفا کرنا حق واجب نہین ہے اور اگر دونون نے یہ امر بیع مین شرط ٹھہرایا ہو تو بیع فاسد ہوگی یہ ظہیریہ مین ہی۔ کتاب الاجارہ مین ہے کہ اگر کسی شخص نے کچھ مدت معلومہ کے واسطے ایک خیمہ کرایہ لیا تو اسکو اختیار ہے کہ دوسرے کو کرایہ پر دیدے کیونکہ اس سے نفع اُٹھانے مین لوگون کا

---

[1] اجارہ طویلہ پچیس تیس برس ۱۲ م - ۲ - ۲ - ۲ - ۲ - ۲ - ۲ - ۲ - ۲ - ۲ -

حال یکسان ہی جیسے بیت کا حال ہے اور اگر اسکو باورچی خانہ بنایا تو ضامن ہوگا لیکن اگر وہ خیمہ اسی واسطے رکھا گیا ہو کہ اسمین کھانا پکایا جاوے تو ضامن نہ ہوگا جیسے پلاس کا خیمہ یہ تاتارخانیہ مین ہی۔

آٹھوان باب بغیر لفظ کے اجارہ منعقد ہونے کا بیان اور بقاے اجارہ وانعقاد اجارہ کے حکم کا بیان باوجود آنکہ کوئی شے اجارہ کی منافی پائی جاتی ہو۔ ایک گھر ایک مہینہ کے واسطے کرایہ لیا اور دو مہینہ رہا تو دوسرے مہینہ کا اُسپر کچھ کرایہ نہ ہوگا یہ حکم کتاب مین مذکور ہے اور ہمارے اصحاب سے مروی ہے کہ واجب ہوگا اور شیخ کرخی اور امام محمد بن سلمہ سے مروی ہے کہ انھون نے دونون روایتون مین اسطرح توفیق دی ہے کہ حکم کتاب ایسی چیز مین ہے جو کرایہ پر چلانے کے واسطے نہین مقرر کی گئی ہے اور دوسری روایت یعنی کرایہ واجب ہونے کی ایسی چیز مین ہے جو اسی واسطے ہو اور اس حکم مین خواہ گھر ہو یا حمام ہو یا زمین سب یکسان ہے کچھ تفصیل نہین ہی اور صدر الشہید رح نے فرمایا کہ اسی پر فتوے ہے یہ خزانۃ الفتاوے مین ہی۔ اگر کوئی کسی غیر کے گھر مین بسنے لگا حالانکہ کوئی عقد اجارہ دونون مین نہین ٹھہرا ہے پس اگر وہ گھر اسی واسطے رکھا گیا ہو تو کرایہ واجب ہوگا اور اگر اسی واسطے نہین ہی تو واجب[1] نہوگا ولیکن اگر مالک مکان نے اُس سے کرایہ کا تقاضا کیا اور بعد تقاضہ کے بھی اُسنے سکونت اختیار کی تو اب کرایہ واجب ہوگا کیونکہ یہ امر دلالت کرتا ہے کہ اجارہ پر راضی ہوا۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ جو مکان کرایہ کے واسطے رکھا گیا ہے اُسمین رہنے سے کرایہ جب ہی واجب ہوگا کہ جب بطور اجارہ کے رہا ہو اور یہ امر اُسکے حالات سے بطور دلالت کے ثابت ہوا ہو یعنی اسکے حالات اس بات کی دلیل ہون کہ بطور کرایہ کے رہا ہے اور اگر کسی دوسری وجہ سے مثلاً ملکیت کی تاویل کرکے رہا ہو جیسے ایک بیت یا دکان دو شخصون مین مشترک ہے انمین سے ایک شخص اسمین رہا تو رہنے والے پر کرایہ واجب نہوگا اگرچہ وہ دکان وغیرہ کرایہ پر چلانے کے واسطے رکھی گئی ہو یہ محیط مین ہی۔ ایک سراے مین ایک شخص اترا تو یہ کرایہ پر قرار دیا جائیگا اور اُسکی تصدیق نہ کیجاویگی کہ بلا کرایہ ہے ایسا ہی محمد بن سلمہ رح اور ابو نصر بن سلام نے فرمایا ہے اور اسی کو فقیہ ابو بکر و فقیہ ابو اللیث رح نے اختیار کیا ہے اور قاضی فخر الدین رح نے فرمایا کہ فتوے اس طرح ہے کہ اُسکا رہنا اجرت پر قرار دیا جائیگا ولیکن اگر کسی قرینہ سے یہ بات معلوم ہو کہ بلا اجرت ہے تو ہو سکتا ہے مثلاً وہ شخص ظالم مشہور رہو یا غاصب مشہور ہو یا وہ لشکری ہو کہ اسکے حال سے معلوم ہے کہ وہ کوئی رہنے کی جگہ کرایہ پر نہین لیتا ہے یہ مضمرات مین ہی۔ کرایہ کی دوکانین ہین انمین سے ایک دوکان مین ایک شخص آکر رہا تو شیخ محمد بن سلمہ رح نے فرمایا کہ اجر المثل واجب ہوگا اور اگر اُسنے غصب کا دعوی کیا تو اُسکے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی جبکہ وہ مالک کی ملک کا مقر ہے اور اگر اُسنے اپنی ملک کا دعوی کیا تو اجرت واجب نہوگی اگرچہ مالک نے اپنی ملک ہونا بدلیل ثابت کردیا ہو اسیطرح اگر کسی حمام مین گیا اور غصب کی راہ سے گھس جانیکا دعوی کیا تو سماعت نہوگی یہ ذخیرہ کردری مین ہی۔ اور اگر

[1] بلکہ وہ غاصب اور نقصان کا ضامن ہے ۱۲م

کرایہ کی چیز کسی نابالغ کی ہو تو دیکھنا چاہیے کہ اجر المثل کسقدر ثابت ہوتا ہے اور اگر ضمان نقصان لیجاوے تو کسقدر رہے پس دونون مین سے جو نابالغ کے حق مین مفید ہو وہی دلایا جائیگا۔ ایک مقصرہ مین دھوبی لوگ کام کیا کرتے ہین وہان ایک شخص کے پتھر ہین کہ وہ اُن لوگون کو اجارہ پر دیتا ہے پھر ایک دھوبی نے ایک پتھر سے کام لیا اور مالک سے کوئی شرط اجرت کی نہین ٹھہرائی پس اگر یہ امر معروف نہو کہ جو دھوبی چاہے ان پتھرون سے اپنا کام چلا دے اور کرایہ دیدے تو اسپر کچھ اجرت واجب نہ ہوگی جبکہ اسنے مالک کی بلا اجازت کام لیا ہے اور اگر یہ بات معروف ہو کہ جو چاہے کام چلا دے اور کرایہ دیدے تو اُسپر کرایہ واجب ہوگا۔ پھر اگر کوئی اجرت بندھی ہوئی گنتی ہوئی ہو تو وہی دینی پڑیگی اور اگر مقررہ نہو تو اجر المثل دینا پڑیگا یہ کبرے مین ہی۔ ایک گھر اجرت معلومہ دیکر ایک سال کے واسطے کرایہ لیا اور اسمین رہا پھر دوسرے سال بھی رہا اور کرایہ دیدیا تو اُسکو اس کرایہ کے واپس کر لینے کا اختیار نہین ہی اور شیخ رہ نے فرمایا کہ اصول کے موافق اُسکی تخریج اس امر کی مقتضی ہے کہ یون حکم کیا جاوے کہ اگر وہ گھر بھاڑے پر چلانے کے واسطے نہو تو کرایہ واپس کر لے یہ قنیہ مین ہی منتقی مین امام محمد رہ سے روایت ہے کہ اگر گھر کے مالک نے غاصب کہا کہ یہ گھر میرا ہے تو اسمین سے نکل اور اگر رہے تو تجھے اسقدر ماہواری کرایہ دینا پڑیگا اور غاصب نے انکار[1] کیا پھر مالک نے کئی مہینہ کے بعد اُسپر گواہ قائم کر کے اپنا دعوی ثابت کر دیا تو مالک کو کچھ کرایہ نہ ملیگا اور اگر غاصب نے انکار نہ کیا ہو بلکہ اقرار کیا ہو کہ یہ گھر مدعی کا ہے اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو غاصب کا رہنا دلیل ہی کہ وہ کرایہ دینے پر راضی ہوا پس کرایہ واجب ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ایک سال کے واسطے ایک مکان ہزار درم پر کرایہ لیا پھر جب سال گذر گیا تو مالک مکان نے کہا کہ اگر تو آج ہی اسکو خالی کر دے تو خیر ورنہ ایک درم روزانہ کرایہ پر تیرے پاس رہا پھر اُسنے بہت دنون تک خالی نہ کیا اور مستاجر اس امر کا مقر ہے کہ یہ گھر اسی موجر کا ہی تو جو کچھ کرایہ روزانہ اُس نے بیان کیا ہے وہ دینا پڑیگا اور ہشام نے کہا کہ مین نے اس مسئلہ مین امام محمد رہ سے کہا کہ کیا آپ یہ حکم نہ دینگے کہ جتنے عرصہ مین وہ اپنا اسباب اس مکان سے دوسرے مکان کو منتقل کر سکتا ہے اتنے عرصہ تک اجر المثل پر اُسکے پاس رہے تو امام محمد رہ نے فرمایا کہ یہ بہتر ہے اتنے عرصہ تک اجر المثل پر اُسکے پاس رہیگا پھر اگر اُتنے عرصہ تک خالی نہ کیا تو آیندہ اُسی کرایہ پر رکھونگا جو موجر نے بیان کیا ہی یعنی ہر روز ایک درم یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ایک شخص نے اپنی دوکان تین درم ماہواری کرایہ پر دی پھر جب دو مہینہ گذر گئے تو دوکان والے نے کہا کہ اب سے اگر پانچ درم ماہواری دینے منظور ہون تو خیر ورنہ خالی کر دے اور مستاجر نے اسکا کچھ جواب نہ دیا ولیکن رہتا رہا تو اُسپر پانچ درم کے حساب سے کرایہ واجب ہوگا کیونکہ جب اُس نے رہنا اختیار کیا تو اس کرایہ پر راضی ہوا اور اگر مستاجر نے یون جواب دیا ہو کہ مین پانچ درم دینے پر راضی نہین ہون اور پھر رہا کیا تو اُسپر پہلی ہی اجرت کے حساب سے کرایہ واجب ہوگا یہ فتاوے

[1] کہ یہ گھر اس مدعی کی ملک نہین ہے ۱۲

قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص نے ایک غلام اجارہ پر لینا چاہا اور مالک غلام نے کہا کہ بیس درم ماہواری پر ہے اور مستاجر نے کہا کہ دس درم ماہواری پر اور اسی پر دونون جدا ہوگئے یعنی غلام لیکر مستاجر چلا گیا تو مستاجر پر بیس درم کے حساب سے کرایہ واجب ہوگا اور اگر مستاجر نے یون کہا ہو کہ نہین بلکہ دس درم پر ہے اور غلام لیکر چلا گیا ہو تو صحیح یہ ہی کہ وہی کرایہ واجب ہوگا جسکی مستاجر نے تصریح کر دی ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تجھے یہ مکان ایک سال کے واسطے ہزار درم کو بحساب سو درم ماہواری کے کرایہ دیا تو فرمایا کہ اجارہ ایک ہزار دو سو درم پر واقع ہوگا اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ جب اُس نے سو درم ماہواری پر ہونے کا قصد کیا اور اگر پڑتا پھیلانے مین دونون سے غلطی ہوگئی یعنی ہزار درم سالانہ کا ماہواری پڑتا پھیلانے مین سو درم ماہواری غلطی سے بیان کیے تو اس صورت مین مستاجر پر صرف ہزار درم واجب ہونگے اور اگر موجر نے کہا کہ مین نے قصداً فسخ[1] چاہا تھا اور مستاجر نے غلطی تفسیر کا دعوی کیا تو موجر کا قول قبول ہوگا یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر کچھ مدت مکان مین رہکر اجارہ سے انکار کیا اور کہا کہ یہ مکان میرا ہے یا کہا کہ مین نے اسکو غصب کر لیا ہے یا میرے پاس عاریت ہے حالانکہ وہ مکان ایسا نہین ہے کہ کرایہ پر چلنے کے واسطے رکھا گیا ہو پھر مستاجر پر مالک نے گواہ قائم کرکے اپنا حق ثابت کر لیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک جب سے مستاجر نے انکار کیا تب سے اُسپر کچھ کرایہ واجب نہ ہوگا کیونکہ وہ غاصب ٹھہرا اور امام محمد رح کے نزدیک واجب ہوگا کیونکہ یہ بات ثابت ہوگئی کہ مکان اُسکے پاس کرایہ پر تھا اور اگر بجاے مکان کے کوئی چوپایہ یا دوسرا مال معین ہوا اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو مستاجر کو بعد مدت گذرنے کے واپس کرنا چاہیے اور اگر قبل واپس کرنے کے ضائع ہوا تو ضامن ہوگا کیونکہ وہ اپنے زعم مین غاصب ہے۔ اور موجر کا وارث اگر کرایہ پر رہنے سے راضی ہوا یا اجرت طلب کی اور مستاجر نے سکونت کی یعنی رہتا رہا تو کرایہ واجب ہوگا اور وارثون مین یا قرضخواہون مین سے جو شخص اجارہ باقی ہونا کہتا ہے اُسی کا قول قبول ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص سے کہا کہ یہ ٹوکرا کتنے ماہواری کو دیتا ہے اُس نے کہا کہ دو درم کو پس مستاجر نے کہا کہ نہین بلکہ ایک درم کو اور ٹوکرے کو اُٹھا کرلے گیا اور مہینہ گذر گیا تو صحیح یہ ہے کہ ایک درم واجب ہوگا یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ ایک چرواہا کسی قدر ماہواری اجرت معلومہ پر بکریان چراتا تھا اُس نے بکریون کے مالک سے کہا کہ اب مین تیری بکریان نہ چراؤنگا ولیکن اگر تو ایک درم روز دے تو چراؤنگا اور مالک نے اُسکا کچھ جواب نہ دیا مگر بکریان اُسی کے پاس چھوڑ دین تو اُسپر ایک درم روز کے حساب سے اُجرت واجب ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ چرواہے نے کہا کہ مین تیری بکریان نہ چراؤن گا الا یہ کہ ایک درم روز مجھے دے مالک نے جواب نہ دیا مگر بکریان اُسی کے پاس چھوڑین تو روزانہ ایک درم

[1] قولہ فسخ یعنی موجر نے کہا کہ مین ہزار درم سالانہ کے بعد جب کہا کہ سو درم ماہواری تو میرا قصد تھا کہ پہلا قول فسخ ہو اور مستاجر نے کہا کہ نہین بلکہ اس نے ہزار درم سالانہ کی ماہواری تفصیل بیان کرنے مین غلطی کی ہی کیونکہ وہ سو درم ماہواری نہین ہوتی ہے ۱۲ منہ

کے حساب سے واجب ہوگا اور یہی حکم گھرون کے کرایہ مین ہی یہ ملتقط مین ہی - ایک شخص نے نہر کی حفاظت کے واسطے ماہواری دس درم پر ایک شخص کو مقرر کیا پھر مستاجر مر گیا اور وصی نے مزدور سے کہا کہ تو اپنا کام جیسا کرتا تھا کرتا رہ مین تیری مزدوری نہین روکونگا وہ ایک زمانہ تک ایسا ہی کرتا رہا پھر وصی نے وہ زمین فروخت کردی اور مشتری نے مزدور سے کہا کہ تو اپنا کام جسطرح کرتا تھا کرتا رہ مین تیری مزدوری نہ روکونگا پس جتنے روز اُس نے مستاجر اول کی زندگی مین کام کیا ہو اُسکی مزدوری میت کے ترکہ مین واجب ہوگی اور جبسے وصی نے اس سے کام کرنے کو کہا تبسے وصی پر واجب ہوگی اور جبسے مشتری نے کہا تبسے مشتری پر واجب ہوگی ولیکن میت پر تو بحساب دس درم کے واجب ہوگی کیونکہ اس نے بیان کردیا تھا اور وصی و مشتری کو اگر مقدار مشروط معلوم نہ ہو تو دونون کو اجر المثل دینا پڑے گا اور اگر مقدار مشروط معلوم ہو اور دونون نے مزدور سے کہا کہ اسی شرط سے کام کرتا رہے تو ان دونون پر بھی اسی حساب سے مزدوری واجب ہوگی یہ محیط مین ہے ایک شخص نے دس درم مین ایک خچر کرایہ کیا اور ان درمون مین بعضے کھرے ہین اور بعضے کھوٹے ہین پس بھاڑے والے نے راستہ مین کہا کہ مین سب کھرے درم چاہتا ہون اُس نے جواب دیا کہ جیسا تو چاہتا ہے ایسا ہی کرونگا تو یہ قول ایک وعدہ ہے کہ اُسکا وفا کرنا مستاجر کے ذمہ واجب[1] نہین ہے اور نہ کچھ اُس کو دینا واجب ہوگا اسی طرح اگر بھاڑے والے نے مستاجر سے کچھ اجرت بڑھا دینے کی درخواست کی اور اُس نے یون ہی جواب دیا تو بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ مین ہے کتاب الاصل مین فرمایا کہ اگر کوفہ تک جانے کے واسطے ایک ٹٹو کرایہ لیا اور راستہ مین ٹٹو والا مر گیا تو مستاجر کو اختیار ہے کہ کوفہ تک اسی کرایہ پر ٹٹو لیجاوے اور اجارہ اسواسطے نہ ٹوٹے گا کہ یہ حالت حالت عذر ہے اور عذر کی وجہ سے از سر نو اجارہ منعقد ہو جاتا ہے مثلاً کسی شخص نے دریا مین ایک کشتی کرایہ لی ایک مہینہ کے واسطے اور مدت گذر گئی حالانکہ مستاجر بیچ دریا مین ہے تو ان دونون مین از سر نو اجارہ منعقد ہو جائیگا پس جو اجارہ موجود ہو جب وہ باقی رہے تو اُسکا باقی رہنا بدرجہ اولیٰ ثابت ہوگا اور عذر کا بیان یہ ہو کہ بیچ جنگل مین اُسکو دوسرا ٹٹو نہ ملنے کی وجہ سے اپنی جان و مال کا خوف ہے اور وہان کوئی قاضی نہین کہ اُسکے پاس مرافعہ کرکے دوبارہ اجارہ منعقد کرلے حتی کہ بعض مشائخ نے کہا کہ اگر وہان دوسرا ٹٹو پایا جاوے کہ وہ اُسکو کرایہ کرکے اسباب لا سکے تو اجارہ ٹوٹ جائیگا اسیطرح اگر ایسے موضع مین جہان دوسرا ٹٹو اجارہ مل سکتا ہی موجر نے انتقال کیا تو اجارہ ٹوٹ جائیگا - پھر جب مستاجر اُسکو کوفہ تک لے گیا اور راستہ مین اُسکا دانہ چارہ اپنے پاس سے دیا تو اُسمین متبرع یعنی محسن قرار دیا جائیگا حتے کہ اُس کو یہ اختیار نہوگا کہ بھاڑے والے کے وارثون سے یہ خرچہ واپس لے یہ ذخیرہ مین ہے اور اگر قاضی کے حکم سے اُس نے دانہ چارہ دیا ہے اور اُسکو گواہون سے ثابت کردیا تو واپس لے سکتا ہے یہ خلاصہ مین ہی - اور اگر مستاجر نے کوئی شخص ٹٹو کی خور پر داخت کے لیے

---

[1] قولہ واجب نہین یعنی حکم قضا مین ورنہ دیانتاً واجب ہے [illegible]

نوکر رکھا تو اُس کا کرایہ مستاجر ہی کو دینا پڑیگا اور موجر میت کے وارثون سے واپس نہین لے سکتا ہے
پھر جب اُس جگہ پہونچا تو قاضی کے پاس مقدمہ پیش کریگا تاکہ وارثان میت کے حق مین جو بہتر ہو وہ حکم دے پس
اگر قاضی نے یہ راے مناسب دیکھی کہ دوبارہ اُسی مستاجر کو کرایہ دیدے[1] مثلاً مستاجر ثقہ و امین آدمی ہے اور
چوپایہ قوی ہے اور قاضی کو ثابت ہوا کہ اُس شخص کو کرایہ پر دینے سے وارثون کو یہ جانور بعینہ ملجائیگا تو اُسکو
کرایہ پر دیدے اور اگر اُسکی راے مین یہ بہتر معلوم ہوا کہ ٹٹو کو فروخت کردے بایں وجہ کہ اُس نے مستاجر کو
متہم دیکھا یا ٹٹو کو ضعیف پایا اور اُسے معلوم ہوا کہ ایسے شخص کو کرایہ پر دینے سے وارثون کو عین مال نہ پہونچیگا
یا اگر پہونچا بھی تو بڑے نقصان کے ساتھ پہونچے گا تو ایسی صورت مین ٹٹو کو فروخت کردے اور یہ فروخت
کرنا قضا علی الغائب نہین ہے بلکہ غائب شخص کے مال کو حفاظت مین رکھنا ہی۔ اور اگر مستاجر نے ٹٹو والے
کو پہلے ہی بتعجیل[2] پورا کرایہ دیدیا ہو اور قاضی نے اجارہ فسخ کردیا اور ٹٹو فروخت کردیا پس مستاجر نے اپنے
کرایہ کا دعوے کیا تو قاضی اُسکو گواہ پیش کرنے کا حکم دیگا کہ اپنے دعوی کے گواہ لادے اور میت کی طرف سے
ایک شخص وصی مقرر کریگا کہ اُسکے مقابلہ مین گواہون کی سماعت ہو یہ محیط مین ہی۔ امام محمد رح نے سیر کبیر مین کشتی
کا مسئلہ ذکر فرمایا ہے یعنی کرایہ کی کشتی کے اجارہ کی مدت ایسی حالت مین گذری کہ جب کشتی بیچ دریا مین
تھی اور مستاجر کو وہان دوسری کشتی دستیاب نہین ہوتی تھی۔ اور کپّے کا مسئلہ ذکر فرمایا یعنی کپّہ کرایہ
لیکر اُسمین روغن زیتون بھر لیا اور چلا اور بیچ جنگل مین اجارہ کی مدت گذر گئی اور وہان مستاجر کو دوسرا کپّہ
دستیاب نہین ہوتا ہے اور ان دونون مسئلون مین موجر نے کشتی یا کپّہ کرایہ پر دینے سے انکار کیا مگر وہان
امام وقت موجود ہے تو اگر امام وقت نے مستاجر کو کسی قدر روزانہ کرایہ پر یہ دونون چیزین کرایہ دیدین
تو جائز ہے پس امام محمد رح نے شرط کردی کہ اجارہ دینا امام کی طرف سے ہو۔ اور ابن سماعہ نے اپنی نوادر مین
امام محمد رح سے یہ مسئلہ روایت کیا اور اسمین یہ شرط نہین لگائی کہ امام وقت موجود ہو بلکہ یہ شرط لگائی کہ
مستاجر یون کہے کہ مین نے یہ کشتی روزانہ اتنے درم پر اجارہ لی یا اُسکا کوئی نوکر یا دوست اجارہ دے
پھر اگر اُس کے بعد بھی موجر نے کشتی کے دینے سے انکار کیا تو مستاجر اپنے نوکرون یا رفیقون کو مددگار کرکے
کشتی لے لے یا وہ کپّہ لے لے جسمین روغن ہے اور رہنے دے یہانتک کہ اُسکو دوسری کشتی یا کپّہ دستیاب ہو
اور اس مسئلہ مین یہ حکم ظاہر ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کے مکان مین جا رہا تو کرایہ واجب نہوگا مگر
جبکہ مالک مکان اس امر سے انکار کرے اگرچہ وہ مکان کرایہ پر چلانے کے واسطے ہو ولیکن اگر رہنے والے
نے کہا کہ مین نے دس درم ماہواری پر مثلاً اُس کو کرایہ لیا تو کرایہ لازم آویگا۔ پھر جاننا چاہیے کہ کشتی و کپّے
کے مسئلہ مین دو مختلف روایتین نہین ہین بلکہ سیر کبیر کی روایت مین جو حکم مذکور ہے وہ امام وقت کی موجودگی
کے وقت ہے اور جو نوادر ابن سماعہ مین لکھا ہے وہ امام کی عدم موجودگی کے وقت ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔

[1] قولہ کرایہ دیدے یعنی اسی مستاجر کو کرایہ پر دیدے یہانتک کہ جو کچھ خرچہ مستاجر کا ذکر کے رکھنے مین ہوا ہے جب وہ لیکر ادا کر دے تو وہ ٹٹو پھر وارثان کو...

[2] قولہ تعجیل یعنی پیشگی دیدیا ہو ۱۲ ... واپس دے ۱۲

ایک شخص نے زمین کرایہ لی اور اسمین کھیتی بوئی پھر مدت اجارہ گذرنے سے پہلے مستاجر مرگیا تو کھیتی کے پکنے تک وارثان مستاجر پر کرایہ مقررہ واجب ہوگا کیونکہ اجارہ جیسے بسبب عذر کے ٹوٹ جاتا ہے ویسے ہی بسبب عذر کے باقی رہتا ہے اسی طرح اگر موجر مرگیا اور مستاجر باقی رہا تو بھی کھیتی پکنے تک اجارہ باقی رکھا جائیگا۔ اور اگر اجارہ کی مدت گذر گئی حالانکہ کھیتی موجود ہے تو بعض نے فرمایا کہ قیاساً مستاجر کو کھیتی کاٹ لینے کا حکم کیا جائیگا اور استحساناً اُس سے کہا جائیگا کہ تیرا جی چاہے تو ابھی کھیتی کاٹ لے یا چھوڑ دے تاکہ پک جاوے مگر تجھے زمین والے کو اجرالمثل دینا واجب ہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے اور اصل میں لکھا ہے کہ اگر مدت اجارہ گذر گئی اور زمین میں رطبہ بوئی ہوئی ہے تو کاٹ لیجاویگی۔ اور منتقی میں لکھا ہے کہ اگر اجارہ کی مدت گذر گئی اور زمین میں ارطاب ہیں تو زمین اجرالمثل پر اُسکے پاس چھوڑ دیجاویگی یہانتک کہ جھاڑنے کے وقت پر آجاویں اور وہ پہلی[1] مرتبہ اجارہ گذرنے کے بعد جھاڑنے پر قرار دیا جائیگا۔ اور موت کی صورت میں بیان کیا کہ اگر کوئی موجر مرگیا اور زمین میں ارطاب ہوں تو جو کرایہ ٹھہرا ہے اُسی پر زمین چھوڑ دیجاویگی یہانتک کہ جھاڑ لیے جاویں۔ اور اسی طرح اگر کوئی کپہ لیا اُسمیں سر کہ بھرا پھر اجارہ کی مدت بیچ جنگل میں گذر گئی تو اجرالمثل پر اُسکے پاس چھوڑ دیا جائیگا۔ یہانتک کہ اُسکو دوسرا کپا دستیاب ہو اور اگر اجارہ گذرنے سے پہلے موجر مرگیا تو پہلے اجارہ کے حکم سے اُسکے پاس چھوڑا جاویگا اجرالمثل پر نہیں یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک سال کے واسطے کوئی زمین کرایہ لی اور اُسمین کھیتی بوئی پھر مستاجر اور ایک دوسرے شخص نے ملکر وہ زمین خرید لی تو اجارہ ٹوٹ گیا اور کاٹنے کے وقت تک کھیتی اُس زمین میں چھوڑ دیجائیگی اور شریک کو زمین کے اجرالمثل کا آدھا دینا پڑیگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ اگر مدت اجارہ گذر گئی اور ہنوز کھیتی نہیں اُگی ہے اور دونوں[2] نے جھگڑا کیا تو اجارہ فسخ کر کے زمین اُسکے مالک کو واپس دونگا اور اگر اُسکے بعد کھیتی اُگی تو جسقدر کرایہ پر ہو مستاجر کو واپس دونگا اور اگر مدت گذر گئی اور کھیتی ساگ ہے اور دونوں نے جھگڑا نہ کیا یہانتک کہ مستاجر نے اُس کو اپنے وقت پر کاٹا تو اُسی حساب سے کرایہ دینا پڑیگا اور زمین والا اس زیادتی کو جو اُسکو ملی ہے صدقہ نہ کریگا اسی طرح اگر دونوں نے جھگڑا کیا تو بھی بحکم استحسان اجرالمثل پر اُسکے پاس چھوڑ دیجاویگی یہ تمرتاشی میں ہے۔ اور اگر مدت اجارہ گذرنے کے بعد کھیتی اُگی تو صدقہ کردے اور اگر موجر نے بھی اُسمین اپنی کھیتی بودی ہو پھر کھیتی نکلی اور دونوں نے ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ ہم دونوں برابر ہیں تو ہر ایک کو نصف کھیتی ملیگی اور اگر دونوں میں سے کوئی غالب ہو تو تمام کھیتی اُسی کو دلائی جاویگی اور وہ دوسرے کو اُسکے مال کی قدر ضمان دیگا یہ غیاثیہ میں ہے۔ ایک زمین کرایہ پر لی اور اُسمین درخت گاڑ دیے پھر مدت اجارہ گذر گئی تو صحیح یہ ہے کہ اگر مستاجر نے اُسمین پودے گاڑے ہیں تو زمین والے کو

[1] قولہ پہلی مرتبہ یعنی یہ اجارہ اُسوقت تک رہیگا جبتک کہ رطبہ کاٹنے کا پہلا مرتبہ آوے ۱۲ [2] جھگڑا کیا در بارہ زمین خالی کرنے یا نہ کرنے کے ۱۲

اختیار رہے کہ اُس سے مطالبہ کرے کہ میری زمین فارغ کرکے مجھے سپرد کردے بخلاف اسکے اگر اسمین کھیتی ہو تو اجر المثل پر مستاجر کے پاس چھوڑ دیجاویگی[۱] اور اگر ان پودون کے اُکھاڑنے مین زمین کو کھلا ضرر نہ پہونچتا ہو تو ایسا نہین ہوسکتا ہے کہ قیمت دیکر زمین والا اُن پودون کا مالک ہوجاوے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اُن پودون کے اُکھاڑنے مین زمین کو ضرر پہونچتا ہو تو زمین والا اُن پودون کا مالک ہوجاویگا اور اُسکو اُن پودون کی قیمت جمے ہوے کے حساب سے نہین بلکہ اُکھڑے ہوے کے حساب سے مستاجر کو دینی پڑیگی اور یہ ملکیت اس وجہ سے ہے کہ زمین والے کو ضرر نہ پہونچے یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ایک شخص نے کسی سے ایک دوکان کرایہ لیکر اُسمین سرکہ کے مٹکے رکھے پھر اجارہ کی مدت گذر گئی اور موجر نے دوکان خالی کرانی چاہی اور مستاجر نے انکار کیا پس اگر سرکہ ایسا ہوگیا ہے کہ دوسری جگہ لیجانے سے بگڑ نہ جاویگا تو حکم دیا جاویگا کہ دوسری جگہ منتقل کرے اور اگر ایسا نہین ہے تو یہ حکم نہ دیا جائیگا اور مستاجر سے کہا جائیگا کہ تیرا جی چاہے دوسری جگہ لیجا یا سرکہ اُٹھا لے آنے تک دوکان کرایہ پر لے لے اور کرایہ پر لے لینے سے یہ مراد نہین ہے کہ از سر نو کرایہ مقرر کرکے اجارہ ٹھہرائے بلکہ یہ مراد ہے کہ اُسپر اجر المثل دینے کا حکم کیا جائیگا۔ اور اگر مدت گذرنے سے پہلے موجر یا مستاجر مرگیا اور سردست دوکان خالی کرنا ممکن نہوا تو استحسانًا اجر مقررہ کا حکم دیا جائیگا حالانکہ قیاس چاہتا ہے کہ اجر المثل دلایا جاوے جیسا کہ مدت گذرنے کے بعد حکم ہوتا ہے یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک سال کے واسطے ایک مکان کرایہ لیا اور مدت گذر گئی اور مکان کا مالک اُسوقت غائب تھا اور مستاجر اُسمین دوسرے سال بھی رہا تو دوسرے سال کا کرایہ اُسکے ذمہ واجب نہوگا کیونکہ وہ بطور اجارہ کے نہین رہا ہی۔ اسی طرح اگر مدت گذر گئی اور مستاجر غائب ہے اور مکان اُسکی عورت کے پاس ہے اور وہ دوسرے سال رہی تو بھی کرایہ عورت پر واجب نہوگا کیونکہ بطور اجارہ کے نہین رہی ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور امالی مین امام محمد رح سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک سال کے واسطے کسی قدر اجرت معلومہ دراہم پر ایک زمین کرایہ لی اور اُسمین کھیتی بوئی پھر کھیتی کٹنے سے پہلے موجر مرگیا اور مستاجر نے یہ اختیار کیا کہ کھیتی کٹنے تک اجارہ پر زمین اُسکے پاس رہے اور کرایہ کا ایک شخص کفیل ہے تو امام محمد رح نے فرمایا کہ موجر کے مرنے کے بعد جب تک وہ زمین مستاجر کے پاس رہی تھی اسکے کرایہ کی کفالت سے کفیل بری نہوگا اسیطرح اگر موجر نہین مرا بلکہ مستاجر مرگیا اور اُسکے وارثون نے کھیتی کٹنے تک زمین مین باقی رکھنا اختیار کیا تو بھی کفیل کفالت سے بری نہوگا اور اگر موجر نے کہا کہ مین راضی نہین ہوتا مگر اس صورت سے راضی ہون کہ کرایہ وارثان میت ہی پر رکھا جاوے تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی۔ اور اگر سال گذر گیا پھر مستاجر مرگیا اور زمین مین کھیتی ہنوز رسا ہے اور وارثون نے یہ اختیار کیا کہ اجر المثل پر کھیتی زمین مین لگی رہے یہانتک کہ اُسکے کاٹنے کا وقت آجاوے تو یہ کرایہ وارثون پر وارثون کے مال سے ہوگا میت کے مال سے

[۱] قولہ چھوڑ دیجاویگی یعنی یہانتک کہ مستاجر اپنی کھیتی کو وقت پر کاٹ لیوے ۱۲ منہ[۲] بری نہوگا کیونکہ وہی اجارہ برابر باقی ہے جبکہ مستاجر نے اسکو باقی رکھا ہے ۱۲

نہوگا یہ محیط مین ہی۔ ایک زمین کرایہ لی اور اسمین کھیتی بوئی پھر اُن دونون نے عقد اجارہ کو فسخ کرلیا اور کھیتی ہنوز ساگا ہے پس آیا کھیتی کٹنے تک یہ زمین مستاجر کے پاس اجر المثل پر چھوڑ دیجاویگی یا نہین پس بعض نے کہا کہ چھوڑ دیجائیگی اور بعض نے کہا کہ نہین چھوڑی جائیگی اور اس قائل نے اس مسئلہ سے کیون استدلال نہ کیا جو امام محمد رح نے کتاب المزارعۃ مین لکھا ہے وہ یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی زمین مزارعت پر دوسرے شخص کو دی اور کاشتکار نے اسمین کھیتی کو آخر سال تک تاخیر سے رکھا اور کھیتی ساگا تھی اور ہنوز لائق کاٹنے کے نہ تھی پس مالک زمین نے چاہا کہ کھیتی اُکھاڑ ڈالے تو اُسکو یہ قدرت نہ دی جائیگی اور کھیتی کٹنے تک دونون مین آدھی[1] زمین کا اجارہ منعقد ہو جائیگا تاکہ کھیتی مین کاشتکار کا حق مصئون رہے اور آدھی زمین کا اجر المثل اُسکو ڈانڈ دینا پڑے گا کہ اُسکا حق کھیتی مین باطل ہوگیا بسبب اسکے کہ اُس نے آخر سال تک کھیتی مین تاخیر کردی مگر باوجود اسکے شرع نے اُس کا حق مصئون رکھا اور آدھی زمین مین اجارہ ثابت کردیا کذا فی الذخیرہ

نوان باب اُن صورتون کے بیان مین جنمین اس معنی پر حکم دیا جاتا ہے کہ اجیر نے کام سے فراغت کرکے مستاجر کے سپرد کردیا اور جنمین ایسا نہین ہوتا ہی۔ اگر کوئی کام بیان کرکے اپنے گھر مین کام لینے کے واسطے کوئی مزدور مقرر کیا اور مزدور نے مستاجر کے گھر مین کام سے فراغت کرکے اپنے ہاتھ سے نہ رکھا تھا کہ وہ کام مزدور کے ہاتھ سے بگڑ گیا یا اُسکے ہاتھ سے ضائع ہوگیا تو مزدور کو مزدوری ملیگی یہ مبسوط مین ہی۔ ایک شخص نے کسی کو مزدور مقرر کیا تاکہ اُسکے گھر بیٹھکر روٹیان پکا دے اور اُس نے جب روٹیان تنور سے نکالین تو جل گئین مگر اُسکی حرکت سے نہین جلی ہین تو اُسکو اجرت ملیگی اور اُسپر ضمان نہ آویگی اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب مستاجر کے گھر بیٹھکر روٹیان پکائی ہون کذا فی شرح الجامع الصغیر لقاضی خان اور اگر کچھ روٹیان تنور سے نکالین تو اُسکے حساب سے اجرت کا مستحق ہوگا کذا فی الینابیع۔ اور اگر مستاجر کے گھر مین نہو اور روٹیان جل گئین تو اُسکو کچھ مزدوری نہ ملیگی یہ شرح جامع صغیر قاضی خان مین ہی۔ اور اگر اُس نے تنور مین روٹی لگائی پھر اُسکو چھوڑ اُسنے لگا وہ چھوٹکر اندر گری اور جل گئی تو ضامن ہوگیا پس اگر مستاجر نے پکی ہوئی روٹی کی ضمان لی تو اسکو اجرت دینی پڑیگی اور اگر آٹے کی ضمان لی تو اجرت ندینی پڑیگی یہ سراج الوہاج مین ہی اور اگر روٹی تنور ہی مین نکالنے سے پہلے جل گئی تو کچھ اجرت نہ ملیگی خواہ مستاجر کے گھر مین لگائی ہو یا اپنے گھر مین لگائی ہو یہ نہایہ مین لکھا ہی۔ اور اگر نکالنے کے بعد روٹی چوری گئی پس اگر مستاجر کے گھر مین پکاتا ہو تو اُسکو اجرت ملیگی اور اگر اپنے گھر مین ہو تو نہ ملیگی اور امام اعظم رح کے نزدیک جسقدر چوری ہوئی اُس کا ضامن نہ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک ضامن ہوگا یہ جوہرۃ النیرہ مین ہی۔ اگر کوئی درزی اجیر مقرر کیا

[1] قولہ آدھی زمین الخ اسواسطے کہ کاشتکار نے جب اخیر سال تک تاخیر کی تو نصف تاوان اُسپر ڈالا گیا کیونکہ مزارعۃ آدھے پر ٹھہری ہی اور باقی نصف مین اسکا حق محفوظ رکھا گیا لہذا نصف زمین کا اجارہ اجر المثل پر منعقد ہوا ۱۲ م

کہ میرے گھر مین بیٹھکر سی دے اُس نے کپڑا قطع کیا اور تاگا بٹا اتنے مین کپڑا چوری گیا تو اس کام کے مقابل کچھ اجرت نہ پاوے گا اگرچہ اسقدر کام مسلم یعنی مستاجر کو سپرد کیا ہوا شمار ہے کہ اُسکے گھر مین کام کیا ہے اور اجرت اسواسطے نہ ملیگی کہ اجرت سلائی کے مقابل مشروط ہے اور جو کام اُس نے کیا ہے یہ سلائی نہین بلکہ سلائی کے کامون مین سے ہے اسی طرح اگر باورچی اجیر کیا کہ اسقدر آٹا میرے گھر مین پکا وے اُس نے آٹا چھانا اور گوندھا کہ اتنے مین چوری ہو گیا وہ پکانے نہین پایا تو کچھ اجرت نہ ملیگی کیونکہ پکانے کے مقابل اجرت ٹھہری ہی اور یہ کام پکانا نہین ہی بلکہ پکانے کے لوازم مین سے ہے یہ محیط مین ہی اور اگر کنوان کھودنے کے واسطے اجیر مقرر کیا اور باوجود کھودنے کے اُسکو اینٹون سے پختہ کرنے اور جگت بنانے کی بھی شرط کی اور مزدور نے یہ سب کام کر دیا پھر وہ کنوان بیٹھ گیا تو مزدور کو پوری مزدوری ملیگی اور اگر اینٹون سے پختہ کرنے سے پہلے بیٹھ گیا ہو تو اُسکے حساب سے جو حصہ مزدوری کا نکلے وہ ملیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر کسی شخص کو مزدور کیا کہ میرے مکان مین کچھ عمارت بنا دے یا چھتا یا کمانچہ وغیرہ بنا دے یا کنوان یا نہر یا کاریز وغیرہ کھودے خواہ اسکی ملک مین یا جو اُسکے قبضہ مین ہی وہان تیار کرنے کے واسطے مقرر کیا اس نے اسمین سے کچھ کام کیا تو اُسکو اسی قدر کی اجرت طلب کرنے کا اختیار ہے ولیکن باقی پوری تیار کرنے کے واسطے اُسپر جبر کیا جائیگا اور اگر عمارت گر گئی یا کنوان بیٹھ گیا یا اُسمین پانی یا مٹی اسقدر جا پڑی کہ زمین سے برابر ہو گیا یا چھتا گر گیا تو جسقدر اُس نے کام کیا ہے اُسکے حصہ کی مزدوری اسکو ملیگی اور اگر مستاجر کی ملک و قبضہ کی جگہ کے سوا دوسری جگہ مین ایسا کام بنا یا تو پورے کام سے فارغ ہو کر سپرد کرنے سے پہلے اس کو اجرت طلب کرنے کا اختیار نہوگا حتی کہ اگر سپرد کرنے سے پہلے تلف ہو جاوے تو اُسکو کچھ اجرت نہ ملیگی[۱] اگر مستاجر نے اُسکو جنگل مین کوئی جگہ دکھلا دی کہ اسمین میرے واسطے ایک کنوان کھودے تو امام محمد رح نے فرمایا کہ بدون تخلیہ کے قابض شمار نہوگا اگرچہ مستاجر کو موضع دکھلا دیا ہو اور یہی صحیح ہی اور اگر مستاجر کی ملک مین یا مقبوضہ مین ایسا واقع ہوا اور مزدور نے کچھ کام کیا اور مستاجر اُس سے قریب تھا پس مزدور نے کام اور مستاجر کے درمیان تخلیہ کر دیا اور مستاجر نے کہا کہ مین اسپر قبضہ نہ کرونگا جبتک تو کل کام سے فراغت کر کے مجھے سپرد نہ کرے تو مستاجر کو یہ اختیار ہے یہ بدائع مین ہی۔ اور اصل مین لکھا ہے کہ اگر جنگل کے راستہ مین اپنے لیے کنوان کھودنیکے واسطے مزدور مقرر کیا اور اُس نے کھودا تو اُسکو جب تک سپرد نہ کرے کچھ مزدوری نہ ملیگی اور مشایخ نے فرمایا کہ امام محمد رح نے اس صورت مین صرف سپرد کر دینا شرط کیا اور کھودنے کی جگہ بیان کرنا شرط نہ کیا اسمین یہ اشارہ ہے کہ جہان مستاجر کی ملک نہین ہے وہان جگہ بیان کرنا شرط نہین ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر اپنی ملک یا مقبوضہ زمین مین کچی اینٹین بنانے کے واسطے اینٹین بنانے والے کو اجیر مقرر کیا

---

[۱] قولہ نہ ملیگی کیونکہ کلیہ قاعدہ یہ ہے کہ جب مستاجر کے مکان یا مقبوضہ جگہ مین کام بناوے تو جس قدر کام کرتا جاوے وہ مستاجر کو سپرد ہوتا جاتا ہی اور بدون اس کے سپرد نہین ہوتا جب تک سپرد نہ کرے اور اس کلیہ پر یہ مسائل ہین ۱۲ منہ

توجب تک اُنکو بنا کر خشک نہ کرے اور نصب نہ کرے تب تک امام اعظم رح کے نزدیک اجرت کا مستحق نہ ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ خشک کرے اور نصب کرے اور صاف کر کے چن دے[۱۲ کھڑی کر دینا] تب اجرت کا مستحق ہوگا اور اسمین اختلاف نہین ہے کہ اگر اُس نے نصب نہ کیا تو مستحق اجرت نہو گا اور اگر بعد اسکے وہ کچی اینٹین تلف ہو جاوین تو اُسکو پوری اجرت ملیگی۔ اور اگر غیر ملک و غیر مقبوضہ مین بنانے کے واسطے مقرر کیا ہو تو جب تک مستاجر کے سپرد نہ کرے تب تک مستحق اجرت نہوگا اور سپرد کرنیکی شرط یہ ہے کہ مستاجر اور اینٹون کے درمیان تخلیہ کر دے کہ یہ اینٹین ہین تو جان اور تیرا کام اور وہان کوئی مانع نرہے اور امام اعظم رح کے نزدیک یہ تخلیہ اسوقت ہونا چاہیے کہ جب اُس نے بنا کر نصب کر دی ہون۔ اور صاحبین رح کے نزدیک جب اُس نے صاف کر کے چن بھی دی ہون کذا فی البدائع اور اگر سپرد کرنے سے پہلے وہ اینٹین تلف ہو گئین تو اجیر کا مال گیا خواہ صاف کر کے چن دینے کے بعد تلف ہوئی ہون یا اُس سے پہلے یہ نیا بیع مین ہے اور اگر اینٹین بنانے والے کو کوئی خاص پیمانہ دیکر اُسکے موافق اینٹین بنانے اور اُنکے پکانے کے واسطے اجیر مقرر کیا بشرطیکہ پکانے مین جو لکڑیان صرف ہون وہ مستاجر کے ذمہ ہین تو یہ جائز ہے اور اگر آوے مین ڈالنے کے بعد اینٹین بگڑ گئین اور ٹوٹ گئین تو اُسکو کچھ مزدوری نہ ملیگی اور اگر اُس نے ثابت پختہ کر دین پھر آگ ٹھنڈی کر دی اور آوے سے نکالنے مین دونون نے جھگڑا کیا تو آوے سے نکالنا اجیر کے ذمہ ہے جیسے تنور سے روٹی کا نکالنا باورچی کے ذمہ ہوتا ہے اور اگر نکالنے سے پہلے وہ اینٹین ٹوٹ گئین تو کچھ اجرت نہ ملیگی۔ اور اگر انکو آوے سے نکال چکا ہے اور وہ زمین مستاجر کی ملک ہے تو اجیر اپنی اجرت کا مستحق ہوگا اور ضمان سے بری ہوگا اور اگر آوے کی زمین اُسی اجیر کی ملک ہو تو جب تک مستاجر کے حوالہ نکر دے تب تک اجرت کا مستحق نہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ قدوری مین ہے کہ درزی نے اگر مستاجر کے گھر مین بیٹھکر سینا شروع کیا اور کچھ کپڑا سیا یعنی ایک کپڑے مین سے تھوڑا سا سیا تو اُسکو اجرت نہ ملیگی کیونکہ اُس سے انتفاع ممکن نہین ہے اور اگر وہ تلف ہو گیا تو درزی ضامن نہوگا اور اس مسئلہ مین قدوری نے تھوڑے سے سینے پر اجرت نہ ملنے کا حکم کیا ہے حالانکہ یہ حکم روایت اصل کے مخالف ہے پھر قدوری مین فرمایا کہ اگر اس کام سے فارغ ہو گیا تو اُسکو پورا اجر ملیگا اور صاحبین رح کے قول پر اگر کام سے فارغ ہونے سے پہلے تلف ہو گیا یا فارغ ہونے کے بعد مستاجر کے سپرد کرنے سے پہلے تلف ہوا تو درزی ضامن ہوگا اور جو کپڑا اُس کے پاس ہے وہ ضمانت مین ہے پس جب تک مالک کے سپرد نہ کرے تب تک ضمان سے باہر نہ ہوگا پس جب تلف ہو جاوے تو کپڑے کے مالک کو اختیار ہوگا چاہے اپنے کپڑے کی قیمت لے لے اور کچھ اجرت نہ دینی پڑیگی اور اگر چاہے تو سیے ہوئے کپڑے کے حساب سے قیمت لے لے اور اُسکو درزی کی مزدوری دینی پڑیگی یہ محیط مین ہے۔

دسوان باب۔ دودھ پلانے والی کو اجارہ لینے کے بیان مین۔ قال المترجم اگر عورت کو طلاق دی اور دودھ پلانے کے واسطے شوہر نے اُسکو مقرر کر لیا تو یہ عورت بچہ کی مان ہے اور دودھ پلانی پر مقرر ہے

اگرچہ اسکو عرف مین دائی نہ کہینگے ولیکن مترجم بعد تنبیہ کے کہتا ہے کہ دودھ بلائی خواہ کوئی ہو ترجمہ مین اُسکے واسطے دائی کا لفظ مقرر کیا ہے فاحفظہ۔ قال فی الکتاب اور اجرت معلومہ پر دائی کو مقرر کرلینا جائز ہے کذا فی الہدایہ اور جو صورتین غلام کو خدمت کے واسطے اجارہ لینے مین جائز ہین وہ دائی کے اجارہ مین جائز ہین اور جو غلام کی صورت مین باطل مین وہ دائی کی صورت مین بھی باطل ہین ولیکن امام اعظم رح نے دائی کے اجارہ لینے مین استحساناً کھانے کپڑے پر اجارہ لینا جائز رکھا ہے اگرچہ کھانا کپڑا موصوف نہو یعنی کیسا کھانا کپڑا دیا جاویگا اور موصوف نہونے کی صورت مین اُسکو درمیانی کھانا کپڑا ملیگا نہ اعلیٰ نہ ادنیٰ اور صاحبین رح نے فرمایا کہ یہ صورت نہین جائز ہے اور دائی کے اجارہ لینے مین مدت مقرر کرنا بالاجماع شرط ہی یہ فتاوی کبرے مین لکھا ہے اگر بچہ کے وارثون نے شرط لگائی کہ ہمارے گھر مین دودھ پلایا کرے تو دائی کو اُنکے یہان سے باہر جانا جائز نہین ہے لیکن مرض وغیرہ کی وجہ سے جاسکتی ہے اور اگر اُن لوگون نے یہ شرط نہ لگائی ہو تو اُنکو یہ اختیار نہین ہے کہ دائی کو اپنے گھر مین روک رکھین بلکہ دائی کو اختیار ہے کہ بچہ کو اپنے گھر لیجاوے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور جو مرض دائی کو ایسا پیدا ہو جاوے کہ اُسکے ہوتے ہوئے دودھ نہین پلاسکتی ہے تو یہ عذر ہے اور وارثون کو اختیار ہے کہ جب وہ بیمار پڑے تو اُسکو نکال دین یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر دائی سے صریح یہ شرط نہ لگائی گئی ولیکن لوگون کا برتاؤ[1] یہی ہو کہ دائیان بچہ کے باپ کے گھر مین دودھ پلایا کرتی ہین تو اس دائی پر بھی یہی کرنا لازم ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر دائی کا کھانا کپڑا عقد اجارہ مین شرط نہ کیا گیا ہو تو اُسکا کھانا کپڑا اسی[2] پر ہوگا یہ خلاصہ مین ہی اور اگر دائی کے ہاتھ سے بچہ ضائع ہوگیا یا گرکر مرگیا یا بچے کے زیور و کپڑون مین سے کوئی چیز چوری گئی تو دائی اُنمین سے کسی چیز کی ضامن نہوگی یہ مبسوط مین ہے۔ پھر اگر دائی کو درمون پر اجارہ لیا تو درمون کی مقدار و صفت بیان کرنا ضرور ہے یعنی کیا وزن ہے اور کھرے ہین یا کیسے ہین اور اگر کسی کیلی یا وزنی چیز کے عوض اجارہ لیا تو اُسکی قدر و صفت بیان کرنا چاہیے اور اگر کسی کپڑے کے عوض اجارہ لیا تو اس کپڑے مین جسقدر بیع سلم کے شرائط ہین وہی سب یہان شرط ہین یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اجرت مین درم مقرر کیے اور بجاے اُنکے اناج دیا تو بالاجماع جائز ہے اور اگر کپڑا ٹھہرا اور اُسکی جنس و گزون کی تعداد بیان کردی اور ادا کرنے کی میعاد بیان کردی تو بالاجماع جائز ہے اور اگر اناج اجرت مین ٹھہرایا اور مقدار بیان کردی تو بھی جائز ہے اور اُسکی ادا کی میعاد بیان کرنا شرط نہین ہے ہان امام اعظم کے نزدیک وہ جگہ جہان اناج ادا کریگا بیان کرنی شرط ہے اور اُسمین صاحبین رح نے خلاف کیا ہے یعنی اُنکے نزدیک یہ شرط نہین ہے یہ سراج الوہاج مین ہے اور دائی پر واجب ہے کہ بچہ کی رضاعت سے جو امور متعلق ہین اُنکی درستی مین مستعد رہے یہ محیط سرخسی مین ہے اور دائی پر بچہ کے کپڑے پیشاب سے دھونے واجب ہین اور میل کچیل سے دھونے واجب نہین ہین یہی صحیح ہے جو ظاہر اخلاقی ہین

[1] تو اس برتاؤ یعنی عرف مین جو رواج معلوم ہو وہ مثل شرط کے ہو جاتا ہو اگرچہ شرط نہ کرے ۱۲ [2] قولہ اسی پر ہوگا یعنی دائی اپنے پاس سے کھاوے ۱۲

اور بچہ کو نہلانا اور تیل کنگھی کرنا دائی پر واجب ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور دائی پر واجب ہے کہ بچہ کا کھانا
درست کردے مثلاً غذا کو چبلا کر نرم کردے اور اُسپر واجب ہے کہ کوئی ایسی غذا نہ کھاوے جس سے دودھ بگڑ
جاوے اور بچہ کو ضرر پہونچے اور دائی پر یہ بھی واجب ہے کہ بچہ کی غذا پکاوے یہ سراج الوہاج مین ہے
اور اگر بچہ بیمار ہو جاوے تو تیل و ریحان وغیرہ جن سے بچہ کا علاج کیا جاتا ہے وہ اُنکے یعنی اماموں کے
ملک کے رواج کے موافق دائی کے ذمہ ہوتے ہین ولیکن ہمارے ملک کے رواج کے موافق بچہ کے
والیون کے ذمہ ہے ہان دائی پر اُسکا کھانا تیار کردینا واجب ہے یہ غایۃ البیان مین ہی۔ اور اصل یہ ہے
کہ جب اجارہ کسی کام کے واسطے قرار پایا تو جسقدر باتین اس کام کے توابع ہین اور اجارہ کے وقت
اجیر سے ان سب باتون کے کرنے کی شرط نہین لگائی گئی تو عرف کے موافق جو کام اجیر کو کرنے چاہیے ہین وہ
اُسپر واجب ہونگے اور جو نہین وہ نہ واجب ہونگے یہ محیط مین ہی بچہ کے والدین کا کوئی کام کرنا دائی پر واجب
نہین ولیکن اُس کا جی چاہے بخوشی خاطر براہ احسان کردے اور اُسپر واجب ہے کہ بچہ کو تنہا نہ چھوڑے یہ غیاثیہ
مین ہی۔ اور دائی کو یا اُسکے مقرر کرنے والے کو یہ اختیار نہین ہے کہ بلا عذر اجارہ فسخ کردے اور بچہ کے لیے
مقرر کرنے والے کی طرف سے یہ عذر ہو سکتا ہے کہ مثلاً بچہ اُسکا دودھ نہین لیتا یا قے کردیتا ہے کیونکہ جب یہ
حالت ہوگی تو مقصود حاصل نہوگا اسی طرح اگر دائی حاملہ ہو جاوے یا بیمار ہو جاوے یا چوری کرتی ہو یا
ایسی چھنال ہو کہ اُسکی بدکاری کھلی ہو بخلاف اسکے اگر وہ دائی کافرہ ہو تو اس مقصود مین یہ عذر نہین ہے
کیونکہ کفر اُسکے اعتقاد مین ہی۔ اور اگر کسی شخص نے کوئی دائی اجارہ پر مقرر کی پھر معلوم ہوا کہ یہ بدکار یا مجنون
یا معتوہ ہے تو اسکو اجارہ فسخ کردینے کا اختیار ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور دائی کی طرف سے یہ عذر ہو سکتا ہے
کہ مثلاً ایسی بیماری ہوگئی کہ دودھ نہین پلا سکتی ہے اور اگر پلاوے بھی تو بڑی مشقت سے اور اسی طرح اگر حاملہ
ہو جاوے تو بھی عذر ہے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر بچہ کے گھر والے لوگ دائی کو بُرا بھلا کہکر ایذا دیتے ہون تو روکے
جاوینگے اور اگر اُسکے ساتھ بدخلقی کا برتاؤ کرتے ہون تو بھی روکے جاوینگے پس اگر باز نرہے تو دائی کو اختیار ہی
کہ چھوڑ کر چلی جاوے یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر وہ عورت دائی گری مین مشہور نہ ہو اور ایسی ہو کہ اس فعل سے
اُسپر عیب رکھا جاوے تو اُسکو فسخ اجارہ کا اختیار ہے بخلاف اسکے اگر اس پیشہ مین مشہور ہو تو فسخ نہین کر سکتی ہے
ولیکن اگر یہ پہلا اجارہ اُس نے کیا ہو تو اختیار ہے یہ مضمرات مین ہی۔ اور اگر پہلے دائی گری کی محنت سے واقف
نہ ہو پھر جب پڑے تو جانے تو اُسکو فسخ اجارہ کا اختیار ہے یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور اگر وہ عورت ایسی ہو کہ دائی
گری سے اُسپر عیب لگایا جاتا ہو تو اُسکے اہل کو اختیار ہے کہ اجارہ فسخ کرا دین کیونکہ ان لوگون کو ایسے طعنے سے
عار دلائی جاویگی اسی طرح اگر خود اس عورت نے انکار کردیا تو اجارہ فسخ ہو جائیگا بشرطیکہ ایسی ہو کہ اُس پر اُسکا
عیب لگایا جاوے یہ جوہرۂ نیرہ مین ہی اور اگر لڑکے نے اس سے الفت کرلی اور اُس سے مانوس ہوگیا اور دوسری
دائی کا دودھ منھ مین نہین لیتا حالانکہ وہ دائی ایسے خاندان سے ہے کہ دائی گری مین مشہور نہین ہے تو بھی

ظاہر الروایۃ کے موافق اُسکو فسخ اجارہ کا اختیار ہے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر فسخ اجارہ سے لڑکے کے حال پر خوف ہو تو اُسکو فسخ کا اختیار نہین ہی اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ اسی روایت پر جو امام ابو یوسف رحمہ سے مروی ہے اعتماد[1] ہے اور امام محمد رح کی تاویل پر اعتماد ہے کہ اگر لڑکے کو قند و سکہ وغیرہ غذا دیکر کچھ تدبیر نکال سکتے ہون یا کسی حیلہ سے وہ دوسری دائی کا دودھ مُنھ مین لیوے تو اجارہ فسخ ہو سکتا ہی۔ اور اگر غذا سے کچھ تدبیر نہ چلتی ہو اور نہ کسی حیلہ سے وہ دوسری دائی کا دودھ لیتا ہو تو امام محمد رح نے بھی وہی حکم دیا ہے جو امام ابو یوسف رح سے مروی ہی اور اسی پر فتوی ہے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر دائی کا کوئی شوہر[2] ہو اور اُس عورت نے بدون اسکی اجازت کے دائی گری کا اجارہ کرلیا تو شوہر کو اسکے فسخ کردینے کا اختیار ہے اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ شوہر ایسے لوگون مین سے ہو کہ اُسپر یہ عیب لگایا جاوے کہ اُسکی جورو دائی ہی۔ اور اگر عورت کا کوئی خاوند معروف ہو کہ یہ اُسکا شوہر ہے اور عورت نے اپنے آپ بدون اُسکی اجازت کے دائی گری کا اجارہ کرلیا تو شوہر کو فسخ اجارہ کا اختیار ہے خواہ وہ ایسا ہو کہ اُسکو عیب لگایا جاوے یا ایسا نہو اور یہی قول صحیح ہی اور اگر اُسکا خاوند مجہول[3] ہو کہ یہ امر کہ یہ عورت اُسکی جورو ہے فقط اس عورت کے کہنے سے معلوم ہو تو۔ ایسے مجہول شوہر کو اجارہ فسخ کرا دینے کا اختیار نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی اگر کسی عورت کا کوئی خاوند معروف ہو اور اُس عورت نے ایک مہینہ کے واسطے دائی گری کرلی پھر مہینہ گذر گیا اور حال یہ ہوا کہ لڑکا اس سے ایسا مانوس ہوگیا کہ اُسکے سواے دوسری عورت کا دودھ نہین لیتا ہے پس اگر اُس عورت نے شوہر کی بلا اجازت دائی گری کرلی تھی تو شوہر کو اختیار ہے کہ اب اُسکو منع کرے اگرچہ اُس سے بچہ کے مرجانے کا خوف ہو۔ اور اگر اسنے ایک مہینہ کے شوہر کی اجازت سے دائی گری کرلی تھی تو شوہر کو اختیار نہین کہ اب اُسکو منع کرے جبکہ حالت یہ ہے کہ لڑکا اسکے سواے دوسری دائی کا دودھ نہین لیتا ہے اور اُسی پر فتوی ہے یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ اور عیون مین لکھا ہی کہ اگر شوہر نے اجارہ تسلیم کرلیا اور پھر لڑکے کے والیون نے چاہا کہ شوہر کو دائی یعنی اپنی جورو کے ساتھ وطی کرنے سے منع کرین اس خوف سے کہ اُسکو حمل نہرہ جاوے اور اُنکے بچہ کے حق مین ضرر ہو تو اُنکو یہ اختیار اپنے گھر مین ہی کہ دائی کو اُسکے خاوند کے پاس نہ جانے دین اور اگر خاوند نے دائی کو اپنے گھر مین پایا تو اسکو اختیار ہی کہ دائی کے ساتھ وطی کرے۔ اور اُسوقت دائی کو بھی اختیار نہین ہے کہ اُسکو اپنے ساتھ وطی کرنے سے منع کرے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور بچہ کے والیون کو اختیار ہے کہ دائی کے اقرباؤن کو اپنے گھر مین ٹھیرنے سے منع کرین یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور بچہ کے والیون کو یہ اختیار ہے کہ دائی کو اپنے اقرباؤن کے دیکھنے جانے یا اقرباؤن کو اُسکے دیکھنے آنے سے ممانعت کرین بشرطیکہ یہ امر لڑکے کے حق مین مضر ہوتا ہو اور اگر مضر نہو تو نہین یہ محیط سرخسی مین ہے۔

[1] قولہ اعتماد ہی یعنی دائی یا اسکے گھر والے ایسی صورت مین فسخ اجارہ نہین کرسکتے ہین اور فسخ کی روایت مین یہ تاویل ہی کہ جب غذا وغیرہ سے وہ بچہ بہل جاوے ۱۲ منہ [2] قولہ شوہر ہو اگرچہ وہ گواہون سے شوہر ہونا ثابت کیا جاوے ۱۲ م [3] قولہ مجہول سے مراد ہی کہ فقط اس عورت کے کہنے سے معلوم ہوا کہ یہ اسکا شوہر ہی ۱۲

مگر گواہون مین قاضی و گواہون وغیرہ کے سامنے بات مشہور تھی ۱۲ م

اور دائی کو اختیار نہین ہی کہ بچہ کے والیون کی بلا اجازت انکا کھانا کسی شخص کو کھلا وے[۱] اور اگر دائی کا کوئی لڑکا اپنی مان کو دیکھنے آیا تو بچہ کے والیون کو اختیار ہے کہ اس لڑکے کو اپنی مان پاس رہنے سے منع کرین یہ مبسوط مین ہی اور جو امور ایسے ہین کہ بچہ کے حق مین مضر ہون جیسے دیر تک گھر سے باہر رہنا وغیرہ تو ایسے سب امور سے بچہ کے والیون کو اختیار ہے کہ دائی کو منع کرین اور جو امور بچہ کے حق مین مضر نہین ہین اُنسے ممانعت کا اختیار نہین ہی کیونکہ دائی کو ایسے امور کی ضرورت ہے اور اسقدر وقت وکام عقد اجارہ سے مستثنی ہو جائیگا جیسے اوقات نماز خود ہی مستثنی ہو جاتے ہین اور یہ جو فرمایا کہ بچہ کے حق مین مضر ہون اس سے یہ مراد ہے کہ لامحالہ مضر ہون پس جو امور ایسے ہین کہ اُنمین ضرر کا وہم ہے یقین نہین ہی تو اُنسے منع نہین کر سکتے ہین یہ محیط مین ہی۔ اور اگر بچہ یا دائی مر گئی تو اجارہ ٹوٹ جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اصل مین لکھا ہی کہ اگر ایک شخص نے اپنے بچہ کے واسطے دائی مقرر کی پھر وہ شخص مر گیا تو اجارہ نہ ٹوٹیگا اور فقیہ ابوبکر بلخی نے فرمایا کہ باپ کے مرجانے سے اجارہ صرف اسوقت نہین ٹوٹتا ہے کہ جب بچہ کا کچھ مال موجود ہو اور اگر کچھ مال نہو تو باپ کے مرجانے سے ٹوٹ جاتا ہی اور بعض مشائخ نے کہا کہ دونون حالتون مین باپ کے مرنے سے اجارہ باطل نہین ہوتا ہے اور کتاب الاصل مین امام محمدؒ کا مطلقاً حکم دینا بھی اسی امر پر دلالت کرتا ہی۔ پھر امام محمد رح نے فرمایا کہ دائی کی اجرت بچہ کی میراث سے ملیگی اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہی کہ باپ کے مرنے کے بعد آیندہ جو اجرت چڑھی ہی وہ بچہ کی میراث سے ملیگی اور جو اجرت باپ کی حین حیات مین واجب ہو چکی ہی وہ تمام ترکہ مین سے دلائی جائیگی۔ اور بعض نے کہا کہ سب اجرت بچہ کی میراث ہی سے ملیگی اور یہی صحیح ہی اور نوازل مین لکھا ہے کہ ایک شخص نے اپنے بچہ کے دودھ پلانے کے واسطے دائی مقرر کی اور جب اُسنے چند مہینہ دودھ پلایا تو اُس بچہ کا باپ مر گیا پھر بچہ کی پھوپھی نے اُس دائی سے کہا کہ تو اسکو دودھ پلا یا کر اور ہم تجھے اجرت دیدینگے پھر اُسنے چھ مہینہ دودھ پلایا پس اگر جسوقت باپ نے دائی مقرر کی ہی اسوقت بچہ کا کچھ مال نہو تو جس روز سے باپ مرا ہے اُس روز سے دائی کی اجرت پھوپھی کے ذمہ ہوگی پھر دیکھا جائیگا کہ اگر اسکی پھوپھی بچہ کی وصیہ بھی ہو تو بچہ کے مال سے واپس لیگی ورنہ واپس نہین لے سکتی ہی اور اگر ایسا ہو کہ جسوقت باپ نے دائی مقرر کی ہی اسوقت بچہ کا کچھ مال موجود ہو تو پوری اجرت بچہ کے مال سے دلائی جائیگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر ایسا ہو کہ جسوقت باپ نے دائی مقرر کی ہی اسوقت بچہ کا کچھ مال نہو پھر اسکو کچھ مال ملگیا تو ظہیریہ مین لکھا ہے کہ میرے والد رح سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا تھا انھون نے فرمایا کہ بعض نے کہا ہے کہ گذشتہ ماہ کی اجرت باپ پر ہوگی اور آیندہ کی اجرت بچہ کے مال سے ملیگی کذا فی الظہیریہ۔ اور اگر ایک شخص نے دائی مقرر کی کہ اُسکے دو بچون کو دودھ پلاتی تھی پھر ایک بچہ مر گیا تو آدھی اجرت اُسکے ذمہ سے کم کردیجائیگی اور اُن بچون کے باپ کو یہ اختیار نہوگا کہ کسی دوسرے بچہ کو بجاے مردہ بچہ کے مقرر کردے یہ محیط مین ہی

---

[۱] قولہ کھلا وے کیونکہ وہ طعام کی مالک نہین ہوتی بلکہ پیٹ بھر کھا سکتی ہے ۱۲ م

اگر دو دائیون کو مقرر کیا کہ دونون ایک ہی بچہ کو دودھ پلاتی ہین تو جائز ہے اور جو اجرت ہے وہ دونون دائیون کے دودھ پر تقسیم کر دیجائیگی اور ہر ایک کو نصف نصف ملیگی بشرطیکہ دونون کے دودھ مین کچھ تفاوت نہو اور اگر تفاوت ہو تو اسی حساب سے تقسیم ہو گی پھر اگر دونون دائیون مین سے ایک مر گئی تو صرف اسیکا عقد اجارہ باطل ہو گیا کیونکہ معقود علیہ یعنی دودھ دینا جاتا رہا اور دوسری دائی کو اسکا حصہ اجرت ملیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور دائی کو اختیار نہین ہے کہ کسی دوسرے کا بچہ لیکر پہلے بچہ کے ساتھ دودھ پلاوے اور اگر اُسنے ایسا کیا تو بُرا کیا اور گنہگار ہوئی بشرطیکہ پہلے بچہ کو اُسنے ضرر[1] پہونچایا ہو کذا فی البدائع اور دائی کو اس صورت مین دونون فریق سے پوری اجرت ملیگی اور اسمین سے کچھ صدقہ نہ کرے کذا فی خزانۃ المفتین اور تمام اجرت اُسکو حلال ہو گی اور پہلے اجارہ کی اجرت مین سے کچھ کم نہ کیا جائیگا کیونکہ جو مدت شرط کی تھی اس تمام مدت مین اسنے مستاجر کے بچہ کو دودھ پلایا ہے اور جتنے دنون دائی دودھ پلانے سے بچھڑ رہے اور ناغہ کرے وہ دن کاٹ لیے جاوینگے یہ غیاثیہ مین ہے۔ اور اگر دائی نے بچہ اپنی باندی کو دیدیا اُسنے دودھ پلایا تو دائی کو پوری اجرت ملیگی اور یہ استحسان ہے اور اگر دائی سے یہ شرط لگائی گئی کہ خود ہی دودھ پلاوے پھر اُسنے اپنی باندی کے دودھ پلانے کے واسطے دیدیا تو صحیح یہ ہے کہ کچھ اجرت کی مستحق نہو گی کذا فی الذخیرہ اور اوجہ یہ ہے کہ اجرت کی مستحق ہو گی یہ فتاوی صغری مین ہے اور اگر دائی نے ایک سال خود دودھ پلایا اور پھر اُسکا دودھ خشک ہو گیا پھر باقی ایک سال تک اسکی باندی نے دودھ پلایا تو دائی کو پوری اجرت ملیگی اسیطرح اگر خود دائی اور اسکی باندی دودھ پلاتی ہو تو بھی پوری اجرت ملیگی اور باندی کو کچھ اجرت نہ ملیگی۔ اور اگر دائی کا دودھ خشک ہو گیا اور اُسنے کوئی دوسری دائی اپنی طرف سے مقرر کر لی تو دوسری دائی کی اجرت جو ٹھہری ہے وہ پہلی دائی کے ذمہ ہو گی اور پہلی دائی کی جو اجرت ٹھہری ہے وہ پوری ملیگی یہ حکم استحساناً ہے اور قیاساً اسکو کچھ اجرت نہ ملنی چاہیے پھر دوسری دائی کی اجرت دیدینے کے بعد جو کچھ اجرت پہلی دائی کو بچ رہی ہے وہ صدقہ کر دے یہ مبسوط مین ہے اور اگر دائی نے بچہ کو بکری کا دودھ پلا کر یا غذا کھلا کر مدت اجارہ تمام کر دی تو کچھ اجرت نہ ملیگی اور اگر اس صورت مین دائی نے انکار کیا کہ مین نے اسکو بکری وغیرہ کسی جانور کا دودھ نہین پلایا بلکہ اپنا دودھ پلایا ہے تو استحساناً قسم کے ساتھ اسی کا قول قبول ہو گا اور اگر بچہ کے والیون نے اپنے دعوی پر گواہ قائم کیے اور دعوی ثابت ہو گیا تو دائی کو کچھ اجرت نہ ملیگی اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ اس مسئلہ مین گواہون کی گواہی سے یہ مراد ہے کہ اُسطرح گواہی دین کہ دائی نے اس بچہ کو بکری وغیرہ کا دودھ پلایا ہے اور اپنا دودھ نہین پلایا ہے اور اگر صرف اسی قدر گواہی دی کہ اُسنے اپنا دودھ نہین پلایا ہے تو گواہی مقبول نہو گی کیونکہ بالقصد یہ گواہی نفی پر قائم ہے

[1] قولہ ضرر یعنی دائی کی اس حرکت سے بچہ کے حق مین ضرر ہوا ہو ۱۲

بخلاف پہلی صورت کے کہ اسمین اثبات کے ضمن مین نفی داخل ہو گئی ہی۔ اور اگر دونون نے اپنے اپنے گواہ قائم کیے تو بھی[1] دائی کے گواہ قبول ہونگے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر باپ نے بچہ کی مان کو اُس بچہ کے دودھ پلانے کیواسطے اجرت پر مقرر کیا پس اگر نکاح قائم ہونے کی حالت مین اپنے مال سے مقرر کیا ہے تو جائز نہین ہوا اور جیسا خود اُسکا اجارہ پر لینا نہین جائز ویسا ہی اُسکی باندی یا مدبرہ باندی کا اجارہ لینا بھی نہین جائز ہے اور اگر اُسکی مکاتبہ باندی کو اجارہ پر مقرر کیا تو جائز ہی۔ اور اگر بچہ کی مان کو حالت نکاح مین بچہ کے مال سے اجارہ پر مقرر کیا تو ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ یہ جائز ہے۔ اور یہ سب اُس صورت مین ہے کہ جب نکاح قائم ہو۔ اور اگر بعد طلاق کے اجارہ پر مقرر کیا پس اگر طلاق رجعی ہو تو جائز نہین ہے اور اگر طلاق باین ہو تو ظاہر الروایۃ کے موافق جائز ہے۔ اور یہ سب اس صورت مین ہے کہ باپ نے اس بچہ کے واسطے مقرر کیا ہو جو اُسی جورو سے پیدا ہوا ہے اور اگر کسی دوسری جورو سے پیدا ہوئے بچہ کے واسطے اسکو دائی مقرر کیا تو جائز ہے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر مطلقہ کو عدت گذرنے کے بعد اسی بچہ کے دودھ پلانے کے واسطے مقرر کیا جو اُس جورو مطلقہ سے پیدا ہوا ہے تو جائز ہے پھر اگر اسکے بعد اُس عورت سے نکاح کر لیا اور ہنوز اجارہ کی مدت نہین گذری ہے تو میرے والد رح نے فرمایا کہ اس مسئلہ کی کوئی روایت نہین ہے اور مین نے امام ظہیر الدین مرغینانی رح سے دریافت کیا تھا انھون نے فرمایا کہ اجارہ باطل نہوگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر کسی شخص نے اپنی مان یا بیٹی یا بہن کو اپنے بچہ کے دودھ پلانے کیواسطے دائی مقرر کیا تو جائز ہے اور اُسپر اجرت واجب ہوگی اور اسی طرح جو عورت اُس مرد کی ذات[2] رحم محرم ہو اسکا بھی[3] حکم ہے یہ مبسوط مین ہی۔ اگر کوئی شخص لقیط بچہ اٹھا لایا اور اسکے واسطے کوئی دائی مقرر کر دی تو دائی کی اجرت اسی شخص پر واجب ہوگی اور اُسنے اس کام مین احسان اور نیکی کی اور منتقی مین لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی ایسی باندی کو جس سے اسکا کوئی بچہ پیدا ہوا ہے اُس بچہ کے دودھ پلانے کے واسطے بچہ ہی کے مال سے اجرت پر مقرر کیا تو جائز ہے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور یتیم کا دودھ پلانا اور پالنا اُسی شخص پر واجب ہے کہ جس پر اس یتیم کا نان نفقہ واجب ہے۔ اور اگر اُس یتیم کا کوئی وارث نہوا اور کسی شخص نے نیک کام سمجھکر اُسکے دودھ پلانے اور پالنے مین کچھ دستگیری کی تو اُسکا دودھ پلا کر پالنا بیت المال پر ہے یعنی دائی کی اجرت بیت المال سے دلائی جائیگی۔ اور اگر باپ نے اپنے بچہ کے واسطے کوئی دائی مقرر کی اور بچہ کی مان نے بچہ کے سپرد کر دینے سے انکار کیا اور کہا کہ وہ دائی میرے پاس دودھ پلایا کرے تو بعض نے فرمایا کہ باپ کو چاہیے کہ ایسی دائی مقرر کرے جو اسکی مان کے پاس ہی دودھ پلاوے

[1] یعنی دونون فریق گواہون کی توثیق بھی ہو گئی تو دائی کے گواہ قبول ہونگے ۱۲ [2] یعنی نسب کے رحم سے شرکت ہو اور وہ عورت اُسپر دائمی حرام ہو جیسے بہن بیٹی پھوپھی وغیرہ ۱۲ [3] قولہ یہی حکم الخ یہ اسوقت ہے کہ کسی جہت سے اسی عورت پر دودھ پلانا واجب نہ ہو ورنہ اجرت باطل ہوگی ۱۲

یہ سراج الوہاج مین ہی فتاوے اہل سمرقند مین ہو کہ اگر کوئی دائی ایک سال دودھ پلانے کیواسطے سو درم پر اس شرط سے مقرر کی کہ اگر سال سے پہلے بچہ مرگیا تو بھی سب درم دائی کو دیے جا دینگے تو یہ شرط ایسی ہو کہ جس سے عقد اجارہ فاسد ہوتا ہو۔ پھر اگر وہ بچہ سال گذرنے سے پہلے مرگیا تو دائی کو بقدر اسکے دودھ پلانے کے اجر المثل ملیگا اور باقی سب مستاجر کو واپس کردے یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک شخص نے سال بھر کے واسطے سو درم پر ایک دائی اس شرط سے مقرر کی کہ تمام اجرت پہلے مہینہ کے مقابلہ مین ہی۔ اور بعد اسکے آخر سال تک بلا اجرت دودھ پلانا شمار کیا جاوے پھر اُسنے ڈھائی مہینے دودھ پلایا تھا کہ وہ بچہ مرگیا تو مشائخ نے فرمایا کہ تمام اجرت اسقدر میعاد کی اجر المثل کے حساب سے تقسیم کرکے اسکو دیدی جائیگی اور باقی اجرت مستاجر کو واپس کردے یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک شخص نے سال بھر کے واسطے سو درم پر ایک دائی اس شرط سے مقرر کی کہ تمام اجرت پہلے مہینہ کے مقابل ہو اور اسکے بعد سے آخر سال تک دودھ پلانا بلا اجرت ہے پھر اُس نے ڈھائی مہینے دودھ پلایا تھا کہ بچہ مرگیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اسکا اجر المثل ایک سال کا بارہ مہینے پر تقسیم کیا جاوے پس جو کچھ اسقدر میعاد کے پڑتے مین پڑے وہ دائی کو دیا جاوے اور باقی اجرت واپس کرکے مستاجر کو ملیگی اسواسطے کہ یہ اجارہ فاسد ہو پس دائی کو اجر المثل دیا جائیگا ولیکن جو مقدار اجرت بیان کردی گئی ہو اُس سے زیادہ نہ ہونا چاہیے یہ فتاوے قاضیخان مین ہی۔ اور جو باندی ماذون ہے یعنی اسکو تصرفات کی اجازت دی گئی ہو اُسکو اختیار ہے کہ اپنی ذات کو دائی گری کے واسطے اجارہ مین دیوے اسی طرح مکاتبہ کو بھی اپنی ذات اور اپنی باندی کی ذات کو دائی گری کے واسطے اجارہ دینے کا اختیار ہے کیونکہ یہ بھی مال حاصل کرنے کا طریقہ ہے اور باندی اسکی فراتی ہے اسی طرح مکاتب اور غلام ماذون کو یہ اختیار ہو کہ مولی کو اپنی ذات اجارہ پر دیوین پھر اگر مکاتب عاجز ہوگیا تو امام محمد رح کے نزدیک اجارہ ٹوٹ جائیگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک نہ ٹوٹیگا۔ اور اگر کسی مکاتبہ نے کوئی دائی اجارہ پر لی پھر مال کتابت ادا کرنے سے عاجز ہوگئی تو اجارہ ٹوٹ جائیگا یہ غیاثیہ مین لکھا ہو۔ اور مسلمان عورت کو کافر کے بچہ کو اجرت پر دودھ پلانے مین کچھ ڈر نہین ہو یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور مسلمان کو بھی کچھ ڈر نہین ہو کہ کافرہ دائی کو یا ایسی عورت کو جو حرام سے بچہ جنی ہو اپنے بچہ کو دودھ پلانے کے واسطے مقرر کرے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر کسی بکری کو اسواسطے کرایہ لیا کہ کسی بکری کے بچہ یا آدمی کے بچہ کو دودھ پلا دے تو جائز نہین ہے یہ سراج الوہاج مین ہی۔

گیارھوان باب خدمت کے واسطے اجارہ لینے کے بیان مین ہمارے علما نے کہا ہے کہ ہر شخص کے حق مین یہ بات مکروہ[1] ہے کہ آزاد عورت یا باندی کو خدمت کے واسطے اجارہ پر مقرر کرے اور خلوت مین اس سے خدمت لے کیونکہ اجنبی عورت کے ساتھ خلوت کرنا شرعاً ممنوع ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ ایک آزاد عورت نے عیالدار آدمی کی خدمتگاری مین نوکری کرلی تو جائز ہے اور اُس شخص کو اُس عورت کے ساتھ خلوت کرنا یعنی خلوت مین اُس سے

[1] کردہ سے تحریمی مراد ہے واللہ اعلم۔ عسہ یعنی کہ سال پورا ہوجاوے ۱۲

خدمت لینا مکروہ ہے اور امام فخر الدین قاضی خان نے فرمایا کہ یہ مسئلہ اس حکم کی تاویل ہے جو اصل میں مذکور ہے
اور اسی پر فتوی ہے یہ کبری میں ہے اور امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے اپنی جورو کو کچھ ماہواری
پر خدمت کیواسطے اجارہ لیا تو جائز نہیں ہے جیسا کہ اگر گھر کے کاموں میں سے کسی کام کیواسطے مثل روٹی یا
ہانڈی پکانے یا جو بچہ اس جورو سے پیدا ہوا ہے اسکے دودھ پلانے وغیرہ کے واسطے اجارہ لیا تو جائز نہیں
ہے اور اگر کسی ایسی خدمت کیواسطے اجارہ لیا جو گھر کے کاموں کی جنس سے نہیں ہے [illegible]
وغیرہ تو یہ جائز ہے کیونکہ یہ کام اسپر واجب نہیں ہے یہ محیط میں ہے اور اگر جورو کسی کی باندی ہو تو جائز ہے
یہ خلاصہ میں ہے۔ اور صیرفیہ میں ہے کہ اگر اپنی جورو کو روٹی پکانے کے واسطے اجارہ لیا پس اگر کھانے کی
روٹی پکانے کیواسطے مقرر کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر فروخت کرنے کی روٹی پکانے کیواسطے مقرر کیا تو جائز ہے
یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر جورو نے اپنے شوہر کو خدمت یا بکریاں چرانے کیواسطے اجارہ پر مقرر کیا تو جائز
ہے اور شوہر کو اختیار رہیگا کہ اجارہ فسخ کر دے اور جورو کی خدمت نہ کرے یہ ظاہر الروایت کے موافق ہے
اور ابن سماعہ نے ابو عصمہ سعد بن معاذ المروزی کے واسطے سے امام اعظم رح سے روایت کی ہے کہ ایسا اجارہ
باطل ہے اور ایسا ہی حاکم شہید رح نے اپنی مختصر میں ذکر فرمایا ہے اور ظاہر الروایت کے حکم کی وجہ یہ ہے کہ شوہر
پر جورو کی خدمت کرنے کا استحقاق نہیں ہے اور شوہر اپنے منافع کا خود مالک ہے پس اسکو اختیار ہے کہ
اجارہ پر دیدے۔ اور اگر شوہر نے اجارہ نہ توڑا اور جورو کی خدمت کی تو اجرت کا مستحق ہوگا یہ محیط سرخسی
میں ہے۔ اور اسی پر فتوی ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے اور اگر کسی شخص نے اپنے والدین کو خدمت کے
واسطے اجارہ پر مقرر کیا تو ناجائز ہے خواہ اسکے والدین آزاد ہوں یا کسی شخص کے غلام ہوں یا دونوں
کافر ہوں اور باوجود اسکے اگر باپ نے خدمت کی تو اسکو اجرت مثل ملیگی اور اگر مقررہ اجرت سے اجر المثل کم
ہو تو کم نہ کیجائیگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر اپنے دادا یا دادی کو خدمت کیواسطے اجرت پر مقرر کیا تو ناجائز
ہے اور اگر باوجود اسکے اس نے خدمت کی تو جو کچھ ٹھہرا ہے وہ دیا جائیگا خواہ اس صورت میں پوتا یعنے
مستاجر آزاد ہو یا غلام مسلمان ہو یا کافر یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کسی مرد نے اپنے بیٹے یا عورت نے اپنے بیٹے کو اسواسطے
اجیر مقرر کیا کہ عورت کے گھر میں یعنی اپنی ماں کے گھر میں خدمت کیا کرے تو جائز نہیں اور نہ اجرت واجب
ہوگی اگر اس نے خدمت کی ولیکن آزاد یا مکاتب ہو تو ہو سکتا ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر بیٹا آزاد ہو اور
اس نے ماں باپ میں سے کسی کو اسواسطے اجیر مقرر کیا کہ میری بکریاں چرا دے یا سوائے خدمت کے
کسی دوسرے کام کے واسطے اجیر مقرر کیا تو یہ جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور فتاوی میں لکھا ہے کہ ایک عورت نے
اپنے شوہر سے کہا کہ میرے پاؤں داب دے اس شرط سے کہ تجھکو ہزار درہم دونگی پس شوہر نے اسکے پاؤں

له قوله جائز نہیں کیونکہ یہ کام خود اسپر واجب ہے لیکن وجوب سے مراد دیانۃ واجب مراد ہو کما صرح به الطحاوی وغیرہ ۱۲ ٢ قوله خدمت اسواسطے
کہ اسمیں اہانت ہے جو حرام کی گئی ہے اور سوا خدمت کے جائز ہوا ۱۲ ٣ اطلاق کتاب سے نانا و نانی کو بھی شامل ہے ۱۲

دا ہے یہانتک کہ عورت نے کہا کہ لیکن اب اس سے زیادہ مین نہین چاہتی ہون تو یہ اجارہ باطل ہے اور یہ حکم ابوعصمہ کی روایت کے موافق اور ظاہر الروایۃ کے مخالف ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے - اور بھائیون اور باقی اہل قرابت مین ہر ایک دوسرے کو خدمت کے واسطے اجارہ پر مقرر کرسکتا ہے اور جائز ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر کسی نے اپنی پھوپھی یا بڑے سن کے چچا یا بڑے بھائی کو خدمت کے واسطے اجیر مقرر کیا تو جائز نہین ہے یہ محیط سرخسی مین ہے - اور اگر مسلمان نے کسی کافر کی خدمت کے واسطے نوکری کرلی تو جائز ہے مگر مکروہ[۵۱] ہے اور امام فضلی رحمہ نے فرمایا کہ خدمت یا ایسی چیزون کے واسطے جن مین ذلت ہے مسلمانکو کافر کی نوکری جائز نہین ہے بخلاف زراعت اور سینچنے وغیرہ کی نوکریون کے کہ یہ جائز ہین یہ خلاصہ مین ہے - اگر کسی غلام کو اس محرم و صفر دو مہینون معلومہ کے واسطے ایک ماہ بحساب چار درم اور دوسرا بحساب پانچ درم کے اجیر مقرر کیا تو جائز ہے اور پہلا مہینہ چار درم کا رکھا جائیگا حتی کہ اگر اُسنے صرف پہلے مہینہ کام کیا پھر دوسرے مہینہ کام نہ کیا تو چار درم کا مستحق ہوگا اور اگر فقط دوسرے مہینہ مین کام کیا تو پانچ درم کا مستحق ہوگا یہ شرح جامع صغیر حسام الدین مین ہے - اور اگر تین مہینہ کے واسطے اجارہ لیا دو مہینہ ایک درم مین اور ایک مہینہ پانچ درم تو پہلے دو مہینہ ایک درم مین قرار دیے جاوینگے یہ مبسوط مین لکھا ہے - اور اگر کسی شخص نے کوئی غلام خدمت کے واسطے اجیر مقرر کیا تو اُسکو اپنے ساتھ سفر مین نہین لیجا سکتا ہے ولیکن اگر شرط کرلے تو جائز ہے اور یہ حکم اسوقت ہے کہ اُس نے شہر مین نوکر رکھا ہو اور سفر کے قصد مین نہو اور اگر سفر کی تیاری مین ہو تو اسمین مشائخ کا اختلاف ہے اور اگر وہ شخص مسافر ہو اور اُس نے نوکر رکھا تو اُسکو سفر مین لیجا سکتا ہے یہ جوہرۃ النیرہ مین ہے - اگر کوئی غلام کوفہ مین نوکر رکھا تاکہ اس سے خدمت لے اور خدمت لینے کے واسطے کوئی مقام معین نہین کیا تو اسکو اختیار ہوگا کہ کوفہ مین اس سے خدمت لے اور باہر کوفہ سے خدمت لینے کا اختیار نہین ہے کیونکہ کوفہ مین خدمت لینا دلالت حال سے ثابت ہے تو مثل صریح ثابت ہونے کے قرار دیا جاویگا پس اگر مستاجر اُسکو سفر مین لے گیا تو ضامن ہوگا اور ایسا ہی امام محمد رحمہ نے کتاب الاصل کے اجارات مین مسئلہ بیان کیا ہے کہ اگر کسی شخص نے ایک مکان کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اپنا غلام ایک سال تک خدمت کے واسطے دیکر صلح کرلی تو مدعی کو اختیار ہے کہ غلام اپنے اہل کے پاس لیجاوے اور شمس الائمہ حلوائی نے شرح کتاب الصلح مین لکھا کہ اپنے اہل کے پاس لیجانے سے یہ مراد نہین ہے کہ غلام کو مسافت سفر مین لیجاوے صرف یہ ہوسکتا ہے کہ گانون یا فناء شہر مین لیجاوے اور شمس الائمہ سرخسی اجارہ اور صلح مین فرق کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ صلح کی صورت مین مدعی کو لیجانے کا اختیار ہے کہ غلام کو سفر مین لیجاوے اور مستاجر کو سفر مین لیجانے کا اختیار نہین ہے یہ محیط مین ہے - اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ مستاجر کو غلام کے مارنے کا اختیار نہین ہے یہ ظہیریہ مین ہے - اگر مستاجر نے غلام کو اجرت دیدی حالانکہ غلام ہی نے عقد اجارہ قرار دیا تھا

---

[۵۱] ظاہراً بنظر دلیل مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے جو حرام کے قریب ہے وھو الاصح من المذہب ۱۲ منہ -

تو اجرت سے بری ہو گیا اور اگر غلام نے عقد اجارہ نہ ٹھہرایا ہو تو بری نہو گا اگرچہ اجرت دینا ایسے شخص کے ہاتھ مین واقع ہوا کہ حکماً اسکا ہاتھ مثل مولی کے ہاتھ کے ہی۔ یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور مستاجر کو اختیار ہے کہ غلام سے گھر کی ہر طرح کی خدمت لے اور حکم کرے کہ میرا کپڑا دھو[1] دے اور رسی دے اور آٹا گوندھ کر روٹی پکا دے اگر غلام اسکو اچھی طرح کرسکتا ہوا اور ٹٹو کو چارہ دیدے اور چھت پر سے متاع نیچے لادے اور اوپر لیجا دے اور بکری دودھ دے اور کنوین سے پانی بھر لادے اور یہ اختیار نہین کہ اسکو درزی گری یا کسی دوسرے پیشہ کے واسطے ٹھہرا دے اگرچہ وہ اس کام کو خوب جانتا ہو اور مستاجر پر اسکا کھانا دینا واجب نہین ہے ولیکن اگر احسان کر کے دیدے تو خیر یا وہان ایسا ہی رواج ہو گا تو دیگا۔ اور مستاجر کو اختیار ہے کہ اسکو اپنے مہمانون کی خدمت کے واسطے حکم دے اور یہ بھی اختیار ہے کہ کسی دوسرے شخص کو خدمت کے واسطے اجرت[2] پر دیدے۔ اور اگر مستاجر نے نکاح کیا تو اجیر سے کہہ سکتا ہے کہ میری اور میرے اہل عیال کی خدمت کرے اسیطرح اگر عورت نے اجارہ پر لیا ہو اور اس سے کسی نے نکاح کیا تو عورت بھی غلام کو حکم دے سکتی ہی کہ میری اور میرے شوہر کی خدمت کرے یہ مبسوط مین ہی منتقی مین بروایت ابراہیم رح امام محمد سے مروی ہے کہ ایک شخص نے اپنا غلام ایک سال کے واسطے اجارہ دیا پھر غلام نے گواہ قائم کیے کہ مالک نے اجارہ دینے سے پہلے مجھے آزاد کر دیا ہے تو اجرت غلام کو ملیگی۔ اور اگر غلام نے کہا کہ مین آزاد ہون اور مین نے اجارہ فسخ کر دیا اور اسکے پاس گواہ نہ تھے اور قاضی نے وہ غلام مالک کو دیدیا اسنے اجارہ کا کام کرنے کے واسطے غلام پر جبر کیا پھر غلام نے گواہ سنائے کہ مین آزاد ہون اور مولی نے مجھے اجارہ دینے سے پہلے آزاد کر دیا ہے تو نہ اجرت غلام کو ملیگی نہ مولی کو۔ اور اگر غلام نے یہ نہ کہا ہو کہ مین نے اجارہ فسخ کر دیا تو اجرت غلام کو ملیگی اور اگر غلام نابالغ ہو اور اس نے عتق کا دعوی کیا اور مولی اسکو اجارہ پر دے چکا ہے اور اس نے کہا کہ مین نے اجارہ فسخ کر دیا پھر اس نے کام کیا اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو اجرت غلام کو ملیگی اور یہ بمنزلہ ایسے لقیط کے ہے جو کسی شخص کی پرورش مین تھا اور اس شخص نے اسکو اجارہ پر دیدیا یہ ذخیرہ مین ہی۔

اگر ایک سال کیواسطے اپنا غلام اجارہ پر دیا پھر جب چھ مہینے گذر گئے تو اسکو آزاد کر دیا تو غلام کو اختیار ہی چاہے اجارہ پورا کر دے یا توڑ دے پس اگر اسنے فسخ کر دیا تو مابقی کا عقد فسخ ہو گیا اور مابقی اجرت مستاجر کے ذمہ سے ساقط ہو گئی اور گذشتہ مدت کی اجرت مولی کو ملیگی کذا فی البدائع اور یہ حکم اسوقت ہے کہ غلام پر قرضہ نہو اور اگر قرضہ ہو تو اجرت مین سے قرضخواہون کا قرضہ ادا کر کے جو باقی بچے وہ مولی کو ملیگا یہ غیاثیہ مین ہی اور اگر اسنے اجارہ کی اجازت دیدی اور پورا کر دیا تو وقت آزادی سے آخر سال تک کی اجرت غلام کو ملیگی اور جب غلام نے اجارہ پورا کر دینا اختیار کیا تو پھر اسکو اجارہ توڑنے کا اختیار نہو گا۔ اور تمام ال

---

[1] قولہ دھو دے یہ اس ملک کا رواج تھا اور ہمارے ملک مین ہمارا رواج معتبر ہو گا ۱۲م [2] قولہ اجرت پر دیدے یعنی مثلاً زید سے غلام اجارہ لیا تو چاہے بکر کو اجارہ پر دیدے اور یہ بھی ہمارے رواج کے خلاف ہے ۱۲م

اجارہ پر قبضہ کرنیکا حق مولی کو حاصل ہوگا اور غلام کو اجرت وصول کرنے کا استحقاق نہوگا ولیکن مولی کیطرف سے وکیل ہوکر وصول کر سکتا ہی۔ اور یہ حکم اسوقت ہے کہ مستاجر نے تعجیل کے ساتھ اجرت ادا نہ کر دی ہو اور وہ تعجیل کے ساتھ ادا کرنے کی شرط مولے نے لگائی ہو۔ اور اگر تعجیل[1] کے ساتھ مستاجر نے ادا کر دی یا اجارہ مین تعجیل کی شرط تھی اور غلام آزاد ہوا اور اُس نے اجارہ پورا کر دینا اختیار کیا تو تمام اجرت مولی کو ملیگی۔ اور اگر غلام نے اجارہ فسخ کر دینا اختیار کیا تو مولی آدھی اجرت مستاجر کو واپس کریگا خواہ مولی نے خود ہی غلام کو اجارہ پر دیا ہو یا غلام کو اُس نے اجازت دی ہو کہ اپنے تئین سال بھر کے واسطے اجارہ پر دیدے اور پھر چھ مہینہ بعد مولی نے آزاد کیا ہو ولیکن اجرت وصول کرنے کا استحقاق اس صورت مین غلام کو حاصل ہوگا۔ اور اگر غلام محجور ہو اور اُس نے اپنے تئین بدون اجازت مولی کے کسی کو اجارہ پر دیدیا اور بیچ مدت مین مولی نے اُسکو آزاد کر دیا تو غلام کو اختیار نہوگا یہ بدائع مین ہی۔ اور اگر غلام نے بدون اجازت مولی کے اپنے تئین اجارہ پر دیدیا پس اگر کام کرنے مین صحیح سالم بچ رہا تو صحیح ہی اور اجرت واجب ہوگی اور غلام کا وصول کرنا بھی صحیح ہی اور مستاجر کو اختیار نہوگا کہ غلام سے اجرت واپس لے اور اگر غلام اس عرصہ مین آزاد ہو جاوے تو اُسکو فسخ اجارہ کا اختیار نہوگا کیونکہ اُس نے خود ہی اجارہ کر لیا ہے اور جو اجرت بعد عتق کے واجب ہو وہ باتفاق الروایات غلام ہی کی ہوگی۔ اور اگر کام کرنے مین مر گیا قبل اُسکے کہ آزاد کیا جاوے تو اجارہ صحیح نہین ہی اور مستاجر کو اُسکی قیمت کی ڈانڈ مولی کو دینی پڑیگی اور اجرت کچھ نہ ملیگی یہ غیاثیہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک غلام ایک ماہ کے واسطے اجارہ لیا اور اُسپر قبضہ کر لیا پھر آخر مہینہ آگیا اور حال یہ ہے کہ غلام بھاگا ہوا ہے یا مریض ہی پس مستاجر نے کہا کہ قبضہ کرنے کے وقت سے بھاگا ہوا یا بیمار رہے اور مولی نے کہا کہ نہین ایسا نہین ہی بلکہ اس سے کچھ دیر پہلے سے ایسا واقع ہوا تو مستاجر کا قول مقبول ہوگا اور اگر اس جھگڑے کے وقت وہ غلام بھاگا ہوا یا مریض نہو تو مولی کا قول قبول ہوگا یہ تمرتاشی مین ہے ایک شخص نے ایک غلام کو غصب کر لیا اور اُس غلام نے اپنے تئین اجرت پر دیدیا اور کام کرنے مین مرنے سے بچ گیا تو اجارہ صحیح ہے اور بالاجماع غلام کو اجرت وصول کرنا جائز ہے پس اگر غلام نے اجرت وصول کی اور غاصب نے اس سے چھین کر کھالی تو اسپر ضمان نہ آویگی اور صاحبین نے فرمایا کہ غاصب اُسکا[1] ضامن ہوگا اور اگر مولی نے وہ اجرت بعینہ قائم پائی تو بالاجماع غاصب سے لے لیگا یہ جامع صغیر مین ہی۔ مکاتب نے اگر کوئی غلام اجارہ پر دیا پھر خود مال کتابت ادا کرنے سے عاجز ہو گیا تو اجارہ امام محمد رح کے نزدیک ٹوٹ جائیگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک نہ ٹوٹیگا۔ اور اگر مکاتب نے کوئی غلام اجارہ لیا پھر خود عاجز ہو گیا تو بالاتفاق اجارہ ٹوٹ جائیگا اور اگر مکاتب نے مال کتابت ادا کر دیا اور آزاد ہو گیا تو بالاتفاق اجارہ باقی رہیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر کسی شخص نے ایک غلام اجارہ پر دیا اور وہ غلام بعد اُسکے استحقاق مین لیا گیا یعنی کسی شخص نے اپنا

---

[1] قولہ اُسکا یعنی اجرت کا مانند غلام کے ضامن ہوگا ۱۲ منہ

استحقاق ملک غلام پر ثابت کیا اور پھر مستحق نے اجارہ کی اجازت دیدی پس اگر یہ اجازت تمام منفعت حاصل کرنے سے پہلے واقع ہوئی تو جائز ہے اور تمام اجرت بھی مستحق کو ملیگی۔ اور اگر منفعت حاصل کر لینے کے بعد اُسنے اجازت دی تو اُسکا اعتبار نہوگا اور تمام اجرت غاصب کو ملیگی۔ اور اگر کچھ مدت باقی رہنے پر اُس نے اجازت دی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک گذشتہ مدت اور باقی مدت سب کی اجرت مالک کو ملیگی یعنے مستحق کو ملیگی اور امام محمد رح کے نزدیک گذشتہ مدت کی اجرت غاصب کو اور باقی کی اجرت مالک کو ملیگی یہ ظہیریہ مین ہی۔ باپ یا حقیقی دادا یا اُن دونون کے وصی نے اگر نابالغ کو کسی ایسے کام کے واسطے جسکو نابالغ کر سکتا ہے اجارہ پر دیدیا تو جائز ہے اور باپ کے ہوتے ہوئے دادا کو اختیار نہین ہے اور باپ کا وصی بھی دادا پر مقدم ہے اور اگر نابالغ کا باپ یا حقیقی دادا یا اُن دونون کا وصی موجود نہو اور نابالغ کو کسی ذی رحم محرم نے اجارہ پر دیا حالانکہ یہ اسکی گود مین پرورش پاتا ہے تو جائز ہے اور اگر نابالغ جس ذی رحم محرم کی گود مین پرورش پاتا ہے اسکے سواے دوسرے ذی رحم محرم نے جو پہلے ذی رحم محرم سے زیادہ قریب ہے اجارہ پر دیا مثلاً نابالغ اپنے چچا کی گود مین پرورش پاتا ہے اور مان نے اسکو اجارہ پر دیدیا تو امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور امام محمد رح کے نزدیک نہین جائز ہی۔ اور اگر کسی ذی رحم محرم نے جسکی گود مین نابالغ پرورش پاتا ہے اُس نابالغ کو اجارہ پر دیا اور کرایہ وصول کر لیا تو اسکو یہ مال نابالغ پر خرچ کرنیکا اختیار نہین ہی جبکہ اُسکو نابالغ کے مال مین تصرف کا اختیار حاصل نہو جیسا کہ اگر نابالغ کو کچھ مال ہبہ کیا گیا اور وہ کسی ذی رحم محرم کی گود مین پرورش پاتا ہے تو اُس ذی رحم محرم کو اختیار ہے کہ اس ہبہ پر قبضہ کر لے[1] مگر یہ اختیار نہین ہی کہ اُسکو نابالغ پر خرچ کر دے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور غیاثیہ مین ہی کہ سواے باپ اور دادا کے کوئی نابالغ پر خرچ نہین کر سکتا ہے اور بعض نے فرمایا کہ پرورش کنندہ اسقدر خرچ کر سکتا ہے کہ جسکے خرچ کیے بغیر چارہ نہین ہی اور ضروری ہے اور اگر قاضی نے مطلقاً اجازت دیدی تو ہر طرح خرچ کر سکتا ہے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور باپ دادا دونون کے وصی کو نابالغ کے غلام یا عقار[2] کے اجارہ دینے کا اختیار ہے اور اُن لوگون کے سوا جنکی گود مین پرورش پاتا ہے اسکو نابالغ کے غلام کو اجارہ پر دینے کا اختیار نہین ہی۔ اور امام محمد رح نے استحساناً یہ حکم دیا کہ پرورش کنندہ بھی دے سکتا ہے اسی طرح استحساناً حکم دیا کہ اجرت کو بطور ضروری خرچہ کے خرچ کر سکتا ہے اور ہمارے استاذ رح نے فرمایا کہ اسی پر فتوے ہے یہ فتاوے کبری مین ہی۔ دو وصیون مین سے ایک[3] وصی کو امام اعظم رح کے نزدیک یہ اختیار ہے کہ یتیم کو اجرت پر دیدے مگر یتیم کے غلام کو اجرت پر نہین دے سکتا ہے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ غلام کو بھی اجرت پر دے سکتا ہے کیونکہ جو شخص یتیم پر تصرف کر سکتا ہے وہ اُسکے غلام پر بھی کر سکتا ہے یہ سراج الوہاج مین ہی

[1] قولہ قبضہ کر لے یعنے نابالغ کے واسطے نابالغ کی طرف سے قبضہ کر لے ۱۲م [2] قولہ عقار یعنے مال غیر منقولہ مانند زمین و مکان وغیرہ کے ۱۲م [3] قولہ ایک وصی یعنی اسکام مین دونون وصیون کی اتفاق راے کی ضرورت نہین ہی ۱۲م

نابالغ کو اگر اُسکے باپ نے یا باپ کے وصی یا دادا نے یا دادا کے وصی یا قاضی یا قاضی کے امین نے اجارہ پر دیدیا اور وہ نابالغ مدت اجارہ کے اندر ہی بالغ ہو گیا تو یہ عذر ہے چاہے اجارہ پورا کر دے اور چاہے فسخ کر دے اور اگر ان لوگون مین سے کسی نے اسکے مال مین سے کوئی چیز اجارہ پر دی اور وہ مدت کے اندر ہی بالغ ہوا تو اُسکو اختیار نہین ہے کہ اجارہ فسخ کرے یہ بدائع مین ہے اگر یتیم نابالغ لڑکے کو ایک سال کیواسطے کھانے و کپڑے پر اجارہ دیدیا اور سال گذر گیا تو باپ کو اختیار ہے کہ مستاجر سے اجر المثل کا مطالبہ کرے کیونکہ اجارہ فاسد واقع ہوا ہے اور جو کچھ مستاجر نے نابالغ کو دیا اسمین احسان کرنے والا شمار ہوگا اور فتاوی مین لکھا ہے کہ اگر بقدر اجر المثل کے کپڑا خرچ نہ کیا ہو تو مطالبہ کر سکتا ہے۔ کذا فی التاتارخانیہ اور قاضی خان نے فرمایا کہ مستاجر اپنا کپڑا واپس کر لے اور اجر المثل دیدے اور یہی صحیح اور صواب ہے کیونکہ جو کچھ اسنے دیا ہے وہ مفت نہین دیا ہے یہ قنیہ مین باب اجارہ فاسدہ مین ہے۔ ایک طفل نابالغ ہے اور اُسکا باپ نہین ہے اور نہ ماں ہے اور نہ چچا ہے اور اُس یتیم سے اسکے اقرباؤن نے بلا اجازت قاضی کے اور بدون اجارہ لینے کے دس برس تک کام لیا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ بالغ ہونے کے بعد اتنی مدت کے اجر المثل کا اُن لوگون سے مطالبہ کرے یہ قنیہ مین باب یقار الاجارہ مین ہے اگر اپنے آپ کو یا اپنے غلام کو یتیم کے کسی کام کے واسطے اجارہ مین دیا تو نہین جائز ہے کذا فی المبسوط اور یہی صحیح ہے یہ جواہر اخلاطی و محیط مین ہے۔ اگر وصی نے یتیم یا اُسکے غلام کو اپنے مال سے اپنے کسی کام کے واسطے اجارہ لیا تو امام اعظم رح اور دوسرے قول امام ابو یوسف رح کے موافق جائز ہونا چاہیے بشرطیکہ ایسی کم اجرت پر نہو کہ اُسکے مثل لوگ خسارہ نہین اُٹھاتے ہین یہ کبری مین ہے۔ اگر کوئی شخص دو یتیمون کا وصی ہوا اور اُس نے ایک کا مال دوسرے کو اجارہ دیدیا یعنی دوسرے کی طرف سے اجارہ لیا تو جائز نہین ہے جیسے کہ اگر ایک کا مال دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو بھی ناجائز ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور باپ نے اگر نابالغ بیٹے کو اپنے واسطے اجارہ لیا تو اُسکے جائز ہونے مین کچھ شک نہین ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور باپ نے اگر اپنے نفس کو نابالغ کے واسطے اجارہ دیا یا اپنے مال کو نابالغ کے واسطے اجارہ دیا یا نابالغ کا مال اپنے واسطے اجارہ لیا تو جائز ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور جس لڑکے نابالغ کو تصرف کی اجازت نہو یعنی وہ محجور ہو اور اُسنے اپنے تئین کسی شخص کو اجارہ پر دیا تو جائز نہین ہے۔ اسی طرح غلام محجور نے اگر اپنے تئین کسی کو اجارہ دیا تو جائز نہین ہے پھر بعد اجارہ دینے کے اگر کام کرنے مین مرنے سے بچ گیا تو استحساناً جو اجرت ٹھہری ہے وہ مستاجر پر واجب ہوگی اور اگر کام کرنے سے مر گیا پس اگر نابالغ محجور رہو تو مستاجر کی مددگار برادری کو اُسکی دیت دینی پڑیگی اور مرنے سے پہلے جسقدر اجرت واجب ہوئی ہے وہ مستاجر کو دینی پڑیگی اور اگر غلام محجور ہو تو مستاجر کو اسکی قیمت دینی پڑیگی اور جسقدر غلام نے کام کیا ہے اُسکی اجرت کچھ نہ دینی پڑیگی[۱]

[۱] قولہ نہ دینی الخ فرق طفل محجور و غلام مین یہ ہے کہ غلام کی ضمان خود مستاجر کے مال پر ہے اور وہ بعد ضمان کے غلام کا مالک ہو گیا تو اجرت نہ دار[؟] اور طفل محجور کا مالک نہین ہو سکتا لہذا اُسکی دیت مستاجر کی مددگار برادری پر ہوگی اور مزدوری مستاجر پر لازم ہے ۱۲ م

یہ محیط مین ہی اور اگر قاضی نے کسی شخص کو یتیم کے کام کے واسطے اجیر مقرر کیا تو اجر المثل کے حساب سے جائز ہے یعنی جسقدر اجر المثل ہے اسی قدر اجرت پر جائز ہی۔ اور اگر اجر المثل سے اجرت زائد ہو تو زیادتی یتیم کے مال سے دینی واجب نہو گی۔ اور اگر اجیر سے کام کرایا تو زیادہ اجرت یعنی اجر المثل سے بڑھتی اُجرت اسکے مال سے دلائی جاویگی۔ اور اگر قاضی نے نابالغ یتیم کا گھر یا غلام اجر المثل سے کم کرایہ پر اجارہ دیدیا تو جائز نہین ہے اور اگر مستاجر اس صورت مین اس مکان مین رہا تو اجر المثل واجب ہوگا چاہیے جسقدر ہو یعنی کرایہ مقررہ سے چاہیے جسقدر زیادہ ہو سب دلایا جائیگا اور اگر یتیم کے مکان مین کوئی شخص غصب کرکے رہا تو اجرت واجب نہو گی یعنی بلکہ ضمان واجب ہو گی۔ اور بعض نے فرمایا کہ مکان کے نقصان اور اجر المثل دونون کو دیکھ کر اُن دونون سے جو یتیم کے حق مین بہتر ہو وہی غاصب کے ذمہ واجب ہوگا یہ غیاثیہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک لڑکا کسی پیشہ ور آدمی کے پاس اُسکے ساتھ کام کرنے کے لیے بٹھا دیا اُس شخص نے اس لڑکے کو کپڑے بنوا دیے پھر اس لڑکے کی رائے مین یہ آیا کہ اس شخص کے ساتھ کام نکرے تو شیخ رح نے فرمایا کہ اگر اُس نے کرباس لڑکے کو عطا کیا اور لڑکے نے خود ہی اُسکو سیا ہے تو اُس شخص کو کپڑے کے لینے کی کوئی راہ نہین ہی کیونکہ سلائی کے سبب سے اسکا حق منقطع ہوگیا کذا فی فتاوی قاضی خان -

بارھوان باب تسلیم اجارہ کی صفت کے بیان مین- اگر عقد اجارہ صحیح واقع ہوا خواہ مدت مسمی ہو یا مسافت معلوم تو جس شئے پر عقد قرار پایا ہے اُسکا ہمیشہ مدت اجارہ تک تسلیم کرنا واجب ہے یہ محیط مین ہی قلت حاصل یہ کہ اگر غلام ایک سال تک کیواسطے یا ٹٹو کوفہ تک کے لیے اجارہ لیا تو اس مدت یا مسافت تک غلام یا ٹٹو موافق حصول منافع کے دمبدم سپرد کرنا واجب ہے فافہم اور معقود علیہ کا سپرد کرنا اجارہ مین اسطرح ہوتا ہے کہ مستاجر کو اُس سے نفع اُٹھانے کا قابو دیدے اور قابو دینا اسطور سے ہے کہ جو چیز محل نفع ہی وہ اس طور سے سپرد کردے کہ اُس سے نفع لینے کا کوئی امر مانع نہو۔ اور اگر مدت کے اندر کچھ دنون کوئی ایسا سبب پیدا ہوگیا جو نفع اُٹھانے سے مانع ہوا مثلاً کرایہ کا مکان غصب کرلیا گیا یا اجارہ کی زمین غرق ہوگئی یا اس زمین سے پانی رُک گیا اور منقطع ہوگیا یعنی وہان پانی نہین دیا جا سکتا ہے یا غلام بیمار رہا یا بھاگ گیا تو بقدر اُسکے اجرت بھی ساقط ہو جاویگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ شہر کے اندر کرایہ کے مکان کی کنجی مستاجر کو دیدینا اور اسکے ساتھ مستاجر اور مکان کے درمیان تخلیہ کرا دینا یہی اُس گھر کا سپرد کرنا ہے حتی کہ مدت گذر جانے سے اجرت واجب ہو گی اگرچہ مستاجر اُسمین نہ رہا ہو اور سواد شہر مین کنجی سپرد کرنا مکان کا سپرد کرنا نہین ہی اگرچہ مستاجر شہر مین داخل ہوگیا درحالیکہ کنجی اسکے ہاتھ مین ہو کذا فی القنیہ ایک شخص نے دوسرے کو ایک دوکان کرایہ دی اور کنجی اسکو دیدی اور مستاجر اسکے کھولنے پر قادر نہوا اور کنجی چند روز تک گم رہی اور پھر مستاجر کے ہاتھ آئی پس اگر اُس کنجی سے دوکان کھولنا ممکن ہے تو مستاجر پر گذشتہ ایام کا کرایہ واجب ہوگا اور اگر وہ دوکان اُس کنجی سے نہین کھل سکتی ہے تو کرایہ واجب نہوگا یہ ذخیرہ مین ہی- اور اگر ایک دارین

سے ایک منزل کرایہ لی اور اُس دار مین اور لوگ بھی رہتے ہین اور مالک نے مستاجر اور منزل کے درمیان تخلیہ کرا دیا پھر جب شروع مہینہ آیا تو اس نے گذشتہ مہینہ کا کرایہ طلب کیا اور مستاجر نے کہا کہ مین اُس منزل مین نہین رہا ہون مجھے اُسمین رہنے سے فلان ساکن مانع ہوا اور وہ شخص اس امر کا مقر ہے یا منکر ہے تو اسوقت کے حال کے موافق حکم دیا جائیگا یعنی اگر فی الحال اسمین مستاجر رہتا ہے تو اُسپر کرایہ واجب ہوگا اور اگر غاصب اُسمین موجود ہے تو واجب نہوگا اور مستاجر ہی کا قول قبول ہوگا اور اگر منزل مین فی الحال کوئی نہو تو مستاجر کو کرایہ ڈانڈ دینا پڑیگا یہ مبسوط مین ہے۔ منتقی مین امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ مستاجر اگر کرایہ کے غلام کو بیمار لیکر آیا یا کہا کہ یہ غلام بھاگ گیا تھا اور غلام کے مالک نے گواہ قائم کئے کہ غلام نے فلان فلان وقت ایسا ایسا کام کیا ہے اور مستاجر نے گواہ قائم کئے کہ اس ایام مین یہ غلام بھاگا ہوا یا مریض تھا تو مالک غلام کے گواہ قبول ہونگے یہ محیط مین ہے۔ اگر کرایہ کے مکان مین مالک کا اسباب رکھا ہو یا اجارہ کی زمین مین اُسکی کھیتی ہو تو صحیح یہ ہے کہ اجارہ صحیح ہو ولیکن جب تک خالی کرکے سپرد نہ کرے یا مستاجر کے ہاتھ[1] اُسکو فروخت نہ کرے تب تک کرایہ واجب نہ ہوگا اور اگر اُس نے مکان خالی کرکے سپرد کر دیا تو اجارہ لازم ہو جائیگا۔ اور اگر مالک نے تمام گھر سپرد کیا مگر ایک بیت مین اپنا اسباب رکھا تو بقدر اُسکے حصہ کے اجرت ساقط ہو جائیگی ولیکن مستاجر کو باقی گھر لینے مین خیار ہوگا کہ چاہے فسخ کر دے کیونکہ صفقہ متفرق ہو گیا ہے اور اگر مالک نے فسخ ہونے سے پہلے بالکل خالی کر دیا تو اجارہ لازم ہو جائیگا یہ غیاثیہ مین ہے۔ اور اگر تمام گھر مین سے کوئی بیت منہدم ہو گیا یا کوئی دیوار گر گئی اور باقی مین مستاجر رہتا تھا تو کرایہ مین سے کچھ کمی نہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہے۔

تیرھوان باب۔ ان مسائل کے بیان مین جو کرایہ کی چیز مالک کو واپس کرنے سے متعلق ہین۔ امام محمدؒ نے کتاب الاصل مین فرمایا کہ جو چیز مستاجر نے اجارہ لی ہے اُسکا مالک کو واپس کرکے دینا مستاجر کے ذمہ نہین ہے اور جسنے[2] اجارہ پر دی ہے اُسکے ذمہ ہے کہ مستاجر کے گھر سے وصول کر لاوے اور یہ عقد مثل عاریت کے نہین ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر ایک شخص نے چکی ایک مہینہ تک پیسنے کے واسطے اجارہ لی اور اُسکو اپنے گھر اُٹھالے گیا تو چکی کے واپس کرنے کا خرچہ مالک کے ذمہ ہے اور شہر اور غیر شہر اس حکم مین یکسان ہے قیاساً خواہ اجارہ ہو یا عاریت ہو پس اجارہ کی صورت مین واپسی کا خرچہ مالک مال پر ہے اور عاریت کی صورت مین مستعیر کے ذمہ ہے اور مشایخ نے فرمایا کہ اُسکی تاویل یہ ہے کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ اگر اجارہ اور عاریت مین وہ شے لیجانا مالک کی اجازت سے واقع ہوا ہو تو واپسی کے وقت اجارہ مین مالک پر خرچہ پڑیگا اور عاریت مین مستعیر کے ذمہ ہوگا۔ اور اگر لیجانا مالک کی بلا اجازت واقع ہوا ہے تو واپسی کے وقت خرچہ اُس شخص پر پڑیگا جو اُس شے کو لے گیا ہے خواہ مستاجر ہو یا مستعیر ہو یہ محیط مین ہے۔ اجیر مشترک جیسے

---

[1] قولہ اسکو یعنی زمین کی کھیتی یا مکان کا اسباب ۱۲ [2] قولہ جسنے خواہ مالک ہو یا وکیل ہو یعنی عاقد مراد ہے ۱۲۔

دھوبی رنگریز اور جولاہہ وغیرہ کی صورت مین واپس کرنا اجیر پر واجب ہے کیونکہ رد کرنا نقص قبضہ ہی پس اُسی شخص پر واجب ہونا چاہیے جسکو قبضہ کی منفعت حاصل ہوئی اور قبضہ کی منفعت ان صورتون مین اجیر کو حاصل ہوئی ہی کیونکہ اجیر کو مال عین یعنی اجرت ملی اور کپڑے کے مالک کو منفعت آور ظاہر ہے کہ مال عین محض نفع سے بہتر ہوتا ہی پس منفعت قبضہ اُسی کو حاصل ہوئی پس واپس کرنا بھی اسی پر واجب ہے بخلاف اُسکے اگر کوئی غلام یا ٹٹو کرایہ پر دیا اور مستاجر اپنے کام سے فارغ ہوگیا تو واپسی مالک پر واجب ہے کیونکہ یہان مستاجر کو منفعت اور موجر کو مال عین حاصل ہوا ہے کذا فی الذخیرہ۔ ایک شخص نے شہر مین اپنی ضرورتون کے واسطے سوار ہوکر جانے کے لیے ایک ٹٹو ایک وقت معلوم تک کرایہ لیا پھر وہ وقت گذر گیا تو مستاجر پر مالک کو واپس کرنا واجب نہین ہی بلکہ جس شخص نے کرایہ پر دیا ہے اُسپر واجب ہے کہ مستاجر کی منزل سے قبضہ کرلے حتی کہ اگر مستاجر نے اُسکو چند روز تک باندھ لیا اور وہ مستاجر کے قبضہ مین مرگیا تو ضامن نہ ہوگا خواہ موجر نے اُس سے طلب کیا ہو یا نہ کیا ہو کیونکہ طلب کرنے سے مستاجر کے ذمہ واجب نہوگا کہ موجر کے گھر واپس پہونچا دے پس اگر مستاجر نے عدوان کی راہ سے اسکو نہین باندھا ہے تو ضامن نہ ہوگا اور اگر مستاجر نے کسی خاص مقام سے جو شہر کے اندر ہے آنے اور جانے کے واسطے کرایہ لیا تو مستاجر پر واجب ہے کہ اُسی مقام پر واپس کردے کہ جہان سے اُسکو اپنے قبضہ مین لیا تھا کچھ اس وجہ سے نہین کہ مستاجر کے ذمہ واپس کرنا مال اجارہ کا واجب ہے بلکہ اس وجہ سے کہ جو مسافت عقد اجارہ مین قرار پائی ہی وہ تمام نہ ہوگی جبتک کہ اسی جگہ واپس نہ لاوے اور اگر اس صورت مین مستاجر نے اُسکو اپنے گھر لیجا کر باندھا اور وہ مرگیا تو قیمت کا ضامن ہوگا کیونکہ جو جگہ عقد اجارہ مین قرار پائی تھی اُسکے سوائے دوسری جگہ لیجانے کی وجہ سے اُسکے ذمہ عدوان ثابت ہوا۔ اور اگر مستاجر نے یون کہا ہو کہ مین اس مقام سے فلان مقام تک جاؤنگا اور وہان سے اپنے مکان پر لوٹ آؤنگا تو مستاجر پر واجب نہ ہوگا کہ جہان سے قبضہ کیا ہے وہان واپس لاوے کیونکہ جب مستاجر اپنے گھر پر واپس پہونچا تو اجارہ منقضی ہوا پس ٹٹو اُسکے پاس امانت مین رہا یہ بدائع مین ہی۔ اور اگر مستاجر کرایہ کے ٹٹو کو موجر کے مکان پر پہونچا دینے کے واسطے ہانک لیچلا باوجود اسکے کہ اُسکے ذمہ پہونچانا واجب نہین ہی اور وہ راستہ مین مرگیا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر مالک کسی شہر مین چلا گیا ہو اور مستاجر اسکو اُسی شہر مین واپس پہونچانے کے واسطے لیچلا اور وہ راستہ مین مرگیا تو ضامن ہوگا کیونکہ ٹٹو کو شہر سے باہر نکالنے کی وجہ سے غاصب ٹھہرا یہ محیط مین ہی۔ امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک شہر سے دوسرے شہر تک جانے کے واسطے ٹٹو کرایہ کیا اور اُسکو اپنے گھر مین باندھ لیا اور وہ مرگیا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر اُسنے اتنے دنون تک باندھا ہے کہ جتنے دنون تک لوگون کا معمول ہی کہ اپنے سامان کی درستی کے واسطے باندھ رکھتے ہین تو ضامن نہ ہوگا اور اجرت واجب ہوگی اور اگر اس سے زیادہ باندھا ہے تو اجارہ نہ رہا اور وہ شخص غاصب ہوگیا پس ضامن ہوگا اور امام محمد رح سے روایت ہے کہ انھون نے بدون اس تفصیل کے ضامن ہونیکا حکم دیا ہے یہ ذخیرہ مین ہی۔ منتقی مین ہی کہ ایک شخص نے

ٹٹو کرایہ لیا اور موجر کے گھر واپس پہونچا دیا اور جہان بندھتا تھا وہان باندھ دیا یا گاؤخانہ مین قفل یا دربند لگا دیا پس اگر وہ مرجاوے یا ضائع ہو جاوے تو ضامن نہ ہوگا۔ اور متاجر نے اگر وہی کام کر دیے جو واپس ملنے سے اُسکا مالک اُسکے ساتھ کرتا تو ضمان سے بری ہو جاویگا اور اگر متاجر نے ٹٹو کو اُسکے دار مین داخل کر دیا یا مربط مین داخل کر دیا مگر باندھا نہین اور نہ دربند کیا تو وہ ضامن ہوگا اگر ہلاک یا ضائع ہو جاوے یہ محیط مین ہے۔

چودھوان باب۔ اجارہ کے صحیح ہو جانے کے بعد اُسکی تجدید اور اسمین زیادتی کرنے کے بیان مین

اگر موجر یا متاجر نے معقود بہ مین کچھ زیادہ کیا پس اگر وہ زیادتی مجہول ہو تو زیادتی نہین جائز ہے خواہ موجر کی طرف سے ہو یا متاجر کی طرف سے اور اگر معلوم ہے اور موجر نے زیادتی کر دی تو جائز ہے خواہ اُسی جنس سے زیادتی کر دی ہو جو اُس نے اجارہ پر دی ہے یا اُسکی خلاف جنس سے ہو۔ اور اگر متاجر کی طرف سے ہو پس اگر اُسی جنس کی زیادتی سے ہو جسکے عوض کرایہ لیا ہے تو نہین جائز ہے اور اُسکی خلاف جنس سے ہو تو جائز ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر کچھ مدت گذر جانے کے بعد متاجر نے اجرت مین زیادتی کر دی تو زیادتی صحیح نہین ہے اور اگر اجرت مین کمی کر دیجاوے تو صحیح ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ابراہیم رحنے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے کوئی زمین بعوض چار کر گیہون کے اجارہ لی پھر ایک شخص نے موجر کو ایک کر بڑھا کر اجارہ طلب کیا اُسنے پانچ کر پر اُسکے ساتھ اجارہ کر لیا پھر متاجر اول نے جا کر ایک کر اور بڑھا کر اجارہ جدید کر لیا تو عقد اجارہ یہی دوسرا قرار دیا جائیگا اور پہلا عقد اجارہ بمقتضاے تجدید ثانیہ کے فسخ ہو گیا اور یہی مسئلہ امام ابو یوسف رح سے مذکور ہے اور اُسکی صورت یون ہے کہ متاجر اول نے دوسرے متاجر سے زیادہ اجرت بڑھا دی اور موجر نے وہ زمین پہلے کرایہ اور اُس زیادتی کے عوض متاجر اول کو سپرد کر دی اور حکم یون بیان کیا کہ پہلا اجارہ فسخ نہوگا اور جو کچھ بڑھایا ہے وہ اجرت مین بڑھا دینا شمار کیا جائیگا اور حاصل یہ ہے کہ اگر مالک نے ازسر نو اجارہ کی تجدید کی تو پہلا اجارہ ٹوٹ جائیگا اور اگر تجدید نہ کی تو نہ ٹوٹیگا اور جو کچھ بڑھایا ہے وہ اجرت مین زیادتی کر دینی شمار ہوگی۔ شیخ رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک دار غصب کیا اور اُسکو اجارہ پر دیدیا پھر وہ دار خرید لیا پس آیا اجارہ کی دوبارہ تجدید کرے تو فرمایا کہ نہین اجارہ تو ہو چکا ہے اور اگر ازسر نو تجدید کر لی تو یہ افضل اور احوط ہے کذا فی الحاوی۔ اور زمین کو طویل و قصیر مدت تک اجارہ لینے مین کچھ ڈر نہین ہے مگر وہ مدت معلوم ہونا چاہیے مثلاً دس برس یا زیادہ مدت تک اجارہ پر لی تو جائز ہے اور یہ اسوقت ہے کہ زمین ملوکہ ہو۔ اور اگر زمین وقف ہوا در متولی سے طویل مدت تک اجارہ لی پس اگر نرخ زمین کا بحالہ ہے کم و بیش نہین ہوا تو یہ جائز ہے۔ اور امام محمد رح سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک مزدور کو کسی خاص کام معلوم کے واسطے کسی قدر اجرت معلومہ پر ایک مہینہ کے واسطے مقرر کیا پھر مہینہ کے بیچ مین اُسکو ایک درم کے عوض دوسرے کسی کام کے واسطے مقرر کیا تو دوسرا اجارہ بقدر اتنی مدت کے کہ دوسرے

اجارے مین آگئی پہلے اجارہ کا فسخ کرنے والا ہو جائیگا حتی کہ اُسکو دونون اجرتین نہ ملینگی بلکہ پہلی اجرت مین سے بقدر دوسرے کے حصے کے کم کردیا جاویگا پھر جب وہ مزدور دوسرے کام سے فارغ ہوا تو اُسکے ذمہ اُسکی اجرت لازم ہوگی اور پہلا اجارہ پھر عود کریگا یہ محیط مین ہی۔

پندرھوان باب۔ اُن اجارات کے بیان مین جو جائز ہین اور جو جائز نہین اور اُسمین چار فصلین ہین۔

پہلی فصل۔ ان اجارات مین جنمین عقد فاسد ہوتا ہی۔ اجارہ کا فساد کبھی بسبب مقدار عمل کی جہالت کے ہوتا ہے مثلاً محل عمل[1] بیان نہ کیا۔ اور کبھی بسبب مقدار منفعت کی جہالت کے ہوتا ہے مثلاً مدت بیان[2] نہ کی اور کبھی کوئی شرط فاسد خلاف مقتضی عقد بیان کرنے سے فاسد ہوتا ہی۔ پس اجارہ فاسدہ مین اجر المثل واجب ہوتا ہی اور اگر اجارہ مین کچھ اجرت معلوم بیان کردی ہے تو یہ اجر المثل اُس سے زیادہ نہ کیا جائیگا اور اگر کچھ اجرت معلوم بیان نہ کی ہو تو اجر المثل واجب ہوگا خواہ کسی قدر ہو اور اجارۂ باطل مین اجرت واجب نہین ہوتی ہی۔ اور واضح ہو کہ جو چیز اجارہ پر لی ہے وہ ہر حال مین مضمون نہین ہوتی ہی خواہ اجارہ صحیح ہو یا فاسد ہو یا باطل ہو یہ غیاثیہ مین ہی۔ شیخ رحسے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے یہ دار مع اسکے حدود و حقوق کے اسقدر درمون کو جنکی یہ صفت ہے فلان سال کے دس مہینہ کیواسطے اس شرط سے کرایہ دیا کہ اگر تیرا جی چاہے تو خود اُسمین رہے اور تمام شرائط جو اجارہ صحیح ہونے کی ہین ذکر کردین پس آیا یہ اجارہ صحیح ہی فرمایا کہ نہین صحیح ہے کیونکہ اُس نے اول مدت بیان نہ کی پس مدت مجہول رہی اور ضرور ہے کہ یون بیان کرے کہ اس وقت سے یا اس ساعت سے فلان وقت تک تاکہ مدت معلوم ہو جائے یہ فتاوی نسفی مین ہی۔ اور اراضی کے اجارہ مین یہ بیان کرنا ضرور ہی کہ کس کام کیواسطے اجارہ لیتا ہی یعنی زراعت یا درخت لگانے یا عمارت بنانے وغیرہ کس کام کے واسطے لیتا ہی اور اگر اس نے یہ کام بیان نہ کیا تو اجارہ فاسد ہوگا ولیکن اگر موجر نے اسکو اجازت دیدی کہ جسطرح چاہے اس سے نفع اٹھاوے تو جائز ہے یہ بدائع مین ہی۔ اور اگر بیان نہ کیا کہ مین اس مین کیا چیز لوونگا یا یون شرط نہ لگائی کہ جو میرا جی چاہے اُس مین بوؤن تو اجارہ فاسد ہی یہ تبیین مین ہی۔ اور چوپاؤن کے اجارہ مین مدت بیان کرنا یا جگہ بیان کرنا ضرور ہے اور اگر کوئی بیان نہ کی تو اجارہ فاسد ہے اور یہ بھی بیان کرنا ضرور ہی کہ لادنے کے واسطے کرایہ کرتا ہے یا سواری کے واسطے اور سوار ہوگا تو کون شخص سوار ہوگا اور اگر لادے تو کیا چیز لادیگا۔ اور خدمت کے غلام اور پہننے کے کپڑے اور پکانے کی دیگ کے اجارہ لینے مین مدت بیان کرنا ضرور ہی۔ اور اگر جس وقت ان چیزون مین اجارہ واقع ہوا اُسی وقت جھگڑا پیدا ہوا اور ہنوز زمین مین اُس نے نہ کھیتی کی اور نہ درخت لگائے اور نہ عمارت بنائی اور نہ چوپایہ پر سوار ہوا اور نہ اُسکو لادا اور نہ کپڑے کو پہنا اور نہ دیگ مین پکایا ہے تو قاضی دونون مین اجارہ فسخ کردیگا پس اگر اس نے

---

[1] مثلاً کپڑا دھونے کے واسطے اجارہ لیا اور بیان نہ کیا کہ کتنا لینا جو ۱۲ کپڑا ہو [2] مثلاً کرایہ لیا اور مسافت بیان نہ کی ۱۲ ـ ۔ منہ

زمین مین زراعت کی یا چوپایہ پر سوار ہوا یا کپڑا پہنا یا دیگ مین پکایا اور مدت گذر گئی تو استحساناً اسکو
وہی اجرت دینی پڑیگی جو مقرر ہوئی تھی اور اگر قاضی نے اجارہ فسخ کر دیا پھر مستاجر نے ان چیزون سے
یہ کام لیے[1] تو کچھ اجرت واجب نہوگی یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر سواری کے واسطے کوئی ٹٹو کرایہ لیا اور یہ بیان
نہ کیا کہ کون شخص سوار ہوگا یا زمین لی اور بیان نہ کیا کہ مین زراعت کرونگا اور کس چیز کی زراعت
کرونگا تو فاسد ہے اور اگر فسخ اجارہ سے پہلے ان چیزون کو معین کر دیا تو جائز ہوگا یہ غیاثیہ مین ہے اگر
گیہون بونے کے واسطے کوئی زمین اجارہ لی اور پھر اسمین (اجارہ توڑنے سے پہلے ۱۲) رطبہ بویا تو جس قدر زمین کو نقصان پہونچا
اس کا ضامن ہوگا اور اجرت کچھ واجب نہوگی یہ بدائع مین ہے۔ اگر کوئی باربردار اونٹنی کرایہ کی تاکہ اسپر
اسقدر آٹا اور ستوا اور جو چیزین اصلاح کی ہین جیسے سرکہ و روغن زیتون وغیرہ لادے اور جو کچھ
اشیاے ضروری ہین مثل لوٹا و کٹورا وغیرہ اس کے پالان مین لٹکادے اور اس مین سے کچھ بیان[2] نہ کیا
تو قیاساً اجارہ فاسد ہے اور استحساناً جائز ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر کوئی محمل مکہ تک کرایہ کی تاکہ دو شخص سوار
ہون اور وہ دونون مع اپنے اوڑھنے بچھونے کے سوار ہونگے تو ضرور ہے کہ وہ دونون شخص کھلاوے
جاوین کیونکہ سواری مقصود انھین کی ہے اوڑھنے بچھونے کا بیان کرنا ضرور نہین ہے کیونکہ وہ بالتبع
ہے اور اگر موجر اور مستاجر نے سفر کے لیے باہر جانے کے وقت مین اختلاف کیا تو قافلہ کی روانگی
کا وقت معتبر ہوگا اور جو شخص قافلہ کے وقت سے بہت دن پہلے نکلنا چاہتا ہے تاکہ طول سفر سے دوسرے
پر بہت سا خرچ پڑے تو اُسکے قول کی طرف التفات نہ کیا جائیگا اسی طرح اگر محمل والے نے ایسا وقت
بیان کیا کہ اس وقت روانہ ہونے سے غالباً حج کے جاتے رہنے کا خوف ہے تو اس کی بات پر بھی التفات[3]
نہ کیا جائیگا اور اگر دونون نے باہم کوئی شرط ٹھہرالی ہو تو اسی کے موافق عمل درآمد کرینگے۔ اور اگر مکہ کے
جانے کے واسطے ایام حج سے ایک ماہ یا ایک سال پہلے کرایہ کرلے تو کچھ ڈر نہین ہے کیونکہ یہ عقد اجارہ
مضاف کے معنی مین ہے یہ غیاثیہ مین ہے۔ اگر ایک محمل اور ایک باربردار اونٹنی کرایہ لی اور کچھ بوجھ معلوم
اونٹنی پر لادنا شرط کرلیا پس جس قدر اُس بوجھ مین سے کھالیوے اور وزن و مقدار مین کم ہو جاوے
تو اُس کو اختیار ہے کہ اسی قدر ہر منزل مین آتے جاتے پورا کرتا جاوے اور جمال کو یہ اختیار نہین ہے
کہ اسے منع کرے بخلاف محمل کے کہ اگر اسمین دو شخص معلوم کی سواری کی شرط ٹھہری تو سواے ان
دونون کے دوسرے آدمی کو بجاے انکے سوار کرنے کا اختیار نہین ہے کیونکہ جیسا سوار ہوتا ہے ویسا ہی
چوپایہ کو ضرر پہونچتا ہے پس چوپایہ کا ضرر مختلف سواری کی وجہ سے مختلف ہوتا ہے ولیکن اگر جمال کسی دوسرے کو

[1] قولہ کام لیے یعنی زمین مین زراعت کی یا جانور پر سوار ہوا یا کپڑا پہنا یا دیگ مین پکایا تو اجرت نہوگی کیونکہ وہ غاصب ہے
جسکے نقصان وعیب کا ضامن ہے ۱۲ [2] قولہ بیان نہ کیا یعنے ان اشیاے ضروریہ کی تعداد اور وزن بیان نہ کیا ۱۲
[3] قولہ التفات الخ یعنے اس کا قول مردود ہے قابل التفات نہین ہے ۱۲

سوار کر لینے پر راضی ہو تو جائز ہے یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر لٹکانے کی چیزون اور ہدیہ جو کچھ لیجانے منظور
ہین ان سب کا وزن بیان کردے تو ہمارے نزدیک بہت بہتر ہے اور اگر احتیاط منظور رہو تو یون بیان
کردینا چاہیے کہ ہر محمل مین دو مشک پانی اور دو لوٹے بڑے سے بڑے ہین اور کرایہ نامہ مین لکھدے
کہ حمال نے اوڑھنا بچھونا اور دونون مشکین اور دونون لوٹے اور خیمہ اور قبہ یہ سب دیکھ لیا ہے
کیونکہ اس مین زیادہ مضبوطی ہے اور کرایہ نامہ کو اچھی مضبوطی کے ساتھ لکھوانا چاہیے۔ اور اگر حمال
سے عقبۃ الاجیر کی شرط کرلی تو جائز ہے اور عقبۃ الاجیر کے معنی دو طرح سے بیان کیے گئے ہین ایک
یہ کہ مستاجر ہر روز صبح و شام اُترے اور یہ امر معروف ہے اور اتنے عرصہ تک اس کا اجیر سوار ہولے اور
اسکو عقبۃ الاجیر کہتے ہین۔ اور دوسرا یہ کہ جو لکڑی محمل کے پیچھے لگی ہوتی ہے اُسپر بیٹھ کر اجیر ہر مرحلہ
مین فرسخ یا دو فرسخ تک سوار ہو کر چلے اور اسکو عقبۃ الاجیر کہتے ہین۔ اور کتاب الشروط مین ہے
کہ امام ابو یوسف رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک جو ہدیہ مکہ سے لاویگا اگر ان کی شرط کرلی کہ اتنے
من ہونگے تو بہتر ہے یہ مبسوط مین ہی۔ اگر کوئی اونٹ یا گدھا گیہون لادینگے واسطے کرایہ کیا اور گیہونکا
وزن بیان نہ کیا نہ اشارہ سے اُنکی تعیین کی تو بعض نے فرمایا کہ نہین جائز ہی اور بعضون کے نزدیک
جائز ہے اور اس صورت مین اسقدر گیہون رکھے جاوینگے جتنے معتاد ہون اور یہی اظہر ہے اور اسی
پر فتوی ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ اگر کوئی ٹٹو یا دوسرا مال عین اجارہ لیا اور عقد مین اُس کو معین نہ کیا
تو جائز نہین ہی و لیکن اگر بعد اسکے معین کیا اور مستاجر نے قبول کرلیا تو جائز ہی یہ فتاوے عتابیہ مین ہے اگر
سمرقند تک کے لیے کوئی ٹٹو کرایہ کیا تو جائز ہے کیونکہ سمرقند خاص شہر کا نام ہے اور اگر بخارا تک کے واسطے کرایہ کیا
تو نہین جائز ہی کیونکہ کرمینہ سے وردب تک بخارا کہلاتا ہی اور فتوی کیواسطے مختار یہ ہی کہ جائز ہی کیونکہ اجارہ کیوقت اس
لفظ سے فقط نفس شہر مراد ہوتا ہے یہ عرف ہے یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ اگر فارس تک کے واسطے کوئی ٹٹو
کرایہ لیا تو اجارہ فاسد ہے کیونکہ فارس و خراسان و خوارزم و شام و فرغانہ و سغد و ماوراء النہر
و ہند و خطا و دشت و روم و یمن یہ سب ولایتین ہین اور بلخ و ہرات و اوزجند یہ شہرون کے نام ہین
پس جہان ولایت کے نام سے کرایہ کیا ہے وہان ولایت کی حد آتے ہی اجر المثل واجب ہوگا مگر بقدار
مسمی سے زیادہ نہ دیا جائیگا اور جس صورت مین شہر کے نام سے کرایہ کیا ہے وہان جب شہر مین پہونچے تو
مستاجر کے گھر تک پہونچانا ضرور ہوگا یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص نے پیسنے کے واسطے ایک
چکی دس درم ماہوری پر کرایہ لی اور یہ بیان نہ کیا کہ کیا چیز پیسے اور کس قدر پیسے تو جائز ہے اور اُس سے
موافق رواج کے پیسنے کا کام لے اور اگر اس سے تجاوز کیا تو نقصان کا ضامن ہوگا اور اگر مدت بیان
نہ کی اور نہ یہ بیان کیا کہ کیا چیز اور کسقدر پیسے تو جائز نہین ہی۔ اور اگر یون بیان کیا کہ ہر روز دس قفیز
گیہون پیسے تو جائز ہے پھر اگر مستاجر نے دیکھا کہ اس چکی سے ہر روز اس قدر نہین پیسا جاتا ہے تو مستاجر کو

اجارہ توڑ دینے کا اختیار ہوگا یہ غیاثیہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک بیل کرایہ لیا تاکہ چکی مین چل کر پیسے اور ہر روز ایک درم ملیگا اور یہ بیان کردیا کہ کونسا اناج پیسیگا تو کتاب مین مذکور ہے کہ یہ جائز ہے اگرچہ یہ بیان نہ کیا کہ کس قدر روز پیسے اور ایسا ہی بعض مشایخ نے فرمایا ہے اور امام ابو بکر معروف بخواہر زادہ نے فرمایا کہ جس قدر روز پیسے اُسکی مقدار بیان کرنا ضرور ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ ظہیریہ و فتاوی قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص نے ایک دار یا بیت کرایہ لیا اور جس لیے کرایہ لیا ہے اسکو بیان نہیں کیا تو استحسانًا اجارہ فاسد نہوگا یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص کو اجارہ پر لیا تاکہ میرے لیے اتنے[1] کو فروخت کرے یا میرے لیے اتنے کو خریدے تو یہ فاسد ہے پھر اگر اس نے فروخت کرکے ثمن وصول کیا تو اس کے پاس امانت مین ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور اگر اسکے واسطے کوئی وقت مقرر کردیا پس اگر وقت کو پہلے بیان کیا پھر اجرت بیان کی مثلاً کہا کہ مین نے تجھے آج کے روز ایک درم پر اجارہ لیا تاکہ تو میرے واسطے یہ خرید و فروخت کردے تو جائز ہی۔ اور اگر پہلے اجرت بیان کی پھر وقت بیان کیا مثلاً یون کہا کہ مین نے تجھے اجارہ لیا ایک درم مین آج کے روز تاکہ میرے واسطے تو یہ خرید و فروخت کردے تو جائز نہیں ہی قال المترجم یہ احکام نوع عربیہ سے متعلق ہین اور زبان عرب مین فعل و فاعل اول پھر بترتیب غیر واجب زوائدات کا استعمال ہے اور جملہ صرف فعل و فاعل سے تمام ہوجاتا ہی پس پہلے فعل و فاعل کے ذکر سے جملہ تمام ہوا اور عقد قرار پایا اور پھر ضروریات عقد جیسا کہ کتاب مین مذکور ہین علی الترتیب مذکور ہوئے یا نہوئے اور زبان اُردو مین اُس کے بالعکس ہی پس زعم مترجم کا یہ ہے کہ بہرحال خواہ اجرت مقدم یا وقت مقدم ہو اجارہ جائز ہوگا کیونکہ صرف اجرت یا وقت کی تقدیم سے عقد قرار ہی نہ پاویگا تاوقتیکہ فعل و فاعل مذکور نہوا اور جملہ تمام نہو فافہم ہذا واللہ اعلم بالصواب اور جبکہ اجارہ فاسد ٹھہرا اور مستاجر نے کام کرکے تمام کیا تو اس کو اجر المثل یعنی جو اجرت ایسے کام کرنیوالون کو رواج کے موافق ملا کرتی ہی وہ اسکو بھی ملیگی۔ اور امام محمد نے دلال کے اجارہ لینے کا ایک حیلہ ذکر کیا ہے وہ یہ ہے کہ دلال کو حکم دے کہ فلان شے معلوم میرے واسطے خرید کرے یا فروخت کرے اور اجرت کچھ نہ بیان کرے پھر جب کام کرچکے تو مواساۃ کردے یا بطور ہبہ کے دیدے یا کام کی جزا مین دیدے اور یہ جائز ہو جائیگا کہ اس کی ضرورت پڑتی ہی۔ اور اگر دلال نے اجر المثل سے لیا تو آیا جائز ہے پس مشائخ نے کلام کیا ہی اور شیخ امام خواہر زادہ نے فرمایا کہ جائز اور حلال ہی اور ایسا ہی دوسرے مشایخ نے بھی کہا ہے اور اسی طرف امام محمد رح نے اشارہ کیا ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اجارہ کی چیز اگر اجارہ فاسدہ مین تلف ہوگئی تو مستاجر ضامن نہوگا جیسا کہ اجارہ صحیحہ مین ضامن نہیں ہوتا ہی۔ اور شیخ علی بن حسن مرغینانی سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کپڑون پر نقش کیا کرتا ہے اور نقش اسطور سے ہوتے ہین کہ بکری کا خون نفط[2] سیاہ مین ملاکر نقش

[1] اتنے کو یعنی مثلاً دس روپیہ کا مال خرید یا فروخت کیا کرے حالانکہ فروخت بے اختیاری ہی ۱۲ [2] قولہ نفط یہ روغن سیاہ معروف ہی ۱۲

بناتے ہین اور اس کام مین سواے بکری کے خون کے کوئی چیز کام نہین آتی ہو اور وہ اس کام کی مزدوری لیتا ہے پس آیا جائز ہے فرمایا کہ ہان یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر کوئی خشک نہر اجارہ لی تاکہ اُس سے اپنی زمین یا پن چکی کی طرف پانی لیجاوے یا کوئی پانی بہنے کا راستہ اپنے پرنالہ کا پانی بہانے کے واسطے اجارہ لیا تاکہ اس مین اپنا دھوون بہاوے یا کوئی بالوعہ اجارہ لیا تاکہ اس مین پیشاب اور نجاسات بہا دے تو یہ نہین جائز ہے کذا فی المحیط اور اگر کوئی بالوعہ[1] اس واسطے کرایہ لیا کہ اس مین اپنے وضو کا پانی بہا دے تو جائز نہین ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور امام محمد رح سے مروی ہے کہ اگر زمین کا کوئی موضع معروف اپنے پانی بہانے کی غرض سے اجارہ لیا تو جائز ہے کیونکہ جب اُس نے جگہ معین کر دی تو جہالت جاتی رہی یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر نہر یا کاریز[1] یا کنوین کا پانی اجارہ لیا تو جائز نہین ہے اور اگر پانی مع نہر و کاریز کو اجارہ لیا تو بھی جائز نہین ہے کیونکہ اس مین استہلاک عین ہے اور چونکہ اس مین عام مبتلا ہین اس واسطے فتوے یون دیا گیا ہی کہ جائز ہے اور اگر زمین مع پانی کے اجارہ لی تو تبعًا جائز ہے یہ تہذیب مین ہی اگر کسی منزل کا علو[2] اس واسطے اجارہ لیا کہ اسپر عمارت بنا دے تو امام اعظم رح کے نزدیک نہین جائز ہے اور صاحبین نے اس مین اختلاف کیا کیونکہ بالاخانہ کی زمین بمنزلہ زمین سفل کے ہے اور ظاہر یہ ہے اگر کوئی زمین اس واسطے اجارہ لی کہ اُس پر عمارت بنا دے تو جائز ہے اگرچہ عمارت کی مقدار مجہول ہے پس اسی طرح اس مسئلہ مین بھی جائز ہونا چاہیے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر کوئی ایسا راستہ جس سے خود گذرتا ہو یا لوگ گذرتے ہین اجارہ لیا تو اصل مین مذکور ہے کہ امام اعظم رح کے نزدیک نہین جائز ہے اور صاحبین رح کے نزدیک جائز ہے اور عیون مین صاحبین کا قول اختیار کیا ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ اگر کسی منزل کا بالاخانہ اس غرض سے اجارہ لیا کہ اسپر ہو کر اپنے حجرہ مین جاوے تو امام اعظم کے نزدیک نہین جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہی اسی طرح اگر نیچے کا مکان اس غرض سے کرایہ لیا کہ اسمین ہو کر اپنے مسکن مین جاوے تو امام اعظم رح کے نزدیک ناجائز اور صاحبین رح کے نزدیک جائز ہے اور امام زاہد شیخ احمد طواویسی نے فرمایا کہ ایسا اجارہ بالاجماع جائز ہونا چاہیے یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر کسی بیت کی چھت اس غرض سے اجارہ لی کہ ایک مہینہ اسپر شب باش ہو یا اسپر اپنا اسباب رکھے تو کتاب اصل کے نسخون کے اختلاف کی وجہ سے مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نسخون مین لکھا ہے کہ یہ نہین جائز ہے اور بعض مین لکھا ہے کہ جائز ہے اور یہی صحیح ہی کیونکہ معقود علیہ معلوم ہے کذا فی البدائع۔ اگر مدت معلومہ کے واسطے کسی مکان کا سفل یعنی نیچے کا مکان اس غرض سے اجارہ لیا کہ اُسپر بالاخانہ بنا دے تو جائز ہے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ جامع اصغر مین خلف رح کی روایت سے امام محمد رح سے منقول ہی کہ انھون نے فرمایا کہ اگر کرایہ کے مکان مین مستاجر نے کوئی بیت یا جاے ضرور بنا لی تو کچھ ڈر نہین ہے بشرطیکہ مکان کو کچھ ضرر نہو اور فقیہ ابو اللیث الکبیر رح نے فرمایا کہ یہی حکم

---

[1] کاریز پٹی ہوئی نالی ۱۲ [2] علو بالاخانہ جو چھت پر ہوتا ہے ۱۲

ماخوذ ہے یعنی اختیار کیا گیا ہی یہ حاوی مین ہی۔ اگر زمین مین سے کوئی خاص موضع کچھ مدت معلومہ کیواسطے یا چھت مدت معلومہ کے واسطے اس غرض سے اجارہ لی کہ اس مین پانی بہے تو جائز ہی۔ اور اگر اپنی زمین اس غرض سے کرایہ دی کہ مستاجر اس مین نہر کھودے یا اپنی دیوار اس غرض سے اجارہ دی کہ مستاجر اسپر کوئی عمارت بنادے یا دھینان وغیرہ رکھے تو ان صورتون مین اجارہ جائز نہین ہے یہ صغری مین ہی۔ اگر کوئی پرنالہ کچھ ماہواری اجرت معلومہ پر اپنے مکان مین جڑنے کے واسطے اجارہ لیا تو جائز ہی اور اگر وہ پرنالہ اس کے مکان کی دیوار مین جڑا ہوا ہو تو جائز نہین ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور تالابون اور نہرون کو مچھلی وغیرہ کے شکار کے واسطے اجارہ لینا جائز نہین ہی۔ اور چراگاہ کا اجارہ جائز نہین ہی اور اس سے یہ مراد نہین ہے کہ اس اراضی کا اجارہ نہین جائز ہے کیونکہ اراضی کا اجارہ جائز ہے صرف یہ مراد ہے کہ گھاس کا اجارہ جائز نہین ہے اور اس کے جواز کیواسطے حیلہ یہ ہے کہ اس زمین مین سے کوئی جگہ خیمہ گاڑنے کے واسطے اجارہ لے یا وہان اپنی بکریون کا حظیرہ بنادے پس یہ اجارہ صحیح ہوگا پھر چراگاہ کا مالک اُس مستاجر کو چراگاہ سے منفعت اُٹھانے کی اجازت دیدے کذا فی المحیط اور جامع الفتاوی مین لکھا ہے کہ مستاجر کو اختیار ہو جائیگا کہ جو شخص اس زمین مین آنا چاہے اُسکو منع کردے یہ تاتارخانیہ مین ہے اگر چراگاہ کی گھاس بعوض کسی معین غلام کے اجارہ لی اور اس سال پھر اُس کی گھاس چرائی توجسقدر گھاس چرائی ہے اُس کا ضامن ہوگا۔ اور اپنا غلام واپس لے لے اور اگر موجر نے اس غلام کو آزاد یا فروخت کر دیا ہو تو عتق وبیع جائز ہو گی اور موجر اُس کی قیمت کا ضامن ہوگا یہ مبسوط مین کتاب الشرب مین ہی۔ اگر کوئی گھرنی اور رسی وڈول اپنی بکریون کو پانی پلانے کے واسطے اجارہ لیا تو بسبب جہالت کے فاسد ہی ولیکن اگر وقت بیان کردے تو جائز ہے یہ مبسوط کی کتاب الاجارات مین ہی۔ اگر کوئی دیوار اس واسطے اجارہ لی کہ اُسپر دھنیان رکھے یا سترہ بنادے یا اس مین روشن دان بنادے تو نہین جائز ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر کسی زمین مین سے کوئی جگہ معلوم منخین تانا تننے کے واسطے گاڑنے کے لیے تاکہ اس سے کپڑا اپنے اجارہ لی تو جائز ہے کیونکہ لوگ ایسا اجارہ لیا کرتے ہین۔ اور اگر کوئی دیوار اس غرض سے اجارہ لی کہ اسپر منخین اور کھونٹیان گاڑ کر ابریشم کا تانا درست کرے تاکہ اس سے دیبا وغیرہ ریشمی کپڑے بنے تو نہین جائز ہے ایسا ہی بعض مشائخ نے ذکر کیا ہے کیونکہ ایسا اجارہ لوگون مین رائج نہین ہے اور بعض مشائخ نے ذکر کیا کہ ہمارے ملک کے رواج کے موافق جائز ہونا چاہیے کیونکہ ہمارے ملک مین دونون صورتون سے اجارہ لینا لوگون کا معمول ہی اور نوادر ہشام مین ہے کہ اگر کوئی میخ گاڑنے کے واسطے اجارہ لے تو جائز ہے اور اسکے معنی یہ ہین کہ کسی شخص سے ایک میخ کرایہ کو لایا تاکہ اپنے گھر کی دیوار مین گاڑے تو جائز ہے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور جن کھونٹیون پر ابریشم کا تانا درست کیا جاتا ہی انکا اجارہ لینا جائز ہے اور اگر کوئی کھونٹی اسباب لٹکانے کے واسطے اجارہ لی تو جائز نہین ہے یہ وجیز کردری

مین ہی۔ اور درخت کا اجارہ اس شرط سے کہ پھل مستاجر کے ہون جائز نہین ہی اسی طرح اگر گاے یا بکری اس شرط سے اجارہ دی کہ دودھ یا بچہ مستاجر کے ہون تو جائز نہین ہے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور منتقی مین ہی کہ کسی شخص نے مکان کی چھت اس غرض سے اجارہ لی کہ اُسپر کپڑے سکھلادے تو جائز ہی کذا فی المحیط اور اگر کوئی درخت اس غرض سے اجارہ لیا کہ اسپر کپڑے پھیلا کر خشک کرے تو جائز نہین ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر بغداد تک جانے کے واسطے ایک ٹٹو اس شرط سے کرایہ کیا کہ اگر مجھے اُس نے بغداد تک پہونچادیا تو جتنی مزدوری پر راضی ہوگا وہ دونگا تو ایسا اجارہ فاسد ہی کیونکہ اجرت مجہول ہی اسی طرح اگر اپنے حکم یا ٹٹو والے کے حکم پر کرایہ کیا تو بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر اُس نے کہدیا کہ میری رضامندی بیس درم پر ہے تو بیس درم سے زیادتی نہین ہوگی ہان بیس درم سے کم ہوسکتے ہین یہ محیط مین ہے۔ اگر کوئی ٹٹو اس طور سے کرایہ کیا کہ جو میرے ساتھیون نے دیا ہے وہی مین بھی دونگا پس اگر اُسکے ساتھیون نے جو کرایہ دیا ہے وہ بھی مثل اس ٹٹو کی مزدوری کے معلوم نہو بلکہ مختلف ہو تو اجارہ فاسد ہی۔ اور اگر معروف ہو کہ دس درم ہین نہ کم نہ زیادہ اور یہ معلوم بھی[1] ہوجاوے تو جائز ہے اور اگر مختلف ہو مثلاً ایسے ٹٹو کا کرایہ باختلاف احوال مختلف ہوتا رہتا ہے کبھی دس اور کبھی کم اور کبھی زیادہ تو درمیانی کرایہ دینا پڑیگا تاکہ دونوںکا لحاظ رہے یہ وجیز کردری مین لکھا ہی

دوسری فصل

ان صورتون کے بیان مین جن مین شرط کی وجہ سے عقد فاسد ہوتا ہے۔ جو ایسی شرطین ہین کہ جن کو عقد اجارہ مقتضی نہین ہے وہ عقد اجارہ کو فاسد کرتی ہین۔ مثلاً اجیر خاص کے ساتھ یہ شرط لگائی کہ جو اُس کے فعل سے یا بغیر اس کے فعل کے تلف ہو اُس کا ضامن ہوگا یا اجیر مشترک کے ذمہ یہ شرط لگائی کہ جو بغیر اس کے فعل کے تلف ہو اُس کا ضامن ہوگا تو یہ امام اعظم رح کے نزدیک مفسد ہے۔ اور اگر ایسی شرط لگائی کہ جسکو عقد اجارہ مقتضی ہے تو وہ عقد کو فاسد نہین کرتی ہے مثلاً اجیر مشترک کے ذمہ یہ شرط لگائی کہ جو اس کے فعل سے تلف ہو اسکا ضامن ہے یہ جوہرۃ النیرہ مین ہی۔ اگر کوئی غلام ایک مہینہ کیواسطے اس شرط سے اجارہ لیا کہ اگر غلام بیمار ہوجاوے یا مستاجر بیمار ہوجاوے توجسقدر مرض کے باعث سے ناغہ ہو اُسقدر دوسرے مہینہ مین کام کردے تو یہ فاسد ہے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر کوئی غلام یا ٹٹو دس درم ماہواری پر اس شرط سے کرایہ لیا کہ غلام کا کھانا مستاجر کے ذمہ یا ٹٹو کا چارہ مستاجر کے ذمہ ہے تو کتاب مین مذکور ہی کہ یہ جائز نہین ہی اور فقیہ ابو اللیث رحہ نے فرمایا کہ ٹٹو کی صورت مین ہم متقدمین کا قول لیتے ہین دلیکن غلام کی صورت مین ہمارے یہان عادت یہ ہے کہ وہ مستاجر کا کھانا کھاتا ہے یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور ہر اجارہ

---

[1] قولہ معلوم یعنی رواج تو معروف ہے لیکن دونون عقد کرنے والون کو بھی یہ بات معلوم ہو ۱۲ - ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔

جو ایسا ہو کر اسمین کھانے یا چارہ کی شرط ہو وہ فاسد ہے ولیکن دائی کو اجارہ لینے مین کھانے کپڑے دینے کی شرط جائز ہی یہ مبسوط مین ہی - قلت اراد بہ الاختلاف عند الاعظم رح فقط - اگر کسی شخص سے ایک مہینہ کے واسطے دس درم پر ایک گھر اس شرط سے کرایہ لیا کہ اگر اسمین مستاجر ایک روز بھی سکونت کرے پھر چاہے خارج ہو جاوے تو دس درم واجب ہون گے تو ایسا اجارہ فاسد ہی - اور اگر کوئی گھوڑا اس شرط سے کرایہ لیا کہ جب بادشاہ سوار ہوا کریگا مین بھی اسکے ساتھ سوار ہوا کرونگا تو یہ بھی بسبب جہالت معقود علیہ کے فاسد ہے یہ محیط مین ہی - اگر کوئی گھر اجرت معلومہ پر کرایہ لیا اور موجر نے کرایہ مین مستاجر کے ذمہ یہ شرط لگائی کہ مکان مین کہگل کرا دے اور دروازہ کا دربند لگا دے یا اُسکی چھت مین شہتیر ڈلوادے تو یہ اجارہ فاسد ہے اسیطرح اگر کوئی زمین اجارہ دی اور اسکے ساتھ شرط لگائی کہ متاجر اُسکی نہر اگروا دے یا اسمین کنوان کھدوا دے یا کاریز بنوا دے تو بھی یہی حکم ہی یہ بدائع مین ہی - ایک شخص نے اپنا گھر ایک شخص کو اس شرط سے دیا کہ اسمین رہا کرے اور اُسکی مرمت کرا دے اور اُسپر کچھ اجرت نہین ہی تو یہ اجارہ نہین بلکہ عاریت ہے کیونکہ اجرت نہونا شرط کر دی ہے اور کچھ اجرت شرط نہین کی اور یہ جو مرمت کرانا شرط کیا ہے یہ اُس گھر کا نفقہ ہے اور نفقہ مستعار چیز کا مستعیر پر ہوتا ہے یہ فتاوی صغرے وغیاثیہ مین ہی - اگر ایک شخص نے بغداد تک جانے کے واسطے ایک ٹٹو اس شرط سے کرایہ کیا کہ جو کچھ اللہ تعالے مجھے بغداد مین رزق دیگا یا فلان شخص سے دلا دیگا اسمین سے نصف موجر کو دونگا تو یہ اجارہ فاسد ہی اور مستاجر پر اجر المثل واجب ہوگا جہانتک سوار ہوا ہے اور اگر ٹٹو کو اس شرط سے کرایہ کیا کہ اگر اسنے مجھے بغداد تک پہونچا دیا تو موجر کو دس درم کرایہ ملیگا ورنہ کچھ نہ ملیگا تو یہ فاسد ہے اور جہانتک وہ سوار ہو کر جاویگا اتنی دور کا اجر المثل موجر کو دلا دیا جائیگا یہ مبسوط مین ہی - اگر کسی شخص نے خراج دینے کی شرط مستاجر کے ذمہ لگائی تو کتاب مین مذکور ہے کہ ایسا اجارہ فاسد ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے کہا کہ یہ خراج مقاسمہ[1] پر محمول ہی یعنی خراج مقاسمہ اُسکو دینا پڑیگا یا ایسی زمین کے خراج مین ہے کہ جو صلح سے حاصل ہوئی ہی کہ اسکا خراج مختلف ہوتا رہتا ہے ولیکن اگر خراج وظیفہ مراد لیا جاوے تو اس صورت مین خراج یا اجرت مسمی یکسان ہے یعنی جائز ہونا چاہیے اور صحیح یہ ہے کہ عقد مطلقاً جائز نہین ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ فتاوی صغری مین ہی - اگر زمین عشری ہو اور موجر نے عشر دینا مستاجر کے ذمہ شرط کیا تو صاحبین رح کے نزدیک جائز ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک نہین جائز ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اور اگر یون کہا کہ اس زمین کا خراج ادا کر دے اور تجھپر کچھ اجرت نہین ہی تو یہ اجارہ فاسد ہی اسی طرح اگر چوپایہ کے کرایہ لینے مین یہ شرط لگائی کہ اگر مستاجر کچھ راستہ چل کر لوٹ آیا تو اُسپر پوری

---

[1] قولہ خراج مقاسمہ یعنی بٹائی کا خراج مثلاً زمین خراجی آدھے یا چوتھائی کی بٹائی پر دیدی حتی کہ اگر پیداوار نہو تو خراج باطل ہی اور اسکے مقابل خراج موظف ہے مثلاً اس زمین کو دس روپیہ پر کٹائی کر دیا خواہ ہزار روپیہ کا اناج پیدا ہو یا کچھ نہو ۱۲ م - ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

اجرت واجب ہو گی تو یہ فاسد ہے یا یہ شرط لگائی کہ اگر اس ٹٹو نے مجھے آج کے روز فقط فلان موضع تک پہونچا یا تو مجھپر کرایہ واجب نہ ہوگا تو بھی کل اجارہ فاسد ہو گیا اور مستاجر پر جسقدر دور سوار ہوا ہے اسکا اجر المثل واجب ہوگا۔ اسی طرح اگر چارہ دینے کی شرط مستاجر کے ذمہ لگائی تو بھی فاسد ہے اور اس صورت مین اگر مستاجر نے چارہ ندیا یہانتک کہ ٹٹو مر گیا تو ضامن نہو گا۔ اسی طرح اگر اجارہ کی چیز مین باربرداری وخرچہ پڑتا ہو اور موجر نے یہ شرط لگائی کہ مستاجر مجھے واپس دیجاوے تو بھی اجارہ فاسد ہے اور اگر اسکی کچھ باربرداری وخرچہ نہو تو جائز ہے[جو چیز اجارہ پر دیگئی ۱۲] اسیطرح اگر یہ شرط لگائی کہ مجھے بلا عیب واپس کرے یا اگر مر جاوے یا عیب دار ہو جاوے تو مستاجر ضامن ہو تو بھی اجارہ فاسد ہے اور اگر معمار کے ذمہ یہ شرط لگائی کہ اس عمارت کے بنانے مین اسقدر اپنی ذاتی اینٹین لگادے یا درزی سے یہ شرط کی کہ میری قباسی دے بشرطیکہ اسکا استر اور روئی بھرائی اپنے پاس سے لگادے تو یہ جائز نہین ہے اور اگر اُسنے ایسا ہی کیا تو اجرت مقررہ واجب نہ ہو گی بلکہ جو کچھ اجر المثل ہو وہ ملیگا اور اسکے ساتھ اینٹون کی قیمت یا استر وروئی بھرائی کی قیمت ملیگی ور یہ حکم بخلاف روئی اونٹنے ودھننے والے کی صورت کے ہے یہ غیاثیہ مین ہے۔ ایک شخص کو مزدور کیا کہ مستاجر کے جو درخت فلان گانون مین جو شہر سے فاصلہ پر تھا واقع ہین انکو قطع کر دے اور یہ کہدیا کہ آنے وجانے کا خرچہ مستاجر کے ذمہ ہو گا تو مشائخ نے فرمایا مستاجر کے ذمہ یہ خرچہ واجب نہوگا۔ اور اگر مستاجر کے ذمہ خرچہ کی شرط عقد اجارہ مین لگائی ہو تو اجارہ فاسد ہے۔ اور چاہیے یہ ہے کہ اس حکم مین تفصیل ہو۔ اسطرح کہ اگر یہ درخت معلوم ہون تو یہی حکم ہے اور اگر مستاجر کو معلوم نہون تو جبتک وقت ذکر نہ کرے اجارہ صحیح نہوگا۔ اور اگر وقت بیان کر دیا تو اسقدر وقت تک وہ مزدور اجیر خاص ہو گا پس مستاجر پر سوائے اسقدر اجرت کے جو بیان کر دی ہے اور کچھ واجب نہو گا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ امام محمد رح نے جامع صغیر مین فرمایا کہ ایک شخص نے کوئی زمین بعوض چند درمونکے اس شرط سے کرایہ لی کہ مستاجر اُسکو گوڑ کر اُسمین زراعت کرے یا سینچ کر اُسمین زراعت کرے تو یہ جائز ہے۔ اور اگر یون شرط لگائی کہ زمین کا تسنیہ کرے یا اسمین کھاد ڈلوائے تو فاسد ہے اور تسنیہ کی تفسیر مین مشائخ رح نے اختلاف کیا ہے بعضون نے فرمایا کہ تسنیہ کے یہ معنی ہین کہ زمین کو گوڑ کر واپس کرے پس اگر یہی معنی ہین تو یہ ایسی شرط ہے کہ خلاف مقتضائے عقد ہے کیونکہ بعد اجارہ پورے ہونے کے اُسکی منفعت رب الارض کو حاصل ہو گی۔ اور بعضون نے فرمایا کہ یہ معنی ہین کہ زمین کو دوبارہ گوڑے پھر اسمین زراعت کرے پس اگر یہ معنی مراد ہین تو اجارہ کا فاسد ہونا امام محمد کے ملک کے عرف پر ہے کہ وہان کی زمین ایک بار گوڑنے سے پوری پیداوار دیتی ہے اور ایسا ہی ملک نسف مین بھی ہے پس ایسے ملکون مین البتہ ایسی شرط خلاف مقتضائے عقد ہے اور مالک زمین کو اس شرط سے نفع ہے

کیونکہ گوڑنے کا نفع انقضاے اجارہ کے بعد باقی رہیگا حتی کہ اگر باقی نرہے تو عقد فاسد نہوگا ولیکن ایسے ملکون مین جہان برون دو تین بار گوڑے ہوئے زمین مین اچھی پیدا وار نہین ہوتی ہی وہان ایسی شرط لگانے سے عقد فاسد نہوگا اور ایسے ہی کھاد ڈلوانے مین بھی تفصیل ہی کہ اگر کھاد دینا متاجر کے ذمہ قرار دیا اور ظاہر ہے کہ یہ ایک مال معین دینے کی شرط ہے پس اگر اُس کھاد کی منفعت دوسرے سال تک باقی رہتی ہی تو عقد فاسد ہوگا اور اگر سال آیندہ تک باقی نہین رہتی ہی تو عقد فاسد نہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور شیخ الاسلام خواہرزادہ نے ذکر فرمایا کہ اگر مدت اجارہ کے اندر کی گوڑی ہوئی واپس کرے تو عقد فاسد ہے اور یہی صحیح ہی ولیکن اگر یہ شرط لگائی کہ مدت اجارہ کے اندر نہین بلکہ اجارہ گذر جانے کے بعد گوڑکر واپس کرے تو اسکی دو صورتین ہین اگر اس طور سے اجارہ دیا کہ مین نے تجھے یہ زمین بعوض اتنے درمون اور بعوض اُسکے کہ بعد اجارہ گذرنے کے گوڑکر واپس دے اجارہ مین دیدی تو یہ صحیح ہے اور کتاب مین فرمایا کہ اگر یون اجارہ پر دی کہ مین نے تجھے یہ زمین اسقدر درمون پر اجارہ دی بشرطیکہ بعد اجارہ کی مدت گذرنے کے تو اُسکو گوڑدے تو صحیح نہین ہی۔ اور اگر اُس نے گوڑ دینا مطلقاً بیان کیا تو اُس سے یہ مراد لیجاویگی کہ مدت اجارہ گذرنے کے بعد گوڑ دے پس اجارہ جائز ہوگا۔ ولیکن یہ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے اور ہم نے یہ تفاصیل اسی کی وجہ سے پائی ہین اور وہ صحیح ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ فتاوی صغری مین ہی۔ اور اگر متاجر کے ذمہ نہر کے اُگارنے کی شرط لگائی تو عقد فاسد ہوگا۔ اور ہمارے بعضے مشائخ نے پانی کی نالیون اور نہر مین فرق کیا ہے اور فرمایا ہے کہ نالیون کو صاف کرا کر اُگروا دینے کی شرط صحیح ہے مگر حکم اول اصح ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی شخص سے ایک سال کے واسطے ایک گھر سو درم پر اس شرط سے اجارہ لیا کہ اسمین سکونت اختیار نہ کریگا۔ تو اجارہ فاسد ہی۔ اور اگر کوئی گھر اُس شرط سے اجارہ دیا کہ متاجر خود اسمین رہے اور متاجر کے ساتھ کوئی دوسرا نہ رہے تو اجارہ جائز ہے حالانکہ موجر کے واسطے اس شرط مین نفع ہی اور شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین فرمایا کہ یہان کچھ تاویل کرنا ضرور ہے تاکہ فرق ظاہر ہو جاوے پس ہم کہتے ہین کہ دوسری صورت مسئلہ کی تاویل یہ ہے کہ اُس دار مین کوئی چہ بچہ یا وضو کا گڑھا نہ تھا پس جب یہ صورت تھی تو مالک مکان کا اس شرط مین کچھ نفع نہین ہی اسلیے کہ دوسرے کے رہنے سے اُسکا ضرر نہوگا کیونکہ ایسی صورت مین جو کچھ پانی اس دار مین جمع ہوگا اُسکا باہر نکالنا متاجر کے ذمہ ہی پس موجر کا کیا نقصان ہی اور بہت لوگون کے رہنے سے عمارت کمزور نہین ہوتی ہے پس عقد فاسد نہ ہوگا اور پہلی صورت کی تاویل یہ ہے کہ اس دار مین چہ بچہ وغیرہ تھا پس اس صورت مین عدم سکونت کی شرط سے مالک مکان کو نفع ہی ولیکن ایسی شرط خلاف مقتضاے عقد ہی پس عقد فاسد ہوا پھر اگر اس پہلی صورت مین باوجود فساد اجارہ کے متاجر نے سکونت اختیار کی تو اُس پر اجر المثل واجب ہوگا چاہے جس قدر ہو یہ محیط مین لکھا ہے اگر کسی شخص نے اپنے گھر کا اجارہ یہ ٹھہرایا کہ متاجر ہمارے واسطے

ایک سال تک اذان دیوے یا امامت کرادے تو اجارہ فاسد ہے اور اگر مستاجر نے سکونت اختیار کی تو اُسپر اجر المثل واجب ہوگا اور اذان و امامت کی مزدوری اُسکو کچھ نہ ملیگی یہ مبسوط مین ہی۔ ایک شخص نے دس درم ماہواری پر ایک دار اپنے رہنے یا اپنے اہل و عیال کے رہنے کے واسطے اس شرط سے کرایہ لیا کہ اس دار کی تعمیر کرادیگا اور جو اسمین شکست و ریخت ہوگی اُسکی مرمت کرادیگا اور چوکیداری دے گا اور جو ٹکس سلطان وغیرہ کی طرف سے اُسپر باندھا جائیگا۔ وہ ادا کردیگا تو ایسا اجارہ فاسد ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ تعمیر کرانے اور ٹکس دینے کی شرط کرنے کی صورت مین یہ حکم بیشک صحیح ہی کیونکہ عمارت بنوانا مالک مکان کے ذمہ ہے اور وہ فی نفسہ مجہول چیز ہے پس اُسکی شرط کرنے مین اُسنے اپنے اوپر ایک مجہول چیز کی شرط لگائی ولیکن چوکیداری رہنے والے پر ہوتی ہی پس اس سے اُسنے اپنے اوپر مجہول چیز کی شرط نہین کی تو عقد فاسد نہ ہوگا اور اگر ایسے اجارہ کرنیکے بعد مستاجر نے اُس مکان مین سکونت نہ اختیار کی تو اُسپر کرایہ واجب نہ ہوگا۔ اور اگر اُسمین رہا تو اجر المثل واجب ہوگا خواہ کسی قدر ہو مگر جسقدر بیان کردیا ہے اُس سے زیادہ نہ دیا جائیگا پس اصل یہ قرار پائی ہی کہ اگر عقد اجارہ مین کرایہ کی تعداد معلوم ہوا اور اجارہ کسی دوسری وجہ سے فاسد ہوجاوے تو اُسمین اجر المثل دینا پڑتا ہے مگر مقدار مسمّی[۱] معلوم سے زیادہ نہین کیا جاتا ہے حتی کہ اگر مقدار مسمی پانچ درم ہون اور اجر المثل دس درم ہون تو پانچ ہی درم دینے پڑینگے اور اگر عقد اجارہ مین کرایہ کی تعداد مجہول ہو یا کچھ بیان ہی نہوئی ہوا س سبب سے عقد اجارہ فاسد ہوگیا تو اجر المثل واجب ہوگا جا ہے جسقدر ہو سب دینا پڑیگا۔ اسی طرح اگر کچھ کرایہ معلوم اور کچھ مجہول ہو جیسے مرمت اور ٹکس کے مسئلہ مین ہی تو بھی اجر المثل سب دینا واجب ہوگا خواہ کسی قدر ہو اور واضح ہو کہ یہ کلام جو مذکور ہوا یہ مقدار مسمی سے زیادہ کرنے مین ہی ولیکن مقدار مسمی سے کم کرنے کے حق مین یہ حکم ہے کہ جس صورت مین مقدار مسمی کل معلوم ہوا اور عقد اجارہ کسی دوسری وجہ سے فاسد ہو تو اجر المثل دینا پڑیگا اور اگر اجر المثل مقدار مسمی سے کم ہو تو کم کردیا جائیگا مثلاً اجر المثل پانچ درم ہوا اور مسمی دس درم ہون تو فقط پانچ درم واجب ہونگے اور اگر عقد اجارہ مین کچھ کرایہ معلوم اور کچھ مجہول ہو تو اجر المثل مین مقدار مسمی سے کم نہ کیا جائیگا جیسا کہ مرمت اور ٹکس کے مسئلہ مین ہی کہ اگر اس مسئلہ مین اجر المثل پانچ درم ہون اور مقدار مسمی دس درم ہون تو دس ہی درم واجب ہونگے یہ محیط مین لکھا ہی۔

تیسری فصل قفیز الطحان یا جو اسکے معنی مین ہین ان اجارات کے بیان مین قال المترجم قفیز الطحان اجارہ کی صورت کا اشارہ ہی اور صورت اُسکی کتاب مین مذکور ہی۔ فرمایا قفیز الطحان کی یہ صورت ہے کہ

---

[۱] قولہ مقدار مسمی یعنے جو مقدار ٹھہری ہے اگر اجر المثل اس سے زیادہ ہو تو زیادہ نہ دیا جائے گا اور اگر کم ہو تو کم ہی دیا جائے گا ۱۲ - + + + -

ایک شخص نے دوسرے شخص سے ایک بیل اسواسطے کرایہ لیا کہ میرے گیہون اس شرط سے پیسے کہ بیل والے کو اسی آٹے سے ایک قفیز آٹا ملیگا یا کسی شخص کو مزدور کیا اس شرط سے کہ آدھے یا تہائی یا چوتھائی وغیرہ آٹے پر گیہون پیسے تو یہ اجارہ فاسد ہے اور جو شخص ایسے اجارہ کا جائز ہونا چاہتا ہو اُسکے حق مین یہ حیلہ ہی کہ گیہون والا کھرے آٹے کی ایک قفیز دینے کی شرط کرے اور یہ نہ کہے کہ ان گیہوؤن سے دونگا یا اُنھین گیہون کی چوتھائی کھرے آٹے مین سے دینے کی شرط کرے یعنی جسقدر اُن گیہوؤن کی چوتھائی ہوتی ہی اسی قدر کھرے آٹے سے دینے کی شرط کرے کیونکہ آٹا جب کسی خاص[۱] گیہون کی طرف مضاف نہوگا تو وہ ذمہ واجب ہو جاویگا اور اجرت جسطرح نقد و مشار الیہ ہوتی ہی اسی طرح کبھی ذمہ بھی قرار دیجاتی ہی اور قرضہ ہوتی ہی پس اس حیلہ سے عقد جائز ہو جائیگا اور جب عقد جائز ہو گیا تو بعد پیسے جانے کے اگر چاہے تو اُنھین گیہوون کے آٹے مین سے چوتھائی آٹا دیدے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کسی شخص کو اسواسطے مزدور مقرر کیا کہ میرے گیہون بعوض ایک قفیز کے اسمین سے یا اسمین سے ایک قفیز اور ایک درم کے عوض پیسے یا اسواسطے کہ میری بکری بعوض اُسکے ذبح کردے کہ ایک درم اور ایک رطل اسکا گوشت دونگا تو یہ اجارہ فاسد ہے یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور اگر کسی تیلی کو تل اس غرض سے دیے کہ انکا تیل نکالدے اور اسمین سے کچھ تیل تیلی کو دیگا یا کسی بز قصاب کو بکری ذبح کرنے کو دی اس شرط سے کہ کچھ گوشت اس بکری کا اُس کو دیگا تو فاسد ہے جائز نہین ہی یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے اگر کوئی چکی اس طرح کرایہ لی کہ اس سے آٹا پیسے اور اسمین سے کچھ آٹا موجر کو دیگا تو صحیح نہین ہی یہ شرح زیادات کے مکارم مین ہی۔ اگر کسی حمال کو ٹھہرایا کہ میرا اناج اُٹھا کر پہونچا دے اور اسمین سے ایک قفیز اجرت دیگا یا کوئی گدھا اناج لادنے کے واسطے کرایہ کیا اسطرح کہ ایک قفیز اناج مین سے اجرت دیگا تو یہ اجارہ جائز نہین ہی اور اگر اُس نے لادا تو اجر المثل دلایا جائیگا مگر جو مقدار بیان کردی ہے اُس سے زیادہ نہ دیا جاویگا بخلاف اسکے اگر اس طرح حمال مقرر کیا کہ نصف اناج بعوض باقی نصف کے لاد کر پہونچادے تو اس صورت مین کچھ اجرت واجب نہ ہوگی اور یہ صورت بخلاف اس صورت کے ہے کہ اگر لکڑیان لادنے مین شرکت کرلی اور ایک نے لکڑیان توڑ کر ڈالین اور دوسرے نے جمع کردین تو اجرت[۲] مثل پوری واجب ہوگی چاہے جسقدر ہو سب دینی ہوگی یہ امام محمد رح کے نزدیک ہے یہ کافی مین ہے۔ اور واضح ہو کہ اصل یہ ٹھہری ہے کہ جب مستاجر نے تمام بوجھ اپنی ملک رکھا اور اجیر کیواسطے اسی مین کسی قدر دینے کی شرط کردی تو اجارہ فاسد ہوگا اور اگر اجیر نے اس صورت مین بوجھ اُٹھا کر پہونچایا تو اُسکی اجرت واجب ہوگی اور اگر اسطرح اجیر حمال مقرر کیا کہ بوجھ مین سے کچھ مستاجر کا اور باقی اجرت مین ہے اور اجیر نے کام کیا تو کچھ اجرت واجب نہوگی اور اجارہ باطل ہوگا یہ تبیین مین لکھا ہی۔ اور اگر

[۱] قولہ خاص یعنی جب وہ آٹا اُنھین گیہون سے خاص نہوا تو قفیز الطحان کے معنی باقی نہ رہے ۱۲ منہ [۲] قولہ اجرت مثل کیونکہ ہر لکڑیان توڑنے والا اور جمع کرنے والا اسکا فرد دوسرے ۱۲

کسی شخص کو اس غرض سے مزدور مقرر کیا کہ اس روئی کے کھیت مین سے روئی چن دے اور اس روئی مین
سے دس سیر روئی اُسکی اجرت مقرر کی تو جائز نہین ہے۔ اور اگر یون کہا کہ دس سیر روئی اجرت ملیگی اور
یہ نہ کہا کہ اسی روئی مین سے ملیگی تو اجارہ جائز ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے۔ ایک جولاہہ کو
سوت اسطرح ٹھہرا کر دیا کہ آدھے پر اسکو بن دے تو یہ کپڑا سوت کے مالک کا ہوگا اور جولاہہ کو اجر المثل
ملیگا مگر جسقدر کپڑا اُس نے دینا قبول کیا تھا اُسکی قیمت سے زیادہ نہ دیا جائیگا اور مشائخ بلخ نے ایسا
اجارہ بسبب ضرورت و تعامل کے جائز رکھا ہے ولیکن صحیح وہی ہے جو ہمنے کتاب سے نقل کیا ہے یعنی
فاسد ہے اور اجر المثل ملیگا کذا فی شرح الجامع الصغیر لقاضی خان۔ اگر کوئی غلام ماذون یا غیر
ماذون اس شرط سے اجارہ پر لیا کہ جو کچھ وہ غلام اس ٹٹو کا کرایہ کماوے اسمین سے نصف اجرت مین
دیا جائیگا تو اجارہ فاسد ہے اور غلام کو اس کام کا اجر المثل ملیگا بشرطیکہ وہ غلام ماذون یعنی مولی نے
اُسکو تصرفات کی اجازت دیدی ہو یا مستاجر نے اسکو اُسکے مالک سے اجارہ پر لیا ہو اور اگر وہ غلام ماذون
نہو اور نہ مستاجر نے اُسکو اُسکے مالک سے اجارہ پر لیا ہو پس اگر وہ غلام اس کام مین تھک کر مر گیا تو مستاجر
کو اسکی قیمت ڈانڈ دینی پڑیگی اور کچھ اجرت واجب نہوگی اور اگر وہ غلام صحیح و سالم بچ رہا تو مستاجر
پر استحساناً اجرت واجب ہوگی یہ مبسوط مین لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنی زمین کسی شخص کو درخت لگانے
کے واسطے اس شرط سے دی کہ زمین و درخت دونون مین نصفا نصف ہونگے تو یہ جائز نہین ہے اور وہ درخت
مالک زمین کے ہونگے اور اُسپر اُن درختون کی قیمت ادا کرنی واجب ہوگی۔ اور وہ اجرت دینی پڑیگی
جو ایسے کام کی ہوتی ہے اور مزدور کو یہ حکم دیا جائیگا کہ ان درختون کو اکھاڑ لے اور اگر دونون نے
اسکے حاصل مین سے کچھ کھایا ہو تو مزدور نے جسقدر رکھا یا وہ اسکی اجرت مین وضع کر لیا جائیگا یہ محیط سرخسی
مین ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنا ٹٹو ایک شخص کو اسواسطے دیا کہ اس سے کام لے اور اُسکو کرایہ پر چلا دے
بشرطیکہ جو کچھ اللہ تعالی رزق عطا فرماوے وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہو جاوے پس اگر اجیر نے وہ
ٹٹو لوگون کو کرایہ پر دیا اور اُسکی اجرت وصول کر لی تو تمام کرایہ ٹٹو کے مالک کا ہوگا اور اجیر کو اسکے
کام کی اجرت مثل ملیگی اور اگر اُس نے ٹٹو لوگون کو کرایہ پر نہ دیا بلکہ لوگون سے کامون کا ٹھیکہ لیا اور اُس
ٹٹو یا چوپایہ کے ذریعہ سے وہ کام پورے کئے تو جسقدر اجرت ملیگی وہ اجیر کی ہوگی اور جو کچھ اس ٹٹو کا
اجر المثل ہو اسقدر کرایہ اجیر کو اُسکے مالک کو دینا پڑیگا یہ محیط مین ہے۔ اگر کسی شخص کو اونٹ مع پکھال اسواسطے
دیا کہ پانی بھر کر فروخت کرے بشرطیکہ جو کچھ اللہ تعالی اس سے رزق عطا فرماوے وہ ہم دونون مین نصفا
نصف تقسیم ہو جاوے تو یہ فاسد ہے پھر اگر اس نے اونٹ اور پکھال سے کام لیا اور پانی فروخت کیا تو سارے
دام عامل کو ملینگے اور عامل پر واجب ہوگا کہ مالک اونٹ کا اجر المثل اور پکھال کا اجر المثل ادا کرے اسیطرح
اگر کسی شخص کو جال شکار کے واسطے دیا بشرطیکہ جو کچھ شکار حاصل ہو وہ دونون مین نصفا نصف رہے

تو بھی جو کچھ شکار رہا تھا آوے وہ سب صیاد کا ہوگا اور جال کا اجر المثل اسکے مالک کو ادا کریگا یہ ذخیرہ مین ہی-
اگر کسی شخص نے ایک اونٹ اس غرض سے کرایہ لیا کہ اسپر اپنی ذاتی چیزین لادکر گونون مین بھر کر فروخت
کرے بشرطیکہ جو کچھ اسکی تجارت مین حاصل ہو اسکا نصف اس اونٹ کا کرایہ ہوگا تو یہ فاسد ہے اور جو کچھ
اسنے اپنی تجارت مین کمایا ہے وہ سب اُسی کا ہوگا اور اُسپر واجب ہوگا کہ اونٹ کے مالک کو ایسے کام
کا اجر المثل ادا کرے یہ تاتارخانیہ مین ہی- اگر زید نے عمرو کو اپنا گھر اسواسطے دیا کہ عمرو اسمین گیہون بھر کر
فروخت کرے بشرطیکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہو وہ دونون کو برابر تقسیم ہو اور عمرو نے اُس گھر پر
قبضہ کرکے گیہون فروخت کرنے شروع کیے اور کچھ دنون مین بہت سا مال حاصل کیا تو یہ سب مال عمرو کا ہوگا
اور زید کو اسکے گھر کا اجر المثل ملیگا- اور اگر زید نے عمرو کو اس غرض سے دیا کہ اسکو اجارہ پر دیدے اور
اسمین گیہون فروخت کیے جاوین بشرطیکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کرایہ نصیب کرے وہ دونون مین برابر تقسیم ہوگا تو
ایسا اجارہ فاسد ہی- اور اگر عمرو نے اسکو کرایہ پر دیدیا اور کرایہ وصول کرلیا تو سب کرایہ زید کو ملیگا پھر جب
مستاجر نے مدت اجارہ تک اس سے نفع حاصل کیا تو زید پر واجب ہوگا کہ عمرو کے کام کا اجر المثل عمرو کو دے
یہ محیط مین ہی- اور اگر کسی شخص کو ایک درم روزانہ مقرر کیا اور شرط کی کہ جو کچھ تو شکار کرکے لاوے وہ ہم دونون
برابر تقسیم ہوگا تو یہ فاسد ہے اور اس شخص نے جو کچھ شکار کیا وہ سب مستاجر کو دیا جائیگا اور مستاجر کو اس
شخص کے کام کا اجر المثل دینا پڑیگا- اور اگر کسی غلام کو اجارہ لیا اور شرط کی کہ جو کچھ نفع تجارت سے
حاصل کرکے لاوے اسمین سے نصف اجرت ہوگا یا کسی کو بکریان چرانے کے واسطے اس شرط سے اجارہ
کیا کہ بکریون کا دودھ یا کچھ دودھ یا بکریون کی اُون اسکے اجیر کو دیگا تو جائز نہین ہے اور اجر المثل دینا
پڑیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی- ایک شخص کو ایک گاے اس شرط سے دی کہ اُسکو چارہ دیوے اور جو کچھ اسکا
دودھ اور گھی حاصل ہو وہ ہم دونون مین برابر تقسیم ہوگا تو ایسا اجارہ فاسد ہے اور گاے کے مالک پر
واجب ہوگا کہ اس شخص کو اسکے کام کی اجرت دیوے اور اسکے اجارہ کی قیمت دیوے بشرطیکہ چارہ اُس نے
اپنی ملک سے دیا ہو اور اگر اسنے چراگاہ سے چرایا ہو تو واجب نہین ہے اور وہ شخص تمام دودھ اگر بعینہ موجود
ہو مالک کو واپس کریگا اور اگر اس نے تلف کردیا ہو تو مالک کو اسکے مثل دیگا کیونکہ دودھ بھی مثلی چیزون سے
ہے اور اگر اس نے دودھ کو پھاڑ کر چکا دہی بنایا تو وہ اُسیکا ہوگا اور اُسپر واجب ہوگا کہ دودھ کے
مثل ڈانڈ دے کیونکہ دہی بنانے سے مالک کا حق منقطع ہوگیا ہے اور اُسکے جائز ہونے کے واسطے حیلہ یہ ہے
کہ آدھی گاے کچھ داموں کو اُسکے ہاتھ فروخت کردے اور ثمن سے اُسکو بری کردے پھر اسکو حکم دے کہ
اسکے دودھ سے مسکہ یا چکا دہی بنا دے پس وہ دونون مین برابر مشترک ہوگا- اسیطرح اگر کوئی مرغی
اس شرط سے دی کہ اسکے انڈے دونون مین برابر تقسیم ہون یا کرم پیلہ اس شرط سے دیے کہ ابریشم دونوں کو
برابر تقسیم ہو تو جائز نہین ہے اور جو کچھ پیدا ہو وہ سب مرغی اور کرم پیلہ کے مالک کو ملیگا یہ وجیز کردری مین ہی

پھر مالک نے جس شخص کو گاے یا مرغی دی ہو اگر اُس نے کسی دوسرے کو آدھی بٹائی پر دیدی اور اُسکے قبضہ مین تلف ہو گئی تو جس شخص کو مالک نے پہلے دی ہی وہ ضامن ہو گا اور اگر اُسنے گاے کو چرنے کے واسطے چراگاہ بھیجا اور وہان ضائع ہو ئی تو وہ ضامن نہو گا کیونکہ چراگاہ بھیجنے کا دستور جاری ہی یہ محیط مین ہی - ایک شخص کو بیضۂ کرم پیلہ آدھے کی بٹائی پر دیے پھر جب اُن انڈون مین سے بچے نکلے تو شریک نے کہا کہ اسمین سے اکثر بچے مرگئے ہین پس مالک نے کہا کہ تو مجھے انڈون کی قیمت دیدے اور مین بچون سے درگذرا حالانکہ شریک اپنے قول مین جھوٹا تھا تو سب بچے مالک کو ملینگے اور مالک پر واجب ہو گا کہ شریک کے کام کا اجر المثل اسکو دیدے اور شہتوت کے پتون کی بھی قیمت ادا کرے یہ وجیز کردری مین لکھا ہی - اگر عمرو نے زید کے بیضۂ کرم پیلہ[12] یا مرغی کے انڈے غصب کر لیے اور انکو رکھ چھوڑا یہانتک کہ انسے کرم پیلہ یا چوزے پیدا ہوئے تو شمس الائمہ حلوائی سے منقول ہے کہ اگر خود بخود پیدا ہوئے ہون تو مالک کو ملینگے - اور واضح ہو کہ اس جنس کے مسائل مین جواز کا حیلہ یہ ہے کہ انڈے یا مرغی کا مالک آدھے انڈے یا آدھی مرغی اُس شخص کے ہاتھ فروخت کردے جسکو اُسنے دی ہی اور دامون سے اُسکو بری بھی کردے تو پھر جو کچھ پیدا ہو گا وہ دونون مین برابر تقسیم ہو گا یہ محیط مین لکھا ہے زید کا قرضدار عمرو نامے دوسرے شہر مین رہتا ہے پس زید نے خالد سے کہا کہ تو وہان جا کر میرا قرضہ وصول کرلے اور جب تو نے وصول کر لیا تو ان درمون مین سے دس درم تجھکو اجرت دونگا پس خالد نے جا کر قرضہ وصول کر لیا تو اجر المثل واجب ہو گا اور مقبوضہ مین سے دس درم دینے کی شرط فاسد ہے کیونکہ وہ قفیز الطحان کے معنی مین ہی یہ جواہر الفتاوی مین ہی - اگر کسی شخص کو کار معلوم کے واسطے مزدور کیا اور مزدوری بیان نہ کی یا خون یا مردار چیز مزدوری ٹھہرائی تو اجر المثل جاہی جسقدر ہو دینا پڑیگا اسی طرح اگر کچھ درم گنتی مین مزدوری مین ٹھہرائے اور اُنکا وزن بیان نہ کیا حالانکہ اس شہر مین نقود مختلفہ رائج ہین تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کوئی نقد زیادہ چلتا ہو تو وہی مراد رکھا جائے گا - یہ وجیز کردری مین ہی - اگر ایک تالاب کے نرکل کاٹنے کے واسطے کسی شخص کو اس شرط سے مزدور کیا کہ ان نرکلون مین سے پانچ گٹھے مزدور کو ملینگے تو جائز نہین ہی اور اگر یون کہا کہ مین نے تجکو ان پانچ گٹھون پر اس واسطے مزدور کیا کہ اس تالاب کے نرکل کاٹ دے تو جائز ہے اور اگر یون کہا کہ مین نے تجھے پانچ گٹھون پر اسواسطے مزدور مقرر کیا کہ تو اس تالاب کے نرکل کاٹ دے تو جائز نہین ہے کیونکہ گٹھے مجہول ہین یعنی معلوم نہین کہ کس چیز کے کسقدر گٹھے ٹھہرائے ہین یہ فتاوے قاضیخان مین لکھا ہی -

---

[۱۲] قولہ بری کردے اقول حیلہ مذکور فقط بیع سے پورا ہو گیا اور دامون سے بری کرنا صرف اطمینان ہے کہ مشتری پر فی الحال تقاضا عائد ہونے کا خوف بھی نہین ہے اور اگر بری نہ کرے پھر مدت کے بعد جب چاہے تو باہمی رضامندی سے دونون اس بیع کو اقالہ کرلین یا بائع اسیقدر دامون کو خریدے اور باہمی اُتار ا ہو جاوے ۱۲ منہ

چوتھی فصل۔ اُن صورتون کے بیان مین جنمین اجارہ اس باعث سے فاسد ہوتا ہی کہ اجارہ کی چیز دوسرے کے کام مین پھنسی ہوئی ہی۔ اگر کوئی مکان کرایہ لیا حالانکہ اسمین مالک کا اسباب رکھا ہے تو کرخی رحمہ نے اپنی مختصر مین امام اعظم رحمہ سے یہ روایت نقل کی ہی کہ ایسا اجارہ جائز ہی ولیکن مالک کو حکم کیا جائیگا کہ خالی کرکے مستاجر کے سپرد کردے اور اسی پر فتوی ہی مگر جب خالی کرنے مین کھلا ہوا ضرر مالک کو پہونچتا نظر آوے تو یہ حکم نہ کیا جاویگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اگر ایسی زمین اجارہ لی جسمین کھیتی یا تاک انگور ہونے کی وجہ سے زراعت نہین ہوسکتی ہی تو اجارہ فاسد ہے اور اگر مالک نے اسکو اُکھاڑ کر خالی زمین مستاجر کے سپرد کردی تو جائز ہے کیونکہ مانع مرتفع ہوگیا اور اگر کھیتی ایسی پختہ ہوگئی کہ کاٹنے سے اُس کو ضرر نہ پہونچے تو بھی اجارہ جائز ہے اور مالک کو حکم دیا جائیگا کہ کھیتی کاٹ لے اور اگر نالش دائر ہونے سے پہلے اجارہ کی کچھ مدت گذر گئی پھر مالک نے اسمین سے کھیتی کاٹ لی تو مستاجر کو اختیار ہوگا کہ چاہے زمین پر قبضہ کرے اور جتنے دنون قبضہ نہین کیا ہی اُسکی اجرت وضع کردے یا چھوڑ دے بخلاف اسکے اگر رہنے کیواسطے کوئی گھر کرایہ لیا اور مالک نے اسکو کچھ مدت تک رہنے نہ دیا پھر راضی ہوا تو مستاجر کو چھوڑ دینے کا اختیار نہوگا اور باقی مدت کا اجارہ لازم ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر ایسی زمین ایک سال کے واسطے اجارہ لی جسمین رطبہ بویا ہوا ہے تو امام اعظم رحمہ اور امام محمد رحمہ کے نزدیک اجارہ فاسد ہے پھر اگر مالک نے رطبہ اکھاڑ لیا اور مستاجر سے کہا کہ خالص زمین پر قبضہ کرلے تو جائز ہے اور اگر اس سے پہلے اس نے نالش کی اور حاکم نے اجارہ باطل کردیا پھر اسکے بعد مالک نے رطبہ کاٹکر زمین مستاجر کے قبضہ مین دینی چاہی تو صحیح نہین ہے لیکن اگر از سر نو عقد اجارہ قرار دین تو صحیح ہے اور اگر مدت اجارہ مین سے ایک یا دو دن نالش کرنے سے پہلے گذر گئے پھر مالک نے رطبہ کاٹ لیا تو مستاجر کو اختیار ہے اگر چاہے تو اسی اجارہ پر زمین پر قبضہ کرے اور ایام غیر مقبوضہ کی اجرت کم کیجائیگی یا اجارہ چھوڑ دے اور قبضہ نہ کرے یہ سراج الوہاج مین ہی۔ پھر اگر کھیتی پختہ نہوئی ہو اور یہ منظور رہو کہ زمین کا اجارہ جائز ہوجاوے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ مستاجر کو کھیتی بٹائی[1] پر دیدے بشرطیکہ وہ کھیتی مالک زمین کی ہو اور یہ شرط ٹھہرائے کہ اسمین مستاجر خود مع اپنے نوکرون چاکرون کے کام کرے اور جو کچھ اللہ تعالے اسمین رزق دے وہ سو حصہ ہوکر اسطرح تقسیم ہو کہ اسمین سے ایک حصہ مالک کو اور ننانوے حصے مستاجر کو ملینگے پھر مالک اسکو اجازت دیدے کہ جو اُسکا حصہ ہے وہ اس زمین کے کام مین یا جسمین اُسے منظور ہو صرف کردے پھر اُسکے بعد وہ زمین اُسکو اجارہ پر دیدے۔ اور اگر وہ کھیتی کسی دوسرے شخص کی ہو تو سال گذرنے کے بعد اجارہ پر دینا چاہیے[2] یعنی جب سال گذر جاوے تو تیرے پاس اجارہ پر ہے پس اجارہ جائز ہوگا

[1] قولہ بٹائی اقول یہ اس وقت جائز ہے کہ کھیتی مین کوئی کام باقی ہو ورنہ بٹائی پر دینا باطل ہے ۱۲ [2] قولہ یعنی یون کہے کہ مین نے تجھے سال گزرنے پر یہ زمین اجارہ پر دی پس اجارہ جائز ہے ۱۲ — + + + + —

اور یہ اجارہ زمانہ مستقبل کی طرف مضاف ہوگا اور اسیطرح درختون اور انگور مین بھی یہی حیلہ ہے کہ پہلے درخت وانگور بٹائی پر دیدے یہ محیط مین ہی۔ اور دوسرا حیلہ یہ ہے کہ اگر وہ کھیتی مالک زمین کی ہو تو پہلے وہ کھیتی مستاجر کے ہاتھ بثمن معلوم فروخت کردے اور دونون باہم قبضہ کرلین پھر وہ زمین مستاجر کے ہاتھ اجارہ پر دیدے اور اگر کھیتی کسی دوسرے شخص کی ہو تو بعد مدت گذرنے کے اجارہ پر دیدے۔ اور اگر باوجود اس کے بدون حیلہ کیے ہوے اجارہ پر دیدی اور پھر جب زمین خالی ہوگئی تو مستاجر کے سپرد کردی تو بھی اجارہ ہو کر کے جائز ہوجائیگا یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر کسی نے ایسی زمین اجارہ پر دی کہ جسمین تھوڑی زمین خالی ہے اور تھوڑی زمین مین کھیتی ہے تو کھیتی والے ٹکڑے کا اجارہ فاسد ہے اور اسکے فاسد ہونے کی وجہ سے خالی زمین کا اجارہ بھی فاسد ہوگیا۔ یہ جواہر الفتاوی مین ہی۔ اور فتاوای فضلی مین یون لکھا ہے کہ اگر ایسی زمین اجارہ لی کہ جسمین تھوڑے حصہ مین کھیتی ہے اور تھوڑی خالی ہے تو خالی حصہ کا اجارہ جائز ہوگا اور جس مین کھیتی ہے اسکا ناجائز ہوگا اور اگر دونون نے اختلاف کیا تو موجر کا قول قبول ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر ایسا زمین یا ایسی زمین جسمین پانی رہتا ہے اور وہ قابل زراعت نہین ہے اجارہ لی تو صحیح نہین ہے کیونکہ عادت سے معلوم ہوا کہ زراعت کی منفعت اس سے حاصل نہین ہوسکتی ہے یہ بدائع مین ہی۔ اگر کسی شخص نے گیہون وغیرہ کے درخت خریدے تاکہ انکو قطع کرلے یا مطلقاً چھوڑ دیا کچھ بیان نہ کیا اور خرید صحیح ہوگئی پھر وہ درخت لگے رہنے کے واسطے کچھ مدت کے لیے زمین اجارہ پر لی تو جائز ہے اور اگر اس مستاجر نے وہ درخت یہان تک چھوڑ رکھے کہ بڑھکر وہ پوری کھیتی ہوگئے تو بائع کو اجرت دینی پڑیگی اور جسقدر درختون مین زیادتی ہوئی ہے وہ مستاجر کو حلال ہے کیونکہ اجارہ صحیح تھا اور اگر درختون کے مشتری نے زمین اسطرح کرایہ لی کہ جب تک یہ درخت بڑھکر پوری کھیتی ہوجاوین تب تک اجارہ پر ہے تو یہ اجارہ فاسد ہے کیونکہ مدت معلوم نہین ہے اور اگر اس نے کچھ کھیتی پہنچنے تک یہ درخت زمین پر لگے رکھے تو مستاجر کو اجر المثل دینا پڑیگا بخلاف تخیل کے کہ تخیل کی صورت مین بالکل اجرت واجب نہین ہوتی اور فرمایا کہ مستاجر کو اسقدر کھیتی حلال ہے کہ جسقدر اس نے بائع کو ثمن دیا اور جسقدر اجرت ادا کی ہے اور باقی[1] زیادتی کو صدقہ کردے اور یہ جو ہمنے ذکر کیا ہے یہ قیاس امام اعظم رح و امام محمد کا ہے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک سب صورتون مین اسکو زیادتی حلال ہے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر کسی نخل کے چھوہارے خریدے پھر کسی قدر مدت کے واسطے نخیل کو اجارہ لیا جسمین یہ چھوہارے لگے ہوے ہین تو جائز نہین ہے کیونکہ یہ لوگون کے اجارات مین سے نہین ہے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر مستاجر نے اس صورت مین اجرت ادا کردی ہو تو واپس کرلیگا اور جو کچھ پھلون مین زیادتی ہوگئی وہ اسکو حلال ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر نخل مین کھپل خریدے پھر بائن کی زمین بدون نخل کے اجارہ لی تو جائز نہین ہے کیونکہ اسکے اور پھلون کے درمیان درخت حائل ہے اور وہ موجر کی ملک ہے اور جو چیز اس کے

---

[1] قولہ باقی الخ یعنی کھیتی کو فروخت کرکے بعد ثمن وغیرہ کے باقی صدقہ کرے ۱۲۔

اجارہ لی ہو وہ بھی خالی نہین یعنی اُسمین بھی موجر کی چیز یعنی درخت موجود ہی۔ اسی طرح اگر رطبہ کی جڑ نہ خریدی ہی صرف اُسکے بالائی پتے وغیرہ خریدے پھر رطبہ کے باقی رکھنے کے واسطے زمین اجارہ مین لی تو جائز نہین ہے کیونکہ رطبہ کی جڑ ملک موجر کی ہے پس مستاجر اور مستاجر کی ملک کے درمیان موجر کی ملک حائل رہی۔ اور اگر کوئی ایسا نخل خریدا جسمین چھوہارے لگے ہین اور غرض یہ تھی کہ اُسکو کاٹ لے پھر چھوہارون کے باقی رکھنے کے واسطے زمین کرایہ سے لی تو جائز ہے اسی طرح اگر رطبہ مع جڑون کے خریدا کیا پھر اُسکو باقی رکھنے کے واسطے زمین اجارہ لے لی تو جائز ہے اور اگر اُن سب صورتون مین زمین اجارہ لی تو جائز ہے یہ محیط وتتمیہ مین ہی۔ میرے والد سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے کچھ زمین خربزون کی فالیز کے واسطے اجرت معلومہ پر کرایہ لی اور وہان مٹی اور کھاد اُس زمین کی اصلاح کے واسطے ہے اور جسنے اجارہ دی ہی اُسنے نہ مدت بیان کی اور نہ کھاد کے دام بتلائے پس آیا یہ اجارہ استنے مین صحیح ہی فرمایا کہ نہین صحیح ہی پھر دریافت کیا گیا کہ اگر مستاجر نے اپنے پاس سے فالیز کی اصلاح اور بیجون کے اگنے کیواسطے کچھ ضروری خرچ کیا پھر معلوم ہوا کہ یہ اجارہ فاسد ہے پس یہ خرچہ لغو ہو جائیگا یا مالک زمین سے ضمان لے سکتا ہے فرمایا کہ ہان[1] اور مالک زمین سے ضمان نہین لے سکتا ہے پھر دریافت کیا گیا کہ جب شرعًا ضمان نہین لے سکتا ہے تو اسکو یہ بھی اختیار ہے کہ جو کچھ اُس نے اصلاح کی ہی اُسکو بگاڑ دے اور خربزے کی بیلون کو تلف کردے تو فرمایا کہ ہان خربزے کی بیلون کو تلف کرسکتا ہے ولیکن جو اُس نے اصلاح کی ہے اُسکا بگاڑنا جنایت ہے پس یہ اختیار نہ دیا جاویگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ مشتری نے خریدا ہوا غلام قبضہ سے پہلے بائع کو اجارہ پر دیا کہ ایک مہینہ تک اسکو روٹی پکانا یا سلائی ایک درم مین سکھلا دے تو یہ جائز ہے اور بائع نے اگر سکھلا دیا تو اجرت اسکو ملیگی اور اگر مہینہ گذرنے سے پہلے یا اسکے بعد بائع کے پاس مرگیا تو بائع کا مال گیا اور جو کچھ مشتری نے کیا یہ قبضہ شمار نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی کپڑا خریدا اور سینے یا دھونے کے واسطے اُسی کو اجارہ دیا تو جائز اور اگر وہ تلف ہوگیا پس اگر قطع کرنے سے یا دھونے سے اُسمین نقصان آگیا ہو تو مشتری قابض شمار ہوگا اور تلف ہونے سے مشتری کا مال گیا ورنہ بائع کا مال گیا اور اگر مشتری نے بائع کو اسواسطے اجیر مقرر کیا کہ خریدی ہوئی چیز اسقدر اجرت پر اپنی حفاظت مین رکھے تو یہ اجارہ فاسد ہے کیونکہ مشتری کو سپرد کرنے تک اُسکی حفاظت بائع کے ذمہ ہے اسی طرح اگر راہن نے مرتہن کو شے مرہون کی حفاظت کے واسطے اجرت پر مقرر کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مرتہن کو کسی کام سکھلانے کے واسطے اجارہ پر مقرر کیا مثلاً رہن کے غلام کو کوئی ہنر سکھلا دے تو جائز ہے اسی طرح اگر مالک نے غاصب کو اجارہ پر مقرر کیا تو بھی حکم مین یہی تفصیل ہوگی جو مذکور ہوئی یہ قنیہ مین ہی۔

سولھوان باب۔ اجارہ مین شیوع[2] ہونے کے احکام مین اور طاعات ومعاصی وافعال مباح کے ا[جارہ]

[1] قولہ ہان یعنی اجارہ فاسد ہی مگر ضمان نہین لے سکتا ۱۲ [2] قولہ شیوع یعنی مال اجارہ علحدہ منقسم نہو خواہ ابتدا سے مشترک ہو یا بعد اجارہ کے مثلاً نصف کا کوئی مستحق [illegible]

اجارہ لینے کے بیان مین۔ ایسی غیر منقسم چیز کا اجارہ جو قابل قسمت[1] ہے اور جو نہین ہی امام اعظم رح کے نزدیک
فاسد ہے اور اسی پر فتوی ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے بشرطیکہ
اپنا حصہ بیان کردے اور اگر اپنا حصہ بیان نہ کیا تو صحیح قول کے موافق جائز نہین ہی اور مغنی مین لکھا ہی
کہ غیر منقسم چیز کے اجارہ مین صاحبین رح کے قول پر فتوی ہی یہ تبیین مین ہے اور ایسے اجارہ کی صورت
یہ ہے کہ اپنے گھر مین سے ایک حصہ اجرت پر دیا یا ایک مشترک گھر مین سے اپنا حصہ شریک کے سوائے
دوسرے کو اجارہ پر دیا یا نصف غلام یا نصف چوپایہ اجارہ پر دیا یہ جواہر اخلاطی مین ہی اور بالاجماع
اگر اسنے اپنے شریک کو اجارہ پر دیا تو جائز ہے خواہ ایسی چیز غیر منقسم ہو جو قابل قسمت نہین ہی یا قابل
قسمت ہے خواہ اپنا پورا حصہ اجارہ پر دیدیا ہو یا کسی قدر حصہ دیا ہو یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر اجارہ مین
پہلے شیوع نہو پھر کسی وجہ سے شیوع طاری ہو جاوے تو اس سے اجارہ فاسد نہین ہوتا ہے اسپر اجماع
ہی مثلاً پورے گھر کا اجارہ کیا پھر دونون نے نصف کا اجارہ فسخ کردیا یا ایک شخص دونون مین سے مرگیا
یا کسی قدر گھر استحقاق مین لے لیا گیا تو باقی کا باقی رہیگا۔ اور نصاب وصغری مین لکھا ہے کہ مشاع
مین اجارہ جائز ہونے کی صورت یہ ہے کہ کوئی حاکم ایسا حکم دیدے پس سب امامون کے نزدیک
بالاتفاق جائز ہو جائیگا یا کوئی حکم ایسا حکم لگادے بشرطیکہ قاضی کے پاس مرافعہ کرنا متعذر ہو یا ایسا
ہو کہ پہلے کل چیز کا اجارہ قرار دے پھر اسمین سے آدھی و تہائی و چوتھائی جسقدر دونون کا جی چاہے
اجارہ فسخ کردین پس باقی کا بالاتفاق جائز ہوگا یہ مضمرات مین ہی۔ اور اگر کوئی چیز دو شخصون کو اجارہ
پر دیدی تو جائز ہے اور دونون متاجرون مین سے ہر ایک اُس چیز کی نصف منفعت غیر منقسم کا مالک ہے
یہ کافی مین لکھا ہی۔ اور اگر عمارت بدون زمین کے اجارہ پر دیدی تو نہین جائز ہے اور امام محمد رح سے
نوادر مین ذکر فرمایا کہ یہ جائز ہے اور قاضی امام علی نسفی رح نے فرمایا کہ ہمارے شیخ رح اسی پر فتوے
دیتے تھے اسی طرح اگر عمارت کسی شخص کی مملوکہ ہو اور جس زمین مین یہ عمارت بنی ہوئی ہو وہ وقف ہو اور
مالک نے عمارت کرایہ دیدی تو جائز نہین ہے کیونکہ یہ بھی مشاع کے معنی مین ہی اور بعض نے فرمایا کہ جائز ہی
اور اگر کسی شخص نے ایک محلسرا اجارہ مین دی حالانکہ ایک بیت اسمین کا کسی دوسرے شخص کے پاس کرایہ
پر ہے تو ماسوائے بیت کے باقی کا اجارہ جائز ہے اور شمس الائمہ حلوائی کی کتاب الحیل مین مذکور ہے کہ اگر عمارت
کسی شخص کی ہو اور اُسکی زمین کسی دوسرے شخص کی ہو اور عمارت کے مالک نے سوائے زمین کے مالک کے
کسی دوسرے کو یہ عمارت کرایہ پر دیدی تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور شمس الائمہ نے خود بیان
کیا کہ فتوی جواز پر ہی اور اگر اُسکی زمین کے مالک کو اجارہ پر دیدے تو بیشک جائز ہی۔ اور اگر سوائے
عمارت کے اُسکی زمین اجارہ لی تو جائز ہے یہ خلاصہ مین ہے تتمیہ مین لکھا ہے کہ شیخ ابوالحسن بن علی رح سے

[1] قولہ قابل قسمت سے یہان یہ مراد ہے کہ بٹوارہ کے بعد منفعت ممکن ہو ۱۲ - + + + + + + -

دریافت کیا گیا کہ زید نے عمرو سے کہا کہ مین نے تجھے یہ نصف دار غیر منقسم اور وہ دار فارغ پورا اجارہ دیا پس آیا دوسرے دار کا اجارہ جو فارغ ہی صحیح ہے یا نہین صحیح ہے تو فرمایا کہ اسکا اجارہ جو فارغ ہی صحیح ہی یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ جو اعمال بندون کے طاعات ہین جیسے قرآن مجید پڑھانا یا فقہ پڑھانا اور اذان دو عظ کہنا اور پڑھانا اور حج و عمرہ وغیرہ ایسے اعمال کا اجارہ لینا جائز نہین ہے اور اجرت واجب نہو گی یہ اصل مین لکھا ہے کذا فی الخلاصہ مسجدون و رباطات و پل بنانے کے واسطے اجارہ لینا جائز ہے یہ بدائع مین ہی۔ اور لغت و علم ادب یعنی زباندانی سکھلانے کے واسطے اجارہ لینا بالاجماع جائز ہے یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اور مشائخ بلخ نے تعلیم قرآن کے واسطے اجارہ لینا جائز رکھا ہے بشرطیکہ اُسکے واسطے کوئی مدت مقرر کی ہو اور فتویٰ دیا کہ اس صورت مین جو اجرت ٹھہری ہے وہ واجب ہوگی اور اگر اجارہ نہ ٹھہرایا یا مدت بیان نہ کی تو مشائخ بلخ نے فتویٰ دیا کہ اس صورت مین اجر المثل واجب ہوگا کذا فی المحیط اور استحساناً ان مشائخ نے حکم دیا کہ بچے کے والد پر جبر کیا جائیگا کہ رسمی طعام ضرور بھیجے اور شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل فرماتے تھے کہ مستاجر پر اجرت تعلیم قرآن ادا کرنے کے واسطے جبر کیا جائیگا اور اگر نہ دے تو قید کیا جائیگا اور فرماتے تھے کہ اسی پر فتویٰ ہے اور مانند فقہ وغیرہ کی تعلیم کے لیے اجارہ لینے مین بھی یہی حکم ہے اور ہمارے زمانہ مین فتویٰ کیواسطے انھین مشائخ رحمہم اللہ کا قول مختار ہے یہ فتاوی عتابیہ مین ہی۔ اور اگر کسی معلم کو اپنے لڑکے کے واسطے کتابت یا نجوم[۱] یا طب یا تعبیر سکھلانے کے لیے اجارہ پر مقرر کیا تو بالاجماع جائز ہے اور فتاوی فضلی مین لکھا ہے کہ اگر کسی معلم کو لڑکون کے حفظ یا تعلیم خط یا ہجا کے واسطے اجارہ لیا تو جائز ہے اور اگر معلم سے یہ شرط ٹھہرائی کہ اسکو حاذق کر دے تو اصل مین مذکور ہے کہ یہ فاسد ہے اور شروط مین لکھا ہے کہ اگر اپنا بیٹا یا غلام اسواسطے دیا کہ اسکو حساب آجاوے تو نہین جائز ہے اور اگر یہ شرط لگائی کہ ان چیزون کے سکھلانے مین کوشش کرے تو جائز ہے اور بھی شروط مین امام محمد سے مروی ہے کہ اگر کسی شخص کو اسواسطے اجارہ لیا کہ کوئی حرفہ معین میرے لڑکے کو سکھلاوے پس اگر کوئی مدت بیان کر دی مثلاً ایک مہینہ تک اُسکو یہ کام سکھلاوے تو عقد صحیح ہی اور اجارہ مدت پر قرار دیا جائیگا کہ اگر معلم نے اتنی مدت تک اپنے تئین اس کام مین لگایا تو اجرت کا مستحق ہوگا خواہ لڑکے نے سیکھ لیا ہو یا نہین اور اگر مدت بیان نہ کی تو عقد فاسد ہے پھر اگر اُسنے سکھلا دیا تو اجرت کا مستحق ہوگا ورنہ نہین پس حاصل یہ ہے کہ اسمین دو روایتین ہین اور مختار یہ ہے کہ جائز ہے یہ مضمرات مین ہی۔ ایک شخص نے اپنا لڑکا کسی کو دیا کہ اسکو فلان حرفہ سکھلا دے اور یہ لڑکا اس معلم کا کچھ مہینے کام کر دیگا تو جائز نہین ہے اور اگر اُسنے یہ حرفہ سکھلا دیا تو اجر المثل واجب ہوگا

[۱] قولہ نجوم یعنی نیل کچھ بھی طاعت مین سے نہین تو حکم قضا مین اجرت واجب ہوگی اگرچہ نجوم سیکھنا و سکھانا دونون حرام ہے مترجم کہتا کہ اس مین تامل و اشکال ہے اور شاید نجوم سے مراد اوقات نماز و شناخت قبلہ وغیرہ کہ جہت ستارہ مراد ہوگا واللہ اعلم فلیتامل ۱۲

یہ ذخیرہ کبرٰی مین ہی۔ ایک شخص نے ایک معلم کو اسواسطے مقرر کیا کہ میرے لڑکے کو ادب سکھلا دے پھر
سال کے اندر اسکو روک لیا تو شیخ نے فرمایا کہ آنچہ خواہد بدہد از روے مروت بدہد یعنی اجرت دینے
مین شیخ رہ نے فرمایا کہ از روے مروت کے اُسکا باپ جو کچھ چاہے دیدے یہ جواہر الفتاوی مین ہی۔
ایک معلم کو نو درم ماہواری پر دو لڑکون کی تعلیم کے واسطے اجارہ لیا کہ ایک کو علم ادب سکھلا دے اور دوسرے کو
قرآن شریف پڑھا دے پھر معلم نے کہا کہ قرآن شریف پڑھانا میرا کام نہین ہی پس تو کسی شخص کو جسکو لوگ
مقرر کرتے ہین مقرر کرے اور میری اجرت مین سے اُسکو دے مستاجر نے ایسا ہی کیا اور چاہا کہ اجرت
نصفا نصف دونون کو دے تو ادیب نے کہا کہ قرآن شریف کے معلم کو ماہواری ایک درم یا آدھا درم دینے
کی عادت ہے پس تو جو کرتا ہے مین اُسپر راضی نہین ہون تو شیخ رہ نے فرمایا کہ یہ صورت قریب قریب
اسکے ہے کہ گویا اُسنے مستاجر کو اپنی طرف سے اس کام کا وکیل مقرر کیا پس معلم قرآن کو اسکی اجرت مین سے
اُسی قدر کاٹ کر دیا جائیگا جسقدر کا وہ مستحق ہے یہ حاوی مین ہی۔ اگر کسی شخص کو اجرت معلومہ پر معلم
کیا اور لڑکون کی تعداد بیان نہ کی تو جائز ہی یہ ملتقط مین ہی۔ ایک مدت معلومہ تک قبر پر قرآن شریف
پڑھنے کے واسطے اجارہ لینے مین مشائخ کا اختلاف ہے اور بعض نے فرمایا کہ جائز ہے اور یہی قول مختار ہے
یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے اپنے نابالغ لڑکے کو کوئی خاص حرفہ کے سکھلانے کے واسطے
ایک استاد کو دیا کہ چار برس مین اسکو یہ حرفہ سکھلا دے اور اُسنے باپ کے ذمہ یہ شرط لگائی کہ اگر چار برس
سے پہلے اُسنے بیٹے کو روک رکھا تو استاد کے اُسپر سو درم واجب ہونگے پھر باپ نے دو برس بعد روک رکھا
تو اُسپر سو درم واجب نہ ہونگے بلکہ اس تعلیم کا اجر المثل دینا پڑیگا یہ جواہر الفتاوی مین ہی۔ فتاوی آہو مین
لکھا ہے کہ ایک شخص نے اپنا لڑکا ایک معلم کے پاس تعلیم کے واسطے بھیجا اور اُسکے ساتھ بہت سی چیزین بھیجین
اُسنے ایک مہینہ تعلیم کیا پھر غائب ہو گیا پس آیا لڑکے کے باپ کو اختیار ہے کہ جو کچھ اُسنے دیا ہے وہ واپس
لے تو فرمایا کہ اگر بطور اجرت کے بھیجا ہے تو جسقدر ایک مہینہ کی اجرت سے زیادہ ہو اسقدر واپس لے سکتا ہے
یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر کوئی کتاب اسواسطے اجرت پر لی کہ اُسمین پڑھیگا خواہ شعر ہون جنکو پڑھیگا یا فقہ
کی کتاب ہو یا اُسکے مانند ہو تو نہین جائز ہے اور موجر کو کچھ اجرت نہ ملیگی اگرچہ مستاجر نے ایسے
شعرون کو پڑھا ہو ایسے ہی مصحف کے اجارہ مین بھی یہی حکم ہے اور شاید یہ سب مسئلہ نظیری
ہین اور جس مسئلہ کی نظیر ہین وہ یہ ہے کہ ایک شخص نے انگور کا باغ اس غرض سے کرایہ لیا کہ اسکا فقط دروازہ
کھولکر اسکو دیکھتا رہیگا اور اُسکے اندر داخل نہو گا کہ وحشت کم ہو یا کوئی خوبصورت ملیح آدمی اس غرض سے
اجارہ لیا کہ اُسکی صورت دیکھے تاکہ دل بہلے یا پانی سے بھرا ہوا حوض اسواسطے کرایہ لیا کہ عمامہ باندھتے وقت

ف قولہ جائز ہے یعنے حکم دیا جائیگا کہ اجرت ادا کرے پھر یہان براہ دیانت دو احتمال ہین ایک یہ کہ یہ فعل بھی جائز ہوا اور دوم یہ کہ
مانند تعلیم نجوم وغیرہ کے ہو اور یہ احتمال کی طرف جانیوالے گئے ہین فافہم ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣

اسمین عمامہ دیکھ کر درست کرے تو یہ سب باطل ہے ایسے عقود سے اسپر کچھ اجرت واجب نہ ہوگی پس اسی کی نظیر
مسائل سابقہ ہین پس انمین بھی اجرت واجب نہ ہوگی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر کسی شخص کو اسواسطے کرایہ پر مقرر کیا
کہ میرے واسطے مصحف یا اشعار لکھدے اور خط بیان کر دیا تو جائز ہے اور شیخ الاسلام خواہرزادہ نے فرمایا کہ
اجیر کے حق مین یہ اجرت مکروہ نہین ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اگر کوئی قلم لکھنے کے واسطے کرایہ پر لیا پس
اگر کچھ مدت بیان کر دی تو جائز ہے ورنہ جائز نہین ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ وصی یتیم یا متولی وقف نے
یتیم یا وقف کی حویلی اجر المثل سے کم پر کرایہ دیدی تو بعض مشائخ نے اسکو مثل اجرت تک جائز قرار دیا
پس اجر المثل واجب ہوگا اور خصاف رحمہ سے لوگون نے پوچھا کہ آپ اسی پر فتوی دیتے ہین فرمایا کہ ہان
اور بعض مشائخ نے کہا کہ مستاجر اسمین رہنے سے مثل غاصب کے قرار دیا جائیگا پس اجرت کچھ واجب نہوگی
اور یہی حکم باپ کے اجارہ دینے کا ہے یعنی باپ نے نابالغ کی حویلی کم پر اجارہ دیدی۔ اور قاضی نے فرمایا
کہ مین بھی اس صورت مین مثل خصاف رح کے اجر المثل واجب ہونے کا فتوی دیتا ہون یہ حاوی مین ہی
اور غنا اور نوحہ ومزامیر وطبل انمین سے کسی شے کے واسطے اجارہ جائز نہین ہے اور نہ کسی لہو کی چیز کے
واسطے اجارہ جائز ہے اور اسی طرح حدی[1] اور قرارت شعر وغیرہ کے واسطے بھی اجارہ جائز نہین ہے اور
ان سب صورتون مین کچھ اجرت نہ ملیگی اور یہ بالاجماع امام اعظم رح وامام ابو یوسف رح وامام محمد رح کا قول ہے
یہ غایۃ البیان مین ہی۔ اگر غنا کی تعلیم کرنے کے واسطے اجارہ لیا یا ذمی نے کسی شخص کو اسواسطے اجارہ لیا کہ
غلام کو خصی کر دے تو جائز نہین ہی اور بعض نے فرمایا کہ بیل اور گھوڑے مین جائز ہے یہ غیاثیہ مین ہے
اگر کسی مزدور کو اس واسطے کرایہ پر مقرر کیا کہ میری شراب اٹھاکر پہونچا دے تو مزدور کو مزدوری ملیگی یہ
امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک ہے اور صاحبین رح نے فرمایا کہ اسکو کچھ مزدوری نہ ملیگی۔ اور اگر کسی ذمی نے
ایک مسلمان سے اس طرح کہا کہ میری شراب اٹھاکر پہونچا دے تاکہ مین اسکو پیون یا یہ نہ کہا تاکہ مین پیون تو
امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اجارہ جائز ہے اور صاحبین رح نے اسمین اختلاف کیا ہے اور اگر ایک ذمی نے دوسرے
ذمی کو شراب اٹھاکر پہونچا دینے کے واسطے اجارہ لیا تو بالاتفاق جائز ہے کیونکہ ذمیون کے نزدیک شراب ایسی
ہے جیسے ہمارے نزدیک سرکہ ہوتا ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر کسی ذمی نے ایک مسلمان سے ٹٹو یا کشتی اس غرض سے
کرایہ لی کہ اسپر شراب لادکر لادے تو ابو حنیفہ رح کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک نہین جائز ہے
اور اگر مشرکون نے کسی مسلمان کو اس غرض سے اجارہ پر لیا کہ وہ مسلمان انکا ایک مردہ مدفن تک لادکر پہونچا دے
پس اگر اس طور سے اجارہ لیا کہ شہر کے قبرستان تک پہونچا دے تو سب کے نزدیک جائز ہے اور اگر اسواسطے
اجارہ لیا کہ ایک شہر سے دوسرے شہر کو لیجائے تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر حمال کو یہ نہ معلوم ہوا کہ یہ مردار ہے

---

[1] اونٹ وغیرہ چلاتے وقت بطور راگ کے پڑھتے جاتے ہین اسکو حدی بھی کہتے ہین جیسا کہ قول شاعر ہے ۔ صدای
ساربان نے جب حدی کی دل لیلی مین گویا آگ دی کی ۱۲ منہ

تو اسکو اُجرت ملیگی اور اگر جانتا تھا تو اُسکو کچھ اجرت نہ ملیگی اور اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاوے قاضیخان مین ہے۔ اگر کسی ذمی نے ایک مسلمان سے ایک گھر اسواسطے اجارہ لیا کہ اُسمین شراب فروخت کرے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز ہو اور صاحبین رہ کے نزدیک نہین جائز ہے یہ مضمرات مین ہو۔ اور اگر کسی ذمی نے دوسرے ذمی سے شراب فروخت کرنے کے واسطے کوئی گھر اجارہ لیا تو بالاجماع جائز ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ اگر کسی ذمی نے مسلمان سے ایک گھر اجارہ لیا کہ اُسمین رہا کرتا ہے تو کچھ ڈر نہین ہے اگرچہ اُسمین شراب پیا کرتا ہو یا صلیب کی پرستش کرتا ہو یا مکان کے اندر خنزیر یعنی سور لاتا ہو اور اُس سے مسلمان کے واسطے کچھ خوف نہین ہے کیونکہ مسلمان نے اسکو اس کام کے واسطے نہین دیا بلکہ رہنے کے واسطے اجارہ دیا ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ ایک ذمی نے ایک دار ایک مسلمان سے اجارہ لیا پھر اُسکو اپنا ذاتی مصلی بنایا تو منع نہ کیا جائیگا کیونکہ اگر اُسنے فقط اپنے واسطے مصلی بنایا تو اس سے یہ لازم نہین آتا ہے کہ اُسنے نیا بیعہ ایجاد کیا یا مسلمانون کے شہرون مین اپنے دین کے علامات ظاہر کیے اور اگر اسنے ایک جماعت کے واسطے مصلی قرار دیا اور اسمین ناقوس بجایا تو مالک مکان کو منع کرنے کا اختیار ہے اسی طرح اگر اسمین شراب فروخت کرنے کا ارادہ کیا تو بھی یہی حکم ہے کیونکہ مسلمانون کے شہرون مین ایسی چیزون کا اظہار کرنا ممنوع ہو۔ اور اگر سواد شہر مین ہو تو منع کیا جائیگا اور شیخ محمد بن سلمہؒ نے فرمایا کہ سواد شہر مین منع نہ کیا جانا تو امام محمدؒ نے ذکر کیا یہ سواد عراق کے واسطے ہے کیونکہ سواد عراق کے بہت لوگ اس زمانہ مین ذمی لوگ تھے اور سواد خراسان مین یہ حکم نہین ہے کیونکہ یہان اکثر لوگ مسلمان ہین اور سوائے محمد بن سلمہ رہ کے دوسرے مشائخ نے کہا کہ سواد خراسان مین ممانعت نہ کیجاویگی یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اور اگر کسی ذمی نے ایک مسلمان کو اس واسطے اجارہ پر مقرر کیا کہ یہ خون جو میری ملک ہے یا یہ مردار اٹھا کر پہونچا دے تو بالاجماع جائز ہو۔ اور اگر کسی ذمی نے دوسرے ذمی کا گھر نماز پڑھنے کے واسطے کرایہ لیا تو جائز نہین۔ اور اگر ذمی نے کسی مسلمان کو اپنی سورین چرانے کے واسطے اجارہ پر مقرر کیا تو جیسا اختلاف شراب اُٹھانے کی صورت مین ہے ویسا ہی اسمین بھی اختلاف ہونا واجب ہے اور مسلمان کو اگر اپنے مردار بیچنے کے واسطے مقرر کیا تو جائز نہین ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر کسی مسلمان نے کسی مجوسی کی نوکری اس کام کے واسطے کی کہ مجوسی کے لیے آگ روشن[۵] کر دیا کرے تو کچھ ڈر نہین ہو یہ خلاصہ مین ہو۔ نوادر ہشام مین امام محمدؒ سے روایت ہے کہ زید نے عمرو کو اس واسطے نوکر رکھا کہ زید کے گھر یا خیمہ مین آدمی کی صورتین اور تمثال نقش کر دے تو امام محمد رہ نے فرمایا کہ مین اسکو مکروہ جانتا ہون ولیکن عمرو کو اجرت دلادونگا اور ہشام کہتے ہین کہ اس صورت مین تاویل یہ ہو کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب تصویرون کا رنگ عمرو کی طرف سے ہو یعنی اُسنے اپنے پاس سے لگایا ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اور اگر زید نے عمرو کو اسواسطے مزدور مقرر کیا کہ میرے واسطے بت تراشے یا میرے کپڑے پر کسی حیوان کی تصویر بنا دے اور رنگ

[۵] قولہ آگ روشن الخ یعنی انکی پرستش کے لیے کیونکہ قوم مجوس آتش پرست ہین ۱۲ منہ [۵] بیعہ کافرون کا عبادت خانہ یعنی شوالہ وغیرہ ۱۲۔ م ح

تصویریں کا زید کی طرف سے دینا ٹھہرا تو عمرو کو کچھ اجرت نہ ملیگی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر زید نے عمرو کو اسواسطے
مزدور مقرر کیا کہ میرے کمرے مین حیوانوں کی تصویرین بنا دے اور رنگ مین اپنی طرف سے دونگا تو عمرو کو کچھ
مزدوری نہ ملیگی یہ سراجیہ مین ہی۔ اگر کسی شخص کو اسواسطے مزدور مقرر کیا کہ میرے واسطے طنبورہ یا بربط بنا دے
چنانچہ اُسنے بنا دیا تو اُجرت اسکو حلال ہے مگر اس فعل سے گنہگار ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر کسی کو
اسواسطے اجرت پر مقرر کیا کہ میرے واسطے جادو[ا] کا تعویذ لکھ دے تو صحیح ہی بشرطیکہ خط اور کاغذ کی مقدار
بیان کر دے جیسا کہ اگر کسی شخص نے کسی کو اسواسطے مقرر کیا کہ میرے محبوب یا محبوبہ کو خط لکھ دے تو جائز ہے
اور اجرت اُسکو حلال ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اگر ذمی نے ایک مسلمان کو اس غرض سے مزدور مقرر کیا کہ میرے
واسطے صومعہ یا کنیسہ بنا دے تو جائز ہے اور مزدوری حلال ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی ذمی نے ایک ذمی
یا مسلمان سے نماز پڑھنے کے واسطے ایک صومعہ کرایہ پر لیا تو نہین جائز ہی۔ اسی طرح کسی مسلمان نے
دوسرے مسلمان سے نماز پڑھنے کے واسطے مسجد کرایہ لی تو نہین جائز ہے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر کسی
مسلمان سے ایک مکان اسواسطے کرایہ لیا کہ اُسکو مسجد بنا کر اسمین فرض یا نفل نماز پڑھا کرے تو ایسا اجارہ ہمارے
علماء کے نزدیک نہین جائز ہی۔ اسی طرح اگر ذمی نے ذمیون مین سے ایک شخص کو اسواسطے مقرر کیا کہ اُن کو
نماز پڑھایا کرے تو یہ ناجائز ہے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور ابراہیم ابن یوسف سے دریافت کیا گیا کہ ایک مسلمانکو
پانچ درم روزانہ پر نصرانیون کے ناقوس بجانے کی نوکری ملتی ہے اور دوسرے کام مین اُسکو دو درم ملتے ہین
تو شیخ رحمۃ نے فرمایا کہ دوسرے کام سے اپنا رزق پیدا کرے اور نصرانیون کی نوکری نہ کرے اور اگر نصرانیون
کیواسطے شیرہ انگور نکالنے کی نوکری کی تاکہ وہ لوگ اس سے شراب بنا دین تو مکروہ ہے یہ حاوی مین ہی۔
زید نے عمرو کو اسواسطے مقرر کیا کہ نقارہ بجایا کرے پس اگر یہ بطور لہو ولعب ہو تو جائز نہین ہے اور اگر
جہاد یا قافلہ کے واسطے ہو تو جائز ہے یہ غایۃ البیان مین لکھا ہی۔ اور اگر کوئی نقارہ بدون غرض لہو ولعب کے
اجارہ لیا اور مدت ذکر کر دی تو جائز ہے اور اگر کسی شخص کو مزدور مقرر کیا کہ وہ مردار اُٹھاتا ہی یا زید کو
قتل کرتا ہے یا بکری وہرن ذبح کرتا ہے تو جائز ہے اور اگر کسی طبیب یا کحال یا جراح کو اجرت پر مقرر کیا
کہ وہ مستاجر کی دوا کرتا ہے اور مدت مقرر کر دی تو جائز ہے یہ غیاثیہ مین لکھا ہی۔ اگر اپنا غلام کسی جولاہہ
کو اس شرط سے دیا کہ ایک سال معینہ تک جولاہہ اسکی پرداخت کرے اور اُسکو بُننا سکھا دے اور مولی جولاہہ
کو دس درم دیگا جولاہہ مالک کو پانچ درم دے تو یہ جائز ہے ایسے ہی سب پیشون مین یہی حکم ہے اور کاریگر
اس سے اپنے ذاتی کامون مین خدمت لیویگا یہ وجیز کردری مین ہی۔ اگر زید اپنا غلام کسی کاریگر کو اس

[ا] قولہ جادو کا تعویذ اقول یہ مسئلہ بحوالہ فتاوی قنیہ مذکور ہے اور مصنف معتزلی ہے جن کے نزدیک جادو باطل ہی اور اہل السنۃ کے نزدیک برادر ٹھیک ہے تو صحیح جواب یہ ہے کہ اجارہ محض باطل ہی اور یہ فعل حرام ہی اور جن کتابون مین یہ مسئلہ لیا اُنھون نے دھوکا کھایا کیونکہ صاحب قنیہ نے اسکو خط اور کاغذ سے اعتبار پر قیاس کیا حالانکہ یہ غلطی بر بنائے اعتزال ہی پس اس سے ہوشیار رہنا چاہیے ۱۲ منہ

غرض سے دے کہ بطور اجارہ کے اُسکو کام سکھلاوے اور دونون مین سے کسی نے دوسرے سے اجرت کی شرط نہین ٹھہرائی تو رواج دیکھا جائیگا اور اگر وہ ایسا کام ہو کہ اسمین غلام کا مالک اجرت دیا کرتا ہے تو اسپر کچھ اجرت واجب نہوگی۔ اور اگر ایسا کام ہے کہ اسمین کاریگر اجرت دیا کرتا ہے تو اسپر بھی اجرت واجب نہوگی کیونکہ معروف مثل مشروط کے ہے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور واقعات ناطفی مین لکھا ہے کہ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ میرا یہ اسباب فروخت کردے تجھے ایک درم دونگا یا کہا کہ مجھے یہ اسباب خرید دے اور تجھکو ایک درم دونگا پس اسنے ایسا ہی کیا تو اسکو اجر المثل ملیگا مگر ایک درم سے بڑھایا نہ جائیگا۔ اور دلال و سمسار مین اجر المثل واجب ہوتا ہی اور وہ لوگ جو کچھ کمی کرنا بطور کمیشن کے اسطور سے مقرر کرتے ہین کہ ہر دس دینار کی خرید و فروخت مین اسقدر تو یہ فعل انپر حرام ہے یہ ذخیرہ مین ہے ایک شخص نے ایک کپڑا دلال کو دیا کہ اُسکو دس درم مین فروخت کردے پس جو کچھ زیادہ مین فروخت ہوا وہ ہمارے اور تیرے درمیان برابر تقسیم ہوگا۔ تو امام ابو یوسف رہ نے فرمایا کہ اگر اُسنے دس درم کو فروخت کیا یا بالکل فروخت ہی نہ کیا تو اسکو کچھ اجرت نہ ملیگی اگرچہ اسنے بہت محنت اُٹھائی ہو اور اگر اسنے دس درم سے زیادہ بارہ درم یا زیادہ کو فروخت کیا تو اُسکو اجر المثل ملیگا اور اسی پر فتویٰ ہی یہ غیاثیہ مین ہی ایک شخص نے بطور مزائدہ[1] کے فروخت کرنا چاہا اور ایک شخص کو مقرر کیا کہ وہ پکارتا جاوے اور خود فروخت کرے اُسنے پکارنا شروع کیا حالانکہ اُسنے فروخت نہ کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اسکے واسطے کوئی وقت[2] مقرر کیا تو اجارہ جائز ہے اور اجیر کو اجر مسمّی ملیگا۔ اسیطرح اگر کوئی وقت بیان نہ کیا دلیکن یون اجارہ لیا کہ اسقدر آوازین بولے تو بھی جائز ہی۔ اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ اُسکو کچھ نہ ملیگا کیونکہ لوگون کی عادت یہ ہے کہ جب بیع واقع نہین ہوتی ہے تو وہ لوگ منادی کو کچھ نہین دیتے ہین اور یہی مختار ہی یہ ظہیریہ و قاضیخان مین ہے۔ ایک شخص نے دلال سے یہ کہا کہ میرا یہ اسباب فروخت کے واسطے پیش کرے اور فروخت کردے اور اگر تو نے فروخت کردیا تو تجھے اسقدر اجرت ملیگی پھر اُس دلال سے وہ اسباب فروخت نہو سکا اور دوسرے دلال نے اُسکو فروخت کیا تو شیخ ابو القاسم رہ نے فرمایا کہ اگر پہلے دلال نے اُسکو پیش کیا اور ایک زمانہ تک وقت معتد بہ اسمین صرف کیا تو بقدر اُسکی مشقت و کام کے اُسکو اجر المثل دینا واجب ہے اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ یہ حکم قیاسی ہے اور استحساناً جب اُسنے ترک کردیا اور فروخت نہ کیا تو اُسکو کچھ اجرت نہ ملیگی اور ہم اسی کو لیتے ہین اور یہ امام ابو یوسف رہ کے قول کے موافق ہی اور یہی مختار ہی یہ فتاوے کبریٰ مین لکھا ہی۔ اور نکاح کی دلالہ بھی کچھ اجرت کی مستحق نہین ہوتی ہے اور امام فضلی نے اپنے فتاوے مین یہی فتوے دیا ہے اور اُنکے سواے ہمارے زمانہ کے مشائخ نے یون فتوے دیا ہے کہ اجر المثل واجب ہوگا اور یہی فتوے دیا گیا ہے یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی۔ بیع واقع ہونے کے بعد اگر دلال نے اپنی دلالی لے لی پھر کسی وجہ سے وہ بیع مشتری و بائع کے درمیان فسخ ہوگئی تو دلال کو دلالی سپرد رہیگی یعنی واپس

[1] بیع مزائدہ یہ ہے کہ ہر مشتری کے دام سے جبتک چاہے بکارا جائے کہ اس سے کوئی شخص زیادہ دیتا ہو ۱۲ [2] قولہ کوئی وقت مثلاً کہ اگر دو گھنٹہ

واپس نہ لیجا دیگی جیسے درزی کا حکم ہے کہ اگر اُسنے کپڑا سی دیا پھر درزی کے سیے ہوئے کو مالک نے اُدھیڑ ڈالا تو بھی درزی سے مزدوری وضع نہین کیجا سکتی ہے یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص کو اسواسطے مزدور کیا کہ میرے لیے آج کے روز حاج[1] قطع کرے اُسنے ایسا ہی کیا تو مستاجر پر کچھ اجرت واجب نہوگی اور یہ حاج امور کے ہونگے اور شیخ نصیر نے فرمایا کہ مین نے شیخ ابوسلیمان سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے ایک مزدور اسواسطے مقرر کیا کہ رات تک میرے واسطے لکڑیان جمع کرے تو ابوسلیمان نے فرمایا کہ اگر اسنے دن بیان کر دیا تو جائز ہے اور لکڑیان مستاجر کو ملینگی اور اگر کہا کہ یہ لکڑیان جمع کرے تو اجارہ فاسد ہے اور مستاجر پر اجر المثل واجب ہوگا اور لکڑیان اسکو ملینگی اور اگر ایسا ہو کہ جو لکڑیان اُسنے معین کی ہین وہ مستاجر کی ملک ہون تو اجارہ جائز ہی۔ اور شیخ نصیر[2] رح نے فرمایا کہ پھر مین نے کہا کہ اگر اُسنے کسی شخص سے مدد لی کہ وہ لکڑیان اُسکے واسطے جمع کر دیتا یا شکار پکڑ دیتا ہے تو ابوسلیمان نے فرمایا کہ یہ لکڑیان اور شکار اُسی عامل کا ہے اسی طرح جال کے شکار کا بھی حکم ہی۔ ہمارے اُستاد نے فرمایا کہ اسکو یاد رکھنا چاہیے کیونکہ اسمین عام و خاص سب مبتلا ہین جنہنے کام کیا[12] کہ لوگ لکڑیان جمع کرنے اور گھاس کاٹنے یا برف کے جمع کرنے مین لوگون سے مدد لیتے ہین اور یہ کام اُنسے درست کراتے ہین پس اُنھین مددگارون کی ملکیت ان چیزون مین ثابت ہو جاتی ہی حالانکہ سب اس سے ناواقف ہین اور قبل اسکے کہ وہ لوگ ہبہ کے طریقے سے ہبہ کرین یا اجازت دین اُن چیزون کو خرچ کرتے ہین پس اُنپر اُن چیزون کے مثل دینا یا اُنکی قیمت دینا واجب ہو جاتا ہے حالانکہ لوگ اپنی جہالت وغفلت سے نہین سمجھتے ہین اللہ تعالے ہم لوگون کو جہالت سے پناہ مین رکھے اور علم و عمل کی توفیق دے یہ قنیہ مین ہی۔ اور اگر کسی شخص کو اسواسطے اجارہ پر مقرر کیا کہ میرے واسطے شکار پکڑ لائے یا سوت کاتے یا نالش کرنے کے واسطے یا تقاضاے قرض یا اُسکے وصول کرنیکے واسطے مقرر کیا تو جائز نہین ہے اور اگر اجیر نے ایسا کیا تو اجر المثل واجب ہوگا اور اگر ان سب صورتون مین مدت بیان کر دی تو سب صورتین جائز ہین اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر شکار مین کوئی جانور معین کیا تو جائز نہین ہی اگرچہ مدت بیان کر دی ہو۔ اگر مال عین کے قبضہ کرنے کے واسطے کسی کو اُجرت پر مقرر کیا تو جائز ہے ولیکن امام محمدؒ سے ایک روایت آئی ہے کہ نہین جائز ہے یہ غیاثیہ مین ہے اور امام محمد رح سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو یہ بھیڑیا یا شیر مار ڈال مین تجھے ایک درہم دونگا حالانکہ یہ بھیڑیا اور شیر دونون شکار ہین تو اُسکو اجر المثل ملیگا مگر ایک درہم سے زیادہ نہین ہو سکتا اور شکار مستاجر کو ملیگا یہ محیط سرخسی مین ہے ایک شخص کو اسواسطے اجارہ پر مقرر کیا کہ پکی اینٹون اور گچ سے میری دیوار بنادے اور بیان کر دیا کہ اتنے من گچ اور اینٹون مین سے اسقدر اینٹین لے اور دیوار کا طول و عرض بیان نہ کیا تو قیاساً

[1] حاج ۔ ایک قسم کے کانٹے ہوتے ہین ۱۲ [2] قولہ شیخ نصیر الخ واضح ہو کہ جنگل کی لکڑیان و شکار وغیرہ مین مباحات کا حکم یہ ہے کہ سب سے اول جس شخص کے ہاتھ آوین وہی انکا مالک ہو جاتا ہے پھر وہ چاہے کسی کو ہبہ کرے یا مباح کر دے پس تفریع مسئلہ اس بنا پر ہے کہ لکڑیان ۱۲

اجارہ فاسد ہے اور استحساناً صحیح ہے اور اگر یون بیان کر دیا کہ اسقدر پختہ یا خام اینٹین تعداد مین ہین اور
ان اینٹون کا کوئی پیمانہ بیان نہ کیا اور نہ اسکو دکھایا پس اگر اس شہر کے لوگون کا ایک ہی پیمانہ ہو یا
مختلف پیمانے ہون ولیکن اکثر انکا کام ایک ہی خاص پیمانہ سے جاری ہو تو استحساناً اجارہ جائز ہے اور اگر
اس شہر مین مختلف پیمانے یکسان رائج ہون تو اجارہ فاسد ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر زید نے عمرو کو پختہ
اینٹین اور گچ سے اپنی دیوار بنانے کے واسطے اجارہ پر مقرر کیا اور عمرو کو دیوار کا طول و عرض معلوم ہی
تو جائز ہے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر کسی کو کنوان یا تہ خانہ کھودنے کے واسطے مزدور کیا تو ضرور ہے
کہ کنوئین کا طول و عمق و دور اور جگہ بیان کر دے اور تہ خانہ کی صورت مین اسکا طول و عرض و عمق بیان
کرنا ضرور ہے یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور اگر کسی شخص کو کنوان کھودنے کے واسطے مزدور کیا اور طول و عرض
و عمق بیان نہ کیا تو استحساناً جائز ہے اور لوگون کے علم پر درمیانی درجہ کا مراد لیا جاویگا یہ وجیز کردری
مین ہی۔ اگر زید نے عمرو کو اسواسطے مزدوری پر مقرر کیا کہ اُسکے گھر مین کنوان کھودے اور اُسکا عرض طول
و عمق بیان کر دیا یہانتک کہ اجارہ صحیح ہوگیا پھر جب عمرو نے تھوڑا سا کھودا تو اُسمین ایک پہاڑ نکلا کہ
جسکے کھودنے مین سختی و مشقت پیش آئی پس اگر انھین اوزار سے جنسے کنوان کھودا جاتا ہے وہ
پہاڑ پتھر بھی کھودا جاسکتا ہے اگرچہ مشقت و محنت زیادہ پیش آوے تو عمرو پر جبر کیا جاویگا کہ اسکو
پورا کرے۔ اور اگر اُن اوزار سے نہین کھود سکتا ہے جنسے کنوئین کھودے جاتے ہین تو اُسپر کھودنے
کے واسطے جبر نہ کیا جاویگا اور آیا جسقدر اُسنے کام کیا ہے اُسکی مزدوری کا مستحق ہے یا نہین تو امام محمدؒ
نے یہ صورت نہین ذکر فرمائی اور شمس الائمہ اوزجندی کا فتوے منقول ہے کہ اگر مستاجر کی ملک مین اُسنے
کنوان کھودا ہے تو اسقدر کام کی اجرت کا مستحق ہوگا بخلاف اسکے اگر غیر ملک مستاجر مین کام کیا ہو تو
مستحق نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر مستاجر نے تھوڑا سا کنوان کھودا پھر ایسی نرم زمین نکلی کہ مزدور کی
جان ضائع ہونیکا خوف ہوا تو اسپر جبر نہ کیا جاویگا یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی۔ اور اگر مزدور سے یہ شرط
لگائی کہ ہر پتھریلی و نرم زمین مین فی گز ایک درم کے حساب سے ملیگا یا پتھریلی زمین مین فی گز دو درم کے
حساب سے اور پانی مین فی گز تین درم کے حساب سے ملیگا اور کنوئین کا طول مثلاً دس گز بیان کیا تو جائز ہے
یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اور اگر مزدور نے تھوڑا سا کنوان کھودا اور اُسکے حصے کی اجرت کی درخواست
کی پس اگر مستاجر کی ملک مین کنوان کھودا ہے تو اسکو یہ اختیار ہے اور جسقدر کنوان کھودتا جاتا ہے وہ
مستاجر کے سپرد ہوتا جاتا ہے حتے کہ اگر اُسنے تمام کنوان کھود دیا پھر وہ بیٹھ گیا اور پانی کی سیل یا ہوا سے
اُس مین مٹی بھر گئی یہانتک کہ پٹ کر زمین سے برابر ہوگیا تو اجرت مین سے کچھ کمی نہ ہوگی اور اگر مستاجر کی
ملک مین نہین کھودتا ہے بلکہ غیر ملک مستاجر مین کھودتا ہے تو جبتک کام سے فارغ ہو کر مستاجر کے سپرد نہ کرے
تب تک اجرت کا مستحق نہوگا حتے کہ اگر تمام کھودنے کے بعد سب کنوان بیٹھ گیا اور سپرد کرنے سے پہلے سب پٹ کر

زمین سے برابر ہو گیا تو اجرت کا مستحق نہو گا یہ ینابیع مین لکھا ہے اور اگر مزدور نے غیر ملک مستاجر مین
کنوان کھودنا شروع کیا تو مستاجر کے سپرد کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ کنوین اور مستاجر کے درمیان تخلیہ کردے
اور اگر مزدور نے تھوڑا کنوان کھود کر چاہا کہ مستاجر کے سپرد کرے تو مستاجر کو اختیار ہے کہ جبتک مزدور
تمام کام سے فراغت نہ کرے تب تک اپنے قبضہ مین نہ لے یہ غیاثیہ مین لکھا ہے۔ اور اگر کسی شخص کو اپنے
گھر مین کنوان کھودنے کے واسطے مزدور مقرر کیا پھر جب اُسنے کھودنا شروع کیا تو جسقدر گہرائی شرط تھی اسکی
انتہا تک پہونچنے سے پہلے پانی نکل آیا پس اگر مزدور کو انھین آلات سے جنسے کنوان کھودتا تھا پانی کے
اندر پوری انتہاے مشروط تک کھودنا ممکن ہو تو اُسپر پورا کرنے کے واسطے جبر کیا جائیگا اور اگر اس
صورت مین کسی دوسرے اوزار کی ضرورت پڑتی ہو تو جبر نہ کیا جاویگا یہ ذخیرہ مین ہے اور نہر اور کاریز
تہ تھانے دیجیہ مین اگر گہرائی کی انتہا تک کھودنے سے پہلے پانی ظاہر ہو گیا پس اگر پانی کے نکل آنے
کی وجہ سے کھودنا ممکن نہو تو یہ عذر ہے یہ مبسوط مین لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے ایک کنوان کھودنے
والے کو مزدور مقرر کیا کہ میرے واسطے ایک حوض دہ در دہ دس درم کے عوض کھود دے اور اُسکا گہراؤ
بیان کر دیا اگر مزدور نے پنج در پنج حوض کھود ڈالا تو اُسکو چوتھائی مزدوری ملیگی یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کو
اسواسطے مزدور مقرر کیا کہ میرے واسطے کوئی نہر یا کاریز کھود دے اور مزدور کو اُسکا منبع یعنی جہان سے
پانی آتا ہے اور مصب یعنی جہان سے باہر جاتا ہے اور چوڑائی سب دکھلا دی تو جائز ہے۔ اور اگر یہ شرط
ٹھہرائی کہ مزدور اپنے پاس سے پختہ اینٹون اور گچ سے اُسکو پختہ کر دے تو اجارہ فاسد ہے اور اگر اینٹین
اور گچ اپنے پاس سے دینے اور پختہ بنانے کی شرط کی اور اینٹون کی تعداد بیان نہ کی تو قیاس فاسد ہے
اور استحسانًا جائز ہے اور جو لوگون کا معمول ہے اسی قدر تعداد رکھی جاویگی اور اگر اینٹون کی تعداد
بیان کرے اور گچ کی ناپ بیان کرے اور پختہ بنانے کی چوڑائی اور اوپر کی لمبائی بیان کر دے
تو یہ بہتر اور مضبوطی کے ساتھ ہے کیونکہ اُس سے جھگڑا دور رہیگا یہ مبسوط مین لکھا ہے اور اگر قبر کھودنے
کے واسطے مزدور کیا اور طول و عرض و عمق بیان کر دیا تو قیاسًا و استحسانًا جائز ہے اور اگر طول و عرض و عمق
بیان نہ کیا تو قیاسًا ناجائز اور استحسانًا جائز ہے اور جو لوگون کا معمول ہے اس سے بیچ بیچ کا اندازہ
رکھا جائیگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ اور اگر مزدور کو کوئی جگہ بتلا دی اور مزدور نے کھودنے مین اوپر کی
زمین نرم پائی مگر جب کسی قدر کھود دی تو پتھریلی چٹان نکلی پس اگر لوگ ایسی صورت مین کھودتے ہون
تو مزدور پر باقی کھودنے کے واسطے جبر کیا جاویگا اور اگر مزدور سے لحد یا شق کچھ بیان نہ کی تو اس
نواح کے لوگون کی عادت کے موافق رکھا جاویگا پس اگر کوفہ مین ہو تو لحد لیجاویگی کیونکہ اکثر معمول یہان کے
لوگون کا لحد پر ہے اور اگر کسی ایسی جگہ ہو کہ جہان کے لوگون مین شق کا زیادہ رواج ہے تو یہ اجارہ شق
پر رکھا جائیگا یہ مبسوط مین ہے۔ نوازل مین لکھا ہے کہ شیخ رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ قبر کی اجرت تمام مال سے

دلائی جائیگی فرمایا کہ قبر بمنزلۂ کفن کے تمام مال سے اجرت دیجاویگی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی- ایک شخص نے کچھ لوگونکو
جو مردے کو نہلاتے اور اٹھاتے ہین اجارہ پر مقرر کیا پس اگر مستاجر ایسی جگہ ہو کہ یہان سواے اُن لوگون کے کوئی
شخص نہلانے اور اٹھانے والا نہین ہی تو اُن لوگون کو کچھ اجرت نہ ملیگی- اور اگر وہان اور لوگ بھی موجود ہون
تو اُن لوگون کو اجرت ملیگی اور یہی حکم قبر کھودنے والے کا ہی- اور واضح ہو کہ جس جگہ ان لوگون کی اجرت کا
استحقاق نہین ہوتا ہے اگر ایسی جگہ ان لوگون نے اجرت لے لی تو انکو حلال نہین ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی اگر زید نے
عمرو کو قبر کھودنے کے واسطے مزدور مقرر کیا اُس نے قبر کھودی پھر قبل اسکے کہ مستاجر اسمین اپنا مردہ لاکر دفن
کرے وہ قبر گر پڑی اور پٹ گئی یا کسی دوسرے مسلمان نے اس مین اپنا مردہ دفن کر دیا پس اگر عمرو نے
زید کی ملک مین یہ قبر کھودی تو اُسکو اجر ملیگا اور اگر اُسکی غیر ملک مین کھودی ہو تو کچھ اجرت نہ ملیگی یہ
ذخیرہ مین لکھا ہی- اور اگر مستاجر آیا اور اجیر نے وہ قبر اُسکے سپرد کر دی یعنی اُسکے اور قبر کے درمیان تخلیہ کر دیا
پھر اُسکے بعد قبر بیٹھ گئی یا کسی شخص نے اس مین دوسرے مُردے کو دفن کر دیا تو اجیر کو پوری اجرت ملیگی کیونکہ
اُس نے معقود علیہ مستاجر کے سپرد کر دیا- اور اگر مستاجر نے اُس مین اپنے مردے کو دفن کیا اور اجیر سے کہا کہ
اس پر مٹی ڈال اُسنے انکار کیا تو استحساناً اُسپر مٹی ڈالنا لازم نہین ہی ولیکن مین اُس شہر کے لوگون کا ڈھنگ
دیکھونگا پس اگر یہ رواج ہو گا کہ مزدور ہی مٹی ڈالتا ہے تو اسپر اس کام کے واسطے جبر کرونگا اور کوفہ مین بھی
ایسا ہی معمول ہے اور اگر یہ رواج نہو گا تو اسپر جبر نہ کرونگا- اور اگر اہل میت نے یہ چاہا کہ اجیر ہی مردے کو قبر کے
اندر رکھے اور کچی اینٹین چنے تو اس کام کے واسطے اجیر پر جبر نہ کیا جاویگا یہ مبسوط مین لکھا ہی- اگر کسی شخص کو
قبر کے کھودنے کے واسطے مزدور مقرر کیا اور یہ بیان نہ کیا کہ کس مقبرہ مین کھودے تو استحساناً جائز ہے اور جس
مقبرہ مین اس محلہ کے لوگ اپنے مُردون کو دفن کرتے ہون وہی قبرستان مراد لیا جائیگا اور ہمارے مشایخ نے
فرمایا کہ یہ حکم اہل کوفہ کے عرف کے موافق ہے کہ وہان ہر محلہ کا قبرستان علحدہ ہی کہ ہر محلہ والا اپنے قبرستان مین
اپنا مردہ دفن کرتا ہے دوسرے محلہ کے قبرستان مین نہین لیجاتا ہے اور ہمارے ملک مین ایسا رواج نہین ہی
بلکہ ایک محلے والے بھی دوسرے محلہ کے قبرستان مین لیجا کر دفن کرتے ہین اسواسطے مکان و جگہ بیان کرنا ضرور ہی
اور اگر ایسا شہر ہو کہ جہان مثل اہل کوفہ کے ایک محلہ والے اپنا مردہ دوسرے محلہ کے قبرستان مین نہ لیجاتے
ہون یا وہان ایک ہی قبرستان مین سب لوگ دفن کرتے ہون تو ایسے شہر مین بدون قبرستان بیان کرنے کے
اجارہ جائز ہو گا یہ محیط مین لکھا ہی- اور اگر گورکن کو قبر کھودنے کے واسطے حکم دیا اور جگہ نہ بتلائی اور اُسنے
اُس شہر یا اس محلہ کے لوگون کے قبرستان کے سواے کسی دوسری جگہ قبر کھود دی تو اجرت کا مستحق نہو گا ولیکن
اگر لوگون نے میت کو اُسی قبر مین دفن کیا تو اسوقت گورکن اجرت کا مستحق ہوا اور اگر ان لوگون نے گورکن سے
یہ چاہا کہ قبر کو لیس دے یا گچ کر دے تو یہ فعل اُسپر واجب نہین ہے یہ مبسوط مین ہی- اگر کسی شخص نے گورکن کو
قبر کھودنے کا حکم دیا اور جگہ بتلا دی اُسنے دوسری جگہ قبر کھود دی تو مستاجر کو اختیار ہے کہ چاہے اجازت دیدے

کیونکہ اسنے اصل قبر کھودنے مین مخالفت حکم نہین کی ہتی اور اگر وصف وجگہ مین مخالفت کرنے کا لحاظ کرے تو اسکو اختیار ہی کہ ترک کرے اور اگر مستاجر کو بعد دفن کرنے کے یہ امر معلوم ہوا تو یہ رضامندی مین شمار ہی یہ خلاصہ مین ہے اور اگر کنوان یا قبر کھودنے مین مزدور سے کوئی پتھر کاٹا تو اجرت مین زیادتی نہ کیجائیگی چنانچہ اگر زمین نرم ہونے کی وجہ سے اُسنے آسانی پائی ہو تو اُسکی اجرت مین کمی نہین کیجاتی ہی کذا فی خزانۃ المفتین۔

فصل متفرقات کے بیان مین۔ اگر دریاے فرات کے کنارے کسی شخص نے ایک مشرعہ[1] بنایا تاکہ سقہ لوگ وہان اپنا کام کرین اور یہ شخص ان لوگون سے اجرت لیا کرے پس اگر اسنے اپنی ملک مین بنایا اور ان لوگون کو پانی بھر لینے کے واسطے اجارہ دیا تو جائز نہین ہی اگرچہ اُسنے اپنی ملک کے اجارہ پر دی ہے کیونکہ قصداً یہ اجارہ عین شے کے تلف کردینے پر واقع ہوا ہے اور اگر اسواسطے اجارہ پر دیا کہ سقے وہان کھڑے ہوا کرین اور اسمین مشکین رکھا کرین اور جانورون کو وہان کھڑے کیا کرین تو جائز ہے اور اگر اسنے عام لوگون کی ملک مین مشرعہ بنایا اور پھر اُسکو سقون کو اجارہ پر دیا تو کسی طرح نہین جائز ہے خواہ پانی بھرنے کے واسطے اجارہ دیا ہو یا کھڑے ہونے اور مشک رکھنے کے واسطے دیا ہو یہ ذخیرہ مین ہے اور درم و دینار اور ان دونون کے پترون کا اجارہ دینا اور ایسے ہی تانبے اور رانگ کے پترون کا اجارہ دینا جائز نہین ہے اور کیلی اور وزنی چیزون کا بھی اجارہ جائز نہین ہے کیونکہ ان صورتون مین عین شے سے نفع لینا بدون اُسکے تلف کرنے کے ممکن نہین ہے حالانکہ اجارہ مین صرف منفعت داخل ہوتی ہے نہ عین شے حتی کہ اگر اُسنے درم و دینار کو میزان درست کرنے یا گیہون کو پیمانہ درست کرنے یا کسی وزنی چیز کو من و سیر کے درست کرنے کی غرض سے ایک مدت معلومہ تک اجارہ لیا تو اصل مین لکھا ہے کہ جائز ہے اور کرخی رح نے ذکر کیا کہ نہین جائز ہے کیونکہ دوسری شرط مفقود ہے یعنی منفعت ہونا چاہیے کذا فی البدائع اور اگر درمون یا گیہون کو ایک روز کیواسطے مطلقاً اجارہ لیا یہ بیان نہ کیا کہ انکو کسواسطے اجارہ لیتا ہے تو اصل مین یہ مسئلہ مذکور نہین ہے اور شیخ الاسلام معروف بخواہرزادہ نے فرمایا کہ کہنے والا کہ سکتا ہے کہ عقد جائز ہونے کے واسطے یون رکھا جائیگا کہ اُسنے وزن کی غرض سے اجارہ لیا ہے اور دوسرا کہنے والا یہ بھی کہ سکتا ہے کہ عقد جائز نہین ہے اور اسی طرف شیخ کرخی رحنے میل کیا ہے یہ محیط مین ہی۔ اور درم و دینارون کا دکان کی زینت کیواسطے یا مشک و عود وغیرہ خوشبودار چیزون کا سونگھنے کی غرض سے اجارہ لینا جائز نہین ہے کیونکہ یہ منفعت مقصودہ نہین ہے کذا فی البدائع اور اگر کوئی ترازو تولنے کی غرض سے اجارہ پر لے تو جائز ہے کیونکہ یہ منفعت مقصودہ ہی۔ یہ فتاوے عتابیہ مین لکھا ہے اگر کسی شخص نے ترازو کا بانٹ صبح سے رات تک تولنے کے واسطے اجارہ لیا تو شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ اجرت واجب ہوگی اور خصاف رحنے ذکر کیا کہ اگر اُس پتھر کی قیمت ہے اور ایسا اجارہ لینا لوگون کی عادت ہے تو اجرت واجب ہوگی ورنہ نہین اور بعضون نے شمس الائمہ کے کلام کو اسی پر محمول کیا ہے اور بعض نے کہا کہ ہر حال مین اجرت

[1] مشرعہ یعنی گھاٹ جہان سے پانی تک پہونچنا ممکن ہو ۱۲ [2] یعنی ایسی منفعت ہو کہ اسکی غرض سے لوگ یہ چیز اجارہ لیا کرتے ہون اور اسکا اعتبار ہو ۱۲ - + + + +

واجب ہوگی یہ وجیز کردری مین ہو۔ عیون مین لکھا ہے کہ اگر کچی انٹین بنانے کیواسطے کوئی زمین کرایہ پر لی
تو اجارہ فاسد ہے کیونکہ یہ اجارہ عین شے کے تلف کرنے پر ٹھہرا ہے اور تمام انٹین اُسکے بنانے والے
کو ملینگی اور اُسپر واجب ہوگا کہ مٹی کی قیمت ادا کردے بشرطیکہ اس موقع پر مٹی کی کچھ قیمت ہو اور زمین کا
اجر المثل ادا کردے اور اگر اس موقع پر مٹی کی کچھ قیمت نہو یا اس مقام پر مٹی دور کرنے کی قیمت
ہو یا مٹی دور کرنے سے زمین کو نفع پہونچتا ہو تو انٹین بنانیوالے پر کچھ واجب نہوگا یہ ذخیرہ مین ہے
اور اگر زمین مین کچھ نقصان آگیا تو بقدر نقصان کے ضامن ہوگا اور زمین کا اجر المثل اُسی نقصان
مین آجائیگا ورنہ اس پر کچھ واجب نہوگا یہ وجیز کردری مین ہو۔ اگر قاضی نے کسی کو قصاص و حدود
پورا کرنے کے واسطے یعنی قصاص لے لینے اور حدود مارنے کے واسطے اجارہ پر لیا تو شمس الائمہ سرخسی
نے فرمایا کہ اگر اجارہ کا کوئی وقت بیان نہ کیا تو صحیح نہین ہو اور اگر ایک مہینہ کے واسطے کسی قدر
اجرت معلومہ پر اس غرض سے مقرر کیا کہ جس شخص پر قصاص عائد ہو اُس سے قصاص کرا دے یا جسپر
حد جاری ہو اسکو حد ماردے یا ہاتھ کٹوا دے یا مجلس قضا مین حاضر رہے اور جو کام ہو وہ کرے تو
اجارہ جائز ہے کیونکہ اس مدت کے اندر جو کچھ اُسکی ذات سے منفعت حاصل ہو وہی معقود علیہ ہو پس
جو امر مثل حدود جاری کرنے وغیرہ کے پیش آوے اسمین اُسکے ذاتی نفع کو صرف کرے اور اگر مدت بیان
نہ کی تو معقود علیہ مجہول رہا کہ اسکا وقوع معلوم نہین پس اجارہ فاسد ہوا اور اجارہ فاسد ہونے کی علامت
یہ ہے کہ اگر اُسنے کسی کام کو انجام دیا تو اسکو اجر المثل ملیگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہو۔ اور اگر قاضی نے
اُسکو اپنے ساتھ مصاحبت مین اس شرط سے رکھا کہ ہر مہینے اسکو رزق دیا کریگا۔ تو جائز ہے پس اگر رزق
کی مقدار بیان کردی تو عقد جائز ہے کیونکہ معقود علیہ اُسکی ذاتی منفعت ہے اور وہ معلوم ہے اور اگر
مقدار بیان نہ کی تو وہ رزق کے حکم مین مثل قاضی کے ہوگا اور قاضی کو جائز ہے کہ بقدر کفایت اپنا رزق
بیت المال سے لیا کرے پس جو شخص قاضی کی کسی کام مین نیابت کرے اسکا بھی یہی حکم ہو۔ اسی طرح
قسام قاضی کا حکم ہے کہ اگر قاضی نے اسکو کسی قدر ماہواری اجرت پر اس کام کے واسطے نوکر رکھا تو
جائز ہے یہ مبسوط مین ہو۔ اگر زید نے عمرو پر اپنا حق قصاص ثابت کیا اور زید نے قصاص لینے کے
واسطے کسی شخص کو اجرت پر مقرر کیا کہ میرے واسطے قصاص لے تو اُسکو کچھ اجرت نہ ملیگی اور سیر کبیر مین
لکھا ہو کہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک یہ جائز نہین ہے اور امام محمد رح کے نزدیک جائز ہی
اسیطرح اگر امام المسلمین نے کسی شخص کو اسواسطے نوکر رکھا کہ مرتدون یا جہاد کے کافر قیدیون کو قتل
کرے یا جان کا قصاص لے لیا کرے تو شیخین کے نزدیک جائز نہین ہے اور امام محمد رح کے نزدیک
جائز ہو۔ اور اگر جان مارنے کے قصاص سے کم قصاص کے واسطے مثلاً فقط ہاتھ کاٹنے کے قصاص لینے
کے واسطے نوکر رکھا تو بالاجماع جائز ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو۔ اور ذبح کرنیکے واسطے اجارہ لینا جائز ہی

کیونکہ مقصود اُس سے گردن کی رگین کاٹنا ہے نہ روح کا فوت کرنا جو اُسکی قدرت مین نہین ہے پس
جان مارنے سے کم کے قصاص لینے کا منشا یہ ہوگیا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے لشکر اسلام کے سردار نے
اگر کسی مسلمان یا ذمّی[1] سے کہا کہ اگر تو نے فلان سوار کو قتل کیا تو تجکو سو درم ملینگے اُسنے قتل کیا تو کچھ دینا
واجب نہوگا کیونکہ یہ اجارہ جہاد و طاعت پر ہے اسواسطے بالکل اجرت کا مستحق نہوگا۔ اور امام محمد رحمہ نے
فرمایا کہ اگر اُسنے ذمی سے یہی کہا تو اجرت واجب ہوگی۔ اور اگر کفار مقتول پڑے ہون اور سردار اسلام
نے کہا کہ جو شخص ان لوگون کے سر کاٹ لے اسکو دس درم ملینگے تو جائز ہے کیونکہ یہ فعل جہاد نہین ہے
یہ فتاوی قاضی خان وصغری مین ہے۔ اور امام ابو یوسف وامام محمد رحمہ نے ذکر فرمایا کہ اگر کافرون کا
سردار مارا گیا اور سردار اسلام نے کہا کہ جو شخص اسکا سر کاٹ لاوے اس غرض سے کہ وہ سر کافرونکی
طرف پھینکا جاوے تاکہ وہ لوگ جان لین کہ انکا سردار مارا گیا اور شکست کھا دین تو اسکو اسقدر اجرت
دیجائیگی پس ایک شخص گیا اور اسکا سر کاٹ لایا تو اُسکو کچھ اجرت نہ ملیگی لیکن اگر کافر لوگ اُس جگہ
سے جہان انکا سردار مقتول ہوا ہے ہٹ گئے ہون اور اُسکے سر کاٹ لانے مین لڑائی کی ضرورت
نہ پڑے تو البتہ اجرت ملیگی۔ اور اگر سردار لشکر اسلام نے ایک شخص خاص سے یا لشکر کی ایک جماعت
سے یون کہا کہ اگر تو اُسکا سر کاٹ لاوے یا تم مین سے کوئی اُسکا سر کاٹ لاوے تو اسقدر اجرت پاویگا
پھر ایک شخص اسکا سر کاٹ لایا تو اجر المثل ملیگا۔ اور اگر مسلمانون کے لشکر کا سردار دار الحرب مین ہو
اور وہان ایک گڑھی مین اقامت اختیار کی کہ جسمین لڑنے والے مرد نہ تھے صرف مال واسباب و بچے
و عورتین تھین پس سردار نے کہا کہ جتنے شخص اس گڑھی کی شام سے صبح تک حفاظت کرین اُنمین سے
ہر ایک کو مثلاً دس دس درم ملینگے پس ایک قوم نے اسکی حفاظت کی تو ہر ایک شخص کو دس دس درم
ملینگے یعنی جو امام نے بیان کیا ہے اور ہمارے بعض مشائخ فرماتے ہین کہ گڑھی کی حفاظت کے مسئلہ مین
پہلے اجارہ منعقد نہوگا کیونکہ اسنے کسی قوم معین کو مخاطب نہین کیا ہان جب کسی قوم نے حفاظت اختیار کی
اور امام راضی ہوا تو یہ امر اجارہ کے معنی مین ہے پس اجارہ بالتعاطی منعقد ہو جائیگا اور اجارہ بالتعاطی
جائز ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر کسی شخص کا اونٹ مثلاً گم ہوگیا اسنے کہا کہ جو شخص مجھے پتا دکھاوے
اُسکو دس درم دونگا پس ایک شخص نے پتا دیا تو اجرت کا مستحق نہوگا اور اگر اونٹ والے نے ایک
شخص معین سے یہ کہا اور اُسنے صرف زبانی پتا بتا دیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اسکے ساتھ چلکر بتا دیا تو
اسکو اجر المثل ملیگا اور سیر کبیر مین ہے کہ اگر امیر السریہ نے یعنی چھوٹے لشکر کے سردار نے کہا کہ جو شخص
ہمکو فلان مقام تک راہ بتا دے اُسکو دس درم دینگے تو یہ صحیح ہے اور راہ بتانے کے ساتھ اجرت متعین
ہوگی اور واجب ہو جائیگی یہ ذخیرہ کردری مین ہے ایک شخص نے سیکھا ہوا کتا شکار کرنے کے لیے کرایہ لیا

[1] قولہ ذمی اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر حربی کافرون کو قتل و مغلوب کرنے کے لیے اپنے ملک کے ذمی کافر دونکو نوکر رکھے تو جائز ہے فافہم ۱۲ م

ع اصل مین ہکذا دون ذرا اسکو غور سے [illegible] ۱۲ مر

تو اجرت واجب نہوگی اسی طرح اگر باز کو لیا تو بھی یہی حکم ہے اور بعض روایات مین آیا ہے کہ اگر سیکھا ہوا کتا
یا باز شکار کیواسطے اجرت پر لیا اور وقت معلوم مقرر کردیا تو جائز ہے اور ناجائز صرف اُسی صورت مین ہے
کہ جب وقت معلوم نہ بیان کیا ہو اور اگر کوئی بلی اس غرض سے کرایہ پر لی کہ اپنے گھر کے چوہے پکڑوا دے
تو منتقی مین لکھا ہے کہ یہ جائز نہین ہے اور اگر کوئی کتا اس غرض سے اجارہ لیا کہ میرے گھر کی حفاظت
اور حراست کرے تو مشائخ نے فرمایا کہ یہ جائز نہین ہے اور اگر کوئی بندر گھر مین جھاڑو دینے کے
واسطے کرایہ لیا تو مولانا رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جائز ہونا چاہیے بشرطیکہ مدت معلومہ بیان کردی
ہو کیونکہ بندر مارنے سے کام کرتا ہے بخلاف بلی کے کہ وہ مارنے سے بھی کام نہین کرتی ہے یہ فتاوے
قاضی خان مین لکھا ہے۔ اور منتقی مین لکھا ہے کہ اگر کوئی مرغ اس واسطے کرایہ لیا کہ صبح کے وقت آواز
دیا کرے تو جائز نہین ہے اور اس مقام پر ایک اصل بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ جو چیز[1] اُن مین کسی کے فعل
سے نہو اور نہ یہ ہو سکے کہ آدمی اُسکو مارکر اُس سے یہ کام لے تو اُس شرط[2] سے اُسکی بیع جائز نہین اور
نہ اس غرض سے اسکا اجارہ جائز ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ جانورون مین بکری وغیرہ کے گابھن کرانے
کے لیے مثلاً نر بکرا کرایہ لینا اور مالک کو اس کی اجرت لینا جائز نہین ہے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے۔
اور اگر کوئی فرش اس غرض سے کرایہ لیا کہ اسکو اپنے مکان مین بغرض تجمل بچھا دے مگر اس پر نہ بیٹھے نہ سوئے
تو جائز نہین ہے۔ اسی طرح اگر کوئی ٹٹو اس غرض سے کرایہ پر لیا کہ اپنے کوتل مین رکھے تو جائز نہین ہے
یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر کسی شخص نے کوئی گھوڑا اس غرض سے کرایہ پر لیا کہ اپنے دروازے پر باندھے تاکہ
لوگ دیکھین کہ اس کے یہان بھی گھوڑا ہے یا کچھ برتن اس غرض سے کرایہ لیے کہ اپنے یہان تجمل کے واسطے
رکھے اور اُن کو استعمال مین نہ لاوے یا کوئی گھر اس غرض سے لیا تاکہ لوگ گمان کرین کہ اُس کے
پاس بھی محل ہے اور اس مین سکونت نہ کریگا یا کوئی غلام اس واسطے لیا کہ لوگ گمان کرین کہ اس کے
پاس بھی غلام ہے اور مستاجر اُس سے خدمت نہ لیگا یا فقط اپنے گھر مین رکھنے کے واسطے درم اجارہ لیے
تو سب صورتون مین اجارہ فاسد ہے اور کچھ اجرت واجب نہوگی ولیکن اُس نے جو چیز اجارہ لی ہے
اگر وہ نفع کے واسطے بھی کبھی اجارہ لیجاتی ہو تو اجرت واجب ہوگی یہ خلاصہ مین ہے۔ اور منتقی مین ہے
کہ اگر کوئی بجرا یا مینڈھا اس غرض سے اجارہ لیا کہ اپنی بکریان و بھیڑیان اُسکی چال پر آگے رکھکر چلاوے[3]
تو ناجائز ہے یہ محیط و فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر کوئی زمین اس غرض سے اجارہ لی کہ اپنی بکریان کو
اس زمین کے گیہون وغیرہ کے درخت چرا دے یا کوئی بکری اسواسطے کرایہ لی کہ اُسکی اُون جھاڑے کے

[1] ترجمہ یون [illegible] جو فعل ان مین ایسا ہو کہ کسی کے سکھلانے سے نہوا نہین آدمی ایسا نہین کرسکتا ہو کہ مار پیٹ کرکے اس سے یہ کام لے بسبب
اس شرط کے اسکی بیع و اجارہ جائز نہوگا و المال حق ابو جہین واحد ولکن الاولی ما اختارہ المترجم فافہم ۱۲ منہ [2] اشار المترجم الی ان فی العبارۃ تسامحا
فان اصل البیع جائز و انما لا یجوز البیع فیہ لہذا الشرط وکذا فی الاجارۃ ۱۲ [3] یعنی آگے آگے وہ چلے پیچھے پیچھے بھیڑیان ۱۲ منہ

تو یہ فاسد ہے اور مستاجر کو درختوں اور اون کی قیمت دینی واجب ہو گی کیونکہ یہ موجر کی ملک تھی کہ جسکو مستاجر نے بذریعہ عقد فاسد کے حاصل کیا ہے بخلاف اسکے اگر گھاس چرانے کے واسطے اجارہ لے تو گھاس کی قیمت نہ دینی پڑیگی کیونکہ گھاس مباح ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ اگر تلوار باندھنے کے واسطے ایک مہینہ تک کرایہ لی یا تیر اندازی کے واسطے کوئی کمان ایک مہینہ تک کرایہ لی تو جائز ہے یہ محیط مین ہی۔ اگر کوئی زمین اس غرض سے اجارہ لی کہ اُسمین جال پھیلا دے اور وقت بیان کر دیا تو بھی جائز نہیں ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے کو حکم دیا کہ اس پتیل کا قمقمہ اسقدر اجرت پر بنا دے حالانکہ پتیل غصب کیا ہوا ہے اور کاریگر کو معلوم ہے کہ یہ شخص غاصب ہے پھر اُسنے بنایا تو اُسکو اجرت ملیگی یہ قنیہ مین ہے چور اور غاصب نے اگر کسی کو اس غرض سے مزدور کیا کہ یہ مال مسروقہ یا مغصوبہ اُٹھا کر پہونچا دے تو جائز نہین ہے کیونکہ غیر کا مال[1] منتقل کرنا معصیت ہے کذا فی محیط السرخسی۔

سترھوان باب۔ جو مستاجر پر واجب ہے اور جو موجر پر واجب ہے اسکے بیان مین۔ اجارہ کی چیز کا نفقہ موجر کے ذمہ ہے خواہ اجرت مین مال عین ٹھہرا ہو یا منفعت یہ محیط مین ہی۔ کرایہ کے ٹٹو وغیرہ کا دانہ چارہ دینا اور پانی پلانا موجر کے ذمہ ہے کیونکہ وہ موجر کی ملک ہے اور اگر موجر کی بلا اجازت مستاجر نے اُسکو چارہ دیا تو اسنے احسان کیا موجر سے واپس نہین لے سکتا ہے یہ جوہرۃ النیرہ مین ہی۔ مکان کے کرایہ لینے مین مکان کی عمارت بنوانا اور کہگل کرانا اور پرنالون کی درستی اور عمارت کی مرمت سب مالک مکان کے ذمہ ہے اور اسی طرح ہر ایسی چیز کہ جسکے یون ہی چھوڑ دینے سے رہنے مین خلل پڑتا ہے اسکی درستی مالک مکان کے ذمہ ہو گی اور اگر مالک مکان نے اُسکی درستی سے انکار کیا تو مستاجر کو اسمین سے نکلجانیکا اختیار ہے ولیکن اگر ایسا واقع ہوا کہ جسوقت اُسنے کرایہ لیا ہے اسوقت بھی ایسا ہی تھا اور اسنے دیکھ لیا تھا تو نہین چھوڑ سکتا ہے کیونکہ اس صورت مین مستاجر عیب پر راضی ہو چکا ہے اور شیخ اوحد الدین نسفی نے عمدۃ الفتاوے مین لکھا ہے کہ ایک شخص نے ایک بیت کرایہ لیا حالانکہ اسکی چھت مین تنکو ںکا بھرا وہے پھر اُسکی چھت مین سے بارش کا پانی ٹپکنے لگا تو اسکی اصلاح کے واسطے مالک بیت پر جبر[2] نہ کیا جاویگا کیونکہ کوئی شخص اپنی ملکیت کی درستی کے لیے مجبور نہین کیا جاتا ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر کوئی مکان کرایہ لیا حالانکہ اُسمین روشندان نہین ہے یا اُسکی چھت پر برف جما ہوا ہے اور مستاجر کو یہ بات معلوم بھی ہو گئی تو پھر اسکو اجارہ فسخ کرنے کا اختیار نہو گا یہ قنیہ مین ہے پانی کے کنوین اور چہ بچے اور موری کا درست کرانا مالک مکان کے ذمہ ہے اگرچہ مستاجر کے فعل سے بھر گیا ہو ولیکن اس کی درستی کے واسطے مالک پر جبر نہ کیا جائیگا اور مشایخ نے فرمایا ہے کہ اگر اجارہ کی مدت گذر گئی اور

[1] فان قلت بالسرقۃ زالت العصمۃ وتحولت قلم یکن معصیۃ ولا نقل مال الغیر قلت بل لیسقط عنہ ملک المالک الا فی حق الضمان عند القطع ۱۲ [2] قولہ جبر بلکہ مستاجر کو چھوڑ دینے کا اختیار ہو گا ۱۲

مستاجر کے جھاڑو دینے سے مکان مین خاک جمع ہوگئی ہے تو اسکا اُٹھوانا مستاجر پر واجب ہے کیونکہ
یہ اسی کے فعل سے جمع ہوئی ہے پس ایسا ہے کہ گویا اُسی نے رکھی ہے اور اگر ایسا ہو کہ چہ بچے وغیرہ
کا پیٹ اور موریان مستاجر کے فعل سے بھر گیئین تو قیاس یہ چاہتا ہے کہ اسکا اگر دانا مستاجر کے ذمہ ہو
جیسے راکھ اور کوڑے کا دور کرانا اُسکے ذمہ ہے ولیکن مشائخ نے استحساناً یہ حکم دیا ہے کہ لوگون کے
رواج اور عادت کی وجہ سے یہ بھی مالک مکان کے ذمہ ہے چنانچہ اگر اُسکی وجہ سے زمین معیوب معلوم
ہوتی ہو تو اُسکا دور کرانا مالک کے ذمہ ہوتا ہے پس اسکو بھی عادت ہی پر محمول کیا ہے اور اگر مستاجر نے
اُسمین سے کوئی چیز درست کرائی تو جو کچھ اسنے خرچ کیا وہ کرایہ مین محسوب نہوگا اور مستاجر احسان کرنے
والا قرار دیا جاویگا یہ بدائع مین لکھا ہے۔ روشندان اور سیڑھیون کی درستی موجر کے ذمہ ہے اور
برف اُٹھوانے مین مشائخ کا اختلاف ہے اور جیسا رواج ہو وہی معتبر ہے یہ قنیہ مین ہی۔ اور نہر و نکا
اگروانا اور کاریز کی درستی موجر کے ذمہ ہے یہ خزانۃ الفتاوی مین ہے اگر ایسا مکان کرایہ لیا کہ
جسمین پانی کا کنوان ہے تو مالک مکان کی بلا اجازت وضو وغیرہ کے واسطے کنوین سے پانی بھر لینے
کا اختیار ہے کیونکہ اجارہ لینے سے پہلے جب اُسکو یہ حق حاصل تھا چنانچہ معلوم ہے تو بعد اجارہ لینے کے
بدرجہ اولی حاصل ہوگا اور اگر اُس کنوین مین چوہا گر پڑا یا اور کوئی آفت آگئی تو دونون مین سے
کسی شخص پر اسکا درست کرانا واجب نہین ہے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور حمام کے اجارہ لینے مین راکھ اور گوبر کا
پھینکنا اور نہانے کی جگہ کا صاف کرنا مستاجر کے ذمہ ہے خواہ پانی بہنے کی موری کھلی ہوئی ہو یا پٹی ہو اور
اگر اجارہ مین موجر کے ذمہ یہ شرط لگائی تو اجارہ فاسد ہوگا اور اگر مستاجر کے ذمہ یہ شرط لگائی تو اجارہ
مع شرط جائز ہوگا۔ اور اگر مستاجر نے انکار کیا اور یہ کہا کہ یہ راکھ میرے فعل سے نہین جمع ہوئی تو اُسی کا
قول مقبول ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص نے خچر کرایہ پر لیا اور وہ راستہ مین تھک کر بیٹھ
گیا اور مستاجر نے ایک شخص کو حکم دیا کہ کچھ خرچ کر کے اسکا علاج کرے اُسنے ایسا ہی کیا پس اگر اس شخص کو
یہ معلوم تھا کہ یہ خچر اُس شخص کا نہین بلکہ دوسرے کا ہے تو جو کچھ اُسنے خرچ کیا ہے وہ کسی سے نہین لے
سکتا ہے کیونکہ اسنے احسان کی راہ سے خرچ کیا ہے اور اگر یہ نہ جانتا تھا کہ خچر اس شخص کے سوا دوسرے
کا ہے تو جو کچھ اُسنے خرچ کیا ہے وہ حکم دینے والے سے واپس لیوے اگرچہ حکم دینے والے نے ان
نہ کہا ہو کہ تو اس شرط سے خرچ کر کہ مین ضامن ہون یہ خزانۃ المفتین مین ہی

فصل توابع[1] بھی اسی باب سے متصل ہی۔ اصل یہ ہے کہ اگر کسی کام کرنے کا اجارہ قرار پایا تو جو کام اس کام کے
توابع ہین اور انکا انجام دینا مزدور سے شرط نہین کیا گیا تو ان توابع مین سے موافق عرف و رواج کے
مزدور کو بلا شرط انجام دینے پڑینگے یہ محیط مین ہی۔ اور کپڑے کے سُننے مین مانڈی دینا کپڑے کے مالک کے

[1] ہان مگر جبکہ مالک نے اُسکو وکیل کیا ہو ۱۲ منہ [2] توابع جمع تابع کی ہے مثلاً روٹی پکانے کے واسطے نانبائی کو مقرر کیا تو آٹا گوندھنا

ذمہ ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر کپڑا سینے کے واسطے کوئی درزی مقرر کیا تو سوئی و تاگا درزی کے ذمہ ہوگا اور یہ انکے عرف کے موافق ہے اور ہمارے عرف مین تاگا دینا مالک کے ذمہ ہی قال المترجم اور ہمارے شہر مین بھی موافق اہل کوفہ کے رواج ہے اور ریشمی کپڑے مین بھی موافق انکے عرف کے ہے چنانچہ کتاب مین فرمایا۔ اور اگر کپڑا ریشمی ہو تو سینے کے واسطے ریشم مالک کو دینا پڑیگا۔ اور اینٹین بنانے والے کو اجارہ پر لینے مین اینٹون کا سانچہ اجیر کے ذمہ اور مٹی مستاجر کے ذمہ ہے۔ اور تنور سے روٹی نکالنا باورچی کے ذمہ ہے اور پیالون مین سالن کا نکالنا بھی باورچی کے ذمہ ہوگا بشرطیکہ شادی اور ولیمہ کے کھانا پکانے کے لیے مقرر کیا ہو اور اگر اسنے خاصہ[1] دیگ پکائی ہو تو اسکے ذمہ نہین ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر لادنے کے واسطے کوئی چوپایہ کرایہ لیا تو خوگیر اور رسیان اور گون مین عرف و رواج کا اعتبار کیا جاویگا یعنی دونون مین سے کس کو دینا چاہیے اور اگر سواری کے واسطے کرایہ لیا تو لگام اور زین مین بھی عرف کا اعتبار ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر سمرقند یا بخارا تک کوئی ٹٹو کرایہ کیا تو جب ٹٹو والا شہر مین داخل ہو تو اسپر استحسانًا واجب ہے کہ مستاجر کے گھر تک پہونچا دے یہ خزانۃ الفتاوی مین ہی۔ اور اگر کوئی ٹٹو اس غرض سے کرایہ کیا کہ مستاجر اسپر بوجھ لادیگا تو ٹٹو کے اوپر سے بوجھ اتارنا ٹٹو والے کے ذمہ واجب ہے اور اتار کر مستاجر کی حویلی مین پہونچانا اسکے ذمہ نہین ہے لیکن اگر ایسے مقام پر یہ صورت واقع ہوئی کہ جہان اتار کر پہونچانا بھی ٹٹو والے کے ذمہ ہوتا ہے یعنی ایسا رواج ہے تو وہان اسکو پہونچانا پڑیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر حمال نے بوجھ اٹھایا تو اسکے ذمہ واجب ہے کہ گھر کے اندر پہونچا دے مگر یہ واجب نہین ہے کہ چڑھکر چھت پر دریچہ مین اتار دے لیکن اگر اس سے یہ شرط کر لیجا دے تو ہو سکتا ہی۔ اسیطرح مشکون مین بھرنا بھی اسکے ذمہ نہین ہے لیکن اگر شرط ٹھہرالے تو ہو سکتا ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور فقیہ ابو اللیث رح نے اپنی نوازل مین ذکر فرمایا کہ پن چکی کی نہر اگر وانا موجر کے ذمہ ہے کیونکہ پن چکی بدون پانی کے نہین چلتی ہی۔ اور پانی بغیر نہر اگر وائے جاری نہین ہوتا ولیکن اگر نہر اگر وانا مستاجر کے ذمہ شرط کر لی تو ہو سکتا ہے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر کوئی کاتب اجارہ پر لیا پس اگر سیاہی دوات اور سپیدی کی شرط لگائی تو سیاہی دوات کی شرط جائز ہے اور سپیدی کی شرط فاسد ہے یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی۔ امام محمد رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک دھوبی کو کپڑون پر کندی کرنے کے لیے مزدور مقرر کیا اسنے کندی کر دی تو کپڑون کا اٹھا لانا کس کے ذمہ ہے امام محمد رح نے فرمایا کہ استحسانًا مین دھوبی کے ذمہ واجب کرتا ہون ولیکن اگر دھوبی نے مالک سے شرط کر لی ہو تو ایسا نہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اگر کوئی حمال اس شرط سے کرایہ پہ مقرر کیا کہ اپنی ہیٹھ اور مستاجر کے جانورون پر لاد کر گیہون پہونچا دے تو رسی اور گون مستاجر

[1] قولہ خاصہ دیگ وہ ہے جو عام دعوت نہ ہو بلکہ خاص خاص کیواسطے ہو اور ہمارے عرف مین یہ بھی باورچی کا کام ہی ۱۲ - ؟ ؟

ذمہ واجب ہونگی۔ اور فقیہ ابو اللیث رہ نے فرمایا کہ ہمارے عرف مین گونین ہر حال مین مستاجر کے ذمہ ہونگی ولیکن اگر یہ شرط ٹھہرالیوے کہ حمال دے آوے تو ہوسکتا ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ رسیان اس واسطے ہوتی ہین کہ بوجھ گرنے نہ پاوے۔ اور اگر کسی شخص نے حمال کو اجرت پر مقرر کیا کہ میری گونین فلان مقام تک پہونچادے پھر جب حمال اس مقام تک پہونچا تو ایک دار مین اترا اور وہان گونون کو اتارا پھر اسکے مالک کو وزن کرکے دیدین اور پھر اسکے مالک نے چند روز تک وہان سے وہ گونین نہ اٹھوائین پھر اس جگہ کے کرایہ کی بابت باہم سب نے جھگڑا کیا اور مالک مکان نے حمال سے کرایہ طلب کیا تو مشایخ نے فرمایا کہ اگر حمال یا مستاجر دونون مین سے کسی شخص نے گونین رکھنے کے واسطے اس جگہ کو کرایہ لیا ہو تو جسنے کرایہ لیا اسپر کرایہ دینا واجب ہوگا اور اگر بدون کرایہ لیے ہوے ان گونون کو اس جگہ رکھا ہے تو وزن کرکے سپرد کر دینے کے بعد گونون کے مالک پر کرایہ واجب ہوگا۔ اور بعض نے کہا کہ یہ کرایہ حمال پر واجب ہوگا۔ اور اگر گونون کے مالک نے حمال سے مطالبہ کیا کہ دوبارہ اُن کا وزن کر دے تو اُسپر جبر نہ کیا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ شیخ ابوبکر سے دریافت کیا گیا کہ پیمانہ سے ناپ دینے والے کی اجرت کس شخص پر واجب ہوگی فرمایا کہ بائع پر واجب ہوگی اور ثمن تولنے کی اجرت مشتری پر واجب ہوگی یہ حاوی مین ہی۔ شیخ ابوبکر رہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے باغ انگور مین انگور توڑنے[1] پر فروخت کیے تو فرمایا کہ اگر اُسنے مجازفۃً فروخت کیے ہون تو چن لینا اور جمع کرنا مشتری کے ذمہ ہوگا اور اگر موازنۃً یعنی تول سے فروخت کیے تو جبتک تول دینا بائع کے ذمہ ہوگا ولیکن اگر بائع یون حیلہ نکالے تاکہ اسپر وزن کرنا واجب نہو کہ یون کہے کہ یہ انگور وزن مین اسقدر ہین پس مشتری اُسکی تصدیق کریگا تو اسکو وزن کرنے کی تکلیف نہ دیگا یا اُسکی تکذیب کریگا تو اُس سے کہیگا کہ مجھے تول دے[2] یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے اور شیخ ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک گیہون قرض لیے اور مقرض نے ایک شخص حمال اسکو کرایہ کر دیا تو شیخ رہ نے فرمایا کہ اُسکا کرایہ قرض دینے والے پر واجب ہوگا ولیکن اگر مستقرض نے اس سے کہا کہ کوئی حمال مجھے کرایہ کر دے تو اُسکا کرایہ قرض دینے والے پر واجب ہوگا مگر مقرض کو اختیار ہوگا کہ یہ کرایہ جو اس نے ادا کیا ہے اُسکو مستقرض سے واپس لے یہ حاوی مین ہی۔ اور شیخ ابو نصر الدبوسی رہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک حمال نے چند روز تک راستہ مین اس غرض سے توقف کیا کہ مستاجر کو اُس اناج کی گونونکا کرایہ زیادہ پڑے تو اُن گونون کا کرایہ کس شخص پر واجب ہوگا فرمایا کہ حمال اس توقف کرنے کے باعث سے خلاف کرنے والا نافرمان ہوگیا اور اُسپر واجب ہوا کہ جو کچھ اسنے اجرت وصول کی ہی اُسکو

[1] قولہ توڑنے پر یعنی یہ ٹھہرا کہ اس باغ کے انگور توڑ کر لے جاوینگے پس دیکھا جاوے کہ مجازفۃً ہو یعنی کچھ ناپ تول نہین ٹھہری تو مشتری سب توڑلے ۱۲ [2] قولہ تول دے اقول یہی اصل مین ہے اور صواب یہ کہ تکذیب کریگا تو خود اس کے تولنے کو برداشت کریگا ۱۲ م۔ +

یہان مستاجر کو واپس کر دے مگر گونون کی اجرت مستاجر کے ذمہ ہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔

اٹھارھوان باب۔ اُس چیز کے اجارہ کے بیان مین جو باہم دو شریکون کے درمیان مشترک ہو اور دو اجیرون کو اجارہ پر مقرر کرنے کے بیان مین۔ عیون مین لکھا ہے کہ گیہون دو شخصون مین مشترک تھے پس ایک شریک نے دوسرے سے ایک چوپایہ اسواسطے کرایہ پر لیا کہ گیہون مین سے اپنا حصہ لاد کر فلان مقام تک لیجا دے حالانکہ گیہون غیر مقسوم یعنی بے بانٹے ہوے تھے پس کسی نے سب گیہون لاد کر وہان پہونچائے تو اُسکو کچھ اجرت نہ ملیگی اور اگر ایک شریک کے پاس کشتی ہو اور اُسنے چاہا کہ گیہون دوسرے شہر مین منتقل کرے پس ایک نے دوسرے کشتی کے مالک سے کہا کہ آدھی کشتی مجھے کرایہ پر دے اور میرا حصہ اُسپر لادے اور باقی اپنا حصہ باقی نصف کشتی پر لادے اس نے ایسا ہی کیا تو جائز ہے۔ اسی طرح اگر دونون نے ان گیہون کے پسانے کا ارادہ کیا اور دونون مین سے ایک کے پاس چکی ہے پس دوسرے نے چکی والے سے آدھی چکی اپنے حصہ کے پسانے کے واسطے اجارہ لی (یعنے اجرت واجب ہوگی ۱۲) تو بھی یہی حکم ہی[1] اور اگر ایک نے دوسرے شریک سے یون کہا کہ مین نے تیرا غلام تجھسے کرایہ پر لیا تاکہ گیہون جو ہم دونون مین مشترک ہین اُٹھاکر لے چلے تو جائز نہین ہی۔ اسی طرح اگر اسکے غلام کو ان گیہون کی حفاظت کیواسطے اجارہ پر لیا تو بھی جائز نہین ہی اور امام محمد رحنے فرمایا کہ ہر ایسی شی جس سے کوئی کام انجام ہوتا ہو اور ایک شریک نے دوسرے سے اجارہ لیا تو جائز نہین ہے (یعنی کچھ اجرت واجب نہ ہوگی ۱۲) جیسے چوپایہ وغیرہ اور ہر ایسی شے کہ جسکی ذات سے کوئی کام نہین ہوتا ہے اور اُسکو ایک شریک نے دوسرے سے اجارہ لیا تو جائز ہے جیسے گون وغیرہ اور فقیہ ابو اللیث رحنے فرمایا کہ یہ قول روایت مبسوط کے خلاف ہے کہ وہان کتاب المضاربۃ مین فرمایا کہ اگر ایک شریک نے دوسرے سے کوئی گھر یا دکان اجارہ پر لی تو اجرت واجب نہ ہوگی۔ اور قدوری نے ذکر فرمایا ہے کہ جو ایسی چیز ہو کہ بدون مال مشترک مین کام کرنے کے اُسکی اجرت کا مستحق نہوتا ہو اور اُسکو ایک شریک نے دوسرے کو اجارہ پر دیا تو جائز نہین ہے مثلاً ایک نے اپنے تئین یا اپنے غلام یا ٹٹو کو گیہون (یعنے مشترک گیہون ۱۲) اُٹھانے کے واسطے اجارہ پر دیا یا کپڑے پر کندی کرنے کے واسطے اجارہ پر دیا تو اجرت کا مستحق نہوگا اور جو چیز ایسی ہو کہ جسکی اجرت کا مستحق بدون (یعنی خشک ۱۲) مال مشترک مین کام کرنے کے ہوتا ہو تو اُسکا اجارہ جائز ہے مثلاً کوئی گھر اسواسطے کرایہ لیا کہ اُسمین گیہون حفاظت سے رکھے یا کشتی یا گون یا چکی اجارہ لی تو جائز ہے اور فخر الدین قاضی خان نے فرمایا کہ جو کچھ قدوری نے ذکر کیا اور عیون مین مذکور ہے اسی پر فتوے ہے یہ کبرے مین ہی۔ نوادر بن سماعہ مین مذکور ہے کہ دو شخصونکو اجیر مقرر کیا کہ میرے گھر تک یہ لکڑی ایک درم پر اُٹھاکر پہونچا دین پھر دونون مین سے ایک نے اُسکو اُٹھایا تو اُسکو آدھا درم ملیگا اور اُسنے احسان کیا بشرطیکہ قبل اُسکے دونون حمالی یا اور کام مین شریک نہون

---

[1] قولہ حکم یعنے اگر مشترک گیہون رکھے تو اجارہ باطل ہے اور نصف کے لیے جائز ہے ۱۲

اسیطرح اگر دونون کو دیوار بنانے یا کنوان کھودنے کے واسطے اجیر مقرر کیا اور ایک نے ایسا کیا تو بھی یہی حکم ہوگا۔ اور اگر اس سے پہلے دونون شریک ہون تو ایک کے اٹھانے سے پوری اجرت واجب ہوگی اور ایک کا اٹھانا بوجہ شرکت کے مثل دونون کے اٹھانے کے قرار دیا جائیگا اور اجرت دونون کو برابر ملیگی یہ محیط مین ہے۔ اگر کسی شخص نے غلام مین اپنے شریک کا حصہ اسواسطے اجارہ لیا کہ غلام میرے واسطے کپڑا سی دے تو جائز ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اصل مین ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک قوم کو اسواسطے اجارہ پر مقرر کیا کہ میرے واسطے تہ خانہ کھودین اور اجارہ سب طرح سے صحیح ہو گیا اور سبھون نے کام کیا مگر کسی نے زیادہ کام کیا اور کسی نے بہ نسبت دوسرے کے کم کیا تو اجرت مزدورونکی تعداد[1] سے تقسیم ہوگی۔ اور اگر اسنے دو چوپائے بیس من گیہون لادنے کے واسطے کرایہ کیے اور اجرت مقرر کر دی تو اسکو اختیار نہین ہے کہ ایک چوپایہ پر دس من سے زیادہ لادے اور اگر کسی پر اُسنے دس من سے زیادہ لادا تو دونون کے اجر المثل کے حساب سے مزدوری دونون کو تقسیم ہوگی کیونکہ دو چوپاؤن کا تفاوت کھلا ہوا ہوتا ہے کہ جسکے باعث سے اجرت مین اختلاف کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر ایک ہی کام پر چند مزدور ہون تو اُنمین باہم تھوڑا فرق ہوتا ہے ایسا فرق نہین ہوتا ہے کہ جسکے ساتھ اجرت مین فرق کیا جاوے پس اسکا اعتبار نہین کیا جاتا ہے۔ اور مشایخ نے فرمایا کہ حکم اسی وقت ہے کہ اس صورت مین مزدورون کے درمیان کام مین کم[2] تفاوت ہو زیادہ کھلا ہوا تفاوت نہوا اور اگر کھلا تفاوت ہوگا تو مثل چوپاؤن کے مسئلہ کے انمین بھی اجر بحساب مزدورون کی تعداد اور گنتی کے تقسیم نہ ہوگا بلکہ اجر المثل کے حساب سے تقسیم ہوگا۔ اور اگر مزدورون مین سے ایک نے بسبب مرض یا عذر کے کام نہ کیا اور دوسرے نے کام کر دیا پس اگر دونون نے شرکت[3] مین یہ کام قبول نہین کیا ہے تو مریض کا حصہ اجرت ساقط ہو جاویگا۔ اور اگر دونون نے اس کام کے انجام دینے مین شرکت کر لی ہے تو پورا اجر دیا جائیگا اور بیمار ہو جانے والے مزدور کا حصہ اُسکو ملیگا۔ اور فتاوای ابو اللیث رح مین لکھا ہے کہ دو کاریگرون مین سے ایک نے اپنی کاریگری کے آلات دوسرے کو اجارہ دیے پھر دونون نے شرکت اختیار کر لی پس اگر اجارہ باعتبار ماہواری کے ہو تو پہلے مہینہ مین اجرت واجب ہوگی اور اُسکے بعد واجب نہ ہوگی کیونکہ پہلے مہینہ مین اجارہ صحیحہ کے بعد شرکت طاری ہوئی پس شرکت کے طاری ہونے سے اجارہ صحیحہ باطل نہوگا اور پھر دوسرے مہینہ مین قبل اجارہ کی صحت کے شرکت طاری ہوئی پس اجارہ باطل ہو جائیگا اسواسطے اجرت واجب نہوگی۔ اور اگر اجارہ کی مدت مثلاً دس برس قرار پائی ہو تو پوری مدت تک اجرت واجب ہوگی کیونکہ اجارہ پوری مدت تک صحیح ہو جانیکے

---

[1] قولہ تعداد مثلاً دس نفر ہون تو اجرت پوری دس حصہ کر دی جائے گی ۱۲ [2] بیسے فرق کا ۱۲ [3] قولہ شرکت یعنی پہلے سے ان دونون مزدورون نے باہم شرکت عملی نہین ٹھہرائی کہ ہم دونون کام کیا کرین اور جو کچھ حاصل ہو وہ ہم مین مساوی ہو ۱۲

بعد شرکت طاری ہوئی پس ایسی شرکت اجارہ کو باطل نہ کریگی۔ اور شیخ محمد بن سلمہ رحمہ سے روایت ہے کہ شرکت اجارہ کو گرا دیتی ہے اور جو صورت محمد بن سلمہؒ سے منقول ہے وہ یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک دکان کرایہ پر لی پھر دونوں نے ایک کام میں شرکت کر لی کہ اُس کام کو اُسی دکان میں انجام دیتے ہیں تو محمد بن سلمہؒ کے قول پر فتوے ہے اور اجرت دکان ساقط ہو جائیگی اگر ان دونوں نے اُسی دکان میں کام کیا کیونکہ اُسنے معقود علیہ کو سپرد نہ کیا یہ محیط میں ہے۔ ایک عورت نے اپنا گھر اور سکنی سب اپنے شوہر کو اجارہ پر دیا تو اس مقام پر مذکور ہے کہ عورت کو کچھ اجرت نہ ملیگی اور یہ صورت بمنزلہ اسکے ہے کہ شوہر نے اس عورت کو روٹی یا سالن پکانے کے واسطے اجارہ پر لیا۔ اور چاہیے یہ کہ جائز ہو اور قاضی خان نے ذکر کیا کہ فتوی یہ ہے کہ صحیح ہے یہ کبرا ے میں ہے۔ اجارات الاصل کے آخر باب اجارات الدور میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے ایک مہینہ کے واسطے ایک دار کرایہ لیا اور مالک مکان اسکے ساتھ آخر مہینہ تک اُس مکان میں رہا پھر مستاجر نے کہا کہ میں تجھے اجرت نہ دونگا کیونکہ تونے میرے اور مکان کے درمیان تخلیہ نہیں کیا یعنی قبضہ کامل نہ دیا تو جس قدر مستاجر کے قبضہ میں رہا اس کے حساب سے اُسکو کرایہ دینا پڑیگا اسواسطے کہ بعض کو کل پر قیاس کیا ہے کذا فی المحیط۔

انیسواں باب ۔ عذر کی وجہ سے اجارہ فسخ ہو جانے کے بیان میں اور جو چیزیں عذر ہو سکتی ہیں اور جو نہیں ہو سکتی ہیں اور جو صورتیں فسخ ہوتی ہیں اور اُسکے متعلق احکام کے بیان میں اور جو فسخ نہیں ہوتی ہیں اُنکے بیان میں ۔ اصل یہ ہے کہ جب اجارہ بلا عوض استہلاک عین[۱] پر واقع ہو جیسے کتابت کے واسطے اجارہ لینے میں کاغذ و روشنائی کا استہلاک ہے یا جیسے زمین جوتنی مزارعت کی صورت میں جبکہ بیج اسکی طرف سے ٹھہرے ہوں تو ایسی صورتوں میں اسکو بلا عذر اجارہ و مزاعت کے فسخ کرنیکا اختیار ہے اور اس اصل سے بہت واقعات کا حکم نکلتا ہے اسکو یاد رکھنا چاہیے یہ قنیہ میں ہے۔ ہمارے نزدیک عذروں کی وجہ سے اجارہ ٹوٹ جاتا ہے اور اسکی چند صورتیں ہیں یا تو دونوں عقد کرنے والوں میں سے کسی کیطرف سے عذر ہوگا یا معقود علیہ کی طرف سے ہوگا اور جب عذر متحقق ہوا تو بعض روایات میں آیا ہے کہ اجارہ ٹوٹ نہ جائیگا اور بعض میں ہے کہ ٹوٹ جائیگا اور ہمارے مشائخ نے دونوں روایتوں میں اسطرح توفیق دی ہے کہ اگر اجارہ کسی غرض سے ہوا اور یہ غرض باقی نہ رہی اور یا عذر ایسا ہو کہ عقد کے بموجب کارروائی کرنے سے شرعًا مانع ہو تو بدون توڑنے کے اجارہ ٹوٹ جائے گا مثلًا ہاتھ گلنا شروع ہوا اور کسی جراح کو ہاتھ کاٹنے کے واسطے اجارہ پر لیا یا ڈاڑھ میں درد پیدا ہوا اسکے اکھاڑنے کے واسطے اجارہ کیا پھر گلنا دور ہو گیا اور درد جاتا رہا تو اجارہ ٹوٹ جائیگا کیونکہ شرعًا اجارہ کے بموجب کارروائی نہیں کر سکتا ہی اور اگر عقد ادیکے جانیکے لیے کوئی [illegible] اس غرض سے کرایہ کیا کہ

[۱] قولہ استہلاک عین یعنے منفعت کے علاوہ خود عین المال اس کام میں کھپ جاتا ہے ۱۲

اپنے کسی قرضدار یا بھاگے ہوئے غلام کو گرفتار کرائے پھر وہ قرضدار حاضر ہوگیا یا غلام واپس آیا تو اجارہ ٹوٹ جاویگا کیونکہ یہ اجارہ ایک غرض سے ٹھہرا تھا اور وہ غرض جاتی رہی۔ اسی طرح اگر گمان کیا کہ میرے مکان کی نیو میں خلل آگیا ہے اور ایک شخص کو مکان منہدم کرانے کے لیے اجارہ لیا پھر معلوم ہوا کہ خلل نہیں ہے۔ یا طعام ولیمہ کے واسطے کوئی باورچی اجارہ پر لیا پھر دولھن مرگئی تو اجارہ باطل ہو جاویگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور جو عذر ایسا ہو کہ جسکی وجہ سے شرعًا بموجب عقد کے کارروائی کرنا ممنوع نہو ولیکن ایک طرح کا ضرر اسکو لاحق ہوتا ہو تو فسخ عقد مین فسخ کرانے کی ضرورت ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور جب عذر متحقق ہوا اور فسخ کی ضرورت ہوئی تو صاحب عذر تنہا فسخ کرسکتا ہے یا حکم قاضی یا دوسرے کی رضامندی کی حاجت ہوتی ہے اسمین مختلف روایات آئی ہین اور صحیح یہ ہے کہ اگر عذر متحقق ظاہر ہو تو تنہا فسخ کرسکتا ہے اور اگر مشتبہ ہو تو تنہا فسخ نہین کرسکتا ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اگر مال اجارہ مین کوئی عیب پیدا ہوگیا پس اگر ایسا عذر ہے کہ جس سے منافع حاصل کرنے مین کچھ فرق نہین آتا تو مستاجر کو اختیار حاصل نہوگا مثلاً ایک غلام اجارہ لیا اور اسکی ایک آنکھ جاتی رہی حالانکہ جس خدمت کے واسطے اجارہ لیا ہے اسمین کچھ حرج نہین آتا یا اسکے بال گر گئے یا مکان کی ایسی دیوار گر گئی جس سے سکونت مین کچھ حرج نہین آتا تو اختیار نہوگا اور اگر ایسا عیب پیدا ہوا جس سے منافع حاصل کرنے مین فرق آتا ہے مثلاً غلام مریض ہوگیا یا گھر مین سے کوئی عمارت یا دیوار ایسی گر گئی جس سے سکونت مین حرج واقع ہوا تو مستاجر کو اختیار ہوگا کہ چاہے باوجود اسکے اسمین سکونت اختیار کرے اور منفعت حاصل کرے مگر پوری اجرت دینی پڑیگی یا عقد اجارہ توڑ دے یہ محیط سرخسی مین ہے پس اگر مستاجر کے اجارہ توڑنے سے پہلے موجر نے دیوار بنوا دی یا مثلاً غلام بیماری سے اچھا ہوگیا تو مستاجر کو فسخ کا اختیار نہ رہیگا کیونکہ عیب باقی نہ رہا۔ اور اگر عیب دور ہونے سے پہلے مستاجر فسخ کرنے پر آمادہ ہوا تو اسی وقت فسخ کرے جبکہ مکان کا مالک حاضر ہوا اور اگر اسکی پیٹھ پیچھے فسخ کیا تو فسخ نہین کرسکتا ہے اور اگر مالک کی غیبت[1] مین مکان سے نکل گیا تو کرایہ چڑھتا رہیگا جیسا کہ رہنے کی صورت مین چڑھتا کیونکہ اجارہ ابھی باقی ہے اور باوجود عیب کے اسکو نفع حاصل کرنے کی قدرت حاصل ہے یہ کبری مین ہے اور اگر تمام گھر منہدم ہوگیا تو مالک کی بدون موجودگی کے مستاجر کو فسخ کرنیکا اختیار ہے ولیکن اجارہ خود فسخ نہوگا کیونکہ خالی میدان سے اسکو منفعت حاصل کرنے کی قدرت ہے اسی طرف شیخ الاسلام خواہرزادہ گئے ہین اور اجارات شمس الائمہ مین لکھا ہے کہ اگر پورا[2] گھر منہدم ہوگیا تو صحیح یہ ہے کہ اجارہ خود فسخ نہوگا ولیکن اجرت ساقط ہو جائے گی

[1] قولہ غیبت اقول غائب ہونے سے یہ مراد ہے کہ مالک کو اطلاع نہ دی اور حاضری یہ کہ اسکو آگاہ کر دے اور بدنی حاضری مقصود نہین ہے چنانچہ کتاب البیوع کے اجارات مین مذکور ہوا اور اجارہ سے بیع قوی ہے [2] قولہ پورا گھر اقول شاید اسکے لفظ عربی زبان میں تھا کہ خالی میدان کے معنے لیے ولیکن ہمارے عرف مین کھنڈل ہو وہ گھر نہین رہا تو اجارہ خود فسخ ہو جائیگا اور یہی اقوی واوجہ ہے اور یہی فارسی زبان کے لفظ خانہ کا حکم ہے واللہ اعلم ۱۲ م - + + -

خواہ مستاجر فسخ کرے یا نہ کرے یہ صغریٰ مین ہی۔ اگر گھر منہدم ہوگیا اور مستاجر نے میدان مین سکونت اختیار
کی تو اجرت واجب نہوگی اور اگر گھر کا کوئی بیت فقط گر گیا اور مستاجر باقی مین رہا تو اجرت مین سے
کچھ کمی نہ ہوگی۔ اور اگر کوئی گھر اس شرط پر کرایہ لیا کہ اسمین تین بیت ہین پھر اسمین دو ہی بیت نکلے تو
مستاجر کو خیار حاصل ہونا واجب ہے ولیکن اجرت مین سے کچھ کمی نہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ موجر نے اگر
کرایہ والا گھر مستاجر کی رضامندی یا بلا رضامندی توڑ ڈالا تو مستاجر کو اجارہ فسخ کردینے
کا اختیار ہوگا اور بغیر فسخ کیے خود اجارہ فسخ نہوگا اور مستاجر کے ذمہ سے کرایہ ساقط ہو جاویگا چنانچہ
اگر کسی شخص نے غصب کر لیا تو بھی مستاجر کو فسخ کا اختیار اور اجرت ساقط ہوگی اور خود اجارہ فسخ نہوگا
اسکی طرف امام محمد رح نے اصل مین اشارہ کیا ہی۔ اور امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر کرایہ والا گھر منہدم
ہوگیا اور موجر نے اسکو بنوا دیا اور مستاجر نے باقی مدت اسمین رہنا چاہا تو موجر ممانعت نہین کرسکتا ہے
اور مراد امام محمد رح کی یہ ہے کہ مستاجر کے اجارہ فسخ کرنے سے پہلے موجر نے بنوا دیا ہے یہ فتاوے
قاضی خان مین ہے اور امام محمد رح نے کشتی کے حق مین فرمایا کہ اگر کشتی ٹوٹ گئی اور تختے الگ الگ
ہوگئے پھر موجر نے انکو ترکیب دیدیا تو مستاجر کے سپرد کرنے کے واسطے اُسپر جبر نہ کیا جائیگا کیونکہ کشتی کے
ٹوٹتے ہی اجارہ فسخ ہوگیا اور پھر جب دوبارہ تیار ہوئی تو یہ دوسری کشتی تیار ہوئی ہے بعینہ پہلی نہین
کہ جسکا سپرد کرنا واجب ہو آیا تو نہین دیکھتا ہے کہ اگر کسی شخص نے تختے غصب کرکے انکی ترکیب دیکر
کشتی بنائی تو اسکا مالک ہو جاتا ہے کذا فی محیط السرخسی قلت یعنی مالک کا حق منقطع ہو جاتا ہے اور غاصب
کو ان تختون کی قیمت دینی پڑیگی کیونکہ یہ اور چیز ہوگئی فافہم۔ اور اصل مین مروی ہے کہ اگر کسی عذر
متحقق کے باعث سے مستاجر کرایہ کے مکان مین سے نکل گیا تو اجرت ساقط ہو جاویگی اور زیادات مین
مروی ہے کہ ساقط نہوگی ولیکن اگر موجر خود اُس مکان مین رہنے لگا تو ساقط ہو جاویگی کیونکہ یہ فسخ
پر رضامندی سے یہ غیاثیہ مین لکھا ہے ایک مکان کرایہ لیا اسمین سے تھوڑا مکان گر گیا اور موجر غائب ہے
یا ایسا سرکش آدمی ہے کہ قاضی کی مجلس مین حاضر نہین ہوتا تاکہ عقد فسخ ہووے تو قاضی اُسکی طرف سے
ایک وکیل مقرر کرکے اُسکے روبرو عقد فسخ کردیگا یہ قنیہ مین ہی۔ اگر غلام اجارہ کے مالک نے سفر کا قصد کیا اور
چاہا کہ غلام کو ساتھ لیجاؤن تو اجارہ فسخ کرنے کے واسطے یہ عذر کافی نہین ہے یہ محیط مین ہے اور اگر کوئی عقار
مثل گھر کے اجارہ دیا پھر سفر کر گیا تو یہ عذر فسخ نہین ہے کیونکہ اُسکی پیٹھ پیچھے مستاجر اپنا نفع حاصل کرسکتا ہے
اور اگر مستاجر نے سفر کا ارادہ کیا تو یہ عذر ہو سکتا ہے کیونکہ عدم الفسخ مین سفر سے رکنا یا بدون سکونت
و انتفاع کے کرایہ دینا لازم آتا ہے اور یہ ضرر ہے یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور موجر کو یہ اختیار نہین ہے
کہ اگر اسکو کوئی شخص زیادہ کرایہ دینے پر راضی ہو تو وہ اس اجارہ کو جو بالفعل ہے فسخ کردے اگرچہ باقی

سلہ عقار ملک غیر منقولہ مانند زمین و مکان وغیرہ کے ۱۲

دو چند ہو یہ غایۃ البیان مین ہے۔ اور اگر مستاجر نے ایک پیشہ جسکے واسطے مثلاً مکان کرایہ لیا تھا چھوڑ کر دوسرا پیشہ اختیار کیا مثلاً تجارت چھوڑ کر زراعت اختیار کی یا زراعت کے واسطے جو زمین کرایہ پر لی تھی اسکو اسوجہ سے چھوڑ جانا چاہا کہ اسنے زراعت چھوڑ کر تجارت اختیار کی تو یہ عذر ہو سکتا ہے یہ ینابیع مین ہی۔ اگر تجارت کے واسطے بازار مین دکان کرایہ لی پھر وہ بازار بیٹھکا پڑ گیا یہانتک کہ اُسکی تجارت نہین چل سکتی ہے تو یہ عذر ہے اسکی وجہ سے فسخ کر سکتا ہے یہ قنیہ مین ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک اونٹ کوفہ سے بغداد تک کرایہ لیا پھر اُسکی راے مین آیا کہ خچر کرایہ کرنا چاہیے تو یہ ارادہ پہلے اجارہ کے فسخ کرنے کے واسطے عذر نہین ہو سکتا ہے ہان اگر اُسنے کوئی اونٹ یا چوپایہ خرید لیا تو یہ عذر ہو سکتا ہے یہ کبریٰ مین ہی۔ اور اگر بغداد تک کوئی سواری کا جانور کرایہ لیا پھر اسکی راے مین آیا کہ سفر نہ کرے یا حج کے واسطے کوئی اونٹ کرایہ کیا پھر اُسکی راے مین آیا کہ امسال سفر حج کیواسطے نہ جاوے یا بیمار ہو کر سفر سے عاجز ہو گیا تو یہ عذر ہے یہ فتاوے قاضی مین ہے۔ اگر موجر کی حویلی جسمین خود رہتا تھا گر گئی اور دوسری حویلی اسکی جو کرایہ پر ہے اسکے سوا اُسکی کوئی اور حویلی نہین ہے اور اُسنے چاہا کہ اس مین رہے تو اجارہ نہین توڑ سکتا ہے اسی طرح اگر اُسنے اُس شہر کو چھوڑ کر دوسرے شہر مین جا رہنے کا قصد کیا تو بھی یہی حکم ہے کیونکہ وہ اُس حویلی کو اپنے ساتھ نہین لیجا سکتا ہے پس جو کچھ اسنے عقد اجارہ مین اپنے اوپر ضرر لازم کر لیا ہے اُس سے زیادہ بقاے اجارہ مین ضرر نہین ہو سکتا ہی۔ اور اگر مکان کرایہ بازار مین ہو کہ اسمین مستاجر خرید و فروخت کیا کرتا ہے پھر مستاجر پر قرضہ چڑھ گیا یا مفلس ہو گیا اور وہ بازار سے اٹھ گیا تو یہ عذر ہے اُسکو اجارہ توڑ دینے کا اختیار ہے اسی طرح اگر مستاجر نے ایک شہر سے دوسرے شہر مین چلے جانیکا قصد کر لیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مالک مکان نے یہ کہا کہ یہ شخص فقط تعلل کرتا ہے اُسکا ارادہ یہان سے جانیکا نہین ہے تو قاضی مستاجر سے اسپر قسم لیگا اسی طرح اگر اس تجارت سے کسی دوسری تجارت کی طرف تحول[۱] کرنا چاہا تو یہ بھی عذر ہے یہ مبسوط مین ہی۔ اگر کسی شخص نے ایک پیشہ کرنے کے واسطے ایک دکان کرایہ لی پھر اُس پیشہ کو چھوڑ کر دوسرا پیشہ اختیار کرنا چاہا پس اگر دوسرے پیشے کا کام اُس دکان مین کر سکتا ہے اور سب ضرورت کی چیز مہیا ہو سکتی ہے تو اجارہ نہین توڑ سکتا ہے ورنہ توڑ سکتا ہے کیونکہ عذر متحقق ہو گیا یہ کبریٰ مین ہی۔ اگر کرایہ دار نے دوسرا مکان سستے کرایہ کا پایا تو یہ عذر نہین ہو سکتا ہی۔ اسی طرح اگر کوئی حویلی خریدی اور اسمین اٹھ جانا چاہا تو بھی عذر فسخ نہین ہو سکتا ہی۔ اور اگر کوئی خاص ٹٹو بغداد تک کرایہ کیا پھر مستاجر کی راے مین آیا کہ سفر کو نہ جاوے تو یہ عذر ہے اور اگر ٹٹو والے نے کہا کہ یہ شخص تعلل[۲] کرتا ہے تو قاضی اُس سے یون کہے کہ تو صبر کر اگر یہ شخص سفر کو جاوے تو تو اسکے ساتھ ٹٹو کو ہانک لیجانا کیونکہ معقود علیہ ٹٹو کے قدم تھے پس جب اُسنے ٹٹو کو مستاجر کے ساتھ ہانک دیا

---

[۱] تحول یعنی ایک قسم کی تجارت چھوڑ کر دوسری قسم کیطرف منتقل ہونا ۱۲ [۲] تعلل یعنی حیلہ بازی کرتا ہی تاکہ عقد اجارہ توڑے ۱۲

تو مستاجر کو اپنی منفعت حاصل کر لینے کا قابو مل گیا اسواسطے اُسپر کرایہ واجب ہوگا اگرچہ سوار نہوا ہو اور اگر مستاجر بیمار یا قرضدار ہوگیا یا کسی امر کا خوف پیدا ہوا یا ٹٹو ٹھوکر کھا کر گر گیا یا ٹٹو مین کوئی ایسی چیز پیدا ہوگئی کہ اس سے سواری کی استطاعت نہ رہی تو ان مین سے کچھ تو ٹٹو مین عیب ہے اور کچھ مستاجر کے حق مین عذر ہے کہ وہ سفر کو نہین نکل سکتا ہی۔ اور اگر ٹٹو کے مالک کو ایسی بیماری ہوگئی کہ ٹٹو کے ساتھ نہین چل سکتا ہے تو اجارہ ٹوٹ نہ جائیگا اسیطرح اگر اسکو کسی قرضخواہ نے پکڑ کر روک رکھا اور قید کرا دیا تو بھی یہی حکم ہی یہ مبسوط مین ہی۔ ایک شخص نے زید کو حمال مقرر کیا کہ میرا بوجھ فلان مقام تک اس کرایہ پر پہونچا دے اور کرایہ اسکو دیدیا پھر جب کچھ مسافت طے کی تو اسکی رائے مین آیا کہ وہان نہ جاوے اور اجارہ ترک کر دے اور حمال سے کہا کہ آدھی اجرت مجھے واپس کر دے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر باقی آدھا راستہ بھی آسانی سے طے ہوتا ہے جیسا پہلے آدھی دور کا راستہ طے ہوا تو مستاجر کو یہ اختیار ہی ورنہ اسکے حساب سے واپس لیگا یہ فتاویٰ قاضی خان مین ہے۔ ایک شخص نے اپنا گھر کرایہ دیا پھر چاہا کہ اجارہ توڑ کر اسکو فروخت کر دے کیونکہ اُس کا اور اُسکے عیال کا نفقہ بالکل نہین رہا تو اُسکو یہ اختیار حاصل ہوگا یہ کبریٰ مین لکھا ہی ایک شخص نے اپنا گھر یا غلام اجارہ دیا پھر اسپر اسقدر قرضہ فادح[۱] چڑھ گیا کہ اسکے اداکی سوا اسکے کوئی صورت نہین کہ کرایہ دالے مکان یا غلام کو فروخت کرکے اسکے ثمن سے ادا کرے تو فسخ اجارہ کے واسطے یہ عذر ہو سکتا ہے اور موجر کو چاہیے کہ قاضی کے سامنے مرافعہ کرے کہ قاضی اُسکو فسخ کر دے اور خود موجر کو فسخ کر دینے کا اختیار نہین ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اگر موجر نے اپنا قرضہ ادا کرنے کے واسطے اجارہ کے مکان یا غلام کو خود ہی فروخت کر دیا تو صحیح نہین ہے۔ جبتک کہ قاضی کے سامنے مرافعہ نہ کرے[۲] اور اسی پر فتوےٰ ہے یہ سراجیہ مین ہے۔ پھر جب موجر نے قاضی کے سامنے مرافعہ کیا پس اگر قاضی سے یہ درخواست کی کہ اجارہ توڑ دے تو قاضی اسکو منظور نہ کریگا اور اگر یہ درخواست کی کہ اُس مکان یا غلام کو خود فروخت کر دے یا موجر وغیرہ کو اُسکے فروخت کرنے کا حکم دے تو قاضی اُس درخواست کو منظور کریگا پھر جب بائع یعنے موجر نے قرضہ ہونا گواہون سے ثابت کر دیا تو قاضی اس بیع کو نافذ کر دیگا اور اُسکے نافذ ہونے کی ضمن مین اجارہ ٹوٹ جائیگا پس مشتری سے ثمن وصول کرکے قرضخواہ کو ادا کر دیگا۔ اور جبتک قاضی نے بیع نافذ ہونے کا حکم نہین دیا ہے اسوقت تک کرایہ مستاجر پر واجب ہوگا اور وہ موجر کو ملیگا اور اُسکے حق میں حلال ہوگا۔ اسیطرح اگر قاضی کے پاس جانے سے پہلے موجر نے خود ہی وہ گھر فروخت کر دیا پھر قاضی کے پاس مرافعہ ہوا تو بھی جبتک قاضی اس بیع کو تمام و نافذ کرکے اجارہ توڑ نہ دے اسوقت تک کرایہ مستاجر پر واجب ہوگا اور یہ حکم اسوقت ہے کہ موجر پر قرضہ ہونا قاضی کو معلوم ہو۔ اور اگر ظاہر و معروف نہو فقط موجر کے اقرار سے ثابت ہوا اور مقرلہ نے اسکے اقرار کی تصدیق کی اور مستاجر نے تکذیب کی تو امام اعظم رح کے نزدیک زمین فروخت

[۱] قرضہ فادح وہ ہے کہ اس کے کام چلنے کو عاجز کرے ۱۲ [۲] قولہ مرافعہ الخ یعنی قاضی کے حضور مین لیجاوے کہ سمجھے یہ عذر شدید ہی پس اجازت دے ۱۲

۲ اور اجارہ ٹوٹ جانا بسبب بیع جائز ہے ۱۲

کردیجاویگی اور اجارہ توڑ دیا جاویگا اور صاحبینؒ کے نزدیک زمین فروخت نہ کیجاویگی اور نہ اجارہ توڑا جائیگا
یہ محیط میں ہے۔ اور جب قاضی نے اسکو فروخت کیا تو ثمن میں سے پہلے مستاجر کے درم جو اسنے کرایہ معجل دیدیا ہے
ادا کردیا جائیگا پھر جو کچھ بچ رہا وہ قرضخواہون کو دیا جائیگا حتی کہ اگر ثمن میں کچھ نہ بچا تو فسخ نہوگا اور بعد فسخ
کے اسکو اختیار ہے کہ گھر کو روک رکھے یہانتک کہ جو کچھ اسنے پیشگی دیا ہے وہ اسکو واپس ملے اور بعض نے
فرمایا کہ جبتک اسکو کرایہ واپس ملے تب تک اسکو مکان میں سکونت رکھنا حلال ہے کیونکہ موجر نے اسکو مطلقاً
رہنے کی اجازت دی تھی۔ اور اگر روک رکھنے کے زمانہ میں مستاجر کے پاس وہ مکان تلف ہوا تو امانت تلف
ہوئی بخلاف رہن کے کہ اسمین یہ نہین ہے۔ اور اگر موجر مرگیا اور اسپر سب لوگون کا قرضہ ہے تو دوسرے
قرضخواہون کی بہ نسبت مکان پر مستاجر کا زیادہ استحقاق ہے جیسا کہ رہن کی چیز پر مرتہن کا حق ہوتا ہے۔
اور اگر اجارہ پر زمین ہو کہ اسمین مستاجر کی کھیتی ہو رہی ہو تو قرضہ کے عذر کی وجہ سے فسخ اجارہ نہوگا
تاوقتیکہ کھیتی پک کر تیار نہو جاوے اور اس کے پکنے تک موجر جو بسبب قرضہ کے قید پڑا ہے باہر
نکالا جائیگا اور چھوڑ دیا جائیگا۔ اور اگر مشتری کو یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ مکان اجارہ پر ہے تو اسکو
اختیار ہے کہ چاہے بیع کو فسخ کردے یا صبر کرے یہانتک کہ اجارہ کی مدت گذر جاوے۔ اور اگر موجر نے
مکان کو مستاجر کی بلا اجازت فروخت کیا اور مستاجر نے بیع رد کردی پس آیا بیع ٹوٹ جائیگی تو مشائخ نے
اسمین اختلاف کیا ہے اور اصح یہ ہے کہ مستاجر کو بیع فسخ کرنے کا اختیار نہین ہے۔ اور اگر مستاجر کی اجازت سے
اسکو فروخت کیا تو اجارہ فسخ ہوگیا اگرچہ مستاجر نے مکان کو اپنی اجرت معجلہ یعنی پیشگی کے وصول کرنیکے واسطے
روک لیا ہو اور اگر سپرد کردینے پر راضی ہوا پھر بسبب عیب کے بہ حکم قاضی بائع کو واپس ملا تو اجارہ عود
نہ کریگا یہ غیاثیہ میں ہے۔ اور اگر مستاجر کو فسخ اجارہ کی حاجت پیش آئی اس وجہ سے کہ کمائی سے عاجز ہوگیا
یا فقیر ہوگیا یا مریض ہوگیا تو اسکو اختیار نہوگا کہ اجارہ فسخ کرکے کرایہ واپس کرلے یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر کسی شخص
نے اپنا غلام اجارہ پر دیا تو یہ فسخ اجارہ کے واسطے کچھ عذر نہین ہے اور اسپر عقد پورا کرنے میں کچھ ضرر
نہین ہے مگر ہان اسی قدر ضرر ہے جو اسنے عقد اجارہ قرار دینے کے وقت خود ہی قبول کرکے اپنے
اوپر لازم کرلیا تھا یعنی مدت اجارہ گذرنے تک میں اس غلام میں تصرف نہ کرونگا یہ نہایہ میں ہے
اگر کرایہ کی حویلی کو مالک نے اس وجہ سے فروخت کرنا چاہا کہ اسکے بالفعل فروخت کرنے میں کچھ نفع حاصل
ہوتا ہے تو اسکو فسخ اجارہ کا اختیار نہ ہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے ایک سال
تک کی خدمت کے واسطے ایک غلام بعوض سو درم اور ایک سیر شراب کے اجارہ لیا اور باہمی قبضہ ہوگیا
پھر موجر نے بسبب اجارہ فاسد ہونے کے عقد اجارہ کو توڑنا چاہا تو اسکو اختیار ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔
ایک درزی نے ایک غلام اسواسطے اجارہ لیا کہ میرے ساتھ سیا کرے پھر جو مفلس یا مریض ہوکر بازار سے
اٹھ گیا تو یہ ایسا عذر ہے کہ اسکو اجارہ پورا کرنے سے مانع ہے اور اگر اسنے سلائی چھوڑ کر کوئی دوسرا کام

شروع کیا تو یہ ایسا عذر نہیں ہے کہ اجارہ نہ پورا کرسکے کیونکہ ممکن ہے کہ جو کام اسنے اختیار کیا ہی اُسکو دکان کے ایک گوشہ مین اس غلام سے سلائی کا کام لیا کرے یہ تمرتاشی مین ہی - اگر کسی شخص کو اسواسطے اجیر مقرر کیا کہ میرا کپڑا دھو کر کندی کر دے یا سی دے یا قمیص قطع کر دے یا میرے واسطے کوئی بیت تیار کر دے یا میرے بیج سے میری زمین مین کھیتی بوئے پھر اُسکی راے مین آیا کہ یہ کام نہ کرے تو یہ عذر ہے اسی طرح اگر اسکو کنوان کھودنے کے واسطے اجارہ لیا ہو تو بھی ایسا ہی ہے اور اگر فصد وپچھنے لگانے کے واسطے اجارہ لیا تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر ان صورتون مین اجیر نے کام کرنے سے انکار کیا تو اسپر جبر کیا جائیگا اور اجارہ فسخ نہ ہوگا یہ محیط مین ہی - اگر کوئی زمین کرایہ پر لی پھر وہ رتیلی یا لونیا ہوگئی تو اجارہ باطل ہو جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور اگر پانی کے جوش سے ذہاب ناک ہوگئی یعنی پانی رہنے لگا کہ اسمین زراعت نہین ہوسکتی تو یہ عذر ہے اور نوازل مین لکھا ہے کہ اگر اُس زمین سے پانی منقطع ہوگیا تو مستاجر کو فسخ اجارہ کا اختیار حاصل ہوا اور اگر زمین مین کھیتی موجود ہو تو زمین اسکے قبضہ مین اجر المثل کے عوض چھوڑ دیجاویگی یہانتک کہ کھیتی پک جاوے پس اگر اسنے پانی دیا اور سینچی تو یہ رضامندی مین داخل ہے یہ خلاصہ مین ہی - اگر زراعت کرنے کے واسطے کوئی زمین اجارہ لی پھر دوسری زمین مین زراعت کرنی چاہی تو یہ عذر نہین ہے اور نوازل مین ہے کہ ایک گانون مین زمین زراعت کے واسطے لی پھر اسکی راے مین آیا کہ یہان چھوڑ کے دوسرے ایک گانون مین زراعت کرے پس اگر ان دونون گانون مین شرعی سفر کی مسافت ہو تو اسکو اختیار ہے اور اگر اس سے کم مسافت ہو تو یہ اختیار نہین ہے کیونکہ سفر سے کم مسافت بہت سے احکام مین ایسی ہے جیسے ایک محلہ سے دوسرے محلہ مین اٹھ جانا یہ تمرتاشی مین ہی - اور اگر مستاجر بیمار ہوکر زراعت کرنے سے عاجز ہوا پس اگر وہ ایسا شخص ہے کہ زراعت کا کام خود ہی کرتا ہے تو یہ عذر ہے اور اگر ایسا ہے کہ خود نہین کیا کرتا ہے تو عذر نہین ہی یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی - اگر خدمت کیواسطے کوئی غلام اجارہ لیا اور وہ غلام بیمار ہوگیا تو مستاجر کو فسخ اجارہ کا اختیار ہے اور اگر مستاجر اسپر راضی رہا تو موجر کو فسخ کا اختیار نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے - اور اگر اجارہ کا غلام بھاگ گیا تو یہ عذر ہے اور اگر اس صورت مین مستاجر نے اجارہ فسخ نہ کیا یہانتک کہ غلام پھر لوٹ کر آگیا تو اجرت مین سے بقدر اسکے بھاگنے کے کم کر دیا جائیگا اور باقی کا حصہ عقد لازم رہیگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر وہ غلام چور نکلا تو مستاجر کو فسخ اجارہ کا اختیار ہے مگر موجر یعنے مالک غلام کو فسخ کا اختیار نہین ہے یہ مبسوط مین ہی - اور اگر اجارہ کا غلام اس کام مین جسکے واسطے اجارہ لیا گیا ہے نہایت ہوشیار نہو تو مستاجر کو یہ امر فسخ اجارہ کے واسطے عذر نہین ہوسکتا ہے اور اگر وہ کام خراب کرتا ہو تو مستاجر کو فسخ کا اختیار ہے یہ محیط مین ہی - اگر کچھ معین چوپایون کا اجارہ اسباب لادنے کے واسطے ٹھہرایا پھر وہ سب مر گئے تو اجارہ فسخ ہوگیا بخلاف اسکے اگر چوپائے معین نہون اور موجر نے

کچھ چوپائے دیے اور وہ مرگئے تو عقد فسخ نہوگا اور موجر پر واجب ہوگا کہ اسکے سواے دوسرے چوپائے مستاجر کے واسطے لائے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر کوئی معین[1] چوپایہ ٹھہرا ہے اور وہ بیمار ہوگیا تو عذر ہے اور اگر غیر معین چوپایہ دینے کے واسطے اجارہ کیا اور موجر کا چوپایہ بیمار ہوگیا تو عذر نہین ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہی اور اگر مستاجر سوار ہوکر چلا پھر راہ مین مرگیا تو اُسپر جسقدر چلا ہے اُس کے حساب سے کرایہ واجب ہوگا اور باقی کا ساقط ہوجاویگا یہ خلاصہ مین ہی۔ ہشام نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی کہ ایک عورت حج مین قربانی کے روز دسوین تاریخ بچہ جنی ہنوز اسنے طواف نہین کیا تھا اور اونٹ والے نے اُسکے ساتھ توقف کرنے سے انکار کیا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اجارہ ٹوٹنے کے واسطے یہ امر عذر ہے کیونکہ طواف کو چھوڑ کر عورت وہان سے نکل نہین سکتی ہی اور اونٹ والے کو بھی مدت نفاس ختم ہونے تک اسکے ساتھ پڑے رہنے کا حکم نہین دیا جاسکتا ہی اور اگر وہ عورت اس سے پہلے زچہ ہوچکی ہو اور اب نفاس کے ایام مین سے مثل ایام حیض کے یا اس سے بھی کم رہ گئے ہون تو اونٹ والے پر جبر کیا جاویگا کہ اسکے ساتھ اتنے دنون تک قیام کرے یہ سراج الوہاج مین ہی۔ ایک کام کے استاد کو اسواسطے اجارہ پر مقرر کیا کہ اس سال مین مجھے یہ کام سکھلا دے پھر چھ مہینے گذر گئے اور اُسنے کچھ نہین سکھایا تو مستاجر کو فسخ اجارہ کا اختیار ہے اور مین نے اسکی کوئی روایت کتاب مین نہین دیکھی لیکن شیخ علی اسبیجابی نے ایسا ہی فتوے دیا ہے پس مین نے بھی یہی فتوے دیا کذا فی الصغری۔ اگر کوئی چیز خرید کر دوسرے شخص کو اجارہ پر دیدی پھر اُسکے عیب سے مطلع ہوا تو اُسکو اختیار ہے کہ بسبب عیب کے واپس کردے اور اجارہ فسخ کردے یہ محیط مین ہی۔ اور تجرید مین لکھا ہے کہ اگر اپنے تئین کسی کام یا صناعت مین اجارہ پر دیا پھر اسکی راے مین آیا کہ اس کام کو نہ کرے تو اسکو یہ اختیار نہوگا اور اگر اسکے افعال مین سے یہ کام نہو بلکہ لوگ اسپر یہ کام کرنے سے عیب رکھتے ہون تو اجارہ فسخ کرسکتا ہے یہ خلاصہ و محیط مین ہی۔ اور اگر کسی عورت نے اپنے تئین ایسے کام کے اجارہ مین دیدیا جس کام کا اسپر عیب رکھا جاوے تو اُسکے وارثون کو اختیار ہے کہ اسکو اجارہ سے نکال لین یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اگر پن چکی کا پانی کم ہوگیا پس اگر بہت کمی آگئی تو اجارہ فسخ کرسکتا ہے اور اگر تھوڑی کمی ہے تو نہین فسخ کرسکتا ہے اور قدوری نے فرمایا کہ اگر پانی مین اسقدر کمی ہوگئی کہ جسقدر پہلے پیستی تھی اُسکے آدھے سے بھی کم پیستی ہے تو یہ بہت کمی مین گنا جائیگا۔ اور واقعات ناطفی[2] مین لکھا ہے کہ اگر پن چکی کا پانی گھٹ گیا اور ایسی سست چلنے لگی کہ بہ نسبت سابق کے آدھا اناج پیتا ہی تو مستاجر کو واپس کردینے کا اختیار ہی اور اگر اسنے واپس نہ کی بلکہ پیسے گیا آیہ نقصان و عیب پر رضامندی ہی پھر اسکے بعد اسکو واپس کرنیکا اختیار نہ رہیگا۔ اور اگر مدت اجارہ کے اندر

[1] معین اسواسطے کہ جب وہ خاص ہے تو بدل کی گنجایش نہین ہے بخلاف غیر معین کے کہ وہان سواری مقصود ہی اور بدل بہت ممکن ہی ۱۲ [2] ناطفی چونکہ حلواے ناطف فروخت کرتے تھے لہذا اس طرح مشہور ہوئے اور یہ کبار مشائخ الفقہا مین سے ہین ۱۲ – ف

پن چکی کا پانی موقوف و منقطع ہو گیا مثلاً کسی قدر اجرت معلومہ پر ایک مہینے معلوم کے واسطے پن چکی کرایہ لی اور مہینے کے درمیان مین پانی منقطع ہو گیا اور مستاجر اُس سے کام نہ لے سکا تو اسکو خیار ہو گا ایسا ہی اصل مین مذکور ہے پس اگر اسنے اجارہ فسخ نہ کیا یہانتک کہ پھر پانی آنے لگا تو باقی مدت کا اجارہ اُسکے ذمہ لازم ہو گا کیونکہ جو سبب فسخ کا تھا وہ جاتا رہا مگر مستاجر سے بحساب اسکے اجرت کم کردیجائیگی ایسا ہی امام محمد رہ نے کتاب الاصل مین ذکر کیا ہے پھر مشائخ نے امام محمد رہ کے اس قول کی تفسیر مین یعنی قولہ بحساب اسکے اجرت کم کردیجائیگی - اختلاف کیا ہے بعضون نے فرمایا کہ اسکے یہ معنی ہین کہ مہینے مین جسقدر روز پانی منقطع ہو گیا ہے اُسکے حساب سے مثلاً دس روز پانی منقطع ہوا تو دس روز کے حساب سے جو کرایہ ٹھیرا ہو اُسکا تہائی[1] کم کیا جاویگا اور شیخ الاسلام خواہرزادہ نے فرمایا کہ یہی اصح ہے یہ ذخیرہ مین ہی - اگر کسی شخص نے ایسا بیت جسمین پن چکی ہے کرایہ لیا اور اجارہ مین ہر حق کے ساتھ جو اسکو ثابت ہے لینا بیان کر دیا تو حقوق مین چکی داخل نہوگی اور موجر کو اختیار ہو گا کہ اپنی چکی اٹھوا لے - اور اگر بیت کو مع چکی اور دونون یا دونون کے اجارہ لیا تو اُسکو چکی کے حقوق حاصل ہونگے پھر اگر اس پن چکی کا پانی منقطع ہو گیا تو واپس نہ کرے یہان تک کہ سال گذر جاوے پس اگر وہ بیت ایسا ہے کہ بدون چکی کے نفع کے اس بیت سے بھی نفع ہو سکتا ہے تو اجرت دونون پر تقسیم کر کے چکی کا حصہ اُسکے ذمہ سے ساقط کیا جاویگا اور بیت کا حصہ اُجرت اسکے ذمہ لازم کیا جاویگا اور اگر بیت سے کوئی فائدہ سوا اُس چکی کے فائدہ کے نہو تو مستاجر کے ذمہ کچھ اجرت واجب نہوگی اگرچہ اسنے بیت کو واپس نہین کیا ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اور نوادر ابن سماعہ مین امام محمد رہ سے روایت کی ہے کہ اگر ایک شخص نے پن چکی مع اُسکے آلات و بیت کے اجارہ لی اور اسوقت پانی برابر جاری تھا پھر وہان پانی آنا منقطع ہو گیا تو یہ عذر ہی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر ایسا ہو کہ جسوقت اسنے پن چکی اجارہ لی ہے اسوقت پانی منقطع ہوا اور مستاجر نے کہا کہ مین اپنی نہر کا پانی اسطرف پھیر لاؤنگا اور یہ امر بدون کھودنے اور بدون خرچ کے ممکن ہے تو مستاجر کے ذمہ اجرت واجب ہوگی خواہ وہ نہر کا پانی یہان پھیر لایا ہو یا نہ لایا ہو اور اگر پانی پھیر لانے کے واسطے اُسنے سعی کی اور اپنی نہر مین سے ایک نہر کھود کر چکی کی نہر مین لایا اور[2] وہان گندلا اور کہا کہ میری راے مین آیا کہ مین اسکو کھودون تو اسکو اجارہ چھوڑ دینے کا اختیار ہے اور اگر اسنے اجارہ نہ چھوڑا پس اگر کھود کر پانی جاری کر دیا پھر اسکی راے مین آیا کہ یہ پانی اپنے کھیت کی طرف جاری کرے اور اجارہ چھوڑ دے تو اُسکو یہ اختیار نہوگا اور اجرت لازم آویگی اور اگر اسوجہ سے کوئی ایسا ضرر عظیم پیدا ہوا کہ جس سے اسکی کھیتی جاتی رہنے کا خوف ہے اور اُسکے مال کو سخت نقصان پہونچتا نظر آتا ہے اگر پانی نہ پہونچے تو یہ عذر قرار دیا جائیگا اور اسکو اختیار ہو گا کہ اجارہ ترک کر دے یہ محیط مین ہی

[1] کیونکہ دس دن پورے مہینہ کا تہائی ہی ۱۲ [2] قولہ وہان الخ اسی طرح اصل مین عبارت محرف ہی اور مقدمہ دیکھو ۱۲ - + + -

ایک شخص نے زمین اجارہ پر لی پھر اُسکا پانی ٹوٹ گیا پس اگر وہ زمین نہر کے پانی یا بارش کے پانی سے سینچی جاتی تھی اور اُس سال بارش نہوئی تو اُسکو کچھ اجرت نہ دینی پڑیگی اور اگر کوئی زمین اجارہ لی اور زراعت کرنے سے پہلے وہ سب پانی مین غرق ہوئی اور مدت گذر گئی تو اسکو کچھ اجرت نہ دینی پڑیگی جیسا کہ غاصب کے غصب کر لینے مین حکم ہے[1] اگر اسنے زراعت کی پھر کھیتی کو کوئی آفت پہونچی کہ جس سے کھیتی تلف ہو گئی یا بعد زراعت کرنے کے زمین غرق ہو گئی اور کچھ پیدا وار نہوئی تو امام محمد رح سے ایک روایت مین آیا ہے کہ اُس پر پوری اجرت واجب ہو گی اور دوسری روایت مین امام محمد سے مروی ہے کہ واجب نہو گی اگر کوئی زمین اجارہ لی اور اسمین کھیتی بوئی پھر اُسکا پانی کم ہو گیا یا ٹوٹ گیا تو اسکو اختیار ہو گا کہ موجر کو قاضی کے پاس لیجا کر نالش کر کے یہ حکم حاصل کرے کہ کھیتی کے نکلنے تک اجر المثل پر زمین مستاجر کے پاس چھوڑ دے پھر اُسکے بعد اگر اسنے زمین کو پانی دیا تو اجارہ نہین توڑ سکتا ہے اور فتوے کے واسطے مختار یہ ہے کہ اگر کھیتی تلف ہو گئی تو اسکے تلف ہونے کے بعد باقی مدت کی کچھ اجرت اسپر واجب نہو گی لیکن اگر وہ قابو پاوے کہ زمین مین پہلے کے مثل یا کم ضرر دینے والے بیج بو دیوے تو یہ حکم نہین ہے۔ اور اگر کھیتی مین کوئی خلل یا نقصان آیا تو اسپر پورا پوتہ واجب ہو گا اگرچہ گنجائش[2] نہو بشرطیکہ اسنے ایسے واقعہ کے وقت قاضی کے پاس مرافعہ نہ کیا ہو یہ فتاوی قاضی خان اور محیط مین ہے۔ اور اگر پانی ٹوٹ گیا پس اگر بدون پانی کے کھیتی ہو سکتی ہے تو اجارہ فسخ کرنے کے واسطے یہ عذر کافی نہو گا اور اگر نہین ہو سکتی ہے تو عذر ہے اور اگر اسنے اجارہ فسخ نہ کیا یہانتک کہ مدت گذر گئی تو کچھ اجرت واجب نہو گی اور اگر فسخ نہ کرنے کی صورت مین اُسنے زمین کو پانی دیا تو فسخ کرنے کا حق باطل ہو گیا اور اگر اسقدر پانی میسر آیا کہ زمین کے فقط تھوڑے ٹکڑے کو کافی ہے تو اسکو اختیار[3] باقی رہیگا اور اگر اسنے اجارہ نہ توڑا تو جسقدر حصہ زمین سیراب ہو گیا ہے اُسی کا حصہ اجرت واجب ہو گا یہ غیاثیہ مین ہے۔ اور اگر اجارہ کی زمین مین سے موجر نے کوئی درخت کاٹ لیا تو مستاجر کو فسخ کرنیکا اختیار حاصل ہو گا بشرطیکہ درخت بھی اجارہ مین مقصود ہو یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور فتاوای آہو مین ہے کہ قاضی بدیع الدین سے دریافت کیا گیا کہ مستاجر نے موجر کو اجارہ والی زمین کے درخت بیچنے کی اجازت دیدی تو قاضی نے فرمایا کہ اجارہ فسخ نہو گا اور بھی قاضی بدیع الدین سے دریافت کیا گیا کہ مستاجر سے کہا گیا کہ تو اجارہ کی زمین دس دینار کو خریدتا ہے اسنے کہا کہ مین نو دینار کو خریدتا ہون پس بائع نے کہا کہ مین اسکو دس دینار کو بیچتا ہون تو قاضی نے فرمایا کہ اس سے اجارہ فسخ نہو گا اور بھی دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دس درم کرایہ پر ایک گھر اجارہ لیا اور اسمین کچھ مدت تک رہا پھر لشکر خوارزم کے خوف سے بھاگ گیا حالانکہ مالک نے اس سے سب کرایہ پیشگی وصول کر لیا تھا پھر مالک نے وہ مکان دوسرے شخص کو کرایہ پر دیدیا پھر پہلا کرایہ دار آیا پس آیا اسکو یہ اختیار ہے کہ دوسرے کرایہ دار

[1] یعنی غاصب نے وہ زمین غصب کر لی تو مستاجر پر پوتہ نہو گا ۱۲ [2] تو گنجائش یعنی دوبارہ زراعت کی وسعت نہو ۱۲ [3] اختیار یعنی جا ہو اجارہ توڑ دے

کو نکال کر جتنے دنون وہ رہا ہے اتنے دنون کا کرایہ لے لے تو فرمایا کہ ہان یہ اختیار ہے بشرطیکہ اُسنے مکانکو بطور فسخ اجارہ کے نہ چھوڑا ہو اور کسی دوسرے کو کرایہ پر دیدینے کی اجازت بھی دی ہو اور اگر اسنے اجازت نہ دی ہو تو مکان کا مالک غاصب قرار دیا جاویگا اور سب کرایہ اسی کو ملیگا پہلے کرایہ دار کو کچھ نہ ملیگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک شخص نے ایک غلام ایک درہم ماہواری پر اجارہ لیا پھر غلام بیمار ہو گیا اور جیسا کام کیا کرتا تھا ویسا نہ کر سکا لیکن جیسا صحت مین کرتا تھا اُس سے کم کر سکتا ہے تو مستاجر کو اختیار ہے کہ اجارہ توڑ دے اور اگر نہ توڑا یہانتک کہ مہینہ گذر گیا تو اجرت دینی پڑیگی اور اگر ایسا بیمار رہا کہ کچھ کام نہین کر سکتا ہے تو مستاجر پر کچھ اجرت واجب نہ ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ زید نے ایک شخص کو اسواسطے مزدور مقرر کیا کہ میرے واسطے فلان مقام پر کنوان کھود دے اور وہ مقام اسکو دکھلا دیا اور کنوین کے چکر کا اندازہ بھی دکھلا دیا اور یہ ٹھہرا لگائی کہ دس گز فی گز دو درہم کے حساب سے کھود دے پھر مزدور چند گز کھودنے پایا تھا کہ مر گیا تو جسقدر اُسنے کھودا ہے اور جسقدر باقی ہے دونون کی قیمت لگائی جائیگی پھر اجرت دونون قیمتون پر تقسیم کر کے جسقدر کھودی ہوئی کی قیمت کے پڑتے مین پڑے وہ مزدور کو ملیگی کیونکہ ہر گز اسکے اسفل و اعلیٰ مین شایع ہے اور اسکے معنی یہ ہین کہ اعلیٰ کے ہر گز کی قیمت اور اسفل کے ہر گز کی قیمت دیکھی جائیگی کیونکہ اوپر کے گزون مین کھدائی سستی ہوتی ہے اور نیچے کے گزون مین کھدائی گران ہوتی ہے اسواسطے دونون قیمتون کا جمع کرنا ضرور ہے تاکہ اعتدال متحقق ہو پھر جب اعلیٰ و اسفل کی قیمت ظاہر ہو گئی پس اسکا ہر گز دونون گزون مین سے رکھا جائیگا اور دونون قیمتون کے حساب سے اسکا حصہ اجرت لیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ عیون مین ہے کہ اگر کوئی زمین اجارہ لی اور اسمین کھیتی بوئی اور اسکے سینچنے کے واسطے پانی نہ پایا اور کھیتی خشک ہو گئی تو فرمایا کہ اگر اسنے بدون پانی کے زمین اجارہ لی ہے اور جس نہر سے پانی لیکر سینچنے کی امید تھی اسکا پانی منقطع نہین ہوا ہے تو مستاجر کو پوری اجرت دینی پڑیگی اور اگر اسکا پانی منقطع ہو گیا ہے تو مستاجر کو خیار حاصل ہوگا اور اگر اسنے زمین کو سینچنے کے پانی کے ساتھ اجارہ لیا ہے پھر پانی ٹوٹ گیا تو پانی ٹوٹنے کی وجہ سے جس دن سے کھیتی مین فساد آیا اُس دن سے اجرت ساقط ہو جائیگی کذا فی الکبریٰ و ہکذا فی المحیطین زراعت کے واسطے کوئی زمین اجارہ لی پھر بڑی نہر خراب ہو گئی اور مستاجر سینچنے سے عاجز ہوا تو اسکو اجارہ فسخ کرنے کا اختیار ہے اور اگر اسنے فسخ نہ کیا یہانتک کہ مدت گذر گئی تو مستاجر کو اجرت دینی پڑیگی بشرطیکہ ایسی صورت ہو کہ کسی حیلے سے مستاجر اس مین کھیتی کر سکے اور اگر کسی وجہ سے اس مین کچھ زراعت نہین کر سکتا ہے تو اُس پر کچھ اجرت واجب نہ ہوگی اسی طرح اگر پانی منقطع نہوا بلکہ وہ اسقدر رہا کہ وہ زراعت سے عاجز ہو گیا تو بھی اسپر کچھ اجرت واجب نہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان مین ہے اگر پہاڑی زمین اجارہ پر لی اور اسمین بیج ڈالدے پھر اس سال پانی نہ برسا اور کھیتی نہ جمی یہانتک کہ پورا سال گذر گیا پھر پانی برسا

اور کھیتی اُگی تو ابن سماعہ نے امام محمد رحمہ سے روایت کی کہ تمام کھیتی مستاجر کی ہوگی اور اُسپر زمین کا کرایہ یا نقصان دینا کچھ واجب نہوگا اور ہمارے استاد نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ کھیتی اُگنے سے پہلے کا کرایہ اسپر واجب نہ ہوگا ولیکن کھیتی اُگنے کے بعد واجب ہوگا کہ اجر المثل پر اپنی کھیتی باقی رہنے کی درخواست کرے یہ کبریٰ مین ہے۔ اور منتقی مین ہے کہ اگر امسال پانی نہ برسا اور کھیتی نہ اُگی پھر اجارہ کا سال گذرنے کے بعد کھیتی اُگی تو وہ کاشتکار کی ہے اور زیادتی[1] کو صدقہ کردے اور اگر زمین کے مالک نے کہا کہ مین کھیتی اُکھاڑے ڈالتا ہون تو اُسکو اختیار ہے یہ خلاصہ مین ہے۔ اور فتاوی ابو اللیث رہ مین لکھا ہے کہ ایک شخص نے دو پن چکیان ایسی جگہ اجارہ لین کہ جہان یہ عادت جاری ہے کہ نہر کا کھُدوانا موجر کے ذمہ ہوتا ہے اور ان دونون کی نہر کے صاف کرانے کی ضرورت ہوئی اور ایسی ہوگئی تھی کہ صرف ایک پن چکی کا کام نکال سکتی تھی پس اگر وہ نہر اس لائق باقی ہے کہ اگر اسکا پانی دونون پن چکیون کی طرف پھیر دیا جاوے تو دونون سے ناقص کام نکل سکتا ہے تو مستاجر کو اجارہ توڑنے کا اختیار حاصل ہوگا کیونکہ اجارہ سے جو کچھ اُسکا مقصود تھا اسمین خلل واقع ہوا ہے اور اگر اُسنے فسخ نہ کیا تو اُسپر دونونکا کرایہ واجب ہوگا کیونکہ دونون سے انتفاع حاصل کرسکتا ہے۔ اور اگر پانی صرف اسقدر رہگیا ہو کہ دونونکی طرف پھیرنے سے دونون چکیان کام نہین دے سکتی ہین پس اگر اُسنے اجارہ فسخ نہ کیا تو اسپر ایک پن چکی کا کرایہ واجب ہوگا اور اگر دونون کے کرایہ مین فرق ہو تو اُسپر دونون مین زیادہ کرایہ واجب ہوگا بشرطیکہ تمام پانی زیادہ کرایہ والی پن چکی کو کافی ہوتا ہو۔ اور اگر اجارہ ایسے مقام پر واقع ہو کہ جہان نہر کا صاف کرانا مستاجر کے ذمہ ہے تو ہر حال مین مستاجر کو پورا کرایہ دینا پڑیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کوئی خیمہ اجارہ لیا اور اُسکی میخین ٹوٹ گئین تو اجرت ساقط نہوگی بلکہ واجب ہوگی اور اس باعث سے فسخ اجارہ کا اختیار نہوگا اور اگر طنابین ٹوٹ گئین تو اُسپر کچھ اجرت واجب نہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک جولاہہ کو اس واسطے اجارہ پر مقرر کیا کہ مجھے یہ سوت بن دے اور یہ سوت ایسا ہے کہ ٹوٹ ٹوٹ جاتا ہے اور جولاہہ سے بدون مدت طویل کے بنتا ہو نہین سکتا ہے تو جولاہہ کو اجارہ فسخ کردینے کا اختیار ہے بشرطیکہ ٹوٹ جانا کثرت سے واقع ہوتا یہ قنیہ مین ہے۔ اگر مستاجر نے کرایہ کے گھر مین بُرے کام اور بدفعلی کرنا شروع کیے جیسے شراب خواری و سود خواری یا زنا و لواطت وغیرہ تو اُسکو نصیحت کے طور پر فہمائش کیجائیگی مگر مکان والے یا پڑوسیون کو یہ اختیار نہوگا کہ اسکو مکان سے نکال[2] دین۔ اسی طرح اگر اُسنے گھر کو جورونکی بیٹھک قرار دی کہ وہان پناہ لین تو بھی یہی حکم ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ ایک شخص نے ایک سال کے واسطے ایک دکان کرایہ لی اور اس دکان کی پشت ایک مسجد کی طرف ہے پھر چھ مہینے گذر گئے اور اس مہینہ

---

[1] زیادتی یعنے بغیر عقد اجارہ کے اُسنے یہ پیداوار پائی تو خرچ سے زائد سب محتاجون کو دیدے اور صدقہ مین جو شرط ہے جیسے مال حلال کی ہو و نیت نہ کرے فافہم ۱۲ [2] نکال الخ بلکہ سلطان بطور تعزیر کے بند و بست کریگا ۱۲ - + - ۱۲ ۱۲

مسجد کی طرف سے دکان مین تین مرتبہ چوری ہوئی پس آیا مستاجر کو فسخ عقد کا اختیار ہے تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ اختیار ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر ایک شخص کو ایک روز جنگل مین کام کرنے کے واسطے مزدور مقرر کیا مثلاً گارا بنانے وغیرہ کے واسطے اجیر کیا پھر جب مزدور جنگل کیطرف نکلا تو پانی برسنے لگا تو اسکو اجرت نہ ملے گی ایسا ہی امام ظہیر الدین مرغینانی فتوے دیا کرتے تھے یہ تاتارخانیہ مین ہے شمس الائمہ رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے کچھ مدت معلومہ کے واسطے ایک گاؤن مین ایک حمام اجارہ لیا پھر وہان کے لوگ بھاگ کر جلاوطن ہوگئے اور اجارہ کی مدت گذر گئی پس آیا اجرت واجب ہوگی فرمایا کہ اگر حمام سے اسکو کوئی آرام حاصل کرنا ممکن نہو تو اجرت واجب نہوگی اور شیخ علی سغدی نے مطلقاً نہ واجب ہونے کا حکم کیا اور اگر کچھ لوگ بھاگ گئے اور کچھ رہگئے تو دونون شیخون رحمہ نے یہی جواب دیا کہ اجرت واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے اگر کسی شخص کی عورت نے اُسکے ساتھ کرایہ کے مکان مین رہنے سے انکار کیا تو یہ عذر[1] نہین ہے یہ قنیہ مین ہے۔ عقد اجارہ جس شخص کے واسطے واقع ہوا ہے اگر وہ مرجاوے تو عقد فسخ ہو جائیگا اور جس شخص کے واسطے اجارہ واقع نہین ہوا ہے اسکے مرنے سے عقد اجارہ فسخ نہوگا اگرچہ اسنے عقد قرار دیا ہو اور مراد یہ ہے کہ اگر وکیل یا باپ یا وصی نے موکل یا طفل وصغیر کے واسطے عقد قرار دیا تو انکے مرنے سے عقد فسخ نہوگا اسی طرح اگر متولی وقف نے اجارہ کیا پھر مرگیا[2] تو بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ قاضی نے اگر مثلاً یتیم کا مال اجارہ پر دیا پھر مرگیا تو اجارہ فسخ نہوگا یہ خلاصہ مین ہے مستاجر نے اگر اجارہ فسخ ہونے کی یہ تاویل کرکے سکونت اختیار کی کہ جب تک کرایہ جو مین نے پیشگی دیدیا ہے وصول نہ کرلون تب تک مجھے روکنے کا اختیار ہے تو قول مختار کے موافق اگر وہ گھر کرایہ پر چلانے کے واسطے رکھا گیا ہو تو اسپر کرایہ واجب ہوگا اور موافق قول مختار کے وقف مین بھی ایسا ہی ہے۔ موجر کے مرنے کے بعد مستاجر مکان مین رہتا رہا تو فتوی کے واسطے وہی حکم مختار ہے جو کتاب مین مذکور ہے یعنی کرایہ واجب نہوگا بشرطیکہ کرایہ طلب کیے جانے سے پہلے سکونت اختیار کی ہو۔ اور اگر کرایہ طلب کیے جانے کے بعد بھی رہتا رہا تو کرایہ واجب ہوگا اور اس صورت مین خواہ مکان کرایہ پر چلانے کے لیے ہو یا نہو کچھ فرق نہین ہے صرف فرق اس بات مین ہے کہ کرایہ طلب کرنے کے بعد رہا یا پہلے اور محیط مین لکھا ہے کہ جو کرایہ چلانے کے واسطے رکھا گیا ہو اسمین صحیح یہ ہے کہ ہر حال[3] مین کرایہ واجب ہوگا یہ وجیز کردری مین ہے۔ اگر عقد اجارہ مین درمیانی فضولی مرگیا پس اگر مالک کی اجازت دینے سے پہلے مرا ہے تو اجارہ باطل ہو جائیگا اور اگر اسکے بعد مرا ہے تو باطل نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ فضولی کا عقد اجارہ صحیح ہونے کے واسطے چار چیزون کا قیام شرط ہے ایک عقد دوسرا دونون عاقد تیسری مالک چوتھی معقود علیہ اور اگر ثمن از قسم عروض ہو تو اسکا قائم ہونا بھی شرط ہے پس ایسی صورت مین پانچ چیزون کا قیام شرط ہوگیا یہ فتاوی صغری مین ہے۔ موجر یا مستاجر کے مجنون ہو جانے کی

---

[1] فسخ اجارہ کا عذر ۱۲ [2] مرگیا الخ کیونکہ متولی نے وقف کے منافع کے لیے اجارہ کیا تھا ۱۲ [3] ہر حال یعنی طلب کرایہ سے پہلے یا بعد

وجہ سے اجارہ باطل نہین ہوتا ہو یہ ظہیریہ مین ہو۔ اگر موجر یا مستاجر نعوذ باللہ مرتد ہو کر دار الحرب مین
جا ملا اور یہان اسکے دار الحرب مین جا ملنے کا حکم ہو گیا تو اجارہ باطل ہو جائیگا اور اگر مدت اجارہ کے
اندر وہ شخص مسلمان ہو کر پھر دار الاسلام مین لوٹ آیا تو اجارہ عود کریگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر
دو شخصون نے ایک شخص کو اپنا مکان کرایہ دیا پھر ایک موجر مر گیا تو ہمارے نزدیک اسی کے حصہ کا اجارہ
باطل ہوگا اور باقی زندہ کا باقی رہیگا اسی طرح اگر دو شخصون نے ایک شخص سے ایک مکان کرایہ لیا پھر
ایک مستاجر مر گیا پس اگر وارث بقائے اجارہ پر راضی ہوا اور عاقد بھی راضی ہوا تو جائز ہے یہ بدائع مین ہے۔
دو شخصون نے ایک شخص سے زمین کرایہ پر لی پھر ایک مستاجر مر گیا تو زندہ مستاجر کے حصہ کا اجارہ باطل نہوگا
بحالہ باقی رہیگا اور بلا عذر فسخ نہوگا اور بحساب آدھی زمین کے جو کچھ غلہ حاصل ہو وہ مستاجر کا ہوگا اور نصف
حصہ اجرت کا اسکو دینا پڑیگا۔ اور باقی آدھی زمین کا غلہ دوسرے مستاجر کے وارثون کو ملیگا اور ترکہ
مین سے انکو حصہ اجرت ادا کرنا پڑیگا۔ اور اگر زمین مین کھیتی لگی ہوئی ہو تو ایک مستاجر کے مرنے سے
اجارہ فسخ نہوگا یہانتک کہ غلہ وارثون کے ہاتھ آجاوے اور اتنے دنون تک وہ زمین وارثان مستاجر کے
پاس اُسی کرایہ پر چھوڑی جائیگی جو مستاجر میت سے قرار پایا ہے اجر المثل نہ لیا جائیگا ایسا ہی کتاب مین مذکور
ہو اور یہی صحیح ہو بخلاف اسکے اگر اجارہ کی مدت گذر گئی اور زمین مین کھیتی لگی ہوئی ہے تو مستاجر کے
پاس بعوض اجر المثل کے چھوڑی جائیگی یہ جواہر الفتاوی مین ہو۔ اگر مستاجر نے اجارہ کا مال بسبب میراث
یا ہبہ وغیرہ کے پایا اور اسکا مالک ہوا تو اجارہ باطل ہو جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہو۔ اور اگر مستاجر سے[1]
کہا کہ یہ اجارہ کی چیز فروخت کر دے اسنے قبول کیا تو جبتک فروخت نہ کر دے تب تک اجارہ فسخ نہوگا کذا فی
القنیہ اور بعض مشایخ سے منقول ہے کہ موجر نے اگر مستاجر سے کہا کہ اجارہ کی چیز فلان شخص کے ہاتھ فروخت
کرے اسنے کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دی تو بیع جائز ہے اور اگر بجائے اسکے رہن کی چیز ہوا اور راہن
نے مرتہن سے کہا کہ اُسکو فلان شخص کے ہاتھ فروخت کر دے اور مرتہن نے کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت
کر دی تو بیع جائز نہین ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اجارہ طویلہ کے اندر اگر مستاجر نے اجارہ کا مال طلب کیا
اور موجر نے کہا کہ ہان اچھا یا فارسی مین کہا کہ ہلا یا ہلا بدہم یعنی ہان یا ہان دونگا مین یا کہا کہ زبان[2]
دہ تو ایسی صورت مین اجارہ فسخ ہو جائیگا اگرچہ اسنے ادا نہ کیا ہو قال رحمہ اللہ اور ایسا ہی شیخ
الاسلام ظہیر الدین مرغینانی رح نے فتوے دیا ہو۔ اور اگر موجر نے کہا روا باشد تو فسخ نہوگا اور اگر کہا روا باشد
بدہم یعنی روا ہے دیدونگا تو فسخ ہو جائیگا اور اگر موجر نے جواب دیا کہ میرے پاس مال نہین ہے اگر مل
جائیگا تو دیدونگا تو اس سے اجارہ فسخ نہوگا۔ اور اگر اجارہ طویلہ مین بلا طلب تھوڑا مال اجارہ دیدیا تو
جبتک کل مال نہ ادا کر دے تب تک اجارہ فسخ نہوگا اسی کو صدر الشہید نے اختیار کیا ہے اور بعض مشایخ

[1] یعنے اُسکو وکیل کیا ۱۲ [2] یعنی مہلت دے ۱۲

اکثر کا اعتبار کیا ہے کہ اگر اکثر مال دیدیا یا کچھ رہگیا تو اجارہ فسخ ہوگا۔ اور قاضی امام استاد رح نے فرمایا کہ
اگر کچھ مال بطور فسخ کے دیدیا ایسے طور سے دیا کہ اجارہ کے فسخ پر دلالت کرتا ہے تو سب کا اجارہ فسخ
ہو جائیگا خواہ یہ مال قلیل ہو یا کثیر ہوا اور محیط میں لکھا ہے کہ اگر ایسے طور سے دیا کہ جو فسخ پر دلالت
نہیں کرتا ہے تو جبتک کل مال ادا نہ کرے اجارہ فسخ نہوگا اور یہ بعض مشائخ کا قول ہے اور اسی پر
امام ظہیر الدین نے فتویٰ دیا ہے یہ خلاصہ میں ہی۔ فتاوی بخاریہ میں ہے کہ ایک موجر سے اُس کے
مستاجر نے کہا کہ یہ کرایہ دار الامکان میرے ہاتھ فروخت کردے اسنے کہا کہ ہان اچھا تو اجارہ فسخ ہو جائیگا
اسیطرح اگر موجر نے کہا کہ میں اس گھر کو فروخت کرتا ہون اور مستاجر نے کہا کہ ہان اچھا تو بھی یہی حکم ہے
اور اگر مستاجر نے موجر سے کہا کہ یہ گھر میرے ہاتھ فروخت کرتا ہے اُسنے کہا بیچتا ہون تو شیخ برہان الدین
اور قاضیخان نے فرمایا کہ اجارہ فسخ نہوگا اور قاضی بدیع الدین نے فرمایا کہ فسخ ہو جائیگا اور اگر مستاجر نے
کہا کہ اس گھر کو فلان شخص کے ہاتھ فروخت کردون اسنے کہا کہ فروخت کردے تو اجارہ فسخ ہو جائیگا یہ قنیہ
میں ہی۔ اور اگر موجر[1] نے کہا کہ مال اجارہ نقد کن یعنی کرایہ کے روپیہ پر کھ لے مستاجر نے کہا اچھا تو فرمایا
اجارہ فسخ ہو جائیگا اور اگر موجر نے کہا کہ اپنا کرایہ کا روپیہ لے کہ میرے پاس خرچ ہوا جاتا ہے
اور مستاجر نے جواب دیا کہ تو جان تو شیخ برہان الدین نے فرمایا کہ اجارہ فسخ نہوگا اور قاضی بدیع الدین
نے کہا کہ اگر اسنے فسخ کی نیت کی تو فسخ ہوگا ورنہ نہیں یہ تاتارخانیہ میں ہی۔ اور اگر موجر نے مستاجر سے
کہا کہ اپنے کرایہ کا روپیہ لے اور مستاجر نے کہا کہ اچھا تو اجارہ فسخ ہو جائیگا اور اگر مستاجر کے طلب
کرنے کے بعد موجر نے ایسا کہا تو بھی یہی حکم ہے اور قاضی جمال الدین نے اسی طرح فتویٰ دیا ہے
اور قاضی نعمان نے یہ فتویٰ دیا کہ فسخ نہوگا بخلاف اسکے اگر مستاجر کے طلب کرنے کے بعد موجر نے
ایسا کہا تو فسخ ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہی۔ موجر کے ایلچی نے مستاجر سے کہا کہ تیرے موجر نے کہا ہے کہ اپنے
اجارہ کا روپیہ لے لے مستاجر نے کہا کہ ہان اچھا تو اجارہ فسخ ہو جائیگا یہ قنیہ میں ہی۔ اگر موجر ایک شخص
ہو اور مستاجر دو آدمی ہون اور موجر نے دونون میں سے ایک کا حصہ کرایہ دیدیا تو اسی کا حصہ اجارہ
فسخ ہوگیا اور اگر دو موجر ہون اور ایک مستاجر ہو اور مستاجر نے ایک کا اجارہ فسخ کیا تو اسی کا حصہ
اجارہ فسخ ہوگا دوسرے کا فسخ نہوگا۔ اسی طرح اگر ایک شخص مرگیا تو بھی یہی حکم ہوگا۔ اور محیط میں ہے کہ
اگر اسنے ایک کی طرف کنجی پھینک دی اُسنے قبول کرلی تو اُسی کے حصہ کا اجارہ فسخ ہوا۔ اور اگر مستاجر نے
موجر کے پاس کوئی آدمی بھیجا اُسنے کہلا بھیجا کہ سیم نقد شدہ است بیا تا بہ گیری یعنی روپیہ نقد جمع ہوگیا ہی
آکر لے لے پھر جب مستاجر آیا تو موجر نے کہا کہ میں نے درم خرچ کر ڈالے تو اجارہ فسخ نہوگا یہ خلاصہ میں ہی
اگر مستاجر نے موجر سے فسخ کے وقت کہا کہ میں نے جو مجھ دو چیزین تجھ سے اجارہ لی تھی اسکا اجارہ فسخ کردیا تو فسخ

[1] قولہ موجر نے الخ یعنی مالک مکان نے کرایہ پھیر دینے کے طور پر مستاجر سے کہا کہ اپنا روپیہ جو کرایہ دیا ہی پرکھ کر لے تو یہ دلیل ہی کہ اگر اسنے قبول کیا تو اجارہ فسخ ہو

صحیح ہو اگرچہ اسنے حدود بیان نہ کیے اور نہ اس اجارہ کی چیز کو موجر کی طرف نسبت کرکے بیان کیا ہے۔ اسی طرح اگر موجر نے مستاجر سے کہا کہ مین نے جو محدود چیز تجھے اجارہ دی تھی اسکا اجارہ فسخ کر دیا تو بھی صحیح ہو یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر کسی شخص نے اپنا مکان اجارہ پر دیدیا پھر اجارہ کی مدت گذرنے سے پہلے اسکو کسی شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا تو بائع اور مشتری کے درمیان بیع جائز منعقد ہو گی حتی کہ اگر اجارہ کی مدت گذر گئی تو بیع مشتری کے ذمہ لازم ہو جائیگی اور اسکو اختیار نہوگا کہ لینے سے انکار کرے ولیکن اگر مدت اجارہ گذرنے سے پہلے مشتری نے بائع سے سپرد کرنے کا مطالبہ کیا اور بائع سے سپرد کرنا ممکن نہوا اور قاضی نے دونون مین بیع فسخ کر دی تو مدت اجارہ گذرنے پر پھر عود نہ کریگی کہ جائز ہو جائے یہ شرح طحاوی مین ہی۔ اور اگر موجر نے مستاجر کی بلا اجازت اجارہ کی چیز فروخت کر دی تو بائع اور مشتری کے حق مین بیع نافذ ہو جاویگی مگر مستاجر کے حق مین نافذ نہو گی اور اگر مستاجر کا حق کسی وجہ سے ساقط ہو گیا تو یہ بیع کام دیگی اسکی ازسرنو تجدید کرنے کی ضرورت نہین ہے اور یہی قول صحیح ہے یہ محیط مین ہی۔ اور اس صورت مین اگر مستاجر نے بیع کی اجازت دیدی تو سبکے حق مین بیع نافذ ہو جاویگی ولیکن جب تک مستاجر کو اسکا مال اجارہ نہ پہونچ جاوے تب تک اجارہ کی چیز اسکے قبضہ سے جدا نہ کیجاویگی اگرچہ وہ بیع پر راضی ہو گیا ہے پس اسکی رضامندی فسخ اجارہ کے حق مین معتبر ہے اسکے ہاتھ سے چھین لینے کے حق مین معتبر نہین ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر موجر نے اجارہ کی چیز کسی شخص کے ہاتھ بدون مستاجر کی رضامندی کے فروخت کرکے سپرد کر دی پھر مستاجر سے رضامندی حاصل کی تو مستاجر کو اسکے روکنے کا حق نہ رہا۔ اور اگر موجر نے اجارہ کی زمین مستاجر کی رضامندی سے فروخت کر دی یہانتک کہ اجارہ فسخ ہو گیا یا دونون نے باہم اجارہ فسخ کر لیا یا اجارہ کی مدت گذر گئی اور کھیتی از قسم بقولات موجود ہے مگر ایسی ہو گئی ہے کہ بلا خلاف اسکی بیع جائز ہے یا ایسی کھیتی ہے کہ اسکی بیع مین مشائخ کا اختلاف ہے تو وہ مستاجر کی ہو گی اور اگر مستاجر نے موجر کو تمام خصومتون اور دعوون سے بری کر دیا پھر کھیتی پختہ ہوئی اور موجر نے اسکا غلہ اٹھوا لیا پھر مستاجر نے اس غلہ کا دعوی کیا کہ میرا ہے اور موجر پر نالش کی پس آیا دعوے صحیح ہے اور نالش کی سماعت ہو گی یا نہین تو بعض نے فرمایا کہ سماعت ہو گی کیونکہ یہ غلہ بری کرنے کے بعد حاصل ہوا ہی۔ اور اگر ایسا ہوا کہ موجر نے غلہ اٹھوا لیا پھر مستاجر نے اسکو تمام دعوون اور خصومات سے بری کر دیا۔ پھر دعوی کیا کہ یہ غلہ میرا ہے تو اسکے دعوی کی سماعت نہو گی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر موجر نے مستاجر کی اجازت سے اجارہ کی چیز فروخت کر دی یہانتک کہ اجارہ فسخ ہو گیا پھر وہ چیز مشتری نے موجر کو کسی عیب کی وجہ سے واپس کر دی پس اگر واپسی بطریق فسخ بیع کے ہو تو اجارہ عود نہ کریگا اور کچھ اشکال نہین لازم آتا ہے اور اگر بطریق فسخ کے واپس کر دی پس آیا اجارہ عود کریگا یا نہین اور ایسا واقعہ پیش آیا تھا اور اسیر تو قف

طلب کیا گیا تو قاضی امام زرنجری نے اور میرے جد شیخ الاسلام عبد الرشید بن الحسین نے یہ فتوے دیا
کہ اجارہ پھر عود کریگا یہ خلاصہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک مکان رہن لیا اور اسکی دہلیز ایک سال کے
واسطے اجارہ کرلی پھر قرضدار نے سال گذرنے سے پہلے قرضہ ادا کردیا تو دہلیز کا اجارہ فسخ
ہوجائیگا خواہ اسنے برضامندی ادا کیا ہو یا بکراہت ادا کیا ہو یہ قنیہ مین ہی۔ اور طویل[1] اجارہ نامہ
مین یون تحریر کیا کہ دونون مین سے ہر ایک کو مدت خیار کے اندر دوسرے کے سامنے یا پیٹھ پیچھے
فسخ کا اختیار ہے تو امام ابو علی نسفی وغیرہ نے فرمایا کہ عقد فاسد ہی کیونکہ شرط خلاف شرع ہی اور امام
فضلی رہ نے ذکر کیا کہ عقد فاسد نہوگا کیونکہ خیار کی مدت عقد مین داخل نہین ہی پس ہر ایک کو فسخ کا
اختیار اس حکم سے حاصل ہوا نہ بحکم خیار حاصل ہوا ہے اور شیخ امام محمد رہ سے ایک روایت پائی جسمین
مروی ہی کہ عقد فاسد نہوگا یہ ذخیرہ کردری مین ہی۔ فتاوی آہو مین لکھا ہے کہ قاضی بدیع الدین سے
دریافت کیا گیا کہ اجارہ فسخ کردیا اور مال اجارہ جو پیشگی ادا کیا ہے اسمین سے کچھ وصول کیا اور باقی
کی میعاد مقرر کردی تو فرمایا کہ جائز ہے اور قاضی جمال الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے
اجارہ کی چیز کو فروخت کردیا پھر جب مستاجر کو خبر پہونچی تو وہ مشتری کے پاس آیا
اور کہا کہ مین نے سنا ہے کہ تو نے یہ چیز جو میرے پاس اجارہ مین ہے خریدی ہے مجھے اتنی مہلت
دے کہ مین اپنا کرایہ پیشگی دیا ہوا وصول کرلون تو قاضی جمال الدین نے فتوی دیا کہ اس سے اجارہ
فسخ ہوگیا اور بیع نافذ ہوگئی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایسی زمین مثلاً جو اسپر وقف کردی
گئی تھی زید کو دس برس کے واسطے اجارہ پر دی پھر پانچ برس بعد مرگیا اور وہ وقف دوسرے
مصرف کی طرف منتقل ہوا تو اجارہ ٹوٹ گیا اور جسقدر مال اجارہ پیشگی دیا ہوا مستاجر کا رہ گیا وہ بسبب
میت کے ترکہ مین سے وصول کرلے یہ قنیہ مین ہی۔ غلام ماذون نے اگر اپنی کمائی ہوئی کوئی چیز اجارہ پر دیدی
پھر مولی نے اسکو مجبور کردیا تو اجارہ باطل ہوگیا اور اگر مکاتب نے اپنے تئین کسی کو اجارہ پر دیا پھر
مال کتابت ادا کرنے سے عاجز قرار دیا گیا تو اجارہ باطل نہوگا۔ اسی طرح اگر غلام ماذون نے اپنے
تئین کسی کو اجارہ پر دیا پھر مولی نے اسکو مجبور کردیا یعنی تجارت و تصرفات سے منع کردیا تو امام محمد رہ
کے نزدیک اجارہ باطل نہوگا یہ ظہیریہ مین ہی۔

بیسوان باب کپڑے اور متاع و زیور و خیمہ وغیرہ ایسی چیزون کے اجارہ کے بیان مین۔ اگر کسی
عورت نے درع چند روز معلومہ تک کسی قدر اجرت معلومہ پر پہننے کے واسطے کرایہ لی تو جائز ہے
اور عورت کو اختیار رہیگا کہ تمام دن اور اول و آخر رات مین اسکو پہنے اسکے سوا نہین پہنے بشرطیکہ

[1] طویل اجارہ جس کو اجارہ بخاریہ بھی کہتے ہین اور اس کی صورت پہلے مذکور ہو چکی ہے اور وہ تین سال
تک ہوتا ہے یا زیادہ ١٢ ۔ * * * *

وہ کپڑا احتیاط سے پہنے اور تجمل کے واسطے ہو اور اگر وہ کپڑا احتیاط سے پہنے اور تجمل کا نہو بلکہ ثیاب بذلہ و مہنہ مین سے ہو یعنی سستا ہمیشہ معمول سے پہننے کے لائق ہو تو اُسکو اختیار ہو گا کہ تمام رات پہنے رہے پھر اگر احتیاط اور تجمل سے پہننے کا کپڑا ہو اور عورت نے اسکو تمام رات پہنا اور وہ پھٹ گیا پس اگر رات مین پھٹا ہے تو وہ عورت ضامن ہو گی اور اگر رات مین نہین پھٹا مثلاً دن نکلے پھٹا ہے تو ضامن نہو گی اگرچہ اُسنے تمام رات پہننے مین عقد اجارہ کی مخالفت کی اور عورت کو یہ اختیار نہو گا کہ احتیاط کے کپڑے کو دن مین پہنے ہوے سو رہے اور اگر پہنے ہوئے سو گئی اور اسوجہ سے وہ کپڑا پھٹ گیا تو عورت ضامن ہو گی اور جس حال مین وہ پہنے ہوئے سوئی ہے اُس ساعت کی اجرت اُسپر واجب نہو گی کیونکہ پہنے ہوے سونے کی حالت مین وہ عورت غاصبہ قرار دی گئی ہے اور غاصب پر کرایہ واجب نہین ہوتا ہے اور اس ساعت سے پہلے اور بعد کا کرایہ اسپر واجب ہو گا کیونکہ جب وہ عورت جاگی تو اسنے مخالفت ترک کر دی اور ہنوز عقد اجارہ باقی تھا پس پھر وہ عورت امین ہو گئی اور اس قدر ساعت کا کرایہ معلوم کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ جو شخص ساعات کو جانتا ہے اُس سے کہا جاوے وہ تمام کرایہ ساعتون پر تقسیم کر کے اس قدر ساعت کا کرایہ بتلا دے گا۔ اور یہ سب اُس وقت ہے کہ یہ کپڑا احتیاط و تجمل کا ہو اور اگر معمولی سستا ہو تو عورت کو سوتے مین پہننے کا اختیار ہو گا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر عورت نے وہ کپڑا ایک درم روز پر باہر جانے کی غرض سے کرایہ لیا اور اس کو اپنے گھر مین بھی پہنا تو کرایہ اُس پر واجب ہو گا اسی طرح اگر اُس نے نہ پہنا اور نہ باہر نکلی تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر اس کو چوہے نے کتر دیا یا آگ سے جل کر داغ پڑ گیا یا کیڑے چاٹ گئے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اُس نے اپنی بیٹی یا باندی کو اس کے پہننے کا حکم دیا اُس نے پہنا اور وہ پھٹ گیا تو عورت ضامن ہو گی چنانچہ اگر کسی اجنبی عورت کو پہنا دے تو ضامن ہو گی مگر اُس عورت کو کرایہ دینا واجب نہ ہو گا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر اُس عورت کی باندی نے اُس کو بلا عورت کی اجازت کے پہن لیا تو عورت ضامن نہ ہو گی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر عورت نے کہین جانے کی غرض سے ایک درم روز پر کپڑا اجارہ لیا اور وہ کپڑا دن ہی مین عورت سے ضائع ہو گیا تو اُس پر کرایہ واجب نہ ہو گا اور اگر مالک اور عورت نے اختلاف کیا یعنے مالک نے کہا کہ دن مین ضائع نہین ہوا اور عورت نے کہا کہ نہین بلکہ دن ہی مین ضائع ہوا ہے تو صورت حال کے موافق حکم دیا جائے گا کہ اگر جھگڑے کے وقت وہ کپڑا عورت کے ہاتھ مین ہو تو قسم سے کپڑے کے مالک کا قول قبول ہو گا اور اگر عورت کے ہاتھ مین نہ ہو تو عورت ہی کا قول قبول ہو گا اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ ضائع ہونے کے بعد پھر مل گیا ہو۔ اور اگر پھر نہ ملا ہو تو یہ صورت امام محمد رح نے کتاب مین ذکر نہین فرمائی اور چاہیے کہ عورت ہی کا قول قبول ہو۔ اور اگر وہ کپڑا عورت کے پاس سے چوری گیا تو اُس پر

ضمان لازم آویگی اور اگر عورت کے پہننے سے کپڑا پھٹ گیا تو بھی اُسپر ضمان نہوگی اگرچہ تلف ہونا اسی کے ہاتھ سے لازم آیا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر کچھ مدت معلومہ تک پہننے کے واسطے کوئی کپڑا اجارہ لیا تو اسکو یہ اختیار نہین ہے کہ کسی دوسرے کو پہنا وے کیونکہ پہننے مین تفاوت ہوتا ہے اور عقد اجارہ مین عادت کے موافق پہنا مراد لیا جائیگا یعنی دن مین اور اول شب مین سوتے وقت تک اور آخر رات مین اُٹھنے کے وقت اور رات مین اسکو پہنکر نہین سو سکتا ہے اور اگر اسنے رات مین بھی پہنا اور پھٹ گیا تو ضامن ہوگا اور اگر بچ گیا یہان تک کہ اسکے پہننے کا وقت جائز آگیا تو ضمان سے بری ہو جائیگا۔ اور جو کپڑا ایسا ہو کہ اسکو پہنکر رات مین سو یا جاتا ہے تو اسکو رات مین پہن سکتا ہی۔ اور کپڑے کو چادر کے طور پر اوڑھنا جائز ہی کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا پہننا ہے مگر لنگی باندھنا نہین جائز ہے اور اگر اس صورت مین پھٹ جاوے تو ضامن ہوگا۔ اور اگر اسکی بلا اجازت اسکے غلام نے پہنا تو غلام ضامن ہوگا کہ یہ قرضہ اُسکی گردن پر چڑھیگا اگر باہر پہنکر جانے کے واسطے اجارہ لیا اور اسکو اپنے گھر مین پہنا یا رکھ چھوڑا اور نہ پہنا تو ضامن نہوگا اور کرایہ واجب ہوگا اور اسکے برعکس صورت مین ضامن ہوگا۔ اور اگر ہر مہینہ ایک درم پر پہننے کے واسطے اجارہ لیا اور گھر مین دو برس تک رکھ چھوڑا تو اسپر ایک درم ماہواری کے حساب سے برابر کرایہ چڑھتا رہیگا یہان تک کہ یہ معلوم ہو جاوے کہ اگر اتنی مدت تک برابر پہنے تو ایسا کپڑا پھٹ جاوے اور اگر ایک کپڑا اس شرط سے صبح سے رات تک کے واسطے کرایہ لیا کہ اگر مستاجر کی راے مین آیا تو آج واپس نہ کریگا پھر مستاجر نے اسکو دس روز تک واپس نہ کیا تو استحساناً اسپر ہر روز کی اجرت واجب ہوگی اور زیور کا حکم مثل کپڑے کے ہے اور تنبو و خیمہ و قبہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک مثل کپڑے کے ہے اور امام محمد کے نزدیک انکا حکم مثل بیت کے ہے۔ اور اگر کوئی قبہ اس شرط سے اجارہ لیا کہ اسکو اپنے بیت مین کھڑا کریگا پھر اسکو جنگل مین کھڑا کیا تو ضامن ہوگا اور مستاجر کو یہ اختیار نہین ہی کہ اسکو کسی شخص کو بطور عاریت وغیرہ کے دیدے جیسے کپڑے کو نہین دے سکتا ہے یہ امام ابو یوسف رح کے مذہب کے موافق ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک تنبو اجارہ لیا اور قبضہ کر لیا تو جائز ہے کہ دوسرے کو اجارہ پر دیدے جیسا کہ مکان کی صورت مین حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان مین ہی۔ قلت[۱] ینبغی ان یکون ہذا علی قول محمد رح اگر کوئی قبہ اسواسطے لیا کہ اپنے بیت مین کھڑا کریگا اور ایک مہینہ تک اسمین رات کو سویا کریگا تو جائز ہی اور اگر ان گھرون کو جنمین نصب کریگا نام بنام بیان نہ کیا تو بھی عقد جائز ہی۔ اور اگر کسی بیت کا نام بیان کیا پھر اسکے سواے دوسرے بیت مین ایک مہینہ بھر نصب کیا تو جائز ہے اور اسپر کرایہ واجب ہوگا اور اگر اسکو دھوپ یا مینھ مین کھڑا کیا حالانکہ اس سے قبہ کو نقصان پہونچتا ہے پس اگر اس سے اسمین کچھ نقصان آیا تو مستاجر ضامن ہوگا اور اگر قبہ نقصان سے بچ رہا تو استحساناً مستاجر پر اجرت واجب ہوگی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر

---

[۱] مترجم کہتا ہے کہ یہ حکم بنابر قول امام محمد ہونا چاہیے ۱۲م۔

یہ شرط ٹھہرائی کہ اسکو ایک دار معینہ مین نصب کریگا پھر اسکو دوسرے قبیلہ مین دوسرے دار مین نصب کیا ولیکن یہ امر اسی شہر مین واقع ہوا تو ضامن نہوگا اور اگر اسکو کسی دوسرے شہر مین لے گیا یا سواد[1] شہر مین لے گیا تو اُسپر کچھ اجرت واجب نہوگی خواہ قبہ صحیح سالم بچ گیا ہو یا تلف ہوگیا ہو۔ اور اگر کوئی تنبو اسلیے کرایہ لیا کہ اسکو مکہ معظمہ مین لیجائیگا تاکہ اسکو تانکر سایہ مین بیٹھے تو یہ جائز ہی اور اسکو اختیار ہوگا کہ خواہ اپنے واسطے تان کر سایہ کرے یا غیر کے واسطے کیونکہ اسکا استعمال لوگون مین بلاتفاوت ہوتا ہے اور اگر اُسنے خیمہ یا تنبو یا قبہ مین چراغ جلایا یا قندیل لٹکائی کہ مفسد ہے تو ضامن نہوگا اور اگر اسمین باورچی خانہ کیا تو ضامن ہوگا کیونکہ اُسنے ایسا فعل کیا جیسے لوگون کی عادت نہین ہے ولیکن اگر یہ خیمہ وغیرہ ایسے کام کے واسطے رکھا گیا ہو تو ضامن نہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر کوئی تنبو اس غرض سے کرایہ لیا کہ اسکو سفر مین لیجائیگا اور آمد و رفت مین کام مین لائیگا اور ساتھ لیکر حج کریگا اور فلان روز شہر سے نکلکر روانہ ہوگا تو یہ جائز ہے اور اگر روانہ ہونے کا وقت بیان نہ کیا پس اگر حاجیون کے نکلنے اور روانہ ہونیکا کوئی ایسا وقت مقررہ معلوم نہو کہ جسمین تقدیم و تاخیر نہین ہوسکتی ہے تو اجارہ قیاسًا و استحسانًا فاسد ہی۔ اور اگر حاجیونکے نکلنے کا کوئی ایسا وقت مقررہ معلوم ہو کہ جسمین تقدیم و تاخیر نہوگی تو استحسانًا اجارہ جائز ہے یہ ذخیرہ مین ہی اگر تنبو پھٹ گیا حالانکہ اُسنے کوئی سختی نہین کی اور نہ کوئی مخالفت کی تو ضمان لازم نہ آویگی۔ اور اگر تنبو نہ پھٹا ولیکن مستاجر نے کہا کہ مین نے اسکو سایہ کرنے کے واسطے کبھی نہین تانا حالانکہ اسکو مکہ معظمہ تک لے گیا ہے تو اسپر کرایہ واجب ہوگا۔ اور اگر اسکی طنابین ٹوٹ گئین یا عمود ٹوٹ گئے اور کھڑا نہ کرسکا تو اُسپر کرایہ واجب نہوگا۔ اور اگر اسمین دونون نے اختلاف کیا پس اسکی دو صورتین ہین اگر انقطاع[2] پر اتفاق کیا ولیکن مقدار انقطاع مین اختلاف کیا تو اس صورت مین مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اگر نفس انقطاع مین اختلاف کیا تو شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین لکھا ہے کہ موافق حالت موجودہ کے حکم کیا جائیگا اور اگر مستاجر نے طنابین یا عمود اپنے پاس سے بنا کر تنبو کھڑا کرتا رہا یہانتک کہ سفر سے واپس آیا تو اُسپر پوری اجرت واجب ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اُسکی میخین ٹوٹ گئین تو انکا کچھ اعتبار نہین ہے کیونکہ عادت یون جاری ہی کہ میخین مستاجر کے ذمہ ہوا کرتی ہین ولیکن اگر لوہے کی میخین ہون تو مثل عمود کے قرار دیجاوینگی۔ اور اگر تنبو کو اپنے ساتھ لیگیا اور اسکو کبھی نصب نہ کیا باوجودیکہ نصب کرنا سب طرح ممکن تھا تو اسپر کرایہ واجب ہوگا یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور اگر اُسنے تنبو کے اندر آگ جلائی تو مثل چراغ جلانے کے ہے اگر تنبو مین اسقدر آگ جلائی جیسے عرف و عادت کے موافق لوگ تنبو کے اندر جلایا کرتے ہین اور اُسنے تنبو کو خراب کردیا یا تنبو جلگیا تو ضامن نہوگا اور اگر عرف و عادت سے زیادہ آگ جلائی تو ضامن ہوگا پھر اسکے بعد دیکھا جائیگا کہ اگر تنبو ایسا خراب ہوگیا کہ کام کے لایق نہین رہا اس سے کچھ

[1] سواد پرگنہ و دیہات ۱۲ [2] انقطاع ٹوٹ جانا نصب کھڑا کرنا۔ قولہ باقی ثبوت الخ یا بعد منفعت حاصل کرنیکے جل گیا ہو تو قیاس یہی الخ بلکہ وہ عاجز ہو کہ نصب کیا

نفع نہین حاصل ہوسکتا ہے تو پوری قیمت کا ضامن ہوگا اور اُسپر کچھ کرایہ واجب نہوگا۔ اور اگر کچھ خراب ہوگیا ہے تو بقدر نقصان کے ضامن ہوگا اور پوری اجرت دینی واجب ہوگی بشرطیکہ اُسنے باقی تنبو سے انتفاع حاصل کیا ہو۔ اور اگر اُسکے فعل سے تنبو خراب نہوا بچ گیا حالانکہ اسنے عادت سے زیادہ آگ جلائی تھی تو حکم قیاساً اور استحساناً دو طرح سے ہے قیاس سے یہ حکم ہے کہ اسپر اجرت واجب نہوگی اور استحساناً واجب ہوگی۔ اور اگر تنبو کے مالک نے بوقت عقد کے یہ شرط کرلی کہ اسمین آگ نہ جلاوے اور نہ چراغ جلاوے مگر مستاجر نے ایسا ہی کیا کہ اسمین آگ جلائی یا چراغ جلایا تو مستاجر ضامن ہوگا اور جیسا کہ آگ جلانے کی صورت مین تنبو صحیح وسالم بچ جانے کی صورت مین اسپر کرایہ واجب ہوتا تھا اسی طرح اس صورت مین بھی واجب ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور ترکی خیمہ کوفہ مین مثلاً دس درم ماہواری پر کرایہ لیا تاکہ اسمین آگ روشن کرے اور رات مین سویا کرے تو جائز ہے اور اگر آگ روشن کرنے سے خیمہ جل گیا تو ضامن نہوگا اور اگر خیمہ مین اسنے اپنے غلام یا مہمان کو رات مین سُلایا تو ضامن نہوگا۔ اور اگر کوئی تنبو مکہ معظمہ لیجانے کے واسطے کرایہ کیا پھر اسکو کوفہ مین چھوڑ کر چلا گیا یہانتک کہ واپس آیا تو ضامن ہوگا اور اُسپر کچھ کرایہ واجب نہوگا اور اُسی کا قول معتبر ہوگا مگر یون قسم لی جاویگی کہ واللہ مین اسکو باہر نہین لے گیا اسی طرح اگر کوفہ مین اقامت کی اور باہر نہ گیا اور نہ وہ تنبو اسکے مالک کو دیا تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر خود سفر کو چلا گیا اور تنبو اپنے غلام کو دے گیا کہ اسکو اُسکے مالک کو دیدینا مگر غلام نے نہ دیا یہانتک کہ خود واپس آیا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر مستاجر نے کسی دوسرے کو دیدیا اور اُسنے لاد کر تنبو کے مالک کے پاس پہونچایا یا اُسنے قبول کرنے سے انکار کیا تو مستاجر اور وہ شخص دونون ضمان سے بری ہوگئے اور مستاجر پر کرایہ واجب نہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ فرمایا کہ اگر مستاجر نے تنبو کسی اجنبی کو اسواسطے دیا کہ اُسکے مالک کو پہونچاوے اسنے مالک کے پاس پہونچا دیا تو دونون بری ہوگئے اور اگر تنبو کے مالک نے لینے سے انکار کیا تو اسکو یہ اختیار نہین ہے۔ اور اگر مالک کے پاس بار کر لیجانے سے پہلے وہ تنبو اس شخص کے پاس تلف ہوگیا تو امام ابو یوسف وامام محمدؒ کے نزدیک تنبو کے مالک کو اختیار حاصل ہوگا چاہے مستاجر سے ضمان لے یا اُس اجنبی سے۔ اور امام ابو حنیفہ رح کا قول مذکور نہین ہی اور مشائخ نے فرمایا کہ امام اعظم رح کے قول کے موافق یون کہنا چاہیے کہ اگر مستاجر کے غاصب ہوجانے سے پہلے مستاجر نے اس اجنبی کو وہ تنبو دیدیا اور غاصب نہونے کی صورت یہ ہے کہ مستاجر نے وہ خیمہ صرف اتنے عرصہ تک روک رکھا کہ جتنے عرصہ تک لوگ اپنا اسباب درست کرکے سفر کو روانہ ہوتے ہین تو ایسی صورت مین اس اجنبی پر ضمان واجب نہوگی اور امام اعظم رح کا مذہب بھی یہ ہے کہ دوسرا مستودع ضامن نہین ہوتا ہی صرف پہلا مستودع ضامن ہوتا ہے اور مراد یہ ہے کہ جب پہلا شخص یعنی مستاجر غاصب نہ ٹھہرا تو امین ہوا اور مستودع قرار پایا اُسنے دوسرے کو ودیعت دیا ہے اور دوسرا مستودع ضامن نہین ہوتا ہی۔ اور اگر مستاجر نے لوگون کی

عادت سے زیادہ تنبو کو روک رکھا یہانتک کہ غاصب و ضامن قرار پایا پھر اسنے اجنبی کو دیا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے مستاجر سے ضمان لے یا اجنبی سے ضمان لے پس اگر اسنے مستاجر سے ضمان لی تو مستاجر مال ضمان اس اجنبی سے نہین لے سکتا ہے اور اگر اسنے اجنبی سے ضمان لی تو اجنبی نے جسقدر مال ڈانڈ بھرا ہے وہ سب مستاجر سے واپس لیگا یہ محیط مین ہے اور اگر مستاجر تنبو کو مکہ معظمہ لے گیا اور واپس لایا پھر موجر نے مستاجر سے کہا کہ یہ تنبو میرے مکان پر واپس پہونچا دے تو مستاجر پر یہ حق واجب[1] نہین ہے اور واپس پہونچانا اس شخص پر واجب ہے جسکا یہ مال ہے اور اگر مستاجر اسکو ساتھ نہ لیگیا بلکہ کوفہ مین چھوڑ گیا اور ضامن قرار پایا اور اجرت اُسکے ذمہ سے ساقط ہوگئی تو اس صورت مین واپس پہونچانا مستاجر کے ذمہ واجب ہے یہ مبسوط مین ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر ایک بصری و ایک کوفی دو شخصون نے کوفہ سے ایک تنبو مکہ تک جانے اور آنے کے واسطے کسی قدر اجرت معلومہ پر کرایہ لیا اور دونون اسکو مکہ معظمہ تک لے گئے پھر واپسی مین دونون نے جھگڑا کیا بصرہ والے نے کہا کہ مین بصرہ جانا چاہتا ہون اور کوفی نے کہا کہ مین کوفہ جانا چاہتا ہون اور ہر ایک نے چاہا کہ جہان جانا چاہتا ہے وہان تنبو اپنے ساتھ لیجاوے پس اگر بصرہ والا اسکو بصرے لے گیا اور کوفی کی بلا اجازت لے گیا تو پورے تنبو کا ضامن بصری ہوگا اور کوفی پر ضمان نہ آویگی اور واپسی کا کرایہ دونون سے ساقط ہو جائیگا۔ اور اگر کوفی کی اجازت سے لیگیا تو بصری پورے تنبو کا ضامن ہے اور کوفی صرف اپنے حصہ کا ضامن ہوگا یعنے نصف کا اور کرایہ دونون سے ساقط ہو جائیگا۔ اور اگر کوفی اُسکو کوفہ مین لایا پس اگر بصری کی بلا اجازت لایا تو بصری کے نصف حصہ کا ضامن ہوگا اور اپنے حصہ کا ضامن نہوگا۔ اور اُسپر واپسی کا آدھا[2] کرایہ واجب ہوگا اور بصری پر واپسی کا کچھ کرایہ واجب نہوگا اور اگر بصری کی اجازت سے کوفہ مین لایا تو بصری پر اسکے حصہ کی ضمان امام محمد رح کے نزدیک لازم نہ آویگی خواہ بصری نے اپنا حصہ اسکو عاریت دیا ہو یا ودیعت دیا ہو کہ اپنی باری کے روز اسکو کام مین لانا اور میری باری کی روز اُسکی فقط حفاظت رکھنا۔ ولیکن امام ابو یوسف کے نزدیک اگر بصری نے اپنا حصہ اُسکو ودیعت دیا ہو تو یہی حکم ہے جو امام محمد رح نے فرمایا ہے اور اگر عاریت دیا ہو یا کرایہ پر دیا ہو تو واجب ہے کہ امام ابو یوسف کے قول پر بصری اپنے حصہ کا ضامن ہو اور کوفی پر ضمان واجب ہونے مین ویسا ہی کلام ہے جو بصری پر ضمان واجب ہونے مین بیان ہوا۔ اور دونون پر پوری اجرت واجب ہوگی اگر بصری نے اپنا حصہ کوفی کے پاس ودیعت رکھا ہو کیونکہ بصری کا اپنے پاس رکھنا مثل کوفی کے اپنے پاس رکھنے کے ہے۔ اور اگر بصری نے اسکو عاریت دیا ہو تو بصری پر کرایہ واجب نہوگا کیونکہ اُسنے عقد اجارہ کی مخالفت کی

[1] واجب نہین ہے اقول یہ وہان کا عرف موافق قاعدہ ہے اور یہان عرف اسکے برخلاف جاری ہوگیا ہے فلیتامل ۱۲ منہ

[2] قولہ کرایہ اقول یہ بھی امام ابو یوسف رح کی اصل پر ممکن ہے اور امام محمد رح کی اصل پر اُسکا وجود ہی نہین ہو سکتا ۱۲ - + + + + +

یعنی بمنزلۂ غاصب کے ہوگیا۔ اور اگر دونون نے قاضی کے پاس مرافعہ کیا اور قاضی سے تمام قصہ بیان کیا اور خصومت کی تو قاضی کو اختیار ہے چاہے دونوں کی طرف تا وقتیکہ اُسپر گواہ نہ لاوین التفات نہ کرے اور اگر چاہے تو دونون کے قول کی تصدیق کرے پھر اُسکو یہ بھی اختیار ہے کہ اسکے بعد چاہے وہ تنبو اُنھین دونون کے پاس چھوڑ دے یا اجارہ فسخ کر دے پھر اگر قاضی نے غائب کے حق مین یعنی اصل مالک کے حق مین اجارہ فسخ کرنے مین بہتری دیکھی اور اجارہ فسخ کر دیا پھر اگر بصری کا حصہ کوئی کو کرایہ دے دیا بشرطیکہ وہ راضی ہووے تاکہ اصل مالک کو جو کچھ اُس مین ہے تمام کرایہ پہونچ جاوے اور عین مال یعنی تنبو بھی پہونچ جاوے تو جائز ہے اور یہ امر کسی دوسرے کو اجارہ دینے سے بہتر ہے اور ایسا اجارہ بالاجماع جائز ہے اگرچہ قاضی نے مشاع یعنی غیر منقسم چیز اجارہ پر دی ہے۔ اور اگر بصری کے حصہ لینے پر کوئی راضی نہوا تو کسی دوسرے کو کرایہ پر دیدے اگر کوئی دوسرا لینے والا موجود ہو اور یہ اجارہ جائز ہے اگرچہ غیر منقسم کا اجارہ ہے۔ اور اگر اُسنے کوئی ایسا شخص نہ پایا جسکو بصری کا حصہ کرایہ پر دیدے تو اس حصہ کو کوفی کے پاس ودیعت رکھدیگا بشرطیکہ اُسکو ثقہ پاوے تاکہ مالک کا مال مالک کو پہونچ جاوے اور اگر قاضی چاہے تو وہ تنبو انھین دونون کے پاس چھوڑ دے یہ محیط مین ہے۔ مکہ تک جانے آنے کیلئے ایک تنبو کرایہ کیا اور اسکو مکہ معظمہ مین چھوڑ آیا تو اُسپر آمد و رفت کا کرایہ واجب ہوگا اور جسدن اُسنے مکہ معظمہ مین چھوڑا ہے اس روز جو کچھ تنبو کی قیمت تھی وہ مستاجر کو دینی پڑیگی اور تنبو اُس مستاجر کا ہو جائیگا اور اگر دونون نے باہم جھگڑا نہ کیا یہانتک کہ مستاجر نے دوسرے سال حج کیا اور تنبو اپنے ساتھ لایا تو واپسی کا کرایہ اسکو کچھ دینا نہ ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور حسن بن زیاد سے مذکور ہے کہ انھون نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص سونے کا زیور بعوض سونے کے یا چاندی کا زیور بعوض چاندی کے کرایہ لے تو کچھ ڈر نہین اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہین یہ مبسوط مین ہے۔ اگر ایسا مکان کرایہ لیا کہ جسکے دروازہ ہرن وغیرہ پر سونے کے پتر ہین یعنی سونے کے کواڑ ہین اور اجرت مین سونا ٹھہرا تو جائز ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر کسی عورت نے کوئی زیور جو معلوم ہے بعوض اجرت معلومہ کے دن رات تک پہننے کے واسطے کرایہ لیا اور اسکو ایک رات دن سے زیادہ رکھ چھوڑا تو وہ عورت غاصبہ قرار دیجائیگی مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ اسنے مالک کے طلب کرنے کے بعد روک لیا ہو یا اس طور سے رکھ چھوڑا ہو کہ اُسکو استعمال کرتی ہو اور اگر اسنے حفاظت کے واسطے رکھ چھوڑا تو غاصبہ نہو جائیگی بشرطیکہ طلب کرنے کے بعد نہ رکھا ہو اور حفاظت کے واسطے رکھ چھوڑنے مین اور استعمال کے واسطے رکھ چھوڑنے مین فرق یہ ہے کہ اگر اسنے وہ چیز ایسی جگہ رکھی کہ جہان استعمال کے واسطے رکھی جاتی ہے تو یہ استعمال[1] کے واسطے رکھ چھوڑنا ہے۔ اور اگر ایسی جگہ رکھی جہان استعمال کے واسطے نہین ہوتی ہے تو حفاظت

---

[1] قولہ استعمال مثلاً انگوٹھی معمول کے موافق پہنی یا کنگن وغیرہ معمول کے موافق پہنے اور کہا کہ مین نے حفاظت کا قصد کیا تھا تو قول قبول نہ ہوگا ۱۲

کے واسطے ہے پس اس بنا پر اگر خلخال کو ہاتھون مین ڈال لیا یا کنگن کو پیرون مین ڈال لیا یا قمیص کو عمامہ کی طرح سر پر رکھا یا عمامہ کو کندھے پر ڈال لیا تو یہ سب حفاظت کی صورتین ہین استعمال نہین ہی۔ اور اگر عورت نے وہ زیور اس روز کسی دوسرے کو پہنا دیا تو ضامن ہوگی اور اس روز سے مراد یہ ہے کہ مدت اجارہ کے اندر ایسا کیا کیونکہ زیور کے استعمال مین لانے مین لوگون مین فرق ہے یعنی کسی کے استعمال سے کم ضرر ہوتا ہے اور کسی کے استعمال سے زیادہ ضرر ہوتا ہے اسواسطے عورت ضامن ہوگی یہ فصول عمادیہ سے مع تشریح ہی۔ اور اگر عورت نے کوئی زیور مثلاً دو درم روز پر کرایہ لیا اور اسکو ایک مہینہ تک روک رکھا پھر وہ عورت وہ زیور لے آئی تو جتنے روز تک اُسنے روکا ہے اتنے روز تک کا روزانہ کرایہ دینا ہوگا اور اگر اس طور سے کرایہ قرار دیا کہ آج رات تک کے واسطے کرایہ لیتی ہون پھر اگر میری رائے مین آیا تو ہر روز اسی کرایہ پر رہنے دونگی پھر اس عورت نے دس روز تک واپس نہ کیا تو اجارہ اس شرط سے سواے ایک روز کے باقی دنون کا قیاساً فاسد ہی مگر استحساناً جائز ہے یہ ذخیرہ مین ہی۔ جو اجارہ کا مال عین از قسم حیوان یا متاع یا مکان کے فاسد ہوجاوے اور ایسا ہوجاوے کہ اس سے نفع اٹھانا ممکن نہ رہے تو کرایہ ساقط ہوجائیگا اور جسقدر مدت اس نے نفع اٹھایا ہے اس کا کرایہ دینا پڑیگا۔ اور اگر زمان ماضی مین تمام مدت تک فاسد ہونے مین اختلاف کیا تو فے الحال جو صورت ہے اس کے موافق حکم دیا جائے گا اور صورت حال جس شخص کے قول کی شاہد ہو اُسی کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر وہ چیز فے الحال صحیح سالم موجود ہو اور اس بات پر دونون نے اتفاق کیا کہ کچھ مدت یہ چیز خراب رہی ہے مگر اس قدر مدت مین اختلاف کیا یعنی کس قدر رہے تو قسم سے مستاجر کا قول قبول ہوگا کیونکہ وہی کسی قدر کرایہ دینے سے منکر ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔

اکیسوان باب۔ ایسے اجارہ کے بیان مین جس مین معقود علیہ سپرد کردینا نہ پایا جاوے۔

ایک شخص نے ایک درزی کو سینے کے واسطے کچھ کپڑا دیا اس کو درزی نے قطع کیا اور ہنوز سینے نہ پایا تھا کہ مرگیا تو ابوسلیمان جوزجانی نے فرمایا کہ اس کو قطع کرنے کی مزدوری ملے گی اور یہی صحیح ہے کذا فے الظہیریہ و فے بعض النسخ کذا فی الذخیرہ اور قاضی فخر الدین نے فرمایا کہ اسی پر فتوے ہے کذا فے الکبرے۔ اور امام ابویوسف رح سے روایت ہے کہ زید نے ایک ٹٹو کرایہ کیا کہ اس کو اپنے گھر لیجاوے گا وہان سے فلان موضع تک اسپر سوار ہو جائے گا اور موجر نے ٹٹو اُس کو دیدیا وہ اُس کو اپنے گھر لایا پھر اس کی رائے جانے کی نہ ٹھہری اُس نے ٹٹو واپس کر دیا تو امام ابویوسف رح نے فرمایا کہ حساب کرکے اپنے گھر تک لیجانے کا کرایہ اسپر واجب ہوگا۔ اور نوادر ابن سماعہ مین امام محمد رح سے مروی ہی کہ ایک درزی نے زید کا کپڑا باجرت سیا اور زید کے قبضہ کرنے سے پہلے خالد نے اسکو اُدھیڑ ڈالا تو درزی کو کچھ مزدوری نہ ملیگی اور درزی پر دوبارہ سینے کیواسطے

جبر نہ کیا جائیگا کیونکہ اگر پہلے عقد کے حکم سے اسپر جبر کیا جاوے تو یہ عقد کام پورا ہو جانے پر ختم ہو چکا ہے اور دوسرا کوئی عقد پایا نہین گیا - اور اگر درزی نے خود ہی اُدھیڑ ڈالا تو اسپر دوبارہ سینا واجب ہوگا کیونکہ درزی نے جب خود ہی کپڑے کو ادھیڑا تو اسنے اپنے کام کو میٹ دیا پس ایسا ہوا کہ گویا کچھ نہ تھا - اور موزہ سینے والے کا بھی یہی حکم ہی - اور اسی طرح حمال نے کچھ دور تک بوجھ اُٹھایا پھر لوگون نے اُسے ڈرایا اور اُسنے لوٹ کر بوجھ وہین پہونچا دیا جہان سے اٹھایا تھا تو اسکو کچھ مزدوری نہ ملے گی ایسا ہی فتاوی مین مذکور ہے اور مجبور کیے جانے کا کچھ ذکر نہین ولیکن واجب ہے کہ اسپر جبر کیا جاوے جیسا کہ مسئلہ سابقہ مین گذرا اور جیسا کہ کشتی کے مسئلہ مین ہے جو اسکے بعد مذکور ہوتا ہے یعنی اگر ملاح نے کسی مقام معلوم تک کشتی پر بوجھ اناج کا لادکر پہونچا دینے کا اجارہ کیا پھر راستے مین ہوا کے تھپیڑے سے کشتی لوٹ کر وہین آگئی جہان سے اجارہ ٹھہرا ہی تو ملاح کو کچھ کرایہ نہ ملے گا بشرطیکہ جو شخص کرایہ کرنے والا ہی وہ ساتھ نہو کیونکہ اس صورت مین جو کچھ کام ملاح نے کیا وہ مستاجر کے سپرد نہوا اور اگر مستاجر ساتھ موجود ہو تو اُسپر ملاح کا کرایہ واجب ہوگا کیونکہ ساتھ ہونے سے جو کچھ کام کیا وہ مستاجر کے سپرد ہو گیا - اور اگر ملاح نے خود ہی کشتی کو لوٹا کر جہان سے چلایا تھا وہین پہونچا دیا تو اسپر جبر کیا جائیگا کہ جو مقام عقد اجارہ مین ٹھہرا ہو وہان پہونچا وے اور اگر وہ مقام جہان کشتی لوٹ آئی ہے ایسا ہو کہ اسمین اناج کا مالک اناج پر قبضہ نہین کر سکتا تو ملاح پر واجب ہوگا کہ ایسے مقام پر کشتی چلا کر سپرد کرے جہان مالک اپنے مال پر قبضہ کر سکے اور جتنی دور ملاح چلا ہے اُسکی مزدوری اجر المثل کے حساب سے اسکو ملیگی - اور اگر ایسا ہوا کہ جب ہوا کے تھپیڑے سے کشتی لوٹ آئی تب مستاجر نے کہا کہ مجھے تیری کشتی کی پروا نہین ہے مین دوسری کشتی کرایہ کیے لیتا ہون تو مستاجر کو یہ خیار ہے اسکو ہشام رحمہ اللہ نے روایت کیا ہی یہ ذخیرہ مین ہی اگر کسی موضع معلوم تک جانے کے واسطے ایک خچر کرایہ کر کے اُسپر سوار ہو گیا پھر جب کچھ دور چلا تو خچر نے سرکشی کی اور اڑ گیا اسنے خچر کو لوٹا کر وہین پہونچایا جہان سے سوار ہوا تھا تو جسقدر دور چلا ہی اُسکا کرایہ مستاجر پر واجب ہوگا - اور اگر مستاجر نے قاضی سے کہا کہ آپ خچر کے مالک کو حکم دین کہ جہانتک پہونچانے کے واسطے مین نے کرایہ کیا تھا وہان تک مجھے پہونچا دے اور جو کچھ کرایہ مین نے ٹھہرایا ہی وہ مجھپر واجب ہوگا تو موجر کو اختیار ہی چاہے ایسا کرے ورنہ مستاجر سے کہا جائیگا کہ جہانتک پہونچ کر تو واپس آیا ہے وہان تک اُس سے کرایہ ٹھہرا لے[1] پھر وہان سے موجر تجھکو موضع مشروط تک پہونچا دے ایسا ہی ہشام نے امام محمد رح سے روایت کیا ہے اور فرمایا کہ یہی حکم کشتی کی صورت مین ہے یہ محیط مین ہی - اگر کسی شخص کو اسواسطے اجیر مقرر کیا کہ میرے عیال کو لے آوے پھر عیال مین سے بعض مرگئے اور اجیر باقی عیال کو لے آیا تو مردون کی اجرت کاٹکر باقی زندون کے حساب سے اجرت ملیگی اور فقیہ ابوجعفر الہندوانی نے

---

[1] یعنے دوبارہ وہانتک کی مزدوری ٹھہرا لے ۱۲ منہ

فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ جب اسکے عیال معلوم معین ہون تاکہ جو کرایہ ٹھہرا ہے وہ سب کے مقابلہ مین قرار دیا جائے اور اگر کسی ایک کے مقابلہ مین قرار پائی تو انمین سے بعض کا مرجانا کچھ اجرت کا مسقط نہین ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے اگر کسی شخص کو اسواسطے مزدور کیا کہ میرا خط فلان شخص کے پاس لیجا کر اس سے جواب لے آوے وہ ایلچی خط لیکر وہان گیا مگر مکتوب الیہ انتقال کر چکا تھا پس ایلچی نے خط وہین چھوڑ دیا یا پراگندہ کر دیا اور واپس نہ لایا تو بالاتفاق اسکو جانے کی مزدوری ملیگی کیونکہ اسنے اپنے کام مین کمی نہین کی اور بعض نے فرمایا کہ پراگندہ کر دینے کی صورت مین اجرت واجب نہونا چاہئے کیونکہ اگر وہ شخص خط کو وہین چھوڑ دیتا تو مکتوب الیہ کا وارث اسکو دیکھتا اور غرض حاصل ہوتی بخلاف اسکے جب اسنے پراگندہ کر دیا تو یہ غرض حاصل نہین ہوسکتی ہے[1] یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر کسی شخص کو اسواسطے مزدور کیا کہ میرا خط شہر بصرہ مین لیجا کر فلان شخص سے اسکا جواب لا دے وہ شخص مزدور گیا اور فلان شخص مرگیا تھا پس مزدور اس خط کو واپس لایا تو شیخین کے نزدیک اسکو مزدوری کچھ نہ ملیگی اور امام محمد رح کے نزدیک اسکو جانے کا اجر ملیگا اور اگر مزدور خط کو واپس نہ لایا بلکہ میت کے وارث یا وصی کو دیدیا تو بالاجماع اجرت ملیگی۔ اور اگر یہ صورت واقع ہوئی کہ مکتوب الیہ وہان موجود نہ تھا کہین چلا گیا تھا اور ایلچی خط وہین چھوڑ کر لوٹ آیا تو یہ صورت کتاب مین مذکور نہین ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ اسمین بھی وہی اختلاف ہے جو ہمنے ذکر کیا اور بعض مشائخ نے کہا کہ اس صورت مین جانے کی مزدوری بالاتفاق واجب ہوگی۔ اور یہ سب اسوقت ہے کہ جب مستاجر نے جواب لانے کی شرط لگائی ہو۔ اور اگر جواب لانے کی شرط نہ لگائی ہو تو یہ صورت کتاب مین مذکور نہین ہے اور ہم کہتے ہین کہ اگر یہ شرط نہ لگائی اور ایلچی نے خط وہین چھوڑ دیا تاکہ اس شخص کو پہونچ جاوے اگر وہ کہین چلا گیا ہے یا اسکے وارث کو پہونچ جاوے اگر وہ مرگیا ہے تو ایلچی پوری اجرت کا مستحق ہوگا اسیطرح اگر ایلچی نے مکتوب الیہ کو خط دیدیا مگر اسنے نہ پڑھا یہانتک کہ ایلچی بلا جواب واپس آیا تو اسکو پوری اجرت ملیگی کیونکہ جو کچھ اسکے امکان مین تھا اسنے کیا ہے۔ اور اگر اسنے مکتوب الیہ کو نہ پایا پایا مگر اسکو خط نہ دیا بلکہ پھیر لایا تو اسکو کچھ اجرت نہ ملیگی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اسکو جانے کی مزدوری ملیگی اور اگر وہ خط وہین بھول گیا تو بالاجماع اسکو جانے کی مزدوری نہ ملیگی یہ خلاصہ مین ہے۔ اور اگر ایلچی مکتوب الیہ کے پاس بصرہ مین گیا اور خط نہ لیگیا تو بالاجماع اسکو کچھ مزدوری نہ ملیگی۔ اور جس صورت مین کہ جواب لانے کی شرط ٹھہری ہے اگر اسنے مکتوب الیہ کو خط دیا اور جواب لایا تو اسکو پوری مزدوری ملیگی یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اگر کسی شخص نے زید کے پاس بغداد اپنا پیغام پہونچانے کے واسطے کسی شخص کو مزدور مقرر کیا اور مزدور نے بغداد مین پہونچکر دیکھا کہ وہ شخص مرگیا ہے یا کہین چلا گیا ہے پس مرجانے کی صورت مین

[1] قلت ہذا الانیافی دلیل وجوب الاجر وانما ہذا شئی من جرائم الاجیر فلا یسقط بہ الاجر الواجب بفعلہ المشروط فافہم وسیاتی فیہ شئی مزید ۱۲ منہ۔

اُسکے وارثون کو پیغام پہونچادیا یا غائب ہونے کی صورت مین ایسے شخص سے کہدیا جو زید کو پیغام پہونچادے
یا کسی شخص کو پیغام نہ دیا اور لوٹ آیا تو بالاجماع اجرت کا مستحق ہوگا کذا فی الصغری۔ پھر واضح ہو کہ اجرت
کا استحقاق اُس شخص پر ہوتا ہے جسنے اُسکو بھیجا ہے نہ اُس شخص پر جسکے پاس بھیجا گیا ہے یہ محیط مین لکھا ہے
اور اگر کسی شخص کو اسواسطے مزدور مقرر کیا کہ بصرہ مین فلان شخص کے پاس یہ اناج لیجاوے پس
مزدور لے گیا مگر فلان شخص کو نہ پایا یا پایا مگر اناج اُسکو نہ دیا بلکہ واپس لایا تو مستاجر پر کچھ مزدوری
واجب نہوگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ ہشام نے امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ ایک شخص نے کشتی کے مالک سے
اسواسطے کشتی کرایہ کی کہ اسکو فلان موضع مین لیجاوے اور مثلاً دس من گیہون لادلاوے وہ شخص کشتی کو
لیگیا مگر اُسنے وہ گیہون جنکے لادنے کیواسطے کشتی کرایہ کی تھی[1] وہان نہ پائے اور لوٹ آیا تو امام محمد رح نے
فرمایا کہ خالی کشتی لیجانے کا اسپر کرایہ واجب ہوگا۔ اور اگر مستاجر نے یون کہا کہ مین یہ کشتی تجھ سے اس
شرط پر کرایہ لیتا ہون کہ تو فلان موضع سے دس من گیہون یہان لادلاوے پھر کشتی والے نے گیہون
نہ پائے تو اسکو کچھ کرایہ نہ ملیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر کوفہ تک چند خچر اسواسطے کرایہ کیے کہ خچرون والا
وہان سے مستاجر کا اسقدر بوجھ لادلاوے پھر خچرون والے نے کہا کہ مین وہان گیا مگر مینے وہان کچھ بوجھ نہ پایا پس
اگر مستاجر نے اسکے قول کی تصدیق کی تو اُسکو جانے کا کرایہ دینا پڑیگا۔ اور مجموع النوازل مین لکھا ہے
کہ بغداد سے ایک خچر اس واسطے کرایہ لیا کہ اسکو مدائن لیجاوے اور مدائن سے اُسپر اناج لادلاوے
پھر اُسکو مدائن لے گیا اور اناج نہ پایا تو جانے کا کرایہ واجب ہوگا۔ اور اگر بغداد سے اُسکو کرایہ نہ کیا بلکہ
اس طور پر کرایہ کیا کہ مدائن سے اسپر اناج لادلاوے گا تو ایسی صورت مین اسپر کچھ کرایہ واجب نہوگا یہ
وجیز کردری مین ہی۔ اگر کسی شخص کو اسواسطے مزدور مقرر کیا کہ فلان گڈھی مین سے دانہ وچارہ لادلاوے
وہ شخص وہان گیا مگر کچھ نہ پایا تو جو مزدوری ٹھہری ہے اُسکے تین حصے کیے جائینگے یعنی آنے اور جانے
اور بوجھ لانے پر مزدوری تقسیم کرکے جسقدر جانے کے حصہ مین آوے اُسقدر مزدوری دینی واجب
ہوگی کیونکہ اسکا جانا مستاجر ہی کیواسطے واقع ہوا ہے اور یہ حکم اسوقت ہے کہ جب اُسنے گڈھی کا نام بیان[2]
کردیا ہو اور اگر نہ بیان کیا ہو تو جانے کا اجرالمثل اسکو ملیگا مگر پوری اجرت مقررہ کے حساب سے جس قدر
جانے کا حصہ ہوتا ہے اُس سے زیادہ نہ دیا جائیگا یہ فتاوی کبری مین ہی۔ فتاوائے فضلی مین ہے کہ
ایک شخص نے شہر مین ایک خچر اسواسطے کرایہ کیا کہ چکی گھر سے آٹا لادلاوے یا فلان گانون سے گیہون لادلاوے
پھر اُسکو لے گیا مگر گیہون پسے ہوے نہ پائے یا گانون مین گیہون نہ پائے اور شہر کو لوٹ آیا تو دیکھا
جائیگا کہ اگر اُسکے کرایہ کرنے کے وقت بیان کیا تھا کہ مین نے تجھ سے یہ خچر اس شہر سے کرایہ کیا تاکہ
فلان چکی گھر سے آٹا لادلاوے تو آدھا کرایہ واجب ہوگا۔ اور اگر یون بیان کیا ہے کہ مین نے تجھ سے

---

[1] یعنی کشتی والا ۱۲
[2] یعنی معین کردی ہو اور اسکو معلوم ہو ۱۲

یہ خچر ایک درم پر کرایہ لیا ہے تاکہ چکی گھر سے آٹا لاد لاؤن تو اس صورت مین جانے کا کرایہ واجب نہو گا یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی شخص کو اس واسطے مزدور کیا کہ فلان موضع مین جاکر فلان شخص کو بلا لا اور کچھ اجرت ٹھہرالی پس مزدور اُس موضع مین گیا مگر اس شخص کو نہ پایا تو اسکو مزدوری ملیگی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔

بائیسوان باب۔ اُن تصرفات کے بیان مین جس سے مستاجر کو روکا جاتا ہی اور جن سے نہین روکا جاتا ہی

اور موجر کے تصرفات کے بیان مین۔ اگر کسی شخص نے کوئی دار یا بیت کرایہ لیا اور جس واسطے کرایہ لیا ہی اُسکو بیان نہ کیا حتی کہ اجارہ استحساناً جائز ٹھہرا تو مستاجر کو اختیار ہے کہ اسمین سکونت اختیار کرے یا دوسرے کو بساوے اور اسمین اپنا اسباب رکھے اور جو کچھ عمل اُسکی راے مین آوے اسمین کرے مگر وہ عمل ایسا ہو کہ عمارت کو ضرر نہ پہونچاوے اور نہ کمزور کرے جیسے وضو کرنا اور کپڑے دھونا وغیرہ اور جو کام ایسا ہو کہ اُس سے عمارت کو ضرر پہونچتا ہے اور کمزور ہوتی ہی جیسے چکی کا کام یا لوہارون کا پیشہ و کندی گری وغیرہ ایسے کام بدون مالک مکان کی رضامندی کے نہین کرسکتا ہے۔ اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ چکی سے مراد پن چکی اور بیل چکی ہی اور جو ہاتھون سے چلائی جاتی ہی وہ مراد نہین ہے اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اگر ہاتھون کی چکی سے عمارت کو ضرر ہوتا ہو تو اس سے بھی ممانعت کی جائیگی اور اگر مضر نہو تو ممانعت نہ کیجائیگی اور اسی قول کی طرف شمس الائمہ رح نے میل کیا ہی۔ اور اسی پر فتوے ہے یہ محیط مین ہی۔ اور مستاجر کو اختیار ہو کہ اسمین اپنی سواری کا جانور داونٹ وبکری باندھے اور اگر اس مکان مین مربط نہو تو اسکو مربط بنا لینے کا اختیار نہین ہی۔ اور شرح شافی مین مذکور ہے کہ جو حکم کتاب مین مذکور ہے یہ اہل کوفہ کے رواج کے موافق ہی مگر ہمارے بخارا مین حویلیان نہایت تنگ ہوتی ہین آدمیون کی گنجایش نہین ہوتی تو چوپایہ سواری وغیرہ باندھنے کا کیا ذکر ہے اور سواری کے جانور کو مکان کے دروازے باندھے اور اگر چوپایہ نے کسی آدمی کو مارا کہ مرگیا یا کوئی دیوار بیجھ کر گرادی تو ضامن نہوگا یہ خلاصہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک دار کی ایک منزل کرایہ لی حالانکہ اُس دار مین سواے اس شخص کے اور لوگ بھی رہتے ہین پھر اُس شخص نے اپنا چوپایہ دار کے اندر داخل کیا یا اُس دار کے دروازے پر کھڑا کیا اور اُسنے کسی شخص کو مارا یا کوئی دیوار گرادی یا اس شخص کے مہمان نے اپنا چوپایہ دار مین داخل کیا یا دروازہ پر کھڑا کیا اور اس نے کسی رہنے والے کو مارا تو مہمان یا میزبان پر ضمان لازم نہ آویگی لیکن جسوقت چوپایہ نے کسی شخص کو مارا ہے اگر چوپایہ کا مالک اسوقت اسپر سوار ہو تو ضامن ہو گا یہ مبسوط مین ہی۔ اور مکان کے اندر پکانے وغیرہ کی غرض سے عادت کے موافق لکڑیان چیرنے سے منع نہ کیا جائیگا کیونکہ اس سے مکان کمزور نہین ہوتا ہے اور اگر عادت سے زیادہ لکڑیان چیرے کہ اس سے عمارت کمزور ہوتی ہو تو بدون مالک کی رضامندی کے ایسا نہین کرسکتا ہے اور اسی قیاس پر کوٹنا بھی اسی تفصیل کے ساتھ ہونا چاہیے کیونکہ تھوڑے کوٹنے کی ضرورت خواہ مخواہ ہوتی ہے اور یہ عادت جاری ہی کہ دار کے لوگ اپنے کپڑے

اپنی اپنی منزل مین کندی کے واسطے کوٹتے ہین اور اسقدر کوٹنے سے عمارت کمزور نہین ہوتی ہے یہ تبیین مین ہے۔ اور اگر مستاجر نے کرایہ کے مکان مین کوئی لوہار یا کندی گر بٹھایا یا خود ہی یہ کام کیا اور کچھ عمارت گر گئی تو اسکی قیمت کا ضامن ہوگا کیونکہ لوہاری یا کندی گری کے اثر سے یہ عمارت منہدم ہوئی ہے رہنے کے باعث سے نہین گری پس جسقدر کی اُس نے ضمان ادا کردی ہے اتنی عمارت کی اجرت اسپر واجب نہوگی یہ نہایہ مین ہے۔ اور کتاب مین یہ نہ فرمایا کہ ضمان ادا نہین کی ہے مثلاً صحن کی اجرت اسپر واجب ہوگی یا نہوگی اور واجب یہ ہے کہ اجرت لازم ہو یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر لوہاری یا کندی گری سے کچھ عمارت منہدم نہ ہوئی تو قیاس کے حکم سے اس پر اجرت واجب نہوگی مگر استحساناً جو اجرت قرار پائی ہے وہ واجب ہوگی۔ اور اگر موجر و مستاجر نے اختلاف کیا اور مستاجر نے کہا کہ مین نے لوہاری کے کام کیواسطے مکان کرایہ لیا تھا اور موجر نے کہا کہ تو نے رہنے ہی کے واسطے کرایہ لیا تھا تو موجر کا قول قبول ہوگا اسی طرح اگر ایک نوع کے سوائے دوسری نوع کے اجارہ سے انکار کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر دونون نے گواہ قائم کئے تو مستاجر کے گواہ قبول ہونگے یہ نہایہ مین ہے۔ اور اگر کسی شخص نے دوسرے سے ایک دار ایک لوہار بٹھانے کے واسطے اجارہ لیا پھر اُسنے چاہا کہ اسمین کندی گر بٹھاوے تو اسکو اختیار ہے بشرطیکہ دونون کے کام سے یکسان ضرر ہوتا ہو یا کندی گری کی مضرت کم ہو اور چکی کا حکم بھی اسی طور سے ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے ایک دار یا منزل سکونت کے واسطے کرایہ کی پھر اسمین نرا ولیکن گیہون یا جو یا چھوہارے وغیرہ از قسم طعام بھر دیے تو مالک مکان کو اختیار نہین ہے کہ مستاجر کو اس سے منع کرے یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک شخص نے ایک دار کرایہ لیا اور اسمین وضو وغیرہ کے پانی کے واسطے ایک بچہ بچہ کھودا اور اسمین ایک آدمی ہلاک ہوگیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر اُسنے مالک مکان کی اجازت سے کھودا ہے تو ضامن نہوگا چنانچہ اگر خود مالک مکان کھودتا تو یہی حکم تھا اور اگر اسکی بلا اجازت کھودا ہے تو ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک شخص نے ایک دوکان زید سے کرایہ لی اور اُسی کے برابر دوسری دکان عمرو سے کرایہ لی اور دونون دوکانون کے بیچ کی دیوار مین سوراخ کرلیا تاکہ اسکو آسانی و آرام ملے تو دیوار کی خرابی کا ضامن ہوگا اور دونون دوکانون کا پورا کرایہ دینا پڑیگا یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ ایک شخص نے ایک سال کیواسطے دس درم پر ایک منزل کرایہ لی اور وہ شخص اس منزل کی بیت مین سے باہر ہوگیا اور اسکے اہل نے عمداً وہ بیت کسی شخص کو کرایہ دیا یا کسی شخص کو بلا اجرت بسایا پھر وہ بیت منہدم ہوگیا تو اسکی دو صورتین ہین یا تو اُس ساکن کی سکونت سے منہدم ہوا یا غیر وجہ سے منہدم ہوا اور دونون صورتون مین مستاجر پر ضمان نہ آویگی اور آیا اہل یا ساکن پر ضمان آویگی یا نہین پس اگر اُس ساکن کی سکونت کے سبب سے منہدم نہین ہوا ہے بلکہ اور وجہ سے منہدم ہوا ہے تو کسی شخص پر ضمان نہ آویگی یہ قول امام اعظم رح کا دوسرا قول امام ابو یوسف رح کا ہے اور امام محمد رح کے نزدیک ضمان لازم ہوگی اور مالک مکان کو اختیار

ہوگا کہ چاہے اہل سے ضمان لے یا ساکن سے پس اگر اسنے اہل سے ضمان لی تو وہ لوگ اس شخص ساکن سے مال ضمان واپس نہیں لے سکتے ہیں اور اگر اسنے ساکن سے ضمان لی تو ساکن مال ضمان کو اہل سے واپس بھر لیگا اور اگر بیت اس ساکن کی سکونت کی وجہ سے منہدم ہوا ہے تو وہ ساکن بالاجماع ضامن ہوگا اور آیا جو اُسنے ڈانڈ دیا ہے وہ اہل سے واپس لے سکتا ہے یا نہیں پس اسمین وہی اختلاف ہے جو ہمنے ذکر کیا ہے یہ محیط مین ہی۔ اگر کوئی بیت کرایہ لیا اور یہ بیان نہ کیا کہ کس کام کے واسطے کرایہ لیتا ہے پھر اسمین خود رہا اور اپنے ساتھ دوسرے کو بسایا اور دوسرے کے رہنے سے مکان منہدم ہوگیا تو ضامن نہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور موجر کو مستاجر کے کرایہ والے مکان مین آجانے کے بعد یہ اختیار نہیں ہی کہ اس مکان مین اپنا چوپایہ باندھے اور اگر باندھا اور اسنے کچھ تلف کیا تو ضامن ہوگا ولیکن اگر مستاجر کی اجازت سے اندر لایا ہے تو ایسا نہیں ہے بخلاف اسکے اگر اپنا مکان عاریت دیا اور پھر مستعیر کی بلا اجازت اپنا چوپایہ اُس مکان مین لایا تو جائز ہے اور جو کچھ اُسنے تلف کیا اسکا ضامن نہوگا اور یہ حکم اسوقت ہے کہ جب اسنے پورا مکان کرایہ دیا ہوا اور اگر مکان کا صحن کرایہ نہ دیا ہو تو اسکو اختیار ہے کہ مکان کے اندر صحن مین اپنا چوپایہ داخل کرے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر کسی شخص سے ایک دار ایک درم ماہواری پر کرایہ لیا اور دار کے اندر ایک کنوان ہے اور موجر نے مستاجر کو حکم دیا کہ اس کنوئین کو اگر دا کر اُسکی مٹی نکلوا ڈالے اسنے نکلوائی اور مکان کے صحن مین ڈلوادی اور اسمین ایک آدمی پھنس کر مرگیا تو مستاجر ضامن نہوگا خواہ موجر نے اُسکو صحن مین مٹی ڈلوانے کی اجازت دی ہو یا نہ دی ہو اور یہ حکم اسوقت ہے کہ جب مستاجر نے کنوان اگر وا کر صحن مین مٹی ڈالی ہو اور اگر موجر نے ایسا کیا اور صحن مین مٹی ڈالی اور کوئی شخص مرگیا پس اگر مستاجر کی اجازت سے ایسا کیا ہے تو ضامن نہوگا اور اگر اسکی بلا اجازت ایسا کیا ہے تو ضامن ہوگا۔ اور اسی کی نظیر اس صورت مین حکم ہے کہ جب مستاجر کے کرایہ والے مکان مین موجر نے اپنی کوئی چیز رکھی ہو اور اُس سے کوئی شخص مرگیا ہو یعنی تو بھی اسی تفصیل سے حکم ہوگا اور یہ سب اس صورت مین ہی جب مٹی صحن مین ڈالی گئی ہو اور اگر مٹی نکلوا کر مسلمانون کے راستہ مین یعنی شارع عام مین ڈالی گئی ہو اور اس سے کوئی آدمی ہلاک ہوگیا تو مٹی ڈلوانے والا ضامن ہوگا خواہ مستاجر ہو یا موجر ہو یہ محیط مین ہی۔ وقفی گھر کے مستاجر کو یہ اختیار ہے کہ جسقدر مٹی مکان مین جھاڑو دینے سے جمع ہوگئی ہے اُسکو پھینکدے بشرطیکہ اُسکی کچھ قیمت نہو اور اُسکو اختیار ہے کہ اسمین کھونٹیان گاڑے اور اُسکی دیوار استنجا کرے اور اسمین چہ بچہ بنالیوے ولیکن اگر چہ بچہ بنانے مین کوئی کھلا ہوا نقصان ہو تو نہیں بنا سکتا ہے یہ قنیہ مین ہے۔ ایک شخص نے کوئی زمین زراعت کے واسطے اجارہ پر لی تو اُسکو زمین کا پانی یعنی جہان سے اسکو پانی دیا جاتا ہی وہ پانی اور زمین کا راستہ اُسی اجارہ سے ملنا ضرور ہی اگرچہ بوقت اجارہ کے شرط نکرلی ہو اسی طرح اگر کوئی مکان کرایہ لیا تو بدون شرط کیے ہوئے مکان کا راستہ اُسکو ملنا ضرور ہے یہ شرح

جامع صغیر قاضی خان مین ہے۔ ایک سال کے واسطے ایک زمین اس شرط سے کرایہ لی کہ جو کچھ مستاجر کا جی چاہیگا اسمین بوئے گا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ دو فصلین ربیع و خریف کی اسمین زراعت کرے یہ قنیہ مین ہے۔ دو شخصون نے ایک دار مین سے دو بیت کرایہ لیے ہر ایک نے ایک ایک بیت کرایہ لیا اور ہر ایک نے کوئی کام شروع کیا اور دوسرے کو اپنا بیت دیا اور اُسمین دوسرے نے سکونت اختیار کی پھر دونون مین سے ایک بیت گر گیا یا دونون گر گئے تو دونون مین سے کوئی شخص ضامن نہوگا۔ اور اگر ہر ایک کرایہ دار دوسرے کے بیت مین بدون دوسرے کی اجازت کے رہا تو بالاجماع سب ائمہ رح کے نزدیک ہر ایک اُس چیز کا ضامن ہوگا جو اسکے رہنے کی وجہ سے منہدم ہو گئی ہے یہ محیط مین ہے۔ دو شخصون نے اپنے آپ کام کرنے کے واسطے ایک دوکان کرایہ لی یعنی اُسمین خود دونون کام کرتے ہین پھر دونون مین سے ایک نے ایک مزدور مقرر کرکے اپنے ساتھ بٹھایا اور دوسرے شخص شریک نے منع کیا تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اُس شخص کو اختیار ہے کہ اپنے ساتھ اپنے حصہ مین جسکو چاہے بٹھلا دے بشرطیکہ اُسکے شریک کو کوئی کھلا ہوا ضرر نہ پہونچتا ہو اور اگر شریک کو کوئی ضرر ظاہر پہونچتا ہو تو اس سے منع کیا جائیگا۔ اسی طرح اگر ایک شریک کے پاس اسباب زیادہ ہو تو بھی اُسکو اختیار ہے کہ اپنے حصہ مین جسقدر چاہے رکھے بشرطیکہ اُسکے شریک کو ضرر ظاہر نہ پہونچے ورنہ منع کیا جائیگا اور اگر دونون مین سے ایک نے چاہا کہ بیچ دوکان مین کوئی دیوار بنالے تو اُسکو یہ اختیار نہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر دو شخصون نے ایک دوکان کرایہ لی اور باہم دونون نے یہ شرط ٹھہرائی کہ ہم دونون مین سے ایک اگلی طرف گھر مین رہیگا اور دوسرا پچھلی طرف رہیگا تو یہ امر ایسا ہے کہ اس سے کچھ لازم نہین آتا ہے اور اگر ایسی شرط موجر کے ساتھ قرار دی تو عقد اجارہ فاسد ہو جائیگا یہ غیاثیہ مین ہے۔ ایک شخص نے ایک دوکان وقفی جوار کوٹنے کیواسطے کرایہ لی تو اسکو اس کام کرنیکا اختیار رہیگا بشرطیکہ یہ امر عمارت کو مضر نہو اور دار مسبلہ کے اجارہ لینے والے کو یہ اختیار نہین کہ اُسکو اصطبل بنادے یہ قنیہ مین ہے اگر مستاجر نے اجارہ کے دار مین تنور یا آگ کی بھٹی بنائی اور اُس سے پڑوسیون کے گھر یا حصہ کرایہ والے مکان کا جل گیا تو اُسپر ضمان لازم نہ آویگی خواہ اُسنے مالک دار کی اجازت سے ایسا کیا ہو یا بلا اجازت ایسا کیا ہو۔ اور اگر مستاجر نے تنور گاڑنے مین کوئی ایسا فعل کیا جو لوگ نہین کیا کرتے ہین مثلاً اُسنے تنور رکھنے مین احتیاط نہ کی یا اسقدر آگ جلائی کہ اسقدر آگ تنور دن مین نہین جلائی جاتی ہی تو ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ و ظہیریہ مین لکھا ہے اگر کوئی زمین اجارہ یا مستعار لی اور اُسکی نباتات کاٹ کر جلائی کہ جس سے دوسری زمین سے کچھ جل گیا تو اُسپر ضمان لازم نہ آوے گی کیونکہ یہ تسبیب[۲] ہے اور بنفسہ مباشرۃ فعل نہین ہے اور تسبیب مین تاوقتیکہ تعدی نہو ضمان لازم نہین آتی ہے اور تعدی یہان نہین پائی گئی کیونکہ اسنے فقط اپنی ملک مین تصرف کیا ہے

[۱] یہ شرط نہین ہے بلکہ صرف صورت مسئلہ بیان کرنے کے واسطے ہے ۱۲ [۲] تسبیب یہ انگیختہ کرنا ۱۲ — + + + + + --

اور صدر الشہید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک شخص نے کاٹنے یا بھوسا اپنی زمین مین جلایا اور اُسکی چنگاریان
ہوا سے اڑکر دوسری زمین مین پہونچین کہ دوسری زمین کی کھیتی جل گئی اور یہ کھیتی وزمین دوسرے
شخص کی ہی پس اگر یہ آگ اُس پڑوس کی زمین سے اسقدر دور تھی کہ غالبًا عادت کے موافق اس کے
شرارات دوسری زمین مین نہین پہونچتے ہین تو ضامن نہوگا کیونکہ جو کچھ واقع ہوا یہ ہوا کی وجہ سے آگ کا
فعل ہی اور اگر اسقدر فصل ہے کہ اکثر اتنے فاصلہ سے آگ کی چنگاریان موافق عادت کے اُس زمین تک
پہونچتی ہین تو ضامن ہوگا کیونکہ اُسکو اپنی زمین مین آگ جلانے کا اختیار ہے مگر اس صورت مین اختیار ہے
کہ ایسے طور سے جلاوے کہ دوسرے کی زمین کو ضرر نہ پہونچے یہ غایۃ البیان مین ہے ایک شخص نے
ایک معین چوپایہ کسی قدر معلوم بوجھ لادنے کے واسطے کرایہ کیا پس مالک نے چاہا کہ مستاجر کے اسباب کے ساتھ
اُسپر اپنا بھی کچھ بوجھ لادے تو مستاجر کو اختیار ہے کہ چوپایہ کے مالک کو اس فعل سے منع کرے اور باوجود
اُسکے اگر مالک نے اپنا کچھ بوجھ لادا اور وہ چوپایہ منزل مقصود تک پہونچ گیا تو مستاجر پر پوری اجرت
واجب ہوگی بخلاف اسکے اگر مستاجر نے کوئی گھر کرایہ لیا اور تھوڑے گھر مین مالک مکان نے اسباب
ذاتی رہنے دیا تو اس صورت مین مستاجر کے ذمہ سے بقدر اسکے حصہ کے کرایہ ساقط ہوجائیگا یہ صغری
مین ہی۔ اور شرح طحاوی مین مذکور ہے کہ مستاجر کو اختیار ہے کہ اجارہ کی چیز کو عاریت دے یا ودیعت
رکھے یا اجارہ پر دیدے اور یہ مسئلہ یون ہی مطلقًا مذکور ہے اور تاویل اسکی یہ ہے کہ یہ حکم اُسوقت
ہے کہ جب اجارہ کی چیز ایسی چیز ہو کہ لوگ اس سے یکسان نفع اُٹھاتے ہین اور اگر ایسی چیز ہو کہ لوگ
اُس سے مختلف طور سے نفع اُٹھاتے ہین تو مستاجر کو اختیار نہین ہے کہ اُس کو اجارہ پر یا عاریت دیدے
حتی کہ اگر کسی شخص نے کوئی ٹٹو کرایہ لیا تاکہ خود سوار ہو تو اُسکو اختیار نہین ہی کہ کسی دوسرے کو اجارہ پر
عاریت دیدے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر اجارہ کی مدت مثلاً ایک سال گذرنے کے بعد مستاجر غائب
ہوگیا اور اُسنے مکان کی کنجی مالک مکان موجر کو نہ دی تو موجر کو اختیار ہے کہ بلا اجازت حاکم کے اُسمین
دوسری کنجی لگاکر کسی دوسرے شخص کو کرایہ پر دیدے یہ قنیہ مین ہی۔ فتاوای آہو مین لکھا ہی کہ قاضی
بدیع الدین رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ مستاجر نے اجارہ کی چیز اپنے قرضخواہ کے پاس رہن کردی تو جتنے
دنون قرضخواہ کے پاس رہے اسکا کرایہ کس شخص پر واجب ہوگا فرمایا کہ مستاجر پر نہین واجب ہوگا کیونکہ
جب اُس نے رہن کردی تو وہ چیز امانت سے نکلکر ضمان مین داخل ہوگئی اور جب ایسی
صورت ہوگئی کہ اگر تلف ہوجاوے تو ضمان دینی واجب ہو تو اجرت واجب نہوگی اگرچہ تلف
نہوا اور صحیح سالم سپرد کرے اگر قرضخواہ نے مستاجر سے زبردستی بدون اسکی رضامندی کے لے لی
ہو تو اجرت واجب ہوگی کیونکہ مستاجر کو واپس کرلینے کا استحقاق حاصل ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔

تیئیسوان باب۔ حمام اور چکی کے اجارہ لینے کے بیان مین۔ حمام کی اجرت لینا اور پچھنے لگانے کی اجرت لینا

جائز ہی اور یہی صحیح ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ اگر چند ماہ معلوم کے واسطے اجرت معلومہ پر کوئی حمام اجارہ لیا تو جائز ہی اور اگر
ایک حمام مردون کا اور ایک حمام عورتون کا ہو اور دونون کے حدود بیان کردیے ولیکن اسنے عقد اجارہ مین حمام کا
لفظ بیان کیا تو قیاساً ایسا اجارہ جائز نہین ہے اور استحساناً جائز ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ دونون
حامونکا دروازہ ایک ہو اور دہلیز ایک ہو اور اگر ہر ایک حمام کا دروازہ علیحدہ ہو تو عقد جائز نہین ہی تاوقتیکہ دونکا نام نہ لے
یہ محیط مین ہی ایک شخص نے ایک حمام مع حدود کے اجارہ لیا یعنی حدود بلفظہا بیان کردیے تو بدون لفظ حقوق کے ذکر
کرنے کے اُسکے توابع داخل ہوجاوینگے جیسے پانی کا کنوان اور پانی جاری ہونے کی راہ اور حمام اور
گوبر پڑنے کی جگہ کیونکہ حمام سے بدون اُن چیزون کے نفع حاصل نہین ہوسکتا ہی اور حمام کی تعمیر
چہار دیواری پوتنا اور حوض و پانی کی راہ اور کنوان اور دیگون کی درستی یہ سب مالک حمام کے ذمہ ہے
اور باوجود اسکے کہ اُسکی درستی مالک حمام کے ذمہ ہوتی ہے اگر مالک حمام نے مستاجر سے شرط کردی
کہ دس درم ماہواری اسکی مرمت مین صرف کردیا کرے اور اجازت دیدی تو جائز ہے اور یہ حیلہ ہے
اور مستاجر اسکی طرف سے خرچ کرنے مین نائب قرار دیا جائے گا چنانچہ اگر ٹٹو کے مالک نے مستاجر سے شرط کی
کہ اجرت مین سے کچھ اجرت اُسکے دانہ چارہ مین خرچ کرے تو استحساناً جائز ہے یا اگر یون کہے کہ مین نے
تجھے دو مہینہ کا کرایہ حمام کی مرمت کے واسطے چھوڑ دیا تو جائز ہے اور اگر مستاجر نے کہا کہ مین نے اُسکی مرمت
مین اسقدر خرچ کیا ہے تو بدون حجت کے اُسکی تصدیق نہ کیجاویگی یا حمام کے مالک سے اُسکے علم پر قسم
لے یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور اگر مستاجر نے چاہا کہ اُس بات مین میرا قول بدون گواہون کے مقبول ہو تو
اسکا حیلہ یہ ہے کہ دس درم مالک حمام کو دیدے پھر مالک حمام اسکو دیدے اور حکم دے کہ اسکو مرمت
حمام مین صرف کرے تو اس صورت مین مستاجر امین ٹھہریگا اور دوسرا حیلہ گواہون کے ساقط ہونے کا
یہ ہے کہ مقدار مرمت کے واسطے کوئی شخص عادل مقرر کرے پس مستاجر کا قول مقدار خرچ مین مقبول ہوگا
کیونکہ عادل امین ہوتا ہے یہ محیط مین ہی اور اگر دونون نے اپنے درمیان کسی شخص ثالث عادل کو مقرر
کیا کہ وہ وصول کر کے حمام کی مرمت مین خرچ کردیا کرے پھر مستاجر نے کہا کہ مین نے اُسکو دیدیا اور
مالک حمام نے تکذیب کی پس اگر مرد عادل نے تصدیق کی تو مستاجر بری ہوگیا اور اگر وہ شخص عادل
اجرت کا کفیل ہو تو وہ بھی مثل مستاجر کے غیر موتمن یعنی غیر امین ہوگا اور اُسکے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی
یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اور اگر حمام کے کنوئین کا پانی فاسد ہوگیا تو حمام کے مالک پر تمام پانی کھینچنے کے
واسطے جبر نہ کیا جائیگا ولیکن مستاجر کو فسخ اجارہ کا حق حاصل ہوگا یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور حمام کا ایندھن
اور راکھ مدت اجارہ گذرنے پر مستاجر کی قرار دیجائیگی اور حکم دیا جائیگا کہ اُسکو اٹھوا لیجاوے اور
اگر مستاجر نے انکار کیا کہ یہ راکھ میرے فعل سے نہین ہی تو اسی کا قول قبول ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔
اور حمام کے اجارہ مین راکھ اور گوبر کا اٹھوانا اور موضع غسالہ کا خالی کرنا مستاجر کے ذمہ ہے خواہ پانی نکلنے کی

موری کھلی ہوئی ہو یا پٹی ہوئی ہو اور یہ اگر یہ امور موجر کے ذمہ شرط کیے تو اجارہ فاسد ہوگا اور اگر مستاجر کے ذمہ شرط کئے تو اجارہ وشروط دونون جائز ہین یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر مستاجر کے ذمہ مالک حمام نے ہر مہینہ دس طلآت کی شرط لگائی تو اجارہ فاسد ہے یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر مستاجر کی جہت سے چہ بچہ جس مین پانی جمع ہوتا ہے پٹ گیا تو موجر پر واجب ہوگا کہ اسکو صاف کرا دے یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر چند ماہ معلوم کے واسطے دو حمام کسی قدر اجرت معلومہ پر کرایہ لیے اور دونون پر قبضہ کرنے سے پہلے ایک حمام منہدم ہوگیا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ باقی کا اجارہ ترک کر دے اور اگر دونون پر قبضہ کے بعد ایک منہدم ہوا تو باقی حمام بعوض اسکے حصہ اجرت کے لازم ہوگا یہ مبسوط مین ہے اگر کوئی حمام ایک ایک سال کے واسطے کسی قدر اجرت معلومہ پر کرایہ لیا مگر موجر نے دو مہینہ تک مستاجر کے سپرد نہ کیا پھر باقی مدت کیواسطے سپرد کیا مگر مستاجر نے لینے سے انکار کیا تو مستاجر پر جبر کیا جائیگا کہ اُسپر قبضہ کرے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ایک حمام اجارہ لیا اور قبضہ سے پہلے یا بعد ایک بیت اُسکا منہدم ہوگیا تو اُسکو ترک کر دینے کا اختیار ہے یہ مبسوط مین ہی۔ ایک شخص نے سال بھر کیواسطے حمام اجارہ دیا پھر درمیان سال مین کسی دوسرے کو اجارہ پر دیدیا تو اجارہ ثانیہ صحیح نہین ہے[1] لیکن اگر دوسرا مستاجر بعد انقضاء مدت کے اجارہ لے تو صحیح ہی کیونکہ اجارہ کو زمانہ مستقبل کی طرف نسبت کرنا صحیح ہی یہ جواہر الفتاوی مین ہی۔ اگر ایک حمام اور ایک غلام اجارہ لیا تاکہ یہ غلام اس حمام کے کامونمین درستی کرے پھر دونون پر قبضہ کرنے کے بعد حمام گر گیا تو اسکو غلام کا اجارہ ترک کر دینے کا اختیار ہے اور اگر غلام مر گیا تو اُسکو حمام کا اجارہ ترک کرنیکا اختیار ہے اور اگر اُسنے غلام کو اسواسطے نہین لیا کہ حمام کے کامون کی درستی کرے تو اُسکو ترک کرنے کا اختیار کچھ نہوگا کذا فی محیط السرخسی قال المترجم ظاہر مراد یہ ہی کہ اسکو حمام یا غلام دونون مین سے کسی کے ترک کا اختیار نہوگا واللہ اعلم۔ ایک شخص نے ایک حمام بدون اسکی دیگون کے ایک سال کے واسطے اجارہ لیا اور مستاجر نے دیگین کسی دوسرے سے اجارہ لین مگر وہ دیگین ٹوٹ گئین اور ایک مہینہ بھی مستاجر نے حمام مین کام نہ کیا تو حمام والے کو کرایہ ملنا واجب ہے کیونکہ اسنے موافق التزام عقد کے حمام سپرد کر دیا ہے اور مستاجر کو اس سے نفع اُٹھانا بھی ممکن تھا کیونکہ دوسری دیگین کرایہ لے سکتا تھا بخلاف اسکے اگر یہ دیگین حمام والے کی ہون اور ٹوٹ جاوین تو مستاجر کو وہ نفع جو عقد اجارہ کے روسے حاصل ہونا چاہئے حاصل نہوگا تاوقتیکہ حمام والا اپنی دیگین درست کرا کر مستاجر کے سپرد نہ کرے اور دیگون والے کو جب سے دیگین ٹوٹ گئین ہین تب سے اجرت نہ ملیگی کیونکہ مستاجر کو اُسنے نفع حاصل کرنے کی قدرت نہ دی۔ اور مستاجر پر اُسکی ضمان واجب نہوگی خواہ دیگین عادت کے موافق کام مین لانے سے شکست ہوئی ہون یا غیر عادت کے موافق کام سے شکستہ ہوئی ہون یہ مبسوط مین ہے۔

[1] قولہ صحیح نہین ہے یعنی بالفعل قبضہ اجارہ یا بالفعل کا اجارہ صحیح نہین ہے اور اگر اجارہ یون ٹھہرا کہ مین نے تجھے اس سال کے گذرنے پر اجارہ دیا اور مستاجر ثانی نے قبول کیا تو صحیح ہے ۱۲ منہ

ایک شخص حمام مین ایک دانگ پر اس شرط سے داخل ہوا کہ حمام والا حمام گرم کرے یا ایک پیسے پر اس شرط سے داخل ہوا کہ غسل کرے تو قیاساً فاسد ہے اور استحساناً جائز ہے کیونکہ عرف وتعامل یون جاری ہو یہ محیط سرخسی مین ہو۔ ایک شخص نے ایک سال کے واسطے ایک حمام کسی قدر اجرت معلومہ پر اجارہ لیا اور اُس حمام کا چلن ایسا خراب ہو گیا کہ اُسکا ماحصل بقدر اجرت کے بھی نہین آتا ہے اور مستاجر نے چاہا کہ مین اجارہ توڑ کر حمام واپس کر دون تو فرمایا کہ اگر اُسنے حامی نہین کی ہو تو اُسکو اختیار ہے کہ حمام واپس کر دے یہ جواہر الفتاوے مین ہو۔ اگر ایک مہینہ کیواسطے ایک حمام اجارہ لیا اور پھر دوسرے مہینے بھی اسمین کام کیا تو دوسرے مہینہ کا کرایہ اُسپر واجب نہوگا اور ہمارے اصحاب سے مروی ہے کہ اُسپر دوسرے مہینہ کا کرایہ بھی پڑیگی واجب ہوگا اور ایسا ہی دار کے مسئلہ مین مروی ہو اور کرخی و محمد بن سلمہ سے منقول ہو کہ انھون نے دونون روایتون مین اس طرح توفیق دی ہو کہ اجرت واجب نہونا ایسی صورت مین ہے کہ جب حمام یا دار کرایہ پر چلنے کیواسطے نہو اور جس صورت مین کہ کرایہ چلنے کے واسطے رکھا گیا ہو تو کرایہ دوسرے مہینہ کا بھی واجب ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر کوئی حمام اجارہ لیا پھر دیکھا تو وہ شکستہ وخراب ہے تو اجارہ توڑ سکتا ہے اور جتنی مدت گذر گئی اگر اسمین اصل منفعت حاصل ہوئی تو اسقدر اجرت واجب ہوگی۔ اور اگر کوئی حمام اجارہ لیا اور حمام مین موجر مع اپنے بعض دوستون کے داخل ہوا تو اُسپر اجرت واجب نہوگی کیونکہ اُسنے مدت اجارہ کے اندر بعض معقود علیہ یعنی کچھ منفعت حمام کی واپس لی اور کرایہ مین سے بھی کچھ ساقط نہوگا کیونکہ معلوم[1] نہین ہو یہ جواہر الفتاوی مین ہو۔ مجموع النوازل مین لکھا ہے ایک شخص نے حمام اس شرط سے کرایہ لیا کہ حمام کے چلنے کے موسم و نہ چلنے کے موسم دونون حالتون مین مستاجر پر کرایہ واجب ہوگا تو یہ شرط مقتضائے عقد کے خلاف ہے پس عقد فاسد ہوگا یہ خلاصہ مین ہو۔ امام محمد رہ نے کتاب الاصل مین فرمایا کہ ایک شخص نے ایک چکی اُس بیت مین جسمین وہ ہے مع اُسکی متاع کے دس درم ماہواری پر کرایہ لی پھر اُسنے اسمین بیس درم ماہواری پسائی کا کام کیا پس بیس درم نفع اُٹھائے پس آیا زیادتی اُسکو حلال ہے یا نہین تو اُسکی دو صورتین ہین اگر اُسنے کوئی ایسی اصلاح کر دی ہے جس سے چکی کو نفع حاصل ہو جیسے اُسکی نہر صاف کرانا یا اُس کے پتھر تلانا وغیرہ یا ایسی کوئی اصلاح نہین کی پس اگر کوئی اصلاح نہین کی اور خود ہی اُسنے پیسنے کا کام کیا تو زیادتی حلال ہو اور اگر اناج کے مالک نے اپنے آپ پیسا ہے تو زیادتی مستاجر کو حلال نہین ہو اور اگر مستاجر نے کوئی شے اصلاح بڑھائی ہو تو زیادتی اسکو حلال ہے اگرچہ اُسنے خود پیسنے کا کام نہ کیا ہو یہ محیط مین ہو۔ اگر نہر کے کنارے کوئی مقام اسواسطے کرایہ لیا کہ اسپر ایک عمارت پن چکی گھر کی بنا دے اور اُسمین پنچکی رکھے بشرطیکہ چکی کے پاٹ اور تمام اسباب ولوہا وعمارت سب مستاجر کے ذمہ ہے تو یہ جائز ہے اور اگر نہر کا پانی منقطع ہو گیا اور پسائی نہو سکی اور مستاجر نے اجارہ فسخ نہ کیا تو مستاجر پر اجرت لازم ہوگی یہ مبسوط مین ہو۔ اور اگر چکی کے مالک نے پانی ٹوٹ جانے کا خوف کیا کہ پانی ٹوٹنے سے

[1] مین کہتا ہون کہ یہ علت محض سست ہے ۱۲ منہ

اجارہ فسخ ہوگا پس اُسنے چکی گھر اور چکی کے پاٹون اور متاع کو خاصۃً[1] اجارہ دیدیا تو جائز ہی پھر اگر پانی منقطع ہوگیا تو عذر قرار دیا جائیگا اسی طرح اگر یہ شرط قرار دی کہ اگر پانی منقطع ہو جاوے تو مستاجر کو خیار نہین ہی تو ایسی شرط کا کچھ اعتبار نہین ہی یعنی انقطاع کا عذر متحقق ہوگا یہ محیط مین ہی - ایک پن چکی گھر یا ایک حمام دو شخصون مشترک ہے اور ہر ایک شریک کا حصہ ایک ایک شخص نے اجارہ لیا پھر ایک مستاجر نے اپنے موجر کی اجازت حمام کی مرمت مین کچھ خرچ کیا اور چاہا کہ جو کچھ اُسنے خرچ کیا ہے وہ مال اس مالک سے واپس لے جسنے اُسکو اجارہ نہین دیا ہے تو ایسا نہین ہوسکتا ہے بلکہ اسی شخص سے لے سکتا ہے جسنے اسکو اجازت دی ہے یعنی اپنے موجر سے کیونکہ اُسی کی اجازت سے اُسنے خرچ کیا ہے پس ایسا ہوا کہ گویا خود اُسکے موجر نے خرچ کیا ہی اور اُسکا موجر یعنی شریک اپنے شریک سے صرف اسی صورت مین بقدر اسکے حصہ کے واپس لے سکتا ہی کہ جب مرمت مین خرچ کرنا شریک کی اجازت یا قاضی کے حکم سے ہوا اور قاضی پہلے اسکے شریک کو حکم کریگا کہ اس حمام یا چکی گھر کی مرمت کرے پس اگر اُسنے مرمت نہ کی تو شریک کو حکم دیگا کہ تو اسکی مرمت کرادے اور جو کچھ حصہ تیرے شریک کے ذمہ پڑے اس سے نالش کرکے لے لے یہ جواہر الفتاوی مین ہی - ایک شخص نے گیہون پیسنے کے واسطے ایک چکی اجارہ پر لی پھر اسمین ایسا اناج پیسا جسکے پیسنے سے مثل گیہون کے یا اُس سے کم چکی کو ضرر پہونچتا ہے تو شرط اجارہ مین مخالفت کرنے والا شمار نہوگا اور اگر ایسا اناج پیسا جس سے چکی کو گیہون سے زیادہ ضرر پہونچتا ہے تو مخالف و غاصب قرار دیا جائیگا یہ وجیز کردری مین ہی - قال رضی اللہ عنہ جب مین نے شیخ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ ایک چکی دو شخصون مین مشترک ہے ایک شخص کی ایک تہائی اور دوسرے کی دو تہائی ہی پھر دو تہائی والے نے اپنا حصہ ایک شخص کو اجارہ پر دیدیا اور مستاجر نے تمام چکی مین تصرف کیا پھر ایک تہائی والے نے چاہا کہ مستاجر سے اپنا حصۂ اجرت لے لے تو نہین لے سکتا ہے کیونکہ مستاجر نے اُسکے حصہ کو غصب کرلیا ہے اجارہ پر نہین لیا ہے اور تہائی حصہ والے کو یہ اختیار تھا کہ مستاجر کو چکی کے انتفاع سے روکے یا اپنا حصہ اسکو اجارہ دیدے[2] کیونکہ غیر منقسم کا اجارہ صحیح نہین ہے اور اگر حکام مسلمین سے کسی حاکم نے ایسے اجارہ کی صحت کا حکم دیدیا تو اُسوقت مستاجر کو اختیار ہوگا کہ دو روز خود اُس چکی سے نفع حاصل کرے اور ایک روز تہائی والے کے واسطے چھوڑدے تاکہ وہ اُس روز نفع حاصل کرے - اور تہائی حصہ کے شریک کو اختیار ہے کہ یون کہے کہ جو روز میرا ہی مین اس روز چکی گھر کا دروازہ بند کردونگا کیونکہ اُس سے چکی کو کچھ ضرر نہین پہونچتا ہی - اور اگر بجاے چکی کے کوئی حمام ہو اور ایک حصہ دار نے اپنا حصہ کسی شخص کو اجارہ پر دیدیا اور کسی حاکم نے اُسکی صحت کا حکم دیا تو دوسرے حصہ دار کو جسنے اجارہ نہین دیا ہے یہ اختیار نہین ہے کہ یون کہے کہ مین اپنے حصہ کے روز اس

---

[1] یعنی خاصۃً ان چیزون کو کرایہ پر نہ دینا چاہیئے کہ اجارہ فسخ نہوا ایسا نہوگا بلکہ باوجود اس کے بھی اگر پانی منقطع ہوا اجارہ فسخ ہوگا ۱۲ منہ

[2] قولہ یون ہی اصل مین مذکور ہے اور مقدمہ مین تصحیح مذکور ہے وہان سے دیکھو منہ ۱۲ - + + + + -

حمام کا دروازہ بند کردونگا کیونکہ حمام کو اُس سے ضرر پہونچتا ہے چکی کو ضرر نہین ہوتا ہے ولیکن یہ ہوسکتا ہی
کہ مدت کثیر کی باری مثلاً ایک مہینہ کی مقرر کرلین پس دو تہائی حصہ والا حمام سے دو مہینہ نفع حاصل کرے
پھر دوسرا شخص ایک مہینہ تک بند کردے یا ایک مہینے سے زیادہ مدت تک کے واسطے اسطور سے باری مقرر
کرلین تاکہ حمام سے نفع اُٹھانا ساقط نہو جاوے کیونکہ تھوڑی مدت مین جو ضرر حمام کو پہونچتا ہی اُسکو دوسرا دفع
نہین کرنے پاتا ہے کہ مدت گذر جاتی ہی پس حمام سے انتفاع ساقط ہو جاتا ہے یہ جواہر الفتاوے مین ہے
ایک مستاجر نے ایک شخص سے چکی اور دوسرے سے چکی کے واسطے گھر اور تیسرے سے چکی چلانے کے واسطے
اونٹ کرایہ لیا اور سب کو ایک ہی صفقہ مین اجارہ لیا اور سبھون نے اسکو اجارہ دیا اور اجارہ مین اہوار ہی
کچھ اجرت معلومہ مقرر ہوئی تو یہ جائز ہے یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی شخص کا کوئی بیت ایک نہر کے کنارے
ہے اور پہلے اُسمین ایک پنچکی تھی کہ وہ جاتی رہی پھر دوسرا شخص اپنی چکی لایا اور اس بیت مین نصب
کی اور چکی کے سب ضروریات آلات بھی لایا اور دونون نے باہم اس شرط سے شرکت کرلی کہ لوگون سے
گیہون وجو لیکر پیسا کرین اور جو کمائی کرین وہ ہم دونون نصفا نصف تقسیم کرلیا کرین تو یہ جائز ہے
اور جو کچھ انھون نے کمائی مین کمایا وہ دونون کو برابر تقسیم ہوگا اور بیت یا چکی کی کچھ اجرت نہوگی
اور اگر اسنے چکی کو اجرت معلومہ پر کوئی اناج معلوم پیسنے کے واسطے اجارہ پر دیدیا تو تمام اجرت چکی کے
مالک کو ملیگی اور مکان والے کو جو کچھ ایسے مکان کی اجرت ہوتی ہی وہ ملیگی اور اُسکی ذات کی اجرت
ملیگی اور یہ سب چکی کے مالک پر واجب ہوگی بشرطیکہ اُسی بیت مین اُسنے کام کیا ہو اور فرمایا کہ امام
ابو یوسف کے قول کے موافق یہ کرایہ چکی کی اجرت مثل کے نصف سے زیادہ نہ دیا جائیگا یہ مبسوط مین
ہی۔ اور فرمایا کہ اگر ایک شخص کی چکی اور بیت اور نہر اور چکی کا اسباب سب ہو پھر چکی کے اوپر کا پاٹ
ٹوٹ گیا پھر ایک شخص نے آکر مالک کی بلا اجازت اُسپر ایک پاٹ نصب کرکے لوگون کا اناج اجرت
معلومہ پر پیسنا شروع کیا اور لوگون کو کرایہ پر دینا شروع کیا تو وہ شخص اس فعل مین گنہگار ہوگا مگر اُسپر
کچھ اجرت واجب نہوگی۔ اور اگر اُسنے اوپر کا پاٹ مالک کی رضامندی سے اِس شرط سے نصب کیا کہ جو
کمائی ہو وہ ہم دونون مین برابر تقسیم ہو اور ہم دونون اپنے آپ کام کرین تو ایسی صورت مین جب یہ
شخص کرایہ پر دیدیگا تو تمام اجرت اُسی شخص کو ملیگی اور اگر دونون نے پسائی کے واسطے لوگون کا اناج
لیا تو جو مزدوری ملیگی وہ اُس شخص اور مالک کے درمیان برابر تقسیم ہوگی یہ محیط مین ہی ایک چکی گھر کا صحن
دو شخصون مین مشترک ہے اور چکی کے پاٹ خاص ایک ہی شخص کے ہین اور اُسکو ایک شخص مستاجر کو
اجارہ دیدیا پھر جس شخص کا چکی کے پاٹون مین کچھ حق نہین ہی اُسنے آدھا کرایہ طلب کیا تو فرمایا کہ اُسکو
اختیار ہی یہ جواہر الفتاوے مین ہی۔ فرمایا کہ ایک شخص نے ایک نہر کے کنارے ایک گھر بنایا اور اُسمین
پنچکی نصب کی اور یہ سب مالک نہر کی بلا اجازت کیا پھر لوگون کا اناج لیکر پسائی کرکے مال حاصل کیا

تو تمام مال دے سیکا ہوگا اور وہ شخص نہر کے مالک کی زمین غصب کرنے والا شمار ہوگا اور جو احکام غصب کے ہین وہ معتبر رکھے جاوینگے پس جو کچھ اسکی زمین مین نقصان آیا ہے اسکی ڈانڈ لیگا جیسے زمین کے غصب مین ہوتا ہے ولیکن پانی کی ضمان نہین لے سکتا ہے یہ ذخیرہ مین ہی۔ مستاجر نے چکی مین لوہا یا کوئی اور شے جڑ دی پھر اجارہ کی مدت گذر گئی اور مستاجر نے چاہا کہ جو مال میرا اسمین لگا ہے وہ لے لیں پس اگر شے موجر کی اجازت سے اس شرط سے لگایا ہے کہ کرایہ مین سے وضع کرلے تو موجر سے لے سکتا ہے اور اگر اسکی بلا اجازت لگایا ہے تو جو چیز جڑی ہوئی نہو اسکو لے سکتا ہے اور جو چیز جڑی ہوئی ہو اسکی قیمت لے سکتا ہے یہ ذخیرہ کبری مین ہے۔

چوبیسوان باب اجرت اور معقود علیہ کی کفالت کے بیان مین

فرمایا کہ اجرت کی کفالت خواہ معجل ہو یا موجل ہو جمیع اجارات مین اور نیز حوالہ بھی صحیح ہی خواہ کفالت کے وقت اجرت اسطرح واجب ہوگئی ہو کہ مستاجر نے منفعت اجارہ تمام حاصل کرلی ہو یا شرط تعجیل ہو خواہ واجب نہوئی ہو اور تعجیل یا تاجیل مین یعنی فی الحال ادا کرنے یا میعاد پر اجرت ادا کرنے کا حکم کفیل پر ویسا ہی ہوگا جیسا اصیل پر ہے بشرطیکہ کفالت مین جسطرح اصیل پر ہے اسکے خلاف شرط نہ ٹھہری ہو۔ اور اگر کفیل نے اجرت فی الحال ادا کردی تو اپنے اصیل سے فی الحال نہین لے سکتا ہے تاوقتیکہ میعاد مقررہ نہ آجاوے یہ محیط مین ہی۔ اور کفیل کو یہ اختیار نہین ہے کہ جبتک خود اجرت ادا نہین کی ہی تب تک اصیل سے یعنی مستاجر سے اجرت کا مواخذہ کرے یعنی جبتک خود ادا نہ کرے تب تک مستاجر سے مواخذہ نہین کرسکتا ہے ولیکن اگر موجر نے کفیل کے ساتھ دستک دی اور اسکے پیچھے پڑ گیا تو کفیل کو اختیار ہے کہ اسیطرح اپنے مکفول عنہ کا دامنگیر ہو یہانتک کہ مکفول عنہ اسکا پیچھا چھوڑا دے یا اسکی طرف ادا کرے یہ مبسوط مین ہی اور اگر مقدار اجرت مین موجر وکفیل ومستاجر نے اختلاف کیا مثلاً کفیل نے کہا کہ ایک درم ہی اور موجر نے کہا کہ دو درم ہین اور مستاجر نے کہا کہ نصف درم ہے تو مستاجر کا قول قبول ہوگا کیونکہ وہ زیادتی سے منکر ہے ولیکن کفیل سے ایک درم کا مواخذہ کیا جائیگا اور کفیل اپنے اصیل مستاجر سے فقط نصف درم واپس لے سکتا ہی۔ اور اگر سبھون نے اپنے اپنے عادل گواہ قایم کیے تو موجر کے گواہ مقبول ہونگے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر طالب نے گواہ عادل پیش کیے تو اسکو اختیار ہے کہ پھر کفیل یا مستاجر جس سے چاہے مواخذہ کرے یہ ذخیرہ کبری مین ہی۔ اور اگر اجرت مین کوئی معین چیز مثلاً کوئی معین کپڑا قرار پایا اور اسکی کسی شخص نے کفالت کی تو جائز ہی۔ اور اگر وہ کپڑا مستاجر کے پاس تلف ہوگیا تو کفیل بری ہوگیا اور مستاجر پر اجر المثل دینے کا حکم کیا جائیگا یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی خیاط کو کپڑا سینے کے واسطے مقرر کیا اور شرط کرلی کہ خود ہی سیے اور کسی شخص نے اسکی کفالت کی پس اگر نفس خیاط کے سپرد کرنے کی کفالت کی تو صحیح ہی اور اگر اسی کی سلائی کی کفالت کی تو صحیح نہین ہی اور اگر مستاجر نے درزی پر اسی کے سینے کی شرط نہ لگائی اور کسی شخص نے

سلائی کی کفالت کی تو صحیح ہی۔ پھر واضح ہو کہ خیاطت کے مسئلہ مین جبکہ سلائی کی کفالت صحیح نہو اور کفیل نے خود سی کر مستاجر کے سپرد کیا تو اُس سے اپنے کام کا اجر المثل لے لیگا اور جس صورت مین سلائی کی کفالت صحیح ہو اور کفیل نے خود سی کر مستاجر کو دیا تو مکفول عنہ یعنی درزی سے اپنے کام کا اجر المثل جا ہے جسقدر ہو لے لیگا بشرطیکہ یہ کفالت درزی کی اجازت سے ہو یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی شخص سے کچھ اونٹ غیر معین کسی شہر معلوم تک کچھ بار معلوم لادنے کے واسطے کرایہ کیے اور ایک شخص نے مستاجر سے باربرداری کی کفالت کر لی تو کفالت صحیح ہے اور اگر اونٹ معین اسطور سے کرایہ لیے اور کسی شخص نے باربرداری کی کفالت کر لی تو صحیح نہین ہی یہ مبسوط مین ہی۔ امام ابو حنیفہ رہ نے فرمایا کہ اگر مستاجر نے کرایہ پیشگی ادا کر دیا اور ایک شخص نے کفالت کر لی کہ اگر اجارہ ٹوٹ جائیگا تو مین تیرے کرایہ کا کفیل ہون تو کفالت جائز ہی یہ محیط مین ہے

پچیسوان باب۔ دونون گواہون مین اور موجر و مستاجر مین اختلاف واقع ہونے کے بیان مین

اور اس مین دو فصلین ہین۔

فصل اول۔ بدل یا مبدل مین موجر و مستاجر کے درمیان یا دونون گواہون کے درمیان اختلاف واقع ہونے کے بیان مین۔ اگر دونون نے مدت اجارہ گذرنے کے بعد جو چیز اجارہ لی تھی مدت اجارہ کے اندر سپرد کرنے مین اختلاف کیا تو قسم سے مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ عادل پیش کیے تو موجر کے گواہ مقبول ہونگے اور اگر دونون نے اس امر پر اتفاق کیا کہ یہ چیز موجر نے اول مدت یا اول مسافت مین سپرد کر دی تھی ولیکن عذر عارض ہو جانے مین اختلاف کیا مثلاً مستاجر نے کہا کہ مرض یا غصب یا غلام کا بھاگ جانا وغیرہ ایسا کوئی عذر پیدا ہو گیا کہ جس سے مین انتفاع حاصل نہین کر سکا اور موجر نے اُس سے انکار کیا پس اگر خصومت کے وقت یہ سبب موجود ہو تو قطعی قسم کے ساتھ مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اگر اُسوقت یہ سبب موجود نہو تو موجر کا قول قبول ہوگا مگر ساتھ ہی موجر سے اُسکے علم پر قسم لیجاویگی۔ اور اگر کوئی عذر پیدا ہو جانے مین دونون نے اتفاق کیا مگر اسمین اختلاف کیا کہ کتنے دنون تک یہ عذر مانع قایم رہا ہے تو مستاجر کا قول قبول ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر قبضہ سے پہلے مقدار اجرت مین اختلاف کیا یا مدت اجارہ مین اختلاف کیا تو دونون سے قسم لیکر اجارہ فسخ کر دیا جائیگا یہ تہذیب مین ہی۔ اور اگر مدت اجارہ گذرنے مین اختلاف کیا تو مستاجر کا قول قبول ہوگا یہ قنیہ مین ہی۔ اجارہ کے دونون گواہون نے اجارہ کی اجرت مسمی مین اختلاف کیا اور مدعی خواہ موجر ہی یا مستاجر ہے اور ایک گواہ نے موافق مدعی کے گواہی دی اور دوسرے نے اجرت اُس سے کم یا زیادہ ہونے کی گواہی دی تو گواہی قبول نہو گی۔ اور ہمارے بعض اصحاب نے فرمایا کہ یہ حکم منفعت کامل حاصل کرنے سے پہلے ہے کیونکہ اس صورت مین عقد اجارہ کے حکم دینے کی ضرورت ہے اور جب دونون نے گواہی بدل مین اختلاف کیا تو قاضی ایسے حکم کا قابو نہ پاویگا۔ اور اگر منفعت کامل حاصل کرنے کے بعد

ایسا واقعہ ہوا تو اُسوقت مال کا حکم کرنے کی ضرورت ہے پس اسمین اختلاف ہونا چاہیے کہ امام ابو یوسف و امام محمد رح کے نزدیک گواہی مین کمتر مال کی ڈگری کیجاویگی جیسا کہ قرضہ کے دعوی مین ہوتا ہی کہ اگر مدعی نے چھ درم کا دعوی کیا اور ایک گواہ نے اُسکے موافق گواہی دی اور دوسرے نے پانچ درم کی گواہی دی تو پانچ درم کی ڈگری ہوگی قال الشیخ رضی اللہ عنہ میرے نزدیک اصح یہ ہی کہ یہان بالاجماع گواہی مقبول نہوگی کیونکہ عقد معاوضہ مین اجرت بدل ہوتی ہی جیسے بیع مین ثمن ہوتا ہے تو ضرور ہے کہ دونون گواہون مین سے ایک کی تکذیب کی ہو پس اسکی گواہی قبول نہوگی۔ اور اگر دونون کے پاس گواہ نہون اور اجارہ واقع ہونے پر دونون نے اتفاق کیا اور استیفاے منفعت سے پہلے اجرت مین اختلاف کیا تو باہم قسم کھاکر اجارہ فسخ کردین اسیطرح اگر چوپایہ سواری کے لیے کرایہ لیا اور مستاجر نے کہا کہ کوفہ سے بغداد تک پانچ درم مین ٹھہرا ہے اور چوپایہ کے مالک نے کہا کہ کوفہ سے صراط تک جو بغداد و کوفہ کے بیچ مین ہی دس درم کو ٹھہرا ہے تو بھی دونون سے قسم لیجاویگی اور بعد قسم کھانے کے اگر دونون مین سے کسی نے اپنے گواہ قایم کیے تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے اور اگر دونون نے گواہ قایم کیے تو چوپایہ کے مالک کے گواہ کرایہ کی زیادتی پر قبول ہونگے اور مستاجر کے گواہ زیادتی مسافت پر قبول ہونگے اور یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور پہلے امام اعظم رح فرماتے تھے کہ بغداد تک ساڑھے بارہ درم پر ڈگری ہوگی اور اگر دونون نے جگہ و مقام مین اتفاق کیا مگر جنس اجرت مین اختلاف کیا تو چوپایہ کے مالک کے گواہ مقبول ہونگے اور اگر اسکو بغداد تک سوار ہوکر لے گیا اور کہا کہ تو نے مجھے یہ چوپایہ عاریت دیا ہے اور اسکے مالک نے کہا کہ مین نے تجھے ڈیڑھ درم مین کرایہ دیا ہے تو مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اُسپر ضمان یا اجرت واجب نہوگی۔ اور اگر موجر نے گواہ قایم کیے پس ایک گواہ نے ایک درم کرایہ کی گواہی دی اور دوسرے نے ڈیڑھ درم کی گواہی دی تو ایک درم کی ڈگری کیجاویگی یہ مبسوط مین ہے۔ رنگریز نے انکار کیا اور کہا کہ مجھے اُس شخص نے کوئی کپڑا نہین دیا ہے پھر دو گواہ قائم ہوے ایک نے گواہی دی کہ اُسنے سُرخ رنگنے کیواسطے دیا ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اُسنے زرد رنگنے کیواسطے دیا ہی تو گواہی مقبول نہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی اگر زید نے عمرو پر دعوی کیا کہ اسنے مجھے معین دو ٹٹو بغداد تک دس درم مین کرایہ دیے ہین اور اس دعوی پر گواہ قائم کیے اور عمرو نے گواہ دیے کہ عمرو نے ان دونون ٹٹوؤن مین سے ایک ٹٹو معین دس درم مین بغداد تک کے واسطے کرایہ دیا ہے تو امام اعظم رح پہلے فرماتے تھے کہ دونون ٹٹوؤن کے پندرہ درم پر بغداد تک اجارہ دینے کا حکم دیا جائیگا بشرطیکہ دونون کا اجر المثل یکسان ہو پھر اس قول سے رجوع کیا اور کہا کہ دونون ٹٹوؤن کے دس درم پر بغداد تک اجارہ دینے کی ڈگری کیجاویگی اور یہی امام ابو یوسف و امام محمد رح کا قول ہی۔ اور یہ جو مذکور ہوا اسوقت ہی کہ دونون نے جنس اجرت مین اتفاق کیا ہو اور اگر اختلاف کیا مثلاً ٹٹو کے مالک نے کہا کہ مین نے ان دونون مین سے ایک ٹٹو ایک دینار مین بغداد تک تجھے کرایہ پر دیا ہے اور اُسپر گواہ قایم کیے اور مستاجر نے کہا کہ تو نے

دونون ٹٹو دس درم مین بغداد تک کیواسطے اجارہ دئے ہین تو یون ڈگری کیجاویگی کہ اُسنے دونون ٹٹو ایک دینار اور پانچ درم مین بغداد تک اجارہ دیے بشرطیکہ دونون کا اجرالمثل یکسان ہو یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے دو ٹٹو کرایہ کیے انمین ایک ٹٹو معین مقام حیرہ تک اور دوسرا معین مقام قادسیہ تک کرایہ لیا پھر دونون کو قادسیہ کیطرف آگے بڑھا لیگیا یعنی حیرہ سے آگے بڑھ گیا پھر ایک ٹٹو مرگیا اور موجر ومستاجر نے اختلاف کیا اور موجر نے کہا کہ جو ٹٹو مرگیا ہے اُسکو فقط حیرہ تک کے واسطے تونے کرایہ لیا تھا پھر جب تو آگے لیگیا تو تونے مخالفت کی اور تو ضامن ہوا اور مستاجر نے کہا کہ جو ٹٹو مرگیا ہے اسکو مین نے قادسیہ تک کیواسطے اجارہ لیا تو موجر کا قول قبول ہوگا اور مستاجر اُسکی قیمت کی ضمان اداکرے یہ غیاثیہ مین ہے۔ اور اگر مستاجر نے اجارہ کا دعویٰ کیا یعنی اُسنے مجھے اجارہ دیا ہے اور ٹٹو کے مالک نے انکار کیا پھر ایک گواہ نے یون گواہی دی کہ مستاجر نے بغداد تک خود سوار ہوجانے کیواسطے دس درم مین کرایہ لیا ہے اور دوسرے گواہ نے یہ گواہی دی کہ اُسنے بغداد تک سوار ہونے اور یہ اسباب لادنے کے واسطے اجارہ لیا ہے اور مستاجر بھی ایسی امر کا مدعی ہے جو دوسرے گواہ نے گواہی دی ہے تو گواہی جائز نہین ہے اسیطرح اگر دونون گواہون نے بوجھ مین اختلاف کیا ایک نے ایک قسم کا بوجھ بتلایا ہے اور دوسرے نے دوسری قسم کے بوجھ کی گواہی دی تو بھی گواہی قبول نہوگی یہ مبسوط مین ہے۔ ایک شخص کشتی پر ترمذ سے آمل تک سوار ہوا پھر مالک کشتی نے کہا کہ مین نے تجھے آمل تک پانچ درم کرایہ پر سوار کیا ہے اور سوار نے ملاح سے کہا کہ تونے مجھے دس درم پر اسواسطے اجیر مقرر کیا تھا کہ مین آمل تک سکان کشتی کو تھام کر کھیتا چلونگا تو دونون مین سے ہر ایک سے دوسرے کے دعوے پر قسم لیجاویگی اور دونون مین سے کسی کو اولویت نہین ہے کہ اُسکے واسطے پہلے قسم لیجاوے پس قاضی کو اختیار ہوگا کہ دونون مین سے جس سے چاہے قسم لینا شروع کرے اور اگر دونون کے نام قرعہ ڈالے تو بہتر ہے پس اگر دونون نے قسم کھالی تو کسی کا دوسرے پر کچھ کرایہ واجب نہوگا اور اگر دونون نے گواہ قایم کیے تو سوار ہونیوالے کے گواہ قبول ہونگے اور اُسکے نام مالک کشتی پر دس درم اجرت کی ڈگری کردیجاویگی اور کشتی والے کے نام سوار پر کچھ ڈگری نہ ہوگی کیونکہ جب دونون نے گواہ قایم کیے تو ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا دونون امر واقع ہوے پھر کشتی والے نے جو سوار ہونیوالے کے ساتھ سوار کرنیکا اجارہ کیا ہے وہ باطل ہوجائیگا کیونکہ ملاح کے واسطے تو خود ہی بلاکرایہ سوار ہونا ضرور ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تجھے ترمذ سے بلخ تک دس درم کرایہ پر اپنے خچر پر سوار کیا ہے اور مدعا علیہ نے کہا کہ نہین بلکہ تونے مجھے اسواسطے مزدور مقرر کیا کہ مین بلخ مین فلان شخص کو بحفاظت پہونچادون اور پانچ درم اجرت ٹھہرائے ہین تو بھی ہر ایک سے دوسرے کے دعوے پر قسم لیجائیگی پس اگر دونون نے قسم کھالی تو کسی پر کچھ واجب نہوگا اور اگر دونون نے گواہ قایم کیے تو خچر کے مالک کے گواہ مقبول ہونگے کیونکہ مستاجر پر خچر کی حفاظت واجب ہے پس اجارہ حفاظت کیواسطے باطل ہوگیا ظہیریہ مین ہے

مستاجر نے کہا کہ مین نے قادسیہ تک کے واسطے ایک درم مین کرایہ لیا اور موجر نے کسی اور موضع کا نام لیا حالانکہ مستاجر اُسپر قادسیہ تک سوار ہوا ہے تو اس صورت مین مستاجر پر کچھ کرایہ واجب نہوگا کیونکہ اُسنے عقد اجارہ کی مخالفت کی ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ اور اگر موجر نے کہا کہ مین نے تجھے اس موضع تک اپنا ٹٹو کرایہ پر دیا ہی اور سوار نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے مجھے عاریت دیا ہے اور اس موضع سے آگے بڑھا لیگیا اور ٹٹو مرگیا تو ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر کوئی شخص کسی شخص کا ٹٹو حیرہ تک سوار ہو کر لیگیا اور ٹٹو کے مالک نے کہا کہ مین جبانہ تک تجھے ایک درم مین کرایہ دیا تھا اور تو اُسکو آگے لیگیا اور جو شخص سوار ہو کر لے گیا ہے اُسنے کہا کہ تو نے مجھے عاریت دیا تھا اور اُسپر قسم کھالی تو کرایہ سے بری ہو جائیگا پھر اگر ٹٹو کے مالک نے گواہ قایم کیے کہ مین نے اسکو حیرہ تک ایک درم مین کرایہ پر دیا تھا تو قبول نکیے جاوینگے اور اگر ٹٹو کے مالک نے دعویٰ کیا کہ مین نے اسکو ساحین تک ڈیڑھ درم مین کرایہ پر دیا ہے اور ایک گواہ نے اُسکے حق مین یون ہی گواہی دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسنے ساحین تک ایک درم مین کرایہ پر دیا ہی تو مستاجر پر ایک درم کی ڈگری کردی جاویگی بشرطیکہ مستاجر سوار ہوا ہو یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر ٹٹو کے مالک نے دو گواہ قائم کیے اور انمین سے ایک گواہ نے اُسکے حق مین ڈیڑھ درم کی گواہی دی تو مستاجر پر ایک درم کی ڈگری ہوگی اور اگر موجر نے دو درم پر اجارہ دینے کا دعوے کیا پھر ایک گواہ نے ایک درم پر اجارہ دینے کی اور دو گواہون نے دو درم پر اجارہ دینے کی گواہی دی تو امام اعظم رح کے نزدیک مقبول نہونگے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے ایک شخص نے ایکسال کے واسطے مکان کرایہ لیا ہے پھر مستاجر نے دعوی کیا کہ مین نے گیارہ مہینے تک ایک درم مین کرایہ لیا اور ایک مہینہ تک نو درم مین یعنی بارہ مہینہ تک اس تفصیل سے کرایہ پر لیا ہے اور موجر نے دعویٰ کیا کہ مین نے ایکسال تک دس درم مین کرایہ پر دیا ہی اور ہر ایک نے اپنے دعوے پر گواہ قایم کیے تو امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ موجر کے گواہون پر ڈگری کیجائیگی۔ اور اگر ان وجوہ مین مدت اجارہ گذرجانے یا جس مقام تک کے واسطے ٹٹو وغیرہ کرایہ لیا ہے وہان پہونچ جانے کے بعد اختلاف کیا تو قسم سے مستاجر کا قول قبول ہوگا اور دونون سے ہر ایک کے دعوے پر قسم نہ لیجاویگی یہ بالاجماع سب کے نزدیک ہے۔ اور اگر تھوڑی مدت گذرنے پر یا تھوڑی مسافت طے کرنے کے بعد دونون نے اجرت مین اختلاف کیا تو ہر ایک سے دوسرے کے دعوی پر قسم لیجاویگی اور جس وقت دونون نے قسم کھائی اُسوقت باقی مدت کا اجارہ فسخ کردیا جائیگا اور گذشتہ مدت یا مسافت کے حصۂ اجرت مین مستاجر کا قول قبول ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور بھی امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ ایک مستاجر نے گواہ قایم کیے کہ مین نے یہ مکان اِس شخص سے دو مہینہ کے واسطے دس درم پر کرایہ لیا ہے اور مالک مکان نے گواہ دیے کہ مین نے اسکو ایک مہینہ کے واسطے دس درم پر اجارہ دیا ہے تو مین کرایہ کی بابت مالک مکان کے گواہ قبول کرونگا اور مکان کو ایک مہینہ کے واسطے

دس درم پر قرار دونگا اور دوسرے مہینے مین مستاجر پر پانچ درم کرایہ قرار دونگا یہ محیط مین ہی۔ اور جامع الفتاوی
مین لکھا ہے کہ اگر موجر نے کہا کہ مین نے اس مہینہ تک تجھے یہ مکان دس درم پر کرایہ دیا ہے اور مستاجر
نے کہا کہ مین نے اس مہینہ اور دوسرے مہینہ تک پانچ درم مین کرایہ لیا ہے تو پہلے مہینہ مین دس درم واجب
ہونگے اور دوسرے مہینہ مین ڈھائی درم واجب ہونگے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص نے گواہ قایم کیے کہ
مین نے اپنا یہ بیت نو درم پر تین مہینہ کے واسطے بحساب تین درم ماہواری کے کرایہ پر دیا ہے اور مستاجر نے گواہ
دیے کہ مستاجر نے چھ مہینے کے واسطے بحساب ایک درم ماہواری کے کرایہ پر لیا ہے تو مستاجر پر تین مہینے کے
واسطے نو درم واجب ہونگے اور پھر تین مہینہ تک تین درم واجب ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ہشام رح کہتے ہین
کہ مین نے امام ابو یوسف سے دریافت کیا کہ ایک شخص کے قبضہ مین ایک مکان ہی کہ اُسین وہ شخص ایک
مہینہ تک رہا ہے پھر دو شخصون مین سے ہر ایک نے یہ گواہ قایم کیے کہ یہ میرا مکان ہی مین نے اس قابض
کو دس درم پر اسی مہینے کے واسطے کرایہ دیا ہے اور قابض ان دونون کے دعوی سے منکر ہے تو امام
ابو یوسف رح نے فرمایا کہ وہ مکان دونون مدعیون مین نصفا نصف تقسیم ہوگا اور استحسانًا ہر ایک کو پانچ
پانچ درم ملینگے اور قیاس کی دلیل سے ہر ایک کو دس درم ملنے چاہیے ہین یہ محیط مین ہی۔ نوادر ہشام مین امام
ابو یوسف سے روایت ہے کہ ایک شخص نے درزی کو ایک کپڑا دیا پھر مالک نے کہا کہ مین نے تجھے ایک درم اجرت
پر کپڑا دیا ہے اور درزی نے کہا کہ تو نے کچھ اجرت بیان نہین کی ہی تو کپڑے کے مالک کا قول قبول ہوگا اور
اگر کپڑے کے مالک نے کہا کہ مین نے کچھ اجرت نہین ٹھہرائی تھی اور تو نے بطور اجرت پر سینے کے کپڑا لے لیا
تھا اور درزی نے کہا کہ تو نے اجرت ٹھہرائی تھی تو کپڑے کے مالک سے قسم لیجاویگی اور اسکو اجر المثل ملیگا
یہ ذخیرہ مین ہی۔ کتاب الاصل مین مذکور ہے کہ ایک شخص نے رنگریز کو سرخ رنگنے کے واسطے کپڑا دیا اُسنے
عصفر سے جس طرح مستاجر نے بیان کر دیا تھا سرخ رنگ دیا پھر دونون نے اجرت مین اختلاف کیا رنگریز
نے کہا کہ مین نے ایک درم پر کام کیا ہے اور کپڑے کے مالک نے کہا کہ دو دانگ پر کام کیا ہی پس اگر
دونون نے گواہ قایم کیے تو رنگریز کے گواہ مقبول ہونگے۔ اور اگر دونون نے گواہ قایم نہ کیے تو مین
دیکھونگا کہ عصفر سے کپڑے کی قیمت مین کسقدر زیادتی ہو گئی پس اگر ایک درم یا زیادہ کی ہو گئی ہے تو پہلے
رنگریز سے قسم لیجاوے واللہ مین نے دو دانگ مین نہین رنگا ہی پھر اسکو ایک درم دلا دونگا اور اس سے
زیادہ نہ کیا جائیگا اور اگر عصفر سے صرف دو دانگ یا اس سے کم زیادتی ہوئی ہی تو رنگریز کو دو دانگ دلا دونگا مگر پہلے
کپڑے کے مالک سے قسم لونگا کہ واللہ مین نے فقط دو دانگ پر اُس سے رنگایا ہے اور دو دانگ سے کمی نہ کیجائیگی۔ اور اگر عصفر سے
نصف درم کی زیادتی ہو گئی تو امام محمد رح نے فرمایا کہ پہلے رنگریز سے قسم لیکر کہ واللہ مین نے دو دانگ پر نہین رنگا ہے پھر اسکو
نصف درم دلا دونگا اور جو رنگ ایسا ہو کہ اُس کی کچھ قیمت ہوتی ہی اُس مین بھی یہی حکم ہی یہ بدائع مین ہی
اور اگر سیاہ رنگنے کے واسطے دیا ہو تو قسم سے کپڑے کے مالک کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر کپڑے کے

مالک نے کہا کہ تو نے مجھے بلا اجرت رنگ دیا ہے تو اسی کا قول قبول ہوگا اسی طرح جو کپڑا ایسے رنگ سے رنگا جاوے کہ جس سے قیمت گھٹ[^1] جاتی ہے اسمین یہی حکم ہے اور جو رنگ ایسے ہین کہ قیمت بڑھاتے ہین انمین اگر مالک نے کہا کہ تو نے بلا اجرت رنگ دیا ہے اور رنگریز نے کہا کہ ایک درم کے عوض رنگا ہے تو ہر ایک کے دوسرے کے دعوی پر قسم لیجاویگی۔ اور یہ باہمی قسم اسوجہ سے نہین ہے کہ دونون نے عقد اجارہ کے بدل مین یعنی اجرت مین اختلاف کیا ہے بلکہ دونون پر قسم یون آئی کہ رنگریز نے مالک پر اپنے ایک درم کا دعوی کیا اور مالک منکر ہے اسواسطے مالک پر قسم عائد ہوئی اور مالک دعوی کرتا ہے کہ رنگریز نے رنگ مجھے ہبہ کیا اور چونکہ اسکی مملوکہ چیز سے یہ ہبہ متصل ہو گیا اسواسطے ہبہ مین ملکیت پوری ہوگئی اور رنگریز نے اس سے انکار کیا اسواسطے اسپر بھی قسم عائد ہوئی پس دونون پر قسم عاید ہوئی۔ پھر کپڑے کا مالک رنگ کے عوض اسقدر ڈانڈ دیگا جسقدر اسکے کپڑے مین بوجہ رنگ کے قیمت زیادہ ہوگئی ہے مگر ایک درم سے زیادہ نہ کیا جائیگا یہ مبسوط مین ہے اور اگر دونون نے اصل اجرت مین اختلاف کیا اور مالک نے کہا کہ اے کندی کرنے والے تو نے مجھے بلا اجرت یہ کپڑا کندی کر دیا ہے اور کندی کرنیوالے نے کہا کہ نہین بلکہ اجرت پر مین نے کام کیا ہے پس اگر دونون نے کام سے فارغ ہونے سے پہلے ایسا اختلاف کیا تو دونون سے باہم قسم لیجائیگی اور پہلے مستاجر سے شروع کیا جائیگا اور اگر کام سے فارغ ہونے کے بعد ایسا اختلاف کیا تو کپڑے کے مالک کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر دونون نے اتفاق کیا کہ مالک نے کندی گر کو یون ہی دیدیا کچھ اجرت بیان نہین کی تو اسکا حکم کتاب مین مذکور نہین ہے اور فقیہ ابو اللیث نے عیون المسائل مین لکھا ہے کہ اسمین تین قول ہین اور تینون قول بیان کر دیے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر کندی گر نے اسی کام کیواسطے کوئی دوکان کرایہ لی ہو تو اجرت واجب ہوگی ورنہ نہین اور اسی قول پر فتوی ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر کندی گر اور مالک ثوب نے مقدار اجرت مین اختلاف کیا پس اگر اسنے کام شروع نہ کیا ہو تو دونون سے باہم قسم لیجاویگی اور عقد اجارہ رد کر دینگے اور اگر کام سے فارغ ہو گیا ہو تو کپڑے کے مالک کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر کچھ کام کیا ہو تو جسقدر کام کیا اسمین قسم سے کپڑے کے مالک کا قول قبول ہوگا اور باقی مین بعض کو کل پر قیاس کرکے یہ حکم دیا جائیگا کہ باہم قسم کھاوین یہ مبسوط مین ہے اور اگر اجرت کی جنس مین کہ درم ہین یا دینار ہین یا صفت مین کہ جید ہین یا ردی ہین اختلاف کیا پس اگر کام شروع کرنے سے پہلے اختلاف کیا تو باہم قسم لیجاویگی اور اگر اجرت مال عین ہو پس اگر اسکی جنس یا مقدار مین اختلاف کیا تو دونون سے باہم قسم لیجاویگی اور اگر

[^1]: قیمت گھٹ الخ یہ حکم عام ہے ولیکن خصوص سیاہ رنگ مین یہ حکم کہ اس سے قیمت گھٹ جاتی ہے جیسا کہ فقیہ امام رح سے منقول ہے اب صحیح نہین ہے کیونکہ اس زمانہ مین بنو امیہ کے فرعونیون نے سرخ رنگ مثل فرعون کے اپنا شعار رکھا تھا۔ پھر صاحبین کے وقت مین بنی عباس کے یہان سیاہ رنگ مقبول ہوا کذا قیل مترجم کہتا ہے کہ یہ توفیق ٹھیک نہین ہے اسواسطے کہ ابو حنیفہ رح کو خلیفہ عباسی نے اسوجہ سے قید کرکے مارا کہ انھون نے حضرت امام جعفر بن محمد بن علی بن الحسن رضی اللہ عنہم سے بیعت کی تھی پھر کہان بنو امیہ کا وقت تھا نافہم واللہ تعالی اعلم ۱۲ منہ

اسکی صفت مین اختلاف کیا تو باہم قسم نہ لیجاویگی بلکہ مستاجر کا قول قبول ہوگا بخلاف اسکے اگر اجرت مال[ل۱]
دین ہو تو یہ حکم نہین ہی۔ اور اگر دونون نے مقدار منزل مین اختلاف کیا اور یہ اختلاف منفعت حاصل کرنے
سے پہلے واقع ہوا تو مثل مال عین کی بیع کے اسمین بھی دونون سے قسم لیجاویگی پھر بعد اسکے اگر اجرت مین
اختلاف ہو تو پہلے مستاجر سے قسم لینی شروع کیجائیگی اور اگر منفعت مین اختلاف ہو تو پہلے موجر سے قسم لینی
شروع کیجائیگی اور دونون مین سے جو شخص قسم سے نکول کریگا اُسی پر دوسرے کا دعوی ثابت و لازم
ہو جائیگا اور اگر دونون نے گواہ قایم کیے پس اگر اجرت مین اختلاف ہو تو موجر کے گواہ قبول ہونگے
اور اگر منفعت مین اختلاف ہو تو مستاجر کے گواہ قبول ہونگے۔ اور اگر موجر نے اجرت مستحقہ مین زیادتی
کا دعوی کیا اور مستاجر نے منفعت مستحقہ مین زیادتی کا دعوی کیا تو باہم قسم لینے مین وہی صورت ہے
جو ہمنے بیان کردی ہے اور اگر دونون نے گواہ قایم کیے تو ہر ایک کے گواہ اُسکے دعوے پر مقبول ہونگے
مثلاً اگر موجر نے دس درم ماہواری کا دعوی کیا اور مستاجر نے دو مہینہ تک پانچ درم مین اجارہ لینے کا
دعوی کیا تو دو مہینہ مین دس درم کرایہ کی ڈگری کیجائیگی اور اگر دونون مین سے کسی کے پاس گواہ
نہون اور مستاجر کچھ منفعت حاصل کرچکا ہے تو مدت گذشتہ مین منفعت حاصل شدہ کی اجرت کی بابت
مستاجر کا قول قسم کے ساتھ قبول ہوگا اور باقی کی بابت دونون سے قسم لیکر عقد فسخ کردیا جائے گا اور
اگر نوع اجرت مین اسطرح اختلاف کیا کہ ایک نے درم کا اور دوسرے نے دینار کا دعوی کیا تو باہمی
قسم اور نکول اور کسی ایک شخص کے گواہ قایم کرنے مین وہی حکم ہے جو ہمنے بیان کردیا۔ اور اگر دونون نے
گواہ قایم کیے تو موجر کے گواہ قبول ہونگے اور اگر باوجود اُسکے مدت یا مسافت مین بھی اختلاف کیا مثلاً
موجر نے کہا کہ مین نے تجھے قصر نعمان تک ایک دینار مین کرایہ دیا ہے اور مستاجر نے کہا کہ نہین بلکہ کوفہ
تک دس درم مین اجارہ لیا ہے اور دونون نے گواہ قائم کیے تو کوفہ تک ایک دینار اور پانچ درم مین
کرایہ ہونے کا حکم دیا جائیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر دونون نے دو جنس مین اختلاف کیا اور موجر نے کہا
کہ مین نے تجھے یہ ٹٹو قصر نعمان تک ایک دینار مین کرایہ دیا ہے اور مستاجر نے کہا کہ نہین بلکہ کوفہ
تک دس درم مین دیا ہے تو دونون سے باہم قسم لیجاویگی اور دونون مین سے جسنے نکول کیا اسی پر
دوسرے کا دعوے ثابت و لازم ہوگا اور جسنے گواہ قایم کیے اُسکے گواہ قبول ہونگے اور اگر دونون نے
گواہ قایم کیے تو کوفہ تک ایک دینار و پانچ درم مین اجارہ ہونے کا حکم دیا جائے گا بشرطیکہ قصر نعمان ٹھیک
بیچ مین کوفہ و بغداد کے واقع ہو پس قصر نعمان تک بعوض ایک دینار کے موجر کے گواہون پر اور قصر نعمان[۱۲] سے کوفہ
تک پانچ درم مین مستاجر کے گواہون پر حکم دیا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر دونون نے
اجرت و مدت دونون مین یا اجرت و مسافت دونون مین اختلاف کیا اور موجر نے کہا کہ مین نے قصر

[ل۱] مال دین مثلاً درم یا دینار ہون یا کوئی اناج وغیرہ مقدار و صفت بیان کرکے اپنے ذمہ لیا ہو ۱۲ منہ

نعمان تک دس درم مین دیا ہو اور مستاجر نے کہا کہ نہین بلکہ کوفہ تک پانچ درم مین دیا ہو تو دونون سے باہم قسم لیجائیگی اور جب دونون نے قسم کھائی تو عقد فسخ کر دیا جائیگا اور اگر دونون مین سے کسی نے گواہ قایم کیے تو مقبول ہونگے اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو دونون فریق گواہون پر ڈگری ہو گی پس اجرت کی زیادتی مین موجر کے گواہون پر اور مدت یا مسافت کی زیادتی مین مستاجر کے گواہون پر حکم ہوگا اور دونون مین سے جسنے پیشتر دعوی کیا اسی کیواسطے دوسرے سے پہلے قسم لینی شروع کیجاویگی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ امام ابو یوسف نے فرمایا کہ ایک شخص نے جوتی ٹانکنے والے کو ٹانکنے کیواسطے جوتی دی آسنے کہا کہ تونے مجھے دو درم پر ٹانکنے کیواسطے دی ہو اور مستاجر نے کہا کہ ایک درم پر دی ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر موچی بدون ضرر پہونچانے کے اُسکا پیوند جدا کر سکتا ہے تو اُسی کا قول قبول ہوگا اور اپنا پیوند جدا کرے۔ اور اگر بدون ضرر کے نہین جدا کر سکتا ہو تو جسقدر اُسنے زیادتی کر دی ہو اُسکی اجرت دیجائیگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر کپڑے کے مالک و درزی نے باہم اختلاف کیا کپڑے کے مالکنے کہا کہ مین نے تجھے قبا سینے کا حکم دیا تھا مگر تونے قمیص قطع کرکے سی دی ہی اور درزی نے کہا کہ نہین بلکہ تونے قمیص سینے کا حکم کیا تھا تو قسم سے کپڑے کے مالک کا قول قبول ہوگا اور اسکو اختیار ہوگا کہ چاہے قمیص لیکر درزی کو اجر المثل دیدے یا درزی سے اپنے ثابت کپڑے کی قیمت لے لے یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور شیخ علاء الدین اسبیجابی نے شرح کافی مین فرمایا کہ اگر اس صورت مین دونون نے گواہ قائم کیے تو درزی کے گواہ قبول ہونگے یہ غایۃ البیان مین ہی۔ اگر رنگریز اور کپڑے کے مالک نے اختلاف کیا مالکنے کہا کہ مین نے عصفر سے رنگنے کا حکم دیا ہے اور رنگریز نے کہا کہ نہین بلکہ زعفران سے رنگنے کا حکم کیا ہے تو بالاجماع کپڑے کے مالک کا قول قبول ہوگا یہ بدائع مین ہی۔ ایک شخص نے ایک قفیز عصفر سے رنگنے کیواسطے کپڑا دیدیا پھر رنگریز نے کہا کہ مین نے ایک قفیز سے رنگ دیا ہے اور مالکنے کہا کہ چوتھائی قفیز سے رنگا ہے تو دوسرے رنگریزون کو دکھایا جائیگا اگر اُنھون نے کہا کہ ایسا رنگ چوتھائی قفیز سے ہو سکتا ہے تو کپڑے کے مالک کا قول قبول ہوگا اور رنگریز کے گواہ قبول ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہے اجارات کتاب الاصل مین لکھا ہے کہ ایک شخص نے حجام[1] کو اپنا دانت اُکھاڑنے کا حکم دیا اُس نے اکھاڑ دیا پھر دونون نے اختلاف کیا مستاجر نے کہا کہ مین نے اس دانت کے سوا دوسرا دانت اُکھاڑنے کا حکم دیا تھا اور حجام نے کہا کہ اسی دانت کے اُکھاڑنے کا حکم کیا تھا تو مستاجر کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر حجام نے وہی دانت اُکھاڑا جس کے اُکھاڑنے کا حکم کیا تھا مگر اُسکے ساتھ متصل دوسرا دانت تھا کہ وہ بھی اُکھڑ آیا تو ضامن نہوگا یہ خلاصہ مین ہے۔ اور اگر جراح کو حکم دیا کہ میرے بدن سے کچھ جدا کر دے یا پھوڑا چیر دے پھر دونون نے اختلاف کیا تو قسم سے مستاجر کا قول قبول ہوگا کیونکہ حکم اسی کی طرف سے

[1] حجام پچھنے لگانیوالا ۱۲ منہ

پایا گیا ہے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ قال رضی اللہ عنہ کسی ندافؔ[۱] کو ایک کپڑا دیا کہ اُسپر روئی دھنکر جما دے اور حکم دیا کہ اپنی طرف سے جسقدر رجی چاہے بڑھا دے پھر ندافؔ نے بیس سیر[۲] روئی دھنکر جما کر دیدی پھر کپڑے کے مالک نے کہا کہ مین نے تجھے پندرہ سیر روئی دی تھی اور کہا تھا کہ اپنے پاس سے ڈال دینا اور تو نے فقط پانچ سیر روئی بڑھائی اور ندافؔ نے کہا کہ تو نے مجھے دس سیر دی تھی اور کہا تھا کہ دس سیر اپنے پاس سے ڈال دے اور مین نے دس سیر بڑھا دی تو قول ندافؔ کا قبول ہوا اور قبا کے مالک پر واجب ہے کہ دس سیر روئی اُسکو دیدے۔ اور یہی اگر مامور بہ مین اختلاف کیا اور قبا کے مالک نے کہا کہ مین نے تجھے پندرہ سیر روئی دیکر حکم دیا تھا کہ پندرہ سیر اپنے پاس سے بڑھا دے اور ندافؔ نے کہا کہ تو نے مجھے دس سیر دیکر دس سیر بڑھانے کا حکم کیا تھا اُسی کے موافق مین نے بڑھا دی ہی تو قبا کے مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے اُس کی تصدیق کر کے دس سیر روئی دیدے یا اپنے کپڑے کی قیمت اور دس سیر روئی کے مثل روئی لے لے اور وہ کپڑا ندافؔ کا ہو جائیگا یہ محیط مین ہی۔ ایک درزی کو کپڑا دیا کہ اُس کی دُہری روئی دار قبا سی کر لا دے اور اُسکو استر و روئی دیدی اور اُسنے سی کو بھر کر تیار کر دی اور دونون نے کام و اجرت پر اتفاق کیا مگر کپڑے کے مالک نے یہ کہا کہ یہ استر میرا نہین ہے تو قسم سے درزی کا قول قبول ہوگا یعنی قسم کھا دے کہ یہ استر اُسی کا ہے پس اگر اُسنے قسم کھالی تو وہ استر کپڑے کے مالک کو لازم ہوگا اور اُسکو جائز ہوگا کہ اُسکو لیکر پہنے یہ کبری مین ہی۔ اگر کسی دھوبی کو کپڑا دیا کہ اسکو ایک درم مین کندی کر دے پھر دھوبی نے اسکو ایک کپڑا دیا اور کہا کہ یہ تیرا کپڑا ہے اور کپڑے کے مالک نے کہا کہ یہ میرا کپڑا نہین ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک دھوبی کا قول قبول ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اور دھوبی کو مزدوری ملیگی یہ خلاصہ مین ہے اسیطرح اگر دھوبی نے دعوی کیا کہ مین نے وہ کپڑا مالک کو واپس دیا ہی تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک یہی حکم ہے کیونکہ انکے نزدیک دھوبی اس صورتین امین ہی اور اسیطرح ہر اجیر مشترک انکے نزدیک امین ہوتا ہے اور امام ہی کے قول پر فتوے ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر کپڑے کے مالک نے کہا کہ یہ کپڑا میرا ہے مین نے اُسپر کندی کرنے کا تجھے حکم نہین دیا تھا اور جو کپڑا تجھے کندی کے واسطے دیا ہے وہ اِس کے سوائے دوسرا کپڑا ہے تو اس صورت مین مالک اس کپڑے کو نے لیگا اور اُسپر کچھ اجرت واجب نہوگی۔ اور اگر درزی کے ساتھ سینے و قطع کرنے کے کام مین ایسا اختلاف واقع ہو تو مالک اُس کپڑے کو نہین لے سکتا ہے مگر درزی اُسکی قیمت کی ضمان دیگا اور یہ کپڑا اُسی کے پاس اُسی کی ملک مین چھوڑنا پڑیگا اور یہ اختیار دھوبی کے مسئلہ مین دھوبی کو حاصل نہین ہو اور اگر دھوبی سے ایسا اختلاف نہوا بلکہ یون ہوا کہ دھوبی نے آکر کہا کہ مین نے تیرا کپڑا دھو کر کندی

---

[۱] ندافؔ روئی دھننے والا جس کو دھنیا کہتے ہین ۱۲ منہ [۲] سیر سے کچا سیر تبریزی وغیرہ جو نہایت کم ہوتا ہے مراد لینا مناسب موقع ہے اگرچہ مثال مین چندان ضرورت نہین اور استار کا ترجمہ سیر بھی بنظر عام فہمی ہے ۱۲ - ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

کر دیا اور تجھپر اجرت واجب ہوئی اور کپڑے کے مالک نے کہا کہ تو نے کچھ نہیں کیا بلکہ مین نے تیرے پاس یا تیرے گھر مین یا میرے اس غلام نے تیرے پاس یا تیرے گھر مین اُسپر کندی کی ہو تو کپڑے کے مالک کی تصدیق نہوگی اور دھوبی کا قول قبول ہوگا - اسیطرح اس کام کے مشابہ جسقدر کام ہین اگر کام کرنے والے کے پاس وہ چیز موجود ہو اور دونون نے اختلاف کیا تو سب مین یہی حکم ہو - اور اگر دونون اُس چیز پر قابض نہون یا مالک اُسپر قابض ہو تو مالک کا قول قبول ہوگا پھر اگر دھوبی نے مالک سے قسم لینے کی درخواست کی تو مین اُس سے اسطرح قسم نہ لونگا کہ واللہ اسکو اس دھوبی نے نہیں دھویا ہو مگر یون قسم لونگا کہ واللہ مجھپر اسکے کپڑے کی دھولائی کے اسقدر دام واجب نہیں ہین یہ خلاصہ مین ہی - اور اگر دھوبی نے اسکو کوئی کپڑا دیا اور کہا کہ یہ کپڑا تیرا ہے اُسنے لے لیا حالانکہ منکر ہے[1] اور نیت کی کہ یہ میرے کپڑے کا عوض ہو تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اسکو جائز نہیں ہو کہ اسکو پہنے یا فروخت کرے ولیکن اگر اُسنے دھوبی سے کہا کہ مین اُسکو اپنے کپڑے کے عوض لیتا ہون اور دھوبی نے کہا ہان اچھا تو جائز ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہی - فتاوے سے منقول ہے کہ کپڑون کے مالک نے اپنا ایلچی اپنے چارون کپڑے لینے کے واسطے دھوبی کے پاس بھیجا پھر جب وہ لیکر آیا تو تین ہی کپڑے نکلے اور دھوبی نے کہا کہ مین نے چارون کپڑے اسکو دیدیے ہین اور ایلچی نے کہا کہ مجھے یون ہی دیدیے تھے گن کر نہیں دیے تھے تو اس صورت مین کپڑون کے مالک سے دریافت کیا جائیگا پس اگر اُسنے دونون مین سے کسی شخص کی تصدیق کی تو وہی خصومت سے بری ہو جائے گا اور جس کی اُسنے تکذیب کی اگر اُسنے قسم کھالی تو بری ہو گیا اور اگر قسم سے انکار کیا تو اسکے ذمہ دعوی لازم ہوگا پس اگر مالک نے دھوبی کی تصدیق کی تو چوتھے کپڑے کی اجرت واجب ہوگی اور اگر اسکی تکذیب کی اور دھوبی نے قسم کھائی تو کپڑے کے مالک پر دھوبی کے لیے اجرت کی قسم عاید ہوگی پس اگر قسم کھائی تو چوتھے کپڑے کے حصۂ اجرت کی خصومت سے بری ہو جائیگا یہ حاوی مین ہی - متفرقات فتاوے دیناری مین ہو کہ گازر را جامہ و سیم داد کہ قصارت آن کنی ہم در روز وہمین وہی نکرد و داشت چند انکہ ہلاک شد یعنی ایک دھوبی کو کپڑا اور اسکی دھولائی کے واسطے مزدوری دی اور کہا کہ دو روز مین اُسکو دھوکر دیدے اُسنے نہ دھویا اور ڈال رکھا یہان تک کہ تلف ہوگیا قال ضامن شود یعنی شیخ نے فرمایا کہ دھوبی ضامن ہوگا - اور اگر دونون نے اختلاف کیا اور کپڑے کے مالک نے کہا کہ بدان شرط دادہ ام کہ در دو روز را تمام کنی یعنی مین نے اس شرط سے دیا تھا کہ دو روز مین دھوکر تمام کردے اور یہ مدت گذر گئی پھر کپڑا تلف ہوگیا پس تجھپر ضمان واجب ہوئی اور دھوبی نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے مجھے مطلقاً دھونے کیواسطے دیا تھا کوئی مدت معین نہین کی تھی اور ایسا اختلاف ایک مرتبہ واقع ہوا تھا جسپر فتوے طلب کیا گیا تھا اور ایسی صورت مین دھوبی کا قول قبول ہونا چاہیے کیونکہ وہی شرط سے منکر ہی - پھر اگر مستاجر نے دھوبی سے یہ شرط ٹھہرائی کہ ایک یا دو روز مین مثلاً کام سے فراغت

[1] یعنی منکر ہے کہ یہ میرا کپڑا نہیں ہے ۱۲ منہ - + + + + + + + + + + -

کر دے اور اُسنے مدت مقررہ مین پورا کام نہ کیا بلکہ چند روز بعد دھو کر دیا پس آیا اجرت واجب ہوگی یا نہین اور یہ واقعہ بھی پیش آیا تھا جس پر فتوی طلب کیا گیا تھا پس ایسی صورت مین اجرت واجب نہونی چاہیے اس دلیل سے کہ بر تقدیر تلف ہونے کے اُس پر ضمان[1] لازم آتی ہی یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ اگر کسی حمال کو کچھ اسباب دیا کہ اس موضع سے اُٹھا کر پہونچا دے پھر دونون نے اختلاف کیا اور اسباب کے مالک نے کہا کہ یہ میرا اسباب نہین ہی اور حمال نے کہا کہ یہی تیرا اسباب ہے تو قسم کے ساتھ حمال کا قول قبول ہوگا کیونکہ وہ امین ہی اور مستاجر پر اجرت واجب نہوگی کیونکہ اُسنے استیفاء منافع کا اقرار نہین کیا ولیکن اگر حمال کی تصدیق کر کے اُسکو لے لے تو واجب ہوگی۔ اسیطرح اگر اُسکو گیہون اُٹھانے کیواسطے حمال مقرر کیا اور حمال نے پہونچا کر کہا کہ یہ بعینہ تیرے گیہون ہین۔ اور گیہون کے مالک نے کہا کہ میرے گیہون اس سے کھرے تھے تو قیاساً مالک کا قول قبول ہوگا اور اجرت باطل ہوگی مگر استحساناً یہ ہے کہ حمال کا قول قبول ہوگا اور وہ اپنی اجرت لے لیگا۔ اور اگر ایسا اختلاف صفت مین نہین بلکہ دو نوع مختلف مین ہو مثلاً حمال نے جو لا کر ڈالے اور مالک نے کہا کہ گیہون تھے تو اجرت واجب نہوگی تاوقتیکہ مالک اُسکے قول کی تصدیق نہ کرے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک شخص نے اسباب کی گٹھریان ایک حمال کو دین کہ فلان شہر مین پہونچا کر فلان دلال کے سپرد کر دے اُسنے پہونچا کر سپرد کر کے وزن کر دین پھر دلال نے حمال سے کہا کہ گٹھریون کا بوجھ جو بار جامہ یا بار نامجامہ مین لکھا ہے اُس سے کم نکلا اور مین بقدر کمی کے تجھے اجرت نہ دونگا پھر اسکے بعد دونون نے اختلاف کیا اور دلال نے کہا کہ مین نے تجھے پورا کرایہ ادا کر دیا ہے اور حمال نے کہا کہ نہین ادا کر دیا ہی تو حمال کا قول قبول ہوگا اور ان دونون مین سے کسی کو دوسرے سے کچھ خصومت کرنیکا استحقاق نہین ہی بلکہ یہ خصومت فقط حمال اور مالک کے درمیان ہوگی یہ خلاصہ مین ہی۔ عیون مین امام محمد رح سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ملاح کو چند کر گیہون اسواسطے دیے کہ فی کر دو درم اجرت پر مثلاً فلان جگہ پہونچا دے پھر جب اُسنے مقام مشروط پر پہونچائے تو مالک نے کہا کہ میرا اناج گھٹ گیا حالانکہ اُسنے ملاح کو ناپ کر دیا تھا اور ملاح نے کہا کہ کم نہین ہوا ہے تو مالک کا قول قبول ہوگا اور مالک سے کہا جائیگا کہ اُسکو ناپ دے تاکہ فی کر جو اجرت ٹھہری ہی اُسکے حساب سے ملاح اپنی اجرت لے لے۔ اور اگر اُسنے ملاح سے نقصان کی ضمان طلب کی اور اجرت پہلے دیچکا تھا تو ملاح کا قول قبول ہوگا کہ اناج پورا ہی اور مالک سے کہا جائیگا کہ اسکو ناپ دے تاکہ جسقدر تیرا اناج کم ہوا ہے اُسکی ضمان لے لے۔ صاحب کتاب لکھتا ہے کہ اس مقام پر امام محمد رح نے فرمایا کہ مالک سے کہا جائیگا کہ ناپ دے تاکہ جسقدر اناج کم ہوا ہے اُسکی ضمان لے اور اس کلام سے دو احتمال پیدا ہوتے ہین ایک یہ کہ امام محمد رح کی مراد یہ ہے کہ ناپ دے تاکہ بقدر نقصان کے اپنے کرایہ مین سے جو ادا کر دیا ہے واپس لے اور دوسرا یہ کہ اناج ہی مین سے جسقدر کم ہو گیا ہے اُسقدر واپس لے

[1] یعنی جب اجارہ مین عین اجارہ مال مضمون ہو جاوے تو امانت سے خارج ہو جاتا ہی اور اجارہ نہین رہتا ہی لیں اجرت بھی واجب نہوگی

جیسا کہ ظاہر لفظ سے مفہوم ہو پس اگر پہلا احتمال مراد ہو تو یہ حکم سب ائمہ کے نزدیک بالاتفاق ہو اور اگر دوسرا احتمال مراد ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک مالک کو ملاح سے اناج کی ضمان لینے کا اختیار نہین ہو مگر درصورتیکہ اُسنے کوئی خیانت یا تقصیر کی ہو تو البتہ ضمان لے سکتا ہے اور اُسی پر فتوی ہی یہ مضمرات مین ہی۔

دوسری فصل۔ اُجرت مین عیب پائے جانے مین موجر اور مستاجر کے اختلاف کے بیان مین۔ اگر موجر نے اجرت مین عیب پا کر مستاجر کو واپس کرنی چاہی پس اگر اجرت مال دین یعنی درم یا دینار ہون یا سوائے درہم و دینار کے کوئی کیلی یا وزنی چیز اپنے ذمہ ٹھہرائی ہو یا مال عین ہو جیسے عین کپڑا یا معین گیہون ہون پس اگر مستاجر نے موجر کے قول کی تصدیق کی تو موجر کو ہر حال مین واپس کر دینے کا اختیار ہے خواہ اجرت مال دین ہو یا عین ہو۔ اور اگر مستاجر نے اسکے قول کی تکذیب کی اور کہا کہ مین نے تجھے ایسی اجرت یعنی عیب دار نہین دی ہی پس اگر اجرت مال دین ہو پس اگر موجر نے قبضہ کرنے کیوقت کھری اجرت پر قبضہ کرنے یا استیفاء حق کا اقرار نہ کیا ہو فقط مثلاً دراہم وصول پانے کا اقرار کیا ہو تو قیاساً مستاجر کا قول قبول ہونا چاہیے اور استحساناً قسم کے ساتھ موجر کا قول قبول ہوگا اور اگر موجر نے وقت قبضہ کے کھرے درمون پر یا اپنی اجرت پر قبضہ کرنے یا استیفاء حق کا اقرار کیا ہو تو موجر کے قول کی تصدیق نہ کیجاویگی اور نہ اسکے گواہ مقبول ہونگے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کسی مکان کے کرایہ مین کوئی معین کپڑا دیا اور موجر نے قبضہ کر لیا پھر عیب کی وجہ سے اسکو واپس کرنے لایا اور مستاجر نے کہا کہ یہ میرا کپڑا نہین ہی تو مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اگر موجر نے عیب ہونے پر گواہ قائم کیے تو واپس کر سکتا ہے خواہ عیب تھوڑا ہو یا بہت ہو پھر اُسکے رد کرنے سے عقد اجارہ فسخ ہو جائیگا کیونکہ عقد سے جسکا استحقاق حاصل تھا اُسکا قبضہ جاتا رہا پس مستاجر سے سکونت کی قیمت یعنی مکان کا اجر المثل لے لیگا اور اگر اس کپڑے مین کوئی ایسا عیب پیدا ہو گیا کہ جسکی وجہ سے واپس نہین کر سکتا ہے تو مکان کے اجر المثل کے حساب سے بقدر حصہ عیب کے واپس لیگا یہ مبسوط مین ہی۔ ایک بنیے نے ایک شخص سے ایک بیت کرایہ لیا اور مدت تک اُسمین خرید و فروخت کرتا رہا پھر اُسکو چھوڑا اور جو کچھ اُسمین برتن وغیرہ تھے اسکی بابت اختلاف کیا اور مالک بیت نے کہا کہ جس دن تو نے مجھ سے کرایہ پر لیا ہے اسوقت یہ سب میرے مکان مین موجود تھے اور بنیے نے کہا کہ نہین مین نے خود رکھے ہین تو قیاساً مالک بیت کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اور استحساناً مستاجر کا قول مقبول ہوگا اور یہی حکم تمام باقی پیشہ ورون مین ہی کہ اگر انھون نے ایسی چیز مین اختلاف کیا جسکو عادت و رواج کے موافق مستاجر خود لا کر رکھتا ہے یا تیار کرتا ہے اور موجر نہین کرتا ہے تو اسمین قیاس و استحسان دو طرح سے حکم ہوگا اور اس جنس کے مسائل مین حاصل یہ ہے کہ جو چیز ایسی ہو کہ جسکو عادت کے موافق مستاجر اپنی ضرورت کے واسطے تیار کرتا ہے اس کی بابت مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اگر مالک مکان و مستاجر نے سوائے ان چیزون کے جو ہمنے بیان کر دی ہین عمارت مکان مین اختلاف کیا یا دروازہ کی نسبت یا کسی

لکڑی کی نسبت جو چھت مین ڈلوائی ہی اختلاف کیا اور موجر نے کہا کہ جسوقت مین نے تجھے مکان دیا ہی اُسوقت یہ چیز اُسمین موجود تھی اور مستاجر نے کہا کہ نہین بلکہ مین نے بنوائی ہی تو قسم کے ساتھ مالک مکان کا قول قبول ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور صحن وغیرہ مکان کی بچھی ہوئی اینٹین پختہ اور غلق اور پرنالہ کی بابت اگر اختلاف ہو تو ظاہر یہ ہے کہ ایسی چیزین مالک مکان بنوا تا ہی۔ اور اگر مکان کے اندر کچی اور پکی اینٹین ڈھیر ہون یا گچ یا دھنیان یا کواڑ رکھے ہون تو وہ مستاجر کی قرار دیجاوینگی اور اگر دونون نے اپنے اپنے گواہ قائم کیے تو جن صورتون مین ہمنے مستاجر کا قول قبول کرنے کا حکم دیا ہے اُن صورتون مین گواہ موجر کے قبول ہونگے۔ اور اگر مکان مین پانی کا کنوان جگت بنا ہوا ہو یا پختہ سندلا یا ہوا ہو اور مستاجر نے کہا کہ مین نے اُسکو تیار کرایا ہے اور مین اسکو اُکھاڑ لونگا تو موجر کا قول قبول ہوگا اسی طرح اگر عمارت مکان مین گچ یا سترہ[1] یا لکڑی لگی ہوئی ہو یا اوسٹے ہون تو بھی یہی حکم ہی اور اونسے مراد یہ ہے کہ عمارت مکان مین اوسٹے بنے ہوے ہون اور اگر عمارت سے علیحدہ رکھے ہون جیسے سیڑھی تو اُسمین مستاجر کا قول قبول ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر مالک مکان نے اقرار کیا کہ مستاجر نے اسپر گچ کرائی یا اسمین پختہ اینٹون کا فرش کرایا یا اسمین دروازہ یا غلق لگایا ہے تو مستاجر کو اسکے اُکھاڑ لینے کا اختیار ہوگا اور اگر اکھاڑنے سے مالک مکان کو ضرر پہونچتا ہو تو خصومت کے روز جو کچھ ان چیزونکی قیمت ہو وہ قیمت مالک مکان پر مستاجر کو دینی واجب ہوگی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر تنور و چولھے مین اختلاف کیا کہ کس نے بنایا ہے تو مستاجر کا قول قبول ہوگا کیونکہ ظاہر[2] اُسی نے اپنی ضرورت سے بنایا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر مکان مین شہد کی مکھی کے چھتے یا کبوتر ہون تو یہ سب مستاجر کو ملینگے جیسے رکھا ہوا اسباب اسکو ملتا ہے یہ مبسوط مین ہی۔ **قال المترجم** شہد کی مکھی کے چھتے مین بنا بر عرف کے کہ لوگ لا کر مکان مین رکھتے ہین تا کہ مکھیان شہد جمع کرین یہ حکم ہے اور عرف ہندوستان مین ایسا نہین کرتے ہین واللہ تعالی اعلم بالحکم۔ اور اگر مستاجر مکان مین سے چلا گیا پھر جو چیزین مکان مین ہین انکی نسبت اختلاف ہوا تو جو چیزین مکان سے مرکب ہین جیسے دروازہ اور دربند اور چبوترہ وغیرہ آن مین مالک مکان کا قول مقبول ہوگا اور جو چیزین الگ ہین جیسے فرش اور برتن اور رکھی ہوئی لکڑیان وغیرہ اُنمین مستاجر کا قول قبول ہوگا یہ غیاثیہ مین ہے ولیکن اگر دروازہ کا ایک کواڑ جڑا ہوا ہی اور دوسرا رکھا ہو یا دھنی کی نسبت اگر یہ معلوم ہو کہ یہ چھت مین سے گر پڑی ہے تو موجر ہی کا قول قبول ہو کر اُسی کو ملیگی اور تنور مین عرف کا اعتبار کیا جائیگا۔ اور اگر مکانین سے کوئی بیت منہدم ہو گیا اور اس افتادہ مین اختلاف کیا پس اگر یہ معلوم ہو جاے کہ یہ اسی بیت منہدمہ کا ہے جو اس مکان سے تھا تو مالک مکان کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر یہ بات معلوم نہوئی ہو اور مستاجر نے کہا کہ میرا ہی تو اسی کا

[1] سترہ سے مراد وہ نرکل یا چٹائی وغیرہ کا پردہ جو کھلی چھت پر آڑ کے لیے کھڑا کر دیتے ہین ۱۲ [2] اشارہ ہی کہ اسمین ظاہر حال پر حکم کا اعتبار

قول قبول ہوگا۔ اور اگر مالک مکان نے مستاجر کو حکم دیا ہو کہ مکان میں یہ بیت اس شرط سے بنوا دے کہ کرایہ میں سے اسکا خرچہ محسوب کرلینا پھر دونون نے اتفاق کیا کہ اسی طور پر بنوایا گیا ہے مگر خرچہ میں اختلاف کیا یعنی کسقدر خرچ ہوا ہے تو قول مالک مکان کا اور گواہ مستاجر کے قبول ہونگے اسیطرح اگر مالک مکان نے کہا کہ تونے بنوایا نہیں یا میری بلا اجازت بنوایا ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے اور مشایخ نے فرمایا کہ مالک مکان کا قول قبول ہونا ایسی صورت میں جب ہے کہ اشکال واشتباہ [قبول قول کا سبب ۱۲] پیش آوے کہ اس صناعت کے دانا کار بنوائی کے خرچہ میں مختلف ہوں بعضے کہتے ہیں کہ ایسی عمارت کی بنوائی میں اسیقدر خرچہ پڑتا ہے جسقدر مالک مکان بیان کرتا ہے اور بعضے کہتے ہوں کہ نہیں بلکہ اسقدر پڑتا ہے جسقدر مستاجر کہتا ہے حتی کہ ان دونونکے قول میں سے کسی کے قول کی صداقت ثالث کی طرف سے نہیں ہوسکتی ہے تو ایسے وقت میں دعوی وانکار کا اعتبار کیا جائیگا پس مستاجر دعوی کرتا ہے کہ بہت کچھ میں نے ادا کردیا اور مالک مکان منکر ہے اسواسطے اُسی کا قول قبول ہوگا اور اگر ایسا اشکال پیش نہ آوے بلکہ اس صناعت کے دانا کار باتفاق بیان کریں کہ ایسی عمارت میں اسقدر خرچ ہوتا ہے جسقدر موجر یا مستاجر بیان کرتا ہے تو جسکے قول پر اتفاق ہوا اسکا قول قبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مکان کے دروازہ کے دو کواڑ وںمیں سے ایک گر پڑا ہو اور دوسرا دروازہ معلق ہو اور گرے ہوے میں اختلاف کیا تو مالک مکان کا قول قبول ہوگا بشرطیکہ یہ شناخت ہو جاوے کہ یہ گرا ہوا لگے ہوے کے جوڑ کا ہے اور اگر منقول ہو تو اُسمیں مستاجر کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر کسی بیت کی چھت میں نقشی دھنیان پڑی ہوں اُن میں سے کوئی دھنی گر پڑی اور مکان میں پڑی رہی اور مالک مکان نے کہا کہ یہ دھنی اسی چھت کی ہے اور مستاجر نے اختلاف کرکے کہا کہ نہیں بلکہ میری ہے اور یہ ظاہر ہوا کہ اس دھنی کی تصویریں اور چھت کی دھنیونکی تصویریں یکسان وموافق ہیں تو قسم کے ساتھ مالک مکان کا قول قبول ہوگا اگرچہ دھنی منقولہ ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک بڑے مکان میں سے ایک منزل کرایہ پر لی اور ایک درم ماہوار کرایہ ٹھہرا حالانکہ اُس مکان میں کوئی رہتا تھا پھر مالک مکان مستاجر کو مکان میں لایا اور مستاجر اور منزل کے درمیان تخلیہ کرکے قبضہ کرا دیا اور کہا کہ اسمیں رہا کر پھر جب دوسرا مہینہ شروع ہوا تو مالک منزل نے مستاجر سے کرایہ طلب کیا پس مستاجر نے کہا کہ میں اُس منزل میں رہا نہیں ہوں مجھے اس منزل میں رہنے سے فلان شخص نے جو مکان میں رہتا ہے یا غاصب نے روکا اور مانع ہوا حالانکہ مستاجر کے پاس کوئی گواہ نہیں ہے اور وہ ساکن اس امر کا مقر ہے یا منکر ہے تو ساکن کے قول پر التفات نہوگا پس اختلاف فقط موجر ومستاجر میں رہگیا پس اگر وقت نزاع کے مستاجر اُسمیں رہتا ہو تو مالک مکان کا قول قبول ہوگا اور مستاجر پر کرایہ واجب ہوگا اور اگر اسوقت مستاجر کے سوا دوسرا شخص ساکن ہو تو مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اسپر کرایہ واجب نہوگا ایک شخص نے ایکدرم ماہواری پر ایک مکان کرایہ لیا پھر جب مہینہ شروع ہوا تو موجر نے کرایہ

طلب کیا پس مستاجر نے کہا کہ تونے تو مجھے عاریت دیا تھا یا بلا کرایہ مجھے بسایا تھا اور مالک مکان اُس سے منکر ہے اور دونون کے پاس گواہ نہین ہین تو قسم کے ساتھ رہنے والے کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون کے پاس گواہ ہون اور قائم کیے تو مالک مکان کے گواہ مقبول ہونگے۔ اسی طرح اگر ساکن نے کہا کہ یہ مکان تو میرا ہی تیرا اسمین کچھ حق نہین ہے تو قسم کے ساتھ ساکن کا قول قبول ہوگا اور اگر ساکن نے کہا کہ یہ مکان فلان شخص کا ہی اُسنے مجھے اُسکی پرداخت کے واسطے وکیل کیا ہی تو ساکن کا قول قبول ہوگا اور مدعی کے مقابل مین خصم قرار دیا جائیگا۔ اور اگر مستاجر نے کہا کہ تونے مجھے یہ مکان ہبہ کر دیا ہے پس کچھ کرایہ تجھے نہین چاہیے اور موجر نے کہا کہ نہین بلکہ مین نے تجھے کرایہ پر دیا ہے تو اجرت کے بارہ مین مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو موہوب لہ کے گواہ مقبول ہونگے۔ اور یہ اسوقت ہے کہ ساکن نے کبھی اصل کرایہ کا اقرار نہ کیا ہو اور اگر اُس نے اصل کرایہ دینے کا اقرار کیا ہو پھر ہبہ یا عاریت کا دعوی کیا ہو تو اُسکی تصدیق نہ کیجاویگی اور اسپر کرایہ واجب ہوگا ولیکن اگر گواہ قائم کرے تو ایسا نہوگا۔ اور مستاجر کو خیار رویت حاصل ہوتا ہے بشرطیکہ اُسنے کبھی دیکھا نہو پس اگر دونون نے اختلاف کیا اور مالک نے کہا کہ تونے اسکو دیکھا ہے اور مستاجر نے کہا کہ مین نے نہین دیکھا تھا تو اُسی کا قول قبول ہوگا پھر جب اُسنے نہ دیکھنے کی قسم کھالی تو واپس کر دیگا ولیکن اگر گواہ قائم ہون کہ اُسنے دیکھا تھا تو واپس نہین کر سکتا ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک مہینہ کیواسطے ایک مکان کرایہ لیا پھر مستاجر نے دعوی کیا کہ موجر نے بعد اجارہ کے میرے ہاتھ یہ مکان فروخت کر دیا ہے اور موجر نے انکار کیا پھر اسکے بعد مدت گذر گئی تو مشائخ نے فرمایا کہ مدت گذشتہ کا اجارہ لازم ہوگا کیونکہ دونون نے اجارہ واقع ہونے پر اتفاق کیا ہی اور بیع ثابت نہین ہوئی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے شخص سے ایک منزل اس شرط سے اجارہ لی کہ اُسکا کرایہ یہ ہے کہ مستاجر جب تک اس مکان مین رہے تب تک اُس کے اور اُسکے عیال کا خرچہ اُٹھاوے اور کفالت کرے تو اجارہ فاسد ہی اور اگر مستاجر نے سکونت کی تو مثل اور اجارات فاسدہ کے اُسپر اجر المثل واجب ہوگا۔ اور اگر مستاجر نے کہا کہ مین نے تیرے عیال کو نفقہ دیا ہی اور موجر نے کہا کہ نہین دیا ہی تو موجر کا قول قبول ہوگا اور مستاجر کے گواہ مقبول ہونگے۔ اور اگر دس درم پر ایک مہینہ کیواسطے ایک مکان کرایہ لیا اور اسمین ایک یا دو روز رہا پھر یہ مکان بدل کر دوسرے مکان مین چلا گیا تو موجر کو پورے مہینہ کا کرایہ طلب کرنے کا اختیار ہوگا پھر اگر مستاجر نے کہا کہ مین نے ایک روز ہی کیواسطے کرایہ پر لیا تھا تو اسی کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو موجر کے گواہ مقبول ہونگے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر کوئی مکان ایک مہینہ کیواسطے ایک درم مین کرایہ لیا اور اسمین دو مہینہ تک رہا تو اُسپر پہلے مہینے کا کرایہ واجب ہوگا دوسرے مہینے کا واجب نہوگا اور اگر دوسرے مہینے مین اُسکی سکونت کی وجہ سے کچھ گر گیا تو اسکا ضامن ہوگا اور اگر پہلے مہینہ کی سکو

لہ مراد یہ ہے کہ مدعی قائم کرے اور وہ مقبول ہونگے ۱۲ منہ

کیوجہ سے کچھ منہدم ہوا ہو تو اُسکا ضامن نہوگا۔ اور اگر منہدم ہونے مین دونون نے اختلاف کیا اور مستاجر نے کہا کہ ماہ اول کی سکونت سے منہدم ہوا ہے اور موجر نے کہا کہ نہین بلکہ دوسرے مہینے تیری سکونت سے ہوا ہے اور تجھپر ضمان واجب ہے تو قسم کے ساتھ مستاجر کا قول قبول ہوگا اور مالک مکان کے گواہ مقبول ہونگے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر پہلے مہینے پر صرف ایک یا دو دن زیادہ ہوئے ہون اور مستاجر نے کہا کہ پہلے مہینے مین منہدم ہوا ہے تو اسی کا قول قبول ہوگا کیونکہ وہ غاصب ہو گیا ہے یہ مبسوط مین ہے۔ ایک شخص نے کوئی دار یا بیت ایک مہینہ تک رہنے کیواسطے کرایہ لیا اور مالک مکان نے اسکو کنجی دیدی پھر جب مہینہ گذر گیا تو مالک نے کرایہ طلب کیا اور مستاجر نے کہا کہ مین اس مکان کو کھول نہین سکا اور موجر نے کہا کہ تو اسکے کھولنے پر قادر ہوا اور تو نے اسمین سکونت کی ہے اور دونون کے پاس گواہ نہین ہین تو جو کنجی اُسکو دی ہے اُسکو دیکھا جائیگا کہ کیا حال ہے پس اگر وہ کنجی غلق کے مناسب ہے اور اُس سے دروازہ کھل سکتا ہے تو مالک مکان کا قول قبول ہوگا اور مستاجر کے اُس قول کی کہ مین کھول نہ سکا تصدیق نہ کیجاویگی اور اگر وہ کنجی غلق کے مناسب نہو اور اُس سے دروازہ کھل سکتا ہو تو مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اسی پر فتوی ہے اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو مالک مکان کے گواہ مقبول ہونگے اگرچہ وہ کنجی ایسی ہو کہ غلق کے مناسب نہین ہے یہ جواہر اخلاطی مین ہے۔ ایک شخص نے ایکسال کے واسطے مکان کرایہ دیا پھر جب سال گذر گیا تو مستاجر سے مکان لیکر اس مین جھاڑو دیکر خود رہنا شروع کیا اور مستاجر نے کہا کہ اسمین میرے درم تھے کہ تو نے جھاڑ کر پھینکدیے پس اگر مالک مکان نے اسکے قول کی تصدیق کی تو ضامن ہوگا اور اگر انکار کیا تو قسم سے مالک کا قول قبول ہوگا یہ کبرے مین ہے۔ اگر کسی شخص نے کچھ مدت معلومہ کیواسطے کسی سے حمام کرایہ لیا پھر حمام کی دیگون کی نسبت اختلاف کیا کہ یہ مستاجر کی ہین یا مالک حمام کی ہین تو مالک حمام کا قول قبول ہوگا اور اگر اجارہ کی مدت گذرنے پر حمام کے اندر بہت سی راکھ و گوبر نظر آیا اور مالک حمام نے کہا کہ گوبر میرا ہے اور مستاجر نے کہا کہ میرا ہے مین اُسکو اُٹھوا لونگا پس اگر یہ معلوم نہو کہ یہ گوبر حمام کرایہ دینے سے بیشتر مالک حمام کے پاس تھا تو مستاجر کا قول قبول ہوگا۔ اور راکھ کی نسبت یہ حکم ہے کہ اگر یہ راکھ مستاجر کے فعل سے جمع ہوئی ہے اور وہ مقر ہے تو اُسپر اُس کا اُٹھوانا واجب ہوگا اور اگر اُسنے انکار کیا کہ میرے فعل سے نہین جمع ہوئی ہے تو اسی کا قول قبول ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کسی عورت نے کوئی زیور معلوم صبح سے رات تک پہننے کے واسطے اجارہ لیا تو جائز ہے اور اگر اُسنے اس روز یہ زیور کسی دوسری عورت کو پہنایا تو ضامن ہوگی اور اُسپر کچھ اجرت واجب نہوگی اور اگر دونون نے اختلاف کیا اور زیور کے مالک نے کہا کہ تو نے خود پہنا ہے اور عورت نے کہا کہ مین نے غیر کو پہنایا ہے تو ذکر فرمایا کہ زیور کے مالک کا قول قبول ہوگا اور اُس کے معنے یہ ہین کہ دونون نے اجرت مین اختلاف کیا اور مالک نے کہا کہ تو نے خود پہنا ہے پس تجھپر کرایہ واجب ہے اور عورت نے کہا کہ مین نے غیر کو پہنایا ہے تجھپر کرایہ واجب نہین ہے

اور مشائخ نے فرمایا کہ جو حکم مکان کا ذکر فرمایا اُسی کے قیاس پر حکم ہونا چاہیے یعنی فی الحال دیکھنا چاہیے
کہ اگر جھگڑے کے وقت عورت کے قبضہ مین موجود ہو تو زیور کے مالک کا قول قبول ہوگا اور اگر غیر کے
پاس موجود ہو تو عورت کی بات مقبول ہوگی اور اگر زیور تلف ہوگیا تو زیور کے مالک کو اختیار ہوگا کہ
عورت کی بات کی تصدیق کرکے اُس سے ضمان لے اور اجرت نہ ملیگی چنانچہ اگر غیر کو پہنانا بالمعائنہ
ثابت ہو تو یہی حکم ہی۔ اور اگر مالک نے اُسکی تکذیب کی تو عورت کو ضمان سے بری کردیا پھر مالک کا
قول قبول ہوگا اگر ٹٹو کے مالک اور مستاجر مین سواری لینے سے پہلے اختلاف ہوا اور مستاجر نے کہا کہ تو نے
مجھے کوفہ سے بغداد تک (یعنی کرایہ ملجائیگا) دس درم مین کرایہ دیا ہے اور مالک نے کہا کہ مین نے کوفہ سے قصر لعمان تک
جو ٹھیک بیچ مین واقع ہی دس درم پر کرایہ دیا ہے پس اگر دونون سے کسی کے گواہ نہون تو باہمی
قسم لینے کے بعد دونون آدمی عقد پھیر لین اور اگر دونون مین سے کسی نے گواہ قائم کیے تو اُسپر حکم
دیا جائیگا اور اگر دونون نے گواہ پیش کیے تو امام اعظم رح پہلے فرماتے تھے کہ بغداد تک پندرہ درم پر کرایہ
ہونے کا حکم دیا جائیگا پھر اُس قول سے رجوع کیا اور فرمایا کہ بغداد تک دس درم پر حکم کیا جائیگا اور
یہی امام ابو یوسف اور امام محمد رح کا قول ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی شخص نے کسی موضع معلوم تک کوئی ٹٹو
کرایہ کیا اور بیان نہ کیا کہ اُسپر کیا لادیگا پھر اگر دونون نے جھگڑا کیا تو اجارہ رد کردیا جائیگا اور اگر
مستاجر اُسپر کوئی چیز لادلیگیا یا خود سوار ہوگیا تو استحسانًا اُسپر وہ کرایہ جو ٹھہرا ہی واجب ہوگا اسی طرح
اگر کوئی غلام اجارہ لیا اور وہ کام بیان نہ کیا کہ جسکے واسطے اجارہ لیا ہو تو بھی یہی حکم ہی یہ مبسوط مین ہی۔
اگر کسی شخص نے ایک ٹٹو کرایہ لیا اور موجر نے بدون زین و لگام کے اسکو دیا اور کہا کہ مین نے اسے عریان
ننگی پیٹھ تجھے اجارہ دیا ہے زین یا لگام کے ساتھ نہین دیا ہی اور مستاجر نے کہا کہ مین نے تجھ سے مع زین
و لگام کرایہ پر لیا ہے تو ٹٹو کے مالک کا قول قبول ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر معین نے تین ٹٹو بغداد سے
کوفہ تک اجارہ لیے تو جائز ہے اور جب اجارہ جائز ٹھہرا پھر موجر نے بھی تینون ٹٹو کسی دوسرے
شخص کے ہاتھ (مثلاً) فروخت کیے یا ہبہ یا صدقہ یا اجارہ یا عاریت یا ودیعت دیے پھر مستاجر آیا
اور اُسنے وہ جانور کسی دوسرے شخص کے ہاتھ مین پائے اور اپنے اجارہ کے گواہ پیش کرنے چاہے
پس آیا قبول ہونگے یا نہین تو اُسکی دو صورتین ہین یا تو موجر موجود ہوگا یا غائب ہوگا پس اگر وہ
حاضر ہو تو مستاجر کے گواہ قبول ہونگے اگرچہ موجر اقرار کرتا ہو کہ مین نے اسکو اجارہ پر دیے ہین
اور جب گواہ مقبول ہوئے اور موجر نے وہ جانور کسی کے ہاتھ فروخت کردیے ہین پس اگر کسی عذر
کی وجہ سے مثلاً اُسپر ایسا قرضہ تھا کہ اُسکی وجہ سے مقید ہوتا تھا اُسنے فروخت کرکے قرضہ ادا کیا تو
مستاجر کو ان جانورون کے لینے کی کوئی راہ نہین ہی اور اگر اُسنے بلا عذر فروخت کیے ہین تو مستاجر
مستحق ہی جانور اسکو دلائے جاوینگے یہانتک کہ اُسکے اجارہ کی میعاد منقضی ہو جاوے اور اگر اُسنے

کسی کو اجارہ پر یا صدقہ مین یا ہبہ دیے ہون تو مستاجر ان جانورون کا مستحق ہے یہانتک کہ اجارہ سے اپنی منفعت تمام حاصل کرے پھر بعد اُسکے یہ تصرفات جائز ہونگے اور ان تصرفات کے حق مین وہی حکم ہی جو بلا عذر فروخت کرنے کا حکم ہے یہ سب اُس صورت مین ہی کہ جب موجر موجود حاضر ہوا ور اگر غائب ہو پس اگر جانورون کا قابض مشتری یا متصدق علیہ یا موہوب لہ ہو تو مستاجر کے گواہ مقبول ہونگے کیونکہ ایسا قابض مقبوضہ مین اپنی ملک کا دعوی کرتا ہی پس جو شخص مقبوضہ مین کسی حق کا دعوی کریگا اسکے مقابل خصم قرار دیا جائیگا پھر بعد سماعت کے اگر موجر نے جانورون کو کسی عذر کی وجہ سے فروخت کیا ہو تو مستاجر کو جانور نہین مل سکتے ہین اور اگر بلا عذر فروخت کیے یا ہبہ یا صدقہ مین دیے ہون تو مستاجر اپنی منفعت اجارہ حاصل کرنے تک انکا زیادہ حقدار ہی اور اگر جانورون کا قابض کوئی مستاجر یا مستعیر یا مستودع ہو اور مستاجر مدعی نے اُسکے قول کی تصدیق کی تو اُسپر مستاجر مدعی کے گواہون کی سماعت نہوگی پھر کتاب مین فرمایا کہ مستاجر اپنی منفعت اجارہ حاصل کرنے تک اُن جانورون کا مستحق ہی اور یہ نہ فرمایا کہ پہلا مستاجر یا دوسرا مستاجر مستحق ہی اور اس صورت مین واجب یہ ہے کہ دوسرا مستاجر مستحق ہو بخلاف اُس صورت کے کہ جب موجر خود حاضر ہو چنانچہ مذکور ہوا اور واضح ہو کہ شیخ الاسلام خواہرزادہ نے یہ مسئلہ اسی طور سے بیان کیا ہے اور اُسمین دوسرے مستاجر کو پہلے مستاجر کا خصم ومدعا علیہ نہین ٹھہرایا یعنی اُس کے مقابلہ مین گواہون کی سماعت نہ کی مگر شیخ الاسلام احمد زاہد طواویسی اور فخر الاسلام علی بزدوی نے ذکر کیا کہ پہلے مستاجر کے گواہ دوسرے مستاجر قابض کے مقابلہ مین مقبول ہونگے اور دوسرے کو خصم قرار دیا اور دونون نے مستاجرین اور مستعیر ومستودع مین فرق کیا یعنی بمواجہہ مستعیر ومستودع کے بعد تصدیق مستاجر مدعی کے مالک کے گواہ قبول نہونگے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر کوئی ٹٹو کرایہ لیا اور موجر نے کہا کہ ایک[1] غلام اجارہ کرلے کہ تیری اور ٹٹو کی تبعیت کریگا اور کرایہ مین سے اُسکا اور ٹٹو کا نفقہ دیدینا تو یہ جائز ہے پھر اگر اُسنے غلام کو اُسکا نفقہ اور ٹٹو کا نفقہ دیا اور اُسکے پاس سے چوری گیا پس اگر ٹٹو کے مالک نے اسکی تصدیق کی وا قرار کیا تو مستاجر بری ہو گیا اور اگر دونون نے غلام کرایہ لینے کے حکم یا غلام کو نفقہ دیدینے کے حکم دیدینے مین اختلاف کیا تو ٹٹو کے مالک کا قول قبول ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی مستاجر پر لازم ہوگا کہ غلام کو اجارہ پر لینے کے گواہ سنا دے۔ اور اگر مستاجر کو اُسنے غلام اجارہ لینے کے واسطے وکیل کیا اور اُسکے بعد اُسنے گواہ قائم کیے کہ مین نے غلام اجارہ پر لے لیا اور غلام نے اقرار کیا کہ مین نے مستاجر سے نفقہ وصول کیا تھا ولیکن میرے پاس سے ضائع یا چوری ہو گیا اور موجر نے انکار کیا تو غلام کا قول قبول ہوگا کیونکہ جب غلام کا اجارہ پر لینا ثابت ہو گیا تو وہ غلام موجر کی طرف سے بقدر نفقہ کے کرایہ وصول کرنے کا وکیل ہو گیا اور جو شخص قرضہ وصول کرنے کا وکیل ہو اگر اُسنے کہا کہ مین نے قرضہ وصول کرلیا مگر میرے پاس تلف ہو گیا

---

[1] یعنی موجر نے اسکو یہ حکم کیا ۱۲

تو اُسی کا قول قبول ہوتا ہے پس ایسا ہی یہان ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر ٹٹو کے مالک نے اقرار کیا کہ
مین نے مستاجر کو حکم دیا تھا کہ غلام کو نفقہ دیدے مگر اُسنے نہین دیا ہے اور غلام نے اقرار کیا کہ اسنے دیا ہی
تو غلام کا قول قبول ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر کوئی ٹٹو آمد و رفت کیواسطے یعنی ادائی جوائی کرایہ کیا اور ٹٹو
والا راستہ مین مرگیا تو اجارہ نہ ٹوٹیگا پس اگر اُسنے کوئی شخص اجارہ پر رکھ لیا تاکہ ٹٹو کی پرداخت کرے
تو جائز ہے اور اسکا کرایہ مستاجر پر واجب ہوگا اور جو کچھ اُسنے دیا ہے اُسکو میت کے وارثون سے واپس
نہین لے سکتا ہی۔ اور اگر مستاجر اور میت کے وارثون مین اختلاف ہوا اور وارثون نے کہا کہ ہمارے
باپ نے تجکو یہ ٹٹو اس شرط سے کرایہ دیا تھا کہ اس ٹٹو کا خرچہ سب تجھپر پڑے اور مستاجر نے اُس سے انکار کیا
تو مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون فریق نے گواہ قائم کیے تو وارثون کے گواہ قبول ہونگے
اور اگر ایک شخص نے دو شخصون سے بغداد تک جانے اور آنے کیواسطے ایک ٹٹو کرایہ لیا پھر دونون مین
سے ایک نے کہا کہ ہمنے تجھے یہ ٹٹو دس درم مین کرایہ دیا ہے اور دوسرے نے کہا کہ پندرہ درم مین پس
اگر معقود علیہ یعنی سواری حاصل کرنے سے پہلے دونون نے اختلاف کیا اور سب مین کسی کے پاس گواہ
نہین ہین اور مستاجر ان دونون کی تکذیب کرتا ہے اور پانچ درم پر اجارہ کا دعویٰ کرتا ہے تو دونون
سے ہر ایک کے حصہ مین باہمی قسم لیجاویگی اور اگر سب نے باہم قسم کھالی تو قاضی پورے ٹٹو کا اجارہ فسخ
کردیگا جیسا کہ مال عین کی بیع مین حکم ہی اور اگر مستاجر نے دونون مین سے کسی کی تصدیق کی مثلاً دس درم
پر اجارہ ہونے کا اقرار کیا تو جسکی تصدیق کی ہی اُسکے حصہ مین باہمی قسم واجب نہین ہی اور دوسرے شخص کے
حصہ مین جو پندرہ درم پر اجارہ کا دعویٰ کرتا ہے باہم قسم ہوگی پھر اگر دونون نے قسم کھالی اور ایک موجر یا دونون نے
قاضی سے فسخ کی درخواست کی تو بالاجماع حصہ مخالف کا عقد قاضی فسخ کردیگا اور حصہ موافق کا اجارہ پانچ درم
پر باقی رہیگا چنانچہ دونون مین سے ایک کے مرجانے کی صورت مین ہوتا ہے اور اگر معقود علیہ مین
منفعت حاصل کرنے کے بعد ایسا اختلاف ہوا تو قسم کے ساتھ مستاجر کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر دونون
موجرون نے اپنے دعوے کے گواہ قائم کیے تو ہر ایک کیواسطے اسکے نصف دعویٰ کی ڈگری ہوگی
پس پندرہ کے مدعی کے لیے ساڑھے سات درم کی اور دس کے مدعی کے واسطے پانچ درم کی ڈگری
ہوگی یہ سب اُس صورت مین ہے کہ بدل مین یعنی اجرت مین اختلاف کیا ہو اور اگر مقدار معقود علیہ یعنے
مقدار سیر مین اختلاف کیا مثلاً ایک موجر نے کہا کہ ہمنے تجھے مدائن تک کے لیے کرایہ پر دیا ہے اور دوسرے
نے بغداد تک کہا اور مقدار کرایہ پر سب نے اتفاق کیا پس اگر سوار ہوجانے سے پہلے ایسا اختلاف کیا ہو
و مستاجر نے دونون کی تکذیب کی اور جہانتک دونون اقرار کرتے ہین اُس سے بھی زیادہ دور تک کے
مقام تک کرایہ لینے کا دعویٰ کیا تو ہر ایک کے حصہ مین باہمی قسم واجب ہوگی پس اگر سب نے قسم کھالی اور قاضی
سے فسخ کی درخواست کی تو قاضی پورے ٹٹو کا اجارہ فسخ کردیگا۔ اور اگر مستاجر دونون مین سے کسی کی

تصدیق کرتا ہو تو جسکی تصدیق کرتا ہی اُسکے حصہ مین باہمی قسم واجب نہوگی فقط دوسرے کے حصہ مین واجب ہوگی پھر اگر دونون نے قسم کھالی تو اسکے حصہ کا عقد فسخ ہوگا اور موافق کے حصہ کا عقد باقی رہیگا اور بالاجماع اسکے حصہ کا اجارہ جائز رہیگا اور یہ اُسوقت ہے کہ سواری لینے سے پہلے دونون نے باہم اختلاف کیا ہو اور اگر موجرون کی مسافت تک سوار ہو جانے کے بعد اختلاف کیا ہو تو قسم کے ساتھ مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اگر سب نے اپنے اپنے گواہ قائم کیے حالانکہ مستاجر دونون کی مقدار مسافت سے زیادہ دور تک مسافت کا دعوی کرتا ہے تو مستاجر کے گواہ قبول ہونگے یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے شق محمل کرایہ لی اور حمال نے کہا کہ تو نے عیدان محمل مراد لی ہین یعنی تیری غرض محمل سے عیدان محمل تھی اور مستاجر نے کہا کہ نہین بلکہ مین نے اونٹ مراد لیا ہی پس اگر کرایہ اس لایق ہو کہ جس سے عیدان محمل کرایہ لیجاتی ہین تو حمال کا قول قبول ہوگا اور اگر کرایہ اس لائق ہو کہ جس سے اونٹ کرایہ کیے جاتے ہین تو مستاجر کا قول قبول ہوگا کیونکہ محمل کا اطلاق جسطرح عیدان پر ہوتا ہی ایسے ہی اونٹ پر ہوتا ہے پس اس لفظ کے بولنے سے مراد مجہول رہی پس ضرور ہوا کہ کرایہ کے اندازے سے اس لفظ کی مراد ظاہر کیجاوے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک شخص نے ایک غلام اسواسطے اجارہ لیا کہ اُسکا خط بغداد کو لیجاوے پھر مستاجر واجیر مین اختلاف واقع ہوا پس اگر کام پورا کرنے مین اختلاف ہوا اور منکر دونون مین سے مرسل یعنی بھیجنے والا ہے تو اسی کا قول قبول ہوگا چنانچہ بائع اگر مبیع سپرد کردینے کا مدعی ہو اور مشتری منکر ہے تو مشتری کا قول قبول ہوتا ہی۔ اور اگر دونون نے اجرت ادا کرنے مین اختلاف کیا تو غلام کا قول قبول ہوگا یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے ایک غلام اسواسطے اجارہ لیا کہ اُسکا خط بغداد کو پہونچادے پھر غلام نے کہا کہ مین خط لیگیا اور جس کے پاس خط بھیجا ہی اُسنے کہا کہ میرے پاس تو خط نہین لایا ہی تو غلام پر اپنے دعوی کے گواہ لانے واجب ہین کیونکہ وہ معقود علیہ پورا کردینے کا مدعی ہی پس اگر اُسنے گواہ قائم کیے کہ غلام نے مکتوب الیہ کو خط دیدیا ہی تو جو امر گواہون سے ثابت ہوا وہ مثل خصم کے خود اقرار سے ثابت ہونے کے ہے اور غلام کی اجرت مرسل پر واجب ہوگی مرسل الیہ یعنی جسکے پاس بھیجا ہی اُسپر واجب نہوگی۔ اور اگر مرسل الیہ نے دعوی کیا کہ مین نے غلام کو اُسکی اجرت کے دس درم دیدیے ہین تو اُسپر ادا کردینے کے گواہ لانے واجب ہین چنانچہ اگر خود مرسل نے اجرت ادا کرنے کا دعوے کیا ہو تو بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر غلام نے گواہ پیش کیے کہ یہ غلام خط لیکر بغداد مین آیا مگر مکتوب الیہ نہین ملا تو غلام کی اجرت مرسل پر واجب ہوئی یہ مبسوط مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک سواری کا چوپایہ کرایہ لیا اور یہ بیان نہ کیا کہ چوپایہ آیا خچر ہے یا گدھا ہے پھر موجب ایک گدھا سپرد کرنے کو لایا اُسوقت دونون نے اختلاف کیا اور مستاجر نے کہا کہ مین نے تجھسے یہ خچر پانچ درم پر کرایہ لیا ہے اور موجر نے کہا کہ نہین بلکہ یہ گدھا پانچ درم مین لیا ہی۔ پس اگر سواری لینے سے پہلے ایسا اختلاف ہوا اور دونون کے پاس گواہ نہین ہین تو دونون باہم قسم کھا دینگے۔ اور اگر بعد سواری کے اختلاف کیا اور کسی نے گواہ

قائم نہ کیے تو مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے اور اختلاف معقود علیہ یعنی منفعت مین
واقع ہوا ہے پس اگر سواری لینے سے پہلے اختلاف کیا تو موجر کے گواہ قبول ہونگے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر
کوفہ سے فارس تک کوئی ٹٹو کرایہ لیا اور ملک فارس مین سے کوئی شہر خاص بیان کر دیا تو اجارہ جائز ہی
پھر اجارہ تمام ہونے پر دونون نے اختلاف کیا مستاجر نے کہا کہ مین تجھے مثلاً فارسی درم دونگا کیونکہ
اجرت فارس مین پہونچکر واجب ہوئی ہی حالانکہ فارس کے درم کم ہوتے ہین اور موجر نے کہا کہ نہین
بلکہ تجھپر کوفہ کے درم واجب ہین کیونکہ عقد کوفہ مین ہوا ہی حالانکہ کوفہ کا درم وہان سے بڑھتی ہوتا ہی
تو مستاجر پر اس جگہ کے درم واجب ہونگے جہان اجارہ ٹھہرا ہی اور جہان کرایہ واجب الادا ہوا ہی وہان
کے درم واجب نہونگے یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک شخص نے کسی مزدور سے گانون مین کام لیا اور یہ کام بطور
اجارہ فاسدہ کے لیا پھر دونون نے شہر مین آکر اجرت مثل کا جھگڑا کیا حالانکہ ایسے کام کا اجر المثل باعتبار
مقام کے مختلف ہے تو جس مقام پر اجارہ لیکر کام لیا ہے وہان کے حساب سے اجر المثل واجب ہوگا یہ قنیہ
مین ہی۔ اگر کسی شخص نے حیرہ تک جو ایک مقام کا نام ہی ایک جانور کرایہ لیا اور جانور کے مالک نے
کہا کہ یہ جانور نے اور اسپر سوار ہو جا پھر جب وہ شخص حیرہ سے لوٹ آیا تو دونون نے اختلاف کیا اور
مستاجر نے کہا کہ مین اسکو حیرہ تک نہین لے گیا پس مجھپر کچھ کرایہ واجب نہوا اور جانور کے مالک نے کہا کہ
نہین بلکہ تو اسکو حیرہ تک لیگیا ہی اور میرا کرایہ تجھپر واجب ہے پس اگر مستاجر کا سفر کیواسطے نکلنا اور حیرہ کیطرف
متوجہ ہونا معلوم نہو تو مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اگر نکلکر حیرہ کیطرف جانا معلوم ہو تو موجر کا قول قبول
ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر صبح سے رات تک کے واسطے ایک چوپایہ سواری کا کرایہ لیا اور موجر نے اسکو اس کے
مکان پر دکھا دیا اور کہا کہ جب تیرا جی چاہے تب سوار ہو جانا پھر جب رات ہوئی تو دونون نے کرایہ اور
سواری مین جھگڑا کیا پس اگر موجر نے مستاجر کو وہ جانور دیدیا ہو تو مستاجر پر کرایہ واجب ہوگا اور اگر نہ دیا
ہو تو واجب نہوگا اور موجر پر واجب ہوگا کہ اس امر کے گواہ لاوے کہ مستاجر اسپر سوار ہوا ہے یہ مبسوط
مین ہی۔ ایک شخص نے کوئی غلام اپنے ساتھ سلائی کا کام کرنے کے واسطے کسی قدر ماہواری اجرت معلومہ
پر کرایہ کیا پھر درزی نے اجارہ لینے سے انکار کیا اور دعوی کیا کہ یہ غلام میرا ہے اور غلام کے مالک نے
اجارہ دینے پر گواہ قائم کیے اور اس مقدمہ مین دونون نے ایک مہینہ تک قاضی کے پاس آمد و رفت
رکھی پھر مالک کے گواہون کی عدالت ثابت ہوئی اور درزی نے انکار اجارہ سے پہلے اور بعد بھی غلام سے
کام لیا ہی تو اسپر تمام مدت کا کرایہ واجب ہوگا اور اگر وہ غلام حالت انکار مین سلائی کا کام لینے مین مرگیا
تو مستاجر پر کچھ ضمان واجب نہوگی فقط اسپر کرایہ واجب ہوگا۔ اسی طرح اگر مستاجر نے کہا کہ یہ شخص اسی
مدعی کا غلام ہی مگر مین نے اسکو از روی غصب کے لے لیا ہے یعنی اجارہ پر نہین لیا ہے اور باقی مسئلہ بحالہ
رہے تو بھی یہی حکم ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر کسی شخص نے چکی اجارہ پر لی پھر اسکا ایک پتھر ادھیکر ٹوٹ

گیا تو یہ عذر ہے اور اُسکو اجارہ فسخ کر دینے کا اختیار ہی اسی طرح اگر بیت منہدم ہو گیا تو بھی یہی حکم ہے
اور اگر دونون نے اختلاف کیا تو دو صورتین ہین یا تو مدت انکسار مین اختلاف کیا یا اصل انکسار مین
اختلاف کیا اور ان دونون صورتون مین ایسا ہی حکم ہی جیسا کہ پانی منقطع ہونے کی مدت مین یا اصل
پانی منقطع ہونے مین اختلاف کرنے کا حکم مذکور ہو چکا ہے یہ ذخیرہ مین ہی۔ بغداد تک ایک اونٹ کرایہ
لیا پھر دونون نے خروج کے وقت مین اختلاف کیا تو اصل خروج مین متاجر کا قول قبول ہوگا ایسا ہی
راہ کی تعیین مین بشرطیکہ دونون راہین یکسان ہون اور اگر کوئی راہ دشوار ہو تو اُسکا بیان ہو جانا ضرور ہے
یہ خلاصہ مین ہی۔ دو آدمیون نے بغداد[1] سے کوفہ تک اجرت معلومہ پر ایک ٹٹو کرایہ لیا پھر جب کوفہ مین
پہونچے تو دونون نے قاضی کے پاس نالش کی اور ایک نے دعوی کیا کہ ہمنے فلان شخص سے کوفہ تک
آمدورفت کے واسطے کرایہ لیا ہے اور دوسرے نے کہا کہ ہمنے مکہ تک آمدورفت کے واسطے اُس سے کرایہ
لیا ہی اور دونون مین سے کسی کے پاس گواہ نہین ہین تو قاضی حکم دیگا کہ یہ ٹٹو فلان غائب کی ملک ہے
اور اس حکم کے ضمن مین اجارہ واقع ہونے کا حکم نہ دیگا اور ہر ایک کو دونون مین سے ممانعت کر دیگا کہ
جہانتک کیواسطے کرایہ کرنے کا مدعی ہی وہان نہ جاوے اور اگر دونون نے ایک شے کا دعوی کیا تو قاضی
دونون کو انکے اتفاق پر چھوڑ دیگا یعنی جسپر متفق ہوے ہین اُسی پر رہین اور اگر دونون نے کرایہ کے
دعوے پر اپنے گواہ قائم کیے اور دونون فریق گواہون کی عدالت ثابت ہوئی تو قاضی اُس ٹٹو
کو دونون کے قبضہ مین چھوڑ دیگا اور دونون مین سے کسی کو یہ حکم نہ دیگا کہ جس مقام تک کرایہ لینے کا
مدعی ہی وہان جاوے اور موافق اپنی راے کے دونون کو حکم کریگا کہ اس ٹٹو کو نفقہ دین بشرطیکہ قاضی
کو امید ہو کہ اسکا مالک آجاویگا اور اگر اُسکے آنے کی اُمید نہو تو اُسکو نفقہ دینے کا حکم نہ دیگا بلکہ دونونکو
اسکے فروخت کرنے کا حکم کریگا اور جب بحکم قاضی دونون نے اُسکو فروخت کیا تو اسکا ثمن دونون کے
پاس رہنے دیگا اور اگر دونون نے قاضی کے حکم سے اُس ٹٹو کو کچھ کھلایا ہو اور قاضی کے نزدیک
ثابت ہو گیا تو قاضی انکو ثمن مین سے اسقدر دیدیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور گر دونون نے درخواست
کی کہ جو کرایہ ہمنے ٹٹو کے مالک کو دیا ہے وہ ہمکو دیا جاوے تو نہ دیا جائیگا کیونکہ اسمین قضاء علی الغائب
لازم آتی ہی ولیکن اُسکے دام ان دونون کے پاس موقوف رہینگے یہانتک کہ دونون گواہ قائم
کرین کہ ٹٹو کا مالک مرگیا۔ اور قاضی کو یہ بھی اختیار ہے کہ اُن دونون کی نالش کی سماعت نہ کرے
اور نہ انکو نفقہ دینے اور فروخت کرنے کا حکم دے کیونکہ اسمین ایک طرح سے قضاء علی الغائب ہے اور
ایک وجہ سے اسمین غائب کے مال کی حفاظت ہے اسی وجہ سے قاضی مختار ہے کہ جسطرف چاہے توجہ
کرے یہ کافی مین ہی۔ اور اگر دو شخصون نے بغداد سے کوفہ تک آمدورفت کیواسطے کرایہ لیا اور کوفہ مین
ٹٹو وغیرہ ۱۲

[1] اصل مین لفظ حلہ تھا ہمنے مشہور شہر بغداد سے بدل دیا ۱۲

پہونچ کر ایک شخص کے حق مین یہ مصلحت ظاہر ہوئی کہ بغداد کو واپس نہ جاوے اور فسخ اجارہ کیواسطے یہ عذر ہوا پس اگر فسخ اجارہ کیواسطے قاضی کے پاس مرافعہ کیا اور دونون نے اتفاق کیا اور ایکنے دوسرے کی تصدیق کی اور دونون نے گواہ قائم نہ کیے تو قاضی اسمین کچھ تعرض نہ کریگا اور اگر باوجود اتفاق کے گواہ قائم کیے تو قاضی اجارہ فسخ نہ کریگا کیونکہ اسمین قضاء علی الغائب لازم آتی ہی ولیکن اگر بنظر خیر وحفاظت غائب کے چاہے تو یہ نصف جسکو ایک شخص چھوڑتا ہی اُسکے شریک کو دیدے اور کتاب مین فرمایا کہ قاضی چاہے تو جو شخص واپس جانا چاہتا ہے اُس کے ہاتھ تمام ٹٹو کرایہ دیدے اور معنی اسکے یہی ہین کہ آدھا اُسکے پاس کرایہ پر ہے وہ رہنے دے اور یہ آدھا جسکو ایکنے چھوڑا ہے وہ بھی اسی کو دیدے یا اگر قاضی چاہے تو کسی دوسرے کو کرایہ پر دیدے پس دونون اُسپر سوار ہو جاوین یا باری سے سوار ہون جس طرح دونون پہلے کرتے تھے۔ اور کتاب مین یہ ذکر فرمایا کہ اگر قاضی نے کوئی کرایہ لینے والا نہ پایا تو آیا اس شخص کے پاس ودیعت رکھدے جو بغداد کو جانا چاہتا ہے اور دوسری جگہ کتاب مین لکھا ہی کہ قاضی کا جی چاہے تو ایسا کردے کہ نصف اُس کے پاس کرایہ پر رہے گا اور نصف ودیعت رہیگا پس ایک روز سوار ہوگا اور دوسرے روز اُتر کر چلیگا۔ اور یہ حکم جو مذکور ہوا یہ صاحبین رح کے موافق ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک کسی دوسرے کو نصف کا اجارہ دینا جائز نہین ہی کیونکہ اسمین عدم انقسام ہی یہ محیط مین ہی۔ نوادر ابن سماعہ وہشام مین امام محمد رح سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو ایک مکان کچھ دراہم معلومہ پر کرایہ دیا اور پھر ایک شخص نے گواہ پیش کرکے اپنا استحقاق ثابت کرکے اس مکان کی اپنے نام ڈگری کرائی اور کہا کہ مین نے یہ مکان اس موجر کو دیا تھا تاکہ اجرت پر دیدے پس اجرت میری ہوگی اور موجر نے کہا کہ مین نے اس شخص سے غصب کرلیا تھا اور خود ہی کرایہ پر دیا ہے پس اجرت میری ہے تو مالک مکان کا قول قبول ہوگا اور وہ اجرت لے لیگا۔ اور اگر موجر نے اپنے غصب کرلینے کے دعوی کے گواہ پیش کیے تو مقبول نہونگے۔ اور اگر اس امر کے گواہ پیش کیے کہ مستحق نے اقرار کیا ہی کہ مدعی نے اسکو غصب کرلیا ہے تو گواہ مقبول ہونگے اور اجرت اسی کو دلائی جاویگی۔ اور اگر موجر نے زمین مین کوئی عمارت تیار کرکے پھر مع عمارت کرایہ پر دیدی اور زمین کے مالک نے کہا کہ مین نے تجھے حکم دیا تھا کہ عمارت بنوا کر کرایہ پر دیدے اور موجر نے کہا کہ مین نے غصب کرکے اسمین عمارت بنوا کر کرایہ پر دیدی ہی تو فرمایا کہ تمام اجرت خالی بلا عمارت زمین کی قیمت وعمارت پر تقسیم کرکے جو حصہ فقط زمین کے پڑتے مین پڑے وہ مالک زمین کو ملیگا اور جو عمارت کے حصہ مین آوے وہ موجر کو ملیگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ شیخ ابو بکر نے فرمایا کہ ایک شخص نے ایک سواری کا جانور کرایہ لیا اور سمرقند لے گیا پھر ایک شخص نے آکر دعوی کیا کہ یہ جانور میرا ہی اور مستاجر کے قول کی تصدیق نہ کی کہ یہ مستاجر[1] ہی اور اسپر اپنا استحقاق ثابت کیا اور جانور لے لیا پس آیا موجر کو

[1] مستاجر ہی بلکہ کہا کہ تو غاصب ہے کرایہ پر لینے والا نہین ہی اور تو آگے قابض سے مراد یہی مستاجر ہی جسنے اپنے موجر سے کرایہ پر لیکر قبضہ کیا ہی ۱۲

یہ اختیار ہوگا کہ جس سے اُسنے خرید اہے اُس بائع سے اپنے دام واپس لے یا نہین تو بعض نے فرمایا کہ نہین
اور اگر چوپایہ کے مدعی نے قابض پر کسی فعل کا دعوی کیا مثلاً یون کہا کہ یہ جانور میری ملک ہے تو نے مجھ سے
غصب کر لیا ہے تو مستاجر اُسکا خصم قرار پاویگا اور اُسکے مقابلہ مین مدعی کے گواہون کی سماعت ہوگی اور
بعد اثبات کے موجر کو اختیار ہوگا کہ اپنے بائع سے اپنے دام واپس لے۔ اور اگر ایک شخص نے دوسرے پر
دعوی کیا کہ مین نے یہ دار جو تیرے قبضہ مین ہی فلان شخص سے فلان تاریخ یعنی تیرے اجارہ لینے سے
پہلے اجارہ لیا ہی پس آیا قابض مکان اُس کا خصم قرار پاویگا یعنی مدعی اپنا اجارہ لینا قابض کے مقابلہ
مین ثابت کر سکتا ہے اور اُسکے گواہون کی سماعت ہوگی پس اس کی دو صورتین ہین اگر مدعی نے
قابض پر قابض کے کسی فعل کا دعوی کیا مثلاً یون کہا کہ مین نے یہ مکان فلان شخص سے اجارہ لیکر
قبضہ کر لیا تھا پھر تو نے مجھ سے ناحق غصب کر لیا تو مدعی کے گواہون کی بمقابلہ قابض کے سماعت ہوگی
اور اگر یون کہا کہ مین نے فلان شخص سے تیرے اجارہ لینے سے پہلے اجارہ پر لیا ہے اور اُسنے تجھے سپرد
کر دیا اور قابض پر کسی فعل قابض کا دعوی نہ کیا تو گواہون کی سماعت نہوگی یہ محیط مین ہی۔ مستاجر نے
اگر دعوی کیا کہ مین نے جسوقت زمین اجارہ لی ہی اُسوقت فارغ اور خالی تھی اور موجر نے دعوے کیا
کہ نہین بلکہ اجارہ لینے کے وقت مشغول تھی اور اُس مین کھیتی تھی تو فی الحال کا اعتبار کیا جائیگا پس اگر
اسوقت کھیتی موجود ہو تو موجر کا قول قبول ہوگا اور اگر اُسوقت مزروعہ نہو تو مستاجر کا قول قبول ہوگا
اور یہی مختار ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اگر دلال نے کسی شخص کی زمین فروخت کی اور مالک زمین نے
کہا کہ تو نے بلا اجرت فروخت کر دی ہی اور دلال نے کہا کہ مین نے اجرت پر یہ کام کیا ہے پس اگر یہ
دلال اس کام مین مشہور ہو کہ لوگون کا مال اجرت پر فروخت کیا کرتا ہے تو مالک زمین کے قول کی
تصدیق نہوگی اور اسکو اجر المثل دینا پڑے گا یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ اگر چرواہے نے کہا کہ مین نے
گائے بکری وغیرہ جو جانور چرائی پر تھا اسکے مرجانے کا خوف کر کے اسکو ذبح کر دیا ہے اور مالک نے
انکار کیا تو اُسی کا قول قبول ہوگا اور چرواہے پر گواہ لانا چاہیے ہین یہ وجیز کردری مین ہی۔ فوائد
صاحب المحیط مین ہی کہ چرواہے اور مالک مین اختلاف ہوا چرواہے نے کہا کہ مین نے بکری کو مردگی
کی حالت مین ذبح کر ڈالا ہے اور مالک نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے زندگی کی حالت مین ذبح کیا ہی تو چرواہے
کا قول قبول ہوگا اور صدر النوازل مین لکھا ہے کہ اگر اجنبی نے ایسا کہا کہ مین نے مردگی کی حالت مین
تیری بکری کو ذبح کر ڈالا ہے پس آیا مثل چرواہے کے ہوگا فرمایا کہ قسم سے اُسی کا قول قبول ہونا چاہئے
اور ایسا ہی بعضے فقہانے فرمایا ہی کیونکہ اسکی ضمان مین شک ہے بخلاف اسکے اگر کہا کہ مین نے تیری
بکری تیری اجازت سے ذبح کی ہی اور مالک نے اجازت سے انکار کیا تو مالک کا قول قبول ہوگا اور اگر چرواہے
نے کہا کہ مین نے بکری کو اس وجہ سے ذبح کیا کہ وہ بیمار تھی اور مالک نے کہا کہ اسکو کچھ مرض نہ تھا تو

مالک کا قول قبول ہوگا اور جو دیا ہا ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ ایک شخص نے موجر کو تمام اجرت[1] دیدی پھر دو مہینہ بعد مرگیا اور وارثون نے دس مہینے کی اجرت کا دعویٰ کیا اور مطالبہ کیا اور موجر نے کہا کہ مین نے اتنی اجرت دو ہی مہینہ کے واسطے لی تھی اور باقی دس مہینے تک اُسکو رہنا مباح کر دیا تھا اور وارثون نے کہا کہ تو نے تمام سال کے واسطے کرایہ پر دیا تھا تو موجر کا قول قبول ہوگا کیونکہ وہ اجرت کا مالک[2] ہے اور وارث لوگ اسکی ملک باطل کرنا چاہتے ہین کذا فی القنیہ۔

چھبیسوان باب سواری کے جانورون کو سواری کے واسطے کرایہ لینے کے بیان مین سواری کے جانورون کو سواری دلادنے کے واسطے کرایہ لینا جائز ہی۔ اور اگر سواری کو مطلق چھوڑا کسی شخص کی خصوصیت بیان نہ کی تو جسکو چاہے سوار کرے یہ ہدایہ مین ہی۔ اور اگر خود سوار ہوا یا کسی ایک شخص کو سوار کیا تو اسکو دوسرے کے سوار کرنے کا اختیار نہوگا یہ کافی مین ہی۔ اور اگر سواری[3] لینے مین کوئی شخص خاص ہوگیا پھر مستاجر یا دوسرا شخص سوائے مخصوص کے سوار ہوا اور جانور مرگیا تو اسکی قیمت کا ضامن ہوگا یہ جوہرہ نیرہ مین ہی۔ اور اگر اس شرط سے کرایہ لیا کہ فلان شخص کو سوار کریگا پھر اُسکے سوائے دوسرے شخص کو سوار کیا اور جانور مرگیا تو ضامن ہوگا یہ کافی مین ہی۔ اگر کسی شخص سے چند اونٹ غیر معین جنکی تعداد بیان کردی ہی کوفہ سے مکہ معظمہ تک کرایہ لیے تو اجارہ جائز ہے اور شیخ الاسلام خواہرزادہ نے شرح مین ذکر فرمایا کہ اس مسئلہ مین یہ غرض نہین ہی کہ لفظ اجارہ مین غیر معین اونٹ قرار پائے ہین کیونکہ غیر معین اونٹون کا کرایہ لینا جائز نہین ہی اسلیے کہ معقود علیہ یعنی جس چیز پر عقد واقع ہوا ہے مجہول ہی بلکہ یہ غرض ہی کہ مستاجر نے کہا کہ مجھے مکہ معظمہ تک سواری پر پہونچا دے اور موجر نے اسکو قبول کیا اور اس صورت مین معقود علیہ یہ ہے کہ مکہ معظمہ تک موجر اُسکو پہونچا دے اور یہ امر معلوم ہے مجہول نہین ہی بلکہ آلۂ حمل معقود علیہ ہے اور آلات کا مجہول ہونا موجب فساد اجارہ نہین ہوتا ہے جیسا کہ درزی دھوبی وغیرہ کے مسائل مین ہی۔ اور صدر الشہید نے فرمایا کہ ہم اُسکے جواز کا فتوے دیتے ہین جیسا کہ کتاب مین مذکور ہی اور اسکی تفسیر وہی ہی جو ہمنے بیان کردی ہے اور اسطرح معقود علیہ ایک شے معتاد ہوگئی اور اگر ایسا نہو تو جائز نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی مقام معلوم تک کے واسطے کوئی سواری کا جانور مادہ کرایہ لیا پھر جب کچھ دور چلا تو مادہ جانور نے بچہ دیا اور چلنے سے ضعیف ہوگئی پس اگر مستاجر نے بعینہٖ[4] اسکو کرایہ لیا ہو تو مستاجر کو اختیار ہوگا کہ چاہے اجارہ فسخ کردے یا انتظار کرے یہانتک کہ اُسمین طاقت آجاوے اور یہ اختیار نہین ہی کہ موجر سے دوسرے جانور کا مطالبہ کرے اور اگر اُسنے صرف اُس مقام کے پہونچا دینے

[1] یعنی ایک سال کی تمام اجرت ۱۲ [2] قولہ مالک کیونکہ پیشگی اجرت سے مالک ہوجاتا ہی لیکن مخفی نہین کہ اگر کسی عذر سے مستاجر سکونت نہ کرے تو اجرت واپس ہنی چاہیے پس یہان بھی وارث منکر ہین لیس تامل ضرور ہی ۱۲ [3] یعنی عقد اجارہ مین کوئی شخص خاص متعین ہوجانے کے بعد دوسرا سوار ہوا اور جانور مرگیا تو ضامن ہوگا ۱۲ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

کا اجارہ قرار دیا ہو کوئی جانور معین کرایہ نہ لیا ہو تو اُسکے ضعیف ہو جانے کے وقت مستاجر کو اختیار ہوگا کہ موجر سے دوسرے جانور کا مطالبہ کرے یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ جامع الفتاوی مین لکھا ہی کہ اگر کسی نے ایک چوپایہ سواری کا کسی مقام معلوم تک کے لیے کرایہ کیا اور اُسکو اُس مقام تک نہ لیگیا مگر اس سے کام لیا تو اُسپر اجرت واجب نہ ہوگی[1] اور اگر اسکو اس مقام تک لیگیا تو اجرت واجب ہوگی خواہ سوار ہوا ہو یا نہوا ہو۔ اور یہ حکم اُس صورت کا ہے کہ جب جانور کو جہان سے کرایہ کیا ہی وہان سے مقام معلوم تک لیگیا ہوا ور اگر وہین ٹھہر کر انتظار کرتا رہا پس اگر اسکو روک کر ایسا انتظار کیا جیسا کہ قافلہ روانہ ہونے کا انتظار کیا جاتا ہی تو اس مقام تک جانے کا کرایہ اُسپر واجب ہوگا خواہ سوار ہوا ہو یا نہوا ہو اور اگر قافلہ کے نکلنے مین جسقدر انتظار کیا جاتا ہی اُس سے زیادہ انتظار کرتا رہا تو اُسپر اُسقدر روکنے سے ضمان واجب ہوگی یعنی اگر جانور مر جاوے تو ضامن ہوگا اور جب ضمان لازم آگئی تو پھر روانہ ہو جانے سے ضمان مرتفع نہ ہوگی[2] اور جب ضمان مرتفع نہوئی تو اجرت واجب نہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک روز کے واسطے ایک جانور سواری کا کرایہ پر لیا اور اُسدن پھر اُس سے نفع اُٹھایا پھر اُس رات مین اُسکو باندھ رکھا حالانکہ اسکا پیٹ ورم کر گیا اور وہ بیمار ہوگیا تھا اور اُسی گھر مین چھوڑ دیا جہان تھا حالانکہ یہ گھر مستاجر کے سوائے کسی دوسرے شخص کا ہی پس وہ جانور مرگیا تو ضامن ہوگا یہ جواہر الفتاوے مین ہی۔ اگر کرایہ پر دینے والے نے کرایہ کا جانور مستاجر کو دیدیا تو اسپر یہ واجب نہین ہے کہ جانور کے ساتھ اپنا شاگرد یا غلام بھی روانہ کرے اور امام محمد رح سے روایت ہے کہ یہ بھی واجب ہے یہ غیاثیہ مین ہی۔ قال المترجم المصیر فی ہذا الی العرف فناخذ بروایۃ محمد رحمہ اللہ للعرف فی دیارنا فافہم۔ اور صیرفیہ مین لکھا ہی کہ باربرداری کیواسطے ایک معین جانور کرایہ لیا پھر موجر نے اُسکے سوائے دوسرے جانور پر بوجھ لادکر پہونچا دیا تو اُجرت کا مستحق نہوگا اور اس فعل مین اُسنے مستاجر پر احسان کیا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر فرات[3] جعفی تک کرایہ کیا حالانکہ جعفی دو قبیلہ شہر کوفہ مین ہین اور کوئی تفصیل نہ بیان کی کہ کون قبیلہ مراد ہے یا کناسہ تک کرایہ کیا اور کناسہ[4] دو ہین انمین کناسہ ظاہرہ یا باطنہ کی تفصیل نہ کی تو اجارہ فاسد اور مستاجر پر اجر المثل واجب ہوگا اسی طرح اگر بخارا سے سہلہ تک کرایہ لیا اور سہلہ توت یا سہلہ امیر کی تفصیل نہ کی یا خنوب تک اور خنوب دو گانون ہین انمین سے کوئی گانون خاص بیان نہ کیا تو بھی یہی حکم ہی واضح ہو کہ سہلہ ریگستان ہی اور سہلہ امیر و ربض سمرقند کو کہتے ہین کذا فی الظہیریہ۔ خوارزم سے کچھ ٹٹو بخارا تک کرایہ لیے اور بیس[5] دینار کرایہ ٹھہرے مگر نقد و وزن کی تعیین نہ کی تو نقد خوارزم معتبر ہوگا اور وہین کا وزن معتبر ہوگا کیونکہ وہین عقد قرار پایا ہی یہ قنیہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک ٹٹو چار درہم پر کسی مقام معلوم تک جانے کے واسطے اس شرط سے کرایہ لیا

---

[1] نہوگی بلکہ نقصان کا ضامن ہی ۱۲ [2] مرتفع نہوگی بلکہ جب مالک کو کرے تب مرتفع ہوگی ۱۲ [3] یعنی اس معاملہ مین عرف پر مدار ہی جیسے

کہ آج واپس آویگا پھر چند روز تک واپس نہ آیا یعنی ٹٹو نہ لایا تو اُسپر فقط دو درم واجب ہونگے کیونکہ اُسنے واپس آنے مین عقد کے خلاف کیا یعنی ضامن ہو گیا ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔ ایک شخص نے مکہ تک ایک اونٹ کرایہ لیا تو یہ عقد فقط پہونچانے پر قرار دیا جائے گا اور آمد و رفت دونون پر نہوگا اور اگر عاریت لیا ہو تو آمد و رفت دونون پر عاریت ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ فتاوائے آہو مین لکھا ہے کہ ایک شخص نے ایک جانور سَوْمن گیہون لادنے کے واسطے کرایہ لیا پھر وہ جانور بیمار ہو گیا اور سوائے پچاس من گیہون کے زیادہ لادنے کی طاقت نہ رہی پس مستاجر نے اسپر پچاس ہی من گیہون لادے پس آیا بقدر کمی کے موجر سے کرایہ واپس لے سکتا ہے تو قاضی بدیع الدین نے فتوے دیا کہ واپس نہین لے سکتا ہے کیونکہ مستاجر اسی پر راضی ہو گیا ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر کسی شخص نے دو چوپایہ ایک بغداد تک دوسرا حلوان تک کرایہ لیا پس اگر بغداد تک اور حلوان تک کیواسطے دونون جانور علیحدہ معین ہون تو عقد جائز ہی اور اگر غیر معین ہون تو جائز نہین ہی اور جسقدر اُسنے سواری لی ہی اُسکا اجر المثل دینا پڑے گا اور ضمان واجب نہوگی بسبب اسکے کہ عقد فاسد کو جائز پر قیاس کیا ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر دو ٹٹو ایک ہی صفقہ مین کرایہ لیے تو جسقدر اُنسے باربرداری وغیرہ کا کام لیا ہی اُس کے حساب سے اجرت مقررہ دونون کے اجر المثل پر تقسیم کر کے لیجا دیگی اسی طرح اگر دو غلام سلائی وغیرہ کیواسطے ایک صفقہ مین اجارہ لیے تو بھی[1] یہی حکم ہے یہ غیاثیہ مین ہی۔ اگر پیدل لوگون نے ایک اونٹ اس شرط سے کرایہ لیا کہ ہم مین سے جو مریض ہو جاوے یا تھک جاوے اُس کو سوار کرلے تو یہ فاسد ہی اور اگر عقبۃ الاجیر کی شرط لگائی تو جائز ہے اور عقبۃ الاجیر کی شرط سے یہان یہ مراد ہے کہ یون شرط ٹھہرائی کہ ایک سوار ہو کر پھر اُتر پڑے پھر دوسرا سوار ہو وہ بھی کچھ دور چلکر اُتر پڑے پھر تیسرا سوار ہو علی ہذا القیاس کذا فی الخلاصہ قلت وقدمر تفسیرہا مفصلاً۔ اگر کسی شخص نے ایک چوپایہ جبانہ تک یا مصلائے جنازہ تک کرایہ لیا تو جائز نہین ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ جبانہ تک کرایہ لینا ایسے شہر کے لوگون کیواسطے نہین جائز ہی کہ جہان دو جبانہ ہون ایک قریب ہو دوسرا بعید ہو چنانچہ امام محمد رح کے شہرون مین ایسا ہی تھا پس معلوم نہین ہوتا تھا کہ کس جبانہ تک کرایہ لیا ہے اور اگر ایک ہی جبانہ ہو تو جائز ہے اور اس جبانہ کی اول حد تک اجارہ واقع ہوگا اور جنازہ مین بھی جب ہی جائز نہوگا کہ جب دو یا زیادہ مصلے ہون کہ معلوم نہو کہ کس مصلے تک کرایہ لیا ہے اور اگر ایک ہی مصلے ہو یا زیادہ ہون مگر معلوم ہو کہ فلان مصلے تک کرایہ لیا ہے تو جائز ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر کوئی ٹٹو اس غرض سے کرایہ لیا کہ اُسپر سوار ہو کر فلان شخص جو سفر کو جاتا ہے اسکی مشایعت کرے یعنی اس کو پہونچانے جاوے یا فلان شخص جو سفر سے آتا ہے اُس سے ملاقات کرے تو نہین جائز ولیکن اگر مقام بیان کرے کہ کس مقام تک مشایعت کے واسطے یا ملاقات کیواسطے جاویگا تو جائز ہی

[1] یعنی اجرت مقررہ دونون کے اجر المثل پر تقسیم کر کے ہر ایک سے جسقدر کام لیا ہی اسکے کام کے موافق اجرت مین سے حصہ لیا جائے گا ۱۲ منہ۔

یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر دس درم ماہواری پر کوئی ٹٹو اس شرط سے کرایہ لیا کہ رات یا دن مین جس وقت کچھ ضرورت ہوگی اسپر سوار ہونگا پس اگر کوفہ[1] مین کوئی جانب معلوم بیان کردی تو جائز ہے اور اگر کوئی مقام معلوم بیان نہ کیا تو جائز نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر بغداد وغیرہ سے کسی شخص نے کوفہ تک کوئی ٹٹو کرایہ لیا تو موجر پر واجب ہی کہ کوفہ مین پہونچکر متاجر کو متاجر کے گھر تک پہونچادے یہ حکم استحسانا ہے اور قیاسا یہ امر اسپر واجب نہین ہے اسی طرح اگر اپنا اسباب لادنے کے واسطے کرایہ لیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر متاجر نے نواح کوفہ مین پہونچکر کسی کنارہ شہر کے اپنا اسباب اُتار دیا اور کہا کہ یہی میرا مقام ہی پھر معلوم ہوا کہ اُسنے خطا کی اور چوک گیا اور چاہا کہ دوبارہ اپنے گھر تک لادکر لیجادے تو ایسا نہین کرسکتا ہی۔ اسی طرح اگر کوفہ سے جانب حیرہ روانہ ہونے کے لیے آمد و رفت کے واسطے کوئی ٹٹو کرایہ لیا پس اگر کسی مقام سے واپس آوے تو اُسکو چاہیے کہ متاجر کو اُسکے گھر تک کوفہ مین پہونچادے چنانچہ اگر کوفہ سے خاص حیرہ[2] تک کیواسطے کرایہ لیا ہو تو بھی واپس آنے کے وقت یہی حکم ہی۔ اور اگر کوفہ مین سرا سے ایک ٹٹو کناسہ تک جانے کے واسطے اور واپس آنے کیواسطے کرایہ کیا اور چاہا کہ واپس ہوکر اپنے مکان پر اُترے تو یہ اختیار نہین ہے بلکہ جہان سے کرایہ لیا ہے وہین واپس ہوکر اُتر سکتا ہے یہ مبسوط مین ہی۔ اور منتقے مین لکھا ہے کہ اگر کوفہ سے بصرہ تک بیس روز مین پہونچانے کی شرط سے کوئی ٹٹو کرایہ لیا اور موجر نے اُسکو پچیس روز مین پہونچایا تو اس حساب سے اُجرت کم کردیجائیگی اور یہ حکم امام محمد و امام ابو یوسف کے قول پر درست ہوتا ہے اور امام اعظم رح کے قول پر اجارہ فاسد ہونا چاہیے یہ خلاصہ مین ہی۔ اگر کوفہ سے بغداد تک اس شرط سے ٹٹو کرایہ لیا کہ اگر دو روز مین بغداد پہونچادے تو دس درم اجرت ہے ورنہ ایک درم ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک پہلا تسمیہ یعنی دس درم جائز ہے اور دوسرا تسمیہ فاسد ہے اور صاحبین کے نزدیک دونون تسمیہ صحیح ہین یہ مبسوط مین ہی۔ اگر کسی شخص نے کوفہ سے مکہ معظمہ تک حج کے لیے آمد و رفت پر ایک ٹٹو کرایہ لیا تو متاجر کو اختیار ہے کہ یوم الترویہ[3] و یوم عرفہ و یوم النحر و تین روز ایام تشریق اُسپر سوار ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اگر ایک ٹٹو کو دو آدمیون نے کرایہ لیا پھر ایک آدمی راستہ مین مرگیا تو موجر پر جبر کیا جائیگا کہ جو شخص زندہ ہے اور سوار ہوکر روانہ ہونا چاہتا ہے اُسکو آدھے کرایہ پر آدھا ٹٹو کرایہ دیکر سوار کرکے پہونچادے۔ اور موجر کو اختیار ہوگا کہ جو شخص مرگیا ہے اُسکے مثل دوسرا شخص سوار کرے قلت اور کتاب مین ٹٹو کے بجاے اونٹ فرض کیا ہے اور ٹٹو مین سواری مین تفصیل ہوگی کہ اگر دونون نوبت سوار ہوتے ہون تو نصف ٹٹو کرایہ دینے کے یہ معنی ہونگے کہ متاجر اپنی نوبت پر سوار ہوگا اور بلا نوبت ٹٹو خالی چلیگا بخلاف اونٹ کے کہ اُسمین

---

[1] کوفہ اتفاقا واقع ہوا جہان یہ عقد واقع ہو وہان ۱۲ [2] حیرہ ایک مقام عراق عرب مین قریب کوفہ کے ہی اور کناسہ بھی نام مقام ہی
[3] یوم الترویہ آٹھوین ذی الحجۃ ہے۔ عرفہ نوین۔ یوم النحر دسوین۔ بابعد تین دن ایام تشریق ہین ۱۲

اپنی جگہ پر سوار رہیگا فافہم۔ اور اگر کچھ لوگون نے کوئی کشتی کرایہ لی تاکہ سوار ہون پھر اُن مین بعض
مرگئے تو باقیون کو بعوض اُنکے حصۂ اجرت کے سوار کرے اور موجر کو اختیار ہوگا کہ جو شخص مرا ہے
اُسکے مثل یا زیادہ دوسرا شخص سوار کرلے مگر زیادتی مین جب ہی تک زیادتی کا اختیار ہوگا کہ جبتک
دوسرونکی روانگی مین جو شرط ٹھہری ہے اُنکو موافق شرط کے ضرر نہ پہونچے۔ پس اگر انمین سے ایک
شخص نے کہا کہ یہان ٹھہر پس اگر اُسنے کسی جنگل مین ٹھہرنے کو کہا تو قبول نہ کیا جائیگا اور اُسپر جبر
کیا جائیگا کہ یہان سے جو آبادی قریب تر ہو وہان تک چلکر ٹھہرے یہ غیاثیہ مین ہے۔ ایک شخص نے
کوفہ سے آمد و رفت کیواسطے مکہ معظمہ تک ایک اونٹ کرایہ لیا پھر جب وہ شخص حج کے مناسک و افعال
ادا کرچکا تو مرگیا تو اُسپر اُسکے حساب سے اجرت واجب ہوگی کیونکہ باقی کا عقد اُسکے مرنے کیوجہ سے
باطل ہوگیا پس باقی کی اُجرت بھی ساقط ہوگئی اور جسقدر اُس نے منفعت حاصل کی ہے اُسکی اُجرت
ترکہ مین واجب ہوگی پھر اسکا حساب بیان کیا اور فرمایا کہ دس حصون مین سے ساڑھے پانچ حصے
واجب ہونگے اور ساڑھے چار حصے باطل ہوجاوینگے اور یہ عجیب مسئلہ ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے اس حساب
کی تخریج یون بیان فرمائی کہ کوفہ سے مکہ معظمہ تک ستائیس مرحلے ہین یہ جانے کے ہوے اور اسی قدر
آنے کے ہوے اور افعال حج کا ادا کرنا چھ روز مین ہوگا کہ یوم الترویہ کو منیٰ کی طرف جائیگا اور یوم
عرفہ مین عرفات کو جائےگا اور یوم النحر مین طواف زیارت کیواسطے مکہ کو واپس آویگا اور پھر تین روز
رمی جمار کیواسطے چاہیے ہین کل چھ روز ہوئے اور ہر روز ایک مرحلہ شمار کیا گیا اور ان سب کا مجموعہ
ساٹھ مرحلہ ہوے اور انکے دس حصہ کیے گئے تو ہر چھ مرحلہ ایک دہائی ہوئی پھر جب وہ شخص ادا ے
مناسک کے بعد مرگیا تو تینتیس ۳۳ مرحلے کے بعد مرا یعنی ستائیس ۲۷ مکہ تک جانے کے اور چھ اداے مناسک کے
کہ مجموعہ تینتیس ۳۳ ہوے اور یہ تینتیس ۳۳ باعتبار دہائی کے دس حصون مین سے ساڑھے پانچ حصے ہوے۔ اور
شمس الائمہ نے فرمایا کہ بسا اوقات مدینہ سے ہوکر گذرنا بھی شرط ہوتا ہے پس اگر یہ بھی شرط ہو تو تین مرحلے
اور زیادہ کئے جاوینگے کیونکہ کوفہ سے مکہ معظمہ تک کا فاصلہ مدینہ منورہ ہوکر تیس ۳۰ مرحلے ہے پس اگر مدینہ ہوکر
گذرنا جاتے وقت شرط کیا ہو تو مجموعہ تریسٹھ رکھے جاوینگے اور اُنمین سے چھتیس ۳۶ جزو اُسپر زیادہ ہونگے
یعنی تیس جانے کے اور چھ مرحلے اداے مناسک کے کل چھتیس ۳۶ ہوے اور اگر آتے وقت مدینہ ہوکر آنا شرط
کیا ہو تو اُسپر تریسٹھ ۶۳ جزون مین سے تینتیس ۳۳ جزو واجب ہونگے یعنی جانے کے ستائیس ۲۷ اور اداے مناسک کے
چھ ۶ کل تینتیس ۳۳ ہوے۔ اور اگر جانا و آنا دونون مدینہ ہوکر شرط قرار پایا تو مجموعہ چھیاسٹھ ۶۶ مرحلے ہوے
اور مستاجر پر چھتیس ۳۶ جزو اجرت کے واجب ہونگے کیونکہ جانے کے چھتیس ۳۶ مرحلے ہوے یعنی تیس ۳۰ مرحلے
راہ کے اور چھ ۶ مرحلے اداے مناسک کے کل چھتیس ۳۶ ہوے پس حاصل دہائی کے حساب سے یون ہوا کہ
کرایہ کے گیارہ جزون مین سے چھ جزو اُسپر واجب ہونگے اور مرحلون پر کرایہ تقسیم کرنے مین سہولت

یا اشکال کا اعتبار نہ کیا کیونکہ اُسکا ضبط ممکن نہین ہی اور یہ ایسا مسئلہ ہے کہ جو شخص علم فقہ مین متبحر ہوتا ہے
اُس سے امتحانًا[1] دریافت کیا جاتا ہے یہ قول میرے والد رح اپنے استاد امام ظہیر الدین مرغینانی رح سے
نقل فرماتے تھے یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر مستاجر نے لدے ہوے بوجھ پر کنیسہ یا قبہ رکھنا چاہا تو اسکا م
کا مختار نہ ہوگا اور مختار نہین ہی کہ جس جنس کا بوجھ ٹھہرا ہے اُسی کی جنس کا بوجھ دوسرا قرارداد سے
زیادہ لادے اور اگر اسی قدر یا اُس سے کم لادکر لادے تو جائز ہے اور اگر موجر نے چاہا کہ جو اونٹ
ٹھہرا ہے اُسی کے مثل دوسرا بدل دے تو جائز ہے اور اگر بارگیر یعنی محل ٹوٹ گئی اور مستاجر کسی
اونٹ پر جیسے بوجھ وغیرہ اسباب لادا جاتا ہے روانہ ہوا تو پوری اجرت واجب ہو گی اور اگر شتربان
بھاگ گیا اور مستاجر نے حاکم کے حکم سے یا جسکو حاکم نے مقرر کیا اُسکے حکم سے چوپایہ کو نفقہ دیا تو جسقدر
نفقہ دیگا وہ موجر سے واپس لے گا اور نفقہ دینے مین بدون گواہ پیش کرنے کے فقط مستاجر کے قول
کی تصدیق نہ ہو گی یہ غیاثیہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک سواری کا جانور اس شرط سے کرایہ لیا کہ
فلان شخص کے ساتھ اسکی متابعت کیواسطے یعنی اسکو پہونچانے کو فلان مقام[2] تک سوار ہو کر جاویگا
حتی کہ اجارہ جائز ہو گیا پھر دوسرے روز اُسکو دوپہر تک باندھ رکھا پھر اُس شخص کی راے مین آیا کہ نہ نکلے
پس ظہر کے وقت مستاجر نے چوپایہ واپس کیا تو کرایہ کچھ واجب نہوگا اور ضمان واجب ہونیکی بابت یہ حکم ہی کہ اگر مستاجر نے
اُس سفر کرنے والے کے انتظار مین اس قدر روکا ہے جسقدر اور لوگ انتظار مین روکتے ہین تو ضامن نہ ہوگا
اور اگر اس سے زیادہ روکا ہی تو ضامن[3] ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر ایک شخص نے لادنے کے واسطے کوئی
جانور کرایہ لیا تو اُسکو اختیار ہی کہ بجاے بار کے سوار ہو جاوے اور اگر سواری کیواسطے کرایہ لیا تو باربرداری
کا اختیار نہین ہی اور اگر اس صورت مین بوجھ لادا تو اجرت کا استحقاق نہوگا یعنی مضمون ہو گیا اور بقالی
مین لکھا ہی کہ اگر باربرداری کے واسطے کوئی جانور کرایہ لیا اور اُسپر کسی شخص کو سوار کیا تو ضامن نہوگا
یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے بغداد تک ایک جانور اس شرط سے کرایہ لیا کہ جب بغداد سے واپس ہوگا تب
اجرت دیگا تو جانور کے مالک کو تاوقتیکہ مستاجر بغداد سے واپس نہ آوے کرایہ طلب کرنے کا اختیار
نہین ہی۔ اور اس حکم مین اشکال ہی اسواسطے کہ بغداد سے اسکی واپسی کا وقت معلوم نہین ہی۔ پھر اگر
میعاد مجہول ہوا اور مستاجر بغداد مین مرگیا تو اُسوقت موجر کو اختیار ہوگا کہ مستاجر کے وہان تک
جانے کا کرایہ مستاجر کے ترکہ مین سے وصول کرے یہ ظہیریہ مین ہی۔

ستائیسوان باب۔ اجارہ مین خلاف کرنے اور ضائع وتلف وغیرہ ہونے سے ضمان لازم آنے کے
مسائل کے بیان مین۔ ایک شخص نے شہر[4] سے کسی مقام معلوم تک جانے کیواسطے کوئی جانور کرایہ لیا پھر
اُسپر شہر مین سوار ہوا اور وہان نہ گیا تو ضامن ہوگا اور اگر کپڑے کے اجارہ مین اسطرح خلاف کیا ہو تو

ف۱ مترجم کہتا ہی کہ امتحان فقط تخریج قول امام محمد رح ہی اگرچہ شمس الائمہ رح نے آسان تخریج فرمائی ہی ۱۲ ف۲ نہین مقام سے اجارہ جائز ہوا ہی ۱۲ منہ

ف۳ یعنے جانور مرے تو قیمت دینی پڑیگی ۱۲ ف۴ یعنے کوفہ سے مثلا بغداد تک ۱۲

ضامن نہوگا یہ سراجیہ مین ہی۔ ایک شخص نے شہر مین ایک روز سوار ہونے کیواسطے ایک جانور کرایہ لیا پھر اسکو لیکر یعنی سوار ہوکر باہر چلا گیا مگر اُسی روز اُس کو شہر مین واپس لایا تو ضمان سے بری ہو جائیگا یہ امام محمد رح سے مروی ہی کذا فی التاتارخانیہ۔ ایک چوپایہ اس غرض سے کرایہ لیا کہ اسپر کسیقدر جو باندازِ معلوم یعنی بہ پیمانہ معلوم لادے پھر اُسیقدر گیہون یعنی اسیقدر پیمانہ گیہون اُسپر لادے تو اسپر درصورت چوپایہ کے ہلاک ہو جانے کے چوپایہ کی قیمت واجب ہوگی اور اُسپر کچھ اجرت واجب نہ ہوگی یہ سب ائمہ کے نزدیک بالاجماع ہی کیونکہ جسقدر پیمانہ جو ہون اسیقدر پیمانہ اگر گیہون لیے جاوین تو بسبب جو کے گران ہونگے کیونکہ گیہون مین بہ نسبت جو کے زیادہ اندماج ہوتا ہے پس گویا اُسنے پتھر یا لوہا بجاے جو کے لادا اور ظاہر ہے کہ اُس صورت مین ضامن ہوگا پس گیہون مین بھی ضامن ہوگا بخلاف اسکے اگر اسواسطے کرایہ لیا کہ اُسپر دس قفیز جو لادے پھر اُسپر گیارہ قفیز جو لاد لایا تو اس صورت مین اُس کی قیمت کے گیارہ حصے کرکے ایک حصہ قیمت کا ضامن ہوگا بشرطیکہ چوپایہ مین گیارہ قفیز جو اُٹھانے کی طاقت ہو اور فقط گیارھوین حصہ کا ضامن اسوجہ سے ہوگا کہ جو چیز اُسنے زیادہ لادی ہی وہ اُسی جنس سے ہے جسکے لادنے کیواسطے کرایہ لیا تھا۔ اور اگر گیارہ قفیز گیہون لادنے کے واسطے کرایہ لیا پھر اُسپر گیارہ قفیز جو لادے تو استحساناً ضامن نہوگا۔ اور اگر تول کے حساب سے گیہون لادنے کیواسطے کرایہ لیا پھر اُسی تول سے اُسپر اُسیقدر جو لاد لایا تو ضامن نہوگا بشرطیکہ جس جگہ چوپایہ کی پیٹھ پر بوجھ لادا جاتا ہی اتنی جگہ سے یہ بوجھ تجاوز نہ کرگیا ہو یعنی موضع حمل سے زیادہ بے جگہ نہ لادا ہووے اور اگر جو لادنے کے واسطے کرایہ لیا پھر تول سے اسیقدر گیہون لادے تو ضامن ہوگا۔ اور اصل اس بات مین یہ ہی کہ جو چیز بیان کردی گئی ہی اسکو لادکر دیکھا جاے اور جو چیز مستاجر نے ازراہ مخالفت جانور کی پیٹھ پر لادی ہے اُسکو لادکر دیکھا جاوے حالانکہ وزن مین دونون یکسان ہون پس اگر وہ چیز جسکو مستاجر نے لادا ہے جانور کی پیٹھ پر بہ نسبت مقرر شدہ چیز کے کم جگہ گھیرتی ہو تو ضامن ہوگا کیونکہ اُس صورت مین جو چیز مستاجر نے لادی ہی وہ بہ نسبت مقرر شدہ کے جانور کے حق مین زیادہ مضر ہوگی چنانچہ اگر عقد مین گیہون یا جو لادنا قرار پایا اور مستاجر نے بجاے اسکے پتھر یا لوہا لادا حالانکہ وزن مین اُسی قدر لادا ہو تو ضامن ہوگا اور اگر وہ چیز جو مستاجر نے لادی ہی بہ نسبت مقرر شدہ کے زیادہ جگہ گھیرتی ہو اور وزن مین دونون برابر ہون تو ضامن[1] نہوگا کیونکہ یہ چیز بہ نسبت مقرر شدہ کے

---

[1] قولہ ضامن نہوگا قال المترجم یہ مسئلہ دلیل ہی کہ ان علماء کو عقلیات کی معرفت خداداد حاصل تھی اور سچ تو یہ ہی کہ جن علوم کو لوگ عقلیات کہتے ہین وہ حواسی ہو ساتی ہین اور عقل مین لازمہ دیان ہی اسیواسطے امام رح نے اُسکو محض خفیف توجہ پر بتلا یا۔ بیان یہ کہ مسئلہ مذکورہ اس بنا پر ہی جو علم جرالاثقال مین مقرر ہوا کہ جو دائرہ کہ جانب ثقل مین ہی اگر وہ دائرہ ثقل سے کلان ہو یعنی مرکز ثقل سے قطر اسفل کم ہو بہ نسبت اعلی کے جیسے پھولون کے گملے ہوتے ہین تو اٹھانے والے پر بوجھ ہلکا رہیگا اور اگر نیچے دور کلان ہوا اور اوپر کم ہو یعنی پیندے پر بڑھکر زیادہ ہو تو بوجھ بھاری پڑیگا اور اسی اصول سے استخراج

چوپایہ کے حق مین آسان ہوگی پس ایسے خلاف سے ضامن نہوگا ولیکن اگر اُس چیز کا لادنا لادنے کی
جگہ سے تجاوز کر گیا تو ضامن ہوگا چنانچہ اگر گیہون لادنا اجارہ مین ٹھہرا اور مستاجر نے بجاے اسکے
لکڑیان ایندھن کی یا بھوسہ یا روئی اُسی قدر وزن مین لادی اسطرح کہ لادنے کی جگہ سے تجاوز
کیا تو ضامن ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہو یہ ظہیریہ مین ہو۔ اگر پیمانہ معلوم سے جو لادنے کے واسطے کوئی
جانور کرایہ لیا پھر اُسپر اُسکے نصف کے برابر گیہون لادے تو امام سرخسی نے فرمایا کہ ضامن ہوگا اور
امام خواہرزادہ نے فرمایا کہ استحساناً ضامن نہوگا اور صدر الشہید نے کتاب الاصل کی شرح مسائل
العاریۃ مین فرمایا کہ یہی اصح ہو یہ خلاصہ مین ہو۔ اگر جو لادنے کے واسطے کوئی جانور کرایہ لیا پھر اُسکی
پیٹھ پر ایک طرف گون مین گیہون لادے اور دوسری طرف جو لادے اور جانور مر گیا تو ہمارے اصحاب
نے فرمایا کہ نصف ضمان اور نصف اجرت اُسپر واجب ہوگی یہ ینابیع مین ہو۔ اگر بجاے زطی کپڑون
کے چادرین موٹی اور طیلسان گندہ لادلایا تو ضامن ہوگا یہ غیاثیہ مین ہو۔ اگر بوجھ لادنے کیواسطے
کوئی اونٹ کرایہ لیا پھر اُسپر اشیاے خانہ داری واثاثہ لادا تو ضامن ہوگا اور اگر بجاے بوجھ کے اُسپر
کسی شخص کو سوار کر دیا تو ضامن نہوگا کیونکہ یہ ہلکا ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہو۔ ایک شخص نے اپنے سوار
ہونے کے واسطے ایک جانور کرایہ کیا پھر اُسپر کسی دوسرے شخص کو سوار کیا پھر اُسکو اُتار کر خود سوار
ہوا تو ضمان سے بری نہو جائیگا اور اگر کوئی جانور کسی مقام معلوم تک کے واسطے کرایہ لیا اور اُسکو
اُس مقام تک لیگیا حالانکہ نہ اُسپر سوار ہوا نہ اُسپر بوجھ لادا تو اجرت واجب ہوگی اور اگر جانور مین
کوئی عذر ایسا ظاہر ہوا کہ جسکے باعث سے سوار نہوسکا اور نہ بوجھ لادسکا تو اجرت واجب نہوگی یہ تاتارخانیہ
مین ہو۔ اگر کوئی زین ایک مہینہ تک کسکر سوار ہونے کے واسطے اجارہ لی پھر کسی دوسرے شخص کو دیدی
وہ کسکر سوار ہوتا رہا تو ضامن ہوگا اور اجرت واجب نہوگی اور اگر کوئی اکاف یعنی پالان خر
اس غرض سے کرایہ لیا کہ ایک مہینہ تک اُسپر گیہون لادکر لاے تو جائز ہے خواہ اُسپر اپنے گیہون لادے
ہون یا دوسرے کے گیہون ہون اور جوال کا بھی یہی حکم ہے یعنی خواہ اپنے گیہون اُسمین بھرے
یا دوسرے کو گیہون بھرنے کے واسطے دیدیے یہ مبسوط مین ہو۔ اگر کسی نے اپنا بوجھ لادنے کے
واسطے اجارہ لیا پھر اُسپر غیر کا بوجھ لادا تو ضامن نہوگا۔ اور اگر کوئی محمل اپنی سواری کے واسطے
کرایہ لی تو اُسکو اختیار نہین ہے کہ دوسرے کو سوار کرے یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ دو شخصون نے ایک
لادو جانور اس شرط سے کرایہ لیا کہ ایک کا دو تہائی اور دوسرے کا ایک تہائی ہو پس پہلے شخص نے
اُسپر سات من لادا اور دوسرے نے دس من لادا تو یہ شخص اپنے بوجھ کے سترہ حصون مین سے
چار حصہ کا بل اور ایک تہائی حصہ کا ضامن ہوگا کیونکہ اُس کو صرف پانچ حصے کا بل دو دو تہائی حصے
کی اجازت ہے یہ غیاثیہ مین ہو۔ اگر ایک جانور دس من گیہون لادنے کے واسطے کرایہ لیا پھر اُسپر

گیارہ من گیہون لادے اور وہ جانور مقام مشروط پر پہونچکر تھک کر مر گیا تو مستاجر پر پوری اجرت اور گیارہ حصہ قیمت جانور مین سے ایک حصہ کی ضمان واجب ہوگی اور اس سے زیادہ مستاجر سے کچھ نہین لے سکتا ہی اور مشائخ نے فرمایا کہ اس مسئلہ کی تاویل دو طور سے ہے ایک یہ ہے کہ جسقدر بوجھ مستاجر نے زیادہ کر دیا ہو اُسکے اُٹھانے کی طاقت جانور کو حاصل تھی اور زیادتی بوجھ پر بھی چل سکتا تھا تب یہ حکم ہی اور اگر زیادہ بوجھ کی طاقت نہ تھی تو بہ قیاس ایک مسئلہ کے جو آیندہ آتا ہے یہ حکم ہوگا کہ پوری قیمت ڈانڈ دے۔ اور دوسری وجہ یہ ہو کہ اُسنے گیارہ من گیہون ایکبارگی لادے ہون تب یہ حکم ہی اور اگر اُسنے دس من ایک دفعہ لادے ہون پھر ایک من لادے ہون اور جانور تھک کر مر گیا تو پوری قیمت کا ضامن ہوگا۔ اور یہ اُسوقت ہے کہ جب اُسنے گیارھوان من اُسی جگہ لادا ہو جہان جانور کی پیٹھ پر دس من لدے ہوے ہین اور اگر اُس جگہ نہ لادا بلکہ فتراک وغیرہ مین ایک من لٹکا دیا تو بقیاس مسئلہ آیندہ کے جو انشاء اللہ تعالیٰ بیان ہوگا یہ حکم ہے کہ بقدر زیادتی کے ضامن ہوگا کذا فی المحیط اور واضح ہو کہ یہ مسئلہ جو مذکور ہوا اس مین اور دوسرے مسئلہ مین فرق ہو یعنی ایک بیل دس من پیسنے کیواسطے اجارہ لیکر گیارہ من گیہون پیسے اور جانور مر گیا یا ایک جریب زمین ہل چلانے کیواسطے کرایہ لیا اور ڈیڑھ جریب زمین ہل چلایا اور جانور تھک کر مر گیا تو پوری قیمت کا ضامن ہوگا پس ان دونون مین یہ فرق ہو کہ پسائی کا کام رفتہ رفتہ ہوتا ہے پس جب پسائی دس من پہونچی تو عقد اجارہ تمام ہوگیا پھر اسکے بعد کام لینے سے ہر طرح ضامن ہوگا پس پوری قیمت دینی پڑیگی بخلاف لدائی کے کہ لدائی ایک ہی مرتبہ ہوئی ہی پس جب اُسنے زیادہ بوجھ لاد دیا اور اُسمین سے تھوڑے بوجھ کی اسکو بحکم عقد اجازت بھی ہی پس ہر طرح ضامن نہوا بلکہ بقدر زیادتی کے ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ (قال الامام) اے (ابوحنیفہ رح) ایک شخص نے دس من گیہون لادنے کیواسطے ایک جانور کرایہ لیا اور اُسپر بیس من لادے پس اگر وہ جانور مرنے سے بچ گیا تو مستاجر پر پوری اجرت واجب ہوگی۔ اور اگر مقام مشروط پر پہونچکر مر گیا تو پوری اجرت اور آدھی قیمت ڈانڈ واجب ہوگی مگر امام ابویوسف کے نزدیک پوری قیمت کا ضامن ہوگا یہ وجیز کردری مین ہی۔ ایک شخص نے دس من گیہون لادنے کیواسطے کرایہ لیا پھر اُسپر پندرہ من گیہون لادلیگیا اور صحیح سالم اسکو واپس لایا مگر مالک کو واپس کرنے سے پہلے وہ جانور مر گیا پس اگر مستاجر کو معلوم تھا کہ اسقدر بوجھ لادنے کی طاقت اس جانور مین ہی تو پوری اجرت اور ایک تہائی قیمت ڈانڈ واجب ہوگی اور اگر معلوم تھا کہ نہین طاقت رکھتا ہی تو پوری قیمت کا ضامن ہوگا اور کچھ اجرت واجب نہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان مین ہی۔ اور اگر مستاجر نے جانور کے مالک کو حکم دیا کہ اسپر بوجھ لاددے اُسنے لاد دیا حالانکہ جانتا ہی کہ اس بوجھ مین قرار داد سے زیادتی ہی یا نہین جانتا ہی تو مستاجر ضامن نہوگا اور یہ ایک حیلہ ہے یہ غیاثیہ مین لکھا ہی۔ اور اگر دس من گیہون لادنے کیواسطے کرایہ لیا پھر بیس من کی گون بھر کر موجر کو حکم دیا کہ جانور پر لاد دے اُسنے لاد دیا تو مستاجر ضامن نہوگا اور اگر دونون نے ملکر ایک ساتھ لادا ہو تو

مستاجر چوتھائی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر بیس من اُسنے دو گونین بھرا اور ہر ایک نے ایک ایک گون لادی یا پہلے مستاجر نے دس من کی گون لادی پھر موجر نے دوسری گون لادی تو بالکل مستاجر ضامن نہوگا اور اگر پہلے موجر نے بحکم مستاجر ایک گون لادی پھر مستاجر نے دوسری گون لادی تو نصف قیمت کا ضامن ہوگا یہ وجیز کردری مین ہی۔ اگر کسی مقام معلوم تک سوار ہونے کیواسطے ایک جانور کرایہ لیا پھر خود سوار ہوا اور اپنے ساتھ بوجھ لادلیا پس اگر جانور ہلاک ہو جاوے تو بقدر زیادتی کے ضامن ہوگا یہ حکم کتاب مین صریح مذکور ہی اور اسکی تفسیر یہ ہی کہ دانا کار لوگون کے پاس جاکر دریافت کیا جاویگا کہ یہ بوجھ جو اُس شخص نے زیادہ لاد لیا ہی سواری سے گردانی مین کسقدر زیادہ ہے اُسی حساب سے ضمان لیجاویگی اور یہ حکم اس صورت مین ہی کہ جب اُسنے سواری کی جگہ بوجھ نہ رکھا ہو بلکہ سواری کی جگہ خود سوار ہوا ہو اور بوجھ دوسری جگہ مثلاً کسی طرف لٹکا لیا ہو اور اگر سواری کی جگہ بوجھ لادکر اُسپر سوار ہو گیا ہو تو پوری قیمت کا ضامن ہوگا[1] یہ فتاوی صغری مین ہی۔ اگر سوار ہونے کے واسطے کوئی جانور کرایہ لیا پھر خود سوار ہوا اور اپنے ساتھ کسی غیر کو سوار کر لیا پس اگر جانور بچ گیا تو پوری اجرت واجب ہوگی اور ضامن نہوگا اور اگر ایسی سواری سے جانور مر گیا حالانکہ اس نے مقام مشروط تک پہونچا دیا ہے تو مستاجر پر اجرت کامل واجب ہوگی اور نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور ضمان وصول کرنے مین مالک کو اختیار ہوگا چاہے مستاجر سے وصول کرے یا اس غیر سے وصول کرے خواہ یہ غیر مستاجر کا مستاجر ہو یعنی اُس نے مستاجر سے اجارہ لیا ہو یا مستعیر ہو پس اگر مالک نے اپنے مستاجر سے ضمان لی تو مستاجر اس ضمان کو اس غیر سے کسی صورت مین واپس نہین لے سکتا ہی اور اگر مالک نے اس غیر سے ضمان وصول کر لی پس اگر یہ غیر مستاجر ہو تو اپنے موجر سے مال ضمان واپس لیگا اور اگر مستعیر ہو تو واپس نہین لے سکتا ہی اور واضح ہو کہ یہ شخص غیر خواہ ہلکا ہو یا بھاری ہو کچھ فرق نکیا جائیگا ہر صورت مین ضمان واجب ہوگی۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ آدھی قیمت کی ضمان صرف اُسی صورت مین ہی کہ جب وہ جانور دونون کا بوجھ اُٹھا سکتا ہو اور اگر دونون سوارون کا بوجھ نہ اُٹھا سکتا ہو تو مستاجر پوری قیمت کا ضامن ہوگا۔ پھر واضح ہو کہ امام محمد رح نے اس مسئلہ مین مطلقاً نصف قیمت کے ضامن ہونے کا حکم دیا اور جامع صغیر مین یون ذکر کیا ہے کہ اگر ایک شخص نے قادسیہ تک ایک جانور سواری کیواسطے کرایہ لیا اور اپنی ردیف مین ایک غیر شخص کو سوار کیا اور جانور تھک کر مر گیا تو بقدر زیادتی کے ضامن ہوگا اور بھی جامع صغیر مین اس مسئلہ قادسیہ والے کے ذکر کرنے کے دورکے بعد بیان کیا کہ انداز و گمان کا اعتبار کیا جائیگا اور قدوری مین لکھا ہی کہ مستاجر نصف قیمت کا ضامن ہوگا خواہ دوسرا شخص ہلکا ہو یا بھاری ہو اور امام زاہد فخر الاسلام علی بزدوی نے فرمایا کہ حاصل یہ ہے کہ انداز و گمان معتبر ہے اور اگر انداز و گمان مین اشتباہ رہے تو عدد کا اعتبار کیا جائیگا۔ اور اگر مستاجر نے اپنے ساتھ کسی ایسے نابالغ

[1] کتاب مین لکھا ہی کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ بوجھ کی جگہ سوار نہوا ہو بلکہ بوجھ رکھنے کی جگہ سوار ہوا ہو اور بوجھ کسی دوسری جگہ ہو اور اگر بوجھ

کو سوار کر لیا جو جانور سے سواری نہیں لے سکتا ہے اور نہ اُسکو پھیر سکتا ہے تو جسقدر بوجھ زیادہ ہوگیا اس کے حساب سے ضامن ہوگا۔ مگر واضح ہو کہ جب اُسنے اپنے ساتھ ایسی چیز کو لاد لیا جو بوجھ یا بوجھ کے حکم مین ہے تو بقدر زیادتی کے ضامن ہونا اُسی صورت مین ہو کہ جب بوجھ کے رکھنے کی جگہ کے سوائے دوسری جگہ سوار ہوا ہو اور اگر موضع حمل پر سوار ہوا تو پوری قیمت کا ضامن ہوگا پس اس مسئلہ پر قیاس کر کے ہم کہتے ہین کہ اگر سواری کے واسطے ایک جانور کرایہ لیا پھر اُسپر خود سوار ہوا اور اپنے کندھے پر دوسرے شخص کو سوار کر لیا اور جانور مر گیا تو پوری قیمت کا ضامن ہوگا۔ اور یہ اختلاف یعنی بقدر زیادتی کے یا پوری قیمت کے ضامن ہونے کا اختلاف اُس صورت مین ہو کہ جب وہ جانور اسقدر طاقت رکھتا ہو کہ مستاجر مع بوجھ کے اُسپر سوار ہو جاوے اور اگر یہ طاقت نہ رکھتا ہو تو سب صورتون مین پوری قیمت کا ضامن ہوگا یہ محیط مین ہو۔ اور اگر سواری کیواسطے کوئی جانور کرایہ لیا پھر کرایہ لینے کے وقت جسقدر کپڑے پہنے ہوئے تھا اُس سے زیادہ کپڑے پہنکر سوار ہوا پس اگر یہ زیادتی ایسی ہے جیسے لوگ سوار ہونے مین پہنا کرتے ہین یعنی لوگون کے رواج سے خلاف نہین ہو تو ضامن نہوگا اور اگر اس سے بھی زیادہ پہن لیے ہون تو بقدر زیادتی کے ضامن ہوگا یہ مبسوط مین ہو۔ ایک شخص نے ایک جانور سواری کے لیے کرایہ کیا اور جب اپنے گھر تک لایا تو اسکو گھر مین اس غرض سے ہانک لے گیا کہ جو زائد لباس پہنے ہوے ہے اُسکو اُتار دے پس وہ جانور گھر سے نکلکر بھاگا اور مستاجر اُسکے پیچھے دوڑا مگر اُس تک نہ پہونچ سکا تو ضامن نہوگا کیونکہ اُسنے حفاظت ترک نہین کی یہ جواہر الفتاوی مین ہو اگر شہر مین دس روز سواری لینے کیواسطے ایک جانور کرایہ لیا اور اُسکو باندھ رکھا اور بالکل سوار نہو تو اُسپر کرایہ واجب ہوگا اور کچھ ضامن نہوگا اور اگر دس روز سے زیادہ اسکو باندھ رکھا ہو تو زیادہ دنون کا کرایہ واجب نہوگا اور اگر جانور کو نفقہ دیا ہو تو اُس نے احسان کیا یعنی جو کچھ خرچ کیا ہے اسکو مالک سے نہین لے سکتا ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے امام محمد رح نے کتاب الاصل مین لکھا ہو کہ ایک جانور اس غرض سے کرایہ لیا کہ رات مین دلہن کو اسکے شوہر کے گھر پہونچایا جاوے یعنی شب زفاف مین سوار کر کے شوہر کے گھر پہونچایا جاوے پس اگر عروس معین ہو اور جہان پہونچانا منظور ہے وہ جگہ بھی معین کر دی تو اجارہ جائز ہے اور اگر عروس غیر معین ہو تو اجارہ فاسد ہے اور اگر مستاجر نے ایسے اجارہ مین کسی دلہن کو سوار کر کے پہونچا دیا تو استحسانًا عقد اجارہ منقلب[1] بجائز ہو جائیگا اور مستاجر پر کرایہ واجب ہوگا جو دونون کے درمیان قرار پایا ہو۔ اور اگر دلہن والون نے وہ جانور باندھ رکھا یہانتک کہ صبح ہو گئی پس آیا اجرت واجب ہوگی یا نہین تو حکم یہ ہو کہ اگر شہر مین کسی عروس معین کے سوار کرنے کے واسطے کرایہ لیا ہو تو اجرت واجب ہوگی اور اگر خارج شہر مین کسی عروس معین کی سواری کے لیے کرایہ لیا ہو تو اجرت واجب

[1] یعنی دلیل استحسانًا سے یہ اجارہ بدل کر اب جائز ہو جائے گا ۱۲۔ + + + + + -

نہوگی اور آیا ایسے باندھ رکھنے سے ضامن ہوگا یا نہین تو حکم یہ ہی کہ اگر خارج شہر مین سواری کے واسطے کرایہ کیا ہے تو ضامن ہوگا اور اگر شہر مین سواری کیواسطے اجارہ لیا ہے تو ضامن نہوگا۔ اور اگر دلہن والون نے عروس غیر معین کے زفاف کیواسطے کرایہ پر لیا ہو توجسوقت اُسکو باندھ رکھا اجرت واجب ہوئی خواہ شہر مین سواری کے واسطے اجارہ پر لیا ہو یا باہر شہر کے۔ اور اگر عروس معین کی سواری کیواسطے کرایہ لیا پھر اسکے سوا کسی دوسری دلہن کو سوار کیا تو ضامن ہو جائیگا اور کرایہ واجب نہوگا خواہ جانور بچ گیا ہو یا مرگیا ہو اور اگر عروس غیر معین کی سواری کے واسطے اجارہ لیا ہو تو ضامن نہوگا یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے ایک انسان کو سوار کرنے کیواسطے جانور کرایہ لیا پھر اُسپر ایک موٹی بھاری عورت سوار کرائی تو ضامن نہوگا کیونکہ انسان مین عورت بھی داخل ہی اور اگر وہ عورت ایسی موٹی بھاری ہو کہ جانور اسکا بوجھ نہین اُٹھا سکتا ہے مگر متاجر نے خواہ مخواہ سوار کیا تو ضامن ہوگا کیونکہ یہ سواری نہین ہے بلکہ جانور کو دیدہ و دانستہ ضائع کرنا ہے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر اپنی سواری کیواسطے کوئی جانور کرایہ لیا اور اسپر ایک نابالغ لڑکے کو جو جم سکتا ہے یعنی جانور کی گرفت کرسکتا ہی سوار کیا تو تمام قیمت کا ضامن ہوگا اسیطرح اگر نہ جم سکتا ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ غیاثیہ مین ہی اگر کسی عورت کے سوار کرنے کیواسطے ایک جانور کرایہ لیا پھر اس عورت کے بچہ ہوا اور بچہ کو بھی ساتھ سوار کیا تو بقدر بچہ کی زیادتی کے ضامن ہوگا اسی طرح اگر کرایہ کی اونٹنی نے بچہ دیا اور بچہ کو عورت کے ساتھ بٹھا دیا تو بھی بقدر بچہ کے ضامن ہوگا اگرچہ وہ بچہ مالک جانور کی ملک ہے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر کوئی گدھا مع زین کرایہ لیا پھر اسپر ایسی زین ڈالی جیسی ان گدھون پر نہین ڈالی جاتی ہو یعنی بھاری زین تھی تو باتفاق الروایات بقدر زیادتی کے ضامن ہوگا اور اگر دوسری زین بہ نسبت پہلی زین کے ہلکی یا برابر ہو تو ضامن نہوگا۔ اسیطرح اگر گدھے کو مع پالان کرایہ لیا اور پالان دور کرکے دوسرا پالان اُس سے ہلکا یا برابر ڈالا تو ضامن نہوگا اور اگر بھاری ڈالا تو بقدر زیادتی کے ضامن ہوگا۔ اور اگر کوئی گدھا مع پالان کے سواری کیواسطے کرایہ لیا پھر پالان کو دور کرکے اسپر زین رکھی تو ضامن نہوگا اور اگر گدھا مع زین کے سواری کے واسطے کرایہ پر لیا پھر زین دور کرکے پالان ڈالکر سوار ہوا تو ضامن ہوگا ایسا ہی جامع صغیر مین مذکور ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا کہ بقدر زیادتی کے ضامن ہوگا اور جو حکم جامع صغیر مین مذکور ہے وہی اصح ہی اسکی وجہ یہ ہے کہ متاجر نے کل مین صورت و معنی مین خلاف کیا ہی یعنی متاجر نے صورۃً و معنے کل مین مخالفت کی پس کل کا ضامن ہوگا۔ اور یہ خلافی حکم اُس صورت مین ہی کہ جب ایسے گدھے پر ایسا پالان ڈالا جاتا ہو اور اگر وہ جانور ایسا ہو کہ اُسپر بالکل پالان نہین ڈالا جاتا ہی یا ایسا پالان نہین ڈالا جاتا ہی تو بالاجماع پوری قیمت کا ضامن ہوگا یہ محیط مین ہے۔

اگر ننگا گدھا یعنی ننگی پیٹھ گدھا کرایہ لیا اور اسپر زین کسکر سوار ہوا تو ضامن ہوگا اور ہمارے مشایخ نے فرمایا کہ اگر ننگی پیٹھ ایک مقام سے ایسے مقام تک کرایہ لیا کہ جہانتک بدون زین کے سوار ہوجانا ممکن نہین ہی مثلاً ایک شہر سے دوسرے شہر تک کرایہ لیا تو زین کسنے سے ضامن نہوگا اسی طرح اگر شہر ہی مین سوار ہونے کے واسطے کرایہ لیا مگر متاجر ایسا شخص ہی کہ شہر مین ننگی پیٹھ جانور پر سوار نہین ہوتا ہی تو بھی ضامن نہوگا اور زین کسنا ایسی صورت مین متاجر کیواسطے دلالۃً ثابت ہوگا - اور اگر متاجر ایسا شخص ہو کہ شہر مین ننگی پیٹھ جانور پر سوار ہوتا ہی تو اسکے واسطے یہ اجازت دلالۃً ثابت نہوگی اور وہ ضامن ہوگا - پھر جب ضمان مقرر ہوئی پس آیا پوری قیمت کا ضامن ہوگا یا بقدر زیادتی کے ضامن ہوگا تو اُسکا حکم کتاب الاصل مین نہین لکھا ہی اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ پوری قیمت کا ضامن ہوگا اور یہی صحیح ہی یہ محیط مین ہی - اگر بدون لگام کے کوئی جانور کرایہ لیا پھر لگام دیدی یا لگام دی ہوئی تھی اسکو اُتار کر دوسری لگام ویسی ہی چڑھائی اور سوار ہوگیا تو ضامن نہوگا اور اگر وہ جانور بغیر لگام کے چلتا ہو اور ایسی لگام دی جیسی اس جانور کے نہین چڑھائی جاتی ہی تو ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اگر جانور کی لگام سختی سے اپنی طرف کھینچی یا اسکو مارا کہ وہ مرگیا تو امام اعظم کے نزدیک ضامن ہوگا اور اسی پر فتوی ہی یہ جوہرہ نیرہ مین ہی - اور شیخ اسمعیل زاہد رحہ نے فرمایا کہ اگر سواری کے واسطے کوئی جانور کرایہ لیا پھر اسکو مارا کہ وہ مرگیا پس اگر مالک کی اجازت سے اسکو مارا اور مار کی چوٹ ایسی جگہ پہونچی جہان مارنے کی عادت ہے تو بالاجماع ضامن نہوگا اور اگر غیر عادت کی جگہ پہونچی یعنی وہان مارنے کی عادت نہین ہی تو بالاجماع ضامن ہوگا لیکن اگر خاص اس غیر معتاد جگہ پر مارنے کی اجازت حاصل ہو تو ضامن نہوگا یہ مضمرات مین ہی - اور اگر جانور کے چلانے مین سختی کی یعنی غیر معتاد رفتار سے ہانکا تو ضامن ہوگا یہ بالاجماع ہی کذا فی الغیاثیہ - اگر کوفہ تک جانے کے واسطے کوئی جانور کرایہ لیا اور اسکو کوفہ کے آگے لیگیا مگر اسقدر بڑھ گیا کہ لوگ ایسی زیادتی[1] سے چشم پوشی نہین کرتے ہین خواہ اس بڑھ جانے مین سوار رہا ہو یا نہوا پھر اسکو کوفہ مین واپس لایا تو متاجر پر کوفہ تک کا کرایہ واجب ہوگا اور جانور اُس کے پاس ضمان مین رہیگا تا وقتیکہ مالک کو واپس نہ کرے چنانچہ اگر کوفہ کے راستہ مین مرجاوے تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور کرایہ مین سے کچھ کمی نہ کیجاویگی اور یہ دوسرا قول امام اعظم رح کا اور یہی قول صاحبین رح کا ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی - اگر اجارہ کی چیز متاجر کے پاس تلف ہوئی اور پھر کسی شخص نے متاجر قابض پر اپنا استحقاق ثابت کرکے متاجر سے ضمان لے لی تو متاجر اس مال ضمان کو اپنے موجر سے واپس لیگا یہ ینابیع مین ہے - جامع الفتاوے مین لکھا ہے کہ اگر دس قفیز گیہون لادنے کے واسطے ایک جانور کرایہ لیا پھر اُسکو بیس[2]

---

[1] یا یہ مراد ہے کہ کرایہ لینے والا ایسی جراءت نہین کیا کرتا ہی ۱۲ - + + + + + -

قفیز گیہون لادنے کے لیے دوسرے شخص کو کرایہ پر دے دیا اور دوسرے کی باربرداری مین وہ جانور تلف ہوگیا تو مالک کو دونون مین ہر ایک سے ضمان لینے کا اختیار ہوگا پس اگر اُسنے دوسرے سے ضمان لی تو وہ پہلے مستاجر سے یہ مال ضمان واپس لیگا اور اگر اُسنے پہلے مستاجر سے ضمان لی تو پہلا مستاجر اس مال کو دوسرے سے واپس نہین لے سکتا ہے کیونکہ اُسی نے دوسرے کو دھوکا دیا تھا اور اگر ایک شخص نے شہر ہمدان تک جانے کے واسطے کرایہ لیا اور بیچ راستہ مین وہ جانور مرگیا حالانکہ جسقدر راستہ باقی رہ گیا ہے وہ بہ نسبت طے کیے ہوے کے سخت دشوار ہے تو کرایہ کی تقسیم مین آسانی وسختی کا اعتبار ہوگا اسواسطے کہ کبھی آسانی کی وجہ سے ایک کوس کا ایک درم کرایہ ہوتا ہے اور کبھی سختی کیوجہ سے ایک کوس کا دو درم کرایہ ہوتا ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ اگر کسی مقام معلوم تک سوار ہو کر آمد ورفت کے واسطے ایک جانور چارہ دینے کی شرط سے کرایہ لیا حتی کہ اجارہ فاسد قرار پایا پھر وہان تک جاکر واپس ہوا اور اپنی ردیف مین ایک شخص کو سوار کر لیا تو جانے کا پورا اجر المثل واجب ہوگا اور واپسی کا آدھا اجر المثل واجب ہوگا کیونکہ واپسی کیوقت وہ شخص نصف کا غاصب ہوگیا اور نصف کا اجارہ[1] فاسد تھا اور اگر اس صورت مین جانور مرجاوے تو نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر اسنے موافق شرط کے چارہ دیا تو جو اجرت اُسپر واجب ہوئی ہے اسمین محسوب کیا جائیگا یہ غیاثیہ مین ہے۔ اگر ایک مقام معین تک سوار ہونے کیواسطے ایک جانور کرایہ لیا پھر اسکو کسی دوسرے مقام تک سوار ہوکر لے گیا تو درصورت مرجانے کے ضامن ہوگا اگرچہ دوسرا مقام بہ نسبت مقام معین کے نزدیک ہو یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر ایک مقام معین تک سوار ہوجانے کیواسطے ایک جانور کرایہ لیا اور اسکو کسی دوسرے مقام تک سوار ہوکر لیگیا تو کچھ اجرت واجب نہوگی خواہ جانور صحیح سالم رہا ہو یا مرگیا ہو۔ اور ایسی جنس کے مسائل مین اصل یہ ٹھہری ہو کہ معقود علیہ یعنی منفعت کا حاصل کر لینا مستاجر کے ذمہ موجب اجرت ہوتا ہے بشرطیکہ معقود علیہ حاصل کرنے پر مستاجر قادر رہو اور اگر قادر نہو تو موجب نہین ہے۔ آیا تو نہین دیکھتا ہے کہ اگر ایک شخص نے کوئی خاص کپڑا پہننے کیواسطے کرایہ پر لیا اور اُسی مستاجر نے اپنے موجر سے کوئی دوسرا کپڑا غصب کرکے لے لیا پھر مستاجر جو کپڑا کرایہ لیا تھا اسکے سواے غصب کیا ہوا کپڑا پہنا پس اگر کرایہ والا کپڑا مستاجر کے گھر مین موجود تھا تو اسپر کرایہ واجب ہوگا اور اگر مثلاً اسکو مستاجر سے کسی شخص نے چھین لیا ہو اور مستاجر اُس سے نفع حاصل نکرسکتا ہو تو مستاجر کے ذمہ بالکل کرایہ واجب نہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر کچھ بار معین کسی مقام معلوم تک خاص راستہ سے لیجانے کیواسطے کوئی جانور کرایہ کیا یا کوئی گدھا اس غرض سے کرایہ کیا کہ اسباب ضروری لادکر خاص راستہ سے فلان مقام تک جاوے اور جب روانہ ہوا تب ایسا راستہ

---

[1] یعنی نصف فاسد کا نصف اجر المثل دیگا اور نصف غصب مضمون ہے ۱۲

اختیار کیا کہ جسمین لوگون کی آمد و رفت ہے مگر وہ راستہ خاص جو قرار پایا ہو اُس سے روانہ نہوا پھر جانور
مرگیا یا اسباب تلف ہو گیا تو ضمان لازم نہ آویگی اور اگر مقام مقصود تک پہونچ گیا تو اجرت واجب ہوگی کیونکہ
جب دونون راستے یکسان ہین کوئی تفاوت نہین تو معین کرنا بیفائدہ ہو حتی کہ اگر اُسنے ایسا راستہ
اختیار کیا جس سے لوگون کی آمد رفت نہین ہو یا خوفناک ہے تو اس صورت مین ضامن ہو گا کیونکہ اس
صورت مین جو راستہ معین کیا ہے اُسکے معین کرنے مین فائدہ ہو۔ اور اگر دریا کی راہ سے روانہ ہوا ہو تو
اس صورت مین ضامن ہو گا کیونکہ اسمین اکثر خوف تلف ہوتا ہو اور اگر اس صورت مین منزل مقصود
پر صحیح سالم پہونچ گیا تو کرایہ واجب ہو گا اور مخالفت کرنے کا اعتبار نہ کیا جائیگا کیونکہ مقصود حاصل ہونے
پر مخالفت کا کچھ اعتبار نہین ہو اور مال بضاعت مین بھی ایسا ہی حکم ہو۔ یہ تمرتاشی مین لکھا ہو۔ اگر کسی
شخص نے ایک خچر اس غرض سے کرایہ کیا کہ اسپر اسباب لادکر مدینہ منورہ تک جاوے اور لادکر مدینہ منورہ
کو روانہ ہوا پھر راہ مین پیشاب یا پاخانہ کی غرض سے پیچھے رہگیا یا کسی شخص سے باتین کرنے لگا اور
خچر آگے چلا گیا اور ضائع ہو گیا پس اگر اسکی آنکھ سے غائب نہین ہوا تو ضامن نہ ہو گا اور اگر اسکی نظر سے
غائب ہوا تو ضامن ہو گا۔ یہ فتاوی قاضی خان مین ہو۔ زید نے گانون سے شہر جانے کے واسطے
ایک جانور کرایہ لیا اور جانور کے مالک نے عمرو کو زید کے ساتھ کیا راستہ مین عمرو کسی کام مین مشغول
ہو گیا اور زید تنہا جانور کو لیکر چلا گیا اور جانور اُسکے پاس ضائع ہو گیا تو عمرو ضامن نہوگا یہ خزانۃ المفتین
مین ہو۔ اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ کسی شخص نے خاص مقام تک سوار ہو جانے کیواسطے
ایک جانور کرایہ لیا پھر جب کچھ دور گیا تو دعوی کیا کہ یہ جانور میرا ہے اور اجارہ لینے سے انکار کیا اور
جانور کا مالک اجارہ کا مدعی ہو پس اگر مستاجر کی سواری کی وجہ سے جانور مر گیا تو ضامن نہوگا اور
اگر سواری لینے سے پہلے مر گیا تو ضامن ہو گا اور اگر ایسا واقعہ ہوا کہ مسافت طے ہو جانے کے بعد
مستاجر اُس جانور کو مالک کو واپس کرنے کیواسطے لایا اور وہ تلف ہو گیا تو ضامن ہو گا اور شیخ قدوری
نے فرمایا ہو کہ مستاجر پر امام ابو یوسف کے نزدیک انکار سے پہلے کی اجرت واجب ہو گی اور انکار کے
بعد کی اجرت اُسکے ذمہ سے ساقط ہو جاویگی اور امام محمد رح کے نزدیک پوری اجرت واجب ہو گی
یہ کبری مین ہو۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر کرایہ کا جانور یا غلام اپنے مستاجر کے پاس بدون تعدی[1] یا
مخالفت یا جنایت کرنے کے بعد مر گیا تو اُسپر ضمان لازم نہ آویگی اور اجارہ اُسی وقت سے باطل ہو جائیگا
کیونکہ معقود علیہ معدوم ہو گیا یہ شرح طحاوی مین ہو۔ اگر ایک شخص نے کوئی جانور اس غرض سے
کرایہ لیا کہ اُسپر اناج لادکر شہر کو لیجاوے پھر واپسی کیوقت اُس جانور پر دو قفیز نمک مالک کی بلا
اجازت لاد لیا اور جانور مر گیا تو ضامن ہو گا یہ ملتقط مین ہو۔ نوازل مین لکھا ہو کہ ایک شخص نے دوسرے کو

[1] یعنی مستاجر نے کوئی تعدی یا ظلم و سختی نہین کی اور نہ عقد اجارہ سے خلاف کیا اور نہ قتل وغیرہ کیا ۱۲ منہ

ایک اونٹ دیا اور حکم کیا کہ اسکو کرایہ پر دیدے اور اسکے کرایہ سے میرے واسطے کوئی چیز خریدے پھر وہ اونٹ اُسکے پاس اندھا ہو گیا اُس نے فروخت کر دیا اور اُسکے دام وصول کر لیے وہ دام راستہ مین اُسکے پاس تلف ہو گئے تو فقیہ ابوجعفر رح نے فرمایا کہ اگر اُسنے اونٹ ایسے مقام مین فروخت کیا جہاں کسی حاکم کے پاس جو اُس کو فروخت کی اجازت دے نہیں پہونچ سکتا تھا تو اسپر اونٹ کی یا اُسکے دامونکی ضمان لازم نہ آویگی اور اگر ایسے مقام مین تھا کہ اسکو رکھ سکتا تھا یا ویسا ہی اندھا اونٹ مالک کو واپس کر سکتا تھا تو وہ شخص اُس کی قیمت کا ضامن ہو گا۔ یہ خلاصہ مین ہے۔ اور شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے زید کو اپنا جانور اس غرض سے کرایہ دیا کہ زید اسپر کوئی شے معلوم لاد کر کسی مقام معلوم کو لیجا دے اور خود جانور کے ساتھ نہ گیا ولیکن خالد کو مزدور کیا کہ اسکے ساتھ جاوے اور جانور کو واپس لاوے اور خالد سے کہدیا کہ قافلہ کے ساتھ واپس آوے پھر جب زید مقام مقصود پر پہونچ گیا اور قافلہ واپس ہوا تو خالد قافلہ کے ساتھ نہ آیا بلکہ پیچھے رہا اور اس جانور کو چند روز تک اپنے ذاتی کام مین رکھا پھر دوسرے قافلہ کے ساتھ اسکو واپس لے چلا اور راستہ مین ڈاکہ پڑا اور یہ جانور بھی لوٹ لیا گیا پس آیا خالد ضامن ہو گا یا نہیں تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہاں ضامن ہو گا کیونکہ خالد مزدور ہے اور اُس نے جانور کو اپنے کام مین رکھنے سے مالک کی مخالفت کی اسلیے ضامن ہو گا اسواسطے کہ امام اعظم رح کے نزدیک دوسرے قول کے موافق جب اجیر مخالفت کرتا ہے پھر اگرچہ موافقت کیطرف عود کرنا ہے تب بھی ضمان سے بری نہیں ہوتا ہے اور یہی قول امام ابو یوسف و امام محمد رح کا ہے۔ اور اگر اجیر یعنی خالد نے جانور کو اپنے کام مین نہ رکھا ہو تو ضامن نہو گا اگرچہ پہلے قافلے کے ساتھ واپس نہ لاوے کیونکہ مالک نے اُس سے یہ کہا تھا کہ قافلہ کے ساتھ واپس لاوے اور یہ نہیں کہا تھا کہ اسی قافلہ کے ساتھ لاوے پس اُسکے حکم کا اجراء علی الاطلاق واجب ہوا اور اُس کے موافق اجیر اسکو ایک قافلہ کے ساتھ واپس لاتا تھا پس ضامن نہو گا یہ فتاویٰ نسفی مین ہے۔ زید نے ایک جانور کرایہ لیا کہ صبح سے رات تک فلان موضع سے گیہون لاد کر اپنے مکان کو لادیگا اور زید نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ اس موضع سے گیہون جانور پر لاد کر اپنے گھر لاتا تھا اور پھر اس موضع تک جانے کے وقت جانور پر خود سوار ہو کر جاتا تھا پھر جانور مر گیا تو زید اسکی قیمت کا ضامن ہو گا اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر ایسی عادت لوگون مین جاری نہو تو ضامن ہو گا اور اگر لوگون کی عادت ہو کہ اس موضع تک خالی جانے کے وقت سوار ہو کر جاتے ہون تو ضامن نہو گا اور فقیہ ابو اللیث کے نزدیک یہی حکم مختار ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ زید نے ایک گدھا ایک درم مین کرایہ لیا کہ بیس کھیپ کھاد مٹی اُسپر لاد کر اپنی زمین مین ڈالیگا اور اُسکی زمین مین کچی اینٹیں پڑی ہین جب کوئی کھیپ کھاد کی ڈال کر لوٹتا ہے تب ایک کھیپ اپنی اینٹیں

لادلاتا ہی پس اگر وہ گدھا ویسی کی حالت مین ہلاک ہو جاوے تو زید اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور
کچھ اجرت نہ دینی ہوگی اور اگر صحیح سالم بچ جاوے تو زید پر پوری اجرت واجب ہوگی یہ وجیز
کردری مین ہی۔ ایک گدھا زید نے کرایہ لیا کہ اسپر اسقدر بوجھ لادلیجاویگا پھر جسقدر بیان کیا تھا
اسپر کچھ بوجھ بڑھاکر لادلیگیا اور جہان کا وعدہ ٹھہرا تھا وہانتک پہونچا یا اور گدھا صحیح وسالم واپس
لایا مگر مالک کو واپس دینے سے پہلے وہ گدھا ضائع ہوگیا توجسقدر بوجھ اُسنے زیادہ کردیا تھا اسکے اندازسے
گدھے کی قیمت کا ضامن ہوگا۔ یہ کبری[1] مین ہی۔ شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ زید نے کسی قدر اجرت
معلومہ پر کھاد اُٹھانے کے واسطے ایک گدھا اجارہ لیا حالانکہ وہ گدھا کمزور تھا اور زید نے کہا کہ یہ گدھا بوجھ
نہین اٹھاسکتا ہی اور موجر نے کہا کہ نہین بلکہ اُٹھاسکتا ہی اور تو اُسپر اتنا بوجھ لادنا جتنا دیسے گدھون پر لادتے ہین
اور یہ کہکر اسکو بھیجا یا پھر اسکے پانون مین کوئی آفت پہونچی تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مستاجر ضامن
نہوگا یہ فتاوے نسفی مین ہی۔ اور منتقی مین لکھا ہے کہ زید نے دس درم پر ایک مہینہ تک سلائی
کا کام لینے کیواسطے ایک غلام اجارہ لیا پھر اسکو اُسی اجرت مین کچی اینٹین ڈھالنے کے کام مین لگایا
اور غلام اس کام مین تھک کر مرگیا تو زید ضامن ہوگا اور اگر اس کام مین ہلاک نہین ہوا تھا کہ زید نے
اسکو اس کام سے چھوڑاکر سلائی کے کام مین لگایا اور وہ تھک کر مرگیا تو زید ضامن نہوگا اور یہ مسئلہ چوپایہ کے
مسئلہ کے مشابہ نہین ہی کہ ایک چوپایہ کسی مقام معلوم تک سوار ہوجانے کیواسطے کرایہ لیا اور پھر اس
مقام سے تجاوز کرگیا۔ اور اسکا حکم مذکور ہوچکا ہے یہ ذخیرہ مین ہی۔ فتاوی ابواللیث مین لکھا ہی
کہ ایک شخص ایک جانور بیطار[2] کے پاس لایا اور کہا کہ اسکو دیکھ کہ اسکو کیا بیماری ہے اُسنے دیکھکر
کہا کہ اسکے کان کے نیچے بیماری ہے کہ جسکو موش کہتے ہین پس مالک نے حکم دیا کہ اس مواد کو نکال دے
اُسنے موافق حکم کے مواد نکالا اور چوپایہ مرگیا تو بیطار پر ضمان لازم نہ آویگی کیونکہ اُس نے مالک
کی اجازت سے یہ کام کیا ہے یہ محیط مین ہی۔ ایک صراف نے زید کے کچھ درم کسی قدر اجرت لیکر پرکھنے
کا اجارہ لیا اور اُن درمون مین زیوف یا ستوق درم نکلے تو زید کو صراف کچھ ضمان نہ دیگا کیونکہ اُسنے
زید کا کچھ حق تلف نہین کیا ہان کام تھوڑا دیا یعنی بعض درم پرکھے ہین پس اسی حساب سے اجرت واپس
دیگا حتی کہ اگر کل درم زیوف پائے جاوین تو کل اجرت واپس کریگا اور نصف زیوف ہون تو نصف
اجرت واپس دیگا اور زید ان زیوف کو جس شخص نے دیے ہین اُسکو واپس کریگا اور اگر دینے
والے نے انکار کیا اور کہا کہ یہ وہ درم نہین ہین جو تونے مجھ سے لیے ہین تو قسم کے ساتھ زید کا
قول قبول ہوگا کیونکہ زید انکے سوائے دوسرے درم لینے سے منکر ہے مگر یہ حکم اسوقت ہے کہ جب لیتے
وقت زید نے اسطرح اقرار نہ کیا ہو کہ مین نے اپنا حق بھر پایا یا کھرے درم وصول پائے۔ اور اگر

[1] یعنی اگر بوجھ ڈیوڑھا کردیا تو ایک تہائی قیمت کا ضامن ہوگا فافہم ۱۲ منہ [2] بیطار جو جانورون کا علاج کرتے ہین و ہذا التفسیر بالاعم معروف فافہم ۱۲

زیدنے اسطرح اقرار کردیا ہو پھر زیوف ہونے کیوجہ سے بعض درم واپس کرنے چاہے اور دینے والے نے اپنے درم ہونے سے انکار کیا تو زید کا قول قبول نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ زیدنے ایک کاتب کبھی قدر اجرت پر اسواسطے مقرر کیا کہ میرے واسطے ایک مصحف مجید لکھکر نقطہ لگا دے اور ہر دس آیت الگ کرکے وہان نقطون سے نشان کردے پس کاتب نے بعض نقطون اور بعض دس آیتون کے نشان مین خطا کی تو فقیہ ابوجعفر نے فرمایا کہ اگر ہر ورق مین اُسنے ایسی ہی خطا کی ہی تو زید کو اختیار ہوگا کہ چاہے اُس سے یہ مصحف لیکر اسکو اجر المثل دیدے مگر جو اجرت قرار پائی تھی اُس سے اجر المثل زیادہ نہ دیا جائیگا یا یہ مصحف اسکو واپس کردے اور اپنی اجرت اگر دیدی ہی تو واپس کرلے اور اگر بعضے ورقون مین اقرار کے موافق کام کیا اور بعض مین خطا کی ہو تو جسقدر اوراق مین موافق اقرار کے کام دیا ہے اُنکا حصۂ اجرت مقررہ اجرت مین سے دیوے اور جنمین خلاف کیا اُنکی اجرت اجر المثل کے حساب سے دیوے یہ حاوی مین ہی۔ اگر زیدنے ایک رنگریز کو حکم دیا کہ زعفران یا مجیٹھ سے میرا کپڑا رنگ دے اُسنے دوسری جنس سے رنگا تو زید کو اختیار ہوگا کہ چاہے یہ کپڑا رنگریز کے پاس چھوڑدے اور اپنے سپید کپڑے کی قیمت اُس سے لے لے یا یہ کپڑا لیکر اسکو اجر المثل دیدے مگر جو کچھ دونون مین قرار پایا ہی اُس سے اجر المثل کی مقدار زیادہ نہوگی۔ اور اگر رنگریز نے اسی جنس کا رنگ دیا ہو جیسا کہ زیدنے حکم دیا ہے ولیکن وصف مین خلاف حکم عمل مین لایا یعنی مثلاً زیدنے چوتھائی قفیز زعفران[1] سے رنگنے کا حکم دیا تھا اور رنگریز نے ایک قفیز سے رنگا اور زیدنے بھی ایک قفیز سے رنگی ہوئی ہونے کا اقرار کیا تو زید کو اختیار ہوگا کہ چاہے یہ کپڑا رنگریز کے پاس چھوڑدے اور اُس سے بھی سپید کپڑے کی قیمت لے لے یا یہ کپڑا لے لے اور جو کچھ اُسنے رنگ مین زیادہ کیا ہے اسکی قیمت ادا کرے اور جو اجرت قرار پائی ہی وہ اُجرت ادا کرے یہ ظہیریہ اور فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اگر زیدنے اپنی انگوٹھی مہرکن کو دی کہ اس کے نگینہ پر میرا نام نقش کردے اُسنے عمداً یا خطا سے غیر شخص کا نام نقش کردیا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے نقاش سے اپنی انگوٹھی کی قیمت ڈانڈ لے یا انگوٹھی لیکر اسکو اجر المثل دیدے مگر اجر المثل اجرت مقررہ سے زاید نہ دیا جائیگا اسی طرح اگر کسی بنجار یعنی بڑھئی کو دروازہ دیا کہ اسپر ایسے نقش کردے اُسنے دوسری طرح کے نقش کھودے تو بھی مالک کو ایسا ہی اختیار حاصل ہوگا اور اگر کاریگر نے اُس کے حکم کے موافق کام کیا مگر کچھ خلاف کیا تو ایسے خلاف کا اعتبار نہین ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ اگر کسی شخص کو حکم دیا کہ میرے بیت کو سرخ رنگ دے اُسنے سبز رنگا تو امام رح نے فرمایا کہ سبز رنگ کرنے سے جو زیادتی ہوئی وہ مالک ادا کرے اور رنگ کرنے والے کو کچھ اجرت نہ ملیگی مگر بیت مین جسقدر اُسنے رنگ بھرا ہی

[1] سہیلا للتوافق ۱۲ منہ

اس کی قیمت کا مستحق ہوگا یہ بدائع مین ہی۔ اور اگر کسی رنگ بھرنے والے کو حکم دیا کہ میرے دروازے
یا دیوار مین سرخ رنگ بھردے اُسنے سبز رنگ سے نقش بھر دیے تو مالک کو اختیار ہے چاہے اُس سے اُس
قیمت کی ضمان لے یا وہ چیز لیکر جسقدر رنگ اسنے دیا ہے اُسکی قیمت دیدے مگر نقاش کو کچھ اجرت
نہ ملیگی۔ اور اگر کسی نجار کو حکم دیا کہ میرے بیت کی چھت بلند کردے یعنی لکڑی کی چھت درست
کرکے قائم کردے اُسنے درست کرکے اپنے موقع سے قائم کردی پھر بدون فعل نجار کے وہ چھت
گر پڑی تو نجار کو اجرت ملیگی اور اسپر ضمان لازم نہ آویگی اور اگر قائم کرنے سے اسکے فعل سے
گر پڑی یعنی جب اُسنے قائم کیا تو کوئی ایسا فعل اُس سے صادر ہوا کہ چھت گر پڑی اور دھنیان
شکست ہوگئین تو ضمان لازم نہ آویگی مگر اجرت نہ ملیگی یہ غیاثیہ مین ہی۔ ایک شخص نے گیہون کی
زراعت کرنے کیواسطے زمین کا اجارہ لیا پھر اُسمین رطبہ بو یا تو جسقدر زمین کو نقصان پہونچا ہے
اسکی ضمان اداکرے اور اُسپر کچھ اجرت واجب نہوگی یہ جامع صغیر مین ہی۔ اور اگر درزی کو
حکم دیا کہ اس کپڑے کی قمیص قطع کردے اُسنے قبا قطع کردی یا حکم دیا کہ اسکو رومی سلائی سی دے
اُسنے فارسی سلائی سے سیا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے اپنے کپڑے کی قیمت لیکر کپڑا درزی کے
پاس چھوڑدے یا کپڑا لیکر اسکو اجر المثل دیدے مگر جو اجرت ٹھہری ہی اُس سے زیادہ اجر المثل نہ دیا
جائیگا اور اگر اُسنے سراویل سی دی تو مالک کا حق منقطع ہوکر ضمان لینا متعین ہوگیا اور صحیح یہ ہے کہ
مالک کو اس صورت مین بھی خیار مذکور حاصل ہوگا کیونکہ درزی نے دراصل سلائی مین اُس کے
حکم کی موافقت کی ہے یہ غیاثیہ مین ہی۔ ہشام نے امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ ایک شخص نے
دوسرے کو تانبا یا پیتل وغیرہ کوئی چیز ایک طشت ڈھالنے کیواسطے دی اور طشت کا وصف بیان
کردیا اُسنے ایک کوزہ ڈھال دیا تو امام نے فرمایا کہ مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے اُس سے اپنی چیز
کے مثل ضمان لے اور وہ کوزہ کاریگر کا ہوجائیگا یا کوزہ لیکر اجر المثل اداکرے جو مقدار مقررہ سے
زائد نہوگا یہ بدائع مین ہی۔ اگر کسی جولاہے کو کچھ سوت دیا کہ اُسکا ستاچو[1] کپڑا بن دے اُسنے اُس سے
زیادہ یا کم کرکے بنا تو مالک کو اختیار ہوگا کیونکہ اس کی شرط کا اعتبار کیا جاویگا پس چاہے تو کپڑا چھوڑکر اپنے
سوت کے مثل جولاہے سے ضمان لے اور سوت کی مقدار مقبوضہ مین کہ کسقدر تھا جولاہے کا قول قبول
ہوگا یا کپڑا لیکر اسکو اجرت دے مگر یہ اجرت مقررہ دینا زیادتی کرنے کی صورت مین ہے اور بمقابلہ زیادتی
کے کچھ اجرت نہ دیگا کیونکہ اُسکے بلا حکم اُسنے زیادتی سے بنا ہے اور درصورت کمی کرنے کے جو کچھ اُسنے
بُن کر تیار کیا ہے اُسکا اجر المثل دیا جائے گا مگر جو اجرت ٹھہری ہے اُسکے حصہ سے زیادہ نہ دیا جائے گا۔
اور اس کلام کے معنی یہ ہین کہ مثلاً مالک نے ستاچو بننے کا حکم دیا تھا اور اسکا مکسر یعنے باہمی حاصل ضرب

---

[1] ستاچو اور تکو پنجو وغیرہ یہ جولاہون کی اصطلاح ہے مگر زیادہ تفصیل سے سردست مترجم بھی ناواقف ہے ۱۲ منہ

اٹھائیس ہوئے اور جولاہے نے مثلاً کمی کرکے ستا تیا بن دیا اور اُسکا گستر اکیس ہوئے تو چوتھائی کی کمی ہوئی پس مقدار مقررہ سے ایک چوتھائی کم کر دیجائیگی پھر جو کچھ اجر المثل واجب ہوگا وہ دیکھکر دیا جائے گا کہ اجرت مقررہ کے تین چوتھائی حصے سے زائد نہوا اور اگر دونون نے مالک کی مقدار حکم مین اختلاف کیا یعنی اُسنے کسی طرح بننے کا حکم دیا ہے ستا چورا یا ستا تیا مثلاً تو اس اختلاف مین مالک کا قول قبول ہوگا پس اگر اُسنے شرط مین مخالفت کی ہو تو مالک کو اختیار حاصل ہوگا یہ غیاثیہ مین ہی۔ ایک شخص نے ریشمی سوت جولاہے کو کپڑا بننے کیواسطے دیا اُسنے ریشمی سوت تھوڑا سا نکال کر بجائے اُسکے روئی کا سوت داخل کر دیا اور کپڑا بن دیا اور مالک کو جولاہے کی یہ حرکت معلوم ہوئی تو یہ کپڑا جولاہے کا ہوا اور مالک کو اختیار ہی کہ جولاہے سے اپنے ریشمی سوت کے مثل طلب کرے کیونکہ جب جولاہے نے اسکا سوت دوسرے کے سوت کے ساتھ خلط ملا دیا کہ جدا کرنا ممکن نہین ہی یا محنت و مشقت سے ممکن ہی تو جولاہہ غاصب ٹھہرا پس اس شخص کے ریشمی سوت کی ضمان دی اور جو کپڑا بنا ہے وہ اُسکا ہو جائیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ایک شخص نے جولاہے کو دو قسم کا سوت دیکر حکم دیا کہ ایک سے باریک اور دوسرے سے موٹا کپڑا بن دے اُسنے دونونکو ملاکر دونون سے ایک قسم کا کپڑا بن دیا تو بنا ہوا کپڑا جولاہے کا ہوگا اور مالک کو اُسکے سوت کے مثل ضمان دے یہ دجیز کردری مین ہی۔ ایک شخص نے جولاہے کو دو قسم کا سوت دیا ایک باریک اور دوسرا موٹا تھا اور حکم دیا کہ باریک کا شش صدی اور موٹے کا پنج صدی بن دے اُسنے دونونکو ملاکر کپڑا بن دیا تو مخالفت کرنے کی وجہ سے وہ کپڑا جولاہہ کا ہو گیا اور جولاہہ اُسکے مثل سوت ڈانڈ دیوے یہ خلاصہ مین ہی۔ نوازل مین لکھا ہی کہ شیخ ابوبکر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک کاشتکار سے مالک زمین نے یون کہا کہ یہ گیہون اور یہ اخروٹ تر ہین انکو میدان مین لیجا کر خشک ہونے کیواسطے ڈالدے تاکہ خراب نہو جاوین اُسنے سستی سے پڑے رہنے دئے یہانتک کہ خراب ہو گئے تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر کاشتکار نے مالک زمین کا حکم قبول کیا اور پھر اُسکے حکم کے موافق کام نہ کیا تو اخروٹ کا ضامن نہوگا گیہون کی قیمت کا ضامن ہوگا اور بگڑے ہوئے کاشتکار کے ہو جاوینگے اور فقیہ نے فرمایا کہ اگر اُسکے مثل تازہ تر دستیاب نہون تو کاشتکار پر قیمت واجب ہوگی اور اگر اُسکے مثل دستیاب ہو سکتے ہین تو اُس پر اُس کے مثل دینا واجب ہے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر کسی درزی کے پاس کپڑا لایا اور کہا کہ اسکو دیکھ اگر میری قمیص کے واسطے پورا کافی ہو تو اسکو قطع کرکے ایک درم بر سی دے اُسنے کہا کہ ہان پھر قطع کرنے کے بعد کہا کہ تیری قمیص کے واسطے کافی نہین ہی تو درزی اُس کپڑے کی قیمت کا ضامن ہوگا۔ اور اگر مالک نے کہا کہ اسکو دیکھ کہ میری قمیص کیواسطے کافی ہو جائیگا اُس نے کہا کہ ہان پس مالک نے حکم دیا کہ اسکو قطع کر دے پھر جو دیکھا تو وہ کافی نہین ہوتا ہے تو ایسی صورت مین درزی ضامن نہوگا یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اگر درزی سے کہا کہ اسکو دیکھ کہ آیا یہ کپڑا میری قمیص کے

واسطے کافی ہی اُس نے کہا کہ ہان پھر مالک نے کہا کہ پس اُسکو قطع کردے یا کہا کہ اب اسکو قطع کردے پھر جب قطع کیا تو کافی نہ نکلا پس اس مسئلہ کا ذکر کسی کتاب مین نہین ہی اور فقیہ ابو بکر بلخی سے منقول ہی کہ انھون نے فرمایا کہ درزی ضامن نہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر درزی کو ایک کپڑا دیا اور کہا کہ اسکو اسطرح قطع کردے کہ بیٹھ کلی اور آستین مین پانچ بالشت لگے اور چوڑان اسقدر ہو پھر درزی اُسکو اس سے ناقص کرلایا تو فرمایا کہ اگر ایک اُنگل یا اُس کے مثل کمی ہو تو کچھ نہین ہی اور اگر اس سے زیادہ تناقص ہو تو ضامن ہوگا یہ خلاصہ مین ہی۔ ایک شخص نے کرایہ کا گدھا دروازہ پر چھوڑ دیا اور خود گدھے کی لکڑی لینے مکان مین گیا اتنی مدت مین وہ گدھا ضائع ہوگیا پس اگر مکان کے اندر جانے مین متاجر کی آنکھ سے پوشیدہ نہین ہوا تو ضامن نہوگا۔ اور اگر پوشیدہ ہوگیا پس اگر ایسا مقام ہو کہ وہان ایسی غفلت کرنا ضائع کردینے مین شمار نہین ہی جیسے کوچہ غیر نافذہ دگانون وغیرہ تو ضامن نہوگا۔ اور اگر ضائع کردینے مین شمار ہو تو ضامن ہوگا اور واضح ہو کہ باندھ کر گھر یا مسجد مین کوئی کسی چیز کے لینے کے واسطے جانا یا بدون باندھے ہوئے جانا دونون یکسان ہین کہ بموجب مذہب مختار کے دونون صورتون مین ضامن ہوگا۔ اس کو امام سرخسی نے ذکر کیا ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔ ایک شخص نے ایک گدھا کرایہ لیا اور اسکے پاس دوسرا گدھا بھی ہے اُسنے ان دونون پر بوجھ لادا اور تھوڑا راستہ قطع کیا تھا کہ اُسکا ذاتی گدھا مرگیا وہ شخص اُسکی پرداخت مین مشغول ہوا اتنے مین کرایہ کا گدھا چلا گیا اور ضائع ہوگیا پس اگر ایسی صورت ہو کہ اگر وہ شخص کرایہ والے گدھے کے پیچھے جاتا ہے تو اُسکا گدھا یا اسباب ضائع ہوا جاتا ہے تو ضامن نہوگا اور اگر ایسا نہو تو ضامن ہوگا بدین دلیل کہ اگر کوئی گائے چراگاہ سے بھاگ گئی اور چرواہے نے بخوف باقیون کے ضائع ہوجانے کے اُس کا پیچھا نہ کیا اور وہ تلف ہوگئی تو ضامن نہین ہوتا ہے اور مین کہتا ہون کہ ذخیرہ کی کتاب الاجارات مین یون لکھا ہے کہ اگر متاجر کے پاس دو گدھے ہون اور وہ ایک گدھے کے لادنے مین مشغول ہوگیا یہان تک کہ دوسرا ضائع ہوگیا پس اگر اُس کی نظر سے غائب ہوگیا تو ضامن ہوگا اور اس مسئلہ کی بنا پر مسئلہ سابقہ مین بھی اگر اسکی نظر سے پوشیدہ ہوکر تلف ہوجاوے تو ضامن ہونا چاہیے پس فتویٰ دینے کے وقت سوچ سمجھکر فتویٰ دینا چاہیے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ فتوے الاصل مین ہی کہ ایک شخص نے ایک گدھا کرایہ لیا اور وہ راستہ مین گم ہوگیا اُسنے چھوڑ دیا اور نہ ڈھونڈھا یہانتک کہ ضائع ہوگیا تو فرمایا کہ اگر باوجود اسکی نگہبانی کے گدھا اسطرح بھاگ گیا کہ اسکو شعور نہوا اور جب معلوم ہوا تب اُس نے ڈھونڈھا اور نہ پایا تو ضامن نہوگا اسی طرح اگر اُسکے ڈھونڈھ پانے سے مایوس تھا اُس نے نہ ڈھونڈھا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر متاجر نے اُس موضع کے آس پاس جہان سے گم ہوا ہے تلاش کیا اور نہ پایا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر گدھا چلا گیا حالانکہ متاجر اسکو دیکھتا رہا اور نہ روکا تو ضامن ہوگا اور مراد یہ ہے کہ اپنی نظر سے غائب ہونے دیا

اور اس مسئلہ کی بنا پر اگر مستاجر گدھے کو روٹی والے کی دُکان پر لایا اور گدھا چھوڑ کر روٹی خریدنے مین مشغول ہوا اور گدھا ضائع ہو گیا پس اگر گدھا اسکی نظر سے غائب ہو کر ضائع ہوا تو ضامن ہو گا اور اگر اُسکی نظر سے غائب نہین ہوا ہی تو ضامن نہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کرایہ کا گدھا کسی کوچہ نافذہ مین مضبوط باندھا حالانکہ مستاجر کا گھر اس کوچہ مین یا اسکے قریب نہین ہے پس اگر اپنے سوار ہونے کیواسطے کرایہ لیا ہے اور وہ ضائع ہو گیا تو ضامن ہو گا اور اگر مطلقاً کرایہ پر لیا کسی سوار ہونے والے کو بیان نہین کیا ہے اور اُس مقام پر چند لوگ ایسے خواب مین ہین جو نہ مستاجر کے عیال مین ہین اور نہ اُسکے گروہ کے لوگ ہین پس اگر لوگون کی حفاظت مین سپرد نہین کیا تو درصورت ضائع ہو جانے کے ضامن ہو گا اور اگر انکی حفاظت مین سپرد کیا اور اُنھون نے قبول کیا یا بعض نے قبول کیا اور وہ مقام ایسا ہے کہ وہان جانور کے نگہبان کا سو رہنا غالبًا جانور کے ضائع کردینے مین شمار نہین ہی تو ضامن نہوگا اور اگر وہ مقام ایسا ہے کہ جہان جانور کے نگہبان کے سورہنے کو جانور کا ضائع کر دینا شمار کیا جاتا ہے تو یہ شخص ضامن ہو گا یعنی اُن لوگون کی حفاظت مین سپرد نہین کیا ہی تو خود ضامن ہو گا اور اگر انکی حفاظت مین سپرد کیا اور اُنھون نے حفاظت کرنا قبول کیا تو جسنے حفاظت کرنا قبول کیا ہے وہ شخص ضامن ہو گا مستاجر پر ضمان لازم نہ آویگی یہ خلاصہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک خچر کرایہ لیا اور اُسکی حفاظت کیواسطے ایک شخص کو مزدور مقرر کیا پھر وہ جانور مزدور کے پاس تلف ہو گیا پس اگر مستاجر نے اپنی سواری کے واسطے کرایہ لیا ہو تو ضامن ہو گا اور اگر سوار کی تعیین نہ کی ہو تو ضامن نہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک خچر کرایہ لیا اور فجر کی نماز پڑھنے کی غرض سے اُسکو کھڑا کر دیا اور وہ گدھا چلا گیا یا اُسکو کوئی آچکا آدمی لیگیا پس اگر مستاجر نے خچر کو جاتے ہوے یا اُچکے کو خچر لیجاتے ہوئے دیکھا اور نماز کو نہ توڑا تو ضامن ہو گا یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ اگر راستہ مین نماز مین مشغول ہو گیا اور گدھا اُسکے سامنے ہے پھر وہ ضائع ہو گیا پس اگر اسطرح ضائع ہوا کہ اُسکی نظر سے غائب ہوا اور اُسنے نماز توڑ کر اُسکا پیچھا نہ کیا تو ضامن ہو گا اور اگر اُسکی نظر سے بدون غائب ہونے کے ضائع ہو گیا تو ضامن نہوگا۔ یہ فتاوے عتابیہ مین ہی۔ شیخ ابوبکر رحمہ اللہ تعالی سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص زید نے مثلاً عمرو کو حکم دیا کہ ایک گدھا کرایہ کرکے فلان مقام کو لیجاوے اور کام پورا ہونے پر زید اُسکی اجرت ادا کریگا پھر عمرو نے ایسا ہی کیا اور راستے مین عمرو نے اُس گدھے کو رباط مین داخل کیا اور وہان چورون نے ہجوم کیا اور غالب ہو کر گدھے کو لیگئے تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر وہ رباط مستاجر کی گذرگاہ پر واقع ہو تو ضامن نہوگا اور اگر وہ کام سے فارغ ہو چکا ہے تو کرایہ اُسپر واجب ہو گا یہ حاوی مین ہی۔ ایک شخص نے زید کو اجارہ پر مقرر کیا اور اُسکو اپنا گدھا اور پچاس دینار اسواسطے دیے کہ فلان موضع سے کوئی چیز تجارت کی میرے واسطے خریدے اُس نے

اُس موضع مین جاکر خریدی پھر کسی ظالم نے قافلہ کے تمام گدہے چھین لیے پھر بعضے لوگ اُس ظالم کے پیچھے پیچھے فریاد کرتے ہوے گئے اور یہ اجیر اور بعضے لوگ نہ گئے پھر جو لوگ پیچھے پیچھے گئے تھے اُنمین بعض نے اپنے گدہے واپس پائے اور جو لوگ نہین گئے تھے اُنکو نہ ملے پس اگر ایسا ہو کہ جو لوگ پیچھے پیچھے گئے تھے نہ جانے والون کو ملامت کرتے ہون تو یہ اجیر ضامن ہوگا اور اگر اسوجہ سے ملامت نہ کرتے ہون کہ بڑی مشقت اُٹھا کر دستیاب ہوئے ہین تو اجیر ضامن نہوگا۔ اور اگر مستاجر نے کرایہ کے گدہے پر اسباب لادا اور گدہے والا ساتھ تھا پھر راستہ مین ڈاکو لوگ قافلہ کی طرف دوڑے اور گدہے والے نے گدہے پر سے اسباب پھینک دیا اور اپنا گدھا لیکر چلا گیا اور ڈاکو لوگون نے اسباب لوٹ لیا پس اگر ایسا ہو کہ یہ معلوم ہو کہ اگر وہ نہ بھاگتا تو ڈاکو لوگ اسباب کو مع گدہے کے لے لیتے تو ضامن نہوگا اور اگر گدہے والے کو مع اسباب بھاگ جانا ممکن تھا پھر بھی وہ اسباب چھوڑ کر بھاگا تو ضامن ہوگا یہ دجیز کردری مین ہے ایک شخص نے ایک گدھا کسی موضع معلوم تک جانے کے واسطے کرایہ لیا پھر اسکو خبر دیگئی کہ اس راستہ مین چور لگتے ہین مگر اُسنے التفات نہ کیا اور اُسی راہ سے گیا اور چورون نے گدھا چھین لیا اور لیگئے تو شیخ ابوبکر فقیہ نے فرمایا کہ اگر باوجود اس خبر کے بھی لوگ اپنے جانور و اسباب اس راہ سے لیجاتے ہون تو مستاجر ضامن نہوگا ورنہ ضامن ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی چند بھٹیارون مین سے ہر ایک نے اپنا اپنا گدھا ایک شخص کو کرایہ دیا پھر سب بھٹیارون نے ایک بھٹیارے کو حکم دیا کہ تو اس شخص کے ساتھ جا کر ان گدھون کی برداخت کیا کر وہ بھٹیارا مستاجر کے ساتھ گیا پھر مستاجر نے اس بھٹیارے سے کہا کہ تو سب گدھون کو لیے ہوے یہان کھڑا رہ تاکہ مین ایک گدہے کو لیجاؤن اور بورے لے لیے اور ایک گدہے کو لیگیا تو اس بھٹیارے پر کچھ ضمان لازم نہ آوے گی اگر اُسنے مستاجر سے لے لینے کی قدرت نہ پائی کیونکہ اُن لوگون نے اس بھٹیارے کو ایسے جانورون کی برداخت کیواسطے حکم دیا جو غیر شخص کے قبضہ مین ہی۔ یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ایک شخص نے زید سے ایک گدھا بخارا تک جانے کے واسطے کرایہ لیا پھر وہ گدھا راہ مین تھک گیا اور گدہے کا مالک بخارا مین ہے پس مستاجر نے ایک شخص کو حکم دیا کہ اپنے چارہ مین سے ہر روز اس گدہے کو اسقدر چارہ دیا کر اور کچھ اجرت ٹھہرا دی یہانتک کہ گدہے کا مالک آ پہونچے پس اس شخص نے وہ گدھا لے لیا اور چند روز تک اُسکو چارہ دیتا رہا پھر وہ گدھا اُسکے پاس مر گیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر مستاجر نے اپنی سواری کیواسطے کرایہ لیا ہو تو ضامن ہوگا اور اگر مطلقاً کرایہ لیا سواری کو بیان نہین کیا ہے تو ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اگر زید نے اپنا گھوڑا عمرو کو دیا کہ میرے گاؤن مین لیجا کر میرے بیٹے کو پہونچا دے عمرو اسکو لیچلا اور ایک منزل تک ساتھ لیجا کر گھوڑا ایک رباط مین چھوڑ دیا اور خود اپنی راہ چلا گیا پھر اُس گاؤن کا ایک شخص بکر آیا اور اس رباط مین اُس کا گذر ہوا اُس نے گھوڑے کو پہچان کر ایک شخص خالد کو مزدور

مقرر کیا کہ یہ گھوڑا اس گانون مین لیجاوے خالد اسکو بحکم بکر لیجاتا اور وہ گھوڑا راہ مین مرگیا پس اس کی ضمان کس شخص پر واجب ہوگی تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس مین کچھ شک نہین ہے کہ عمرو ضرور ضامن ہوگا کیونکہ اُسنے گھوڑے کو چھوڑ دیا ہی۔ اور بکر جسنے خالد کو مزدور کرکے گھوڑا روانہ کیا ہی اسکی دو حالتین ہین اگر اُسنے گھوڑے کو نہین پکڑا ہے تو ضامن نہوگا۔ اور اگر اسنے گھوڑے کو پکڑ کر خالد کو دیا ہی تو اسکی دو حالتین ہین اگر اُسنے اس امر کے گواہ کر لئے کہ مین گھوڑا اسواسطے پکڑتا ہون کہ اُس کے مالک کو پہونچادون اور جو شخص مزدور کیا ہی وہ اسکے اہل وعیال مین سے بھی ہو تو بکر ضامن نہوگا اور اگر بکر نے گواہ نہ کر لیے یا گواہ کر لیے مگر خالد اُسکے عیال مین سے نہین ہی تو ضامن ہوگا۔ اور خالد ہر حال مین ضامن ہوگا۔ صاحب کتاب فرماتے ہین کہ جو حکم خالد مزدور کے حق مین ہی اسمین یہ اشکال ہے کہ جب بکر نے اس امر کے گواہ ٹھہرا لیے کہ مین یہ گھوڑا اسواسطے پکڑ کر روانہ کرتا ہون کہ مالک کو پہونچادون اور جو اجیر مقرر کیا ہے وہ بکر کے عیال مین سے ہے تو خالد کیونکر ضامن ہوگا۔ اور اگر بکر نے وہ گھوڑا اسی رباط مین مالک کے بھتیجے کو سپرد کر دیا تو ضمان سے بری نہوگا اور اگر اجیر سے ضمان لیگئی تو اجیر یہ مال ضمان دینے مستاجر سے واپس نہین لے سکتا ہے یہ محیط مین ہی بعض فتاوی مین لکھا ہے کہ کرایہ کا گدھا راہ مین بیٹھ گیا اور مستاجر اُس کو چھوڑ کر چلا گیا اور گدھے کا مالک ساتھ نہ تھا پھر چور اس گدھے کو پکڑ لے گئے تو مستاجر پر ضمان لازم نہ آویگی۔ اسی طرح اگر گدھے کا مالک ساتھ ہو مگر مستاجر ساتھ نہو اور جب گدھا بیٹھ گیا تو گدھے کا مالک اس کو مع اسباب لدا ہوا چھوڑ کر چلا گیا اور چور پکڑ لیگئے تو گدھے والے پر ضمان لازم نہ آویگی مگر مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب گدھے کے مالک کو اسباب دوسرے گدھے پر لادنا ممکن نہو وے اور اگر یہ ممکن ہو کہ اسباب اُتار کر دوسرے گدھے پر لادلاوے مگر اُسنے نہ لادا اور چھوڑ کر چلا آیا تو ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک گدھا کرایہ لیا اور اپنے گدھے کے ساتھ اسکو شہر مین لے گیا وہان سرکاری پیادے نے اسکا ذاتی گدھا زبردستی پکڑ لیا اُس نے کرایہ والا گدھا چھوڑ دیا اور اپنے گدھے کے چھوڑانے مین مشغول ہوا اور کرایہ والا گدھا ضائع ہو گیا تو ضامن نہوگا بشرطیکہ اس پیادے کو نہ پہچانتا ہو اور شیخ قاضی خان نے فرمایا کہ مطلقا ضامن نہوگا خواہ پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو اور قاضی بدیع الدین نے فرمایا کہ ضامن ہوگا یہ قنیہ مین ہی۔ ایک شخص نے کھنڈل مین سے مٹی اُٹھوانے اور نقل کرانے کیواسطے ایک گدھا کرایہ لیا اور مٹی اٹھوانی شروع کی پھر وہ کھنڈل جو کچھ بنا ہوا باقی تھا سب گر گیا اور گدھا اُس صدمہ سے مر گیا پس اگر مستاجر کے کسی فعل سے منہدم ہوا تو مستاجر گدھے کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر مستاجر کے فعل سے نہین گرا بلکہ وہ ڈھلا ہوا تھا مگر مستاجر کو معلوم نہ تھا اور وہ گر گیا تو ضامن نہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ ایک شخص نے جلانے کیواسطے کانٹے وغیرہ لکڑیان لادلانے کے لیے ایک گدھا کرایہ لیا پھر ایک تنگ راستہ پر گذرا جہان نہر جاری تھی اور وہان گدھے کو مارا

اور وہ مع بوجھ کے نہر مین گر پڑا اور مستاجر نے جلد ہی سے اسکے بوجھ کی رسیان کاٹنی شروع کین
مگر وہ گدھا مر گیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر وہ مقام ایسا تنگ ہو کہ اُس سے بوجھ سمیت گدھے نہین گذرتے
ہین تو مستاجر ضامن ہوگا اور اگر ایسا راستہ ہے کہ اگرچہ تنگ ہے مگر بوجھ سمیت اُس راہ مین گدھے چلتے
ہین اور پار اُتر جاتے ہین پس اگر مستاجر نے ایسی سختی سے مارا کہ چوٹ کھا کر چوٹ کے صدمہ سے
گدھا تڑپ کر نہر مین جا گرا تو ضامن ہوگا اور اگر بدون اس کے سختی کرنے اور چوٹ کے گر گیا
تو ضامن نہوگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک باغ سے جلانے کی لکڑیان لاد لانے کیواسطے
ایک گدھا بکرایہ لیا اور اسپر جلانے کی لکڑیان لاد لاتا تھا اور جیسا گٹھر ایسے گدھون پر لادا جاتا
ہے ویسا ہی لادتا تھا پھر ایک دفعہ اُس گدھے نے دیوار سے ٹکر کھائی اور ایک نہر مین جا پڑا اور
مر گیا پس اگر مستاجر نے اُسکے ہانکنے مین سختی نہین کی بلکہ جیسا لوگ ایسے گدھے کو ایسے راستہ مین
ہانکتے ہین اُسی طرح اس راہ مین ہانکا تو ضامن نہوگا اور اگر اسکے برخلاف عمل مین لایا ہو تو ضامن
ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر مستاجر کسی گدھے پر لکڑیان لاد کر شہر کو روانہ ہوا اور گدھا تنگ
راہ مین کسی دیوار سے ٹکر کھا کر نہر مین گر کر مر گیا پس اگر غالباً لکڑی کا گٹھا اس راہ سے صحیح وسالم
گذرتا نظر آتا ہو تو ضامن نہوگا اور اگر کمتر صحیح سالم گذرتا معلوم ہو تو ضامن ہوگا۔ اسی طرح
اگر کسی تنگ پل سے ہو کر گذرا اور یہ معاملہ واقع ہوا تو بھی یہی حکم ہے یہ غیاثیہ مین ہی۔ ایک شخص
نے کرایہ کے گدھے پر قبضہ کر کے اپنے باغ مین مع اُس کی کملی کے چھوڑ دیا۔ پھر اس کے اوپر کی
کملی چوری گئی اور گدھے کے بدن مین سردی اثر کر گئی اور بیمار ہو گیا اور مالک کے پاس
مر گیا پس اگر وہ باغ حصین ہو یعنی اسکی چہار دیواری اسقدر بلند ہو کہ راہگیر کی نظر باغ کے اندر
نہ پڑتی ہو اور باغ کا در بند بھی ہو اور اگر اسمین سے کوئی بات نہ پائی گئی تو حصین نہ ہوگا اور گدھے
کو اگر کملی موجود ہوتی تو جاڑا اثر نہ کرتا تو ایسی صورت مین مستاجر کملی اور گدھے کا ضامن نہوگا
اور اگر باغ مین اسقدر سردی ہو کہ باوجود کملی کے بھی گدھے کو سردی اثر کر جاتی تو مستاجر گدھے
کی قیمت کا ضامن ہوگا اور کملی کی قیمت کا ضامن نہوگا اور اگر وہ باغ حصین نہو اور باوجود کملی کے
گدھے کو جاڑا اثر کرتا ہو تو ایسی صورت مین مالک کو واپس دینے کے وقت گدھے کی قیمت کا ضامن
نہوگا مگر کملی کی قیمت کا ضامن ہوگا یہ وجیز کردری مین ہی۔ کرایہ کا گدھا کسی شخص نے غصب کر لیا اور
بعد معلوم ہونے کے مستاجر اُس سے لے سکتا تھا مگر مستاجر نے نہ لیا یہانتک کہ ضائع ہو گیا تو مستاجر
ضامن نہوگا یہ قنیہ مین ہی۔ تین آدمیون کے درمیان ایک زمین کی کھیتی مشترک تھی انھون نے
کھیتی کاٹی پھر تینون مین سے ایک شخص نے جا کر کھیتی اُٹھانے کیواسطے ایک گدھا کرایہ کر کے اُسپر
قبضہ کر لیا اور اپنے شریک کو دیا تا کہ کٹی ہوئی کھیتی کو لاد کر کھلیان مین پہونچا دے اور شریک نے

پاس وہ گدھا تھک کر مرگیا اور اُن لوگون مین یہ عادت جاری تھی کہ ان مین سے ایک شخص کوئی گدھا یا بیل کرایہ کرکے خود یہ کام لیتا تھا یا اپنے شریک کو اس کام کیواسطے دیدیتا تھا تو ایسی حالتمین مستاجر ضامن نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ایک شخص نے ایک ترازو کیان[1] کرایہ لی اور اُس کے عمود مین عیب تھا اور مستاجر کو معلوم نہ تھا اسنے ترازو سے وزن کیا اور عمود ٹوٹ گیا پس اگر باوجود اس عیب کے ایسے ترازو سے اتنا بوجھ تولا جاتا ہو تو ضامن نہوگا ورنہ ضامن ہوگا اور یہ حکم اسوقت کہ موجر نے مستاجر کو آگاہ نہ کیا ہو اور اگر اس عیب سے آگاہ کردیا ہو تو اُسنے اجازت دیدی کہ جسقدر بوجھ بدون عیب کے تولا جاتا ہے اُسی قدر بوجھ اُس سے تولے پس اگر اسقدر بوجھ وزن کیا تو ضمان لازم نہ آویگی یہ وجیز کردری مین ہے۔ اور شیخ فخر الدین[2] نے فرمایا کہ اسی پر فتوی دیا گیا ہی کذا فی الکبری۔ اور بیوع منتقی مین لکھا ہے کہ ایک شخص نے ایک دیگ کرایہ کو لی پھر جب کرایہ کی مدت گذر گئی تب مالک کو واپس کرنے کے واسطے لیچلا اور وہ راہ مین تلف ہوگئی تو ضامن نہوگا اور اگر واپس نہ کیا تو ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک دیگ کرایہ لی اور فارغ ہونے کے بعد اُسکو گدھے پر لاد کر اُسکے مالک کو واپس کرنے کیواسطے لیچلا اور راہ مین گدھے کا پانون پھسلا اور دیگ گر کر ٹوٹ گئی تو ضامن نہوگا بشرطیکہ گدھا اسکے اٹھانیکی طاقت رکھتا ہو اور اگر طاقت نہ رکھتا ہوگا تو ضامن ہوگا یہ خزانۃ الفتاوی مین ہی۔ ایک شخص نے پکانے کے واسطے ایک دیگ کرایہ کی اور پکانے کے بعد اسکو اُٹھا کر باہر لایا تاکہ دوکان پر لیجاوے اور اُسکا پانون پھسلا اور دیگ گر کر ٹوٹ گئی تو ضامن ہوگا جیسے کہ حمال کے پھسلنے کی صورت مین حکم ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ ضامن نہونا چاہیے جیسے کہ وہ شخص نہین ہوتا ہے جسنے ایک کپڑا پہننے کے واسطے کرایہ لیا اور وہ کپڑا اسکے پہننے سے پھٹ گیا اور بعض نے فرمایا کہ یہی صحیح ہی۔ اسی طرح پیالہ کے مسئلہ مین اگر حالت انتفاع مین مستاجر کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا تو ضامن نہوگا یہ قنیہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک کلھاڑی کرایہ لی اور اپنے اجیر کو دیدی تاکہ لکڑیان چیر دے اجیر اُسکو لیگیا اور معلوم نہین کہ کہان لے گیا پس اگر اُسنے پہلے اجیر مقرر کرلیا تھا تو ضامن نہوگا کیونکہ اُسنے اسی واسطے کرایہ لی تھی کہ اُسکو دیدے اور اگر اسکے برعکس واقع ہو تو ضامن ہوگا مگر مذہب مختار یہ ہے کہ مطلقاً ضامن نہوگا کذا فی الخلاصہ۔ اور اصح مذہب یہ ہے کہ اگر اُسنے پہلے کلھاڑی کو ایسے کام کے واسطے اجارہ لیا کہ جسمین لوگ یکسان استعمال کرتے ہین باہم تفاوت نہین ہوتا ہے تو ضامن نہوگا ولیکن اگر اس صورت مین وہ اجیر جو مشہور ہو تو ضامن ہوگا اور اگر ایسے کام کیواسطے اجارہ لیا کہ جسمین لوگون کا استعمال متفاوت ہے پس اگر خود بذاتہ کام کرنے کیواسطے اجارہ لی ہو تو دوسرے کو دینے کیوجہ سے ضامن ہوگا اور اگر اُس نے

[1] کیان ایک قسم کی ایک پلہ ترازو ہوتی ہی اور دوسری طرف پتھر باندھ لیتے ہین ۱۲ منہ [2] شیخ فخر الدین ہو الامام قاضیخان رحمۃ اللہ ۱۲

کلہاڑی اجارہ لی اور یہ بیان نہ کیا کہ کون شخص اس سے کام کریگا اور خود کام کرنے سے پہلے اجیر کو
دیدی تو ضامن نہوگا اور اگر پہلے خود کام کیا پھر اجیر کو دیدی تو ضامن ہوگا یہ فتاوے قاضیخان مین
ہی۔ قصاب نے اپنے کام کی کلہاڑی کرایہ لی اُس سے سرکاری پیادون نے ٹکٹ[1] کے عوض چھین
لی اور قصاب نے درم دیکر اُس کو نہ چھوڑا یا یہانتک کہ ضائع ہوگئی تو ضامن نہوگا یہ قنیہ مین ہی۔ ایک
شخص نے ایک بیلچہ کرایہ لیکر راستہ مین رکھدیا اور منہ پھیر کر اپنے اجیر کو پکارنے لگا مگر اُس جگہ سے
جنبش نہین کی پھر دیکھا کہ بیلچہ کوئی اُٹھا لیگیا ہے تو فرمایا کہ اگر اُسکا منہ پھیرنا زمانہ دراز تک نہین
ہوا کہ اس کے سبب سے ضائع کر دینے والا قرار دیا جاوے تو ضامن نہوگا اور اگر موجر اُسکے قول کی
تکذیب کرے تو اس باب مین اُسی کا قول قسم سے مقبول ہوگا اور اگر دیر تک اُسنے منہ پھیرا ہو تو
ضامن ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر بیلچہ کرایہ لیا اور اُس کو مٹی مین ڈال دیا اور اُس سے اعراض کیے
رہا اور وہ چوری گیا پس اگر دیر تک اعراض کیا تو ضامن ہوگا اور اگر دیر تک اعراض نہین
کیا تو ضامن نہوگا یہ ملتقط مین ہی۔ ایک دلّال نے اسباب کے مالک کے حکم سے اسباب فروخت کرکے
اُس کے دام بحکم مالک اپنے پاس رکھے اور وہ دام چوری گئے تو بالاجماع اُسپر ضمان لازم نہ آویگی
یہ محیط سرخسی مین ہی۔ حمال اگر بوجھ اُٹھا لایا اور مالک نے کہا کہ اُسکو اپنے پاس رہنے دے تو اُسپر
ضمان لازم نہین ہے اگر تلف ہو۔ اور دھوبی و درزی وغیرہ جنکو اپنی اجرت وصول کرنے کیواسطے
روک رکھنے کا حق حاصل ہی اگر مالک کے حکم سے کام کرنے کے بعد چیز کو اپنے پاس رکھا اور وہ تلف
ہوگئی پس اگر اجرت وصول کرچکا ہے تو اسکا یہی حکم ہے جو ہمنے بیان کیا اور اگر نہین وصول کرچکا ہے
تو اسمین مشہور اختلاف ہے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر فصاد یا بیطار نے نشتر دیا اور جو جگہ عادت کے موافق
نشتر کے واسطے مقرر ہے اُس سے تجاوز نہ کیا تو جو کچھ بوجہ نشتر کے تلف ہووے اسکی ضمان اُسپر لازم
نہ آویگی اور اگر عادت کے موافق جو جگہ ہی اُس سے تجاوز کرے تو ضامن ہوگا۔ اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب
بیطار کا نشتر لگانا چوپایہ کے مالک کے حکم سے ہو اور اگر اسکی بلا اجازت ہو تو ضامن ہوگا خواہ معتاد جگہ سے
تجاوز کرے یا نہ کرے یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اگر پچھنے لگانے والے نے پچھنے لگائے یا ختنہ کرنے والے
نے ختنہ کیا اور وہ شخص اُس صدمہ سے مرگیا تو ضمان لازم نہ آویگی بخلاف دھوبی کے مسئلہ کے اور یہ حکم
اُسوقت ہے کہ جو جگہ اس کام کی ہی وہان سے تجاوز نکیا ہو اور اگر تجاوز کیا اور اُسنے حشفہ یعنی ذکر کا سر کاٹ
ڈالا تو نوادر مین لکھا ہے کہ اگر وہ شخص اس زخم سے مرگیا تو قتل نفس کی آدھی دیت لازم آویگی اور اگر
اچھا ہوگیا تو پوری دیت واجب ہوگی اور دیات شرح الطحاوی مین لکھا ہی کہ اگر ختان نے پورا حشفہ

[1] یہ ٹکٹ ظلم ہے چنانچہ سابق بیان ہوچکا ہے والوجہ فی ذلک ظاہر لانہم لما اخذوا الجبایۃ والجبایۃ ظلم اخذوا
عقبا من غیر حق فلم یجب علیہ حق وسقط عنہ الضمان ۱۲ منہ

کاٹ ڈالا تو اسپر قصاص لازم آوے گا اور اگر تھوڑا حشفہ کاٹ ڈالا تو قصاص لازم نہ آویگا اور یہ بیان
نہ فرمایا کہ کیا واجب ہوگا۔ اور فتاوے صغری کی کتاب الدیات مین لکھا ہی کہ دو شخص عادل کے
حکم پر جو کچھ مقرر کرین عمل کیا جاوے گا یہ خلاصہ مین ہی۔ اگر کسی شخص کو ہاتھ یا انگلی کاٹنے یا دانت
اُکھاڑنے کیواسطے اجرت پر مقرر کیا تو جائز ہے اور اگر مستاجر مرگیا تو اجیر ضامن نہوگا یہ
تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر طعام ولیمہ تیار کرنے کے واسطے کوئی باورچی مقرر کیا اس نے کھانا جلا دیا یا کچا
رکھا تو ضامن ہوگا۔ اور اگر باورچی نے کچھ خراب نہ کیا بلکہ مالک مکان نے پانی کی ایک پکھال
خریدی اور اونٹ والے سے کہا کہ مکان کے اندر اونٹ لیجا کر پکھال خالی کردے اُس نے
اونٹ کو ہانکا اور اونٹ دیگون پر گر پڑا اور دیگین ٹوٹ گئین اور کھانا خراب ہوگیا تو اونٹ والے
اور باورچی دونون پر کچھ ضمان لازم نہ آویگی۔ اسی طرح اگر مالک مکان کے نابالغ غلام یا لڑکے
پر وہ اونٹ گر پڑا اور لڑکا کچل کر مرگیا تو بھی اونٹ والا ضامن نہوگا یہ فتاوے قاضیخان مین ہی
اور اگر چکی کا گلا کھل گیا اور گیہون ضائع ہوگئے تو پیسنے والا ضامن ہوگا یہ سراجیہ مین ہے۔

اٹھائیسوان باب۔ اجیر خاص واجیر مشترک کے بیان مین۔ اس مین ۲ فصلین ہین فصل اوّل

اجیر خاص و اجیر مشترک کے درمیان فرق اور دونون کے احکام کے بیان مین۔ واضح ہو کہ اجیر
خاص ومشترک کے درمیان فرق بیان کرنے مین مشائخ کی عبارات مختلف ہین بعضے مشائخ نے فرمایا
کہ اجیر مشترک اسکو کہتے ہین کہ جو کام سپرد کرنے سے اجرت کا مستحق ہوتا ہی اپنی جان کام کرنے کے لیے
سپرد کرنے سے مستحق نہین ہوتا ہے اور اجیر خاص وہ ہے کہ جو اپنی جان کام کرنے کے لیے سپرد
کرنے اور مدت گذر جانے سے اجرت کا مستحق ہوتا ہے اور اجرت کے استحقاق کے واسطے کام
تیار ہونا اُسکے حق مین شرط نہین ہی۔ اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اجیر مشترک وہ شخص ہی جو ہر ایک کا
کام تیار کرنے کے واسطے لیتا ہے اور اجیر خاص وہ ہے جو ایک ہی شخص سے لیتا ہی۔ اور واضح
ہو کہ کام کر دینے سے اجرت کا مستحق ہونا پہلی تعریف کے موافق جب ہی معلوم ہوگا کہ عقد اجارہ
کام پر واقع ہو مثلاً ایک درزی کو اجیر مقرر کیا کہ میرا یہ کپڑا ایک درم پر سی دے یعنی سی دے یہ
کپڑا ایک درم پر یا دھوبی کو مقرر کیا کہ دھو دے یہ کپڑا ایک درم پر۔ اور اپنے نفس کو کام کیواسطے
سپرد کرنے اور مدت گذر جانے سے اجرت کا مستحق ہونا جب ہی معلوم ہوگا کہ عقد اجارہ مدت پر
واقع ہو مثلاً کسی شخص کو ایک مہینہ کے لیے اجارہ لیا تاکہ میری خدمت کیا کرے قال المترجم
وقوع اجارہ کام یا مدت پر بنا بر اختلاف عبارات ہے اور فصیح عبارات اُردو مین ہمیشہ فعل
مابعد مدت وعمل واجرت کے واقع ہوتا ہے پس زبان اردو مین وقوع بدون تصریح مشکل ہے
ہان زبان عربی مین آسان ہے وقدمرمنا الکلام مفصلا فی لبعض المواضع فتذکر۔ اور عقد اجارہ کا

کام پر واقع ہوتا بشرطیکہ کام معلوم ہو بدون بیان مدت کے صحیح ہی مگر عقد اجارہ کا مدت پر واقع ہوتا بدون
نوع عمل بیان کرنے کے نہین صحیح ہی۔ اور اگر کسی شخص نے کام ومدت دونون کو عقد اجارہ مین
بیان کیا مگر پہلے کام کا ذکر کیا مثلاً معدود بکریان چرانے کیواسطے ایک مہینہ کے لیے کسی کو ایک درم
پر اجیر مقرر کیا تو یہ اجیر اجیر مشترک قرار دیا جائیگا ولیکن اگر آخر کلام مین اجیر خاص کا حکم صریح بیان
کردے تو اجیر خاص ہو جائیگا مثلاً یون بیان کردے کہ بشرطیکہ تو میری بکریون کے ساتھ دوسرے
کی بکریان نہ چراوے۔ اور اگر اُسنے پہلے مدت بیان کردی مثلاً ایک مہینہ کے واسطے بکریان معدودہ
چرانے کے لیے کسی کو ایک درم پر اجیر مقرر کیا تو یہ اجیر خاص قرار دیا جائیگا ولیکن اگر آخر کلام مین اجیر
مشترک کا حکم صریح بیان کرد یا مثلاً یون کہدیا کہ تجکو اختیار ہے اگر تیرا جی چاہے تو دوسرے کی
بکریان بھی میری بکریون کے ساتھ چرانا کذا فی الذخیرہ۔ اور اوجہ عبارت یہ ہے کہ یون کہا جاوے
کہ اجیر مشترک وہ ہے کہ جسکا اجارہ کسی عمل معلوم پر مع بیان عمل واقع ہوا اور اجیر خاص اُسکو کہتے
ہین کہ جس کا عقد اُسکے منافع پر واقع ہوا اور منافع اس کے کسی طرح معلوم نہون مگر صرف مدت یا
مسافت کے بیان کرنے سے یہ تبیین مین مذکور ہی۔ اجیر خاص[1] کا حکم یہ ہے کہ ایسا اجیر بالاجماع امین ہوتا ہے
حتے کہ جو کچھ اسکے کام سے تلف ہو اُس کی ضمان اُس پر واجب نہین ہوتی ہی ولیکن اگر کام مین مخالفت
کرے تو ضمان ہوگی اور مخالفت کی یہ صورت ہے کہ متاجر نے اُسکو کسی کام کا حکم دیا اُسنے سوا
اسکے دوسرا کام کیا تو اس صورت مین اس مخالفت سے جو نتیجہ پیدا ہوا اُسکا ضامن ہوگا یہ شرح طحاوی
مین ہی۔ اور اجیر مشترک کا حکم یہ ہی کہ بدون اُسکے فعل کے جو کچھ اسکے پاس تلف ہو تو امام اعظم کے
نزدیک اجیر مشترک اُسکا ضامن نہوگا اور یہی قول امام زفر وحسن بن زیاد کا ہے اور یہ قول قیاس
ہی خواہ ایسے سبب سے تلف ہو کہ جس سے احتراز ممکن ہی جیسے غصب وسرقہ وغیرہ یا ایسے سبب سے جس سے
احتراز ناممکن ہی جیسے اکثر آگ لگ گئی یا ایسا ہی ڈاکہ پڑا وغیر ذلک اور امام ابو یوسف وامام
محمد رح کے نزدیک اگر ایسے امر سے تلف ہو جس سے احتراز ممکن ہی تو ضامن ہوگا اور اگر ایسے سبب سے
تلف ہو جس سے احتراز ناممکن ہی تو ضامن نہوگا کذا فی المحیط۔ اور بعضے مشائخ نے فتوی دیا کہ باہم
دونون یعنی اجیر ومستاجر صلح کرلین تاکہ دونون قولون پر عمل ہو جاوے اور شیخ امام ظہیر الدین
مرغینانی رحمہ اللہ امام اعظم کے قول پر فتوے دیتے تھے اور کتاب عدہ کے مصنف نے فرمایا کہ مین نے
ایک روز امام ہمام ظہیر الدین رح سے دریافت کیا کہ مشائخ مین سے جن لوگون نے صلح کرلینے کا فتوے
دیا ہے اگر اس صورت مین خصم نے صلح کرنے سے انکار کیا تو کیا اسپر صلح کے واسطے جبر کیا جائیگا فرمایا
کہ پہلے مین بھی صلح کرنے کا فتوی دیا کرتا تھا پھر مین نے اسوجہ سے اس فتوے سے رجوع کرلیا اور

[1] اجیر خاص نوکر خاص اور اجیر عام جیسے دھوبی وغیرہ ۱۲

قاضی امام فخر الدین بھی امام اعظم کے قول پر فتوے دیتے تھے یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ اور کتاب الابانۃ
مین لکھا ہی کہ فقیہ ابو اللیث نے اس مسئلہ مین امام اعظم کا قول اختیار کیا ہے اور مین بھی اسی قول پر
فتوے دیتا ہون کذا فی التاتارخانیہ۔ اور اس زمانہ مین لوگون کے حالات و نیات بدل جانے
سے صاحبین رح کے قول پر فتوے دیا جائیگا اور اس ذریعہ سے لوگونکے مالون کی حفاظت ہوسکتی ہی
یہ تبیین مین لکھا ہی۔ پھر واضح ہو کہ موافق مذکورہ بالا کے صاحبین رح کے نزدیک ضمانت کا لزوم فقط
ایسی صورت مین ہی کہ اجیر مشترک کو جو چیز اجارہ پر دی ہی اُسنے اس چیز مین کوئی کام بنایا ہو اور اگر
کوئی کام اسمین نہ بنایا ہو مثلاً غلاف بنانے کیواسطے ایک مصحف مجید دیا یا تلوار دی یا دستہ بنانے کے
واسطے چھری دی پھر اسمین سے کوئی چیز جاتی رہی تو بالاجماع ضامن نہ ہوگا یہ سراج الوہاج مین ہی
اور منتقی مین امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر کسی شخص کو باجرت نقطہ لگانے کیواسطے قرآن مجید دیا
اور اس کا غلاف اجیر کے پاس ضائع ہو گیا تو ضامن نہوگا اسی طرح اگر کسی شخص کو رومال مین لپیٹ
کر رفو کرنے کیواسطے کوئی کپڑا دیا پھر اُسکا رومال ضائع ہو گیا تو ضامن نہوگا اسیطرح اگر کسی شخص کو
ترازو اس غرض سے دی کہ اسکے پلہ درست کردے اور وہ ترازو جس خانہ مین رکھی تھی وہ ضائع
ہو گیا تو بھی ضامن نہوگا یہ محیط مین ہی۔ و خلاصہ و خانیہ مین ہی کہ اگر مستاجر نے عقد اجارہ مین اجیر سے
ضمان لینے کی شرط ٹھہرائی پس اگر ایسے سبب سے تلف شدہ کی ضمان کی شرط لگائی جس سے احتراز ناممکن
ہی جیسے موت وغیرہ تو بالاتفاق عقد اجارہ فاسد ہی اور اگر ایسے سبب سے تلف شدہ ضمان کی شرط
لگائی جس سبب سے احتراز ممکن ہی جیسے سرقہ وغیرہ تو امام اعظم کے نزدیک اسمین بھی وہی حکم ہی مگر صاحبین کے
نزدیک عقد و شرط صحیح ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ پھر واضح ہو کہ جب صاحبین کے مذہب کے موافق اجیر
مشترک پر ضمان واجب ہوئی پس اگر کام بنانے سے پہلے وہ چیز تلف ہوئی ہو تو مستاجر بدون تیار
ہوئی چیز کے حساب سے اُسکی قیمت ڈانڈ لیگا اور اجیر کو کچھ اجرت نہ ملیگی اور اگر کام تیار ہو جانے کے
بعد وہ چیز تلف ہوئی ہو تو مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے اجیر سے بنی ہوئی چیز کی قیمت کے حساب سے
لیکر اسکو مزدوری دیدے اور وہ مزدوری ضمان سے وضع کردے یا بے بنی ہوئی چیز کے حساب سے
اجیر سے ضمان لے اور مستاجر پر کچھ اجرت واجب نہوگی یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اور اجیر مشترک کے پاس
جو چیز اجارہ کی اُسکے فعل سے تلف ہوئی مثلاً دھوبی کے دھونے مین کپڑا پھٹ گیا یا اُس نے کشتی چونہ
پر پھیلا دیا اور وہ جل گیا یا حمال پھسل پڑا تو ہمارے علماء ثلثہ کے نزدیک اجیر ضامن ہوگا کذا فی المحیط
خواہ اُسنے شرط عقد سے مخالفت کی ہو یا نہ کی ہو یہ ینابیع مین ہی۔ پھر واضح ہو کہ جو کچھ اجیر مشترک کے
ہاتھ سے نقصان ہو اُسکی ضمان اجیر کے ذمہ فقط ایسی صورت مین واجب ہوگی کہ جب محل عمل یعنی جس چیز
مین کام بنانا قرار پایا ہے اجیر کے سپرد ہو اور ایسی طرح سپرد ہو کہ اگر مشتری فرض کیا جاوے تو ضمان

عقد لازم لاوے اور شے مضمونہ ایسی چیزون مین سے ہو کہ جسکی ضمان بوجہ عقد کے لازم آتی ہے اور اجیر کی وسعت مین اُسکا دفع کرنا بھی ہو یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ پھر جس صورت مین موافق مذہب علماے ثلثہ کے اجیر مشترک پر اسکے ہاتھ کے نقصان کیوجہ سے ضمان لازم آئی تو مستاجر کو اختیار ہے چاہے اپنی چیز کی قیمت کی ضمان بے بنی ہوئی کے حساب سے لے اور اسکو اجرت نہ دینی ہوگی یا بنی ہوئی چیز کی قیمت کے حساب سے ڈانڈ لے مگر اجیر کو اُسکا اجر المثل دینا پڑیگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور تجرید مین لکھا ہے کہ اگر چراغ سے اجیر کا گھر جلگیا تو مستاجر کی چیز کا ضامن[1] ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر کسی شخص نے زید کو اپنے کپڑے کے سینے یا دھونے کے واسطے اجیر مقرر کیا اُسنے کپڑے کو اپنے قبضہ مین لیا مگر بدون اُسکے کسی فعل یا تعدی کے کپڑا اُس کے پاس تلف ہوگیا تو اسپر ضمان لازم نہین ہی یہ شرح طحاوی مین ہی واضح ہو کہ جو شخص مثل دھوبی و درزی کے اجیر مشترک ہو اگر کام تیار کرے تو اجارہ کی چیز بعد تیار ہونے کے مالک کو واپس کرے اور واپسی کا خرچہ بذمہ اجیر مشترک ہے کپڑے کے مالک پر نہین ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر اجیر مشترک گاے و بکری وغیرہ کا چرواہا ہو کہ عام لوگون کے جانور چراتا ہو تو جو جانور اُسکے خلاف عادت ہانکنے یا خلاف عادت مارنے سے تلف ہو اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر اجیر ان جانورون کو پانی پلانے لیگیا وہان پل پر جانورون کا ازدحام ہوگیا اور بعضون نے بعضون کو بسبب کشمکش کے ڈھکیلا اور سب دریا مین گر کر ہلاک ہوگئے تو لوگون کو اسکی قیمت ڈانڈ ادا کرے یہ ینابیع مین ہی۔ زید نے عمرو کو کوئی چیز کام بنانے کے واسطے اجیر مشترک کے طور پر دی اور وہ عمرو کے پاس تلف ہوگئی پھر خالد نے عمرو پر اپنا استحقاق ثابت کیا اور عمرو سے اُس چیز کی قیمت کی ضمان وصول کرلی تو عمرو اس مال ضمان کو زید سے نہین لے سکتا ہے جیسا کہ عاریت مین حکم ہے یہ قنیہ مین ہی۔ اگر اجیر مشترک نے جانورون کو ہانکا اور بعض نے بعض کو سینگون سے مار ڈالا یا پیرون سے روند ڈالا تو ضامن ہوگا اور اگر اجیر خاص ہو تو ضامن نہوگا اور اگر نر جانور مادہ جانور پر کودا اور اس باعث سے تلف ہوا تو ضامن[2] نہوگا یہ سراجیہ مین ہی۔ اور جو شخص کاروان سراے کی حفاظت کیواسطے مزدور مقرر ہوا ہے اگر سراے سے کوئی شے چوری جاوے تو اجیر ضامن نہوگا کیونکہ اجیر فقط دروازہ کا نگہبان ہے اور مال اپنے اپنے مالکون کی حفاظت مین ہی اسی طرح اگر رات مین مال چوری گیا تو چوکیدار ضامن نہوگا یہ ملتقط مین ہی۔ ناصری مین لکھا ہے کہ کاشتکار نے گا لئے چرنے کو چھوڑ دی وہ چوری گئی تو ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضیخان و تاتارخانیہ مین ہے۔ امام محمد رح نے جامع صغیر مین لکھا ہے کہ ایک شخص نے دریاے فرات کے کنارہ سے ایک مٹکا اٹھا کر فلان مقام معلوم تک پہونچانے کیواسطے ایک حمال مقرر کیا راہ مین حمال گر کر مٹکا ٹوٹ گیا تو علماء ثلثہ کے

---

[1] یعنی بسبب سقط ضمان نہین ہی ۱۲ [2] یعنے اجیر مشترک ۱۲ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

نزدیک مستاجر کو اختیار ہو کہ چاہے اجیر سے وہ قیمت ڈانڈ وصول کرے جو فرات کے کنارے اسکی قیمت ہے یعنی جہان سے لایا ہے وہان جس قیمت کو ملتا ہے وہ قیمت لے لے اور کچھ اجرت نہ دینی ہو گی یا جہان ٹوٹا ہے وہانکی قیمت لے لے اور حساب کر کے یہانتک کی جو اجرت نکلے وہ اجرت دیدے اور یہ حکم اسوقت ہے کہ راہ مین مشک ٹوٹ جاوے۔ اور اگر مقام معلوم تک پہونچکر اُسکا پانون پھسلا یا سر سے چھوٹ پڑا اور ٹوٹ گیا تو حمال کو پوری اجرت ملیگی اور اسپر ضمان لازم نہ آویگی اور یہ روایت قاضی صاعد نیشاپوری سے اسطرح جیسا ہمنے بیان کیا ہے منقول ہے اور یہ نقل امام محمد رح کے دوسرے قول کے موافق ہے ولیکن پہلے قول کے موافق یہ حکم ہے کہ اجیر پر ضمان لازم آویگی اور یہی امام ابو یوسف کا قول ہے۔ اور یہ اختلاف ایسی صورت مین ہے کہ جب یہ جنایت اسکے فعل سے لازم آئی ہو۔ اور اگر اُسکے فعل سے لازم نہ آوے پس اگر ایسے سبب سے یہ نقصان لازم آیا جس سے تحرز ممکن نہین ہے تو بالاجماع اُسپر ضمان واجب نہو گی اور اسکو پوری اجرت ملیگی اور اگر ایسے سبب سے نقصان ہو جس سے احتراز ممکن تھا تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک یہی حکم ہے اور صاحبین کے نزدیک ضمان واجب ہو گی اور درصورت اُسکے فعل سے تلف ہونے کے مالک کو ضمان لینے کا اختیار بروجہ سابق[1] ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر حمال کے سر پر سے اسباب چوری گیا پس اگر اسباب کا مالک ساتھ نہو تو بالاجماع حمال پر ضمان نہین آتی ہے اگرچہ صاحبین کے نزدیک اجیر مشترک ضامن ہوا کرتا ہے۔ اور اگر مالک ساتھ نہو تو صاحبین کے نزدیک ضامن ہوگا۔ اسیطرح جس رسی سے بھٹیارا محل کو باندھتا ہے اگر بھٹیارے کے ہانکنے سے وہ رسی ٹوٹ جاوے تو وہ ضامن ہے اور اگر جانور کے ہانکنے مین نہ ٹوٹی دوسری طرح ٹوٹی مثلاً جانور کھڑا ہوا تھا اتنے مین ہوا کا جھونکا آیا اُسنے بوجھ کو پیٹھ پر سے پھسلایا اور جانور بھڑکا اور رسی ٹوٹ گئی تو اُسپر ضمان نہین ہے یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اگر اُسنے مالک اسباب کی رسی سے بوجھ لادا اور رسی ٹوٹ گئی تو ضامن نہو گا یہ غیاثیہ مین ہے۔ ایک حمال ٹھہرایا کہ گھی کی مشک اٹھا کر پہونچا دے پس مالک اور حمال دونون نے ملکر اس غرض سے اُٹھایا کہ حمال کے سر پر رکھدے اور وہ اُٹھانے مین پھٹ گئی تو حمال ضامن نہو گا اور منتقی مین لکھا ہے کہ اگر حمال نے راستہ مین مشک اُتار کر رکھدی پھر اُٹھانی چاہی اور مالک سے اُٹھوانے مین مدد مانگی اور دونون نے ملکر اُسکو اُٹھایا اور وہ پھٹ گئی تو حمال ضامن ہوگا کیونکہ مشک گھی کی حمال کی ضمانت مین آچکی تھی اور اگر مالک کے مکان مین پہونچکر حمال و مالک نے ملکر اسکو اُتارنا چاہا اور دونون کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر کر ناقص ہوگئی تو حمال ضامن ہوگا اور قیاس چاہتا ہے کہ حمال نصیف قیمت کا ضامن ہوا اور اسی کو فقیہ ابو اللیث[یعنی ابو اللیث رح ۱۲] اور بہت سے مشائخ نے اختیار کیا ہے یہ وجیز کردری مین لکھا ہے۔ اور اگر زید نے حمال سے کہا کہ اسکا کرایہ آدھا درم

[1] قولہ بروجہ سابق یعنی ابتداے مسافت کی قیمت لے و اجرت نہ دے یا اس مقام کی قیمت لے اور اجرت دے ۱۲ — م — م —

اور اُسکا کرایہ ایک درم دونگا انمین جو بوجھ تو چاہے اُٹھا کر لیچل اُس نے دونون کو ایکبارگی اُٹھا لیا تو اسکو دونکا نصف کرایہ ملیگا اور اگر تلف ہون تو دونون کا ضامن ہوگا اور اگر اُسنے ایک بوجھ پہلے اُٹھا یا ہو تو دوسرے کے اُٹھاتے مین متطوع یعنی مفت احسان کرنے والا شمار ہوگا اور اگر تلف ہوجاوے تو ضامن ہوگا کیونکہ اُس نے بلا اجازت اُٹھا لیا ہے۔ اور اگر کسی شخص کو مردار کی کھال اُٹھانے کے واسطے اجیر مقرر کیا اُس نے اسکی دباغت کردی اور وہ تلف ہوگئی یا تلف کردی تو اسکو اجرت نہ ملیگی اور نہ اسپر ضمانت واجب ہوگی کیونکہ وہ مال نہین ہے۔ اور اگر عمرو کو اسواسطے مزدور کیا کہ یہ درم اُٹھا کر فلان شخص کو پہونچا دے اُسنے بیچ راہ مین اُسکو خرچ کر ڈالا اور اسکے مثل فلان شخص کو ادا کر دیے تو عمرو کو کرایہ نہ ملیگا کیونکہ ضمان ادا کرنے سے عمرو اُن درمون کا خود مالک ہوگیا یہ تاتارخانیہ مین ہے اگر کچھ بوجھ اُٹھانے کے واسطے دو حمال مقرر کیے انمین سے ایکنے تمام بوجھ اُٹھا کر پہونچا دیا پس اگر دونون حمالون مین عقد شرکت ہو تو پوری اجرت واجب ہوگی اور وہ دونون مین مشترک ہوگی اور اگر دونون مین عقد شرکت نہ ہو تو ایک کو نصف اجرت ملیگی اور باقی نصف کے اُٹھانے مین وہ حمال مفت احسان کرنے والا شمار ہوگا اور اگر حمال نے مقام مشروط تک پہونچا دیا پھر مالک نے کہا کہ اسکو اپنے پاس رکھ اُسنے رکھا اور وہ ضائع ہوگیا تو ضامن نہوگا اور اجرت کامل واجب ہوگی۔ اور اگر حمال نے جسوقت مالکنے مانگا ہے اپنی مزدوری کیواسطے روک لیا ہو تو ضائع ہونے سے ضامن ہوگا۔ اور امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ حمال کو تاوقتیکہ بوجھ سر سے اُتار کر نہ رکھے مزدوری طلب کرنے کا اختیار نہین ہے اور اگر مستاجر کے گھر پر لایا اور گھر مین سے آیا وہان لغزش کھائی اور بوجھ گر کر ناقص ہوگیا یا سر سے اُتارنے مین گر کر تلف ہوا تو ضامن[1] ہوگا اور اگر کسی دوسرے شخص نے اسکو توڑ ڈالا تو حمال ضامن نہوگا اور اسکا کرایہ واجب ہوگا یہ غیاثیہ مین ہے۔ فتاوے ابو اللیث مین لکھا ہے کہ اگر حمال نے بوجھ کو میدان مین آتارا اور باوجودیکہ اسکو وہان سے منتقل کرسکتا تھا مگر نہ کیا یہانتک کہ چوری یا پانی برسنے سے اسباب تلف ہوگیا تو حمال ضامن ہوگا اور مراد[2] یہ ہے کہ جب چوری یا مینھ کا غالب احتمال ہو کذا فی الفصول العمادیہ۔ ایک شخص نے باردان اُٹھانے کیواسطے ایک مزدور مقرر کیا کہ فلان مقام تک پہونچا وے راہ مین وہ باردان خود ہی پھٹ گیا اور جو کچھ اسمین تھا باہر نکل پڑا تو شیخ ابو بکر نے فرمایا کہ مثل ایسے حمال کے جسکی رسی ٹوٹ جاوے اور وہ ضامن ہوتا ہے یہ بھی ضامن ہوگا۔ اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ امام اعظم کے قول کے قیاس پر ضامن نہوگا شیخ فخر الدین نے فرمایا کہ اسی پر فتوی ہے اور اسی کو ہم اختیار کرتے ہین یہ کبری مین ہے۔ منتقی مین لکھا ہے کہ اگر حمال اُسکو اپنی گردن پر اُٹھائے ہوا اور اُسنے لغزش کھائی اور جو کچھ اسمین

باردان کا معنی بورہ ۱۲

[1] ضامن ہوگا یہ روایت سابق کی مخالف ہے کیونکہ مستاجر کے مقام پر پہونچنے سے کام اسکے سپرد ہوچکا ۱۲ [2] مثلاً وہان جنگل مین چور لگتے ہون

تھا وہ بہ گیا حالانکہ مالک اسکے ساتھ ہے تو حمال ضامن ہی اور اگر لوگون نے حمال پر اژدحام کیا یہانتک کہ کشمکش مین وہ ظرف ٹوٹ گیا تو بالاجماع حمال ضامن نہوگا اور اگر خود ہی حمال نے اژدحام کیا یعنی ہجوم مین گھس گیا یہانتک کہ ظرف ٹوٹ گیا تو ضامن ہوگا اور مالک کو اختیار رہوگا کہ چاہے ٹوٹنے کے وقت بیچ کی قیمت کی ضمان لے مگر اسمین بقدر اسکی اجرت کے جہانتک لایا ہے حساب کرکے وضع کردے یا جہان سے لادا ہے وہان کی قیمت لے لے اور اس صورت مین کچھ اجرت نہ دینی پڑیگی یہ خلاصہ مین ہی۔ ایک بھاڑے والا ایک گانون سے دوشاب لادکر شہر مین لاتا تھا پھر وہ راہ مین اُترکر مشک بھری ہوئی رکھدی اور سو رہا اور کتے نے آکر مشک پھاڑ ڈالی اور دوشاب ضائع ہوگیا پس اگر بیٹھے بیٹھے سو گیا ہو تو ضامن نہوگا یہ قنیہ مین ہی یتیمہ مین لکھا ہی کہ شیخ ابوحکیم رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ترکمان کو اسواسطے مزدور مقرر کیا کہ یہ دوشاب مرو سے بلخ تک پہونچا دے اسنے منظور کیا پھر جب بیچ راہ مین پہونچا تو وہان ایک پل نظر آیا اور اسمین پتھر پڑا ہوا تھا پھر جب اُس پل سے عبور کا قصد کیا تو اونٹ کا پانون رپٹا اور اسکے گرنے سے دوشاب تلف ہوگیا حالانکہ اس پل سے باوجود اس پتھر کے لوگ آمد ورفت رکھتے تھے پس آیا یہ ترکمان ضامن ہوگا یا نہین تو شیخ ابوحامد نے فرمایا کہ جو ترکمان اونٹ چلاتا تھا اسپر ضمان واجب ہی اور یہی مسئلہ شیخ یوسف بن احمد سے دریافت کیا گیا انھون نے بھی یہی جواب دیا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر جانور بھڑک کر بھاگا اور اسباب اسکے اوپر سے گرکر تلف ہوا تو بھاڑے والا ضامن نہوگا اور اگر مالک اسباب کے ہانکنے یا ناتھ پکڑکر چلانے سے جانور پھسل پڑا تو بھاڑے والا ضامن نہوگا اسی طرح اگر بھاڑے والے اور مالک دونون کے ہانکنے سے ایسا ہوا ہو تو بھی یہی حکم ہی اور اگر اسباب کا مالک جانور پر سوار ہوا اور اُسکا اسباب دوسرے جانور پر لدا ہوا اور مالک اسکے ساتھ چلتا ہو تو بھاڑے والا ضامن نہوگا اور یہ امام ابویوسف کے نزدیک ہے اور اگر جانور پر اسباب لادا اور مالک اسباب اس جانور پر سوار ہوا اور جانور کی لغزش سے اسباب تلف ہوا تو بھاڑے والا ضامن نہوگا اور اگر سوار نہو بلکہ اسکے ساتھ پانون پیدل چلتا ہو تو امام اعظم وامام محمد رحمہ کے نزدیک بھٹیارا ضامن ہوگا یہ غیاثیہ مین ہی اور اگر اسباب بسبب حرارت آفتاب یا برد دست باران کے خراب ہوگیا تو امام کے نزدیک بھٹیارا ضامن نہوگا اور صاحبین کے نزدیک ضامن ہوگا اسیطرح اگر جانور کی پیٹھ پر سے مال چوری گیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اُسکی پیٹھ پر کوئی غلام سوار ہوا اور جانور کے مالک نے جانور ہانکا اور جانور لغزش کھاکر گر پڑا اور غلام مرگیا تو جانور کا مالک غلام کا ضامن نہوگا کیونکہ غلام اُسکی ضمان و قبضہ مین نہین ہی بلکہ خود اپنے قابو مین ہی بخلاف اسباب کے اور اگر غلام ایسا بچہ ہو کہ خود ٹھیک نہین بیٹھ سکتا ہے تو ضامن ہوگا جیسا کہ کپڑے یا جانور کی تلف مین

کہ اگر اُسکے ہانکنے سے تلف ہو تو ضامن ہوتا ہے کذا فی الوجیز الکردری اور صحیح حکم اُس صورت مین یہ ہے کہ دونون صورتون مین یعنی غلام بالغ ہو یا ایسا بچہ ہو کچھ فرق نہین ہے اور عقد اجارہ مین مثل مرد آزاد کے غلام کا بھی ضامن نہوگا یہ تمرتاشی مین لکھا ہی - قلت اور صریح امام اعظم سے روایت ہے کہ امام اعظم نے فرمایا کہ کرایہ کے جانور پر اسباب کے ساتھ مالک اسباب کا کوئی غلام نابالغ سوار ہو اور جانور کو اسکی سواری کی شرط سے کرایہ لیا ہو پھر جانور نے لغزش کھائی اور غلام مع اسباب گر کر ضائع ہوا تو جانور کا مالک غلام کا ضامن نہوگا اور اسباب کا ضامن ہوگا اگرچہ غلام کی ہلاکت بھٹیارے کے فعل سے ہوئی ہی - پھر واضح ہو کہ اسباب کا ضامن بھی جب ہی ہوگا کہ غلام ایسا نادان ہو کہ اس سے اسباب کی حفاظت نہوسکتی ہو ورنہ اگر غلام اسباب کی حفاظت کرنے کے لائق ہو تو جانور کا مالک اسباب کا بھی ضامن نہوگا یہ محیط مین ہی - ایک شخص نے زید کو مقرر کیا کہ اپنے جانور پر میرا شیرہ انگور فلان مقام تک کرایہ پر پہونچا دے اُسنے پہونچا دیا اور جب اُتارنے کا قصد کیا تو ایک طرف کی گون پکڑ لی اور دوسری طرف کی گون پھینک دی گر پھینکنے سے اُسکی مشک جسمین شیرہ انگور تھا پھٹ گئی تو شیخ نے فرمایا کہ مشک اور شیرہ انگور کے نقصان کا ضامن ہوگا یہ حاوی مین ہی - فتاوی فضلی مین لکھا ہے کہ زید نے کچھ بوجھ عمرو کو دیا کہ اُسکو لاد کر فلان مقام تک پہونچا دے اور شرط کر لی کہ رات مین روانہ ہوا کرے اور زید خود بھی ساتھ ہوا پھر مع اسباب کے جانور ضائع ہو گیا پس اگر عمرو نے جانور کی حفاظت چھوڑ دینے سے خود ضائع کر دیا تو بلا خلاف[1] ضامن ہوگا اور اگر ایسا نہین ہو بلکہ جانور خود ضائع ہوا تو عمرو پر الزام نہین ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک ضامن نہوگا بخلاف قول صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک ضامن ہوگا مگر لازم یہ تھا کہ بلا خلاف ضامن نہوتا درحالیکہ زید اُسکے ساتھ چلتا تھا ولیکن اس جنس کے دلائل اور شروط مرغینانی مین اس مقام پر بالاجماع ضامن ہونے کی روایت صریحہ مذکور ہی یہ فصول عمادیہ مین ہی - اگر موج کے تھپیڑے سے یا ہوا کے جھونکے یا پہاڑ کی ٹکر سے جو کچھ غرق ہو گیا ملاح اُسکا ضامن نہوگا اور اگر ملاح کے کھینچنے یا کسی اسکے فعل سے کچھ غرق ہوا تو ضامن ہوگا اور اگر کشتی ٹوٹ کر غرق ہو گئی پس اگر ملاح کا قصور ہے کہ اُسکے فعل سے ایسا ہوا تو ضامن ہوگا ورنہ نہین اور اگر مالک اسباب یا اسکا وکیل کشتی مین موجود ہو تو ملاح فقط تعدی کی صورت مین ضامن ہوگا ان صورتون مین ضامن نہوگا کیونکہ اسباب اُسکے قبضہ مین ہی ملاح کے پاس مضمون نہین ہے اور اگر دو کشتیان ہون کہ ایک مین خود سوار ہو اور اسباب دوسری مین ہو تو بھی ملاح سوائے تعدی کی صورت کے ضامن نہوگا چنانچہ دو جانورونکی صورت مین سفر خشکی مین یہی حکم ہے اسیطرح اگر مالک

[1] یعنی بالاتفاق ضامن ہوگا ۱۲ - + + + + + + + + + -

اسباب فریضہ نماز یا کسی دوسری ضرورت سے باہر آیا اگر اسباب اسکی نظر سے غائب نہین ہوا تو بھی ملاح بدون تعدی کرنے کے کسی صورت مین ضامن نہوگا۔ اور اگر کشتی کسی مقام تک پہونچ گئی پھر اسکو ہوا کے جھونکے یا موج کے تھپیڑے نے لوٹا دیا یا خشکی مین جانور راہ مین سے لوٹ پڑا پس اگر مالک اسباب کشتی مین یا جانور پر سوار ہوا تو اجرت واجب ہوگی اور جانور والے سے لوٹا لیجانے کا مطالبہ نہ کریگا ولیکن اگر کشتی کو ہوا کا جھونکا کسی ایسی جگہ بہا لیجاوے جہان مالک اسباب اپنے اسباب پر قبضہ نہین کر سکتا ہے تو ملاح باجرت لوٹا لیجانے پر مجبور کیا جائے گا اور اگر مالک اسباب یا اسکا وکیل اس اسباب کے ساتھ موجود نہووے تو پہلی ہی اجرت پر لوٹا لیجانے کے واسطے ملاح مجبور کیا جائیگا یہ غیاثیہ مین ہے اور اگر ملاح نے بضرورت کچھ آگ کشتی مین رکھ لی اور اس کے باعث سے کشتی جلگئی تو ملاح اسباب کا ضامن نہوگا اگرچہ مالک اسباب کشتی مین موجود نہو یہ تمرتاشی مین لکھا ہے۔ ایک کشتی مین کچھ عیب تھا اسکو ایک شخص نے کرایہ لیا کہ یہ اسباب اسپر لادکر پہونچا دے پھر ملاح نے اس کشتی مین دوسرے شخص کا کچھ اسباب بھی بدون پہلے مستاجر کی رضامندی کے داخل کر دیا حالانکہ کشتی اسقدر بوجھ کو بخوبی اُٹھا سکتی تھی مگر جلکر کشتی غرق ہوگئی اور مستاجر کشتی کے ساتھ موجود ہے تو ملاح ضامن نہوگا یہ قنیہ مین ہے۔ شیخ علی بن احمد رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک کشتی آدمیون اور اسباب سے خوب بھری ہوئی ہے زمین سے لگی ہوئی ہے کہ اُسکے غرق ہوجانیکا سب کو خوف ہے پھر بعضے آدمی اسمین سے نکلے اور دوسری کشتی کرایہ کرلی اسمین کچھ لوگ سوار ہوے اور کچھ اسباب نکال کر لاد دیا اور کئی بار ایسا کیا یہانتک کہ پہلی کشتی ہلکی ہوگئی اور چل نکلی اور اجرت مین کسیقدر دینارون پر سب نے اتفاق کیا پس آیا یہ اجرت انھین لوگون پر پڑیگی جنھون نے عقد اجارہ کیا ہے یا سب آدمیون اور اسباب پر پڑیگی اور جو کچھ ان لوگون نے کیا اسپر اسباب والے راضی تھے تو فرمایا کہ اجرت انھین لوگون پر واجب ہوگی جنھون نے عقد اجارہ قرار دیا ہے اور باہم موافقت کرنا بہتر ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ منتقی مین لکھا ہے کہ اگر بہت سی کشتیان ہون اور اسباب کا مالک یا اُسکا وکیل کسی ایک کشتی مین موجود ہو تو جس کشتی مین مالک اسباب یا اسکا وکیل ہے اگر اسمین سے کچھ جاتا رہے تو ملاح اسکا ضامن نہوگا اور ماسوا اسکے ضامن ہوگا اور فرمایا کہ یہ سب امام ابویوسف وامام محمد رح کے نزدیک ہے اور اسی مقام پر فرمایا کہ جب کشتیان بہت ہون تو ایسی صورت مین امام ابویوسف کا دوسرا قول بھی ہے یعنی اگر بہت کشتیان اسطرح چلتی ہون کہ سب ساتھ ہی روانہ ہوتی ہون اور ساتھ ہی لنگر کرتی ہون تو ملاح پر کسی کشتی کے اسباب جانے سے ضمان لازم نہ آویگی اگرچہ باہم کشتیان آگے پیچھے چلتی ہون اسیطرح حمال کا حال ہے کہ اگر اسپر اسباب لدا ہوا اور مالک اسباب اونٹ پر سوار چلتا ہو تو حمال ضامن نہوگا یہ محیط مین ہے۔ ایک ملاح نے لوگون کے اسباب سے کشتی بھر کر رات مین

کنارے باندھ دی پھر اسمین سوراخ ظاہر ہوے جنکی راہ سے پانی بھر گیا اور کشتی غرق ہوگئی اور
اسباب سب تلف ہوگیا تو ملاح ضامن نہوگا بشرطیکہ عادت کے موافق اسطرح کشتی چھوڑ دیجاتی ہو اور
اگر مالک اسباب نے ملاح سے کہا کہ یہان اس کنارے کشتی کو باندھ دے اُسنے وہان لنگر نہ کیا چلا ئے
گیا یہانتک کہ موج سے غرق ہوگئی تو ملاح ضامن ہوگا بشرطیکہ جب مالک نے کہا تھا اُس حالت مین
کشتیون کے باندھ دیے جانے کا دستور ہو یہ قنیہ مین ہی۔ ایک جولاہہ اپنے خسر کے ساتھ ایک
مکان مین رہا کرتا تھا پھر ایک مکان کرایہ لیکر مع اسباب وہان اُٹھ گیا اور سوت وہین چھوڑ دیا وہ
ضائع ہوگیا پس اگر سوت کو جہان تھا وہان سے دوسرے مکان مین نہین لیگیا اور نہ اپنے خسر کو
ودیعت دیا تو ضامن[1] نہوگا یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک ہر حال مین ضامن ہوگا
یہ فتاوی کبرے مین ہی۔ نوازل مین لکھا ہے کہ ایک شخص نے کپڑا بننے کے واسطے دوسرے کو سوت
دیا اُسنے دوسرے جولاہہ کو بننے کے واسطے دیدیا اسکے ہاتھ سے چوری گیا پس اگر دوسرا جولاہہ
پہلے کا اجیر ہووے تو دونون مین سے کوئی ضامن نہوگا اور اگر دوسرا جولاہہ اجنبی ہو تو پہلا
جولاہہ ضامن ہوگا اور دوسرا ضامن نہوگا اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین کے
نزدیک پہلی صورت مین مطلقاً ضامن ہوگا اور اجنبی ہونے کی صورت مین مالک کو اختیار ہے
چاہے پہلے سے ضمان لے یا دوسرے سے ضمان لے یہ خلاصہ مین ہے اور جامع الفتاوی
مین لکھا ہے کہ سونار وغیرہ نے اگر دوسرے کو ڈھالنے کے واسطے دیدیا تو ایسی صورت مین بھی
یہی حکم ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے زید کا سوت کپڑا بننے کے واسطے لیا اور اپنے
اُستاد کے گھر مین رکھ دیا وہان سے غائب ہوگیا تو ضامن ہوگا یہ جواہر الفتاوی مین ہی۔ ایک
جولاہہ نے جہان کپڑا بنتا تھا یعنی کارگاہ مین سوت چھوڑ دیا وہان سے چوری گیا پس اگر کارگاہ
کا گھر حصین[2] ہو کہ اسمین اس قسم کے اسباب رکھے جاتے ہون تو جولاہہ ضامن نہوگا اور اگر اسمین
اس قسم کے اسباب نہ رکھے جاتے ہون پس اگر سوت کے مالک اس گھر مین رکھنے سے راضی ہون تو بھی
ضامن نہوگا اور اگر راضی نہون تو ضامن ہوگا - اور جولاہے پر کارگاہ مین رات کو رہنا واجب
نہین ہی بلکہ اگر اُسنے قفل بند کر دیا اور رات مین وہان سے چلا گیا تو ضامن نہین ہی اور اگر کارگاہ
مین سے ایک دو مرتبہ چوری ہو گئی ہو تو دو ایک مرتبہ چوری ہونے سے وہ مکان محفوظ و حصین
ہونے سے خارج نہین ہو سکتا ہے یعنی اگر حصین کے معنی پائے جاتے ہون تو ایک دو مرتبہ چوری
ہونے سے یہ نہ کہا جائیگا کہ حصین نہین ہی لیکن اگر بہت مرتبہ چوری ہو جاوے تو حصین نہ رہیگا یہ
خلاصہ مین ہی۔ ایک جولاہے نے ایسے زمانہ مین کہ چورون کا ہر طرف غل تھا اور غلبہ تھا کپڑے کو
کارگاہ مین چھوڑ کر دروازہ بند کر کے راہ مین دوسری جگہ جا کر سو یا اور کپڑا چوری گیا پس اگر ایسے

[1] له ضامن نہوگا قول صحیح یہ ہے کہ اگر وہان لیگیا یا اپنے خسر کو ودیعت دیا اگر تلف ہوجائے سوت کے مالک کا ضامن نہوگا اور اگر چھوڑ گیا یا ودیعت نہ دیا تو ضامن ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ مترجم

[2] محفوظ یا بند ہو ۱۲

وقت مین ایسے مکان مین کپڑا اسطرح چھوڑ دیا جاتا ہو تو جولاہہ ضامن ہوگا ورنہ ضامن نہوگا۔ یہ
خزانۃ المفتین مین ہے۔ ایک جولاہے نے کپڑا بنکر اپنے مکان مین رکھ لیا مالک کو واپس نہ کیا اور
چوری گیا تو آیا جولاہہ ضامن ہوگا یا نہین پس جو امام فقہ یہ فرماتے ہین کہ واپسی کی مشقت وخرچہ
اجیر مشترک کے ذمہ ہوتا ہے انکے قول کے موافق اگر جولاہہ واپس کرسکتا تھا اور واپس نہ کیا
تو ضامن ہوگا اور جو امام فقہ یہ فرماتے ہین کہ مالک کے ذمہ ہے انکے قول کے موافق ضامن نہوگا
یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ ایک جولاہہ نے کپڑا بنکر باہر نکالا اور مالک سے کہا کہ مین کپڑا تیار کرکے لاتا ہون تو
آکر لیجا اُسنے جواب دیا کہ آج تیرے پاس رہیگا مین کل کے روز آکر لیجاؤنگا رات کو چور لے گئے
تو جولاہہ ضامن نہوگا کیونکہ مالک کے اس کہنے سے کہ آج تیرے پاس رہیگا وہ جولاہہ مستودع ہوگیا
اور اگر مالک نے یون نہ کہا ہو کہ آج تیرے پاس رہے اور کام تمام ہو جانے کے بعد چوری گیا تو بعض
نے فرمایا کہ اگر جولاہے سے واپس کرنا ممکن تھا اور اُسنے واپس نہ کیا تو ضامن ہوگا مگر چاہیے یہ ہے کہ
اگر اُس نے بعوض اجرت کے روک رکھا ہو تو ضامن نہووے کیونکہ اس صورت مین اُسپر واپس کرنا
واجب نہین ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ ایک شخص نے ایک جولاہہ کو کچھ کپڑا دیا کہ کچھ اُسمین سے بنا ہوا
تھا اور کچھ بغیر بنا ہوا تھا دیا یہ کپڑا جولاہے کے پاس سے چوری گیا تو نوازل مین لکھا ہے کہ جس امام
کے نزدیک اجیر مشترک ہر ایسی چیز کا ضامن ہوتا ہے جو اس کے پاس سے بدون اسکے فعل کے تلف
ہوئی ہووے اُسکے قول پر جولاہہ تمام کپڑے کا ضامن ہوگا کیونکہ بنا ہوا اور بے بنا ہوا بسبب
اتصال کے ایک چیز کے حکم مین ہے اور باقی کا بنا جانا بنے ہوے کی قیمت بڑھاتا ہے پس جولاہہ
تمام کپڑے کے حق مین اجیر مشترک ہوگیا پس کل کپڑے کا ضامن ہوگا اور یہ چند مسائل ہین کہ جنمین
امام ابو یوسف و امام محمد رح کے قول پر مشائخ نے فتوی دیا ہے ایک تو یہی مسئلہ ہے جو مذکور ہوا
اور ایک یہ ہے کہ ایک شخص نے درزی کو کپڑا دیا اُسنے اسمین سے ایک قمیص تیار کرکے دیدی اور
ایک ٹکڑا بچ رہا تھا وہ چوری گیا تو مشائخ نے فرمایا کہ درزی ضامن ہوگا۔ اور ایک یہ ہے
کہ ایک شخص نے موزہ دوز کو چمڑا دیا اُسنے موزہ تیار کرکے دیدیا اور کچھ چمڑا بچ رہا تھا وہ چوری
گیا تو مشائخ نے فرمایا کہ موزہ دوز ضامن ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اگر جولاہے کو ایسا
کپڑا دیا جسمین سے کچھ بنا ہوا اور کچھ بغیر بنا ہوا ہے تاکہ جولاہہ باقی کو بن دیوے وہ چوری گیا تو
امام اعظم رح کے نزدیک کچھ ضامن نہوگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک بے بنے ہوے کا ضامن
ہوگا بنے ہوے کا ضامن نہ ہوگا کیونکہ بنا ہوا اسکے پاس ودیعت ہے مگر امام محمد رح کے نزدیک
اُسکا بھی ضامن ہوگا یہ غیاثیہ مین ہے۔ جولاہہ کو سوت دیکر شرط کرلی کہ دو روز مین بن دے
اُسنے بن دیا اسکے بعد کپڑا تلف ہوگیا تو موافق مذہب مختار شیخ الاسلام اوزجندی کے ضامن ہوگا

اور اگر دھوبی کو دیا تو ایسی صورت مین بھی یہی حکم ہے یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ اگر زید نے عمرو کو سلائی کے کام کے واسطے ایک مہینہ تک مقرر کیا تو یہ شخص اجیر خاص ہے پھر اگر عمرو کو اس مہینے مین کسی روز کوئی خاص کپڑا سینے کیواسطے بعوض ایک درم کے اجیر مقرر کیا تو یہ عقد بھی جائز ہوا اور عمرو کی ماہواری تنخواہ مین سے اس روز کی اجرت یعنی ایک درم وضع کر لیا جائیگا یہ غیاثیہ مین ہے۔ درزی کپڑا لیکر مالک کے پاس لایا مالک نے اسکے ہاتھ سے کھینچا اُسکے کھینچنے سے پھٹ گیا تو درزی ضامن نہوگا۔ اور اگر دونون کی کھینچا کھینچی مین پھٹا ہو تو درزی نصف نقصان خرق کا ضامن ہوگا یہ وجیز کردری مین ہے۔ شیخ ابو القاسم رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک دھوبی نے دکان مین لکڑی پر کپڑا رکھکر اپنی بہن کے لڑکے کو حفاظت کے واسطے بٹھلا دیا اور کسی اچکے نے وہ کپڑا اچک لیا پس شیخ نے فرمایا کہ اگر بیت اسفل اسطرح ہو کہ داخل ہونے والے کی آنکھ سے کپڑے کا مقام پوشیدہ ہوتا ہے پس اگر اس لڑکے کو اُسکی مان یا باپ نے دھوبی کے ساتھ کر دیا ہو یا مامون نے اس کے والدین کے انتقال کیوقت اپنے ساتھ کر لیا ہو تو دھوبی ضامن ہوگا اور اگر لڑکا ایسی جگہ ہو کہ باوجود اس جگہ ہونے کے اسکو دیکھتا ہو پس اگر وہ لڑکا موافق مذکورۂ بالا کے دھوبی کے ساتھ ہو تو دونون مین سے کسی پر ضمان لازم نہ آویگی اور اگر اسطور سے اُسکے عیال مین نہو تو دھوبی ضامن ہوگا یہ حاوی مین ہے۔ ایک دھوبی نے لوگون کے کپڑے اپنے اجیر کو دیے کہ گھاٹ پر حفاظت سے دھوپ دیکر چھانٹکر لے آوے وہان اجیر سو گیا اور جب لایا تب پانچ کپڑے اُس مین سے ضائع ہوے تھے اور یہ معلوم نہ ہوا کہ کیونکر ضائع ہوے اور کب ضائع ہوے تو فقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر یہ معلوم نہو کہ اسکی خواب کی حالت مین گم ہوے ہین تو ضمان دھوبی پر واجب ہوگی اجیر پر لازم نہوگی۔ اور اگر یہ معلوم ہو کہ اجیر کی خواب کی حالت مین گم ہوئے ہین تو اجیر ضامن ہے کہ اُسنے حفاظت واجبہ کو ترک کیا اور کپڑے کے مالک کو اختیار ہے کہ چاہے دونون صورتون مین دھوبی سے ضمان لیوے اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ دھوبی سے ضمان لینے کا قول جو فقیہ ابو جعفر نے فرمایا یہ اسوجہ سے ہے کہ فقیہ ابو جعفر اجیر مشترک کے مسئلہ مین صاحبین رحمہما اللہ کا قول اختیار کرتے تھے ورنہ امام اعظم رحمہ کے قول کے موافق دھوبی ضامن نہوگا اور ہم اسی کو لیتے ہین۔ ہمارے استاد رحمہ نے فرمایا کہ اسی پر فتوی ہے کذا فی الکبری۔ دو دھوبی شرکت مین لوگون کا کپڑا لیا کرتے تھے پس ایک دھوبی کام چھوڑ کر دوسرے کو کپڑا دیکر چلا گیا اور اُسمین سے کچھ ضائع ہو گیا تو دوسرے کو دینے سے درصورت ضائع ہونے کے ضامن نہوگا کیونکہ وہ دونون شریک تھے تو ایک کا لینا مثل دوسرے کے لینے کے ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ ایک دھوبی نے دھولائی کا کپڑا بعوض اپنے قرضہ کے ایک شخص کے پاس رہن کیا پھر

چھوڑ آیا حالانکہ مرتہن کے پاس کپڑے مین کچھ نجاست لگ گئی تھی پھر جب کپڑے کے مالک نے
اُسکو دیکھا تو دھوبی سے کہا کہ اسکو پاک کردے اُسنے انکار کیا اور باہم دونون مین جھگڑا ہوا
اُسنے کپڑا دھوبی کے پاس چھوڑ دیا اور دھوبی کے پاس تلف ہوگیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر نجاست
سے کپڑے کی قیمت مین کچھ نقصان نہین آیا تو دھوبی پر کچھ واجب نہین ہی اور اگر قیمت مین نقصان
آیا ہو تو بقدر نقصان کے دھوبی ضامن ہوگا اور کپڑا اُسکے پاس امانت[۱] مین تلف ہوا ہی یہ فتاوی
قاضیخان مین ہی۔ ایک شخص نے ریختہ کپڑا دھوبی کو دیا اُسنے خم پر چڑھا دیا وہ جلگیا اور دھوبی کو اُسکا
حال معلوم نہ ہوا تو دھوبی ضامن ہوگا کیونکہ اُس کے فعل سے تلف ہوا ہے اور نادانستگی عذر نہین
ہوسکتی ہی یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ ایک دھوبی نے دھولائی کا کپڑا خشک کیا اور دھوپ دی وہ
جل گیا تو ضامن ہوگا اسی طرح اگر اسکو نچوڑا اور وہ پھٹ گیا تو بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر دھوبی کے اجیر
نے ایسا کیا مگر اُسنے عمداً بگاڑ ڈالنے کا قصد نہین کیا تو اجیر ضامن نہ ہوگا بلکہ استاد یعنی دھوبی ضامن ہوگا
یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر دھوبی اپنی دوکان مین چراغ لیگیا اور اس
سے کوئی کپڑا جلگیا مگر دھوبی کا قصور فعلی نہین ہی یعنی اُسکے فعل سے نہین جلا تو دھوبی ضامن ہوگا کیونکہ
فی الجملہ اس سے احتراز ممکن تھا ہان ایسی صورت مین ضامن نہین ہوتا ہے کہ جب ایسی آگ لگجائے
جسکا بجھانا ممکن نہو اور یہ صاحبین کے قول کے موافق ہے اور امام اعظم کے نزدیک جو بدون اسکے
فعل کے تلف ہوا اسکا ضامن نہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ دھوبی کے شاگرد یا اجیر خاص نے اگر دھوبی
کے حکم سے دوکان مین چراغ روشن کرنے کے لیے آگ پہونچائی اور اُسمین سے کوئی شرارہ اُڑکر
دھولائی کے کپڑون مین لگ گیا یا چراغ کا تیل کسی دھولائی کے کپڑے کو لگ گیا تو اجیر ضامن نہوگا
کیونکہ اُس نے دھوبی کے حکم سے آگ وہان پہونچائی ہی بلکہ دھوبی ضامن ہوگا اور اجیر کا فعل
مثل دھوبی کے فعل کے قرار دیا جائیگا اور ظاہر ہے کہ دھوبی کے خود فعل سے دھوبی ضامن ہوتا
ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اجیر مشترک کے شاگرد کے ہاتھ سے اگر چراغ گر گیا اور اُس سے
دھولائی کے کپڑون مین سے کوئی کپڑا جلگیا تو اسکی ضمان اجیر مشترک پر لازم ہوگی اور اگر دھولائی
کا کپڑا نہو دوسرا ہو تو اجیر ضامن ہوگا[۲] یہ خلاصہ مین ہی۔ دھوبی نے دوکان کا چراغ گل کردیا اور
ڈیوٹ وہین چھوڑ دی اسمین کچھ شرارہ رہگیا تھا وہ کسی شخص کے کپڑے پر گر پڑا اور کپڑا جلا دیا تو
دھوبی ضامن نہوگا اور اسی پر فتوے ہے یہ وجیز کردری مین ہی۔ اور تجرید مین لکھا ہے کہ دھوبی
وغیرہ تمام کاریگرون کے شاگردون یا اجیر پر ضمان لازم نہین آتی ہی مگر وہی جسمین عدوان ثابت
ہو ہان استاد یعنی کاریگر سے ضمان لیجاویگی اور وہ مال ضمان اپنے شاگرد یا اجیر سے واپس نہین

---

[۱] امانت الخ حتی کہ تلف کرے تو ضامن ہوگا ۱۲ [۲] لازم ہوگی اور وہ اس کو شاگرد سے واپس بھی نہین لے سکتا ہے ۱۲ -+-

لے سکتا ہے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ دھوبی کے اجیر نے اگر اسکی دوکان مین کوئی کپڑا روندا پس اگر ایسا کپڑا ہو جو روندا جاتا ہے یعنی بچھونا ہو سکتا ہے تو ضامن نہوگا اور اگر ایسا نہو مثلاً باریک کپڑا ہو تو ضامن ہوگا خواہ دھولائی کے کپڑون مین سے ہو یا اسکے سوا ہو یہ صغری مین ہی۔ اگر اجیر مشترک کے شرط ٹھرالی کہ اگر تلف ہو جائیگا تو تو ضامن ہے تو بعض نے کہا کہ بالاجماع ضامن ہوگا مگر فتوی دیا گیا ہے کہ ایسی شرط کا کچھ اثر نہین ہے شرط کرنا اور نہ کرنا دونون برابر ہین یہ وجیز کردری مین ہی۔ اگر استاد کے گھر مین اسکی اجازت سے کوئی چیز اٹھالایا اور وہ کسی کپڑے پر گر پڑی وہ پھٹ گیا پس اگر دھولائی کے کپڑون مین سے ہو تو استاد ضامن ہوگا تلمیذ ضامن نہوگا اور اگر دھولائی مین سے نہو تو اجیر ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ اگر اجیر اپنے استاد کی خدمت مین کوئی شے اُٹھالایا اور وہ گر کر خراب ہوگئی تو ضامن نہوگا اور اگر استاد کے پاس کسی ودیعت کی چیز پر گری اور اسکو خراب کر دیا تو اُسکا ضامن ہوگا اسی طرح اگر اُسنے لغزش کھائی اور ودیعت کی چیز پر گری تو بھی یہی حکم ہے اور اگر بچھانے کیواسطے کوئی فرش مستعار لیا ہو یا تکیہ ہو اسپر ایسا معاملہ واقع ہونے سے مالک مکان یا اجیر دونون مین سے کسی پر ضمان لازم نہین آتی ہے یہ مبسوط مین ہی۔ اور عادت کے موافق دھوبی کے کندی کرنے سے جو کچھ تلف ہو یا ناند مین چونہ سے یا دھوپ دینے سے کچھ جل جاوے تو دھوبی اُسکا ضامن ہے اور مالک کو اختیار ہے کہ چاہے دھوبی سے تیار کپڑے کے حساب سے قیمت لیکر اسکو اجرت دیدے یا بے بنے ہوئے کپڑے کی قیمت ڈانڈ لے لے اور کچھ اجرت نہ دیوے۔ اور اگر مالک سے دھوبی نے کہا کہ یہ کپڑا کوٹنے و کندی کرنے کو برداشت نہین کر سکتا ہے یا کسی شخص نے شیشہ گر سے کہا کہ یہ شیشہ تراش دے اُسنے کہا کہ تراشنے مین ایسا شیشہ کمتر سالم بچتا ہے اُسنے کہا کہ اگر پھٹ گیا یا ٹوٹ گیا تو تجھپر کچھ الزام نہین ہے پس دھوبی نے کندی کی یا شیشہ گر نے تراش دیا پھر کپڑا پھٹ گیا یا شیشہ ٹوٹ گیا پس اگر غالباً ایسی چیز صحیح سالم نہین رہتی ہے تو مالک اُس سے ضمان نہین لے سکتا ہے کیونکہ وہ راضی ہو چکا ہے اور اگر بسا اوقات صحیح سالم رہتی ہو تو ضمان [1] لے سکتا ہے یہ غیاثیہ مین ہی۔ اگر کندی کرنے والے نے دھوبی کے اجیر کے ہاتھ سے کندی کرنے کے وقت کندی پلٹ کر کسی دوسرے کپڑے پر جا پڑی اور وہ پھٹ گیا پس اگر اس لکڑی پر جس پر کندی کیجاتی ہے چوٹ پڑنے سے پہلے لوٹ کر کسی کپڑے پر جا پڑی اور وہ کپڑا دھولائی کے کپڑون سے ہے تو اُسپر ضمان لازم نہین ہے مگر دھوبی پر ضمان واجب ہوگی اور اگر وہ کپڑا دھولائی کے کپڑون مین سے نہین ہے تو اجیر ضامن ہوگا۔ اور اگر اُس لکڑی پر جسپر کندی کیجاتی ہے چوٹ پڑنے کے بعد لوٹ کر کسی کپڑے پر

[1] قولہ لے الخ ظاہر یہ کہ اس صورت مین بھی ضامن نہ ہوگا کیونکہ صریح راضی ہو چکا اور دھوبی و شیشہ گر کو توڑنے مین کچھ فائدہ نہ تھا فافہم

جا پڑی ہو تو ظاہر الروایت مین بلا تفصیل لکھا ہے کہ اجیر ضامن نہوگا کوئی تفصیل بیان نہین ہو کہ دھولائی
کا کپڑا خراب ہوا یا دوسرا کپڑا خراب ہوا اور فقیہ ابو بکر بلخی رحمہ اللہ سے منقول ہو کہ انھون نے فرمایا کہ جو تفصیل ابتدا اگر
منقلب ہو جانے مین مذکور ہے وہی اس صورت مین بھی ہونی چاہیے کذا فی الذخیرہ اور ولوالجیہ
مین لکھا ہے کہ اگر کندی اُسکے ہاتھ سے لوٹ کر چھوٹی اور کسی شخص پر جا پڑی اور اُسکو قتل کیا تو
اُسکی ضمان اجیر پر ہوگی دھوبی پر نہوگی یون ہی کتاب مین لکھا ہے اور شیخ معروف بخواہرزادہ
نے یہ صورت پہلی وجہ مین بیان فرمائی ہے یعنی جبکہ لکڑی پر چوٹ پڑنے سے پہلے چھوٹ کر گرین
جا پڑی ہو اور دوسری صورت مین یعنی جبکہ کندی کی چوٹ اُس لکڑی پر جس پر کندی کیجاتی ہے
واقع ہونے کے بعد کندی نے چھوٹ کر کسی شخص کو قتل کیا ہو تو لکھا ہے بعض کے قول کے موافق
یہی حکم ہے ولیکن ظاہر الروایۃ کے موافق ضامن نہوگا - مگر واضح ہو کہ یہ تفصیل ٹھیک نہین ہے صحیح
وہی ہے جو پہلے مذکور ہوا ہے یہ تاتارخانیہ مین ہی - اگر کندی گری کی چیزون مین سے کوئی چیز
جس پر کندی کیجاتی ہے یا جس سے کندی کیجاتی ہے شاگرد کے ہاتھ سے ٹوٹ گئی تو ضامن
نہوگا - اور اگر ایسی چیز نہو جس سے کندی کیجاتی ہے یا جس پر کیجاتی ہے تو شاگرد ضامن ہوگا یہ فصول
عمادیہ و فتاوی قاضی خان مین ہی - اگر کسی شخص نے چند لوگون کو اپنے گھر مین بلایا وہ لوگ
اُسکے فرش پر چلے آئے وہ پھٹ گیا یا تکیہ دیکر بیٹھے جس سے وہ پھٹ گیا یا مہمان تلوار ڈالے ہوئے
تھا جب بیٹھا تو اُس تلوار سے بچھونا یا تکیہ پھٹ گیا تو اُسپر ضمان واجب نہین ہے اور اگر صاحب خانہ
کا کوئی برتن پیرون کے نیچے چور کر دیا یا ایسے کپڑے کو روندا جسکے مثل روندا نہین جاتا ہے اور
بچھایا نہین جاتا ہے تو ضامن ہوگا یہ مبسوط مین ہی - اور اگر دھوبی نے کپڑے خشک کرنے کیواسطے
ایک رسی پر لٹکا دیے اور اسطرف سے کوئی شخص بوجھ لدے ہوئے جانور لیکر گذرا اور اسطرح ہانکا
کہ کپڑون پر صدمہ پہونچا یا اور وہ پھٹ گئے تو امام اعظم رح کے نزدیک دھوبی ضامن نہوگا و صاحبین
کے نزدیک ضامن ہوگا اور جو شخص جانور ہانکتا ہے وہ اس نقصان کا ضامن ہے کذا فی الذخیرہ اگر
دھوبی نے کپڑے کے مالک سے درخواست کی کہ میرے ساتھ کندی کرنے مین مدد کرے اور دونون نے
کندی کی چوٹ لگائی اور کپڑا پھٹ گیا اور یہ معلوم نہین ہوتا کہ کس کی چوٹ سے پھٹ گیا ہے
تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک نصف کا ضامن ہوگا اور یہی صحیح ہے کذا فی الغیاثیہ اور قاضی فخر الدین
نے فرمایا کہ فتوی اسپر ہے کہ وہ نصف کا ضامن نہوگا یہ کبری مین ہی - اور واضح ہو کہ مالک کے مدد کرنے
کی صورت مین اگر کپڑا نہ پھٹا تو آیا اجرت مین سے بھی بقدر مالک کے کام کے کم کر دیا جائیگا پس صاحب
محیط نے کتاب الفوائد مین لکھا ہے کہ کم کیا جائیگا - اسی طرح اگر درزی کے پاس آکر مالک نے درزی
کے قبضہ میں کچھ کپڑا اٹھکر سلایا یا جولاہے کے پاس جاکر کچھ مدد کر کے بنایا تو بھی بقدر کام کے حصہ اجرت

ساقط کر دیا جائیگا اور یہی صحیح ہے یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ اگر دھوبی نے درحالیکہ مالک نے اپنا کپڑا لے لینا چاہا تھا بغرض اپنی مزدوری وصول کرنے کے کپڑا تھام لیا اور مالک نے اسکو کھینچا اور وہ پھٹ گیا تو دھوبی پر نصف نقصان خرق کی ضمان واجب ہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ دو شریک دھوبیون مین سے ایک شخص کے ہاتھ سے کچھ نقصان ہوا تو اسکی ضمان دونون دھوبیون پر لازم ہوگی یعنی مالک کو اختیار ہوگا کہ دونون مین سے جس سے چاہے اپنے کپڑے کی پوری قیمت ڈانڈ بھرے یہ خزانۃ المفتین مین ہے ایک دھوبی نے کسی باعث سے کپڑے کی ضمان داخل کر دی پھر وہ کپڑا ظاہر ہوا تو شیخ ابو نصیر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دھوبی اُسکا مالک نہوگا یہ حاوی مین ہے۔ کتاب العدۃ کے ابواب الاجارات مین مذکور ہے کہ ایک شخص نے دھوبی کو ایک کپڑا دیا اور شرط لگائی کہ اسکو دھووے اور ہاتھ سے نرکھنا جبتک کہ تو اس کام سے فارغ نہو جاوے یا یہ شرط لگائی کہ آج یا کل مین دھو کر دیدے اُسنے ایسا نکیا اور مالک نے بارہا اُس سے مطالبہ کیا اُسنے نہ دیا یہانتک کہ چوری گیا تو ضامن نہوگا۔ اور ائمہ بخارا سے فتوی طلب کیا گیا کہ ایک دھوبی سے شرط لگائی کہ آج دھو کر دیدے اُسنے نہ دیا پھر دوسرے روز کپڑا تلف ہوگیا پس آیا ضامن ہوگا فرمایا کہ ہان ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہے زید نے اپنا کپڑا درزی یا دھوبی کو دیا اور خالد کو وکیل کیا کہ اسکو وصول کرے جب اُسنے طلب کیا تو درزی یا دھوبی نے وکیل کو دوسرا کپڑا دیدیا تو زید کو یہ کپڑا لے لینا لازم نہوگا اور خالد وکیل بھی ضامن نہوگا اگر وکیل کے پاس تلف ہو جاوے اور زید کو اختیار ہے کہ اپنے کپڑے کیواسطے اجیر مشترک کا دامنگیر ہو اور یہ حکم اسوقت ہے کہ جو کپڑا اجیر مشترک نے دیا ہے وہ اجیر مشترک کا ہووے اور اگر دوسرے شخص مثلاً عمرو کا ہووے تو عمرو کو اختیار ہے کہ درصورت تلف ہونے کے چاہے اجیر سے ضمان لے یا وکیل سے پس اگر اُسنے اجیر سے ضمان لی تو اجیر مال ضمان کو خالد سے وصول نہین کر سکتا ہے اور اگر اُسنے وکیل سے ضمان لی تو وکیل نے جسقدر ڈانڈ بھرا ہے اسکو اجیر مشترک سے وصول کریگا کیونکہ اُس نے اُسکو دھوکا دیا تھا یہ ذخیرہ مین نوازل سے ہے۔ دھوبی نے اگر مالک کو کسی دوسرے شخص کا کپڑا دیا اُسنے اس گمان سے کہ میرا ہے قبضہ کر لیا تو درصورت تلف ہونے کے ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر دھوبی نے مالک کو کسی دوسرے کا تھان خطا سے حوالہ کیا اُسنے لیکر قطع کر کے سلا لیا تو اصل مالک کو اختیار ہے کہ دونون مین سے جس سے چاہے ضمان لے پس اگر اُسنے قطع کرانے والے سے ضمان لی تو مال ضمان کسی سے نہین لے سکتا ہے اور اگر دھوبی سے ضمان لی تو دھوبی ڈانڈ کا مال اُس قطع کرنے والے سے وصول کریگا اور یہ اپنا کپڑا دھوبی سے وصول کر لے۔ اسی طرح اگر دھوبی نے اپنا ذاتی کپڑا کسی شخص کو

ف مالک نہوگا بلکہ ضمان واپس لے اور کپڑا دیدے ۱۲ ف۲ ضامن نہوگا اقول اسیطرح کتاب مین مذکور ہے کہ ضامن نہین ہوگا اور سابق مین ظاہر ہوا کہ ضمان ہے تو شاید یہان دو روایتین مختلف ہین یا یہ فرق کہ شرط مفید ہو یا غیر مفید ہو فافہم ۱۲

کپڑون مین ملا کر دیدیا اور معلوم نہ ہوا اور اس شخص نے قطع کرا لیا تو یہ شخص دھوبی کو اسکی قیمت کی ضمان ادا کرے - اسی طرح ہر مستودع جو مودع کو اپنی ذاتی چیز اپنے گمان کہ یہ چیز مودع کی ہے و دیعت کے ساتھ دیدے تو اسکا یہی حکم ہی۔ اور اگر دھوبی نے کہا کہ یہ تیرا کپڑا ہے تو اسکے قول کی تصدیق ہوگی کیونکہ وہ امین ہے اور یہی حکم ہر اجیر مشترک مین ہی۔ ہان اب یہ رہا کہ اسکو نفع اٹھانا روا ہے یا نہین ہی پس اگر اپنے کپڑے کے عوض لیا ہے تو روا ہے ورنہ نہین اور نہ اسپر اجرت واجب ہوگی اگر اسنے انکار کیا ہو کہ میرا کپڑا نہین ہی۔ اسیطرح اگر دھوبی وغیرہ نے کہا کہ مین نے تیرا کپڑا تجھے دیدیا ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک اسکے قول کی تصدیق کیجاویگی اور صاحبین کے نزدیک بدون حجت و گواہ کے تصدیق نہوگی یہ غیاثیہ مین ہی۔ قلت یجب ان یفتی فی ہذا الزمان بقولہما رحمہما صیانۃ لاموال المسلمین فافہم۔ اگر مالک کے حکم سے دھوبی نے کپڑا روک رکھا اور وہ تلف ہوگیا پس اگر اجرت نہین لیچکا ہی تو امام اعظم کے نزدیک ضامن نہوگا بخلاف قول صاحبین رحمہ کے اور اگر پاچکا ہی پھر تلف ہوا تو بالاجماع امانت مین تلف ہوا۔ اور امام اعظم رحمہ سے ایک روایت مین آیا ہے کہ دھوبی کو روک رکھنے کا اختیار نہین ہے اور اگر اسنے روک رکھا اور تلف ہوا تو ضامن ہوگا یہ خزانۃ الفتاوی مین ہی۔ ایک شخص نے اپنے شاگرد پیشہ کے ہاتھ ایک کپڑا دھوبی کے پاس دھونے کو روانہ کیا پھر دھوبی سے کہدیا کہ جب تو اسکو درست کر چکے تو میرے شاگرد پیشہ کو نہ دینا پھر جب دھوبی درست کر چکا تو اسنے شاگرد کو دیدیا اور شاگرد اسکو لیکر بھاگ گیا پس آیا دھوبی ضامن ہوگا تو فرمایا کہ اگر شاگرد نے کپڑا دینے کیوقت یہ نہین کہا کہ یہ کپڑا فلان شخص کا ہے اسنے میرے ہاتھ تیرے پاس بھیجا ہے تو ضامن نہوگا اور اگر یہ کہا ہو پس اگر دھوبی نے اسکے قول کی تصدیق کی ہو تو ضامن ہوگا ورنہ ضامن نہوگا یہ محیط مین ہے۔ صاحب المحیط نے اجارات مین لکھا ہے کہ ایک شخص نے دھوبی کو اپنا کپڑا دیا پھر اسکے پاس لینے آیا اسنے کہا کہ مین نے تیرا کپڑا ایک شخص کو اسکے کپڑے کے دھوکے مین دیدیا تو دھوبی ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ ہمارے زمانہ مین ایک واقعہ پیش آیا اور اس کی یہ صورت ہوئی کہ رات کے وقت چند چور ایک دھوبی کے دروازہ پر آئے اور سب کے سب کسی گوشہ مین چھپ رہے مگر ایک چور اسکے دروازہ پر گیا اور آواز دی کہ مین دیہات کا رہنے والا ہون اسوقت مین بہت پیاسا ہون ایک ذرا سا پانی مجھے پلا دے اسنے ترس کھا کر دروازہ کھول دیا اور پانی لایا اور چور اسکی چوکھٹ پر بیٹھکر پانی پینے لگا اتنے مین سب چور آگئے اور اسکے مکان مین گھس پڑے اور دھوبی کو مع اسکے عیال کے گرفتار کر لیا اور تمام لوگون کے کپڑے جو اسکے یہان تھے باندھ لیگئے پس آیا دھوبی اس صورت مین ضامن ہے یا نہین تو ائمہ نے بالاتفاق فتوے دیا کہ یہ سرقہ غالب نہین ہے اور ضمان لازم ہوگی اور اس مسئلہ کو دوسرے مسئلہ پر قیاس کیا وہ یہ ہے

جو شرح قدوری مین ہمنے بیان کیا ہے یعنی اگر چراغ کی آگ سے دھوبی کی دوکان جل گئی تو یہ حرق غالب نہین ہے اسوجہ سے کہ اگر ابتدا سے اسکا علم ہو تو احتراز ممکن ہے اور حرق غالب وہ ہوتا ہے کہ باوجود ابتداے علم کے اسکا انسداد ممکن نہو لیکن سرقہ غالب وہ کہ اگر ابتدا سے علم ہو تو اسکا تدارک ممکن نہو اور یہ سرقہ جو واقع ہوا غالب نہین ہے کیونکہ اگر ابتدا سے علم ہو تو انسداد ممکن ہے کہ دروازہ نہ کھولے یہ ذخیرہ مین ہی۔ خانیہ مین لکھا ہے کہ اگر دھوبی سے یہ شرط لگائی کہ اسطرح دھووے کہ پھٹنے نہ پاوے تو یہ شرط صحیح ہے اسلیے کہ یہ دھوبی کے امکان مین ہے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ دھوبی نے اگر دھولائی کے کپڑون مین سے کوئی کپڑا پہنا پھر اسکو اتار دیا پھر اسکے بعد[ا] ضائع ہوا تو ضامن نہوگا۔ اسی طور سے موزہ دوز نے اگر موزہ منتعل کرنے کیواسطے لیا اور پہن لیا تو جب تک پہنے رہا تب تک ضامن ہے پھر اگر اُتار دیا پھر ضائع ہوا تو ضامن نہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہے اگر ایک شخص حمام مین گیا اور اپنے کپڑے حمام والے کو سپرد کر دیے اور اسکو اجارہ پر مقرر کیا کہ اسکی حفاظت کرے اور شرط کر لی کہ اگر تلف ہوے تو ضامن ہوگا تو فقیہ ابوبکر بلخی فرماتے تھے کہ حمامی بالاجماع ضامن ہوگا اور فرماتے تھے کہ امام اعظم رح کے نزدیک اجیر مشترک صرف ایسی صورت مین ضامن نہین ہوتا ہے کہ جب اُس سے درصورت تلف ہونے کے ضمان کی شرط نہ لگا وے اور اگر شرط لگا وے تو ضامن ہوگا۔ اور فقیہ ابوجعفر رح ضمان کی شرط لگانا اور نہ لگانا برابر جانتے تھے اور فرماتے تھے کہ ضمان لازم نہ ہوگی اور فقیہ ابواللیث نے فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہین اور ہم یہی فتوی دیتے ہین یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک شخص حمام مین گیا اور اپنے کپڑے حفاظت کیواسطے حمام والے کو سپرد کر دیے وہ ضائع ہوگئے تو بالاجماع ضامن نہوگا کیونکہ حمامی مستودع تھا اسواسطے کہ پوری اجرت حمام سے انتفاع کے مقابلہ مین تھی ولیکن اگر شرط کر لی کہ اجرت بمقابلہ حفاظت کے ہے تو یہ حکم نہین ہے اور اگر کہا کہ کپڑون کی حفاظت اور حمام سے نفع اُٹھانے کے مقابلہ مین اجرت ہے تو اسوقت مین حکم اختلافی ہوگا اور اگر ایسے شخص کو دیا جو اجرت پر حفاظت کرتا ہے جیسے ثیابی[۲] تو حکم مین اختلاف ہے کذا فی الصغری۔ ایک شخص حمام مین گیا اور حمامی سے پوچھا کہ اپنے کپڑے کہان رکھون اُسنے کسی مقام کا اشارہ کیا اُسنے وہین رکھدیے اور حمام مین گھس گیا اور حمام سے ایک شخص دوسرا نکلا وہ ان کپڑونکو اُٹھا لیگیا اور حمامی نے منع نہ کیا اور گمان کیا کہ یہ اسی کے کپڑے ہین تو حمام والا ضامن ہوگا یہ قول شیخ محمد بن سلمہ و ابونصر الدبوسی کا ہے اور شیخ ابوالقاسم فرماتے تھے کہ ضامن نہوگا اور قول اول اصح ہے یہ محیط مین ہی۔ حمام کا ثیابی[۲] سو گیا اور کپڑے چوری گئے اگر بیٹھے بیٹھے سویا ہو تو ضامن نہوگا اور اگر

[ا] قولہ بعدہ اگر استعمال کی حالت مین تلف ہو تو ضامن ہی اور یہی حکم سب صورتون مین ہی کیونکہ استعمال مین غاصب ہے پھر اتارنے سے غاصب نہ رہا ۱۲۔

[۲] ثیابی کپڑے بچانیوالا و قولہ قلت یعنی امام رح کے قول پر آیا اجیر کی طرح ضامن ہوگا یا مستودع مخالف کیطرح تامل فیہ ۱۲۔

کروٹ سے یا چت سویا ہو تو ضامن ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے۔ قلت عند الاعظم ہل یضمن بحقیقۃ الاجیر ام المستودع تامل فیہ ثیابی اگر حمام میں سے باہر چلا آیا اور کوئی کپڑا ضائع ہوا پس اگر ثیابی نے اسکو ضائع کرنے کے طور پر چھوڑ دیا ہو تو ضامن ہوگا اور اگر نائی یا حمامی یا اپنے عیال میں سے کسی کے سپرد کیا ہو تو ضامن نہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر کسی شخص نے حمامی کے سامنے کپڑے اُتارے اور اُسکے پاس بحفاظت رکھے بغیر چھوڑ کر حمام میں چلا گیا اور زبان سے کچھ نہ کہا پھر حمام سے نکلا تو نہ پائے پس اگر حمامی کے پاس کوئی ثیابی نہو تو حمامی ویسا ضامن ہوگا جیسا کہ مستودع ضامن ہوتا ہے کیونکہ اُس کے سامنے رکھدینا استحفاظ ہے ایسا ہی محمد بن سلمہ نے فرمایا ہے اور شیخ الاسلام خواہرزادہ نے فرمایا کہ اسی پر فتویٰ دیا جاوے کذا فی الفتاوی العتابیہ اور اگر حمامی کے یہان ثیابی ہو مگر اسوقت حاضر نہ تھا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر حاضر ہو تو حمامی ضامن نہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے آکر اپنے کپڑے ایک شخص کے پاس رکھدیے کہ جو وہان بیٹھا ہوا تھا اس نے نہ قبول کیے اور نہ انکار کیا کہ میرے پاس مت رکھ تو درصورت تلف ہوجانے کے وہ شخص ضامن ہوگا کیونکہ عرفاً یہ معاملہ استحفاظ ہے یہ حاوی میں ہے ایک عورت زنانہ حمام میں نہانے گئی اور اپنے کپڑے جس مقام پر برہنہ ہوتے ہین اُتار کر داخل ہوئی اور حمامیہ یعنی جو عورت حمام[1] کی مالک تھی وہ ان کپڑون کو دیکھ رہی تھی پھر وہ حمامیہ عورت کے پیچھے پیچھے حمام مین اسواسطے پانی لینے گئی کہ اپنی دختر کے بچہ کو نہلادے اور اُسکی بیٹی اور بچہ حمام کی دہلیز پر تھی کہ وہان سے اپنی مان کو دیکھتی تھی پھر اس عورت کے کپڑے گم ہوگئے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر عورت کے کپڑے حمامیہ و اسکی بیٹی دونون کی آنکھ سے غائب ہوگئے ہون تو حمامیہ ضامن ہوگی ورنہ نہین یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ زید حمام سے نکلا اور ثیابی سے کہا کہ میرے کپڑون مین تھیلی مین درم تھے وہ ضائع ہوگئے پس اگر ثیابی نے اقرار نہین کیا ہے تو اُسپر ضمان نہین اور اگر اقرار کیا پس اگر انکو اسطرح چھوڑ گیا ہے کہ ضائع ہوجاوین تو ضامن ہوگا اور اگر اُسنے تضییع نہین کی تو اسکا حکم ہمنے دھوبی کے مسئلہ مین ذکر فرمایا ہے یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ امام محمد رح نے کتاب الاصل مین فرمایا کہ چرواہا اگر اجیر خاص ہوا اور بکریون مین سے کوئی بکری مرگئی حتے کہ ضامن نہوا تو اجرت مین سے اُسکے حساب سے کچھ کم نہ کیا جائیگا مگر موجر کو یہ اختیار ہوگا کہ بجاے اُسکے دوسری بکریان چرانے کے واسطے اسکو مکلف کرے اور اگر ان بکریون مین سے چرانے یا پانی پلانے مین کچھ بکریان مرگئین تو اجیر خاص ضامن نہوگا یہ سب اجیر خاص ہونے کی صورت مین ہے اور اگر اجیر مشترک ہو تو جسقدر بکریان مرجاوین بالاجماع انکا ضامن نہوگا اور یہ حکم اسوقت ہے کہ بکریون کا مرنا دونون کی باہمی تصدیق یا گواہی سے ثابت ہوا اور اگر اختلاف ہوا کہ چرواہے نے مرنے کا

---

[1] یعنی جس کے قبضہ مین حمام تھا ۱۲ منہ

دعوی کیا اور مالک نے انکار کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک چرواہے کا قول قبول ہوگا اور صاحبین کے نزدیک بکریونکے مالک کا قول مقبول ہوگا۔ اور اگر چرواہا بکریونکو چراگاہ کی طرف لیچلا اور راہ مین کوئی بکری مرگئی مگر اسکے ہانکنے مین نہین مری بلکہ اور وجہ سے مثلاً پہاڑ پر چڑھی یا کسی بلند مقام پر چڑھ کر وہان سے گر کر مرگئی تو امام اعظم رح کے نزدیک اجیر پر ضمان نہوگی اور صاحبین کے نزدیک ضمان لازم ہوگی اسی طرح اگر کسی نہر پر انکو پانی پلانے لایا اور کوئی بکری ڈوب گئی تو بھی یہی اختلافی حکم ہی۔ اسیطرح اگر اسمین سے بھیڑیا لیگیا یا چور لیگیا تو بھی اختلاف ہے اور اگر اُسکے ہانکنے سے مری مثلاً اُسے تیز ہانکا اور لغزش کھا کر اُسکا پاؤن ٹوٹ گیا یا گر پڑی اور گردن ٹوٹ گئی تو تینون اماموں کے نزدیک بالاتفاق چرواہا ضامن ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر بھیڑیے نے کوئی بکری کھالی حالانکہ چرواہا وہین تھا پس اگر ایک سے زیادہ کئی بھیڑیے ہون تو ضامن نہوگا کیونکہ یہ مثل سرقہ غالبہ کے ہے اور اگر ایک بھیڑیا ہو تو ضامن ہوگا یہ وجیز کردری مین ہی۔ اگر گائے کے چرواہے نے گاؤن کو ہانکا اور انھون نے ہانکنے مین[1] باہم ایک دوسرے کے سینگ مارے اور بعض نے بعض کو مار ڈالا پس اگر اجیر کسی شخص کا اجیر خاص ہو تو ضامن نہ ہوگا اور اگر چند لوگون کا چرواہا اجیر مشترک ہو تو ضامن ہوگا اسیطرح اگر چرواہا ایک شخص کا اجیر خاص ہو مگر گائین چند لوگون کی ہون تو بھی جو گائے اسکے ہانکنے مین تلف ہوئی اُسکا ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی چرواہے نے اگر کسی بکری کو مارا اور اُسکی آنکھ پھوٹ گئی یا پاؤن ٹوٹ گیا یا اُسکے جسم سے کچھ تلف ہوگیا تو ضامن ہوگا۔ اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ امام اعظم رح کے قول پر ہے اور صاحبین کے قول کے قیاس پر اگر بکری کو موضع معتاد پر عادت کے موافق مارا ہے تو ضامن نہونا چاہیے۔ اور بعض نے کہا کہ چاہیے کہ یہ لحاظ کیا جاوے کہ ایسی چیز سے مارے جس سے بکریون کو مارتے ہین اور یہ بالاجماع ہے کذا فی الظہیریہ پس اگر بکری کو لاٹھی سے مارا تو سب کے نزدیک ضامن ہوگا۔ اور واضح ہو کہ چرواہے کو اختیار ہے کہ خود چراوے یا اُسکا شاگرد یا اجیر یا اہل وعیال مین سے کوئی چراوے اور اگر چرواہے نے سوائے اُن لوگون کے کسی غیر کو حفاظت کیواسطے دیدین تو درصورت ضائع ہونے کے ضامن ہوگا یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور چرواہی کو اختیار ہے کہ بکریان اپنے غلام یا اجیر یا بالغ بیٹے کے ہاتھ جو اس کے عیال مین ہے روانہ کرے پس اگر واپسی مین راہ مین کوئی بکری مرگئی پس اگر چرواہا اجیر مشترک ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک بہرحال مین اُسپر ضمان واجب نہین ہے اور صاحبین کے نزدیک اگر ایسی وجہ سے تلف ہوئی کہ جس سے احتراز ممکن تھا تو ضامن ہوگا چنانچہ اگر خود واپس لاتا اور ایسے سبب سے تلف

[1] یعنی جلدی کیا مین جبکہ باہم ایک نے دوسرے کو سینگون سے ہٹایا ۱۲ منہ

ہو جاتی تو ضامن ہوتا۔ اور اگر چرواہا اجیر خاص ہو تو ہر حال مین اُسپر ضمان نہین ہے چنانچہ اگر خود واپس لاتا اور اُسکے ساتھ مین تلف ہوتی تو ضامن نہ ہوتا اور امام زاہد شیخ احمد طواویسی نے فرمایا کہ اجیر مشترک کو یہ بھی اختیار ہے کہ ایسے شخص کے ہاتھ واپس کرے جو اُسکے عیال مین نہین ہی اور اجیر خاص کو یہ اختیار نہین ہے اور حاکم مہروبہ نے دونون کو یکسان قرار دیا اور فرمایا کہ دونون کو یہ اختیار نہین ہے یہ محیط مین ہی مشترک چرواہے نے اگر سب کی بکریان باہم خلط کر دین پس اگر جدا کرنے پر قادر ہے مثلاً ہر ایک کی بکریان پہچانتا ہے تو اُسپر ضمان لازم نہ ہوگی اور ہر ایک کی بکریون کی تعیین کے بارہ مین اُسی کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر جدا کرنا ممکن نہین ہی مثلاً کہتا ہے کہ مین ہر ایک کی بکریان نہین پہچانتا ہون تو بکریون کی قیمت کا ضامن ہوگا اور مقدار قیمت مین چرواہے کا قول قبول ہوگا اور بکریون کی قیمت وہ معتبر رکھی جاوے گی جو خلط ملط کرنے کے روز تھی اور یہ حکم بر اصل امام اعظم کچھ مشکل نہین ہے اور صاحبین کے قول کے موافق مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور بعض نے کہا کہ خلط ملط کرنے کے روز کی قیمت صاحبین کے نزدیک بھی لیجاویگی اور یہی صحیح ہے اور اگر بعض لوگون نے دعوی کیا کہ یہ چند بکریان ہماری ہین تو چرواہے سے قسم لیجاویگی کہ یہ بکریان اسکی نہین ہین کیونکہ چرواہے پر ایسے امر کا دعوی کیا گیا ہی کہ اگر اُسکا اقرار کرے تو اسکے ذمہ لازم ہو جاوے پس جب اُسنے انکار کیا تو قسم لیجاویگی پس اگر اُسنے قسم کھالی تو بری ہوگیا اور اگر نکول[1] کیا تو مدعی کو ان کی قیمت ادا کرے یہ ذخیرہ مین ہے۔ شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بکریان ایک شخص کے گلہ مین خلط کر دین اور ایک مدت تک مخلوط رہین اور بکریون کے مالک نے گمان کیا کہ وہ شخص بلا اجازت حفاظت کرتا ہی تو شیخ رح نے فرمایا کہ اگر وہ شخص اجرت پر حفاظت کرنے مین مشہور ہو تو اُسی کا قول قبول ہوگا اور بکریون والے پر اُسکی حفاظت کرنے کی اجرت واجب ہوگی یہ حاوی مین لکھا ہی۔ اگر چرواہے کو خوف ہوا کہ یہ بکری مرجاویگی اُسنے ذبح کر دی تو استحساناً بعض مشائخ نے فرمایا کہ ضامن نہوگا بشرطیکہ اسکی زندگی سے ناامیدی ہو اور اگر اسکی زندگی کی امید ہو تو صدر الشہید نے اپنے واقعات کے باب اول شرکت مین لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے دوسرے شخص کی بکری جس کی زندگی کی امید نہین ہے ذبح کر دی تو ضامن ہوگا اور چرواہا ضامن نہوگا پس اجنبی اور چرواہے مین فرق کیا اور فقیہ ابو اللیث نے دونون کو یکسان کر دیا اور کہا کہ جسطرح چرواہا ضامن نہین ہوتا ہے اُسی طرح اجنبی بھی ضامن نہ ہوگا اور یہی صحیح ہے یہ خلاصہ مین ہی۔ اگر ایک شخص نے دیکھا کہ زید کی بکری گر پڑی اور اُسکے مرجانے کا خوف ہوا اُسنے ذبح کر ڈالی تو استحساناً ضامن نہوگا اور فتوے کے واسطے

---

[1] نکول قسم کھانے سے انکار کرنا ۱۲

یہ مختار ہے کہ ضامن ہوگا اور اگر چرواہے و مالک مین اختلاف ہوا مالک نے کہا کہ تو نے اُس کی زندگی کی حالت مین ذبح کیا ہے اور چرواہے نے کہا کہ نہین بلکہ مردگی کی حالت مین ذبح کیا ہی تو چرواہے کا قول قبول ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی اگر مالک نے کہا کہ اسکو ذبح کر ڈال بشرطیکہ اُسکے پیٹ مین بچہ نہووے چرواہے نے کہا کہ یقیناً جانتا ہون کہ اُسکے پیٹ مین بچہ نہین ہی پھر جب ذبح کیا تو بچہ نکلا تو چرواہا ضامن ہوگا یہ خلاصہ مین ہی۔ اگر کوئی گائے بیمار ہوئی اور چرواہے کو اُسکے مرنے کا خوف ہوا اُس نے ذبح کر دی تو ضامن نہوگا اور اگر نہ ذبح کی یہانتک کہ مرگئی تو بھی ضامن نہوگا یہ سراجیہ مین ہی۔ اور اگر بکریونکے مالک نے چاہا کہ اسقدر بکریان بڑھاوے جن کو چرواہا سنبھال سکتا ہے تو اسکو یہ اختیار ہے۔ اور اگر بکریون کے مالک نے آدھی بکریان فروخت کر دین پس اگر چرواہے کو ایک ماہ کے واسطے اس شرط سے مقرر کیا ہو کہ میری بکریون کی چرواہی کرے تو اسکی اجرت مقررہ کچھ کم نہین کر سکتا ہے اور اگر ایک مہینہ تک خاص ان بکریون کے چرانے کے واسطے مقرر کیا ہو تو قیاساً اُسکو ان بکریون مین زیادہ کرنے کا اختیار نہین ہے ولیکن استحساناً فرمایا کہ جسقدر سنبھال سکتا ہو اتنی بڑھاوے ولیکن سوائے اس کام کے کسی دوسرے کام کی تکلیف نہین دیسکتا ہے۔ اور فرمایا کہ اگر بکریون کے بچے پیدا ہون تو بکریون کے ساتھ بچون کا چرانا چرواہے پر واجب ہوگا یہی حکم قیاساً واستحساناً دونون طرح ہے اور اگر مستاجر نے ایک مہینہ کے واسطے اجیر نہین کیا بلکہ کچھ معدود بکریان اس شرط سے اُسکو دین کہ ایک درم ماہواری پر چراوے تو مستاجر کو ایک بکری بھی زیادہ کرنے کا اختیار نہین ہے اور اگر کچھ بکریان اُنمین سے فروخت کر دین تو اجرت مین سے اسی حساب سے کمی کر دیجاویگی اور اگر بچے پیدا ہوے تو بکریون کے ساتھ انکا چرانا اجیر پر واجب نہوگا مگر بروقت تقرری کے اگر شرط کر دے کہ بکریون کے بچے[1] لے اور بکریونکے ساتھ چراوے تو قیاساً فاسد ہے اور استحساناً جائز فرمایا ہے اور سب صورتون مین بکریونکے مانند اونٹ وگائے وگھوڑے وگدھے وخچرون کا یہی حکم ہے یہ مبسوط مین ہی۔ اور چرواہے کو یہ اختیار نہین ہے کہ بدون مالک کی اجازت کے کسی جانور مادہ پر نر بھنداوے اور گابھن کراوے اور اگر اُسنے ایسا کیا اور کچھ نقصان ہوا تو ضامن ہوگا اور اگر چرواہے نے ایسا نہ کیا بلکہ گلہ مین سے کوئی نر خود ہی کسی مادہ پر پھاند پڑا اور وہ مادہ مرگئی تو چرواہا ضامن نہوگا اور یہ حکم بالاجماع ہے بشرطیکہ چرواہا اجیر خاص ہو اور اگر اجیر مشترک ہو تو بھی امام اعظم رہ کے نزدیک یہی حکم ہے مگر صاحبین کے نزدیک ضامن ہوگا۔ اور اگر گلہ مین سے کوئی جانور وحشت کھا کر بھاگ گیا اور چرواہے نے بدین خیال کہ باقی جانور ضائع نہو جاوین اُس وحشی کا پیچھا نہ کیا تو اُسکو گنجایش ہے اور اُس

[1] قولہ بچے لے یعنی مادیان گابھن کرا دے تاکہ اُنکے بچہ حاصل ہون اور یہ فقط باجازت جائز ہی ورنہ مادہ تلف ہونے مین ضامن ہوگا ۱۲

بھگوڑے کی ضمان لازم نہ آویگی اور یہ بالاجماع ہے بشرطیکہ اجیر خاص ہو اور امام اعظم رح کے نزدیک
اگر اجیر مشترک ہو تو بھی یہی حکم ہے اگرچہ اُسنے بھگوڑے کا پیچھا کرنا اور اُسکی حفاظت کرنی چھوڑ دی
اور ہر دا این ترک حفاظت سے ضامن ہوا کرتا ہے پر یہان ضامن نہونا اسوجہ سے ہے کہ ہر دا این
ترک حفاظت سے ایسی صورت مین ضامن ہوتا ہے کہ بلا عذر ترک حفاظت کرے اور یہان عذر موجود ہے
کہ باقی ضائع نہو جاوین اور صاحبین کے نزدیک ضامن ہوگا اسلیے کہ جس سے احتراز ممکن تھا ایسی
صورت مین ترک حفاظت ثابت ہوتی۔ اور مین نے کتاب کے بعض نسخ مین یون لکھا دیکھا کہ جو جانور
وحشت سے بھاگ گیا اُسکا ضامن نہوگا بشرطیکہ اسکو ایسا شخص بھی دستیاب نہوا ہو جو بھگوڑے کا
پیچھا کرے یا پہونچکر اُسکے مالک کو اس معاملہ کی خبر کرے۔ اور اگر اُسنے کسی شخص کو اجرت پر مقرر کیا
کہ اس بھگوڑے کو پکڑ لاوے تو اُسنے احسان کیا یعنی یہ اجرت مالک پر ادا کرنی واجب نہوگی۔
اور اگر گاے بکریان کئی فرقہ ہوگئین اور سب کی اتباع پر قادر نہوا اُسنے ایک فرقہ کا پیچھا کیا
اور باقیون کی حفاظت چھوڑ دی تو اُسکو گنجایش ہے اور اُسپر ضمان لازم نہ آویگی کیونکہ اُس نے
بعض کا پیچھا کر تا بعذر ترک کیا ہے مگر صاحبین کے نزدیک ضامن ہوگا کیونکہ یہ ایسا عذر ہے کہ
جس کی فی الجملہ احتراز ممکن ہے یہ ذخیرہ مین ہی۔ مگر اُسنے بھگوڑے جانور کے پکڑ لانے کیواسطے
کسی شخص کو با اجرت مقرر کیا تو اُسنے مفت احسان کیا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک شخص نے چرواہا مقرر کیا
اور چراگاہ کا مقام خاص نہ کیا پس اگر اجیر مشترک ہے اور اُسنے کسی مقام پر جہان اسکا جی چاہا گلہ چرایا
اور کوئی جانور ڈوب کر یا درندہ کے گزند وغیرہ سے ہلاک ہوگیا اور مالک نے کہا کہ مین نے تیرے ذمہ
شرط یہ کردی تھی کہ میری بکریان اس مقام کے سوائے دوسرے مقام پر چرانا اور چرواہے نے کہا کہ
نہین بلکہ تونے اسی مقام کو بیان کیا تھا تو بالاجماع مالک کا قول قبول ہوگا اور چرواہے کے
گواہ قبول ہونگے اور اگر چرواہا اجیر خاص ہو تو ایسے اختلاف کی صورت مین مالک کا قول قبول ہوگا
اور اگر چرواہے نے گواہ سنائے تو بالاجماع اسپر ضمان لازم نہ آویگی یہ فتاوی عتابیہ مین ہے۔ اگر
مالک نے کسی خاص مقام پر چرانے کا حکم دیا اور چرواہے نے اُس سے مخالفت کی اور کوئی جانور مرگیا تو
چرواہا ضامن ہوگا اور اسکو کچھ اجرت نہ ملیگی اور اگر بکریان صحیح سالم بچ رہین تو قیاساً اسکو کچھ اجرت
نہ ملیگی مگر استحساناً اجرت واجب ہوگی یہ محیط مین ہی۔ شیخ نجم الائمہ حلیمی سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص
نے اپنے گھوڑے چرواہے کو سپرد کیے کہ مدت معلومہ تک انکی حفاظت کرے اور چرواہے کو چرانے
و حفاظت کرنے کی اجرت دیدی پھر چرواہا کسی اپنے کام مین مشغول ہوگیا اور گھوڑے چھوڑ دیے
اور وہ ضائع ہوگئے پس آیا ضامن ہوگا فرمایا کہ اگر ایسا اشتغال[1] گھوڑے کے چرواہون مین متعارف

[1] اشتغال یعنی رواج ہو کہ چرواہی اس کام مین مشغول ہوا کرتے ہین تو اس چرواہے نے بھی حسب دستور کام کیا پس ضامن نہوگا ۱۲ - ***

ہو تو ضامن نہ ہوگا ورنہ ضامن ہوگا یہ قنیہ مین ہی۔ دو غلی مادیون کے چرواہے نے اگر کمند پھینکی اور گھوڑی کی گردن مین جا پڑی اور اُسنے کھینچی اور وہ مرگئی تو ضامن ہوگا۔ اور اگر مالک کی اجازت سے ایسا کیا تو ضامن نہوگا ایسا ہی کتاب الاصل مین مذکور ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس صورت مین ہے کہ چرواہا اجیر خاص ہو اور اگر اجیر مشترک ہو تو ضامن ہوگا اور عامۂ مشائخ کا یہ مذہب ہے کہ ہر صورت مین اجیر پر ضمان نہین ہے یہ ذخیرہ مین ہے اور ولوالجیہ مین لکھا ہے کہ یہی صحیح ہے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر چرواہے سے شرط ٹھہرائی کہ جو جانور تیرے فعل سے تلف ہوگا اُسکا تو ضامن ہوگا تو جائز ہے اور اس سے عقد اجارہ فاسد نہوگا اور اگر بعد عقد کے یہ شرط لگائی تو شرط صحیح نہ ہوئی اور عقد فاسد نہ ہوا یہی صحیح ہے اور یہی فتوے کے واسطے مختار ہے یہ فتاوی عتابیہ مین ہی۔ اور اگر لوگون نے چرواہے سے یہ شرط ٹھہرائی کہ جو جانور انمین سے مرجائیگا اسکا تو ضامن ہوگا پس اگر عقد اجارہ مین ایسی شرط لگائی ہو تو عقد فاسد ہوگا یہی صحیح و فتوے کے واسطے مختار ہے یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ اگر چرواہا اجیر مشترک ہو کہ پہاڑون مین بکریان چراتا ہو اور مالک نے شرط ٹھہرائی کہ جو مرجاوے اُسکی جسمی نشانی لاکر دکھاوے ورنہ ضامن ہوگا تو ایسی شرط معتبر نہین ہے پھر امام اعظم رح کے نزدیک چرواہے کا قول قبول ہوگا اگرچہ جسمی نشانی نہ لاوے اور صاحبین کے نزدیک ضامن ہوگا اگرچہ جسمی نشانی لاوے ولیکن اگر مرجانے پر گواہ قائم کرے تو بری ہوگا۔ اور ان بکریون مین سے جب تک کہ مالک موجود نہو تب تک مصدق کی سماعت نہ کیجاویگی کہ چرواہے سے صدقہ لیوے اور اگر مصدق نے چرواہے سے زکواۃ لے لی تو چرواہا ضامن نہوگا یہ مبسوط مین ہی اگر بکریون کے مالک نے چرواہے سے کہا کہ مین نے تجھے سو بکریان دی تھین اُسنے کہا کہ نہین بلکہ نوّے بکریان تھین تو چرواہے کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو مالک کے گواہ مقبول ہونگے اور چرواہے کو یہ اختیار نہین ہے کہ بکریون کا دودھ پلاوے یا کھاوے۔ کذا فی المحیط اور تجنیس خواہرزادہ مین لکھا ہے اور فروخت نہین کرسکتا ہے اور اگر اُسنے ایسا کیا تو ضامن ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی اگر چرواہا اجیر خاص ہو تو اُسکو اختیار نہین ہے کہ کسی غیر کی بکریان اجرت پر چراوے اور اگر چرانے پر اُسنے غیر شخص کی نوکری کر لی اور چند مہینے گذر گئے اور پہلے شخص کو معلوم نہ ہوا تو اُسکی اجرت دونون مین سے ہر ایک پر پوری پوری واجب ہوگی اور سب حلال ہوگی اُسمین سے کچھ صدقہ نہ کرے ولیکن چرواہا گنہگار[1] ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور ولوالجیہ مین لکھا ہے کہ بخلاف اسکے

[1] تو گنہگار ہوگا اقول یہ مسئلہ صریح دلیل ہی کہ کسی عقد اجارہ کے صحیح ہونے یا اجرت واجب ہونے سے یہ لازم نہین آتا کہ وہ کام حلال ہو فافہم اور اسکی نظیر یہ ہی کہ اگر پکی قبر بنانے کے لیے مزدور کیا تو اجرت واجب ہوگی اگرچہ معمار کو ایسے خلاف سنت کام مین شرکت جائز نہ تھی ۱۲ منہ

اگر کسی شخص کو ایک روز کے لیے کھیت کاٹنے یا خدمت کیواسطے مقرر کیا اُسنے پہر دو پہر کام کیا پھر کسی دوسرے کی خدمت کی تو پوری اجرت کا مستحق نہ ہوگا اور گنہگار ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور فرمایا کہ اگر اجیر نے مہینہ مین ایک روز یا دو روز معطل بیکار چھوڑ دیے یا بیمار ہو گیا تو اجرت مین سے اُسی حساب سے وضع کر لیا جائے گا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر چرواہے سے شرط لگائی کہ اسقدر جبن و مسکہ میرا ہے اور باقی سب تیرا ہے تو یہ سب شرطین فاسد ہین اور چرواہے نے جو کچھ اُسمین سے لیا ہو اُسکا وہ ضامن ہوگا اور چرواہے کو اجر المثل ملیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر چرواہے نے زید کی بکریان خالد کے قبضہ مین دیدین اُسنے سب مارڈالین اور چرواہے نے اسکا اقرار کیا تو زید کو اختیار ہے کہ چرواہے سے ضمان لے اور خالد سے ضمان نہین لے سکتا ہے اگر خالد نے یہ اقرار نہ کیا ہو کہ جو بکریان میرے قبضہ مین آئی تھین وہ زید کی ملک تھین اور نہ زید اس امر کے گواہ قائم کر سکتا ہے۔ اور اگر زید نے گواہ قائم کیے کہ جو بکریان فی الحال مقبوضہ خالد ہین وہ میری ملک ہین یا خالد نے خود اس امر کا اقرار کیا تو زید کو اختیار ہے کہ اگر خالد کے پاس وہ بکریان بعینہ موجود ہون تو واپس لے لے اور اگر مستہلک ہون تو مالک کو خیار ہوگا کہ چاہے چرواہے سے اسکی ضمان لے یا خالد سے یہ محیط مین ہے اگر چرواہے نے خالد کو دیتے وقت یہ اقرار کیا ہو کہ یہ خالد کی ہین تو پھر چرواہے کا قول خالد کے حق مین مقبول نہ ہوگا۔ یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ ایک گانون والون نے ایک چرواہا مقرر کیا کہ انکی گائے گورو چراتا تھا اور اُن لوگون کے چراگاہ مقرر تھے جسمین گھنے بنیاد اردرخت تھے کہ جنکی وجہ سے چرواہا ہر ایک گائے بیل پر نظر نہین رکھ سکتا تھا اور ایک گائے ضائع ہو گئی تو چرواہا ضامن نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ جو شخص حفاظت کیواسطے اجیر مقرر ہوا ہے وہ حفاظت چھوڑ دینے سے ضامن ہوگا اور ترک حفاظت اسطرح ہوتی ہے کہ ضائع ہو جانے تک اسکی نظر سے چیز غائب رہی ہو یہ غیاثیہ مین ہے۔ عین الائمہ کرابیسی اور شیخ ابو حامد نے فرمایا کہ اگر چرواہے نے کہا کہ مجھے نہین معلوم کہ بیل کہان چلا گیا تو ہمارے زمانہ مین یہ تضییع کا اقرار ہے یعنی خود ضائع کر دینے کا اقرار ہے یہ قنیہ مین ہے۔ جامع الاصغر مین ہے کہ شیخ ابو النصر الدبوسی رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک گرڈریا چراگاہ مین چرانے لیجاتا اور واپسی پر ہر گائے اُسکے مالک کے کوچہ مین چھوڑ دیتا اور مالک کے سپرد نہین کرتا تھا اور بکریان چرانے والا بھی ایسا ہی کرتا تھا۔ پس اگر گائے یا بکری مالک کے گھر پہونچنے سے پہلے ضائع ہو جاوے تو کیا وہ ضامن ہوگا تو شیخ نے فرمایا کہ ضمان لازم نہین ہے اور شیخ بکر بن محمد رح نے فرمایا کہ اگر ایسا فعل اسکی طرف سے مخالفت مین شمار نہو تو ضامن نہوگا یہ حاوی مین ہے۔ گرڈریا یعنی گائے بیل چرانے والے نے کہا کہ مین نے یہ گائے اس گانون مین داخل کر دی تھی حالانکہ اُسکے مالک نے

اسکو گانون مین نہ پایا پھر چند روز بعد پایا مگر مرگئی تھی پس اگر اس گانون کے لوگ اتنے ہی پر راضی تھے کہ چرواہا گانون مین داخل کردے ہر ایک کے مکان پر نہ پہونچا وے تو چرواہے کا قول قبول ہوگا کہ مین نے یہ گاے گانون مین پہونچا دی تھی پس اگر اُسنے اس قول پر قسم کھانے سے انکار کیا تو ضامن ہوگا ورنہ ضامن نہوگا۔ اسیطرح اگر چرواہے نے ہر ہو نکو اس جگہ پہونچا دیا جہان رات کو رہتے ہین یعنی لکڑیان اور بانسون سے گھیر کر ایک احاطہ سا بنا لیتے ہین اسمین رہتے ہین۔ پھر وہان سے کوئی جانور نکل گیا اور ضائع ہوا تو بھی یہی حکم ہے ولیکن اگر شرط ٹھہر گئی ہو کہ ہر ایک کا بیل اُسکے مالک کو پہونچا یا کرے تو ضامن ہوگا۔ یہ وجیز کردری مین ہے۔ منتقی مین لکھا ہے کہ اگر ہر سے چرانے والے نے لوگون سے یہ شرط کرلی کہ جب مین ہرہون کو گانون کے فلان مقام تک پہونچا دون تو مین بری ہون تو شرط جائز ہے اور یہانتک پہونچانے سے وہ بری ہوگا پھر اگر کسی شخص کا بیل مرگیا اور اُسنے بجاے اُسکے دوسرا بیل وہین پہونچا دیا جہان سب ہرہے جمع رہتے ہین اور چرواہا انکو لیگیا تو یہ بیل بھی اُسی شرط سابق سے اُسکے پاس رہیگا یعنی اگر اُسنے گانون کے اُس مقام تک پہونچا دیا تو بری ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے اور لوگون کو اُسکے ساتھ مشارطت نہین چاہیے۔ اور اگر کسی شخص نے اپنا بیل یا گاے وہان بھیجدی اور اُسنے جو شرط چرواہے اور اہل قریہ کے درمیان ہے نہین سنی ہے تو جب تک چرواہا اُسکا جانور اُسکو واپس نہ کرے بری نہوگا اور اگر اُسنے شرط سنی ہے تو استحساناً شرط جائز ہے اور قاضی فخرالدین نے فرمایا کہ جو منتقی مین مذکور ہے اسپر فتوی ہے یہ کبریٰ مین ہے۔ ایک عورت نے ایک شخص کے ہاتھ اپنا بیل ایک چرواہے کے پاس بھیجدیا پھر چرواہے کے پاس وہ ایلچی آیا اور کہا کہ یہ بیل میرا ہے اور لیگیا پھر وہ بیل مرگیا پس اگر عورت نے گواہ قائم کیے تو چرواہے سے ضمان لے سکتی ہے اور چرواہا اُس ایلچی سے نہین لے سکتا ہے بشرطیکہ چرواہے نے باوجود اس علم کے کہ یہ بیل عورت کا ہے ایلچی کو دیدیا ہو اور اگر یہ نہین جانتا تھا تو ایلچی سے واپس لیگا یعنی مال ضمان یہ محیط مین ہے فوائد صاحب المحیط مین لکھا ہے کہ ایک شخص نے اپنا بیل ایک شخص کے ہاتھ ایک چرواہے کے پاس بھیجا اُسنے لاکر چرواہے سے کہا کہ فلان شخص نے یہ بیل تیرے پاس بھیجا ہے اُسنے جواب دیا کہ تو اسکو لیجا مین نہین لیتا ہون وہ لیگیا اور بیل مرگیا تو چرواہا ضامن ہوگا کیونکہ جب ایلچی چرواہے کے پاس پہونچا یا تو رسالت تمام ہوگئی پس چرواہا امین[1] قرار پایا اور مستودع کو یہ اختیار نہین ہے کہ اجنبی کے پاس ودیعت رکھے یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ ایک گانون کے لوگون نے اپنے

---

[1] قولہ امین قرار پایا قول یہ مشکل ہے اسواسطے کہ اس صورت مین لازم آوے گا کہ ودیعت مین مستودع کا قبول کرنا شرط نہو بلکہ کرنا معتبر نہو حالانکہ اسکا کوئی قائل نہین ہے ۱۲

اپنے گدھے ایک چرواہے کو دیے مگر آپس مین کہا کہ ہم اس چرواہے کو پہچانتے نہین ہین یہ سمجھکر ایک آدمی اُسکے ساتھ گیا راہ مین چرواہے نے اُس آدمی سے کہا کہ تو ان گدھون کے ساتھ رہ تاکہ مین یہ گدھا لیجا کر اُسپر یہ چیز لادلاؤن یہ کہکر وہ گدھا لیکر معلوم نہین کہان چلا گیا تو وہ شخص جو ساتھ کیا گیا تھا ضامن نہوگا یہ غیاثیہ مین ہی۔ ہرسے چرانیوالا باقورہ مین سے بیل کا گلہ غائب ہوگیا اور باقورہ ایک شخص کی کھیتی مین گھس پڑا اور کھیتی خراب کردی تو بقار ضامن نہوگا ہان اگر بقار نے باقورہ کو کسی شخص کی کھیتی مین ڈال دیا یا گانون سے باہر ہانک کر ساتھ لیجاتا تھا کہ گلہ کسی شخص کی کھیتی مین جا پڑا یا اسکے ہانکنے مین کسی شخص کا مال تلف کردیا تو بقار ضامن ہوگا یہ خزانۃ الفتاوے مین ہی گلہ مین سے ایک بکری ایک برتن بیچنے والے کی دوکان مین گھس پڑی اور چرواہا دوکان پر اُسکو ہانکنے گیا اور ہانکنے مین گھڑے برتن پھوٹ گئے تو چرواہا ضامن ہوگا کیونکہ اُسکے ہانکنے مین ٹوٹے ہین یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ ایک گانونکے لوگ اپنے چارپائے نوبت بنوبت چراتے ہین پھر ایک شخص کی نوبت مین ایک بیل کھوگیا تو شیخ ابراہیم بن یوسف نے فرمایا کہ جو شخص اجیر مشترک کو ضامن کہتا ہے اُسکے موافق یہ شخص ضامن ہوگا اور یہی صحیح ہے کیونکہ اس امر پر فتوی ہے کہ جو شئے اجیر مشترک کی حرکت سے ضایع ہو اُسکا ضامن ہوتا ہے اسکے سوائے ضامن نہین ہوتا ہے یہ کبرے مین ہے قلت تعلیل بارد۔ شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک گانون کے لوگون نے باہم اتفاق کرلیا کہ ہر روز ایک آدمی ہم مین سے چارپایہ گلہ کی حفاظت کیا کرے پھر ایک روز ایک شخص کی باری تھی اُسنے زید کو گلہ کی حفاظت کیواسطے اجیر مقرر کرلیا اجیر گلہ کو جنگل مین لایا اور اپنے گھر مین کھانا کھانے کیواسطے گھس گیا انمین سے کچھ جانور ضایع ہوے تو کون ضامن ہوگا۔ شیخ رحہ نے فرمایا کہ اگر اجیر کے غائب ہونے کی حالت مین ضایع ہوے تو اجیر ضامن ہے کیونکہ اُسنے نگہبانی چھوڑدی اور اگر اُسکے واپس آنے کے بعد ضایع ہوے تو ضامن نہوگا کیونکہ واپس آنے سے اُسنے مخالفت سے وفاق کی طرف رجوع کرلیا ہے پس ضمان سے نکل گیا اور جسکا شخص کی باری تھی وہ کسی حال مین ضامن نہوگا یہ فتاوے نسفی مین ہی اور یہ حکم اسوقت ہی کہ جب ہر ایک نے اپنی ذاتی حفاظت کی شرط نہ کرلی ہو اور اگر یہ شرط کرلی ہو کہ خود حفاظت کرے تو دوسرے کو دیدینے سے ضامن ہوگا۔ اور اجیر مشترک اس مسئلہ مین جبھی ضامن ہوگا کہ گلہ کے ساتھ اپنے عیال مین سے کسی کو نہ چھوڑ جاوے اور اگر کسی کو عیال مین محافظ چھوڑا ہو تو وہ کسی حال مین ضامن نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی ایک چرواہا اجرت پر چرایا کرتا تھا اُسنے گلہ ایک شخص کے پاس حفاظت کیواسطے چھوڑدیا اور خود گانون مین اس غرض سے گیا کہ جو جانور پیچھے چھوٹ گئے ہین اُنکو ہانک لاوے یا کسی حاجت ذاتی کیواسطے گیا اتنے مین جو جانور باہر تھے

انہین سے بعضے تلف ہوے تو مشایخ نے فرمایا کہ اگر محافظ اُسکے عیال مین سے نہو تو ضامن ہوگا ورنہ ضامن نہ ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ بقار نے اگر گائے بیل کا گلہ کسی اجنبی کے پاس حفاظت کیواسطے چھوڑ دیا تو کیا ضامن ہوگا فرمایا کہ تھوڑی دیر تک جیسے پیشاب کرنے لگا یا کھانا کھانے لگا یا وضو کرنے لگا اتنی دیر تک چھوڑ دیا تو ضامن نہ ہوگا کیونکہ اسقدر عفو ہے یہ فصول عادیہ مین ہی۔ بقار نے گلہ کو ایک لڑکے کی حفاظت پر چھوڑ دیا اور پانی پلانے کیوقت ایک گائے کسی آفت کی وجہ سے تلف ہوگئی پس اگر لڑکے سے حفاظت ہوسکتی تھی تو ضامن نہوگا اور اگر نہین ہوسکتی تھی تو گویا اُسنے بلا محافظ چھوڑا پس ضامن ہوگا۔ یہ جواہر الفتاوے مین ہے۔ گائے بیل کا گلہ ایک پل پر گذرا اور ایک بیل کا پاؤن ایک سوراخ مین جا پڑا اور ٹوٹ گیا یا کوئی گائے پانی مین گرکر غرق ہوگئی اور تلف ہوگئی تو بقار ضامن ہوگا اگرچہ اسکے ہانکنے سے ایسا نہین ہوا بشرطیکہ اُس سے حفاظت ممکن[ل] ہو یہ وجیز کردری مین ہی۔ ایک بقار نے گلہ دوسرے شخص کی حفاظت مین چھوڑ دیا اور ایک گائے تلف ہوگئی کہ اسکو ایک بھیڑیا کھا گیا تو ضامن نہوگا بشرطیکہ اپنے عیال مین سے کسی کے ہاتھ حفاظت پر چھوڑ دیا ہو ایک بقار نے گلہ کو ویسے ہی ضایع چھوڑ دیا اور خود گھر کو چلا گیا اور وہان سے اپنی جورو کو حفاظت کے واسطے بھیجدیا اُسنے شام تک حفاظت کی پھر معلوم ہوا کہ ایک گائے نہین ہے اور یہ نہین معلوم کہ کس وقت غائب ہوگئی تو بقار ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتیین مین ہے اگر بازار کی حفاظت کے واسطے ایک چوکیدار اجارہ لیا اور بازاریون سے چوکیداری کی اجرت حسب حصہ وصول کرلی تو آیا چوکیدار کے حق مین یہ چوکیداری کا مال حلال ہے پس اگر انکے رئیس نے چوکیدار کو اجارہ پر مقرر کیا ہو تو اُسکا عقد اجارہ سب کے حق مین نافذ ہوگا اگرچہ مکروہ جانتے ہون یہ ظہیریہ مین ہی

فصل ثانی - متفرقات کے بیان مین۔ نوازل مین لکھا ہے کہ ایک شخص نے صیقل گر کو اپنی تلوار مع نیام صیقل کرنے کیواسطے دیدی اور وہ چوری گئی تو نیام کا ضامن نہوگا یہ محیط مین ہی۔ میرے دادا شیخ الاسلام برہان الدین کے فوائد مین ہے کہ مصحف مجید ایک وراق کو جلدسازی کیواسطے دیا اُسنے ساتھ لیکر سفر کیا اور چورون نے اس کو چھین لیا پس آیا ضامن ہوگا فرمایا کہ ہان اور میرے چچا نظام الدین نے فرمایا کہ مین نے ظاہر فقہ پر اعتماد کرکے کہ جب مستودع مال ودیعت کو لیکر سفر کرتا ہے تو ضامن نہین ہوتا ہے یہ حکم دیا کہ ضامن نہ ہوگا اور یہ نہ کہا جاوے کہ مستودع تو باجرت مستودع ہو پس ضامن ہوگا کیونکہ یہ اجرت بمقابلہ حفاظت نہین ہے ولیکن شیخ نے اچھی فقاہت کیطرف

[ل] ممکن یعنے بظاہر اسباب ایسی صورت وہان نظر آتی تھی کہ جس سے ٹانگ نہ ٹوٹے یا گائے پانی مین نہ گرے اور اگر فقط یوں طبیعت تقصیر تھا جو وہ عمل مین لا یا تو ضامن نہ ہوگا ۱۲

اشارہ کیا کہ ضامن ہونا واجب ہے کیونکہ جب ودلیعت بلا اجرت ہوتی ہے تو اسوجہ سے ضامن نہین ہوتا ہے کہ اس صورت مین کوئی عقد نہین ٹھہرا ہوتا ہے کہ جس سے حفاظت کیواسطے کوئی جگہ متعین ہوجاوے اور جو ودلیعت باجرت ہوتی ہے اسین حفاظت کی جگہ متعین ہوجاتی ہے اور اس مسئلہ مین اُسنے حفاظت کیواسطے صریح حکم نہین دیا مگر اجارہ کی ضمن مین ضمناً حکم کیا ہے اور اجارہ مین مکان عقد معتبر ہوگا پس جو اسکے ضمن مین ہو اسین بھی یہی ہوگا اس واسطے ضامن[1] ہونا چاہیے یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ ایک شخص نے سونار کو سونا دیا کہ اسکا فسوج کنگن تیار کردے اسکو فسوج کام بنانا نہین آتا تھا اسواسطے اُسنے سونا گلا بڑھا کر دوسرے کو بنانے کیواسطے دیدیا اُسکے پاس سے چوری گیا پس اگر دوسرا کاریگر پہلے کاریگر کا تلمیذ یا اجیر نہ تھا اور مالک کے حکم سے بھی پہلے نے اُسکو نہین دیا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ دونون مین سے جس سے چاہے ضمان لے اور یہ صاحبین کے نزدیک ہے اور امام اعظم رہ کے نزدیک فقط پہلا ضامن ہوگا اور اگر دوسرے نے بیان کیا کہ کام بنانے کے بعد اُسکے پاس سے چوری گیا ہے تو ضامن نہوگا مگر کام کرنے تک اُسکا قبضہ[2] ضمان ہے یہ کبرے مین ہے۔ اگر دھوبی و درزی و جولاہہ وغیرہ اجیر مشترک ہو تو کام بنا کر واپس کرنا اجیر کے ذمہ ہی بخلاف اسکے اگر غلام یا چوپایہ وغیرہ کسی شخص سے اجرت پر لیا اور مستاجر کام سے فارغ ہوا تو واپس لینا غلام یا جانور کے مالک کے ذمہ ہے یہ محیط مین ہے۔ تیم[3] بان اجیر مشترک ہوتا ہے حتے کہ اگر تیم سے کوئی چیز ضائع ہوجاوے تو صاحبین کے نزدیک ضامن ہوگا اور یہ اسوقت ہے کہ حجرہ کی خارج سے ضائع ہوا اور اگر داخل حجرہ سے ضائع ہو مثلاً چور نے سیندھ لگا کر چورا لیا تو اصح قول کے موافق ضامن نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ نخاسی اجیر مشترک ہوتا ہے کہ اگر باندی یا غلام بدون اُسکے فعل کے اُسکے پاس سے ضائع ہوجاوے تو امام اعظم رہ کے نزدیک ضامن نہ ہوگا اسی طرح دلال بھی اجیر مشترک ہوتا ہے چنانچہ اگر دلال نے کسی شخص کو دکھلانے کے واسطے دوکاندار کا کپڑا دیدیا تاکہ خریدے وہ شخص کپڑا لیکر بھاگ گیا اور دلال نے اُسکو نہ پایا تو ضامن نہ ہوگا۔ اور اگر دلال کے ہاتھ مین ایک کپڑا تھا اُس سے ایک شخص نے کہا کہ یہ کپڑا میرا ہے چوری گیا تھا اور دلال نے یہ سنتے ہی دوکاندار کو جس سے لیا تھا حوالہ کردیا تو دلال ضمان سے بری ہوگیا یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک شخص نے رنگریز کو کچھ ابریشم دیا کہ اسکو مثلاً ایک درم مین ایسا رنگ دے پھر رنگریز سے کہا کہ میرا ابریشم نہ رنگنا بلکہ مجھے واپس کردے اُسنے واپس نہ کیا پھر وہ تلف ہوگیا تو رنگریز ضامن نہوگا

---

[1] قولہ ضامن ہونا الخ اور نسخہ موجودہ اصل مین ہو کہ ضامن نہوگا، میرے نزدیک غلط ہے ۱۲ منہ [2] قولہ قبضہ ضمان یعنی جب تک کام بنانے مین فارغ ہونے سے پہلے اسکے قبضہ مین ہے تب تک اُسکے قبضہ مین ضمان کے طور پر ہے حتی کہ ضامن ہوگا اگر تلف ہو ۱۲ [3] تیم بان جو شخص حفاظت کے لیے مقرر ہو ۱۲ - + + + + + + + + + -

یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ کحال نے اگر کسی شخص کی آنکھ مین دوا ڈالی اور اُسکی بینائی جاتی رہی تو ضامن نہوگا جیسے ختان[۱] ضامن نہین ہوتا ہے ولیکن اگر کحال نے غلط کام کیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر عمداً اُسنے غلط کیا ہے تو ضامن ہے پس اگر دو شخصون نے یہ کہا کہ اسکو اس کام کی لیاقت نہین ہے اور یہ نقصان اُسی کی بدلیاقتی سے واقع ہوا اور دو آدمیون نے کہا کہ اسکو لیاقت ہے تو کحال ضامن نہ ہوگا اور اگر کحال کیطرف ایک شخص ہوا اور اُسکے مخالف دو شخص ہون تو ضامن ہوگا۔ اور جنایات مجموع النوازل مین لکھا ہے کہ اگر ایک شخص نے کحال سے یہ شرط لگائی کہ دوا کر بدین شرط کہ بینائی جاتی نہ رہے پھر بینائی جاتی رہی تو ضامن نہوگا۔ یہ خلاصہ مین ہی۔

باب ۲۹

انتیسواں باب۔ اجارہ مین وکیل مقرر کرنے کے بیان مین۔ اگر ایک شخص نے زید کو وکیل کیا کہ فلان مکان معین اتنے کرایہ پر میرے واسطے اجارہ دے اُسنے ایسا ہی کیا تو مالک مکان کرایہ کا مطالبہ وکیل سے کریگا اور وکیل موکل سے طالب ہوگا۔ اور وکیل کو اختیار ہے کہ اپنے موکل سے اجرت طلب کرے اگرچہ ہنوز مالک مکان نے وکیل سے مطالبہ نہ کیا ہو اور اگر مالک مکان نے وکیل کو کرایہ ہبہ کر دیا تو صحیح ہے اور وکیل کو اختیار ہے کہ موکل سے کرایہ کا مطالبہ کرے۔ یہ ذخیرہ مین ہی اور اجارہ فاسدہ مین وکیل ضامن نہ ہوگا اور اجر المثل مستاجر کے ذمہ واجب ہوگا۔ اور اگر اجارہ طویلہ ہو تو فسخ اجارہ کیوقت وکیل سے مال اجارہ کا مطالبہ کیا جائیگا یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اجارہ کے وکیل نے اگر کرایہ والا مکان مستاجر سے خود کرایہ لیا تو نہین جائز ہے کیونکہ اس صورت مین وہ شخص موجر و مستاجر دونون ہو جاتا ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ علماء نے پہلے ایسا فتوے دیا تھا پھر منقول ہے کہ انھون نے اس سے رجوع کر کے جواز کا فتوے دیا یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ موکل نے اگر موجر سے اجارہ فسخ کیا تو فسخ ہو جائیگا اور آیا موکل کو وکیل سے مال اجارہ واپس لینے کا اختیار ہے یا نہین تو قاضی امام بدیع الدین نے فرمایا کہ نہین ہے کیونکہ یہ فسخ اسکے حق مین ظاہر نہین ہوا اور تتمیہ مین لکھا ہے کہ شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا کہ زید نے عمرو کی زمین خالد کو کرایہ دیدی اور عمرو نے سنکر کہا کہ مین اس عقد کی اجازت نہین دیتا ہون پھر چند روز بعد کہا کہ مین نے اجازت دیدی تو آیا جائز ہے یا نہین فرمایا کہ اگر اُسنے رد کر دیا تو پھر اجازت نہین دے سکتا ہے شیخ رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ یہ سوال کا جواب نہین ہے اور جواب یہ ہے کہ ہمارے نزدیک یہ قول عقد کا رد کر دینا ہے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر ایک شخص اسواسطے وکیل تھا کہ فلان گھر دس درم پر کرایہ لے اُسنے پندرہ درم پر کرایہ لے کر موکل کو دیدیا اور کہا کہ مین نے فقط دس درم پر کرایہ لیا ہے تو موکل پر کرایہ واجب نہوگا اور وکیل پر

[۱] ختنہ کرنے والا ۱۲ ـ + + + + + + + + ـ

مالک کا کرایہ واجب ہوگا اور یہ مسئلہ اس امر کی دلیل ہے کہ تعاطی سے اجارہ منعقد نہین ہوتا ہے
یہ ذخیرہ مین ہے۔

تیسوان[۳۰] باب۔ اجارہ طویلہ مرسومہ بخارا کے بیان مین۔ اجارہ طویلہ جسکا بخارا کے لوگون مین
معمول ہے یون ہے کہ وہ لوگ اپنا گھر یا زمین مثلاً ہمیشہ تیس برس کے واسطے اجارہ دیتے ہین مگر
ہر آخر سال مین سے تین روز کا استثنا کرتے ہین اور انتیس[۲۹] سال مین ہر سال کا کرایہ کچھ قلیل
رکھتے ہین اور باقی سب کرایہ اخیر سال اجارہ کے مقابلہ مین قرار دیتے ہین۔ اور مشائخ نے اسکے
جواز مین اختلاف کیا ہے بعضون نے کہا کہ امام اعظم رح کے نزدیک نہین جائز ہے کیونکہ یہ ایک
اجارہ ہے کہ جسمین تین روز سے زیادہ شرط خیار ہے کہ جس سے اجارہ فاسد ہوتا ہے۔ اور بعضون نے
کہا کہ یہ بالاتفاق جائز ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ یہ استثنا در حقیقت شرط خیار نہین ہے بلکہ
ہر سال کے آخر مین ان ایام کو اجارہ سے مستثنیٰ کر لیا ہے کہ ان ایام مین حکم اجارہ ثابت نہین
اور نہ یہ اجارہ مین داخل ہین یہ محیط سرخسی مین ہے۔ پھر جن مشائخ نے اسکے جواز کا فتوے
دیا ہے انمین اختلاف ہے کہ اجارہ ایک ہی عقد شمار ہوگا یا عقود مختلفہ شمار ہونگے بعضون نے
کہا کہ عقود مختلفہ شمار ہونگے تاکہ ایک ہی عقد مین مدت خیار کا تین روز سے بڑھ جانا لازم نہ آوے
کہ جس سے امام اعظم رح کے نزدیک عقد فاسد ہوتا ہے اور بعضون نے کہا کہ ہم اسکو ایک ہی عقد شمار
کرینگے کیونکہ اگر عقود مختلفہ شمار کرین تو سواے ایک عقد اول کے باقی عقود مضافہ ہونگے
اور اجارہ مضافہ مین بہ تعجیل[۱] و بالشرط مال اجارہ کا مالک نہین ہوتا ہے حالانکہ غرض ایسے
اجارہ سے فی الحال ملکیت اجرت ہے کذا فی المحیط اور اس خلاف کا ثمرہ ایسی صورت مین ظاہر
ہوگا کہ مثلاً ایک یتیم[۲] کا مکان تین برس کیواسطے اجارہ دیا تو پہلے دوسرے برس کی اجرت اسکے
اجر المثل سے کم ہوگی اور اگر یتیم کے واسطے اجارہ لیا تو تیسرے برس کی اجرت اسکے اجر المثل
سے بڑھ جاویگی پس تیسرے سال مین اجارہ فاسد ہوگا پس جسکے نزدیک یہ عقد ایک ہی ہے
اسکے نزدیک گذشتہ سال کا اجارہ بھی فاسد ہوا اور جسکے نزدیک عقود مختلفہ ہین اسکے نزدیک
فساد متعدی نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور امام صدر الشہید نے فرمایا کہ میرے نزدیک
صحیح یہ ہی کہ بہ تعجیل بالشرط تعجیل اجرت کے مالک ہونے کے حق مین تو یہ عقد مثل عقد واحد کے
شمار کیا جاوے اور باقی احکام مین مثل عقود مختلفہ کے شمار ہوگا۔ اور نابالغ کے مکان کے
اجارہ دینے مین یہ حیلہ ہے کہ تمام مال اجارہ بمقابلہ اخیر سال کے قرار دیا جاوے اور پہلے

---

[۱] قولہ تعجیل الخ یعنی اجرت پیشگی خود دیدی یا اجارہ مین پیشگی دینے کی شرط کر لی یعنی دونون طرح ملکیت اجرت نہوگی ۱۲ [۲] قولہ یتیم کا مکان واضح ہو کہ یتیم کا مکان اجر المثل سے کم پر کرایہ دینا یا اسکے لیے اجر المثل سے زیادہ پر لینا یتیم کے حق مین جائز نہین ہی لہذا اگر یتیم کا مکان الخ ۱۲

سالون کا کرایہ اجر المثل کے برابر یا اس سے زیادہ قرار دیا جاوے پھر نابالغ کا باپ مستاجر کو سالہاے متقدمہ کا کرایہ معاف کردے اور معاف کرنا امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک سوای قول امام ابو یوسف کے صحیح ہے اور اگر یہی منظور ہو کہ اسقدر اختلاف سے بھی بچ جاوے تو کسی حاکم سے حکم لے لے پس اتفاقیًا جائز ہو جائیگا - اور اگر باپ نے اپنے نابالغ بیٹے کے واسطے کوئی مکان یا زمین اجارہ لی اور بال اجارہ مثلاً ہزار درم ہین اور اُس مکان کا اجر المثل سو درم سالانہ ہے تو بیس برس مین سے اول کے دس برس کے مقابلہ مین کچھ تھوڑا سا مال قرار دے پھر پچھلے دس برس کے مقابلہ مین ہزار درم کچھ کم قرار دے تو اجارہ جائز و مقصود حاصل ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے اور اگر ہزار درم دس برس کے اجر المثل سے اسقدر زائد ہو کہ لوگ اسقدر خسارہ نہین اُٹھاتے ہین تو یہ اجارہ جائز نہوگا - اور واضح ہو کہ اجارہ طویلہ جسطرح عقار و اراضی مین جائز ہے ایسے چوپایون و مملوکون وغیرہ ہر شے مین کہ جس سے باوجود بقاء عین شے کے انتفاع ممکن ہے جائز ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے اور فتاوی فضلی مین لکھا ہے کہ ملک نابالغ کا اجارہ طویلہ ناجائز ہے یہ خلاصہ مین ہے - امام محمد رح نے کتاب الشروط مین فرمایا کہ دو شخصون نے زید کو دس برس کیواسطے مکان اجارہ دیا اور زید کو یہ خوف ہوا کہ مجھے نکال باہر نہ کرین سو اُسنے وثاقت کر لینی چاہی تو حیلہ یہ ہے کہ پہلے مہینون کا ایک درم ماہواری کرایہ مقرر کرے اور اخیر مہینہ بعوض باقی کرایہ کے قرار دے پس جب اخیر مہینہ پر سب کرایہ ہوگا تو اسکو مکان سے باہر نہ کرینگے اور اسی مسئلہ سے اہل بخارا نے اجارہ طویلہ موسومہ بہ بخارا نکالا ہے کہ اگلے برسون کا کرایہ بہت تھوڑا مقرر کرتے ہین اور باقی سب کرایہ اخیر سال کے مقابلہ مین قرار دیتے ہین یہ محیط مین ہے - ولوالجیہ مین لکھا ہے کہ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ مین نے تجھے دس برس کیواسطے یہ مکان کرایہ دیا سواے تین روز کے آخر ہر سال سے کہ وہ مستثنی ہین تو یہ جائز ہے اور اگر اُسنے یون کہا کہ اس شرط سے کہ مجھے آخر ہر سال مین تین روز تک خیار رہے تو یہ امام اعظم رح کے نزدیک نہین جائز ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے - اجارہ طویلہ مین اگر ایام فسخ ہر سال کے آخر مین قرار دیے اور اجارہ بیچ مہینہ مین واقع ہوا ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک سال کا اعتبار دنون پر ہوگا اور صاحبین کے نزدیک پہلا اور پچھلا مہینہ دونون سے شمار ہوگا اور باقی بیچ کے مہینہ چاند سے لیے جاوینگے - اور اگر موافق امام اعظم رح کے سال کا اعتبار دونون سے لیا اور دونون مین سے کوئی آخر سال کو نہین جانتا ہے تو حیلہ یہ ہے کہ موجر اجارہ کی چیز سال تمام ہونے سے پہلے بدون مستاجر کی اجازت کے فروخت کردے تاکہ جب ایام فسخ آوین تو فسخ ہو جاوے اور دوسرا حیلہ یہ ہے کہ فسخ مضاف کردے کہ وقت فسخ کے فسخ ہو جاوے - اور بعضے مشائخ نے اس حرج و وقت کے

دفعیہ کیواسطے صاحبین کے قول پر فتوے دیا ہے یہ خلاصہ مین ہے۔ ایک شخص نے مزارعت پر اپنی زمین دوسرے کو اس شرط سے دی کہ بیج کاشتکار کیطرف سے ہون پھر زمین کے مالک نے کسی دوسرے شخص کو زمین اجارہ طویلہ پر دے دی اور کاشتکار کی رضامندی سے ایسا نہین کیا تو جائز نہین ہے کیونکہ مزارعت مین جب بیج کاشتکار کیطرف سے ہوتا ہے تو کاشتکار زمین کا مستاجر ہو جاتا ہے پس ایسا ہوا کہ گویا اُسنے ایک کو اجارہ دی پھر دوسرے کو اجارہ پر دیدی پس دوسرا اجارہ جائز نہ ہوگا اور اگر کاشتکار راضی ہوگیا تو پہلا اجارہ فسخ اور دوسرا نافذ ہو جائیگا بخلاف اسکے اگر کسی کو اجارہ دی پھر دوسرے کو اجارہ دی پھر پہلا شخص راضی ہوا تو اجارہ ثانیہ پہلے مستاجر پر نافذ ہوگا بشرطیکہ اول کے قبضہ کے بعد ایسا ہوا اور اس مقام پر اجارہ کاشتکار کے حق مین نافذ نہوگا کیونکہ مزارعت مع اجارہ ہونے مین مقصود مختلف ہو جاتا ہے پس دوسرا اجارہ پہلے شخص پر نافذ نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجھے اپنا گھر باجارہ طویلہ اتنی اجرت پر دیدے اُسنے کہا کہ مین نے اجارہ دیدیا پھر مالک مکان نے کاتب سے کہا کہ کرایہ نامہ لکھدے اُسنے موافق رسم کے لکھدیا اور سوائے اسکے دونون کے درمیان کوئی امر دیگر واقع نہین ہوا اور مستاجر نے مال اجارہ موجر کو دیدیا تو اس حرکت سے دونون کے درمیان اجارہ منعقد نہ ہوگا اور گھر مین رہنے سے مستاجر پر مال اجارہ واجب نہوگا اگرچہ وہ مکان کرایہ پر چلانے کیواسطے رکھا گیا ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر کسی شخص نے کسی وقف کو متولی سے باجارہ طویلہ اجارہ لیا پس اگر وقف کرنے والے نے یہ شرط کردی تھی کہ ایک سال سے زیادہ اجارہ دیا جاوے تو اسکی شرط لامحالہ جائز ہے اور اگر اُسنے یہ شرط کردی ہو کہ ایک سال سے زیادہ نہ دیا جاوے تو بھی اُسکی شرط کی مراعات واجب ہوگی اور ایک سال سے زیادہ اجارہ جائز ہونے کا فتوے نہ دیا جائیگا و لیکن اگر ایکسال سے زیادہ اجارہ دینے مین فقیرون کا نفع متصور ہو تو ایسی صورت مین ایک سال سے زیادہ اجارہ پر دے سکتا ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر وقف کرنیوالے نے کوئی شرط نہ لگائی ہو تو ایک جماعت مشائخ سے منقول ہے کہ ایک سال سے زیادہ اجارہ جائز نہین ہے اور فقیہ ابوجعفر نے فرمایا کہ میرے نزدیک تین سال تک جائز اور اس سے زیادہ نہین جائز ہے اور صدر الشہید حسام الدین رح فرماتے تھے کہ زمین وقف کے اجارہ مین تین سال تک جواز کا فتوے دیتا ہون لیکن اگر کوئی مصلحت عدم جواز کی ہو تو عدم جواز کا فتوی دونگا اور سوائے زمین کے ایک سال سے زیادہ مین عدم جواز کا فتوے ہے لیکن اگر کوئی مصلحت جواز کی ہو تو جواز ہوگا اور یہ امر باختلاف زمانہ و مواضع کے مختلف ہوگا۔ اگر وقف کو ایسے طور پر اجارہ دیا کہ جائز ہے پھر اسکی اجرت ارزان ہوگئی

تو اجارہ فسخ نہوگا اور اگر اُسکا اجر المثل بڑھگیا حالانکہ کچھ مدت گذرچکی ہے تو فتاوے اہل سمرقند مین مذکور ہے کہ عقد فسخ نہوگا اور شرح طحاوی مین مذکور ہے کہ عقد فسخ ہوگا اور از سر نو زیادتی کے موافق عقد قرار دیا جائیگا اور گذشتہ کا کرایہ وقت فسخ تک اُس حساب سے واجب ہوگا جو قرار پایا ہے۔ اور اگر زمین کی ایسی حالت ہو کہ اسکا اجارہ فسخ نہو سکتا ہو جیسے کہ اسمین کھیتی موجود ہو اور ہنوز کاٹنے کے لائق نہین ہے تو جسوقت اجر المثل بڑھا ہے تب تک مقررہ کے حساب سے واجب ہوگا اور جب سے بڑھا ہے تب سے آخر سال تک اجر المثل کے حساب سے دینا ہوگا۔ اور اجرت کا زیادہ ہونا اسطور سے معلوم ہوتا ہے کہ جب سب کے نزدیک بڑھا ہوا ہو یعنی کسی خاص زمین کے زیادہ ہونے سے زیادت کا حکم نہ دیا جائیگا یہ سب طحاوی نے کتاب المزارعۃ مین ذکر کیا ہے ولیکن الملاک مین یون لکھا ہے کہ عقد فسخ نہوگا خواہ اجر المثل ارزان ہوجاوے یا گران ہوجاوے اسمین سب روایت متفق ہین یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے ایسی حویلی جو اسکے باپ نے اپنی اولاد کیواسطے نسلاً بعد نسل موبد وقف کر دی تھی کسی شخص کو کرایہ پر دیدی اور اجارہ طویلہ قرار پایا اور موجر کے حکم سے مستاجر نے اسکی عمارت مین روپیہ لگایا پس اگر موجر کو وہان کوئی ولایت حاصل نہو یعنی مثلاً متولی وقف نہو تو غاصب قرار دیا جائے گا اور مستاجر پر اُسکا کرایہ مقررہ واجب ہوگا کہ اس کو لیکر صدقہ کر دے اور مستاجر نے جو کچھ عمارت مین صرف کیا ہی اسکو نہ موجر سے لے سکتا ہے اور نہ کسی اور سے لے سکتا ہی کیونکہ ظاہر ہوا کہ اُس نے مفت احسان کی راہ سے خرچ کیا ہی اور اگر موجر متولی وقف ہو تو مستاجر پر اجر مقررہ واجب ہوگا بشرطیکہ اجر المثل کے برابر یا زیادہ ہو اور مستاجر نے جو کچھ عمارت مین لگایا ہے وہ حویلی کے کرایہ مین سے وضع کرلے گا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ایک شخص نے زمین وقف یا جارہ طویلہ ننانوے برس تک ایک شخص کو اجارہ دی اور دونون نے اقرار کیا ہے کہ ہمنے مسلمانون مین سے ایک شخص کیواسطے یہ عقد قرار دیا ہے اور ایک حاکم نے اُسکی صحت کا حکم دیدیا پس جب کسی حاکم نے باوجود طول مدت کے اسکی صحت کا حکم دیدیا تو اجارہ صحیح ہے اور چونکہ دونون نے اقرار کیا کہ عقد ایک شخص غیر معین کیواسطے واقع ہوا ہے تو دونون مین سے کسی کے مرنے سے عقد فسخ نہ ہوگا اور مال اجارہ اُسکے واسطے حلال ہوگا ایسا ہی مذکور ہے اور یہی صحیح ہے اور اسمین کچھ خلاف نہین ہے یہ جواہر الفتاوے مین ہی۔ اگر زید نے عمرو کو کوئی گھر یا زمین بالمقطع مدت قصیرہ مثلاً ایکسال کیواسطے اجارہ دی پھر زید نے اُسکو خالد کے ہاتھ اجارہ طویلہ مرسوم پر دیا تو مدت قصیرہ کی اجارہ کے اندر اجارہ طویلہ بلاشبہہ ناجائز ہے اور اس مدت کے ماسوا سے مین

لہ بالمقطع کٹائی پر مثلاً سو روپیہ بدون اس کے کہ ماہواری کا حساب ہو ۱۲ اور مدت قصیرہ بمقابلہ اجارہ طویلہ ہے جس کی مدت پچیس سال و زیادہ ہوتی ہے ۱۲

یہ حکم ہے کہ جس شخص نے اجارہ طویلہ مرسومہ کو عقد واحد قرار دیا ہے اُسکے نزدیک ناجائز ہے اور جسنے
عقود متفرقہ قرار دیا ہے اُسکے نزدیک جائز ہے یہ محیط مین ہی۔ زید نے انگور کا باغ اجارہ طویلہ پر
لیکر قبضہ کر لیا اور عمرو کو بالمقطع ہر شش ماہی تک بعوض معلوم اجارہ دیا پھر عمرو نے اُسکو دیکھا تو درخت
بسبب سردی کے سوختہ پائے اور زید کو نہ پایا کہ اُسکو واپس کر دے یہانتک کہ فسخ کے دن قریب
آئے اور زید بھی آگیا اُسنے اجارہ فسخ کرکے مال بالمقطع طلب کیا اسپر عمرو نے انکار کیا اور یہی علت
پیش کی کہ درخت سوختہ تھے تو عمرو کے قول کی سماعت کیجاوے گی اور مال بالمقطع اُسکے ذمہ سے
ساقط ہو جائیگا بشرطیکہ اُسنے باغ مین اسطرح عمل دخل نہ کیا ہو کہ جس سے رضامندی ثابت ہوتی
ہی۔ اور اگر بروقت دیکھنے کے زید موجود ہوا اور باوجود امکان واپسی کے عمرو نے اُسکو واپس دیا
تو مال مقطع ساقط نہ ہوگا اور علی ہذا القیاس اگر کسی شخص نے اپنا گھر اجارہ دیا اور مستاجر نے عیب
دار پاکر واپس کرنا چاہا پس اگر واپس نہ کر سکا مثلاً موجر غائب تھا تو جسوقت موجر حاضر ہو اُسوقت
واپس کر سکتا ہے اور اجرت واجب نہ ہو گی بشرطیکہ مستاجر نے مکان مین کوئی ایسا عمل نہ کیا ہو
جو رضامندی پر دلیل ہو یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے باجارہ طویلہ کوئی چیز اجارہ دیکر وہ چیز
فروخت کر دی پھر خیار کی مدت آئی پس آیا بیع نافذ ہو جائیگی تو اسمین دو روایتین ہین اور صحیح
یہ ہے کہ نافذ ہو جائیگی اور یہ ایسا ہے کہ مثلاً کوئی چیز باجارہ[1] مضافہ دی پھر وقت اضافت سے
پہلے فروخت کر دی کہ اسمین بھی یہی حکم ہے مگر شیخ امام ظہیر الدین مرغینانی فرماتے تھے کہ میرے
نزدیک بیع نافذ نہو گی اور ظاہر الروایت کے موافق بیع نافذ ہو جائیگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہے
زید نے ایک گھر باجارہ طویلہ پانچ دینار مین کرایہ دیا اور کرایہ وصول کرکے گھر مستاجر کے قبضہ
مین دیدیا پھر مستاجر کی بلا رضامندی پانچ دینار مین اسکو فروخت کیا اور دام وصول کر لیے پھر
مر گیا اور سوائے اس گھر کے اسکا کچھ مال نہین ہے تو مستاجر اسکا زیادہ حقدار ہے اور اُسکو اختیار
ہے کہ اپنے کرایہ وصول کرنے تک مکان اپنے قبضہ مین روک لے کیونکہ موت کیوجہ سے اجارہ باطل
ہوا بیع باطل نہین ہوئی پس وہ گھر مشتری کی ملک باقی رہا لیکن مشتری کو اختیار حاصل ہوگا کہ چاہے
اجرت ادا کرکے مکان پر قبضہ کر لے یا بیع چھوڑ دے اور اگر مکان کی بیع جائز ہوئی اور کرایہ کے
بال مین دس روپیہ ہین اور دام پانچ روپیہ ہین تو بھی مستاجر کو باقی پانچ روپیہ کے واسطے
روک رکھنے کا استحقاق حاصل ہے اور قاضی بدیع الدین نے فرمایا کہ اسکو یہ اختیار حاصل
نہین ہے یہ قنیہ مین ہی۔ زید نے عمرو کو باجارۂ طویلہ ایک مکان کرایہ دیا اور سو دینار اجرت

---

[1] اجارہ مضافہ وہ اجارہ جس کی نسبت کسی وقت آیندہ کے جانب ہو مثلاً جب محرم آیندہ کا چاند دیکھا
جاوے اسوقت سے مین نے تجھے کرایہ دی حالانکہ اسوقت سے پہلے فروخت کر دی ۱۲ - + + + + + + + -

ٹھہرے حالانکہ مکان کی قیمت پچاس دینار ہین پھر زید مرگیا اور اجارہ فسخ ہوگیا اور سوائے اس مکان کے اُسنے کوئی مال نہین چھوڑا پھر زید کے وارث نے عمرو کو بعوض اُن دیناروں کے جو زید پر آتے ہین یہ مکان باجارہ طویلہ کرایہ دیدیا پھر وارث اور مستاجر کے درمیان یہ اجارہ فسخ ہوگیا تو عمرو وارث سے سو دینار نہین لے سکتا ہے ولیکن ترکہ مین اگر زید نے یہ مکان پچاس دینار قیمت کا چھوڑا تھا تو بقدر پچاس دینار کے مطالبہ کرسکتا ہے نہ سو دینار کا یہ ذخیرہ مین ہی۔ فتاوائے صغری مین ہے کہ اگر ایک شخص نے زید کو ایک مکان باجارہ طویلہ کرایہ دیا پھر دوسرے کو باجارہ طویلہ کرایہ دیا تو جائز نہین ہی اور بعد فسخ اول کے منقلب ہوکر جائز نہو جائیگا۔ اور اس حکم مین اشکال ہے اور اس مسئلہ مین دو روایتین ہونی چاہیے ہین کیونکہ اجارہ طویلہ مین بعض معقود علیہ مضاف ہوتا ہے اور جو اجارہ مضاف ہو اسمین وقت مضاف الیہ آنے سے پہلے اجارہ فسخ ہونے کی صحت مین دو روایتین ہین اور یہ اجارہ پہلے اجارہ کے فسخ کی دلیل ہے جیسے بیع مین ہوتا ہے پس واجب ہے کہ اس مسئلہ مین دو روایتین ہون یہ محیط مین ہے ایک شخص نے باجارہ طویلہ ایک مکان کرایہ لیا پھر موجر نے برضائے مستاجر اُسکی عمارت گرا کر از سر نو بنوا دی تو یہ بسبب بقائے اصل کے اجارہ باقی رہیگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور جس نے باجارہ طویلہ اجارہ لیا ہے اگر اُسنے دوسری کو اجارہ دیا تو اجارہ ثانیہ مین ایام مستثنے کو کہ مثلا دسوین و گیارھوین و بارھوین فلان مہینے کی ہے بیان کرے اور صریح استثناء کرے تاکہ عقد ثانی مین ایام داخلہ و غیر داخلہ مین تمیز ہو جاوے ایسا ہی حاکم شہید سمرقندی نے کتاب الشروط مین بیان فرمایا ہے اور یہ حکم اسوقت ہے کہ اجارہ ثانیہ کے واسطے علیحدہ یادداشت تحریر کرے اور اگر پہلی یادداشت کی پشت پر فقط یون لکھدے کہ اس یادداشت کے ایام مستثنیٰ کے سوائے۔ تو عقد ثانی کے جواز کے واسطے کافی ہے یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے کوئی چیز باجارہ طویلہ صحیحہ بعوض دیناروں کے کرایہ لی اور وہ دینار بعد بیان وصف کے ذمہ کرلیے پھر بجائے دیناروں کے درم دیے پھر دونون نے عقد اجارہ فسخ کیا تو موجر سے دیناروں کا مطالبہ ہوگا نہ درمون کا۔ اور اگر عقد فاسد ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو موجر سے درمون کا مطالبہ ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر اجارہ طویلہ کے اندر زمین یا باغ انگور مین موجر نے پودے لگانے چاہے تو مستاجر کو منع کرنے کا اختیار ہے کیونکہ موجر کو ملک الید و التصرف حاصل نہین ہے اور اگر موجر نے درخت کٹائے یا شاخین چھٹوائین تو منع نہین کرسکتا ہے کیونکہ اسکا اعتبار بیع کا ہے کہ حق ثمن مین ظاہر ہے نہ حق شجر مین اور اگر مستاجر نے اسمین سے جلانے کی لکڑیان جمع کین تو نہین جمع کرسکتا ہے حالانکہ اُسکی بیع مین ہے یہ وجیز کردری مین ہے ایک شخص نے زمین باجارہ طویلہ لی اور درخت خریدے تاکہ استیجار صحیح ہو پھر درختون مین پھل آئے پھر دونون نے عقد فسخ کرلیا تو تمام پھل مستاجر کی ملک ہین اور اگر درخت قطع کر دیا پھر فسخ کیا

تو پھل موجر کے ہونگے اور اگر مستاجر نے انکو تلف کر دیا تو اُس پر اُنکی قیمت واجب ہوگی کیونکہ جواز اجارہ کے واسطے یہ بیع ضروری ہی پس احکام بیع قطع کے اُسپر جاری نہ ہونگے اور اگر مدت اجارہ کے اندر موجر نے درخت تلف کر دیے تو صحیح یہ ہے کہ موجر پر ضمان واجب نہوگی مگر مستاجر کو خیار حاصل ہوگا کہ چاہے فسخ کر دے کیونکہ یہ عیب پیدا ہو گیا ہے اور اگر مدت اجارہ کے اندر مستاجر نے قطع کر دیے تو شیخ برہان الدین صاحب المحیط و قاضی خان و قاضی بدیع الدین نے فرمایا کہ نقصان کا ضامن نہ ہوگا ولیکن موجر کو خیار حاصل ہوگا یہ قنیہ مین ہے۔ ایک شخص نے باغ انگور اجارۂ طویلہ کرایہ لیا اور بطور معاملت کے موجر کو دیا پس اگر اجارہ طویلہ بطریق درختون کی بیع کے ہو یعنی درخت بیع کر لیے ہون تو معاملت جائز ہے اور اگر اجارہ بطور معاملت کے ہو تو مالک کو معاملت[۱] پر دینا نہین جائز ہے یہ وجیز کردری مین ہے اگر کسی شخص نے ایسا باغ انگور اجارہ لیا جسکو نہین دیکھا ہے اور مالک باغ نے درخت پہلے سے بیع کر دیے تھے کہ اجارہ صحیح ہوا تو مستاجر کو باغ کا خیار رویت حاصل ہوگا اور اگر مستاجر نے باغ مین مالکانہ کوئی تصرف کیا تو خیار رویت ساقط ہو جائیگا اور اگر اسنے انگور کے پھل اُس باغ مین سے کھائے تو اُس سے خیار رویت باطل نہین ہوتا ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر اجارہ طویلہ مین موجر مر گیا حالانکہ موجر کے ذمہ بہت سے قرضہ واجب الادا ہین تو شے اجارہ کے ثمن کا استحقاق مستاجر کو سب قرضخواہون سے زیادہ حاصل ہے یعنی پہلے وہ شے فروخت ہو کر اُسکے دامون سے مستاجر کا کرایہ دیا جائیگا پھر دوسرے قرضخواہون کو ملیگا جیسے شے مرہونہ مین مرتہن باقی قرضخواہون سے ثمن رہن کا زیادہ مستحق ہوتا ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے اجارہ طویلہ اگر کسی وجہ سے فاسد ہو تو مستاجر پر اجر المثل واجب ہوگا مگر مقدار مقررہ متعینہ[۲] سے زیادہ نہ دیا جائیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے اگر اجارہ طویلہ مین مستاجر نے اجرت موجر کو ہبہ کر دی اور ہنوز اجارہ فسخ نہین ہوا ہے تو صحیح نہین ہے کیونکہ تعجیل کی شرط کی وجہ سے تمام اجرت موجر کی ملک ہوگی پس باوجود ملک موجر کے اسکی مملوکہ چیز کو مستاجر نے اُسے ہبہ کیا اسواسطے صحیح نہین ہے یہ صغری مین ہے۔ ایک شخص نے ایک کشتی بنانے والے کو مزدور مقرر کیا کہ اسقدر اجرت پر بارہ بالشت کی کشتی اس لکڑی کی تیار کر دے اور کشتی ساز نے کہا کہ تیری لکڑی اس کام کے لائق نہین ہے مگر تو مجھے اجازت دے کہ مین اسمین ایک بالشت کم یا زیادہ کر دون اُسنے زیادہ کر دینے کا حکم دیا اور کشتی ساز نے تیرہ بالشت کی کشتی بنائی تو زیادتی کے مقابلہ مین اجرت کا مستحق ہوگا[۳] یہ قنیہ مین ہے۔ اجارہ طویلہ کے مستاجر نے اگر کسی دوسرے کو اجارہ کی چیز اجرت پر دیدی یا مزارعت پر

---

[۱] یعنی درختون کو بٹائی پر لیا ہو تو پھر بٹائی پر موجر کو دینا روا نہین ہی ۱۲ منہ [۲] مثلاً سو درم پر ٹھیکہ ٹھہرا اور اجر المثل دو سو درم ہین تو فقط سو درم ملینگے ۱۲ منہ [۳] قولہ ہوگا والظاہر انہ لایستحق یعنی مستحق نہوگا کما دل علیہ المسائل سنے المتفرقات ۱۲ - ÷ -

باین شرط دیدی کہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہون پھر مستاجر اول نے اپنے موجر سے عقد فسخ کر لیا پس کیا اجارہ ثانیہ بھی فسخ ہو جائے گا تو اُس مین مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ اجارہ ثانیہ خواہ اجارہ ہو یا مزارعت[1] مشروطہ وہ بھی فسخ ہو جائیگی خواہ ہر دو اجارہ کے ایام فسخ ایک ہی قرار پائے ہون یا مختلف ہون مثلاً ایام خیار پہلے اجارہ مین تین روز آخر سال مین ٹھہرائے ہون اور دوسرے اجارہ مین بھی ایسے ہی ہون یا اُسکے برخلاف ہون یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔

اکتیسوان باب۔ کوئی کام کاریگر سے بنوائے یا کسی کام کے ٹھیکہ کے بیان مین استصناع استحساناً جائز ہے یعنی سونار وغیرہ سے مثلاً کوئی شے بنوائی اور اجارہ کر لیا تو جائز ہے کیونکہ ہر زمانہ مین بلا انکار لوگون کا تعامل و تعارف چلا آیا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور استصناع کے یہ معنی ہین کہ مال عین و عمل دونون کاریگر کی طرف سے ہون یعنی مثلاً سونا اور اُسکا کنگن بنانا دونون سونار کیطرف سے ہون اور اگر مال عین مثلاً سونا بنوانے والے نے اپنے پاس سے دیا سونا کاریگر نے نہ لگایا تو یہ اجارہ ہوگا استصناع نہ ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور تجنیس شیخ الاسلام خواہرزادہ مین مذکور ہے کہ استصناع کی یہ صورت ہے کہ کوئی چیز خرید کرے اور بائع سے درخواست کرے کہ اس چیز مین یہ کام بنا دے مثلاً چمڑا خرید کرے اور بائع کو حکم دے کہ اسکے موزے بنا دے اور موزون کا انداز ساخت بیان کرے تو یہ ساخت ناجائز ہے اور ہر ایسی چیز مین جسکی استصناع کی عادت جاری ہے یہی حکم ہے جیسے پیتل و تانبے و لکڑی کے برتن و دیگین وغیرہ و ڈوبیان وغیرہ مگر ان کا انداز و ساخت بیان کر دے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور استصناع بھی بیع ہے یہی اصح ہے اور جس نے چیز بنوائی ہے اسکو بروقت دیکھنے کے لینے نہ لینے کا اختیار ہوگا اور کاریگر کو اختیار نہین ہے یہی امام ابو یوسف کا پہلا قول ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ خلاصہ مین ہے پھر اگر بنوانے والے نے چیز پسند کر لی تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار نہین ہے اور کاریگر کو اختیار ہے کہ بنوانے والے کی پسند سے پہلے اسکو فروخت کر دے کذا فی التہذیب۔ اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر زید نے کسی جولاہے سے روئی کا کپڑا بنوایا اور اُسکا طول و عرض و جنس و رقعہ بیان کر دیا اور سوت جولاہے کیطرف سے ٹھہرا تھے کہ استصناع قرار پایا تو قیاساً یہ جائز ہے ولیکن امام محمد رح نے استحساناً حکم دیا کہ نہین جائز ہے اور اگر اس صورت مین کوئی میعاد مقرر کر دی تو بیع سلم ہو جائیگی اور یہ مسئلہ کتاب الاجارات مین بدون ذکر اختلاف مذکور ہے اور شرح شیخ الاسلام کتاب البیوع مین ہے کہ جن چیزون مین لوگون کے درمیان استصناع کی عادت جاری ہے اگر اُنمین مدت مقرر ہو جاوے تو امام اعظم رح کے نزدیک بیع سلم ہو جاتی ہے اور صاحبین کے نزدیک نہین ہوتی ہے اور جن چیزون مین ایسا معمول نہین ہے اُنمین مدت لگانے سے

[1] مزارعت مشروطہ یعنے اجارہ مین مزارعت شرط کی گئی ہو ۱۲ - منہ رح رح رح -

بالاجماع سلم ہو جاتی ہے - اور قدوری مین ہے کہ اگر استصناع مین میعاد مقرر کی تو وہ بمنزلہ سلم کے ہے
کہ اسمین مجلس عقد مین بدل پر قبضہ ہو جانا ضرور ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک دونون مین کسی کو
خیار نہ رہیگا اور صاحبین نے فرمایا کہ سلم نہین ہے اور جن چیزون مین لوگون کا تعامل ہے اور جنمین
نہین ہے اسکی کوئی تفصیل مذکور نہین ہے اور کتاب الاجارات مین بلا ذکر خلاف بیان کرنا اس قول کا
موید ہے جو شیخ الاسلام نے شرح کتاب البیوع مین فرمایا کہ جن چیزون مین استصناع کا معاملہ لوگون مین
عادۃً جاری نہین ہے انمین میعاد لگانے سے بالاجماع سلم ہو جاتی ہے یہ ذخیرہ مین ہی - ایک شخص نے
دوسرے کو دو سیر ابریشم دیا اور کہا کہ دو سیر اپنے پاس سے اسمین ملا کر کپڑا تیار کر دے اور اپنی بنائی
لیکر جو بڑھے وہ دونون مین نصفا نصف نفع سے تقسیم ہو پس اگر جولاہے نے خلط نہ کیا اور ہر ایک کو
علیٰحدہ بُنا تو ابریشم والے سے اپنی بنائی لے لیگا اور باقی سب ثمن ابریشم والے کو ملیگا اور اگر اُسنے خلط
کر کے سب بن دیا تو سب دونون مین موافق شرط کے نصفا نصف مشترک ہوگا اور اجر المثل واجب ہوگا
کیونکہ اُسنے محل مشترک مین کام کیا ہے یہ جواہر الفتاوی مین ہی - ایک شخص نے ایک جولاہہ کو کچھ سوت
دیا کہ اُسکو بن دے اور کہا کہ اسمین ایک رطل اپنے پاس سے بڑھا دے اور کہدیا کہ اپنے سوت مین سے
مجھے اس شرط سے قرض دے کہ مین اُسکے مثل تجھے دیدونگا اور حکم دیا کہ اس صفت کا کپڑا اسقدر اجرت
معلومہ پر بُن دے تو یہ استحسانًا جائز ہے خواہ قرض لینا عقد اجارہ مین مشروط ہو یا نہوا اور اگر کہا کہ ایک
رطل میرے واسطے اس شرط سے بڑھا دے کہ تیرے سوت کے مثل مین تجھے دیدونگا تو جائز ہے اور یہ قرض
قرار دیا جائیگا اور اگر کہا کہ میرے واسطے سوت اسمین بڑھا دے اور یہ کہکر خاموش رہا تو بھی جائز ہے
اور یہ قرض ہوگا - پھر اگر قرض لینا عقد اجارہ مین مشروط نہو تو اجارہ قیاسًا و استحسانًا جائز ہے اور اگر
مشروط ہو تو مسئلہ مین حکم بقیاس و باستحسان ہے چنانچہ استحسان بیان کر دیا جائیگا یعنی جائز ہے -
پھر اگر جولاہہ اور مالک مین اختلاف ہوا حالانکہ جولاہہ کام سے فارغ ہو چکا ہے پس مالک نے کہا کہ تو نے
اسمین کچھ نہین بڑھایا ہے اور جولاہہ نے کہا کہ مین نے اسمین بڑھا دیا ہے اور حال یہ ہے کہ وہ کپڑا
موجود نہین ہے مثلاً اسکے مالک نے وزن معلوم کرنے سے پہلے اسکو فروخت کر دیا ہے تو علمی قسم سے مالک
کا قول قبول ہوگا کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ جولاہہ نے میرے واسطے سوت بڑھا دیا ہے اور
جولاہہ پر واجب ہے کہ اپنے گواہ لاوے پھر اگر کپڑے کے مالک نے قسم سے انکار کیا تو جو کچھ جولاہے نے
دعوی کیا ہے وہ ثابت ہو جائیگا اور رب الثوب پر لازم ہوگا اور اگر کپڑے کے مالک نے قسم کھالی
تو جولاہہ کے دعوی سے بری ہو گیا اور اگر وہ کپڑا بعینہ موجود ہو تو عنقریب اس صورت کا حکم بیان
ہوگا انشاء اللہ تعالی - اور اگر کپڑے کے مالک نے جولاہہ سے یون کہا کہ اپنے سوت مین سے ایک رطل
بڑھا دے اس شرط سے کہ مین تیرے سوت کے دام اور بنوائی مین اسقدر دام دونگا تو قیاسًا یہ جائز

نہین ہے مگر استحساناً جائز ہے اور جب یہ صورت استحساناً جائز ٹھہری پس اگر کام سے فارغ ہونے کے بعد
دونون نے اختلاف کیا اور مالک نے کہا کہ تو نے اسمین کچھ نہین بڑھایا ہے اور جولاہہ نے کہا کہ جسقدر
تو نے بڑھانے کا حکم کیا تھا مین نے وہ بھی بڑھا دیا ہے پس اگر وہ کپڑا موجود نہ رہا ہو تو مذکور ہے
کہ کپڑے کے مالک سے اُسکے علم پر قسم لیکر اُسی کا قول قبول ہوگا پس اگر اُسنے قسم سے انکار کیا تو جولاہے
کا دعوی یعنی اسکے حکم کے موافق بڑھا دینا ثابت ہو جائیگا اور جو اُسنے مقرر کیا وہ سب جولاہے کو ملیگا
اسمین سے کچھ تو بمقابلہ سوت کے دام کے اور کچھ بمقابلہ کام کی مزدوری کے ہوگا اور اگر قسم کھالی تو بڑھانا
ثابت نہ ہوگا اور امام محمد رح نے ذکر فرمایا کہ جو مقدار اُسنے بیان کی ہے اسمین سے سوت کے دام
وضع کر کے باقی دام بنائی مین اسکو دیے جاوینگے۔ اور اسکے پہچاننے کا یہ طریقہ ہے کہ جو مقدار اجرت
بمقابلہ کام و زیادتی کے بیان کی ہے اسکو اجر المثل عمل و سوت کی قیمت جسکو مالک نے قبول کیا ہے
تقسیم کرین مگر مثل عمل[ف] اتنی مقدار مین جو اُسنے حکم دیا تھا۔ اسواسطے کہ جولاہہ نے مقدار مسمی کو بمقابلہ سوت
و ڈیڑھ سیر سوت تننے کے قبول کیا ہے اسواسطے کہ ایک سیر سوت اسکو مستاجر نے دیا اور نصف سیر اُسنے
خریدا ہے پس اسکی قیمت کم کر دیجائیگی اور جو کچھ کام کے بڑھتے مین پڑے وہ بنائی اسکے ذمہ لازم ہوگی
چنانچہ اگر مقدار مسمی تین درم ہون کہ بمقابلہ سوت و کام کے ٹھہرے ہون اور سوت کی قیمت ایک
درم ہوا اور اجر المثل اس کام کا جسکے تیار کرنے کا حکم دیا ہے دو درم ہون تو مسمے مین سے ایک درم
کم کر دیا جائیگا جو سوت کی قیمت ہے پھر جو کچھ مسمے یعنی دو درم وہ معمول و غیر معمول پر تقسیم ہوگا یعنی
ڈیڑھ سیر کے مقابلہ مین اُسنے قبول کیا اور ثابت یہ ہوا کہ اُسنے ایک سیر سوت بنا ہے تو مابقی ان
دونون پر تقسیم ہوگا پس زیادتی یعنی مقدار غیر معمولہ کا حصہ اجرت کم کر دیا جائیگا اور معمول سے غیر
معمول زیادت کا حصہ کیونکر معلوم کیا جاوے اس مین مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضون نے کہا کہ
باعتبار وزن کے معلوم کر لیا جاوے مثلاً اگر دیا ہوا سوت ایک سیر ہوا اور زیادتی آدھ سیر کی ہو تو
مابقی یعنی سوت کے دام نکالنے کے بعد مسمی مین سے جو باقی رہا یعنی دو درم وہ ان دونون پر تین حصہ
ہو کر دو حصہ بمقابلہ معمولہ کے اور ایک حصہ بمقابلہ غیر معمولہ کے قرار دیکر دو درم مین سے اُسکی ایک تہائی
کم کیجائیگی اور بعضون نے فرمایا کہ کام کی سختی و آسانی باعتبار کپڑے کی چھوٹائی بڑائی کے معتبر ہوگی
اور بعضون نے کہا کہ جو موجود ہے اُس سے ساقط کی مقدار باعتبار کام کی سہولیت و سختی کے بسبب
کپڑے کی چھوٹائی و بڑائی کے معلوم کیجاویگی اور یہ اسوجہ سے کہ کبھی کپڑے کی بڑائی کیوجہ سے جولاہے
پر کام آسان ہوتا ہے اور بسبب چھوٹائی کے دشوار ہو جاتا ہے کیونکہ جب چھوٹا ہوگا تو وصل و کام
دقیق کا بار بار محتاج ہوگا اور جب بڑا ہوگا تو ایک ہی بار اُسکی ضرورت ہوگی اور یہ تفاوت اس کام کے

ف سوت دیا اور سیر بھر بڑھانے کو کہا تو اُس صورت مین دو سیر کی مزدوری نہین بلکہ سیر بھر کے حساب سے لگائی جائیگی ۱۲ ف دقیق [illegible]

کارگیرون مین معتبر ہے کہ چھوٹائی مین زیادہ اجرت پڑتی ہے اور بڑائی مین کم پس اسکا اعتبار کرنا ضرور ہے
اور جب ان دونون کا اعتبار ضرور ہوا تو جو کچھ مقدار مسمی سے بچ رہا ہے یعنی دو درم وہ ڈیڑھ سیر کے
کام اور ایک سیر کے کام کے اجر المثل پر تقسیم ہوگا پس اگر ڈیڑھ سیر کا اجر المثل ڈھائی درم ہون اور ایک
سیر کا دو درم ہون تو بمقابلہ زیادتی کے نصف درم پڑا پس دو درم مین سے نصف درم کم کر دیا جائیگا یہی غیر
معمولہ کا حصہ اجرت ہے ولیکن اگر طویل و قصیر مین ایک یا دو ہاتھ کا فرق ہو تو اجرت کی زیادتی و نقصان کے
بارہ مین اتنے فرق کا کچھ اعتبار نہین ہے پھر آیا اجر المثل واجب ہوگا یا مسمی واجب ہوگا پس بعض مشائخ
کے قول پر جو حصہ اجرت مقدار مسمی مین سے پڑتے مین پڑتا ہے اُس سے اجر المثل زیادہ نہ دیا جائیگا
اور بعضون کے قول پر اگر مستاجر عیب پر راضی ہوا تو اسپر مسمی واجب ہوگا اور اگر راضی نہ ہوا ہو تو اجر المثل
واجب ہوگا مگر حصہ مسمی سے زیادہ نہ کیا جائیگا جیسا کہ ہمنے مسائل متقدمہ مین بیان کیا ہے۔ اور امام محمدؒ
نے اس مسئلہ مین اجرت کو مطلقاً بیان فرمایا مسمی کا لفظ نہین کہا ہے تو مثل مسئلہ اولیٰ کے اسکی تخریج
واجب ہے۔ اور اگر کپڑا بعینہ موجود ہو پس اگر اس سوت کی مقدار جو مالک نے دیا ہے معلوم نہوئی ہو تو سب
صورتون مین وہی حکم ہوگا جو درصورت موجود نہ ہونے کے اول سے آخر تک بیان ہوا ہے مگر فرق ایک
صورت مین ہے کہ اگر مالک نے قسم کھالی اور زیادتی ثابت نہ ہوئی تو مالک کو اختیار رہیگا کہ جولاہے کے
پاس وہ کپڑا چھوڑ دے اور اپنے سوت کے مثل سوت اُس سے ڈانڈ بھر لے۔ اور اگر درصورت کپڑا موجود
ہونے کے اس سوت کی مقدار جو مالک نے دیا ہے معلوم ہوتی ہو پس اگر باہمی تصدیق کی کہ وہ ایک سیر تھا
تو کپڑے کا وزن کیا جائیگا اور دونون سے کسی کے قول پر التفات نہ کیا جائیگا پس اگر تول مین ایک سیر
نکلا تو زیادتی کرنا بالیقین ثابت نہ ہوا پس مالک کا قول بلا قسم معتبر ہوگا اور اگر تول مین دو سیر نکلا تو جولاہے
کا قول قبول ہوگا بشرطیکہ مالک یہ دعویٰ نہ کرے کہ یہ زیادتی آٹے یعنی مانڈی کیوجہ سے ہے اور اگر اُسنے
یہ دعویٰ کیا تو جو لوگ اِس فن کے مبصر ہین انکو دکھایا جائیگا پس اگر اُنھون نے کہا کہ مانڈی سے کبھی اسقدر
بڑھجاتا ہے تو قسم کے ساتھ مالک کا قول قبول ہوگا اور اگر اُنھون نے کہا کہ مانڈی سے اسقدر نہین
بڑھتا ہے تو ظاہر حال جولاہہ کا شاہد ہے پس قسم کے ساتھ اسی کا قول قبول ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر
کسی شخص کو تل دیے کہ اسکی بھوسی اور رب منفسخ کردے اور تجکو ایک درم دونگا تو یہ فاسد ہے اور اگر
تاجرون کے نزدیک تفسخ کی مقدار معلوم ہو تو جائز ہے بخلاف اسکے اگر رنگریز کو کپڑا دیا کہ رنگ دے
تو جائز ہے اگرچہ عصفر کی مقدار بیان نہ کرے یہ محیط سرخسی مین ہے اگر لوہار کو کوئی چیز معلوم بنانے کیواسطے
لوہا دیا اور اجرت ٹھہرادی پھر لوہار اسکو موافق حکم کے بنا لایا تو مالک کو خیار نہوگا بلکہ قبول کرنے پر
مجبور کیا جائیگا اور اگر لوہار نے حکم سے مخالفت کرکے کچھ تفاوت کیا پس اگر من حیث الجنس تفاوت کیا
مثلاً بسولا بنانے کیواسطے حکم کیا اور لوہار نے بیلچہ بنا دیا تو بیلچہ لوہار کا اور لوہار اسکے لوہے کے مثل

لوہا ضمان دے اور لوہے کے مالک کو کچھ اختیار نہوگا اور اگر من حیث الوصف خلاف کیا مثلاً بسولا بنجارون کے کام کا بنانے کے لیے حکم کیا اُسنے لکڑی چیرنے کی کولہاڑی بنائی تو مالک کو اختیار ہے کر چاہے اپنے لوہے کے مثل لوہا ضمان لے اور کولہاڑی لوہار کے پاس چھوڑ دے اور کچھ اجرت نہ دے یا کولہاڑی لیکر اُسکو مزدوری دیدے اور یہی حکم ہر صانع مین ہے کہ اگر کوئی چیز معین بنانے کیواسطے اسکو مقرر کیا مثلاً موزہ دوز کو چمڑا دیدیا کہ اسکے موزے بنادے اور اُسنے مخالفت کی تو بنا بر مخالفت کے اسی طور سے حکم ہوگا کذا فی خزانۃ المفتین بتشریح شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے زین ساز کو بعض چیزین زین کے کام کی اپنے پاس سے دیکر کہا کہ ان چیزون سے اور جو چیزین اور چاہیے ہون اپنے پاس سے ملاکر زین تیار کردے اور شرط کرتا ہون کہ تجھے تیرے کام کی مزدوری اور جو چیزین تونے لگائین اُنکی قیمت دیدونگا اور زین ساز نے ایسا ہی کیا اور ایک جماعت نے کہا کہ اسکے کام کی مزدوری مع قیمت اشیاء تیس درم ہین وہ شخص راضی ہوگیا اور دونون اہل معاملہ اتنے پر متفق ہوئے پس اس شخص نے پانچ درم زین ساز کو ادا کردیے پھر بادشاہی بعضے سپاہی و ترک زبردستی زین چھین لے گئے اور اسکو اسطرح چھپا دیا کہ اسپر قابو نہین چل سکتا ہے پس کیا اس شخص کو اختیار ہے کہ زین ساز سے زین کی قیمت کی ضمان لیوے تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اُسکو اختیار ہے کہ جو کچھ اُسنے دیا ہے وہ پھیر لیوے کیونکہ کام اسکے سپرد نہین ہوا اور بعضی چیزین اسکے سپرد ہوگئی ہین اور فرمایا کہ باوجود اسکے جب زین بنانے سے فارغ ہوا اور بعض آلات بعض سے متصل ہوگئے اور دونون کا اتفاق وباہمی رضامندی ہوگئی کہ اس کام پر یہ مال دیدے تو فرمایا کہ مثل ابتدائی بیع کے ہے پس جائز ہے یہ فتاویٰ نسفی مین ہی۔ اگر ایک شخص زید نے چمڑا موزہ دوز کو جوڑا موزہ کسیقدر اجرت معلومہ پر تیار کرنے کیواسطے دیا اور مقدار وصفت بیان کردی اس شرط سے کہ موزہ دوز اسمین نعل لگادے اور اپنے ہی پاس سے استر دے اور نعل و استر کا وصف بیان کردیا تو قیاساً جائز نہین اور استحساناً جائز ہے اور قیاساً ایسا ہے کہ گویا ایک درزی کو جبہ سینے کیواسطے کپڑا دیا باین شرط کہ اپنے پاس سے استر دیکر بھر دادے اور کچھ اجرت معلوم ٹھہرالی تو یہ نہین جائز ہے اور امام محمد رح نے جبہ کا مسئلہ کتاب الاصل مین یون ہی ذکر فرمایا ہے جیسا ہمنے بیان کیا اور منتقے مین لکھا ہے کہ امام محمد رح نے ذکر فرمایا کہ ایک شخص نے درزی کو ابرہ دیکر کہا کہ اسمین اپنے پاس سے استر دیکر میرے لیے تیار کردے تو یہ جائز ہے اور اسکا قیاس اس صورت مسئلہ پر کیا ہے کہ ایک شخص نے ایک موزہ خریدا اور بائع سے کہا کہ اپنے پاس سے اس مین نعل لگادے اور یہ جائز ہے پس اس مسئلہ مین دو روایتین ہوگئین یعنی ایک مین جائز اور دوسری مین ناجائز ہے۔ اور اگر استر اپنے پاس سے دیکر کہا کہ اسمین ابرہ اپنے پاس سے دیکر تیار کردے تو یہ باتفاق الروایات فاسد ہے

پھر امام محمد رح نے اس تصرف کو جائز رکھا اگرچہ چمڑے کے مالک نے نعل واستر کو نہ دیکھا ہو مگر یہ نعل واستر اس موزے کے لائق ہو۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے موزہ دوز سے کہا کہ چار قطع چمڑے کے میرے موزون پر لگا کر بعوض اتنی اجرت کے کعب کر دے حالانکہ اسنے چمڑے کے ٹکڑے نہین دیکھے ہین تو یہ بھی استحسانًا جائز ہے۔ اسی طرح پھٹے ہوئے موزے پر پیوند لگانا بھی جائز ہے اگرچہ اس شخص نے پیوند دیکھے نہون مگر نوادر ابن سماعہ مین نعل اور کعب کے قطعات اور پیوند کے ٹکڑے دکھلانا عقد اجارہ جائز ہونے کیواسطے شرط گردانا ہے پس اس مسئلہ مین دو روایتین ہوگئین یعنی ایک روایت مین بدون دکھلانے کے عقد جائز ہے اور دوسری مین نہین جائز ہے اور جب یہ اجارہ استحسانًا جائز ہوا اور موزہ دوز نے کام تیار کیا پس اگر اسکا کام اچھا اور قریب قریب اس شخص کے بیان کے ہو کہ اسمین کچھ فساد نہو تو چمڑے کے مالک پر جبر کیا جائیگا کہ اسکو قبول کرے اور اسکو خیار حاصل نہ ہوگا کہ چاہے لیوے یا نہ لیوے پس خواہ مخواہ قبول کر لینے کیواسطے قریب قریب حکم کے تیار ہونا معتبر رکھا ہے ہر طرح حقیقۃً موافق حکم کے ہونا شرط نہین کیا اور چمڑے کے مالک کو خیار رویت حاصل نہ ہوگا نہ کام مین اور نہ نعلون مین اور یہ حکم اسوقت ہے کہ قریب قریب حکم کے اچھا کام ہوا اور اگر اسنے بگاڑ دیا مثلًا کسی صفت مین خلاف کیا تو ذکر فرمایا ہے کہ چمڑے کے مالک کو خیار ہوگا کہ چاہے موزہ اسی کے پاس چھوڑ کر اس سے اپنے چمڑے کی قیمت لے لے یا موزہ لیکر اسکی اجرت دیدے پس اگر اسنے موزہ چھوڑ کر چمڑے کی قیمت لے لی تو کچھ اجرت نہ دے گا اور اگر موزہ لیکر اجرت دی تو پہلے اسکو فقط موزہ سینے کی اجرت مثل دیگا پھر نعل سے جو اسمین زیادتی ہوگئی ہے اسکی قیمت دے گا۔ اور نعل سے جو زیادتی ہوگئی ہے اسکی جاننے کا یہ طریقہ ہے کہ ایکبار موزہ کو بلا نعل سلا ہوا انکوائے کہ اسکی قیمت کیا ہے پھر اسکو مع نعل انکوائے پس اگر غیر منعل کی قیمت دس درم ہون اور منعل کی قیمت بارہ درم ہون تو معلوم ہو گیا ہے کہ نعل سے دو درم کی زیادتی ہوئی پھر دیکھا جائیگا کہ فقط موزہ کی سلائی کیا ہے پس اگر تین درم مثلًا ہون تو اسکے ساتھ یہ زیادتی نعل کی یعنی دو درم ملا کر پانچ درم رکھے جاوینگے پھر اجرت مسمی سے اسکا مقابلہ کیا جاویگا پس اگر یہ پانچ درم اجرت مسمی کے برابر یا کم ہون تو موزہ دوز کو یہی دیے جاوینگے اور اگر اجرت مسمی اس سے کم ہو مثلا چار ہی درم ہون تو پانچ درم مین سے ایک درم کم کرکے چار درم اسکو دیے جاوینگے اور جب یون اعتبار کیا گیا کہ نعل سے اسمین از روے قیمت کیا زیادتی ہوئی تو نعل دوزی کی اجرت مثل کا کچھ اعتبار نہ کیا جائیگا اور اس مسئلہ اور دوسرے مسئلہ مین جو بیان کیا جاتا ہے فرق کیا ہے اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے سلا ہوا موزہ ایک موزہ دوز کو اپنے پاس سے نعل لگانے کیواسطے دیا اور اجرت معلوم ٹھہرا دی حتی کہ بسبب تعامل کے استحسانًا اجارہ جائز ہوا اسنے ایسا نعل لگایا کہ وہ خراب ہے اس موزہ کے لائق نہین ہے اور موزہ بگڑ گیا اور مثل مسئلہ مذکورۂ بالا کے اس صورت مین بھی

مالک کو خیار حاصل ہوا اور مالک نے موزہ لے لینا اختیار کیا تو مالک اسکو اسکے کام کا اجر المثل اور جدید نعل کی قیمت غیر دوختہ عطا کرے گا مگر مقدار مسمی سے دونون دامون مین زیادہ نہ دیگا اور مسئلہ مذکورہ مین اجر المثل کے ساتھ نعل سے جو زیادتی ہوئی اُسکی قیمت دینے کا حکم کیا اور نادوختہ نعل واستر کی قیمت دینے کا حکم نہ کیا حالانکہ دونون جگہ موزہ دوز کا کام وعین مال مالک کے موزہ کے ساتھ متصل ہے مگر ایک جگہ تو یون کہا کہ نعل سے جو زیادتی ہوئی اُسکی قیمت دے اور دوسری جگہ فرمایا کہ نادوختہ نعل کی قیمت دے اور ہمارے مشائخ مین سے بعض نے فرمایا کہ دونون مسئلون مین جو اس مسئلہ مین مذکور ہے فرق ہے اور مسئلہ مذکورہ مین اگر اس مسئلہ کے موافق مالک نے چاہا کہ موزہ دوز کو موزہ و نعل واستر کی سلائی کا اجر المثل دیکر نعل واستر کی قیمت نادوختہ کے حساب سے دیدے تو جائز ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ مسئلہ مذکورہ مین نعل واستر سے جو زیادتی ہوئی اسکی قیمت دینی ممکن ہے اور اس مسئلہ مین نعل سے جو زیادتی ہوئی اُسکی قیمت کا واجب کرنا ممکن نہین ہے۔ پھر امام محمد رح نے دونون مسئلون مین فرمایا کہ مقدار مسمی سے اجر المثل زیادہ نہ دیا جائیگا اسمین بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اس سے یہ مراد ہے کہ علی الخصوص بمقابلہ کام کے جو مقدار مسمی ہے اُس سے اجر المثل زیادہ نہ دیا جائیگا ولیکن جو بمقابلہ نعل کے خاص ہے وہ خواہ کسی قدر ہو سب دینا واجب ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ نعل وعمل دونون کے مقابلہ مین مقدار مسمی سے زیادہ اجر المثل نہ دیا جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اسیطرح اگر کسی ٹوپی بنانے والے کو ایک ٹکڑا دیا کہ اُسکی ٹوپی اپنے پاس سے استر لگا کر تیار کردے تو اسکا بھی یہی حکم ہے جو ہمنے بیان کردیا ہے پھر اگر غیر جید بنا کر لایا تو اُسکو خیار نہ ہوگا ولیکن اگر شرط کردی ہو کہ جید ہی بنا دے تو اس صورت مین خیار حاصل ہوگا یہ غیاثیہ مین ہے۔ اگر ایک شخص نے موزہ دوز سے دو موزے سلوائے اور کچھ چیز اپنے پاس سے نہین دی وہ بنا لایا اور مستصنع[1] نے کہا کہ اسمین ویسا چمڑا نہین ہے جیسا مینے بیان کیا اور نہ ویسی سلائی اور نہ مقدار ہے اور موزہ دوز نے کہا کہ نہین بلکہ تونے مجھے ایسے ہی بنانے کا حکم دیا تھا اور موزہ دوز نے چاہا کہ اُس شخص سے قسم لے تو اسکو یہ اختیار نہین ہے بخلاف رنگریز کے اگر اُسنے کپڑے کے مالک سے کہا کہ تونے ایسا ہی رنگنے کا حکم دیا تھا اور قسم لینی چاہی تو اُسکو اختیار ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر کسی موزہ دوز کو چمڑا دیکر کہا کہ اسکے موزے قطع کرکے سی دے اور چار درم مزدوری دونگا اُسنے کسی دوسرے شخص کو دو درم پر سینے کے واسطے دیدیے پس اگر اسکو اپنے پاس سے دام ادا کیے یا خود کچھ کام کردیا ہے تو یہ زیادتی اُسکے حق مین حلال ہے ورنہ اسکو صدقہ کردے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر ایک شخص نے موزہ دوز سے کہا کہ اپنے پاس سے اس موزہ مین نعل لگا دے اور اجرت ٹھہرا دی اُسنے ایسے نعل جیسے ایسے موزون مین لگائے جاتے ہین لگائے تو مالک کو لینے

[1] مستصنع وہ شخص جسنے کوئی چیز کاریگر سے بنوائی ہو ۱۲ - + + + + + + + -

پڑینگے اگرچہ بہت عمدہ نہون اور مالک کو نہ لینے کا اختیار نہوگا۔ اور اگر جدید نعل لگانے کی شرط کر لی ہو اور موزہ دوز ایسے نعل لگا لایا کہ اُسکو جدید کہہ سکتے ہین تو مالک اُسکے قبول کرنے پر مجبور کیا جاویگا اور اسکو نہ لینے کا اختیار نہ ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر موزہ دوز سے شرط کر لی کہ جدید نعل لگاوے اُسنے غیر جدید لگائی تو مالک کو اختیار ہے چاہے اپنے موزے کی قیمت لے لے یا موزے لیکر اُس کے کام کی مزدوری بحساب اجر المثل اور جو زیادتی ہوئی ہے اُسکی قیمت دیوے مگر مقدار مسمّٰی سے زیادہ نہ دی جاویگی یہ بدائع مین ہی۔ موزہ دوز نے زید کے کہنے کے موافق سب طرح موزہ تیار کر دیا آپس باہم اتفاق سے ہے مگر اجرت مین اختلاف کیا کہ موزہ دوز نے کہا کہ تو نے مجھے ایک درم دینے کو کہا تھا اور مالک نے کہا کہ دو دانگ دینے ٹھہرائے تھے اور دونون نے گواہ قایم کیے تو موزہ دوز کے گواہ مقبول ہونگے اور یہ مذکور نہین ہے کہ اگر کسی نے گواہ قایم نہ کیے تو کیا حکم ہے اور واجب اس صورت مین یہ ہے کہ نادوختہ موزہ کی قیمت کے موافق حکم ہو اور جس کے قول کی شاہد نعل کی قیمت ہو اُسی کا قول قبول ہو جیسا کہ رنگریزی کی صورت مین ہوتا ہے پس اگر نعل کی قیمت ایک درم ہو جیسا کہ موزہ دوز مدعی ہے تو قسم سے اُسی کا قول قبول ہوگا اور اگر نعل کی قیمت دو دانگ ہو جیسا کہ مالک مدعی ہے تو قسم کے ساتھ اُسی کا قول قبول ہوگا اور باہم قسم نہ لیجاویگی۔ اور اگر نعل کی قیمت دونون مین سے کسی کے قول کی شاہد نہو مثلاً نصف درم ہو تو ہر ایک سے دوسرے کے دعوی پر قسم لی جاویگی۔ یہ سب اُس صورت مین ہے کہ اجرت کی مقدار مین اختلاف ہو۔ اور اگر نفس اجرت مین اختلاف کیا اور مالک نے کہا کہ تو نے مجھے بلا اجرت سی دیا ہے اور موزہ دوز نے کہا کہ مین نے تجھے باجرت بنا دیا ہے تو دونون مین سے ہر ایک سے دوسرے کے دعوی پر قسم لیجاویگی پس اگر دونون نے قسم کھالی اور دونون مین سے کسی کا دعوی ثابت نہ ہوا تو مذکور ہے کہ نعل سے جو زیادتی ہو گئی ہے اُسکی قیمت مالک نعل ادا کریگا۔ اور فرمایا کہ اگر اُسنے پورا موزہ سب اپنے پاس سے بنایا یہانتک کہ یہ عقد استصناع قرار پایا پھر قبضہ سے پہلے مقدار اجرت مین اختلاف کیا تو موزہ دوز کا قول قبول ہوگا اور دونون سے باہم قسم نہ لیجاویگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ زید نے نجار سے کہا کہ میرے واسطے ایک بیت تیار کر دے اور جب تو فارغ ہوگا تو جو کچھ اندازہ کرنے والے اندازہ کرینگے وہ مین تجھے دیدونگا اور دونون اسپر راضی ہوے اور نجار نے تیار کیا اور باتفاق دونون کے ایک شخص نے اندازہ کیا مگر نجار نے اُس سے انکار کیا تو اسکو اجر المثل ملیگا اور شیخ ابو حامد حمیر الوبری نے فرمایا کہ وہ شخص بمنزلے مقوم کے ہے نہ بمنزلہ حکم کے پس جو اُس نے اندازہ کیا ہے وہ نجار پر لازم نہ ہوگا یہ قنیہ مین ہے ایک شخص نے دس درم چاندی سونار کو دی اور کہا کہ اس مین دو درم اپنے پاس سے بڑھا کر کنگن بناوے اور وہ دو درم مجھپر قرض رہینگے اور تیری اجرت ایک درم ہے اور

سونار اُس کو تیار کرکے لایا اور کہا کہ مین نے اس مین دو درم چاندی بڑھا دی اور
مالک نے کہا کہ تو نے اس مین کچھ نہین بڑھایا ہے تو ہر ایک سے دوسرے کے دعوے پر
قسم لیجاویگی پس اگر دونون نے قسم کھالی تو سونار کو اختیار دیا جائے گا کہ چاہے کنگن اُس کو
دیکر پانچ دانگ[1] درم دس درم کی اجرت لے لے یا دس درم چاندی واپس کرکے کنگن اپنے
پاس رکھے اور دونون سے قسم لینا اسواسطے ہے کہ سونار اس شخص پر دو درم قرض کا دعوے
کرتا ہے اور وہ شخص منکر ہے اور وہ شخص سونار پر کنگن کے استحقاق کا بدون کسی عوض کے دعوی کرتا ہے
اور سونار منکر ہے پس دونون مین سے ہر ایک سے قسم لیجاویگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ زید نے
ایک شخص کو جو سونا چڑھاتا ہے ایک مُصحف مجید دیا کہ اُسپر اپنے پاس سے سونا چڑھاوے اور سونا چڑھانے
والے نے زید کو نمونہ دس آیتی و پانچ آیتی اور شروع آیات و اوائل سورہ کا دکھلا دیا اور زید نے حکم
دیا کہ باجرت معلومہ اسی طور سے سونا چڑھاوے تو صحیح نہین ہے کیونکہ اشیا کی مقدار مجہول ہے یہ قنیہ
مین ہے۔ اگر کوئی کپڑا اس شرط سے خریدا کہ بائع اسکو سی دے اور دس درم ٹھہرائے تو فاسد ہے اور
اگر کسی موچی کے پاس تسمہ اور جوتا لایا کہ اسقدر اجرت پر اسکو ٹانک دے تو یہ جائز ہے اور اگر موچی سے
کہا کہ اپنے پاس سے تسمے لگادے اور موچی نے تسمے دکھلا دیے اور وہ راضی ہوگیا پھر ٹانک دیے تو استحساناً
جائز ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر رنگریز کو ایک کپڑا دیا کہ اسکو اپنے پاس سے عصفر سے رنگ دے اُسنے
موافق کہنے کے عصفر سے رنگا مگر صفت مین خلاف کیا کہ جس سے کپڑے مین کچھ عیب آگیا پس بہت گہرا رنگ
کردیا یا اسقدر کم کیا جس سے کپڑا عیب دار ہوگیا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے کپڑا اُسکے پاس چھوڑکر
اپنے سپید کپڑے کی قیمت ضمان لے یا کپڑا لیکر اُسکو اُسکے کام کا اجر المثل دیدے مگر مقدار مسمی سے اجر المثل
زائد نہ دیا جائیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور اگر درزی سے ٹھہرایا کہ قمیص کی آستین اپنے پاس سے
ڈالدے تو یہ فاسد ہے کہ اسمین عرف جاری نہین ہے۔ اسیطرح اگر معمار سے ٹھہرایا کہ پختہ اینٹ اور چونا کچھ اپنے
پاس سے لگاوے تو بھی یہی حکم ہے اور جو شے اس جنس کے غیر معین کاریگر کے ذمہ شرط کرے تو عقد فاسد
ہے اور اگر کاریگر نے کام تیار کیا تو وہ شے اُسکے مالک کو دیجاویگی اور کاریگر کو اسکے کام کی اُجرت مثل ملیگی
اور جو زیادہ کیا ہوگا اُسکی قیمت ملیگی یہ مبسوط مین ہے

تیئیسوان باب متفرقات مین۔ اگر زید نے خالد سے کہا کہ مین نے تجکو اپنا یہ گھر ایک روز اس قدر
اجرت پر دیا اور باقی تمام سال تک مفت دیا اور خالد نے اسمین سکونت اختیار کی تو خالد پر ایک روز کا
اجر المثل واجب ہوگا اور باقی سال بھر کا کچھ کرایہ واجب نہوگا یہ ذخیرہ و فتاوے قاضی خان مین ہے۔
ایک شخص نے کام کے واسطے بیلچہ کرایہ لیا اور موجر نے کہا کہ مین کرایہ نہین چاہتا ہون بلکہ تو بیلچہ کا

---

[1] یعنی پانچ دانگ ایک درم مین سے اور درم چھ دانگ کا ہوتا ہے ۱۲ - - - - - - - -

قبضہ لکڑی کا ہوا دے پھر اجرت کا مطالبہ کیا (قال ان کان لما طلب لہ قیمۃ) تو اجر المثل واجب ہوگا ورنہ نہیں یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک شخص نے کسی محلہ میں ایک مکان مدت معلومہ تک کے لیے کرایہ لیا پھر محلہ میں کوئی نائبہ[1] آئی کہ جس سے لوگ بھاگ گئے اور آفت کے خوف سے متاجر بھی اس مکان سے منتفع نہو سکا تو مشائخ نے فرمایا کہ کرایہ واجب نہوگا اور میرے والد بھی یہی فتوے دیتے تھے یہ ظہیریہ میں ہی۔ درزی اگر سلائی سے فارغ ہوا اور اپنے بیٹے کے ہاتھ اُسنے کپڑا سلا ہوا مالک کے پاس بھیجا حالانکہ اُسکا بیٹا بالغ نہ تھا پھر کسی اُچکے نے راہ میں اُسکے ہاتھ سے کپڑا اُچک لیا پس اگر وہ لڑکا عاقل ضابط ہو کہ کپڑے کی حفاظت کرسکتا ہو تو درزی ضامن نہ ہوگا اور اگر ضابط نہو اور حفاظت نہ کرسکتا ہو تو ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ ایک درزی کو ایک کپڑا دیا کہ اسکا جبہ یا قبا تیار کردے اور کچھ اُجرت اُس سے نہیں ٹھہرائی پھر جب درزی نے کام تیار کردیا تو مالک نے اسکو اجرت مثل سے زیادہ دام دیے تو فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ زیادتی ائمہ کے نزدیک بالاجماع جائز ہے اور اسی پر فتوی دیا جاوے یہ کبری میں ہی۔ اگر حمال سے کہا کہ یہ چیز میرے گھر پہونچا دے یا درزی سے کہا کہ اسکو سی دے پس اگر درزی یا حمال مشہور ہو کہ ہر ایک اپنا اپنا کام باجرت کرتا ہے تو اجرت واجب ہوگی ورنہ نہیں یہ محیط میں ہے ایک شخص نے درزی سے کہا کہ اسکو اجرت پر سی دے اُسنے کہا کہ میں اُجرت نہیں چاہتا ہوں تو اجرت کا مستحق نہ ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے اگر کسی درزی کو کپڑا دیا کہ اسکے سی دے اُسنے سی دیا اور اجرت کچھ نہیں ٹھری ہے یعنے اُجرت کی شرط نہیں ہوئی ہے تو اُسکو اُجرت ملیگی ولیکن اگر درزی نے کہا ہو کہ میں تجھ سے اُجرت نہیں چاہتا ہوں تو مستحق نہوگا یہ سراجیہ میں ہی۔ ایک شخص زید نے خالد کو کچھ درم یا دینار قرض دیے اور چاہا کہ خالد کے مکان میں بلا اُجرت رہا کرے تو چاہیے کہ خالد کا مکان کچھ مدت معلومہ کے واسطے بشرط اجرت معجلہ کرایہ لے یعنی اُجرت فی الحال دینا ٹھہرا لے پھر اس اُجرت کے عوض خالد کے ہاتھ کوئی ہلکی سی چیز فروخت کردے تاکہ اُجرت کا معاوضہ ہوجاوے[2] یہ خزانۃ المفتیین میں ہی۔ قرض خواہ نے اپنے قرض دار سے کہا کہ اس زمین کو بطور مرابعہ کے گوڑ دے اُسنے گوڑ دی تو اُسکو اجر المثل ملیگا یہ قنیہ میں ہے۔ زید نے خالد سے کچھ درم قرض لیے اور اپنا گدھا خالد کو دیا کہ اسکو اپنے کام میں لاوے اور خالد ہی کے پاس رہے یہانتک کہ اسکا قرضہ ادا کردے پس خالد نے اسکو چراگاہ چرنے کیواسطے بھیجا وہان بھیڑیے نے اسکو پھاڑ ڈالا تو خالد اس کی قیمت کا ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اگر زید نے خالد سے کچھ درم قرض لیے اور کہا کہ میری اس دوکان میں رہا کر پس اگر میں تجھے تیرے درم واپس نہ دون تو دوکان کے کرایہ کا مطالبہ نہ کرونگا اور اُجرت

---

[1] قولہ نائبہ یعنے سلطان وغیرہ کی طرف مثلاً اس محلہ والون پر ایک لاکھ روپیہ تاوان جبریہ داخل کرنیکا حکم ہوا یا مانند اسکے ۱۲ منہ [2] قال المترجم ہذہ حیلۃ ولا اری ذلک خیرا واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ م - + + + + + + + + + + + -

واجبہ تھے ہبہ ہوگی پس خالد نے اُسکو درم دیدیے اور دوکان مین مدت تک رہا توشیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر اُجرت چھوڑ دینا اُسنے مال لینے کے ساتھ ہی بیان کیا ہو تو خالد پر اُجرت واجب ہو گی یعنی اجر المثل واجب ہوگا اور اگر اُجرت چھوڑ دینے کا ذکر قرض لینے سے پہلے یا اسکے بعد کیا ہو تو خالد پر کچھ اجرت واجب نہ ہو گی اور دوکان اُسکے پاس عاریۃً قرار دیجاویگی اور بعض مشایخ نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ دونون صورتون مین اجر المثل واجب ہوگا کذا فی المضمرات اور امام فخر الدین نے فرمایا کہ اسی پر فتوی ہے یہ کبرے مین لکھا ہے۔ زید نے خالد کو کچھ درم قرض دیے پھر زید نے خالد کو ترازو کا بانٹ دو درم ماہواری پر کرایہ دیا توشیخ ابو القاسم نے فرمایا کہ اگر ترازو کے بانٹ کی کچھ قیمت نہو اور نہ عادت کے موافق ترازو کا بانٹ کرایہ لیا جاتا ہو تو متاجر کے ذمہ کچھ کرایہ واجب نہ ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے اگر قرض دینے والے کو کسی قیمتی مال کی نگاہبانی کے واسطے اجرت پر مقرر کیا اور مال کی قیمت اجارہ سے زائد ہے جیسے چھوری یا کنگھی یا چمچہ وغیرہ اور ماہواری کچھ کرایہ ٹھہرا لیا تو اسمین ائمہ متاخرین نے اختلاف کیا ہے پس بعض نے فرمایا کہ بلا کراہت جائز ہے اور اُنھین مین امام محمد بن سلمہ اور امام حسام الدین علیا بادی صاحب کامل و ابو الفتح محمد بن علی اور صاحب ہدایہ ہین اور اسکے جائز ہونے پر بڑے بڑے امامونکا قول ہے۔ اور اگر قرض دینے والے نے وہ شے قبالہ قرض مین داخل کرکے دونون کی ایک ساتھ حفاظت کی تو اُجرت واجب ہو گی اور فتوی مین یہ ہے کہ اگر مال عین کو قبالہ کے ساتھ حفاظت سے رکھا تو اسکو کچھ اجرت نہ ملیگی کیونکہ قرض دینے والا قبالہ کو اپنے واسطے نگاہ رکھتا ہے کسی غیر شخص کیواسطے اسکی حفاظت نہین کرتا ہے اور غیر چیز یہان اُسکی تبعیت مین حفاظت سے رہی۔ اور مین نے استاد رحمہ اللہ کا فتوی اس مسئلہ مین بنابر اسی روایت کے دیکھا ہے یعنی اجرت واجب نہ ہو گی یہ وجیز کردری مین ہے۔ اور اگر قرض لینے والے نے قرض وہندہ کو قبالہ دیکر اسکی حفاظت کیواسطے اجیر مقرر کیا تو جائز نہین ہے کیونکہ قبالہ کی حفاظت قرض خواہ کے حق کے بھلے چنگے ثابت رہنے کے واسطے ہے۔ اور اگر چھوری مثلاً تلف ہو گئی اور سال کے بعد دونون نے اختلاف کیا اور قرض دہندہ نے کہا کہ سال کے بعد تلف ہوئی ہے اور قرض دار نے کہا کہ ایکسال سے تلف ہو گئی ہے تو متاجر مستقرض کا قول قبول ہوگا اسلیے کہ وہی کرایہ کی زیادتی سے منکر ہے۔ اور اگر اجیر نے وہ چھوری اپنی عورت کو یا ایسے شخص کو جو عیال مین سے ہے حفاظت کیواسطے دیدی تو کرایہ واجب ہوگا اور اگر کسی اجنبی کو دیدی تو کچھ کرایہ واجب نہوگا اور اگر اس شرط سے اجیر مقرر کیا کہ خواہ خود حفاظت کرے یا جسکو چاہے حفاظت کے واسطے دیدے تو شرط جائز ہے اور وہ دوسرا وکیل بالحفظ ہوگا اور اگر متاجر نے اجیر کو اجازت دیدی کہ اس چھوری کو اپنے کام مین لاوے اور وہ اپنے کام مین لایا تو جبتک اپنے کام مین لایا ہے اس زمانہ تک کا کرایہ کچھ واجب نہوگا یہ قنیہ مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے پانچ سو دینار قرض لیے

اور اسقدر کی دستاویز اقراری لکھدی اور قرض دینے والے کو موافق معہود کے کسی قدر ماہواری پر اجیر
مقرر کیا اور یہ سب کام مستقرض نے وصول کرنے سے پہلے کیے پھر مقرض نے اسکو فقط ساڑھے چار سو دینار
دیے اور اسپر کئی مہینے گذر گئے اور مقرض ان سب باتون کا مقر ہے تو جو اجرت ٹھہری ہے وہ پوری
پوری واجب ہو گی اُسمین سے بقدر حصہ پچاس دینار کے جو نہین دیے ہین کمی نہ کیجاویگی بخلاف اسکے
اگر قرض لینے والے نے کچھ مال قرض ادا کر دیا اور اسکے بعد کچھ مدت گذر گئی تو پھر قرض دینے والے کو
اس مدت کی جو کچھ مال ادا کرنے کے بعد گذر رہی ہے پورے کرایہ کے مطالبہ کا اختیار نہوگا مستقرض
ومقرض دونون نے دستاویز لکھنے والے کی دوکان پر بیٹھکر کسی مال عین کی حفاظت کے واسطے کسی قدر
ماہواری پر اجارہ مرسومہ قرار دیا اور مستقرض نے کاتب سے قرض کی دستاویز مع بدل اجارہ کے تحریر
کرنے کو کہا اور مقرض نے وہ مال عین کاتب کے سامنے مستقرض سے اپنے قبضہ مین لینے کے بعد کاتب کی حفاظت
مین اس غرض سے چھوڑ دیا کہ اسکی ماہیت و وصف دستاویز مین اچھی طرح لکھدے اور اُسپر چھ مہینے گذر گئے
اور کاتب نے چند ماہ تک دستاویز نہ لکھی حالانکہ وہ مال عین اُسکے پاس رہا پس آیا اس مدت کی حفاظت
کا کرایہ واجب ہوگا یا نہین تو بعضے اماموں نے فرمایا کہ واجب ہوگا کیونکہ اجیر یعنی مقرض کے ذمہ مطلقاً حفاظت
کی شرط تھی پس اُسکو اختیار ہے کہ جسپر اُسکو اعتماد ہو اُس کے ہاتھ مین حفاظت سے رکھے اور اس صورت مین اُسنے
اس کاتب پر اعتماد کیا ہے کہ اُسکے پاس چھوڑ دی اور کیونکر ایسا نہ ہوگا حالانکہ مستاجر کو خود معلوم ہے اور وہ
راضی ہے مقرض نے مال عین جسکی حفاظت کیواسطے خود اجیر مقرر ہوا تھا ایسے شخص کو دیدیا جو اُسکے عیال
مین نہین ہے اور اُسکو حفاظت کرنے کا حکم کیا اُس نے ایک زمانہ تک حفاظت کی تو مستقرض مستاجر پر اُس
مدت کی اجرت واجب ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہے دو شخصون نے ایک شخص سے قرض لیکر اسکو مال عین
کی حفاظت کے واسطے اجیر مقرر کیا پھر دونون مستاجرون مین سے ایک نے انتقال کیا تو اُسکے حصہ کا اجارہ
باطل ہوا اور زندہ کے حصہ کا باقی رہا یہ وجیز کردری مین ہے اگر مستقرض نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ مقرض
کو چھوری کی حفاظت کیواسطے ماہواری پر اجیر مقرر کرلے اور یہ نہ کہا کہ اسقدر ماہواری پر اجیر کرے
اُسنے ایک درم ماہواری پر مقرر کیا تو یہ عقد حق موکل مین نافذ نہوگا تاوقتیکہ اجرت معین نہ کرے یا تعمیم
کے ساتھ حکم کرے کہ جس اجرت پر جی چاہے مقرر کردے - اور اگر اُسکو ایک سال تک اپنی چھوری کی حفاظت
کے واسطے بیس دینار ماہواری پر مقرر کیا تو مدت گذرنے سے پہلے اُسکو فسخ کا اختیار نہین ہے اگرچہ اسکو
ضرر لاحق ہوا اگر ایسا کہ اُسکے مقابلہ مین حفاظت کی منفعت موجود ہے جیسے درزی یا دھوبی یا پیسنے والے کا
اجارہ پر مقرر کرنا بخلاف کاتب کے اجیر مقرر کرنے کے کہ درصورت اُس شخص کے حاضر ہو جانے کے
جسکے پاس خط بھیجنا چاہتا تھا یعنی مکتوب الیہ کے حاضر ہو جانے کے فسخ کا اختیار ہے - اور اگر اسکو کچھ
درم ماہواری پر چھوری کی حفاظت کے واسطے اجیر مقرر کیا تو جس روز چاند ہو اُس روز مقرض کے

سامنے یعنی حضور مین فسخ کا اختیار ہے - اور اگر اُسنے دو یا تین شخصون کو چھوری کی حفاظت کیواسطے اجیر مقرر کیا اور ایک شخص نے اُس کی حفاظت کی تو مستاجر پر پورا کرایہ واجب ہوگا بشرطیکہ اس کام کے قبول کرنے مین یہ لوگ باہم شریک ہون ورنہ فقط اُس شخص کے حصہؔ کی مزدوری واجب ہوگی جیسا کہ اس دوسرے مسئلہ مین حکم ہے کہ اگر دو شخصون کو اپنے گھر ایک لکڑی اُٹھا لیجانے کیواسطے ایک درم پہ مزدور مقرر کیا پھر ایک شخص اُٹھا کر لایا تو اسمین بھی اسی تفصیل سے حکم ہے یہ قنیہ مین ہے - قال رضی اللہ عنہ اجارہ مین غبن فاحش دہ[1] یازدہ کا ہوتا ہے یہ جواہر الفتاوی مین ہے - اگر وصی یا متولی نے صغیر یا وقف کے لیے قرض لیا اور اجارہ مرسومہ کا عقد ٹھہرایا پس آیا اسکا التزام مال وقف یا مال صغیر کی جانب متعدی ہوگا تو بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اگر قرض لینے کی ضرورت ہووے تو متعدی ہوگا چنانچہ اگر کچھ مال کسی ظالم کو مال وقف یا مال صغیر مین سے اس غرض سے دیا کہ تمام مال وقف یا مال صغیر اس ظالم کے پنجہ سے چھوٹ رہے تو اس صورت مین بسبب ضرورت کے یہ مال جو دیا ہے مال وقف یا مال صغیر مین محسوب ہوگا یہ وجیز کردری مین ہے - زید نے عمرو کو کچھ مال دیا اور حکم کیا کہ یہ مال خالد کو بطور قرض دیدے اور اجارہ مرسومہ کا عقد ٹھہرادے پس وکیل یعنی عمرو نے وہ مال خالد کو دیدیا اُسنے عمرو کو کسی مال عین کی حفاظت کے واسطے جو دیا ہے کچھ درم ماہواری پر اجیر مقرر کیا پھر عمرو نے انتقال کیا تو اجارہ فسخ نہ ہوگا کیونکہ جس کے واسطے عقد اجارہ تھا یعنی زید موکل وہ باقی ہے اور یہ اسواسطے کہ درحقیقت زید نے عقد اجارہ کے واسطے عمرو کو وکیل کیا اور اجارہ کی توکیل یہان قبول عمل کی توکیل ہے یعنی حفاظت قبول کرنے کی اور قبول اعمال کے واسطے وکیل مقرر کرنا صحیح ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے - اگر زید نے عمرو کو وکیل کیا کہ خالد سے قرض لے اور اجارہ مرسومہ کا عقد ٹھہرا لے بشرطیکہ موکل ہر عہدہ سے جو لازم آوے خارج ہے اُسنے ایسا ہی کیا تو اجرت اور استقراض وکیل کے ذمہ قرار دیا جائیگا یہ وجیز کردری مین ہے - زید نے عمرو سے ایک مکان سو دینار پر کرایہ لیا اور ہنوز اُس مین سکونت اختیار نہین کی تھی کہ مالک مکان نے اُسکو حکم کیا کہ دس درم خالد کو کرایہ مین سے اس شرط سے دیدے کہ عمرو کا خالد پر قرضہ ہے پھر دونون مین اجارہ ٹوٹ گیا مثلاً ایک مر گیا تو مستاجر کو مستقرض سے لینے کی کوئی راہ نہین ہے پھر اگر زید نے خالد کو جیسا کرایہ واجب تھا اُس سے کھوٹے درم دیئے ہون تو عمرو سے ویسے ہی درم لے سکتا ہے جیسے اُسکو دیے ہین - اور اگر اُسنے کرایہ مکان سے کھرے درم دیے ہون تو عمرو سے فقط اس قسم کے درم واپس لے سکتا ہے جیسے درم دینے کا اُسنے حکم کیا ہے مگر عمرو کو خالد سے اُن درمون کے لینے کا اختیار ہے جیسے اُسنے مستاجر سے وصول کیے ہین یہ ذخیرہ مین ہے - اگر موجر کا مستاجر پر کچھ مال قرض یا اسکے مثل کسی وجہ سے واجب ہوا اور مستاجر نے موجر سے کہا کہ جو مین نے کرایہ دیا ہے اسمین سے یہ مال

[1] دہ یازدہ یعنی دس درم ماہواری کی چیز اگر وکیل نے گیارہ درم پر لی تو غبن فاحش ہے ۱۲ -

محسوب کر لے یا فارسی مین کہا کہ (فرو روازمال اجارہ) اُسنے کہا کہ (فرو ختم) یعنی مین نے محسوب کیا تو بقدر اس مال کے اجارہ فسخ ہو جائیگا یہ محیط مین ہی۔ اگر موجر کے متاجر پر دینار قرض ہون اور کرایہ مین درم دیے ہون اور دونون نے اسطور سے قصاص کر لیا یعنی بدلا کر دیا تو اگرچہ جنس مختلف ہے مگر بسبب باہمی رضامندی کے جائز ہے یہ وجیز کردری مین ہے۔ ایک شخص نے ایسی زمین جو کسی مسجد کے واسطے وقف ہے اجارہ شرعیہ لی اور اُسکو آباد کیا اور اسمین زراعت کی اور اسکو مال اجارہ سے زیادہ مال حاصل ہوا پس اگر اجارہ کا مال مقررہ وقت عقد کے اس زمین کے اجر المثل کے برابر ہو تو اس شخص کو زیادتی حلال ہے یہ جواہر الفتاوے مین ہی۔ ایک قرضدار اپنے قرض خواہ کے پاس مال لایا تاکہ اجارہ معہودہ فسخ کرے اور مقرض نے روپوشی اختیار کی یا کفالت بالنفس اس شرط سے کی کہ اگر کل کے روز اسکو تجھ سے نہ ملا دے تو مجھپر ہزار درم واجب ہونگے پس اسکو لایا اور مکفول لہ روپوش ہو گیا یا یون قسم کھائی کہ اگر آج ہزار درم نہ ادا کرے تو اُسکی عورت کو طلاق ہے پس لایا اور قرضخواہ روپوش ہو گیا تو اگر قاضی کو اسکی سرکشی و ضرر رسانی کا قصد معلوم ہوا تو اسکی طرف سے ایک وکیل مقرر کر کے مال اُسکے سپرد کرا دے اور اجارہ فسخ ہو جائیگا اور کفیل بالمال نہ رہیگا اور نہ اُسکی عورت کو طلاق ہو گی اور اگر اسکا یہ قصد معلوم نہو تو وکیل مقرر نہ کریگا اور اگر باوجود اسکے قاضی نے غائب کیطرف سے وکیل مقرر کر کے اسکو مال دلوا دیا تو احکام مذکورہ ثابت ہو جاوینگے اور حکم قضا نافذ ہو جائیگا کیونکہ یہ صورت مجتہد فیہ ہے یہ وجیز کردری مین ہے ایک شخص کی دوکان کے سامنے شارع عام مین کچھ میدان ہے اُسنے ایک درم ماہوار ی پر ایک میوہ فروش کو اجارہ دیدیا تو جو کچھ اجرت وصول کریگا وہ اُسی شخص کو ملیگی۔ کیونکہ وہ شخص غاصب ہے اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ وہان کوئی عمارت یا دوکان ہو کیونکہ اس سے غاصب قرار پائیگا اور بدون اسکے غاصب نہو گا اور میرے نزدیک پہلا ہی حکم صحیح ہے یہ محیط مین ہے۔ شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک مستاجر نے زمین اجارہ مین کوئی عمارت بنائی یا درخت لگائے پھر مدت اجارہ منقضی ہو گئی پس آیا اُن چیزون کے دور کر دینے کیواسطے مستاجر کو حکم کیا جائے گا فرمایا کہ اُنکے دور کرنے کیواسطے اسکو حکم دیا جائیگا خواہ اُنکی قیمت قلیل ہو یا کثیر ہو بشرطیکہ مالک زمین اُن چیزون کو بقیمت نہ لیوے پھر دریافت کیا گیا کہ اگر اُسنے باجازت مالک ایسا فعل کیا ہو فرمایا کہ اگرچہ اُسنے اجازت دیدی ہو۔ اور کتاب الشرب مین ذکر فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنی زمین مین کسی شخص کی آمد و رفت پر راضی ہو یا اُسکا پانی اپنی زمین مین ہو کر بہنے کی اجازت دیدی اور مطلقاً یہ اجازت دیدی پھر اُسکی رائے مین آیا کہ اُس سے ممانعت کر دے تو ممانعت کر سکتا ہے کیونکہ یہ اجازت کوئی امر لازمی نہین ہے یہ فتاوی نسفی مین ہی۔ نوادر ابن سماعہ مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے دس درم کرایہ مین ایک زمین اس شرط سے لی کہ دس جریب ہے اُسمین

کھیتی بوئی پھر اُسکو پندرہ جریب یا سات ہی جریب پایا تو فرمایا کہ اسکو وہی کرایہ ملیگا جو قرار پایا ہے اور اگر وقت عقد کے یہ کہا ہو کہ دس جریب فی جریب ایک درم کرایہ مین تو اس صورت مین ہر جریب بحساب ایک درم کے محسوب کیجاویگی یہ محیط مین ہے۔ زید نے کچھ زمین ایک بڑے گانون مین سے جس کے حصے متفرق مین عمرو کو کرایہ پر دی اور اسکی کاریز کا پانی کم ہوگیا اور اسمین ایک زائد خرچ کی ضرورت ہوئی اور ارباب کاریز سے نفقہ طلب کیا پس اس کرایہ والی زمین کا خرچہ مستاجر پر ہوگا یا موجر پر تو فرمایا کہ موجر پر اپنی ملک وزمین مین خرچہ واجب نہوگا اور مستاجر پر بھی اسکی غیر ملک وموجر کی زمین کیواسطے خرچہ لازم نہوگا۔ اور اگر وہ گانون تنہا منفرد ہوا اور زید نے عمرو کو کرایہ پر دیدیا اور اسکی کاریز کا پانی کم ہوگیا اور عمرو نے زید سے کاریز کا خرچہ طلب کیا کہ اُسکو صاف ودرست کرکے پانی کی آمد بڑھادے تو زید پر خواہ مخواہ خرچہ دینا لازم نہین ہے مگر ہان نقصان پر لحاظ کیا جائیگا پس اگر نقصان کثیر ہو کہ کسی قدر زمین سے جسپر اجارہ واقع ہوچکا ہے بالکل پانی منقطع ہوگیا تو جسقدر زمین سے پانی منقطع ہوا ہے اسکا اجارہ موافق اُس روایت کے جسپر امام قدوری نے اعتماد کیا ہے فسخ ہوجاویگا اور اُس روایت مین یہ مذکور ہے کہ جس زمین سے پانی منقطع ہو اُسکا اجارہ فسخ ہوجاتا ہے اور باقی زمین مین مستاجر کو خیار حاصل ہوگا چاہے بعوض اسکے حصہ اجرت کے اجارہ پر رہنے دے یا فسخ کردے اور اگر نقصان قلیل ہو کہ پانی سب زمین مین پہونچتا ہو مگر سیراب نہ کرتا ہو اور کافی نہ ہوا اور اس سے ضرر فاحش لاحق ہوا تو مستاجر کو اختیار ہوگا کہ چاہے اجارہ فسخ کرکے زمین واپس کردے یا اجارہ سابقہ کو بعوض اجرت مسمی کے تمام کرے۔ اور یہ جواب اس مسئلہ مین وہ ہے کہ ہمارے پیشوا استاد شیخ الاسلام قاضی ابوالمعالی نور اللہ ضریحہ نے ارشاد فرمایا ہے اور ہمکو اُسکی وصیت کردی ہے اور کتاب مین ذکر نہین کیا۔ اور اگر گانون اجارہ دیا اور اُسکی کاریز کا پانی شبانہ روز بیس جریب کو سیراب کرتا ہے پھر کم ہوکر بیس سے دس ہوگیا تو دس جریب کا اجارہ فسخ ہوجائیگا یعنی نصیف کا اور ہمارے استاد کے قول کے موافق باقی مین اُسکو خیار حاصل ہوگا ایسا ہی مذکور ہے اور یہی صحیح ہے۔ ایک شخص زید نے ایک زمین جو کسی مسجد کی ضرورت کیواسطے وقف تھی اُسکے متولی سے کچھ درمون معلومہ پر ایکسال کیواسطے اجارہ لی پھر زید نے وہ زمین عمرو کو مزارعت بالنصف یعنی آدھے کی بٹائی پر اس شرط سے دیدی کہ بیج زید کی طرف سے ہین پھر جب کھیتی کاٹی تو اہل مسجد نے کہا کہ جس شخص نے تجھے زمین اجارہ دی تھی وہ متولی نہ تھا اور اجارہ صحیح نہین ہوا اور گانون کے رواج کے موافق تہائی غلہ مسجد کے واسطے ہم لینگے اور جبرًا اُس سے لے لیا پھر اگر مستاجر نے موجر کے متولی ہونے کے گواہ قایم کیے تو جو کچھ اہل مسجد نے وصول کرلیا ہے وہ واپس لیکر باقی غلہ کے ساتھ اپنے اور کاشتکار کے درمیان موافق شرط کے تقسیم کریگا اور اسپر اجرت مسمی واجب ہوگی اور اگر اُس سے اس قسم کے گواہ قایم نہ ہوسکے کہ موجر متولی تھا

تو اسپر اجر المثل واجب ہوگا اور جو اہل مسجد نے وصول کر لیا ہے اُسکو واپس لیگا اور کاشتکار کے ساتھ شرط کے موافق باہم تقسیم کر لیگا یہ جواہر الفتاوی مین ہی۔ شرف الائمہ مکی اور قاضی عبد الجبار نے فرمایا کہ ایک شخص نے زمین وقف اجارہ لی اور اسمین عمارت بنائی اور درخت لگائے پھر اجارہ کی مدت گذر گئی تو مستاجر کو اختیار ہے کہ اسکو اجر المثل پر سنبھوائے بشرطیکہ اُسمین کچھ ضرر نہو پھر دونون سے دریافت کیا گیا کہ اگر موقوف علیہ سوائے درختون کے اکھاڑ ڈالنے کے کسی بات پر راضی نہو آیا یہ اختیار ہے تو دونون نے فرمایا کہ نہین یہ قنیہ مین ہے۔ ایک گانوٴن مین کچھ زمین فی سبیل اللہ ہے کہ اسکو گانوٴن والون نے چند سال معلومہ کیواسطے اجارہ لیا پس اگر اسمین گانوٴن کے حق مین کوئی مصلحت ہو تو اس زمین مین اُنکا تصرف جائز ہے یہ جواہر الفتاوی مین ہی۔ اور مکہ معظمہ کی زمین کا اجارہ لینا مکروہ ہے کیونکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے زمین مکہ کا کرایہ کھایا اُسنے گویا سود کھایا یہ کافی کی کتاب الکراہیۃ والاستحسان مین ہی۔ زید نے عمرو سے جو زمین اجارہ لی وہ اسکی ملک سے زائد تھی حالانکہ صرف عمرو کی ملک کی زمین غیر مشترک اجارہ لی تھی پس اگر زائد زمین کا مالک راضی نہوا اور اُسنے عقد فسخ کیا تو اُسکے حق کا اجارہ فسخ ہو جائیگا۔ اور اگر مالک نے کچھ تعرض نہ کیا مگر موجر یعنی عمرو نے حاکم کے پاس اس امر کا اقرار کر دیا تو مستاجر کو بقدر زیادت کے عقد فسخ کرنے کا اختیار ہے۔ اور اگر موجر نے یہ اقرار نہ کیا اور نہ مالک نے کچھ دعوی کیا اور نہ مستاجر سے انتفاع حاصل کرنے مین کچھ تعرض و ممانعت کی تو مستاجر کو بمقدار زائد کے اجارہ فسخ کرنے کا اختیار نہین ہے اگرچہ اسکو معلوم ہو کہ یہ زمین دوسرے کی ملک ہے سلطانی وکیل نے اگر کوئی گانوٴن کسی شخص کو تہری اجارہ پر اجارہ دیا اور مستاجر نے اسمین کھیتی بوئی پھر کسی شخص نے اجارہ مین بڑھا دیا اور وکیل نے دوسرے کو اجارہ دیدیا تو اس گانوٴن کا غلہ و اناج وغیرہ خریدنا جائز نہین ہے اسلیے کہ یہ سب پہلے مستاجر کی ملک ہے یہ جواہر الفتاوے مین ہی۔ تہائی بٹائی کے کاشتکار نے کئی مرتبہ زمین گوڑی پھر فالیز[اہ] لگانے کیواسطے مالک زمین کو اجارہ پر دیدی تو عقد سابقہ کیوجہ سے اسکو تہائی اجرت ملیگی اگرچہ فقط گوڑنے سے کسی چیز کا مستحق نہ تھا یہ قنیہ مین ہی۔ امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ ایک شخص زید نے عمرو کو اپنا غلام اجارہ دیکر سپرد کر دیا پھر بلا عذر اُسکو فروخت کر کے مشتری کے سپرد کر دیا اور وہ مشتری کے پاس مر گیا تو مستاجر کو مشتری سے اُسکی قیمت کی ضمان لینے کا اختیار نہین ہے پس مستاجر اس حکم مین راہن کے مثل نہین ہے اُسکے برخلاف ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ زید نے عمرو سے ایک مکان بعوض اپنے غلام کے ایکسال کے واسطے اجارہ لیا اور اسمین سکونت اختیار کی پھر اُس سے غلام کا اجارہ توڑ لیا تو غلام واپس لے اور اس مکان کا اجر المثل عمرو کو دیدے

اہ فالیز خربزہ و تربوز وغیرہ ترکاری تکی باڑی ۱۲

اگر کرایہ کا مکان زید نے کرایہ دار سے غصب کر لیا پھر چھوڑ دیا پھر مستاجر نے چاہا کہ باقی مدت کے واسطے اُسپر قبضہ نہ کرے یا موجر نے چاہا کہ قبضہ نہ دیوے تو مستاجر ایسا انکار نہین کرسکتا ہے اور نہ موجر کو ایسا اختیار ہے۔ اور ہمارے مشایخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب سال کے اندر اجارہ لینے کے واسطے کوئی وقت مرغوب نہو کہ اُسوقت مین اُس مکان کے اجارہ لینے کی کسی وجہ سے خواہش ہو تا کہ جو وقت خواہش کا تھا وہ نکلگیا اور اسوقت مستاجر کو وہ مکان نہ ملا تو ایسی صورت مین باقی سال کے واسطے مستاجر کو خیار دیا جائے گا کہ چاہے قبول کرے یا نہ کرے۔ اصل مین لکھا ہے کہ اگر دو اونٹ کسی غلام معین یا غیر معین کے عوض مکہ تک کرایہ لیے پس اگر غلام معین ہے تو اجارہ جائز ہے اور اگر غیر معین ہے تو فاسد ہے پھر اگر غلام معین ہوا اور اجارہ جائز ٹھہرا اور مستاجر نے اونٹون سے اپنا نفع حاصل کر لیا پھر موجر کو غلام سپرد کرنے سے پہلے وہ غلام مستاجر کے پاس مرگیا تو مستاجر پر اجر المثل واجب ہوگا۔ اور اگر غلام غیر معین ہوا اور اجارہ فاسد ہو تو درصورت انتفاع حاصل کر لینے کے مستاجر پر اجر المثل واجب ہوگا خواہ غلام مرجاوے یا نہ مرجائے یہ محیط مین ہے۔ اگر غلام کے مشتری نے قبضہ کرنے سے پہلے بائع کو اسواسطے اجارہ لیا کہ غلام کو روٹی پکانا یا سینا سکھلا دے اور ایک درم ایک مہینہ کی اجرت ٹھہرائی تو یہ اجارہ جائز ہے اور اگر اُسنے کام سکھلا دیا تو اسکو اجرت ملیگی اور اگر مہینہ کے اندر یا اسکے بعد بائع کے پاس وہ غلام مرگیا تو بائع کا مال گیا اور اسطور پر اجارہ کرنے سے مشتری کا قبضہ ثابت نہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی کپڑا خریدا اور اُسکے دھونے یا سینے کیواسطے بائع کو اجارہ پر مقرر کیا تو جائز ہے اور اگر کپڑا تلف ہوا پس اگر قطع کرنے یا دھونے مین برباد ہوا تو مشتری قابض ہوگیا اور مشتری کا مال تلف ہوا ورنہ بائع کا مال گیا۔ اور اگر مشتری نے بائع کو مبیع کی حفاظت کے واسطے کسی قدر اجرت پر مقرر کیا تو اجارہ باطل ہے کیونکہ جب تک مشتری کے سپرد کرے تب تک اُسکی حفاظت بائع کے ذمہ خود لازم ہے یہ قنیہ مین ہے۔ زید نے عمرو کا گھر جو کرایہ پر چلانے کے واسطے تھا خالد کے پاس رہن کیا اور مرتہن نے اسمین سکونت اختیار کی تو اسپر کچھ واجب نہوگا کیونکہ خالد کرایہ کا التزام کرکے اسمین نہین رہا ہے چنانچہ اگر خود مالک نے رہن کیا اور مرتہن نے اسمین سکونت اختیار کی تو بھی کرایہ واجب نہین ہوتا ہے یہ قنیہ مین ہے۔ راہن نے مرتہن کو حفاظت رہن کے واسطے اجارہ لیا تو نہین جائز ہے اور اگر مستودع[1] کو حفاظت ودیعت کیواسطے اجارہ لیا تو جائز ہے یہ سراجیہ مین ہے۔ شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ زید نے ایک مکان ماہواری پر کرایہ لیا اور خود باہر چلا گیا مگر اپنی جورو و اسباب اسمین چھوڑ گیا پھر موجر نے چاہا کہ اس عورت کو نکال دے اور اجارہ فسخ کردے تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ موجر ایسا نہین کرسکتا ہے تاوقتیکہ مستاجر نہو اور صورت فسخ کی یہ ہے کہ درمیان مہینے مین کسی دوسرے

---

[1] مستودع جسکے پاس ودیعت رکھی ہے ۱۲

کو اجارہ دیدے پھر جب یہ مہینہ پورا ہو جائیگا تو پہلے کا اجارہ ٹوٹ جائیگا اور مکان دوسرے شخص کے اجارہ مین آجاویگا پھر اُس عورت کو نکال دے اور اُس سے کہے کہ یہ مکان خالی کرکے دوسرے کرایہ دار کے سپرد کرے یہ حاوی مین ہی۔ ایک شخص نے ایک دار مین سے کوئی حویلی کسی قدر دراہم معلومہ پر کرایہ لی پھر مستاجر نے اپنی عورت کو طلاق دیدی اور خود شہر سے چلا گیا پس آیا مالک کو عورت کے نکال دینے کی کوئی راہ ہے فرمایا کہ نہین اور جبتک چاند نہ آوے عورت کو حویلی مین سے نہین نکال سکتا ہے پھر جب چاند نکلا حالانکہ اُس کا شوہر اسوقت تک غائب ہے پس آیا مالک مکان کو اختیار ہے کہ عورت کو نکال دے اور اجارہ فسخ کردے تو واجب ہے کہ اس مسئلہ مین اختلاف ہو یعنی امام اعظم و امام محمد رح کے قول پر نہین اختیار ہے اور امام ابو یوسف کے قول پر اختیار ہے یہ محیط مین ہی۔ اگر کوئی حویلی ایک درم ماہواری پر اس شرط سے کرایہ لی کہ خود اسمین رہیگا دوسرے کو نہ بساویگا پھر اُسنے ایک یا دو عورت سے نکاح کیا تو اُسکو اختیار ہے کہ اُن دونون کو اُسمین بساوے اور مالک مکان انکار نہین کرسکتا ہے اور یہ مسئلہ ماول ہے تاویل یہ ہے اس حویلی مین چہ بچہ[1] یا وضو کا کنواں نہ ہووے یہ ذخیرہ مین ہے زید نے ایک عورت سے جو کرایہ کے مکان مین رہتی ہے نکاح کیا اور سال بھر اُسکے ساتھ اس مکان مین رہا اور عورت نے زید کو خبر دی تھی کہ میرے پاس یہ مکان کرایہ پر ہے یا نہین خبر کی تھی پھر مکان والے نے کرایہ طلب کیا تو یہ کرایہ عورت پر واجب ہوگا مرد پر واجب نہوگا اور اگر زید نے اُس عورت سے کہدیا ہو کہ مجھپر تیرے نفقہ کے ساتھ مکان کا اسقدر کرایہ بھی ہے اور مالک مکان کو اسکی ضمان دیدی تو یہ کرایہ مرد ہی پر رہا۔ اگر عورت کے سامنے فقط اس کرایہ دینے کے گواہ کر دیے مگر مالک مکان کو ضمان نہ دی پھر اُس عورت کو کرایہ نہ دیا تو اُسکو اختیار ہے یہ مبسوط مین ہے۔ ایک عورت اپنی بہن کے گھر مین بغیر اسکی رضامندی کے دو برس تک رہی اور اسکی بہن اُس سے کرایہ مکان کا تقاضا کیا کرتی تھی تو عورت پر اجر المثل واجب ہوگا یہ قنیہ مین ہے۔ کتاب الاصل مین فرمایا کہ دو شخصون نے ایک شخص کی دوکان کرایہ لی اور ایک درم ماہواری کرایہ ٹھہرایا اور دونون نے باہم یہ شرط قرار دی کہ ہم مین سے ایک شخص اُس سرے پر رہے اور ایک شخص اگلی طرف رہے اور یہ شرط اصل اجارہ مین نہین ٹھہرائی فرمایا کہ اجارہ جائز ہے اور دونون مین سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ اس شرط سے پھر جاوے۔ پھر کتاب مین مذکور ہے کہ اگر دونون نے عقد اجارہ مین ایسی شرط نہین لگائی تو اجارہ فاسد نہوگا اور یہ مذکور نہین ہے کہ اگر اصل اجارہ مین یہ شرط لگائی تو آیا اجارہ فاسد ہوگا یا نہین اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ کہنے والا یہ کہ سکتا ہے کہ اجارہ فاسد ہو جائیگا اور کہنے والا یہ بھی کہ سکتا ہے کہ اجارہ فاسد نہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک حویلی دو شخصون مین جنمین سے ایک حاضر دوسرا

---

[1] یعنی جسمین وضو کا پانی بھرتا ہے یعنی دھوون ۱۲۔

غائب ہے پہلے مشترک تھی پھر تقسیم ہوگئی تو جو شخص حاضر ہے اُسکو فقط اپنے حصہ مین سکونت کا اختیار ہے سب حویلی مین نہین رہ سکتا ہے اور قاضی کو اختیار ہے کہ اگر اُسکے خراب ہو جانے اور گر جانے کا خوف ہو تو سب کو کرایہ پر دیدے اور اسکی اجرت اپنے پاس امانت رکھے۔ اور اگر تقسیم نہ ہوئی ہو تو شریک حاضر بقدر اپنے حصہ کے مسکن بنا سکتا ہے اور امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر گر جانے و خراب ہو جانے کا خوف ہو تو سب مین سکونت اختیار کر سکتا ہے یہ وجیز کردری مین ہے ایک مکان جو کرایہ پر چلانے کیواسطے رکھا گیا ہے وہ تین شخصون کو میراث مین پہونچا اُنمین سے ایک بدون باقی دونو کی اجازت کے اسمین رہا تو اُسپر کچھ کرایہ واجب نہ ہوگا یہ قنیہ مین ہے۔ ایک شخص نے کاروان سرا سے کا ایک حجرہ کچھ مدت معلومہ کیواسطے کرایہ لیکر اسمین اپنا اسباب رکھکر مقفل کر دیا اور خود کہین چلا گیا پھر کاروان سرا سے کا متوالی آیا اور اُسنے بلا کنجی و قفل کھول کر اُسمین سے اسباب نکال کر دس روز تک کسی دوسری جگہ رکھا پھر اُٹھا کر اُسی حجرہ مین رکھکر قفل دیدیا اور اسی طور سے مدت گذر گئی تو جسوقت سے اسباب باہر نکالا اسوقت سے کچھ کرایہ واجب نہ ہوگا یہ خلاصہ مین ہے۔ تتمیہ مین لکھا ہے کہ شیخ ابو ذر سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک مکان کرایہ لیا اُسمین سے مدت تک ایک غاصب جسکا نکال دینا ممکن تھا رہا کیا تو فرمایا کہ جتنی مدت تک غصب رہا ہے اُسکا کرایہ واجب نہ ہوگا اور مین نے شیخ ابو الفضل کرمانی سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے پیتل غصب کر کے ایک قمقمہ بنانے والے کو کچھ اجرت پر قمقمہ بنانے کے لیے دیا اور وہ شخص کاریگر یہ جانتا ہے کہ یہ شخص غاصب ہے پس آیا اس کی اجرت اِس شخص پر واجب ہوگی فرمایا کہ ہان پھر مین نے دریافت کیا کہ ایک شخص نے پیتل غصب کر کے اُسکا قمقمہ بنوایا پھر مالک آیا تو اس قمقمہ کو لے سکتا ہے فرمایا کہ نہین لے سکتا ہے پھر مین نے کہا کہ اگر چاندی کا پتر جو کان سے نکلا ہے کسی نے غصب کر کے اُسکے کنگن بنوائے اور مالک آیا تو فرمایا کہ امام اعظم رح کے نزدیک مفت لے سکتا ہے۔ اور شیخ علی بن احمد رح سے دریافت کیا گیا کہ زید کی دوکان ہے اور وہ دوکان عمرو کے قبضہ مین ہے پھر چند لوگون نے زید سے کہا کہ یہ دوکان ہمکو کرایہ پر دیدے اُسنے کہا کہ مین تمکو کرایہ پر نہین دے سکتا ہون کہ آج اسمین میرا حق نہین ہے کیونکہ مین نے اس قابض کو کرایہ پر دے دی ہے اور اجارہ کی مدت مین کچھ روز باقی رہگئے ہین پھر اُن لوگون نے بہت خوشامد کی اور کہا کہ ہمکو کرایہ پر دیدے ہم قابض کو اُسمین سے نکال دینگے اُسنے ان لوگونکو کرایہ پر دیدی پس آیا اُسکا یہ اقرار کہ مدت مین سے کچھ روز رہے ہین صحیح ہے اور بعد اس اقرار کے اُن لوگونکو اجارہ دینا صحیح ہے تو شیخ نے فرمایا کہ جتنے دن پہلے اجارہ مین سے باقی رہے ہین اُتنے دنون تک نہین[عـ۵] صحیح ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ غاصب نے مکان غصب ایک شخص کو کرایہ دیکر اُسکا کرایہ مالک کو دیدیا تو اسکو لینا حلال ہے کیونکہ اجرت

عـ۵ بعد از ان صحیح ہے ۱۲

لے لینا اجارہ پر دیدینا ہے قال الشیخ رضی اللہ عنہ پس اجرت کا لے لینا بلا تفصیل اجارہ قرار دیا اور امام قدوری نے فرمایا کہ اگر منفعت حاصل کرنے سے پہلے مالک نے اجازت دیدی ہو تو اجرت مالک کی ہوگی اور اگر بعد کو اجازت دی تو عاقد کی ہوگی یہ قنیہ مین ہے۔ ایک شخص مکان وقف مین خود مع اپنے اہل و اولاد و خدام کے رہا تو اُسپر اجر المثل واجب ہوگا۔ اور اگر ایسا مکان جو کرایہ پر چلنے کیواسطے تیم کا ہے یا کسی تیم کیواسطے وقف ہے غصب کیا اور کچھ مدت معلومہ کیواسطے کسی قدر اجرت مقررہ پر اجارہ دیدیا اور مستاجر اسمین رہا تو اجر مسمی اسپر واجب ہوگا اجر المثل واجب نہوگا پھر دریافت کیا گیا کہ آیا مالک کو غاصب پر کچھ دینا لازم آتا ہے تو شیخ نے لکھ بھیجا کہ نہین ولیکن جو کچھ اُسنے وصول کیا ہے وہ سب مالک کو واپس کردے کہ یہ اولی ہے پھر دریافت کیا گیا کہ جو اجرت مقرر ہوئی ہے وہ مالک کی ہے یا عاقد[1] کی فرمایا کہ عاقد کی ہے مگر اُسکے حق مین حلال نہین ہے بلکہ مالک کو دیدے کہ یہ اولی ہے اور امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ اسکو صدقہ کردے یہ قنیہ مین ہے۔ ایک مشاطہ کو عروس کی آراستگی و تزئین کیواسطے مقرر کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اُسکو اجرت حلال نہین ہے ولیکن اگر بطور ہدیہ کے بلا شرط و تقاضا دیدیجاوے تو ہوسکتا ہے اور بعض نے فرمایا کہ اجارہ جائز ہونا چاہیے بشرطیکہ موقت ہو یعنے وقت مقرر ہو یا کام معلوم ہو اور اُسنے صورتین و تمثال[2] عروس کے چہرہ پر نہ بنائی ہون تو اجرت اسکو حلال ہوگی اسواسطے کہ عروس کا آراستہ کرنا مباح ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ کبریٰ مین لکھا ہے کہ ایک شہر کے لوگون کو عمال کا خرچہ دینا بہت گران معلوم ہوا انھون نے ایک شخص کو کچھ اجرت معلومہ پر اجیر مقرر کیا کہ سلطان کے شہر مین جاکر سلطان کے روبرو اس امر کی فریاد کرے تاکہ سلطان اس ظلم مین تخفیف کردے کہ ہر غنی و فقیر سے اجرت لیجاتی ہے تو اس مقام پر مذکور ہے کہ اگر ایسی حالت ظاہر ہو کہ یہ شخص سلطان کے شہر مین جاکر ایک یا دو روز مین اصلاح کام سے فارغ ہوجائیگا تو اجارہ جائز ہے اور اگر حالت سے یہ معلوم ہو کہ اس کام کی اصلاح مین کچھ مدت گذریگی تو بدون وقت مقرر کرنے کے اجارہ جائز نہوگا پس اگر کوئی وقت مقرر کیا تو اجارہ جائز ہوا اور کل اجرت اسکو ملیگی اور اگر وقت مقرر نہ کیا یونہی بھیجدیا تو اسکو اجر المثل ملیگا اور یہ اجرت اُن سب لوگون پر بقدر ہر ایک کے کام و نفع کے تقسیم ہوگی یعنی اسکے جانے سے جسکا جسقدر نفع ہوا اُسی قدر اجرت دیوے اور قاضی فخر الدین نے فرمایا کہ یہ حکم ایک طرح کی توسیع و استحسان ہے ورنہ حکم کتاب کے موافق یہ اجارہ بدون میعاد مقرر کرنے کے جائز نہین ہے اور اسی پر فتاوی دیا جاوے ایسا ہی امام سرخسی نے ادب القاضی کے باب الرشوۃ مین ذکر کیا ہے کہ وقت مقرر کرنا ضرور ہے اگرچہ اصلاح کار کی مدت ایک یا دو روز ہون یہ مضمرات مین ہے۔ ایک پانی کا چشمہ ایک گانون والون کا ہے انمین سے بعضے گانون والون نے ایک شخص کو اسواسطے مزدور کیا کہ یہانتک

---

[1] عاقد جسکی ایجاب و قبول سے عقد ٹھہرا یا وہ اصل مالک نہین [2] تمثال صورتین لیکن یہان تصویر مراد ہے ۱۲ - منہ

کاٹ کے پتھرون کو توڑ کے چشمہ صاف کر دے تاکہ پانی بڑھجاوے تو یہ زیادتی سب گانون والونکا
حق ہوگا اسیطرح اگر اس چشمہ کے حریم مین کوئی دوسرا چشمہ کھودا یا اسی چشمہ کو چوڑا کر دیا یا اسکا نیچا ڈر زیادہ گرا دیا کہ
جس سے پانی زیادہ آنے لگا تو سب گانون والون کا استحقاق ہے فقط مستاجر ہی کا نہین ہے اور اگر بعض
گانون والون نے اس چشمہ کے حریم کو چھوڑ کر دوسری جگہ کوئی چشمہ کھودنکالا تو اسکا پانی فقط مستاجر کا
ہوگا کذا فی الصغری اور اجرت فقط مستاجر پر واجب ہوگی یہ حاوی مین ہی۔ اور اسکو یہ اختیار
نہین ہے کہ یہ زیادتی گانون والون کی نہر مین جاری کرے ولیکن انکی سب کی رضامندی سے جاری
کر سکتا ہے اور اگر راضی نہ ہون تو جو زمین مردہ پڑی ہے یا اپنی ذاتی زمین مین دوسری نہر کھودیگا
یہ صغری مین ہی۔ زید نے عمرو سے ایک بیلچہ دس روز کے واسطے کسی قدر روزانہ اجرت پر کرایہ لیا
پھر زید نے وہ بیلچہ ان دنون مین سے پانچ روز تک عمرو کے پاس ودیعت رکھا تو زید پر پورے
دس روز کا کرایہ واجب ہوگا کیونکہ مستودع کا قبضہ بعینہ مودع کا قبضہ شمار ہوتا ہے اور اگر بجاے
ودیعت کے مالک کو عاریۃ دیا ہوا ور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو مدت عاریت کے کرایہ واجب ہونے مین دو
روایتین ہین یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک شخص نے معمار کو ایک دیوار بنانے کے لیے جسکا مقام دکھلا دیا اور
اسکا طول وعرض و اونچائی سب بیان کردی مزدور مقرر کیا اور یہ شرط قرار دی کہ ہر ہزار اینٹ بعوض
اسقدر اجرت کے اور اسقدر گچ بعوض اس اجرت کے تیار کرے پھر مزدور نے نیو وغیرہ بنائی تھی
کہ اتنے مین مر گیا اور ہزار اینٹین مع گچ کے جسقدر قرار پایا تھا داخل کر چکا تھا تو جو اجرت ٹھہری تھی
وہ بنے ہوے حصۂ دیوار اور بے بنے حصہ پر تقسیم ہو کر جو تیار ہوئی ہے اس کے پڑتے مین جو اجرت
آئی ہو اسقدر دیجاویگی یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے ایک مکان کرایہ لیا اور اسمین ایک دیوار
ایسی مٹی سے بنوائی جو اس مکان مین پڑی ہوئی تھی مگر بلا اجازت مالک یہ کام کیا پھر جب اس مکان کو
چھوڑا تو دیوار توڑنے کا قصد کیا پس اگر اسنے مکان کی مٹی سے کچی اینٹین بنوا کر دیوار بنوائی ہو تو اسکو
اختیار ہے کہ توڑ دے اور اسپر واجب ہوگا کہ مالک مکان کو مٹی کی قیمت دیدے اور اگر اسنے مٹی مین
پانی ڈالکر بنوائی ہے تو نہین توڑ سکتا ہے یہ ذخیرہ مین ہی۔ محیط مین شمس الائمہ اوزجندی سے منقول ہے
کہ ایک شخص نے مزدور سے کہا کہ یہ کھنڈل میرا درست کر دے تجھے دس درم دونگا اسنے بنانا شروع
کیا اس حالت مین کھنڈل مین سے کچھ اور عمارت گر گئی اسنے سب درست کیا تو مزدور کو سواے دس درم
کے زیادہ نہ ملینگے یہ قنیہ مین ہی۔ جامع الفتاوی مین لکھا ہے کہ ایک شخص نے زید کو ایک منارہ جس کا
طول پچاس گز اور عرض دس گز ہے بنانے کے واسطے مزدور مقرر کیا اور اسنے تھوڑا سا بنایا تھا کہ وہ
گر گیا تو اسکے حساب سے اجرت واجب ہوگی۔ اور اگر ایک شخص کو دس گز کا کنوان کھودنے کے واسطے
مزدور مقرر کیا اسنے پانچ گز کھود کر کہا کہ اب مجھ سے باقی نہین کھدتا ہے حالانکہ اسکو کوئی عذر پیش نہین آیا

تو فرمایا کہ مین باقی کھودنے کے واسطے اسکو قید کرونگا۔ اور اگر کسی شخص کو کچھ مال دیا کہ اسقدر اجرت پر فلان شہر مین جاکر فلان شخص کو پہونچا دے پھر ایلچی نے آکر کہا کہ مین نے دیدیا اور مرسل نے انکار کیا تو امام ابو یوسف نے فرمایا کہ ضامن ہوگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ ضامن نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی امام محمد رح نے فرمایا کہ زید نے عمرو کی زمین غصب کرکے خالد ایک شخص معین کو اجارہ دیدی اور زید کو معلوم نہوا یہان تک کہ سال مین سے کچھ دن گذر گئے پھر بعد معلوم ہونے کے اُسنے عقد اجارہ کی اجازت دیدی تو گذشتہ کا کرایہ غاصب کا اور باقی ایام اجارہ کا کرایہ وقت اجازت سے مالک کا ہوگا اور اگر مالک نے اجازت نہ دی یہانتک کہ تمام مدت اجارہ کی گذر گئی تو سب کرایہ غاصب کا ہوگا یہ حاوی مین ہی۔ قدوری مین لکھا ہے کہ اگر ایک شخص نے دو مکان کرایہ لیے پھر ایک مکان منہدم ہوگیا یا اسکو کسی نے غصب کرلیا یا ایسی ہی کوئی وجہ واقع ہوئی تو مستاجر کو اختیار ہے کہ دوسرے کو چھوڑدے یہ محیط مین ہے۔ دو شخصون نے ایک شے معین کا دعوے کیا ایک نے اجارہ کا دعوی کیا اور دوسرے نے خرید کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اجارہ کا اقرار کردیا اور مدعی خرید نے اس سے خرید نے پر قسم لینی چاہی تو قسم لے سکتا ہے۔ اور اگر دونون نے اجارہ کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے ایک کیواسطے اجارہ دینے کا اقرار کیا اور دوسرے نے اُس سے قسم طلب کی تو قسم نہین لے سکتا ہے یہ صغری مین ہے۔ شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے امام کی سکونت کے واسطے ایک مکان وقف کیا پس آیا اُسکو اختیار ہے کہ کسی کو کرایہ پر دیدے فرمایا کہ نہین اختیار ہے اور میرے والد رح سے بھی دریافت کیا گیا انھون نے بھی یہی جواب دیا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر عمرو نے زید کو ایک غلام دیا کہ تیرا جی چاہے بعوض ہزار درم خرید کے اُسکو اپنے قبضہ مین کرلے یا اسقدر کرایہ پر ایک سال تک اجارہ مین لے لے زید نے قبضہ کرلیا اور بعد کام لینے کے اُسکے پاس مرگیا تو اجارہ مین قرار دیا جائیگا پس اگر زید نے کہا کہ مین نے خرید کے طور پر قبضہ کیا تھا پس اگر اسکی قیمت مثل اجرت کے یا زیادہ ہو تو اسکا قول قبول ہوگا اور اگر اجرت زیادہ ہو تو قبول نہوگا۔ اور اگر اُسنے کام نہ لیا ہو اور وہ مرگیا تو اُسپر کچھ واجب نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر کوئی چیز خریدی اور قبضہ سے پہلے کسی شخص کو اجارہ پر دیدی تو جائز نہین ہے جیسے فروخت کرنا ناجائز ہے اور یہ حکم مال منقول[ل] مین ہی اور اگر غیر منقول از قسم عقار ہو تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ اسمین ویسا ہی اختلاف ہے جیسا اس کی بیع مین ہے اور بعض نے فرمایا کہ اجارہ بالاجماع نہین جائز ہے یہ محیط مین ہے۔ دوکان مین ایسا عیب پیدا ہوگیا کہ کام کے لائق نہ رہی اور مالک نے آدھی درست کرادی اور آدھی درست نہ کرائی یہانتک کہ سال پورا ہوگیا تو اُسپر پوری دوکان کا کرایہ واجب ہوگا تاوقتیکہ عیب کیوجہ سے دوکان واپس نہ کرے یعنی چاہیے کہ عیب کی وجہ سے اجارہ فسخ کردے تاکہ کرایہ واجب نہو اور یہ اختیار نہین ہے کہ آدھی

[ل] منقول جو مال قابل نقل ہو اور غیر منقول جیسے مکان و زمین اور اُسکو عقار بھی کہتے ہین اور جیسے درخت وغیرہ ۱۲-

واپس کرے اور آدھی واپس نہ کرے یہ قنیہ مین ہے۔ زید نے عمرو کو ایک گوسالہ دیا کہ اسکی پرورش کرے جب بڑا ہو جاوے تب اُسکو فروخت کرے جو دام بڑھتی ملین گے وہ ہم دونون مین مشترک ہونگے تو وہ گوسالہ اپنے مالک کا رہیگا اور عمرو کو فقط اُس کی حفاظت کی اجرت ملیگی۔ دوکان کا کرایہ دار مفلس ہو کر کہین روپوش ہو گیا تو اسکے اقربا کو یہ اختیار نہین ہے کہ دوکان اُس کے مالک کو واپس کر کے اجارہ فسخ کردین۔ اور اگر عقد اجارہ باقی رہا اور مستاجر غائب رہا یہان تک کہ اجارہ کی مدت گذر گئی پس اگر مستاجر اور اسکے اسباب کے تصرف و تعلق مین ہو تو تمامی اجرت واجب ہو گی یہ جواہر الفتاوی مین ہے۔ زید نے عمرو کو مزدور مقرر کیا کہ یہ لٹھا معین کرمینہ سے بخارا تک ٹھیلے پہ لادکر پہونچا دے وہ پانی پر لایا تو بعض نے فرمایا کہ اسکو اجر المثل ملیگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ زید نے خالد سے کچھ اونٹ اِس شرط سے کرایہ پر ٹھہرائے کہ ہر اونٹ پر سو رطل بوجھ لادیگا پھر حمال اپنے اونٹ لایا اور زید نے اسکو حکم کیا کہ یہ گٹھر لادے اور خالد کو خبردار کر چکا تھا کہ ہر گٹھر سو رطل سے زیادہ نہین ہے پس جہانتک لانا ٹھہرا تھا وہان تک لایا اور حال یہ گذرا کہ راہ مین بعضے اونٹ ہلاک ہو گئے تو زید پر ضمان لازم نہو گی۔ اور اگر دو شخصون نے زید سے ایک مہینہ کیواسطے ایک مکان کرایہ لیا پھر مہینہ کے بعد خالد کی طرف سے گواہی دی کہ یہ مکان خالد کا ہے تو گواہی قبول ہو گی۔ زید نے ایک پیسنے والے کو مقرر کیا کہ ایک درم پر پیسے اُسنے پیسکر گوندھکر روٹی پکا کر کھالی تو زید کو اختیار ہے کہ چاہے اُس سے آٹے کی ضمان لے مگر پیسنے والے کو اجرت دیوے یا گیہون اس سے ضمان لے اور اس صورت مین اُسپر کچھ اجرت واجب نہو گی دو شخصون نے ایک چیز کرایہ لی اور ایک نے دوسرے کو دیدی کہ اسکو حفاظت سے رکھے تو دینے والے پر کچھ ضمان لازم نہ آویگی بشرطیکہ وہ چیز قابل تقسیم نہ ہو یہ ظہیریہ مین ہے۔ زید نے خالد کا اناج اس شرط سے مزدوری پر لیا کہ اس مقام سے فلان مقام تک بارہ درم کرایہ پر آج ہی پہونچا دونگا پھر اُسنے دیر مین پہونچایا تو جسقدر اجرت قرار پائی ہے وہ خالد کے ذمہ واجب نہ ہو گی بلکہ اجر المثل واجب ہو گا اور چاہیے کہ یہ حکم امام اعظم رح کے قول پر ہو دے ورنہ صاحبین رح کے نزدیک یہ اجارہ جائز ہے پس اجر مسمی واجب ہو گا یہ ذخیرہ مین ہے۔ فتاوی آہو مین لکھا ہے کہ قاضی بدیع الدین رح سے دریافت کیا گیا کہ اجارہ والے باغ مین کانٹے ہین پس آیا مستاجر کو اختیار ہے کہ پھلون کی طرح انکو لے فرمایا کہ ہان یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ادیب و ختنہ کرنے والے کی اجرت لڑکے کے مال مین واجب ہوتی ہے بشرطیکہ کچھ مال ہو ورنہ اسکے باپ پر واجب ہو گی اور قابلہ کی اجرت جو دو خصم مین سے جو اسکو بلاوے اُسپر واجب ہو گی اور شوہر پر قابلہ با جارہ مقرر کرنے کیواسطے جبر نہ کیا جاوے گا اور قاضی قیدخانہ کے داروغہ کی اجرت قیدی پر لازم نہ ہو گی اور ظہیر تمرتاشی نے فرمایا کہ بعض نے

فرمایا کہ ہمارے زمانہ مین داروغہ مجلس کی اجرت قرضخواہ پر واجب ہونی چاہیے کیونکہ اُسی کے واسطے کام کرتا ہے یہ قنیہ مین ہے۔ قاضی بدیع الدین رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ مالک زمین نے اپنے بیج سے یا زمین کے پیداوار بیج سے اُسی زمین مین فالیز[1] لگائی پس آیا مستاجر کو اختیار ہے کہ جو کچھ اس زمین مین پیدا ہو اسمین سے حصہ لیوے فرمایا کہ نہین۔ اور اگر اُسنے حصہ لے لیا تو مالک کو اختیار ہے کہ اس سے واپس لے لے اگر بعینہ قایم ہو یا اسکی قیمت لے لے اگر تلف ہو گیا ہو یہ تاتارخانیہ مین ہے. زید نے ایک شخص کو مزدور کیا کہ اُس مقام سے فلان مقام تک یہ بوجھ اتنے کرایہ پر لیجلے پھر جب وہ آدھا راستہ چلا تو حال کی راہ مین آیا کہ کسی دوسرے کام کو جاوے اُسنے بوجھ مستاجر کے پاس وہین چھوڑ دیا اور اپنا نصف کرایہ طلب کیا تو فرمایا کہ اسکو یہ اختیار ہے بشرطیکہ باقی آدھا راستہ سختی و آسانی مین طے کیے ہوے راستہ کے مثل ہو ایسا ہی فتاوی مین مذکور ہے اور ہمنے وصل لاستصناع مین مین ذکر کر دیا ہے کہ کرایہ تقسیم کرنے مین مرحلون کا اعتبار ہے سختی و آسانی کا اعتبار نہین ہے پس فتوی دینے کے وقت خوب تامل کرنا چاہیے یہ محیط مین ہے۔ مجموع النوازل مین لکھا ہے کہ شیخ الاسلام اوزجندی رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ زید نے ایک شخص کو مزدور مقرر کیا کہ رات مین مطمورہ[2] مین آگ روشن کرے اُسنے ایسا ہی کیا اور کچھ رات رہے سو گیا پس مطمورہ اور جو کچھ اُس مین تھا سب جلگیا پس آیا اجیر ضامن ہوگا فرمایا کہ نہین پھر دریافت کیا گیا کہ اگر مزدور نے دوبارہ بدون حکم زید کے روشن کی ہو آیا ضامن ہوگا فرمایا کہ ہان یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ زید نے عمرو کو دس من تانبا دیا اور چالیس درم پر مزدور کیا کہ کوٹ دے پس بعد کوٹنے کے وہ نو من رہگیا پس آیا دس من کی اجرت واجب ہوگی یا نو من کی فرمایا کہ زید پر چالیس درم واجب ہونگے جیسی کہ اُسنے شرط کی ہے یہ خلاصہ مین ہے مجموع النوازل مین ہے کہ ایک شخص بازار مین فروخت کرتا تھا اُسنے کسی بازاری سے اپنے مال فروخت کرانے پر استعانت طلب کی اُسنے مدد کی پھر اجرت مانگی تو اس باب مین اہل بازار کی عادت کا اعتبار ہے اگر انکی عادت یہ ہو کہ باجرت مدد کرتے ہون تو اجرت مثل واجب ہوگی ورنہ نہین واجب ہوگی اور دلالون نے جو مقدار اشیا پر باہمی وضعات مقرر کر رکھی ہے یہ محض ظلم و سرکشی ہے انکو سوائے اجر المثل کے کچھ حلال نہین ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر زید نے عمرو کو مقرر کیا کہ اس میدان مین میرے واسطے دو بیت علیحدہ علیحدہ چھت کے یا ایک ہی چھت کے تیار کر دے اور اُسکا طول و عرض وغیرہ جو ضرور ہے بیان کر دیا تو فتاوای ابو اللیث مین لکھا ہے کہ یہ جائز نہین ہے۔ مگر جائز ہونا چاہیے بشرطیکہ مستاجر کے اسباب سے تیار ہو کیونکہ اسطرح تعامل جاری ہے یہ محیط مین ہے۔ زید نے اپنا مکان

[1] فالیز معرب پالیز خربزہ وغیرہ کی باڑی ۱۲ [2] مطمورہ سرد برفستانی ملکون مین کوٹھری کو اوپر سے مٹی وغیرہ سے تودہ کرتے ہین اور اندر الاؤ کے آگ جلاتے ہین ۱۲ —

عمرو کو ایک درم ماہواری کرایہ پر دیا پھر خالد کے ہاتھ فروخت کر دیا اور خالد کرایہ عمرو سے وصول کرتا رہا اور اسطرح ایک زمانہ گذر گیا اور خالد نے زید سے وعدہ کیا تھا کہ جب تو میرے دام واپس کر دیگا تو مین تجھے مکان واپس کر دونگا اور جو کرایہ مین نے وصول کیا ہوگا وہ محسوب کر دونگا پھر بائع درم لیکر آیا اور چاہا کہ کرایہ کے درم محسوب کرے تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب مشتری نے کرایہ دار سے کرایہ طلب کیا تو یہ بمنزلہ اجارہ کے ہوا اور اجارہ مشتری کی طرف سے از سر نو قایم ہو گیا پس جو کچھ مشتری نے کرایہ لیا ہے وہ سب مشتری کا ہوا اور بائع کا اُس مین کچھ نہین ہے نہ تھوڑا نہ بہت اور یہ جو مشتری نے وعدہ کر لیا ہے کہ وضع کر دونگا یہ محض وعدہ ہے اگر اُسنے پورا نہ کیا تو اُسپر حکماً کچھ لازم نہین آتا ہے۔ اور اگر بیع مین یہ شرط ٹھہری ہو دے تو بیع فاسد ہو گی یہ تاتارخانیہ مین ہے شمس الائمہ اوزجندی رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک بیمار باندی ایک طبیب کو دی کہ اپنے پاس سے اس کا علاج کر دے پھر صحت کے باعث سے جو کچھ اسکی قیمت بڑھ جاویگی وہ زیادتی سب تیری ہے اُسنے ایسا ہی کیا اور باندی اچھی ہو گئی تو طبیب کا حق مالک پر یہ ہے کہ اُسکے کام کا اجر المثل دے اور دواؤن کے دام و خوراک کا خرچہ دے اور اُسکے سوائے اُسکا کچھ حق نہین ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے بیمار باندی ایک طبیب کو دی کہ اسکا معالجہ کر دے اگر اچھی ہو جائیگی تو بسبب صحت کے جو اسکی قیمت بڑھجاویگی وہ ہم دونون مین مشترک ہو گی اُسنے علاج کیا اور وہ اچھی ہو گئی تو طبیب کو اجر المثل و خوراک و دواؤن کا خرچہ اور کپڑے کا خرچہ دینا واجب ہے اور اجر المثل وصول کرنے کیواسطے باندی کو نہین روک سکتا ہے یہ وجیز کردری مین ہے۔ ایک معلم نے لڑکون سے چٹائی دلوریہ وغیرہ مکتب کے کام کی چیزون کی قیمت طلب کی وہ لوگ کچھ درم لائے اور معلم نے اپنے ذاتی درمون مین ملائے یا کچھ اُنمین سے اپنی ذاتی ضرورت مین صرف کیے یا چٹائی خریدی پھر چند روز انکے استعمال کے بعد اپنے گھر مین اُٹھا کر ڈال لین تو اُسکو یہ اختیار حاصل ہے یہ جواہر الفتاوے مین ہی۔ نابالغ لڑکے نے اگر معلم کو کھانے کی کوئی چیز دی تو اصح قول کے موافق معلم کو اسکا کھانا حلال ہے یہ وجیز کردری مین ہے شیخ کرخی نے فرمایا کہ ہمارے سب اصحاب کے نزدیک معلم اور ایسے استاد نے جسکے پاس کوئی صنعت سکھلانے کو لڑکا سپرد کیا جاتا ہے اگر بدون باپ یا وصی کی اجازت کے مارا اور وہ مر گیا تو دونون ضامن ہونگے اور اگر باپ یا وصی کی اجازت سے مارا تو ضامن نہونگے مگر یہ حکم اسوقت ہے کہ عادت کے موافق اسکو مارا ہووے کہ ایسی مار معلم مارتے ہین اور اگر ایسا نہو بلکہ خلاف عادت مارا ہووے تو ہر حال مین ضامن ہونگے یہ جوہرہ نیرہ مین ہے۔ نوازل مین لکھا ہے کہ شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کے پاس ایک نابالغ لڑکا اجیر ہے پس اگر اُس نے کوئی بیہودہ حرکت دیکھی تو کیا اسکو مارے تا کہ ادب سیکھے فرمایا کہ نہین ولیکن اگر اُسکے باپ نے

اجازت دیدی ہو تو ایسا کرسکتا ہے اور خلف بن ایوب سے مذکور ہے کہ انھون نے اپنا لڑکا بازار مین
کسی کے پاس سپرد کیا اُسنے لڑکے کی کوئی بیہودہ حرکت دیکھی اور خلف سے شکایت کی اور کہا کہ اسکی تادیب
کرون فرمایا کہ ہان پھر فرمایا کہ اس کو تادیب کرنے کا اختیار ہے اور حسن بن زیاد نے فرمایا کہ تادیب
نہین کرسکتا ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے - ایک شخص نے اپنا غلام یا بیٹا کسی جولاہہ کو دیا اور جولاہے
کو اجیر مقرر کیا کہ اس لڑکے کو بُننا سکھلا دے اور جولاہہ نے چاہا کہ دوسرے جولاہے کے سپرد کرے
تاکہ وہ اسکو سکھلا دے تو بعضون نے کہا کہ اسکو یہ اختیار ہے اور بعض نے فرمایا کہ نہین اختیار ہے
اور یہی اصح ہے یہ ذخیرہ مین ہے - ایک شخص نے کہا کہ مجھے ایک دستاویز نویس کی ضرورت ہے اس
نے کسی اور شخص نے کہا کہ مجھے تو کچھ دے کہ مجھے دستاویز نویس ملتا ہے اُسنے دیدی مگر اس شخص نے
خود ہی دستاویز لکھدی تو اسکو یہ اجرت لینا حلال نہین ہے یہ قنیہ مین ہے - اور دستاویز نویس کے حق
مین بعض نے فرمایا کہ اگر اُسنے زمین کے قبالہ کی سب حدود مین یا بعض مین غلطی کی پس اگر اسکو درست
نہ کردیا تو اسکو کچھ اجرت نہ ملیگی اور اگر درست کردیا تو لکھوانے والے کو خیار ہوگا اگر پسند کرے تو کاتب
کو اجر المثل دیدے یہ محیط مین ہے - ایک کاتب کو حکم دیا اُسنے بیعنامہ لکھا مگر علمار نے فتوی دیا کہ یہ بیع
صحیح نہین ہوئی تو لکھوانے والے پر کچھ نہین واجب ہوگا یہ قنیہ مین ہے مفتی کو فتوی لکھنے
پر اجرت بقدر جواب لینا جائز ہے خواہ اس شہر مین دوسرا مفتی ہو یا نہو اسواسطے کہ جواب
لکھنا اُسکے ذمہ واجب نہین ہے کیونکہ واجب[1] یا تو زبان سے کہنا یا لکھدینا ہے اور بعضون نے یون
بیان فرمایا کہ اگر حکم دیا اور اجرت طلب کی تاکہ اپنی گواہی تحریر کرے تو جائز ہے اور یہی حال مفتی کا ہے
بشرطیکہ اُس شہر مین دوسرا مفتی موجود ہو یہ فتاوی الغرائب مین ہے - اور سجلات ومحاضر و وثائق
لکھنے پر قاضی کو اجرت لینا جائز ہے اور اسی قدر اجرت لیگا جسقدر دوسرے کیواسطے لینا خود تجویز کرے
ملتقط مین ہے - اور شیخ الاسلام ابوالحسن السغدی رحمہ اللہ سے کاتبون کی مقدار اجرت دریافت
کی گئی تو فرمایا کہ اگر ہزار درم مال کا وثیقہ[2] یعنے وثاقت نامہ تحریر کرے تو اُسکی اجرت پانچ درم ہے
اور اگر دو ہزار تک پہونچ جاوے تو دس درم ہین ایسے ہی دس ہزار درم تک یہی حکم چلا جاوے گا
کہ دس ہزار مین پچاس درم واجب ہونگے پھر اگر دس ہزار سے زیادہ ہووے تو ہر ہزار مین ایک
درم پچاس پر بڑھایا جائیگا - اور اگر ہزار سے کم کا وثاقت نامہ ہو پس اگر اسکو وہی مشقت پیش آوے
جو ہزار کے وثاقت نامہ مین ہے تو اسمین پانچ درم اور اگر اس سے دوچند مشقت ہو تو دس درم اور اگر
اس سے نصف مشقت ہو تو ڈھائی درم الحاصل زیادت ونقصان مشقت کے اعتبار سے کمی وبیشی
معتبر ہوگی اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ ایسا ہی امام اجل استاد سید ابوشجاع بلخی نے ہمسے بیان فرمایا ہے

[1] قولہ واجب یعنی بالتعیین کہنا یا لکھنا واجب ہے علی الخصوص لکھدینا واجب نہین ہے ۱۲ [2] وثیقہ دستاویز وتمسک ۱۲ - + -

اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ شاید یہ امام اعظم یا بعض اصحاب متقدمین رحمہ سے مروی ہے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور کاتب قاضی اور قسام قاضی کی اجرت کا یہ حکم ہے کہ اگر قاضی کی راے مین آیا کہ یہ اجرت خصوم کے ذمہ ڈالی جاوے تو ایسا کرے اور قاضی نے بیت المال سے دینا تجویز کیا حالانکہ بیت المال مین گنجایش ہے تو ایسا کرے اور جس صحیفہ مین مدعی کا دعوی اور گواہون کی گواہی تحریر کرتا ہے اسکی اجرت کو اگر قاضی نے مدعی سے لینا تجویز کیا تو مدعی سے لے سکتا ہے ورنہ بیت المال مین سے لیوے۔ اور بعض مشایخ سے دریافت کیا گیا کہ سجل کی اجرت کس شخص پر ہے فرمایا کہ مدعی پر۔ اور شیخ برہان الدین نے فرمایا کہ مدعا علیہ پر ہے اور امام فخر الدین قاضی خان نے فرمایا کہ جو شخص کاتب کو اجیر کرے اسپر ہے اور اگر کسی نے کاتب کو اجیر نہ کیا تو جو شخص سجل لے اسپر واجب ہے۔ اور پیادون کی اجرت سوا ان لوگون پر واجب ہوگی جنکے واسطے کام کرین یعنی مدعیون پر واجب ہوگی ولیکن شہر مین کام کرنے پر نصف درم سے ایک درم تک اور اگر دیہات مین بھیجے گئے تو ہر فرسخ کیواسطے تین درم یا چار درم سے زیادہ نہین لے سکتے ہین۔ اور بعض نے فرمایا کہ شخص کی اجرت بیت المال پر واجب ہوگی اور بعض نے کہا کہ متمرد پر واجب ہوگی جیسے چور کا حکم ہی کہ اگر اسکا ہاتھ کاٹا گیا تو جلاد کی اجرت اور تیل کے دام جس سے اسکا ہاتھ تلا جاویگا چور پر واجب ہے کیونکہ وہی اسکا باعث ہوا ہے۔ اور اگر قاضی نے مدعا علیہ کے ساتھ کوئی شخص ہر وقت ملازمت کے طور پر مال برآمد کرنے کیواسطے مقرر کیا جسکو موکل کہتے ہین تو اسکا خرچہ مدعا علیہ پر واجب ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ مدعی پر واجب ہوگا اور یہی اصح ہے۔ اور جو شخص گواہون کا تزکیہ کرے اسکی اجرت مدعی پر واجب ہے ایسے ہی جو شخص تعدیل کیواسطے بھیجا جاوے اسکا بھی یہی حکم ہے۔ اور مین نے بعض مقام پر لکھا دیکھا ہے کہ قاضی نے اگر کوئی شخص مدعا علیہ کے پاس نشان دہی اور آگاہی کیواسطے مدعی کے ساتھ بھیجا اور وہ نشان مدعا علیہ کے سامنے پیش ہوا اور اُسنے انکار کیا اور مدعی نے اس امر کے گواہ کر لیے جنھون نے قاضی کے سامنے اثبات کیا تو قاضی اُسکے پاس دوبارہ جو پیادہ روانہ کرے گا اُس کی اجرت مدعا علیہ پر واجب ہوگی اور پھر مدعی پر کچھ واجب نہ ہوگا پس حاصل یہ ہے کہ ابتدا مین چپراسی کی اجرت مدعی پر ہوگی پھر اگر مدعا علیہ کے انکار کیوجہ سے دوبارہ ضرورت ہوئی تو مدعا علیہ پر واجب ہوگی اور یہ حکم استحسانا معلوم ہوتا ہے کہ مدعا علیہ کی تنبیہ کیواسطے اس استحسان کیطرف میلان کیا ہے ورنہ قیاسًا مثل ابتدائی حالت کے آخر مین بھی مدعی پر واجب ہوتا چاہیے کیونکہ دونون حالتون مین اُسی کا نفع ہے۔ اور جو شخص صاحب المجلس والمجلواز کہلاتا ہے کہ جسکو قاضی نے اسواسطے مقرر کیا ہے کہ لوگون کو قاضی کے سامنے ادب کے ساتھ اُٹھاتا بٹھاتا ہے اور بے ادبی کرنے سے جھڑکتا ہے تو وہ شخص مدعی سے کچھ لیگا

یہ فتاوی الغرائب مین ہے۔ اور قسام کی اجرت عدد[1] رؤس کے موافق ہر بالغ و نابالغ پر یکسان ہے اور شیخ ظہیر الدین مرغینانی اور شرف الائمہ مکی نے فرمایا کہ قاضی نے اگر بذات خود ترکہ تقسیم کیا تو اسکو کچھ اجرت نہ ملیگی اگرچہ بیت المال سے جو اُسکا روزینہ ہے وہ کافی نہو اور محیط و شرح ابی ذر مین لکھا ہے کہ قاضی کو اجرت ملیگی جبکہ بیت المال کا روزینہ اسکے واسطے کافی نہو ولیکن مستحب یہ ہے کہ نہ لیوے اور ہمارے اُستاد رح نے فرمایا کہ امام ظہیر الدین و شرف الائمہ کا قول اس زمانہ کے لحاظ سے حسن ہے کہ قاضیون کی نیت فاسد ہوگئی ہے اگر اُن کے واسطے یہ حکم دیا جاوے کہ لے لیوین تو کبھی وہ لوگ اجر المثل پر قناعت[2] نہ کرینگے یہ قنیہ مین ہے۔ زید نے کھیتی کے کام مین دو مزدور خالد و عمرو مقرر کیے اور ہر ایک کو دو دو بیل معین کرکے دیدیے کہ وہ زراعت کا کام کرتے ہین پھر دونون مین سے ایک نے اپنے دو بیل معین چھوڑکے دوسرے کے بیلون سے کام لیا اور بیل مرگیا تو اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور آیا دینے والا بھی ضامن ہوگا تو بعض نے فرمایا کہ ضامن ہوگا اور یہی اصح ہے اور یہی ظاہر الروایت کا حکم ہے اور اسی پر شمس الائمہ سرخسی فتوی دیتے تھے۔ اور مجموع النوازل مین لکھا ہے کہ زید نے عمرو کے پاس اناج کی کچھ گٹھریان ودیعت رکھین اور عمرو نے گونون کو خالی کرکے اسمین اپنا اناج بھر دیا پھر زید نے اُس سے اپنی گٹھریان طلب کین تاکہ مکہ کو لیجاوے اُسنے اپنے ذاتی اناج کی گٹھریان اسکو دیدین اور آگاہ نہ کیا وہ انکو لادکر مکہ مین لایا تو مستودع کو اختیار ہے کہ اس سے اپنا اناج لے لیوے اور اُسپر کچھ کرایہ واجب نہ ہوگا یہ محیط مین ہے۔ وقف کے متولی یا یتیم کے وصی نے اگر مال وقف یا مال یتیم کو اجر المثل سے کم اجرت پر جو اسقدر کم ہے کہ ایسے خسارہ کو لوگ برداشت نہین کرتے ہین اجارہ دیدیا تو شیخ امام اجل محمد بن الفضل رح نے فرمایا کہ ہمارے بعض علماء کے نزدیک اجر المثل واجب ہوگا خواہ کسی قدر رہو اور اسی پر فتوی ہے۔ وصی نے اگر یتیم کے مال مین سے بارگاہ قاضی مین کسی مقدمہ مین جو یتیم پر دائر تھا یا یتیم نے دائر کیا تھا کچھ خرچ کیا تو شیخ امام ابو الفضل رح نے فرمایا کہ جسقدر مال وصی نے بطور اجارہ کے دیاہے اسمین سے بقدر اجر المثل کے ضامن نہوگا اور جو اُسنے بطور رشوت کے دیا ہے اسکا ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور جو شخص وقف یا یتیم کے مکان مین اپنے اہل و عیال و تابعداروں سمیت رہا تو اجر المثل اس شخص پر جسکے توابع ہین واجب ہوگا یہ وجیز کردری مین ہے۔ ایک مریض نے اپنا مکان اجر المثل سے کم پر کرایہ دیا تو اجارہ اسکے تمام مال سے قرار دیا جائیگا فقط تہائی سے معتبر ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک شخص نے ایک دوکان جو فقیرون پر وقف تھی کرایہ لی اور چاہا کہ اُسپر ایک

---

[1] عدد رؤس سے یہ مطلب ہے کہ جسقدر آدمی ہین سب کا عدد شمار کرکے مساوی حصہ ہوگا اور موافق حصہ ملکیت کے نہین جیسے کتاب الشرب کے نہر اُگارنے مین ہوتا ہی ۱۲ منہ [2] قولہ قناعت یعنی جو ایسے کام کی مزدوری ہوتی ہے اسی پر قانع نہین بلکہ بہت زیادہ بطریق جور و ظلم لینا شروع کرینگے ۱۲ - - - - - - -

غرفہ اپنے مال سے اپنے نفع کیواسطے بنادے مگر دوکان کے کرایہ مین اجرت مقررہ سے زیادہ کچھ نہ بڑھاوے
تو اُسکو غرفہ بنانے کی اجازت نہ دیجاویگی ولیکن اگر اجرت بڑھاوے تو صرف اسقدر عمارت بنانے کی
اجازت دیجائیگی کہ جس سے قدیمی عمارت کو ضرر نہ پہونچے۔ اور اگر ایسا ہو کہ یہ دوکان اکثر اوقات خالی
رہتی ہو اور اس مستاجر نے فقط اُسی غرفہ کی خواہش سے اسکو کرایہ لیا ہو تو بدون کرایہ کے زیادہ
کرنے کے اسکو غرفہ بنانے کی اجازت دیجاوے گی یہ محیط مین ہے۔ مسجد کے اوقاف مین سے زید نے
ایک وقفی حجرہ اجارہ لیا اور اُسمین کو لہاڑی سے لکڑیان چیرنی شروع کین حالانکہ پڑوسی لوگ اس سے
راضی نہین ہین مگر متولی راضی ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اس فعل سے مثل کندہی کرنے والون و
لوہارون کے فعل کے کھلا ضرر حجرہ کو پہونچتا ہو اور متولی کو کوئی دوسرا شخص جو اس کرایہ پر حجرہ کو لے
ملتا ہو تو متولی پر واجب ہے کہ اسکو اس فعل سے منع کرے اور اگر باز نہ رہے تو حجرہ سے نکال[1] دے یعنی
مجبور کرے کہ نکلجاوے۔ اور اگر متولی کو کوئی ایسا شخص نہ ملے جو اتنے کرایہ پر حجرہ کو لے تو متولی کو
اختیار ہے کہ حجرہ اُسکے قبضہ مین چھوڑ دے ولیکن اگر اُس سے عمارت وقف کے گرجانے کا خوف
ہو تو ایسا نہ کرے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ جامع الفتاوی مین ہے کہ اگر ایک شخص نے دس درم
ماہواری پر ایک گدھا کرایہ کیا اور اسکو مع اپنے زین کے بیس درم ماہواری پر کرایہ دیدیا تو حصہ
زین کا کرایہ اسکو حلال ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک شخص نے سو من تازہ چھوہارے دوسرے
شہر مین پہونچانے کی غرض سے جانور کرایہ کیا اور راستہ مین چھوہارے خشک ہو کر پچاس من رہگئے
پس اگر مستاجر نے جانور کو کرایہ کیا ہے تو اجرت مین سے کچھ کم نہ ہوگا اور اگر سو من چھوہارے پہونچانے
کا اجارہ کیا ہے تو بقدر نقصان کے اجرت مین سے کمی کردیجاویگی یہ جواہر الفتاوی مین ہے۔ ایک
شخص زید نے تین خروار تیل عمرو کو صابون بنانے کے واسطے دیا اور کہا کہ صابون پکانے کا قلیہ[2] اور
دیگر ضروریات اپنے پاس سے لگادے اس شرط سے کہ سو درم دونگا عمرو نے ایسا ہی کیا تو صابون
زید کو ملیگا اور عمرو کا اجر المثل اور جو چیزین اُسنے صرف کی ہین اُنکی قیمت زید پر واجب ہوگی یہ
خلاصہ مین ہے۔ اگر ایک شخص نے کسی کار معلوم کیواسطے ایک مہینہ تک کوئی غلام اجارہ لیا پھر ایک روز
اُس سے کہا کہ یہ خط فلان مقام پر پہونچادے اور تجکو دو درم دونگا تو اسکو دونون اجرتین نہ ملینگی ولیکن
دوسرا اجارہ گویا اتنی مدت تک جتنے مین یہ کام کرے گا پہلے اجارہ کا فاسخ یعنی توڑنے والا ہے اور اس
مدت کے دو درم غلام کو ملینگے پھر جب خط پہونچا کر واپس آیا پہلا اجارہ عود کریگا اور جتنے روز تک خط
پہونچانے مین پہلے اجارہ کا کام نہین کیا اتنے دنون کی اجرت وضع ہو جائیگی یہ تاتارخانیہ مین ہے۔

[1] قولہ نکال دے وفی الاصل فان لم یمتنع اخرجہ من الحجرۃ فی یدہ الا اذا قاف انتہی وہذا التصحیف المصحح فانظر المقصد مہ ۱۲
[2] قلیہ ہندی مین سجی کہلاتی ہے بلحاظ اختلاف زبان دیار و امصار ہندی ترجمہ ترک کیا ۱۲ - + + + + + + + -

زید نے ایک چکی گھر اجارہ لیا اور خالد کو اجارہ پر دیدیا پھر اُسمین سے کچھ منہدم ہو گیا پس زید نے خالد سے کہا کہ اپنے خرچ سے اسکی تعمیر کرا دے اُسنے خرچ کرکے بنوایا پس آیا زید سے واپس لے سکتا ہے یا نہین تو یہ حکم ہے کہ اگر خالد کو معلوم تھا کہ زید متاجر ہے مالک نہین ہے تو زید سے کچھ نہین لے سکتا ہے اور اگر اُسنے یہ گمان کیا تھا کہ مالک ہے تو اسمین دو روایتین ہین ایک روایت مین جبتک واپس لینے کی شرط نہ لگائی ہو تب تک واپس نہین لے سکتا ہے اور دیگر روایت مین بدون شرط کے واپس لے سکتا ہے یہ محیط مین ہے شیخ ابو القاسم رحہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک احاطہ مین زید کا حجرہ اور خالد کا اصطبل ہے اور بسا اوقات خالد دروازہ بند کر دیتا ہے اور زید نے اسکو منع کرنا چاہا پس آیا منع کر سکتا ہے فرمایا کہ خالد کو اختیار ہے کہ جسوقت اس محلہ کے لوگ اپنے دروازے بند کرتے ہین اسوقت بند کر دے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک شخص نے ایک مقام دباغت کا کام کرنے کیواسطے اجارہ لیا اور پڑوسی اُسکو اُس سے منع کرتے ہین فرمایا کہ یہ عام ضرر ہے اسکو باز رکھین یہ جواہر الفتاوی مین ہے۔ تین آدمی کسی کام مین اجیر ہوے اور سب باہمی شریک تھے پھر ایک بیمار ہو گیا اور دونون باقیون نے کام پورا کیا تو سب کو برابر اجرت تقسیم ہو گی اور بیمار کے کام پورا کرنے مین دونون متطوع شمار ہونگے یہ سراجیہ مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو چکی اجارہ دی اور اسی موجر نے اسی متاجر کے پاس گیہون بھیجے کہ اُنکا آٹا پیس دے اُسنے ایسا ہی کیا تو اجرت واجب نہ ہو گی اور اگر یون کہا ہو کہ اسی چکی مین پیس دے تو اجرت واجب ہو گی کذا فی التاتارخانیہ زید کا کچھ کرایہ ایام گذشتہ کا اپنے متاجر عمرو سے بابت اپنی دوکان کے واجب الوصول تھا اور زید نے تقاضا کیا مگر عمرو دینے مین درنگ کرتا تھا پس زید نے قاضی کے سامنے مرافعہ کیا قاضی نے دوکان پر مہر لگا دی پس جتنے دنون اُسپر مہر رہی اُسکا کرایہ واجب[۱] ہو گا یا نہین تو حکم یہ ہے کہ واجب نہو گا کیونکہ عمرو قاضی کی مہر کو نہین توڑ سکتا ہے پس انتفاع حاصل کرنے سے باز رکھا گیا اس لیے کرایہ بھی ساقط ہو گا دفیہ نظر اور اس حکم مین اعتراض ہے اور صحیح یہ حکم ہے کہ کرایہ واجب ہو گا ایک جولاہے نے کوچ کرایہ لی اور روزانہ کچھ اجرت ٹھہری اور یہ جولاہہ وقف کے کرگہ مین کام کرتا تھا اور چونکہ کرایہ نہین دیا تھا اس جہت سے متولی وقف اس کوچ کو گرو لیگیا اور چند روز اُسکے پاس رہی تو اتنے دنون کا کرایہ واجب ہو گا یا نہین تو جواب یہ ہے کہ اگر جولاہے کو متولی کے ساتھ مقابلہ کرنے اور چھین لینے کی طاقت تھی تو واجب ہو گا ورنہ نہین دفیہ نظر اور اسمین اعتراض ہے صحیح حکم یہ ہے کہ واجب ہو گا یہ ذخیرہ مین ہے زید نے زراعت کیواسطے کوئی زمین اجارہ لی اور کھیتی بوئی پھر کسی آفت سے وہ کھیتی جڑ پیڑ سے

---

[۱] یہ مسئلہ دلیل ہے کہ چھوڑے والون کی بدبو سے اذیت کا دعوی پہونچتا ہے ۱۲ [۲] کیونکہ صاحب مکان کی طرف سے کوئی عذر نہین بلکہ متاجر کی سزا ہے تو کرایہ ساقط نہو گا ۱۲

نابود ہوگئی تو ایام گذشتہ کا کرایہ واجب ہوگا اور آفت کے بعد باقی مدت کا کرایہ واجب نہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہی۔ زید نے زمین عمرو کو اجارہ دی پھر خالد کے ہاتھ فروخت کردی اور خالد نے ثمن عمرو کو بوجہ مال اجارہ کے دیدیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر زید حاضر ہے تو خالد متطوع[1] شمار ہوگا اور اگر حاضر نہیں ہی تو متطوع نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ غاصب نے اگر غصب کا غلام یا گھر کسی کو کرایہ پر دیدیا اور مغصوب[2] منہ نے جسکی چیز غصب کی ہے یہ کہا کہ مین نے تجھے اجارہ دینے کیواسطے حکم کیا تھا غاصب نے کہا کہ نہین حکم کیا تھا تو مغصوب منہ کا قول قبول ہوگا اور اگر غاصب نے اجارہ دیا پھر مدت گذرنے پر مغصوب منہ نے دعوی کیا کہ مین نے انقضائے مدت سے پہلے اجارہ کی اجازت دیدی تھی تو بدون گواہون کے اسکا قول قبول نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر کوئی مکان غصب کیا پھر اُس کو اجارہ دیا پھر مالک سے خرید لیا تو اجارہ سابقہ باقی رہیگا اور اگر از سر نو تجدید[3] کرلی تو افضل ہے غاصب نے اگر کسی کو غصب کی چیز اجارہ دیدی پھر مستاجر نے وہ چیز غاصب کو اجارہ دی اور اجرت لی تو غاصب کو اختیار ہے کہ اُس سے اجرت واپس لیوے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ بھاگے ہوئے غلام کو اگر کسی شخص نے پکڑکر زید کو اجارہ دیا تو اسکی اُجرت عاقد کو ملیگی مگر صدقہ کردے اور اگر عاقد نے اجرت مع غلام اُسکے مالک کے سپرد کی اور کہا کہ یہ تیرے غلام کی اُجرت ہے تو استحسانًا سب مولی کو حلال ہے گر قیاسا یہ حکم نہین ہے یہ ذخیرہ کردری مین ہے۔ ایک شخص نے کچھ درخت خرید کر قطع کرائے اور کوئی زمین اجارہ لی تاکہ بریدہ درخت اُس مین ڈلوادے بعد خشک ہونے کے کام آوین اور جو زمین کرایہ لی ہے اُسکا راستہ عمرو کی زمین مین ہو کر جاتا ہے پس درختون کے خریدار نے چاہا کہ بریدہ درخت لدوا کر اُسی راہ سے اجارہ والی زمین مین لیجاوے اور عمرو نے ممانعت کرنی چاہی تو عمرو کو ممانعت کا اختیار نہین[4] ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے زید سے کوئی غلام یا اسباب خرید کر کچھ مدت معلومہ کیواسطے بعد قبضہ کے بائع یعنی زید کو کسی قدر اجرت معلومہ پر اجارہ دیا پھر وہ غلام یا اسباب کسی مستحق نے باثبات استحقاق لے لیا پس آیا مشتری کو ایام گذشتہ کے کرایہ کے مطالبہ کا اختیار ہے تو بعض نے فرمایا کہ مطالبہ نہین کرنا چاہیے کذا فی الذخیرہ

کتاب المکاتب

اور اس کتاب مین نو باب ہین

باب اول۔ کتابت کی تفسیر و رکن و شروط و احکام کے بیان مین۔ کتابت کی تفسیر شرعی یون بیان فرمائی ہے

[1] متطوع جو خوشی سے نیکی کرے بدون شرط ضمان کے [2] یعنی مدت اجارہ کے اندر یہ کہا ۱۲ [3] یعنی بعد خرید کے اجارہ از سر نو نیا معاملہ کرلیا ۱۲ [4] قولہ نہین ہے یہ اسوقت کہ وہ گاڑی کا راستہ ہو اور اگر آدمی کی پگڈنڈی تھی تو منع کا اختیار ہوگا ۱۲

کہ ہو تحریر المملوک ہذا فی الحال درقبتہ فی المآل کذا فی التبیین یعنی مملوک کو خواہ باندی ہو یا غلام فی الحال اپنی زیرﷺ دستی سے اور فی المآل مملوکیت سے آزاد کر دینے کو کتابت کہتے ہین - اور کتابت کا رکن یہ ہے کہ مولی کی طرف سے ایجاب ہو اور مکاتب کیطرف سے قبول ہو اور ایجاب ایسے الفاظ سے جو مکاتبت پر دلالت کرتے ہین جیسے مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ مین نے تجھے اسقدر درمون پر مکاتب کیا خواہ اس قول کے ساتھ کوئی تعلیق ہو اسطرح کہ اگر تو مجھے ادا کر دیگا تو تو آزاد ہے یا کوئی تعلیق نہو - اسی طرح اگر اپنے غلام سے کہا کہ تو ہزار درم پر یون آزاد ہے کہ ماہواری اسقدر قسط وار مجھے سب ادا کر دے اُسنے قبول کیا - یا یون کہا کہ جب تو نے مجھے ہزار درم پورے ماہواری اسقدر کرکے ادا کر دیے تو تو آزاد ہے اُسنے قبول کیا یا کہا کہ مین نے تجھپر ہزار درم رکھے کہ اُنکو تھوڑا تھوڑا کرکے اسقدر ماہواری سے ادا کر دے اور جب تو نے ادا کر دیے تو تو آزاد ہے اور اگر عاجز رہا تو مملوک رہا اُسنے قبول کیا - یا اور اسی معنی کے الفاظ بیان کیے تو سب کتابت ہین کیونکہ عقود مین اعتبار معانی کا ہوتا ہے نہ الفاظ کا اور قبول کی یہ صورت ہے کہ مکاتب کہے کہ مین نے قبول کیا یا مین راضی ہوا یا ایسے ہی الفاظ بیان کرے پھر جب ایجاب و قبول پایا گیا تو کتابت کا رکن تمام ہو گیا - پھر رکن کی حاجت ایسے مملوکون مین ہے جسکے حق مین حکم عقد مقصوداً ثابت ہو نہ ایسے مملوکون مین جنمین تبعاً ثابت ہو جیسے وہ لڑکا جو حالت کتابت مین باندی سے پیدا ہوا یا اپنے والدین یا بیٹے کو خرید کیا تو اُنمین حاجت نہین ہے یہ بدائع مین ہے اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ جب ادا کر دیے مجھے تو نے ہزار درم ماہواری سو درم کرکے تو تو آزاد ہے تو روایت ابی حفص کے موافق یہ مکاتب نہین ہے اسواسطے کہ ایک ہی بار ادا کرنے کا اعتبار ہے اور یہی اصح ہے یہ تبیین مین ہے واضح ہو کہ کتابت کے شرائط چند قسم ہین بعضی شرطین مولے کی طرف راجع ہین اور بعضی مکاتب کیطرف اور بعضی بدل کتابت کی جانب اور بعضی نفس رکن کی جانب راجع ہین - پھر بعضے شرائط انعقاد ہین اور بعضی شرط نفاذ اور بعضی شرط صحت ہین - اب ہر ایک کا بیان یون ہے کہ جو شرطین مولی کیطرف راجع ہین ازانجملہ عقل چاہیے اور یہ انعقاد کی شرط ہے پس جو لڑکا لایعقل ہو یا شخص مجنون ہو اُسکا مکاتب کرنا نہین صحیح ہے - ازانجملہ بلوغ شرط ہے اور یہ نفاذ کی شرط ہے پس جو لڑکا نابالغ کہ سمجھدار ہو اُسکا عقد کتابت نافذ نہوگا اگرچہ وہ لڑکا آزاد ہو اور اپنے ولی یا وصی کی طرف سے اُسکو تجارت کرنے کی اجازت حاصل ہو ازانجملہ ملک وولایت شرط ہے اور یہ بھی شرط نفاذ ہے پس اگر کسی فضولی نے مکاتب کیا یعنی اجنبی شخص نے زید کا غلام ہزار درم پر مکاتب کر دیا تو یہ عقد نافذ نہوگا کیونکہ فضولی کو نہ ملک حاصل ہے نہ ولایت اور اگر وکیل نے ایسا کیا تو عقد نافذ ہوگا کیونکہ وہ مولی کا نائب ہے اسی طرح باپ و وصی کی طرف سے بھی

ف قولہ زیر دستی یعنی جو کچھ وہ کماوے وہ بشرط وفای عہد اسی کی ملک ہو جاوے اور مین نے شرطاً اسواسطے لگائی کہ اگر وہ پھر رقیق

استحساناً یہی حکم ہے۔ از انجملہ رضامندی شرط ہے اور یہ شرایط صحت میں سے ہے پس اگر زید سے زبردستی اُسکا غلام مکاتب کرایا گیا یا اُسنے مسخرہ پن یا خطاسے مکاتب کیا تو صحیح نہیں ہے اور واضح ہو کہ حریت یعنی مولی کا آزاد ہونا جواز مکاتبت کیواسطے شرط نہیں ہے پس مکاتب کا مکاتب کرنا جائز ہے اور ایسے ہی اسلام بھی شرط نہیں ہے پس ذمی کا اپنے غلام کافر کو مکاتب کرنا جائز ہے یا ذمی نے کسی مسلمان غلام کو خرید کرکے مکاتب کر دیا تو بھی جائز ہے۔ اور مرتد نے اگر اپنے مملوک کو مکاتب کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک موقوف رہیگا یعنی اگر وہ مرتد حالت ارتداد پر قتل کیا گیا یا مرگیا یا دار الحرب میں جا ملا تو عقد باطل ہوگیا اور اگر مسلمان ہوگیا تو نافذ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک اسکا عقد کتابت نافذ ہوتا ہے اور جو شرطیں مکاتب کیطرف راجع ہیں از انجملہ یہ ہے کہ مکاتب عاقل ہو اور یہ انعقاد کی شرط ہے اور جو بدل کتابت کی طرف راجع ہیں از انجملہ یہ ہے کہ بدل کتابت مال ہو اور یہ انعقاد کی شرط ہے پس خون یا مردار پر مکاتبت منعقد نہ ہوگی حتی کہ اگر ادا کردے تو آزاد نہوگا لیکن اگر مولی نے یون شرط لگائی کہ اگر تو مجھے یہ مردار ادا کردے تو تو آزاد ہے اُسنے لا کر دیدی تو بسبب[1] شرط کے آزاد ہوجائیگا اور مولی اُس سے اُسکی قیمت نہیں لے سکتا ہے۔ از انجملہ مال متقوم ہو اور یہ شرائط صحت میں سے ہے پس اگر مسلمان نے اپنے مسلمان یا ذمی غلام کو شراب یا سور پر مکاتب کیا یا کسی ذمی نے اپنے مسلمان غلام کو شراب یا سور پر مکاتب کیا تو صحیح نہیں ہے اور اگر غلام نے یہ مال ادا کردیا تو آزاد ہوجائیگا مگر اُس پر اپنی ذات کی قیمت ادا کرنی واجب ہوگی۔ اگر ذمی نے اپنے غلام کافر کو شراب یا سور پر مکاتب کیا تو جائز ہے۔ اور اگر ذمی کا کوئی غلام کافر ہو اور اُسنے اس غلام کو شراب پر مکاتب کیا پھر دونون میں سے کوئی مسلمان ہوگیا تو کتابت پوری اور غلام پر شراب کی قیمت واجب ہوگی از انجملہ یہ ہے کہ بدل کتابت کی نوع و مقدار معلوم ہووے خواہ صفت معلوم ہو یا نہو اور یہ انعقاد کی شرط ہے پس اگر بدل کتابت کی نوع یا مقدار مجہول ہوگی تو کتابت منعقد نہوگی اور اگر نوع و مقدار معلوم ہو اور صفت مجہول ہو تو کتابت جائز ہوگی۔ اور اصل اس مقام پر یہ ہے کہ جب بدل کتابت کا مجہول ہونا حد سے تجاوز کرے تو کتابت جائز نہ ہوگی ورنہ جائز ہوگی۔ از انجملہ یہ ہے کہ بدل کتابت مولی کی ملک نہو اور یہ شرط انعقاد ہے پس اگر اموال مولی میں سے کسی مال عین پر مکاتب کیا تو جائز نہیں ہے اسیطرح اگر وقت عقد کے کچھ کمائی غلام کے پاس موجود ہے اس پر کتابت قرار دی تو بھی جائز نہیں[2] ہے اور بدل کتابت کا دین ہونا جواز کتابت کی شرط ہے۔ اور جو شروط نفس رکن کیطرف راجع ہیں پس شرائط صحت میں سے ایک یہ ہے کہ شرط فاسد سے خالی ہو اور شرط فاسد وہ ہے کہ جو مقتضاے عقد کے مخالف ور نفس عقد میں داخل ہو اور اگر وہ شرط مقتضاے عقد کے مخالف نہو تو شرط و عقد دونون جائز ہونگے

[1] قولہ بسبب شرط کے یعنی یہ اعتاق معلق بالشرط ہوا جیسے غلام سے کہا کہ اگر تو اس گھر مین گھسا تو تو آزاد ہے اور عقد کتابت نہیں ہوا ۱۲ منہ

[2] کیونکہ وہ مولی کی ملک ہے ۱۲

اور اگر مقتضاے عقد کے مخالف ہوگی مگر نفس عقد مین داخل نہوگی تو شرط باطل ہو جائیگی اور عقد صحیح رہیگا
یہ بدائع مین ہی۔ اور کتابت کا حکم یہ ہے کہ غلام آزادانہ تصرف کہ جس سے بسبب مملوکیت کے اُسکو ممانعت
تھی اس ممانعت سے بری ہو جاتا ہے اور فی الحال اسکو اپنے امور مین دست قدرت حاصل ہوتا ہی حتی کہ
جو کچھ اُسنے کمایا وہ بالخصوص غلام کا ہوگا اور اگر مولی نے اُسکے ساتھ خواہ اُس پر یا اُسکے مال پر کوئی جنایت
کی تو مولی پر ضمان واجب ہوگی اور وقت ادا کر دینے کے حقیقۃً آزادی ثابت ہوگی اور مولی کو اُس
عقد کے ذریعہ سے بدل کتابت کے مطالبہ کی ولایت حاصل ہوتی ہے اور وقت ادا کر دینے کے حقیقۃً بدل
کا مالک ہو جاتا ہے یہ تبیین مین ہی۔ کتابت اگر فی الحال ادا کر دینے پر قرار پاوے تو کتابت عقد سے
فارغ ہوتے ہی مولی کو بدل کتابت کے مطالبہ کا اختیار ہوگا اور اگر میعاد قرار پائی ہو کہ قسط کر کے ادا کرے
تو جسوقت قسط کی میعاد آوے اُسوقت مطالبہ کریگا یہ محیط مین ہی۔ مکاتب کی کمائی کا مولی مالک نہین
ہوتا ہے اور نہ اُس سے خدمت لے سکتا ہے اور نہ اُسکا صدقۂ فطر مولی پر واجب ہوتا ہے یہ خزانۃ المفتین
مین ہے۔ اور اگر مولے نے مکاتبہ باندی کے ساتھ وطی کی تو عقر واجب ہوگا یہ ہدایہ مین ہی کفایہ شمس الائمہ
بیہقی مین لکھا ہے کہ اگر مولی نے عمداً مکاتب کو قتل کیا تو قصاص واجب نہوگا اور اگر مکاتب نے مولی
کو قتل کیا تو قصاص واجب ہوگا یہ عینی شرح ہدایہ مین ہی۔ اور نکاح اور عدت مین مکاتبہ باندی کے
احکام مثل مملوکہ باندی کے ہین یہ فتاوے قاضی خانین ہے اور کتابت مستحب ہے مگر ایسے غلام کے حق مین
جسکے حال سے بہتری معلوم ہو یعنی معلوم کرے کہ یہ غلام امین ہے اور تجارت کے کام مین ہوشیار ہے اور کمائی
کر سکتا ہے اور بدل کتابت فی الحال ہو یا میعادی ہو قسط وار ہو یا یکمشت اور یہ سب ہمارے مذہب
مین ہی یہ فتاوی قاضی خانین ہے۔ اور بعضون نے فرمایا کہ بہتری سے یہ مراد ہے کہ اُسکے حال سے معلوم
کرے کہ آزادی کے بعد مسلمانون کو ضرر نہ پہونچا دیگا اور اگر دیکھے کہ ضرر پہونچا دیگا تو افضل یہ ہے کہ
اسکو مکاتب نہ کرے اور اگر کر دیا تو جائز ہے یہ تبیین مین ہے۔ اور غلام و باندی اور صغیر و کبیر مین
کچھ فرق نہین ہے جبکہ اسکو خرید فروخت کی عقل ہو یہ کافی مین ہے۔ اور جو چیزین نکاح مین مہر ہو سکتی
ہین وہ کتابت کا عوض ہو سکتی ہین یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور بدون تمام مال کتابت ادا کرنے
کے آزاد نہوگا اور جب سب ادا کر دیا تو آزاد ہو گیا اگرچہ مولے نے یون نہ کہا ہو کہ جب تو تمام
بدل کتابت ادا کر دیگا تو تو آزاد ہو جائیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور غلام کے ذمہ سے بدل کتابت
مین سے کچھ کم دینا اور چھوڑ دینا خواہ مخواہ واجب نہین ہے بلکہ مندوب ہے یہ عینی شرح ہدایہ مین ہے
اور اگر بدل کتابت کے عوض ایسی کوئی شے رہن کر لی جس سے بدل ادا کر سکتا ہے یعنی بدل کتابت
کی ادائی اُس سے ہو سکتی ہے اور وہ چیز مالک کے پاس تلف ہو گئی تو غلام آزاد ہو جائیگا یہ مبسوط مین
ہے واضح ہو کہ کتابت دو طرح پر ہوتی ہے ایک تو یہ ہے کہ اُسکے نفس کو مکاتب کرے اس کو کتابت مین

داخل نہ کرے۔ دوسرے یہ کہ جان و مال دونون کو مکاتب کرے اور دونون صورتین جائز ہین اور پہلی صورت کی یہ مثال ہے کہ مین نے تجھے ہزار درم پر مکاتب کیا پس اس صورت مین جو مال اس سے پہلے کی کمائی کا غلام کے پاس ہو وہ سب مولی کا ہوگا اور اُسکے بعد جو کچھ کمائے وہ سب غلام کا ہوگا مگر جب اُس نے اس کمائی سے بدل کتابت ادا کردیا تو جو باقی رہا وہ سب غلام کے سپرد ہوگا۔ اور دوسری صورت کی مثال یہ ہے کہ مین نے تیری جان و مال کو ہزار درم پر مکاتب کیا تو جو کچھ اسوقت مکاتب کے پاس موجود ہے اور جو آیندہ کماوے سب اسی کا ہوگا خواہ اسکا مال جو فی الحال موجود ہے وہ بدل کتابت سے کم ہو یا زیادہ ہو اور مولی کو اس مال سے سوا بدل کتابت کے کچھ نہ ملیگا اور غلام کا مال وہ ہے جو اُسنے تجارت سے کمایا یا اُسکو کسی نے ہبہ کیا یا صدقہ دیا۔ اور اگر دونون نے غلام کے مال مین اختلاف کیا یعنی مولی نے اپنا حق بیان کیا اور غلام نے اپنا تو مکاتب کا قول قبول ہوگا۔ مگر جنایت کے عوض جو ارش[1] دستیاب ہو یا عقر ملے تو دونون مولی کی ملک ہونگے یہ مضمرات مین ہی۔ اور کتابت مین شرط خیار جائز ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ المتصلات اگر مکاتب نے ہزار درم کتابت ادا کردیے پھر مولے کے پاس سے یہ درم استحقاق مین لے لیے گئے تو مکاتب آزاد ہوگیا اور مولی بجاے اُسکے ہزار درم مکاتب سے لیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر زید نے اپنے مجنون یا صغیر غلام کو مکاتب کیا تو عقد منعقد نہوگا اور اگر اُسکی طرف سے بدل عقد کتابت عمرو نے زید کو ادا کردیا اور زید نے قبول کیا تو آزاد نہوگا اور عمرو مختار ہے کہ اپنا بدل کتابت زید سے واپس کرے کیونکہ اُسنے آزادی کے عوض دیا اور آزادی حاصل نہوئی۔ اور اگر نابالغ کیطرف سے عمرو نے ایجاب کتابت کو قبول کیا اور مولی بھی راضی ہوا تو بھی عقد کتابت منعقد نہوگا۔ اور آیا یہ ہوسکتا ہے کہ یہ ایجاب و قبول اجنبی کا موقوف ہے کہ جب غلام بالغ ہو تو اجازت دیدے پس امام قدوری نے فرمایا کہ نہین موقوف ہوگا اور یہی صحیح ہے کیونکہ اجنبی کے عقد کا اجارہ پر موقوف ہونا اُسوقت ہوتا ہے کہ جب اُسکا اجازت دینے والا وقت عقد کے موجود ہو اور یہان موجود نہین ہے کیونکہ نابالغ اہل اجازت سے نہین ہے بخلاف اسکے اگر غلام بالغ ہو مگر غائب ہو اور عمرو نے اُسکی طرف سے کتابت کو قبول کرلیا اور زید راضی ہوا تو غلام کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ اور صورت مذکورہ بالا مین اگر عمرو نے نابالغ غلام کیطرف سے قبول کرکے مولی کو بدل کتابت ادا کردیا تو اصل مین مذکور ہی کہ استحسانًا آزاد ہوجائیگا اور جسنے قبول کیا یعنی عمرو کو اپنا مال واپس لینے کا اختیار نہین ہے۔ اور یہ حکم اسوقت ہے کہ اُسنے کل بدل ادا کردیا ہو اور اگر اُسنے کچھ ادا کیا ہو تو قیاسًا و استحسانًا واپس لے سکتا ہے ولیکن اگر اسی عرصہ مین غلام نے بالغ ہوکر اجازت دیدی تو پھر نہین واپس کرسکتا ہے یہ بدائع مین ہے

[1] ارش جرمانہ زخم عقر جرمانہ وطی ناجائز ہو۔

دوسرا باب۔ کتابت فاسدہ کے بیان مین۔ کتابت فاسدہ مین مولی کو اختیار ہے کہ بلا رضامندی غلام کے اُسکو رقیق کر دے اور کتابت کو فسخ کر دے۔ اور کتابت صحیحہ مین بدون غلام کی رضامندی کے فسخ نہین کر سکتا ہے اور غلام کو اختیار ہے کہ کتابت فاسدہ اور جائزہ دونون مین بدون مالک کی رضامندی کے فسخ کر دے یہ شرح طحاوی مین ہے۔ اور ولوالجیہ مین لکھا ہے کہ کتابت فاسدہ مین جو چیز مولی کو اُسکی زندگی مین ادا کرنے سے آزاد ہوتا تھا اگر اسکی موت کے بعد وارثون کو ادا کرے تو آزاد ہو جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر کسی شخص غیر کے مال عین پر خواہ از قسم کیلی ہو یا وزنی یا عروض مین سے ہو اپنے غلام کو مکاتب کیا تو اس مین دو روایتین ہین اور اظہر روایت یہ ہے کہ عقد فاسد ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے اگر زید نے اپنے غلام کو ہزار درم اور ایک سال تک خدمت کرنے یا کسی ملک[1] کے لیے پر مکاتب کیا تو جائز ہے اور اگر ایک ہزار درم و ہمیشہ خدمت کرنے پر مکاتب کیا تو فاسد ہے اور غلام اپنی قیمت ادا کرنے پر آزاد ہو جائیگا خدمت نہ لیجا ویگی۔ پھر اگر وہ ہزار درم دیکر آزاد ہوا اور یہی اُسکی مقدار قیمت ہے تو مولے کو اُس سے مواخذہ کرنے کی کوئی راہ نہین ہے اور اگر مقدار قیمت اس سے زائد ہو تو بقدر زیادتی کے اُس سے لیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ کتابت فاسدہ مین جو چیز بدل قرار پائی ہے اگر قیمت اسی جنس سے ہو پس اگر مقررہ سے کم ہو تو بدل کم نکیا جائیگا اور اگر قیمت زائد ہو تو بدل مقررہ مین زیادتی کر دیجاویگی یہ شرح وقایہ مین ہے۔ اگر گیہون یا جو پر مکاتب کیا اور مقدار معلوم بیان کر دی پس اگر صفت بھی مثل جید یا وسط یا ردی بیان کر دی تو اُسی صفت پر عقد قرار دیا جائے گا اور اگر کوئی صفت بیان نہ کی ہو تو درمیانی قسم قرار دیجاویگی یہ محیط مین ہے۔ اگر زید نے اپنے غلام کو ایسے مال معین پر جو غلام کے قبضہ مین ہے اور اسکی کمائی کا ہے اسطور سے کہ مثلاً زید نے اسکو تجارت کی اجازت دی تھی اُسنے یہ مال کمایا ہے مکاتب کیا تو اسکی دو روایتین ہین ایک روایت مین جائز ہے کیونکہ اُسنے ایسے بدل معلوم پر مکاتب کیا جسکے سپرد کرنے پر غلام قادر ہے اور ایک روایت مین جائز نہین ہے کیونکہ اُسنے اپنے مال پر مکاتب کیا اور اگر اُسنے چند درمون پر جو غلام کے ہاتھ مین تھے مکاتب کیا تو باالاتفاق الروایات جائز ہے کیونکہ معاوضات مین درہم متعین نہین ہوتے ہین یہ تبیین مین ہے۔ اگر بدل کتابت غلام نے دیا اور وہ عقد مین متعین نہ تھا کہ خاص یہی چیز ادا کرے بلکہ از قبیل درم و دینار تھا اور وہ بعد اثبات استحقاق کے مولی سے لے لیا گیا تو غلام پر اُسکے مثل واجب ہوگا اور اگر مال عین کوئی اسباب یا حیوان معین تھا تو امام ابو یوسف کے نزدیک مولی اُس سے اُسکی قیمت لیگا مثل نہ لیگا یہ تاتارخانیہ مین تجریدہ سے منقول ہے۔ اگر زید نے اپنا غلام ایک باندی پر مکاتب کیا اور غلام نے دیدی اور زید نے اس سے

[1] یعنی وہ مکاتب اپنے مولی کو کوئی غلام یا باندی کبھی دیوے ۱۲ - + + + + -

وطی کی اور اُس سے ایک بچہ پیدا ہوا پھر اِس باندی پر استحقاق ثابت ہوا تو فرمایا کہ مستحق وہ باندی زید سے لیگا اور اُسکا عقر اور بچہ کی قیمت لیگا پھر زید مکاتب سے بچہ کی قیمت واپس لے سکتا ہے عقر نہیں لے سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر زید نے اپنا غلام ایک کپڑے یا چوپایہ یا حیوان یا دار پر مکاتب کیا تو کتابت منعقد نہ ہوگی حتی کہ ادا کرنے سے غلام آزاد نہ ہوگا کیونکہ کپڑے و دار و حیوان کی نوع مجہول ہے اور اگر ہروی کپڑے یا غلام یا باندی یا گھوڑے پر مکاتب کیا تو جائز ہے اور ہر چیز میں سے درمیانی قرار دیا جائے گا اور اگر ان صورتوں میں غلام درمیانی چیز کی قیمت لایا تو مولے پر جبر کیا جائیگا کہ اسکو قبول کرے یہ بدائع میں ہے۔ اور امام اعظم رح کے نزدیک درمیانی وہ ہے کہ جسکی قیمت چالیس درم ہوں اور صاحبین رح کے نزدیک ارزانی و گرانی نرخ پر ہے اور درمیانی چیز کی قیمت لگانے میں غلام مکاتب کی قیمت پر نظر نہ کی جاویگی کذا فی الذخیرہ اور کافی کے باب المہر میں لکھا ہے کہ صاحبین ہی کا قول صحیح ہے انتہے۔ اگر کسی نے اپنے غلام کو اُسکی قیمت پر مکاتب کیا تو کتابت فاسد ہے پھر اگر اُسنے اپنی قیمت ادا کر دی تو آزاد ہو جائیگا اور سوائے اُسکے اُسپر کچھ واجب نہوگا پھر واضح ہو کہ قیمت کا اندازہ یعنی یہی قیمت ہے جو اُسنے ادا کی ہے دونوں کی باہمی تصدیق سے ثابت ہوگی اور اگر دونوں نے اختلاف کیا تو قیمت آنکنے والوں کے قول پر لحاظ کیا جائیگا پس اگر دو شخص ایک قیمت پر متفق ہوے تو وہی قیمت قرار دی جاویگی اور اگر اختلاف ہوا ایک نے مثلاً ہزار درم انداز اور دوسرے نے ایک ہزار دس درم اندازے تو جبتک بڑھی ہوئی انتہائے قیمت نہ ادا کرے تب تک آزاد نہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر کہا کہ میں نے تجھے مکاتب کیا اور مال عوض سے سکوت کیا تو ہمارے علمائے ثلثہ کے نزدیک کتابت اصلاً منعقد نہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اسنے ایک خادم سپید رنگ[1] پر مکاتب کیا پھر اُسنے اس عوض سے دو خادم ابیض یا دو حبشی سیاہ پر ہاتھوں ہاتھ صلح کر لی تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی نے اپنے غلام کو موتی یا یاقوت پر مکاتب کیا تو انعقاد نہوگا اور اگر اسنے حکم پر کہ جو میں کہدوں یا اُسکے حکم پر کہ جسقدر تو کہے مکاتب کیا تو انعقاد نہوگا کیونکہ نوع و مقدار مجہول ہونے سے بھی یہاں زیادہ جہالت ہے یہ بدائع میں ہے۔ اگر زید نے ایک غلام یا باندی پر اپنا غلام مکاتب کیا اور مکاتب نے یہ خادم دیدیا اور آزاد ہوگیا پھر زید نے خادم میں کھلا ہوا عیب پایا تو مکاتب کو واپس کر کے ایک خادم اُسکے مثل لے لے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر زید نے اپنی باندی کو اس شرط سے ہزار درم پر مکاتب کیا کہ جو بچہ تو جنے وہ میرا ہے یا یہ کہ بعد آزادی کے میری خدمت کرے تو کتابت فاسد ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر زید نے اپنے غلام کو ایک مکان پر جسکا نام لے لیا اور اُسکا وصف بیان کر دیا یا کسی زمین پر اسی طور سے مکاتب کیا تو جائز نہیں ہے کیونکہ مکان یا زمین کسی عقد میں بطور دین کے ذمہ ثابت نہیں

[1] یعنی غلام و باندی جو گورے رنگ کی ہو ۱۲ –

ہوتے ہیں پس اگر اُسنے معین نہ کیا ہو تو مجہول چیز پر عقد ہوگا اور اگر معین کیا تو ایسی چیز ذمہ رکھی جو ذمہ دین نہیں ہوتی ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر باندی کو ہزار درم پر مکاتب کیا اس شرط سے کہ جبتک وہ مکاتب رہیگی اس سے وطی کریگا یا ایکبار اس سے وطی کریگا تو کتابت فاسد ہے پھر اگر اُسنے ہزار درم دیدیے تو عامہ علماء کے نزدیک آزاد ہو جائیگی پھر جب دیکھا آزاد ہو گئی تو اسکی قیمت دیکھی جاویگی اگر اسکی قیمت ہزار درم ہو تو نہ مولے کا اُسپر کچھ چاہیئے اور نہ اسکا مولے پر کچھ چاہیئے ہے اور اگر قیمت اُسکی زائد ہو تو جسقدر ہزار سے زائد ہے اُسقدر مولے اس سے لیگا۔ اور اگر ہزار سے کم ہو تو ہمارے اصحاب ثلثہ نے فرمایا کہ باندی مکاتبہ بقدر کمی کے اپنے مولے سے واپس نہیں لے سکتی ہے یہ بدائع میں ہے۔ اگر مولے نے اُس سے وطی کی پھر اُسنے بدل کتابت ادا کر دیا تو مولے پر اسکا عقر ادا کرنا واجب ہوگا۔ اور اگر زید نے اپنی حاملہ باندی کو مکاتب کیا تو جو اُسکے پیٹ میں ہے وہ بھی کتابت میں داخل ہوا خواہ صریح ذکر کرے یا نکرے اور اگر اسکے پیٹ کا بچہ مستثنیٰ کیا تو کتابت جائز نہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اگر اپنے غلام کو درم نہیں مکاتب کیا تو یہ فاسدہ ہے ولیکن اگر اُسنے تین درم دیدیے تو آزاد ہو جائیگا اور اُسپر اپنی قیمت ادا کرنی واجب ہوگی کذا فی السراجیہ قال المترجم یہ حکم زبان عربیت سے متعلق ہے اگر یون کہا کہ کاتبتک علی دراہم تو کمتر جمع تین درم ہیں پس علی اصل الامام الاعظم تین درم متیقن ہونگے اور زبان اردو کے موافق چاہیئے کہ دو درم ادا کرنے پر بھی یہی حکم ہو کیونکہ کمتر جمع دو ہے۔ اگر باندی کو ہزار درم پر اس شرط سے مکاتب کیا کہ یہ ہزار درم قسطوار ادا کرے بشرطیکہ اگر ایک قسط بھی ٹل گئی تو علاوہ قسط کے اُسپر سو درم واجب ہونگے تو کتابت فاسد ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ہزار درم پر قسطوار کر کے ادا کرنے پر مکاتب کیا اور شرط لگائی کہ اگر کسی قسط سے عاجز ہوا تو ہزار درم پر مکاتب ہو جائیگا تو یہ کتابت فاسد ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ دوسری کتابت فاسد ہوگی پہلی کتابت امام اعظم رح کے نزدیک فاسد نہوگی اور صاحبین کے نزدیک دونوں جائز ہیں یہ محیط سرخسی میں ہے۔ نوازل میں ہے کہ اگر زید نے اپنے دو غلاموں کو ایک ہی کتابت میں مکاتب کیا اور ہزار درم بدل ٹھہرائے اور شرط کی کہ مالک کو اختیار ہے کہ دونوں میں سے جس سے چاہے مواخذہ کریگا پھر زید نے ایک کو وہ مال کتابت ہبہ کیا تو دونوں آزاد ہو جاوینگے۔ اور اگر اُس غلام نے ہبہ قبول نہ کیا تو ہزار درم کتابت کے دونوں پر قرضہ قرار پاوینگے جیسے کہ سابق میں تھے اور وہ دونوں آزاد ہو جاوینگے اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے یہ مضمرات میں لکھا ہے۔ اگر زید نے اپنی باندی کو ہزار درم پر بوعدۂ عطا یا کھیتی کٹنے یا روندے جانے وغیرہ وعدہ جسکی میعاد معلوم نہیں ہے مکاتب کیا تو استحساناً جائز ہے پس اگر عطا میں تاخیر واقع ہوئی تو بدل کتابت دینا اُسی وقت واجب ہوگا جس وقت عطیہ نکالا جاتا تھا اور باندی کو اختیار ہے کہ اُس سے پہلے ادا کر کے آزاد ہو جاوے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر غلام کو ہزار درم پر مکاتب کیا اور یہی اسکی قیمت ہے اس شرط سے کہ اگر غلام اسقدر درم ادا کر کے آزاد ہو گیا تو اسپر دوسرے

ہزار درم واجب الادا ہونگے تو جائز ہے اور یون ہی رکھا جائیگا جیسا کہ اُسنے کہا ہے یعنی جسوقت ہزار درم دیدیے تو آزاد ہوجائیگا اور بعد آزادی کے اُسپر دوسرے ہزار درم واجب ہونگے یہ بدائع مین ہے اور اگر اپنی باندی سے کہا کہ مین نے تجھے ان ہزار درم پر مکاتب کیا حالانکہ یہ ہزار درم اُس باندی کے نہین غیر شخص کے ہین تو مکاتبت جائز ہے اور جب باندی نے ان ہزار درم کے سوائے دوسرے ہزار درم اپنے ملک کے ادا کردیے تو آزاد ہوجائیگی اسیطرح اگر باندی نے کہا کہ مجھے ہزار درم پر مکاتب کردے اس شرط سے کہ مین یہ ہزار درم فلان شخص کے مال سے تجھے دونگی تو عقد کتابت جائز ہے اور یہ شرط لغو ہے اور اگر باندی کو مکاتب کیا اور عقد کتابت مین اپنے یا اُسکے لیے خیار کی شرط لگائی تو جائز ہے پھر اگر اُسکے کوئی بچہ پیدا ہوا پھر صاحب خیار نے اپنا خیار ساقط کردیا تو بچہ بھی اس باندی کے ساتھ مکاتب ہوگا۔ اور اگر خیار ساقط کرنے سے پہلے وہ شخص جسکو خیار تھا خواہ مولی یا باندی نے انتقال کیا تو صاحب خیار کے مرنے سے مثل بیع کے خیار ساقط ہوجائیگا اور بچہ اُس مال کے واسطے جو باندی پر واجب ہوا سعی[1] کریگا اور اگر اپنا خیار ساقط کرنے سے پہلے مولی نے نصف باندی آزاد کردی تو یہ امر اُسکی طرف سے عقد کتابت کا فسخ ہے چنانچہ سب باندی آزاد کرنے مین یہی حکم ہو۔ اور جب کتابت فسخ ہوئی تو امام اعظم رح کے نزدیک باندی نصف قیمت کے واسطے سعی کریگی۔ اسیطرح اگر مالک نے اُسکے بچہ کو آزاد کردیا تو یہ بھی عقد کتابت کا فسخ ہے اور اگر خیار باندی کا ہووے تو بچہ مولی کے آزاد کرنے سے آزاد ہوجائیگا اور باندی کے ذمہ سے بدل کتابت مین کچھ مال بھی بسبب بچہ کے آزاد ہوجانے کے کم نہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر ایک شخص نے تین روز کی شرط خیار کے ساتھ اپنی باندی کو مکاتب کیا اور باندی کے بچہ پیدا ہوا اور مولی نے اس بچہ کو فروخت کردیا یا ہبہ کرکے سپرد کیا یا آزاد کردیا تو اسکے تصرفات سب جائز اور کتابت باطل ہوگئی یہ خزانۃ المفتین مین ہے ایک حربی نے دارالحرب مین اپنے غلام کو مکاتب کیا پھر دونون مسلمان ہوگئے یا دونون ذمی ہوگئے تو یہ امر کتابت جائز رکھا جائیگا اور اگر دونون امان لیکر آئے حالانکہ بحالہ غلام اسکے قبضہ مین ہے اُسنے کتابت مین یہان نالش کی تو قاضی اُسکو باطل کردیگا چنانچہ دارالحرب کے عتق و تدبیر کو باطل کردیتا ہے جبکہ وہ امان لیکر آتے ہین۔ اور اگر حربی غلام کو مکاتب کیا پھر غلام مسلمان ہوکر دارالاسلام مین آگیا تو آزاد ہوگیا اور کتابت باطل ہوگئی۔ ایک مسلمان تاجر نے دارالحرب مین اپنے غلام کو مکاتب یا آزاد یا مدبر کیا تو استحساناً جائز ہے اسیطرح اگر غلام کافر ہو کہ اسکو دارالاسلام مین خریدا ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر غلام کافر ہو کہ اُسکو دارالحرب مین خریدا ہوا اور مکاتب کیا اُسنے بدل کتابت ادا کردیا اور آزاد ہوگیا پھر مسلمان ہوگیا تو استحساناً اسکو مسلمان پر جائز رکھونگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر کسی شخص نے

---

[1] قولہ سعی کریگا۔ جبکہ باندی مرگئی ہو ۱۲ م

اپنے ایسے غلام کو جو سینا یا رنگنا جانتا ہے بعوض ایسے ہی غلام کے جو یہ کام جانتا ہو مکاتب کیا تو قیاس چاہتا ہے کہ یہ عقد صحیح نہو اور استحساناً صحیح ہے یہ محیط میں ہی۔ اگر اپنی باندی کو بطور کتابت فاسدہ کے مکاتب کیا اور اُسکے بچہ پیدا ہوا پھر اُسنے مال کتابت ادا کیا تو اُسکا بچہ اُسکے ساتھ آزاد ہو جائیگا اور اگر ادا کرنے سے پہلے مرگئی تو اُسکے بچہ پر کچھ سعایت لازم نہیں آتی ہی اور اگر اُسکی ماں کے مال کتابت کے واسطے اُس سے سعی کرائی اور اُسنے سعایت کرکے ادا کر دیا تو قیاساً یہ غلام آزاد نہوگا اور استحساناً یہ لڑکا مع اُسکی ماں کے حالت زندگی پر اعتبار کرکے آزاد ہو جاوینگے یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر اپنے غلام کو ہزار درم پر اس شرط سے مکاتب کیا کہ مکاتب یہ مال میرے قرضخواہ کو ادا کر دے تو کتابت جائز ہی۔ اسی طرح اگر اس شرط سے مکاتب کیا کہ مکاتب یہ مال اپنے مولی کی طرف سے فلان شخص کو ضمان دے تو بھی کتابت جائز ہی اور فرمایا کہ ضمان[1] بھی جائز ہی اور یہ استحسان ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک شخص نے اپنی باندی کو مکاتب کیا حالانکہ اُس باندی پر قرضہ ہی پھر اُسکے بچہ پیدا ہوا اور اُسنے کتابت کا مال ادا کر دیا پھر قرضخواہ لوگ حاضر ہوے تو اُنکو اختیار ہی کہ کتابت کا مال مالک سے واپس لین اور اس سے باندی کی قیمت کی ضمان لین اور جو قرضہ رہ جاوے اُسکو خواہ باندی سے وصول کرین یا بچہ سے ولیکن بچہ سے اُسکی قیمت سے زیادہ نہیں لے سکتے ہین اور یہ بھی قرضخواہونکو اختیار ہی کہ چاہین اپنا قرضہ سب باندی سے وصول کرین۔ اور اُنکو یہ اختیار نہیں ہے کہ مولی سے بچہ کی قیمت کی ضمان لین۔ اور اگر وہ باندی ادائے کتابت کے بعد مرگئی تو بچہ پر بچہ کی قیمت اور مال قرض مین سے جو کم ہو وہ واجب ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر غلام کو اس شرط سے مکاتب کیا کہ شہر سے باہر نہ چلا جاوے تو شرط باطل اور کتابت جائز ہے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک شخص نے زید کو اپنے غلام آزاد کرنے کا وکیل کیا اُسنے مکاتب کر دیا تو صحیح نہین ہی یہ جواہر الفتاوی مین ہی۔ ایک شخص نے دو تاجر غلامون کو جنپر قرض تھا ایک ہی کتابت مین مکاتب کیا پھر دونون مین سے ایک غائب ہو گیا پھر قرضخواہون نے قرض لینا چاہا تو اُنکو یہ اختیار نہین ہی کہ جو غلام حاضر ہے اُسکو کتابت فسخ کرکے رقیق بناوین لیکن اُس قرضہ کے واسطے جو اسپر آتا ہے سعی کرادینگے اور جو اُسنے مال کتابت ادا کیا ہی قرضخواہ اُسکے لینے کے حقدار ہین یعنی مولی سے لے لینگے مگر یہ اختیار اُنکو نہین ہو کہ مولی سے دونون کی ضمان لین یہ مبسوط مین ہی۔ اور بھی مبسوط کے باب کتابۃ المرتد مین لکھا ہے کہ اگر کسی مرتد نے اپنے غلام کو مکاتب کیا پھر خود دار الحرب والون مین جا ملا پھر مسلمان ہوکر واپس آیا پس اگر غلام نے قاضی کے پاس مرافعہ کیا اور قاضی نے اسکو رقیق کر دیا ہو تو کتابت باطل ہوگئی ورنہ غلام اپنے عقد کتابت پر رہیگا انتہی اور بھی مبسوط کے باب ما لا یجوز من الکتابۃ مین ہو کہ اگر کسی نے اپنی باندی کو مردار پر مکاتب کیا اور اُسکے ایک بچہ پیدا ہوا پھر مالک نے باندی کو آزاد کر دیا تو اُسکے ساتھ اُسکا بچہ آزاد نہوگا بخلاف اسکے اگر ہزار درم پر کتابت فاسدہ

[1] قولہ ضمان بھی الخ حالانکہ غلام کی کفالت جائز نہین ہوتی ہی مگر اس صورت مین استحساناً جائز ہے ۱۲ - - - -

کے طور پر مکاتب کیا اور اُسکے بچہ پیدا ہوا پھر مالک نے باندی کو آزاد کر دیا تو اسکے ساتھ اُسکا بچہ آزاد ہو جائیگا
انتہی قلت ان العقد فی الوجہ الاول باطل وفی الثانی فاسد وہو الفرق بینہما

تیسرا باب۔ جو افعال مکاتب کر سکتا ہی اور جو نہین کر سکتا ہی اُنکے بیان مین جن تبرعات کی عادت جاری ہے اُنکے سوائے باقی تبرعات سے منع کیا جائیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور مکاتب کے واسطے خرید و فروخت و سفر جائز ہے کذا فی الکافی اور اسکو اختیار ہے کہ قلیل و کثیر ثمن پر فروخت کرے اور جس جنس پر چاہے فروخت کرے اور نقد و اُدھار فروخت کرے یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور صاحبین کے نزدیک قلیل ثمن پر فروخت کر سکتا ہے مگر صرف اسیقدر کمی ہو کہ لوگ برداشت کر لیتے ہین اور ہر جنس سے نہین فروخت کر سکتا ہے درم و دینار سے فروخت کر سکتا ہے اور نقد فروخت کر سکتا ہی اُدھار نہین فروخت کر سکتا ہی اور مکاتب کو اختیار ہی کہ اپنے مولی کے ساتھ خرید فروخت کرے ولیکن یہ نہین جائز ہی کہ جو چیز اُسنے اپنے مولی سے خریدی ہی اُسکو کسی کے ہاتھ مرابحہ سے فروخت کرے ولیکن اگر واقعی حال بیان کر دے تو جائز ہے اور یہی حکم مولی کے حق مین ہی یعنی مولی سے جو چیز اُس سے خریدی اُسکو بدون واقعی بیان کے کسی کے ہاتھ مرابحہ سے نہین فروخت کر سکتا ہی اور یہ نہین جائز ہی کہ مولی کے ہاتھ ایک درم مین دو درم[1] فروخت کرے کیونکہ عقد کتابت سے وہ غلام اپنی کمائی کا خود حقدار ہو گیا پس مثل اجنبی کے ہو گیا اسیطرح مولی کو بھی اسطور سے فروخت کرنا و خرید کرنا نہین جائز ہی۔ اور جائز ہے کہ جو چیز اُسنے فروخت کی اور اُسمین عیب کا دعوی کیا گیا تو اُسکے ثمن مین سے گھٹا دے یا جو اُسنے خریدی ہی اُسکے دام بڑھا دے مگر یہ اختیار نہین ہی کہ جو اُسنے فروخت کی اُسکے دامون مین سے بلا عیب کچھ گھٹا دے اور اگر اُسنے ایسا کیا تو جائز نہوگا اور اُسکو اختیار ہے کہ جو چیز اُسنے خریدی ہی اُسکو بسبب عیب کے واپس کر دے خواہ کسی اجنبی سے خریدی ہو یا مولی سے خریدی ہو یہ بدائع مین ہی۔ اور مکاتب نے اگر اپنے اوپر قرضہ کا اقرار کیا یا قرضہ وصول پانیکا اقرار کیا تو جائز ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ اگر مکاتب کو اہل حرب قید کر لیگئے اور اُسنے قرضہ لیا تو یہ قرضہ حکماً ایسا ہی ہی کہ اُسنے دار الاسلام مین لیا۔ اور اگر مکاتب مرتد ہو گیا حالانکہ اسپر قرضہ ہے اور حالت ردت مین اُسنے قرضہ لیا جو اسکے اقرار ہی سے ثابت ہے پھر حالت ردت پر مقتول ہوا تو یہ بمنزلہ مرض کے قرضے کے قرار دیا جائیگا حتی کہ اُسکی کمائی سے پہلے حالت اسلام کا قرضہ دیا جائیگا پھر باقی مین سے حالت ردت کا قرضہ یہ امام اعظم و امام محمد رح کا قول ہی پھر بعد ادائے قرض و مال کتابت کے جو کچھ باقی رہیگا وہ اُسکے مسلمان وارثون کو دیا جائیگا۔ اور اگر اُسکے بیٹے نے جو حالت کتابت مین پیدا ہوا اتنا سعی کر کے مال کتابت ادا کر دیا اور آزاد ہو گیا پھر اُسکے باپ کے قرضخواہ حاضر ہوے تو اُنکو یہ اختیار نہین ہی کہ مولی نے جو کچھ لیا ہی

[1] یعنی یہ ہر چند سود ہی مگر غلام و مولی مین سود و ربو نہین ہوتا ہی چنانچہ باب الربو مین بیان ہو گیا مگر یہان مکاتب بعض ملک نہین ہی اسواسطے اس حکم مین مثل اجنبی کے ہے پس ربو متحقق ہوگا والوجہ فی الکتاب ۱۲-

اُسکو واپس لیوین ولیکن اُسکے بیٹے سے اپنے قرضہ کا مطالبہ کرینگے اور دامنگیر ہونگے یہ مبسوط مین ہے
اور مولی کو یہ اختیار نہین ہے کہ مکاتب کی باندی سے نکاح کرے اور اگر مکاتب نے اپنے مولی کی جورو کو
خریدا تو مولی کا نکاح باقی رہیگا یہ کافی مین ہے۔ اور اگر مکاتب نے کچھ رہن کیا یا رہن رکھا
یا اجارہ دیا یا اجارہ لیا تو یہ جائز ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور مکاتب کو یہ جائز نہین ہے کہ اپنے
لڑکے یا لڑکی کو بیاہ دے مگر اپنی باندی یا مکاتبہ کو بیاہ دے سکتا ہے یہ بدائع مین ہے۔ اور
اپنے غلام کو نہین بیاہ سکتا ہے اور نہ اس کے واسطے وکیل کرسکتا ہو پھر اگر خود آزاد ہوا اور اجازت
دیدی تو نکاح سابق جائز نہو جائیگا کیونکہ اجازت ایک عقد باطل کیساتھ لاحق ہوئی ہے اور اگر بعد
آزادی کے اُسنے کہا کہ مین نے اس وکالت کی اجازت دیدی تو یہ ابتدائی توکیل ہو گی یہ کافی
مین ہے۔ اور اگر مکاتب نے اپنی باندی کو اپنے غلام سے بیاہ دیا تو موافق ظاہر الروایۃ کے جائز ہے
کذا فی العینی شرح الہدایہ۔ مکاتبہ نے اگر مالک کی اجازت سے اپنا نکاح کسی مرد سے کیا پھر آزاد
ہوئی تو اسکو خیار عتق حاصل ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر اُسنے بدون مولی کی اجازت کے
نکاح کرلیا اور دونون مین تفریق نہوئی یہانتک کہ وہ آزاد ہوگئی تو نکاح جائز اور باندی کو خیار
حاصل نہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ مکاتب نے اگر اپنی کمائی سے کوئی غلام مکاتب
کیا تو استحسانًا جائز ہے اسکو ہمارے علماء نے لیا ہے پھر جب مکاتب کا مکاتب کرنا جائز ٹھہرا پس اگر
مکاتب ثانی نے مال ادا کردیا تو آزاد ہو جائیگا اور اسکی آزادی کے وقت دیکھا جائیگا کہ پہلا
مکاتب آزاد ہے یا مکاتب ہے پس اگر مکاتب ہو تو دوسرے مکاتب آزاد شدہ کی ولاء مکاتب
اول کے مولی کے لیے ثابت ہوگی اور اگر آزاد ہوگیا ہو تو ولاء اُسی کے واسطے ہوگی اُسکے مولی کے
واسطے نہوگی۔ پھر جس صورت مین دوسرے مکاتب کی ولاء پہلے مکاتب کے مولی کے لیے ثابت ہوئی
ہے پھر اگر پہلے مکاتب نے مال ادا کردیا اور آزاد ہوگیا تو دوسرے کی ولاء جو مالک کو مل چکی ہے منتقل
ہو کر پہلے مکاتب آزاد شدہ کو نہ ملے گی۔ اور اگر پہلا مکاتب ادائے کتابت سے عاجز ہو کر رقیق کردیا گیا
اور ہنوز دوسرے نے مال ادا نہین کیا ہے تو وہ اپنی کتابت پر باقی رہیگا اور درصورت مکاتب باقی
رہنے کے درحقیقت وہ اصل مولے کا مملوک[1] ہوگا حتے کہ اگر اصل مالک نے اُسکو آزاد کردیا تو حقیقۃً عتق نافذ
ہو جائیگا۔ اور اگر مکاتب اول عاجز نہوا مگر ادائے کتابت سے پہلے مرگیا اور ہنوز دوسرے نے کتابت کا
مال نہین دیا تو اُسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ اگر پہلے نے انتقال کیا اور سوائے اُس مال کے جو
مکاتب ثانی پر کتابت کا مال چھوڑا ہے اور بہت سا مال چھوڑا جس سے اُسکا بدل کتابت ادا ہو سکتا ہے
تو اس صورت مین اسکا عقد کتابت فسخ نہوگا اور اسکے ترکہ مین سے اُسکا بدل کتابت ادا کرکے اُسکی

[1] یعنے امام اعظم رح کے موافق من وجہ مملوک ہوگا ۱۲

آزادی کا حکم اُسکی زندگی کے آخر جزو مین ثابت کیا جائیگا اور جو باقی رہا وہ اسکے آزاد وارثون کو حسب فرائض تقسیم ہوگا بشرطیکہ آزاد وارث موجود ہون ورنہ اسکے مولی کو ملیگا اور جو اُسنے مکاتب ثانی پر چھوڑا ہے وہ اسیطرح رہیگا یہانتک کہ وہ اپنا بدل کتابت ادا کردے کہ وہ اُس کے وارثان آزاد کو ملیگا اور جب دوسرا آزاد ہوگیا تو اسکی ولار پہلے مکاتب کو ملے گی حتی کہ اسکی اولاد کے مذکر لوگ اُسکے وارث[1] ہونگے اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر پہلا مکاتب مرگیا اور اُسنے کچھ مال سوائے اُس مال کے جو مکاتب ثانی پر چھوڑا ہے نہ چھوڑا تو لامحالہ یا تو دوسرے مکاتب کا بدل کتابت پہلے مکاتب سے کم ہوگا اور اس صورت مین پہلے کی کتابت فسخ ہوگی اور وہ غلام قرار دیا جائیگا اور دوسرا مکاتب اپنے عقد کتابت پر رہیگا مگر مال کتابت مولاے اول کو دیکر آزاد ہوگا - یا دوسرے کا مال کتابت پہلے کے برابر ہوگا یا اُس سے زیادہ ہوگا اور ایسی صورت مین یا تو دوسرے مکاتب کے ادا کرنے کا وقت پہلے کے مرنے کے وقت پر آگیا ہو تو پہلے مکاتب کا عقد کتابت فسخ نہوگا پس دوسرا مکاتب اپنے بدل کتابت مین سے بقدر کتابت اول کے ادا کردیگا اور اسکی حریت کا حکم فے الحال دیا جائیگا اور پہلے کی حریت کا حکم اُسکی زندگی کے آخر جزو مین ثابت کیا جائیگا اور دوسرے کی مکاتبت مین سے جو مال باقی رہا وہ پہلے مکاتب کے وارثون کو بشرط آزادی دیا جائیگا اور دوسرے مکاتب کی ولار پہلے کے وارثون کو ملے گی مولی کو نہ ملے گی - اور اگر دوسرے مکاتب کی کتابت ادا کرنے کا وقت پہلے مکاتب کی موت کے وقت نہین آیا پس اگر مولے نے قاضی سے اُسکی کتابت فسخ کردینے کی درخواست نہ کی یہانتک کہ دوسرے مکاتب کے ادا کرنیکا وقت آگیا تو اُسکا حکم وہی ہے جو پہلے کی موت کے وقت دوسرے کے ادا کرنے کا وقت آجانے کی صورت مین مذکور ہوا ہے اور اگر مولے نے پہلے کی کتابت فسخ کرنے کی درخواست کی تو قاضی اُسکی کتابت فسخ کردیگا کذا فے المحیط - اور اگر دونون مکاتبون نے ایک ساتھ مال کتابت ادا کیا تو دونون کی ولار اصل مولی کو ملے گی یہ بدائع مین ہی - نوادر ابن سماعہ رح مین امام محمد رح سے روایت ہے کہ ایک مکاتب نے اپنے غلام کو مکاتب کیا پھر پہلا مکاتب مرگیا اور اسقدر مال چھوڑ گیا کہ جس سے مال کتابت ادا ہوسکتا ہے مگر یہ مال لوگون پر قرضہ ہے نقد موجود نہین ہے پھر ہنوز قرضہ برآمد نہوا تھا کہ دوسرے مکاتب نے مال کتابت ادا کردیا تو وہ آزاد ہوگیا اور اُسکی ولار اصل مولی کو ملے گی پھر اگر اسکے بعد قرضہ وصول ہوکر پہلے مکاتب کا مال ادا کیا گیا تو دوسرے کی ولار پہلے مکاتب کی طرف متحول نہوگی اور ولار و میراث مین جس روز مال کتابت ادا کیا جاتا ہے اُسی روز کا اعتبار ہوتا ہے یہ محیط مین ہی - ایک مکاتب نے اپنا غلام مکاتب کیا پھر پہلا مکاتب ایک آزاد بیٹا چھوڑ کر مرگیا اور کچھ مال نہ چھوڑا سوائے اسکے کہ جو دوسرے مکاتب پر مال کتابت ہے - پھر دوسرا مکاتب بھی

[1] یعنی درصورتیکہ مکاتب ثانی کے وارث احرار موجود ہون ۱۲ -

ایسا بیٹا جو حالت کتابت مین پیدا ہوا ہے چھوڑ کر مرگیا تو اُس لڑکے پر واجب ہے کہ جو مال اسکے باپ پر آتا ہی اُسکے واسطے سعی کرے اور اصل مولی کو پہلے مکاتب کی طرف سے ادا کرے اور جو بچے وہ پہلے مکاتب کے بیٹے کو اپنے باپ کی طرف سے میراث ملیگا اور دوسرے مکاتب کے بیٹے کی ولاء پہلے مکاتب کے بیٹے کو ملے گی ایک مکاتب نے اپنی جورو کو خرید ا اور اسوقت تک اُسکے مکاتب سے کوئی اولاد نتھی پھر اُس عورت کو مکاتب کردیا تو یہ جائز ہے اور جو بچہ بعد کتابت کے اُس عورت کے پیدا ہو وہ اسکے ساتھ کتابت مین شامل ہوگا کیونکہ بچہ اُس کا جزو ہے پھر اگر غلام مکاتب اسقدر مال کہ جس سے مال کتابت ادا ہوجاوے چھوڑ کر مرگیا تو یہ باندی مکاتبہ مع اولاد کے آزاد ہوجاویگی اور جو مال باقی بچے گا وہ اسکی اولاد کو میراث ملیگا۔ اور اگر اُسنے کتابت ادا کردینے کے واسطے کافی مال نہین چھوڑا تو عورت اور اُسکے بچے کو خیار ہے کہ چاہین اس قدر مال کے واسطے جو غلام کی کتابت مین باقی ہے سعی کرکے حاصل کرین اور مولی کو دیدین تاکہ غلام کے آزاد ہونے سے خود آزاد ہوجاوین یا جو مال باندی کے ذمہ باقی ہی اُسکی تحصیل کیواسطے سعی کرین اور جو ان مین سے کم ہو اُسکے واسطے سعی کرینگے۔ اور اگر مکاتب نے اپنی جورو کو مکاتب کیا اور ہنوز اُس سے کوئی اولاد نتھی پھر بعد کتابت کے اسکے بچہ ہوا پھر باندی مرگئی اور اسقدر نچھوڑا کہ مال کتابت ادا ہوجاوے تو لڑکے کو اختیار ہوگا کہ چاہے اسقدر مال کیواسطے جو اُسکی ماں کے ذمہ باقی تھا سعی کرکے ادا کردے تاکہ اُسکی آزادی سے آزاد ہوجاوے یا اپنے نفس کو عاجز قرار دے تو اُسکا وہی حال ہوگا جو اسکے باپ کا ہے یہ مبسوط مین ہی۔ اور مکاتب کو یہ اختیار نہین ہی کہ اپنی اولاد یا والدین کو مکاتب کرے اور اصل یہ ہے کہ جس شخص کے فروخت کردینے کا اُسکو اختیار نہین ہی اُسکے مکاتب کرنیکا بھی اختیار نہین ہے ولیکن ام ولد کو مکاتب کرسکتا ہے یہ بدائع مین ہی۔ ایک مکاتب نے اپنی باندی کو مکاتب کیا پھر اُس سے وطی کی اور اُس سے حمل رہا پس اگر چاہے تو کتابت کو باقی رکھے اور مکاتب سے اپنا عقر لے یا اپنے تئین عاجز کردے تو بمنزلہ اُسکی ام ولد کے ہوجاویگی کہ اُسکو فروخت نہین کرسکتا ہے چنانچہ اگر اپنی کسی باندی کو ام ولد بناوے تو بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر وہ باندی مال کتابت ادا کرنے سے عاجز ہوئی اور اُسکو غلام کے مولی نے آزاد کیا تو جائز نہین ہی چنانچہ اگر مکاتب کی کمائی کی کوئی باندی مولی نے آزاد کی تو جائز نہین ہوتی ہی بخلاف اُسکے کہ اگر باندی کے بچہ کو جو مکاتب کے نطفہ سے ہے آزاد کیا تو جائز ہی کیونکہ اولاد مکاتب کی کتابت مین داخل ہی پس اُسکی آزادی کے ساتھ آزاد ہوگا پس مولی کا مملوک ہوا ولیکن باندی اس غلام مکاتب کی ام ولد ہے کہ اس سے وطی کرسکتا ہی اور قیمت لے سکتا ہے پس مولی کی مملوکہ نہوئی اور اگر باندی مکاتبہ کا بچہ مرگیا تو بھی مکاتب کو اپنی مکاتبہ باندی ام ولد کو فروخت کردینے کا اختیار نہوگا قال المترجم عفا اللہ عنہ یہ حکم اس بنا پر ہی کہ آدمی کو یہ اختیار نہین ہے کہ ام ولد کو بیع کرے کیونکہ باجماع صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین ایسی بیع باطل ہی اگرچہ جواز کے قائل بنا بر نیکہ

اجماع متاخر سے اختلاف متقدم رفع نہین ہوتا اس مین کلام کرتے ہین والاول مختار الحنیفۃ رحمہ اللہ تعالی اعلم بالصواب۔ ایک مکاتب نے اپنی باندی کو مکاتب کیا پھر مولی نے اسکو ام ولد بنایا تو مولی پر واجب ہوگا کہ باندی کو اسکا عقر ادا کرے اور بچہ اپنی ماں کے ساتھ بمنزلہ ماں کے مکاتب ہوگا پھر اگر وہ باندی ادائے کتابت سے عاجز ہوئی تو مولی اس بچہ کو استحسانًا بہ قیمت لے لیگا اور باندی مکاتب کی مملوک رہیگی بمنزلہ مغرور[1] کے قرار دیجائیگی۔ اور اگر مکاتب نے خود ہی اس باندی سے وطی کی پھر مرگیا اور کچھ مال نچھوڑا پس اگر وطی سے اسکے بچہ نہین پیدا ہوا تو اپنی کتابت پر باقی رہیگی اور اگر بچہ پیدا ہوا تو اسکو اختیار دیا جائیگا کہ چاہے اپنی مکاتبت کو توڑدے اور خود اور اسکا بچہ پہلے غلام کی کتابت کیواسطے سعی کرے یا اپنی مکاتبت کو پورا کرے اور اگر غلام نے اسقدر مال چھوڑا جس سے اسکا مال کتابت بخوبی ادا ہو سکتا ہے تو اسکی مکاتبت کا مال ادا کرکے اسکے اور اسکے بیٹے کی آزادی کا حکم دیا جائیگا اور باندی کی کتابت باطل[2] ہوجاویگی۔ اور اگر مکاتبہ باندی عاجز ہوئی اور مولی بچہ کے نسب کا مدعی ہی اور مکاتب اول مرچکا ہی تو بچہ آزاد ہوگا اور مولی پر اسکی قیمت واجب ہوگی۔ اور بچہ کی قیمت سے مکاتب اول کا مال کتابت پورا ادا ہو سکتا ہو تو مکاتب کی آزادی کا بھی حکم دیا جائیگا پس یہ باندی عاجزہ مکاتب اول کے وارثون کی مملوکہ ہوگی بشرطیکہ سوائے مولے کے اسکا کوئی وارث ہو اور اگر نہوگا تو ولا کی وجہ سے مولے کو ملے گی اور مولی کی ام ولد قرار پائیگی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر مکاتب نے اپنے غلام کو تجارت کی اجازت دی تو جائز ہے پھر اگر غلام نے کچھ ادھار لیا تو اسکے ذمہ لازم ہوگا پھر اگر قرضخواہون نے آکر غلام کو طلب کیا تو غلام قرضہ کے عوض فروخت کیا جائیگا ولیکن اگر مولی نے اسکی قیمت دیدی تو فروخت نہ کیا جائیگا۔ اور پھر اگر مکاتب نے اسکا قرضہ ادا کیا کہ جس سے وہ فروخت نہ کیا گیا تو کہا جائیگا کہ جو قرضہ مکاتب نے ادا کیا ہے اگر وہ اسکی قیمت کے برابر ہی تو بلاشبہہ سب امامون کے نزدیک جائز ہے اور اگر وہ قرضہ اسکی قیمت سے زیادہ ہے تو دیکھا جائیگا کہ اگر صرف اسقدر زیادتی ہی کہ لوگ اپنے اندازہ مین اپنا خسارہ برداشت کرلیتے ہین تو بھی بالاخلاف جائز ہے اور اگر اسقدر زیادتی ہو کہ لوگ اندازہ مین اتنا خسارہ گوارا نہین کرتے ہین تو کتاب الاصل مین بعبارہ فرمایا کہ جائز ہے پس بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ جو کتاب الاصل مین ہی سب کے نزدیک بالاجماع ہی اور بعض نے کہا کہ یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک نہین جائز ہے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور مکاتب کیواسطے یہ جائز نہین ہی کہ صدقہ دے مگر تھوڑی سی چیز دے سکتا ہے حتی کہ ایکدرم کسی فقیر کو نہین دیسکتا ہی اور نہ اسکو ایک کپڑا پہنا سکتا ہی۔ اسیطرح یہ جائز نہین ہی کہ مکاتب ہدیہ بھیجے مگر ہان تھوڑی سی کھانے کی چیز بھیج سکتا ہی اور مکاتب کو اختیار ہے کہ دعوت طعام مین بلادے اور اجارہ اعارہ وایداع کا

[1] مغرور کی تفسیر باب ثبوت النسب مین مذکور ہوئی ۱۲ [2] یعنی وہ آزاد ہوگی بسبب موت کے اور مکاتبت باطل ہوگی ۱۲

اختیار رکھتا ہی یہ بدائع مین ہی۔ اور قرض نہین دیسکتا ہے اور اگر قرض دیدیا تو مستقرض کو اُسکا کھانا
حلال نہین ہی ولیکن اگر قرض مضمون ہو یعنی ضمان مستقرض پر لازم آوے تو جائز ہے اور مستقرض اس
مین تصرف کرسکتا ہی یہ عینی شرح ہدایہ مین ہی۔ اور مکاتب کی وصیت یعنی وصی ہونا جائز نہین ہے
اور نہ مال یا نفس کی کفالت جائز ہی خواہ باجازت مولی ہو یا بلا اجازت ہو اور اگر مکاتب خرید نیکے واسطے
وکیل ہوا تو جائز ہی اگرچہ بائع کی ضمان اُسپر لازم آوے کیونکہ وکالت ضروریات تجارت مین سے
ہے اور اگر مکاتب نے مال ادا کر دیا اور آزاد ہوگیا تو کفالت اُسکے ذمہ لازم ہوگی یہ بدائع مین ہی
اور اگر ایسا ہو کہ جس وقت مکاتب نے کفالت کی ہی اُسوقت نابالغ ہو تو اُسکے واسطے ماخوذ نہوگا اگرچہ
آزاد ہو جاوے یہ عینی شرح ہدایہ مین ہی۔ اور مکاتب نے اپنے مولے کی طرف سے کفالت کرلی تو جائز
ہے اور آیا حوالہ جائز ہے یا نہین تو اُسکی دو صورتین ہین کہ اگر مکاتب پر کسی شخص کا قرض ہو اور
قرضخواہ پر کسی تیسرے کا قرض ہو پس مکاتب کے قرضخواہ نے اپنے قرضخواہ کو مکاتب پر حوالہ کردیا تو
جائز ہی اور اگر ایسا ہو کہ زید پر عمرو کا قرض ہو اور عمرو نے زید کو اُس مکاتب پر حوالہ کیا اور مکاتب نے (یعنی اترایا)
قبول کیا حالانکہ مکاتب پر عمرو کا کچھ قرض نہین ہے تو یہ جائز نہین ہی کیونکہ یہ تبرع (احسان ۱۲) ہی یہ بدائع مین ہی
اگر اُسنے کچھ مال فروخت کیا پھر اقالہ کرلیا تو جائز ہی اور مکاتب کو اختیار ہے کہ مضاربت پر مال دیوے
اور موسے لے سے مضاربت پر لیوے اور اپنے نفس کو اجارہ پر دیوے اور مال بضاعت لیوے اور دیوے
اگرچہ شخص غیر کی اعانت ہے یہ ذخیرہ مین ہی۔ مکاتب کو اختیار ہے کہ اپنے غلام مملوک کو مکاتب کرے
اور یہ استحسان ہی پھر اگر بعد کتابت کے آزاد کیا تو جائز و نافذ نہین ہی جیسا کہ قبل کتابت کے ناجائز تھا
اسیطرح اگر نصف مال کتابت یا کل مال اپنے مکاتب کو ہبہ کیا تو بھی ناجائز ہے یہ مبسوط مین ہی۔
اگر مکاتب نے بعوض مال کے اپنا غلام آزاد کیا یا نصف غلام کو غلام ہی کے ہاتھ کسیقدر مال پر فروخت
کیا تو جائز نہین ہی یہ شرح جامع صغیر مصنفہ قاضی خان مین ہی۔ اور مکاتب کے واسطے کسی آزاد سے
شرکت مفاوضہ[۱] کرنا جائز نہین ہی ہان اگر آزاد سے شرکت عنان اختیار کرے تو جائز ہے پھر
اسکے بعد اگر مکاتب عاجز ہوا تو دونون کی شرکت منقطع ہو جائیگی۔ اور فرمایا کہ جو چیز مولی نے خریدی
اُس مین مکاتب کو شفعہ کا استحقاق ہوتا ہی اور ایسے ہی جو مکاتب نے خریدی اُس مین مولی کو استحقاق
شفعہ ہوتا ہی اور اگر شرکت عنان کے بعد مکاتب آزاد ہوا تو شرکت بحالہ باقی رہیگی۔ اور اگر کسی غیر کے
ساتھ شرکت مفاوضہ کی خواہ باجازت مالک یا بلا اجازت پھر اسکے بعد آزاد ہوگیا تو یہ شرکت صحیح
نہو جاویگی۔ اور اگر مکاتب نے کوئی مکان اس شرط سے خرید اکہ مکاتب کو تین روز تک خیار ہے پھر عاجز
ہوکر رقیق کر دیا گیا تو اُسکا خیار منقطع ہوگیا اور اگر بائع نے خیار اپنے واسطے شرط کیا ہو تو وہ مکاتب کے

[۱] شرکت مفاوضہ و شرکت عنان کے واسطے کتاب الشرکۃ دیکھو ۱۲ - ۔ ۔ ۔ -

عاجز ہونے کے بعد بھی اپنے خیار پر رہیگا جیسا کہ اُسکے مرنے کے بعد اسپنے خیار پر رہتا ہی۔ اور اگر مشتری مکاتب نے اپنے واسطے خیار کی شرط ٹھہرائی اور اُسکے پہلو مین کوئی دوسرا مکان فروخت ہوا تو اُسکو یہ اختیار ہے کہ شفعہ مین یہ مکان لے لے اور شفعہ مین لینا خیار ساقط کردینا قرار دیا جائیگا اور اگر مکاتب نے شفعہ مین وہ مکان نہ لیا یہانتک کہ مشتری نے بائع کو واپس کیا تو دوسرے مکان مین ان دونون مین سے کسی کو شفعہ نہین پہونچتا ہے یہ مبسوط مین ہے۔

چوتھا باب۔ مکاتب کے اپنے قریب یا زوجہ وغیرہ کے خریدنے[۱] کے بیان مین ہی۔ اگر مکاتب نے اپنے باپ یا بیٹے کو خریدا تو اُسکی کتابت مین داخل ہوجائیگا اور اُسکی آزادی پر آزاد اور اُسکے رقیق ہونے پر رقیق ہوگا اور مکاتب اُسکو فروخت نہین کرسکتا ہی اسیطرح جس نسبی اولادی قرابت دار کا مالک ہو اُسکا یہی حکم ہے جیسے دادا و دادی و پوتا و پوتی وغیرہ یہ اصل کی روایت ہے اور اگر مکاتب نے انکو خرید لیا تو بسبب عیب کے واپس نہین کرسکتا ہے اور نہ نقصان عیب لے سکتا ہی ولیکن اگر عاجز ہوا تو اُسکو واپس کرنیکا استحقاق حاصل ہوگا اور اگر مولی نے مکاتب کو فروخت کیا یا مکاتب مرگیا تو واپس کرنے کا استحقاق مولی کو حاصل ہوگا کذا فی المضمرات۔ اور اگر مکاتب نے اسقدر مال چھوڑا جس سے مال کتابت ادا ہوجاوے اور ایک بیٹا چھوڑا جو کتابت مین پیدا ہوا تھی تو یہ لڑکا اپنے باپ کی کتابت کے مال کے لیے سعی کریگا اور جسطرح قسطوار ٹھہرا ہی بسعایت ادا کریگا اور جب اُسنے ادا کردیا تو ہم اُسکے باپ کے آزاد ہونے کا قبل موت کے حکم دینگے اور یہ لڑکا بھی آزاد ہوگا اور اگر حالت کتابت مین خریدا ہوا لڑکا چھوڑا تو اُس سے کہا جائیگا کہ تیرا جی چاہے تو مال کتابت فی الحال ادا کردے یا رقیق کیا جائیگا اور یہ امام اعظم رحمہ کے نزدیک ہے کذا فی الہدایہ۔ اور مکاتب کے والدین مکاتب کے مرتے ہی یا رقیق کرادلیے جاوینگے اور بدل کتابت فی الحال یا میعاد ٹھہرا کر ادا نہ کرینگے[۲] یہ تبیین مین ہی۔ اگر مکاتبہ باندی کے حالت کتابت مین اولاد ہوئی اور پھر باندی نے اپنا دوسرا بچہ خریدا پھر مرگئی تو حالت کتابت کی اولاد قسطوار مال کتابت کیواسطے سعایت کریگی اور جو مال خریدے ہوے بچہ نے کمایا ہو اُسکو حالت کتابت کی اولاد اُس سے لیکر اپنی مان کی کتابت ادا کرینگے اور جو باقی رہا وہ دونون کو برابر تقسیم ہوگا اور کتابت والو نکو اختیار ہی کہ خریدے ہوے کو بحکم قاضی اجارہ پر دیدین یہ تاتارخانیہ مین ولوالجیہ سے منقول ہی۔ اگر مکاتب نے اپنی دختر خریدی حالانکہ وہ اسکے مولی کی جورو ہے تو مولی کا نکاح فاسد ہوگیا اور اگر اُس کی قرابت دار ہو تو آزاد ہو جاویگی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر مکاتب اپنے مولی کے باپ یا بیٹے کا مالک ہو وہ آزاد نہو جائیگا کیونکہ مولی نے اگر مکاتب کا غلام آزاد کیا تو عتق نافذ نہین ہوتا ہے

[۱] قریب نسبی رشتہ دار جس سے رحم کا میل ہو ۱۲ [۲] قولہ نہ کرینگے یعنی والدین کو مثل فرزند کے اختیار نہ دیا جائیگا ۱۲ - + +

اس سے ہم کو معلوم ہوا کہ موسے اُنکا مالک نہین ہوتا ہی اس واسطے مولی کیطرف سے آزاد نہونگے اور نہ مکاتب کو انکی بیع ممنوع ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر مولی نے مکاتبہ باندی کے ایسے بچہ کو جو حالت کتابت مین پیدا ہوا یا خریدا ہوا ہے آزاد کیا تو استحساناً اسکا عتق نافذ ہوگا کیونکہ وہ مکاتبہ کا جزو ہی اور مکاتبہ کا رقبہ ہر طرح مولی کا مملوک ہے چنانچہ آزاد کرنے سے آزاد ہوجاتی ہی پس ایسے ہی اُسکی اولاد کا حکم ہے بخلاف اسکی کمائی کے غلام وغیرہ کے کہ وہ مملوک مولی نہین ہوتا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر مکاتب نے سواے والدین و اپنی اولاد کے بھائی یا بہن یا کسی ذی رحم محرم کو مثل چچا و پھوپھی وغیرہ کے خرید کیا تو استحساناً اُس کے ساتھ مکاتب نہوجاوینگے اور مکاتب انکو فروخت کرسکتا ہے یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور اگر اُسنے اپنے چچا کے بیٹے کو خریدا تو بالاجماع اُسکے ساتھ مکاتب نہ ہوجائیگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ مگر واضح ہو کہ مکاتب نے جسوقت مال کتابت ادا کیا اگر اُسوقت یہ لوگ قرابتی اسکی ملک مین موجود ہوں تو بلاسعایت اُسکی طرف سے آزاد ہوجاوینگے یہ تاتارخانیہ مین ینابیع سے منقول ہے۔ اگر مکاتب نے ایسی جورو خریدی جس سے مکاتب کی کوئی اولاد نہین ہوئی ہے تو اُسکو فروخت کرسکتا ہے اور اگر اُس سے کوئی اولاد ہوئی ہی پس اگر مع اولاد اسکا مالک ہوا تو بالاجماع اُسکو فروخت نہین کرسکتا ہے اور اگر بدون اولاد کے مالک ہوا تو اختلاف ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک نہین فروخت کرسکتا ہے کذا فی المحیط اور یہی صحیح ہی یہ مضمرات مین ہی اگر مکاتب نے اپنی جورو کو خریدا اور اُسکے ساتھ مکاتب سے اسکی اولاد ہی تو اولاد مکاتب کی کتابت مین داخل ہوجاویگی اور جورو اپنی اولاد کی کتابت مین داخل ہوجاویگی پھر اگر مکاتب مرگیا تو دونون پر سعایت لازم نہ آویگی لیکن اگر ان دونون نے جو مال مکاتب پر وقت موت کے واجب الادا تھا ادا کردیا تو آزاد ہوجاوینگے یہ تاتارخانیہ مین ہے نوادر بشر مین امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ ایک مکاتب نے اپنی جورو کو خریدا اور بعد خرید کے اُس سے وطی کی اور اُسکے بچہ پیدا ہوا پھر مکاتب مرگیا اور اسقدر نچھوڑا کہ جس سے اسکا مال کتابت ادا ہو تو یہ بچہ اپنی مان کے مہر کے واسطے جو باپ پر قرض ہی سعی کریگا اور جو بچہ حالت کتابت مین پیدا ہوا ہی وہ اپنے باپ کے سب قرضون کے واسطے سعی کریگا یہ محیط مین ہی۔ مکاتب نے اپنی زوجہ کو خرایدہ تو اُس سے وطی کرنا حلال ہے پھر اگر اُسکے بچہ ہوا تو بچہ اپنے باپ کی کتابت مین تبعاً داخل ہوا اور اسکی تبعیت مین اُسکی مان اسکی کتابت مین داخل ہوگی پھر اگر مکاتب مرگیا اور اسقدر مال نچھوڑا کہ اداے کتابت کیواسطے کافی ہو تو وہ عورت دو مہینے و پانچ روز عدت وفات مین بیٹھے گی اور بیٹا بجاے باپ کے قائم ہو کر قسطوار کتابت کیواسطے سعی کریگا اور مان و بیٹے دونون ادا کرنے سے آزاد ہوجاوینگے اور وہ عورت تین حیض عدت مین رہیگی اور اگر اس عرصہ مین پہلی عدت مین سے کچھ باقی رہا ہو تو دونون عدتون مین تداخل ہوجائیگا اور پہلی عدت مین بالخصوص اسکا سوگ ادا کریگی اور اگر اداے

کتابت کے لائق مال چھوڑ گیا تو بدل کتابت ادا کیا جائیگا اور مکاتب کی زندگی کے آخر جزو مین
ان سب کی آزادی کا حکم دیا جائیگا اور عورت کا نکاح فاسد ہونا ظاہر ہوگا اور اُسپر دو عدتین
واجب ہونگی ایک عدت نکاح کے دو حیض واجب ہونگے کیونکہ باندی ہونے کی حالت مین آخر
جزو زندگی مین فرقت واقع ہوئی اور دوسری عدت استیلاد کی جو بسبب موت مولے کے
تین حیض واجب ہوے اور دونون عدتین متداخل ہو جاوینگی۔ اور اگر مکاتب سے اولاد نہین ہوئی
تو باندی اسکی عورت باقی رہیگی آزاد نہوگی۔ ایک مکاتب نے اپنی جورو کو جو باندی ہی دو طلاق
دین پھر اُسکا مالک ہوا تو اُسکے حق مین حلال نہوگی تا وقتیکہ دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے
کیونکہ باندی کی طلاق کامل دو طلاق ہین یہ کافی مین ہی۔ اور اگر باندی سے مکاتب کیحالت
ملک مین جو بچہ پیدا ہوا تھا وہ مکاتب کی زندگی مین مرگیا پھر مکاتب مرا پس اگر باندی نے بدل کتابت
اسکے مرنیکے وقت[1] کا ادا کیا تو آزاد ہو جاویگی ورنہ رقیق کردی جاویگی اور بدل کتابت کیواسطے فروخت
کی جاویگی اور باندی پر سعایت واجب نہین ہی یہ مضمرات مین ہی۔ مکاتبہ نے اگر اپنے شوہر کو خریدا
تو اُسکا نکاح باطل نہوگا اور مکاتب کو اختیار ہی کہ اسی نکاح پر اُس سے وطی کرے کیونکہ وہ باندی مکاتبہ
درحقیقت اُسکی ذات کی مالک نہین ہوئی یہ عینی شرح ہدایہ مین ہی۔ مکاتب ذمی نے ایک مسلمان
باندی خریدی پس اگر اُسکو ام ولد بنایا تو اپنے حال پر رہیگی اور اگر مکاتب ادا کرکے آزاد ہوگیا
تو باندی کی ملک اُسکو پوری حاصل ہوگئی اور باندی اسکی ام ولد ہو جاویگی پس سعی کرکے اپنی قیمت
ادا کریگی اور اگر مکاتب عاجز ہو کر پھر رقیق قرار دیا گیا تو مکاتب کے مولے پر جبر کیا جائیگا کہ باندی کو فروخت
کردے یہ مبسوط مین ہی۔ ایک مکاتب نے ایک باندی خرید کر ایک حیض سے اُسکا استبرا کرالیا پھر آزاد
ہوا تو مکاتب آزاد شدہ کو اسی قدر حیض پر اسکے ساتھ وطی کرنی جائز ہے اور اگر عاجز ہو کر مکاتب مع
باندی کے رقیق کیے گئے تو مولی پر باندی کا استبرا واجب ہے اور اگر مکاتب نے اپنی بیٹی یا ماں کو خریدکیا
تو بعد عاجز ہونے کے مولی پر استبرا ان دونوں کا واجب نہین ہے اور قبل عجز کے جو حیض مکاتب
کے پاس ان دونوں کو آگیا ہے وہی کافی شمار ہوگا۔ اور اگر اپنی بہن کو خریدا پھر مکاتب عاجز ہوا
تو مولی پر اسکا استبرا واجب ہے یہ امام اعظم رح کا قول ہے کیونکہ بہن مکاتب کے ساتھ مکاتبہ نہین ہوتی
ہی بخلاف ماں و دختر کے کہ عاجز ہونے کے بعد مولے پر استبرا واجب نہین ہی یہ فتاوی قاضیخان
مین ہی۔ اگر کسی نے نصف غلام مکاتب کیا پھر مولی نے مکاتب سے کوئی چیز خریدی تو آدھی چیز کی خرید
جائز ہوگی۔ اور اگر ایسے مکاتب نے مولے سے کوئی غلام خریدا تو استحساناً پورے غلام کی خریداری
جائز ہے جیسے غیر شخص سے جائز ہے اور قیاساً فقط آدھے غلام کی خریداری جائز ہے اور ہم قیاسی

[1] قولہ وقت کا یعنی اُسکی موت کے وقت جسقدر بدل کتابت خواہ پورا یا تھوڑا باقی تھا ادا کیا ۱۲ م

حکم کو اختیار کرتے ہین کذا فی المبسوط ۔

پانچوان باب ۔ مولی سے مکاتبہ باندی کے بچہ ہونے اور مولی کا اپنی ام ولد و مدبر کو مکاتب کرنے اور اُسکی مکاتبت اور تدبیر اور مولی و اجنبی کے واسطے مکاتب کے اقرار قرض و مکاتبت مریض کے بیان مین ۔ ایک مکاتبہ اپنے مولے سے بچہ جنی تو وہ اسکی ام ولد ہوگی خواہ اپنی کتابت پوری کرے یا عاجز ہو جاوے اور اُسکے بچہ کا نسب دعوت نسب سے ثابت ہوگا مگر باندی مکاتبہ کی تصدیق کی ضرورت نہوگی کیونکہ وہ اپنی ذات سے مولی کی مملوک ہے اور اگر اُسنے کتابت پوری کر دی تو اپنا عقر مولے سے لے لیگی اور اگر مولی مرگیا تو ام ولد ہونے کی وجہ سے وہ آزاد ہو جاویگی اور مال کتابت اُسکے ذمہ سے ساقط ہو جاویگا اور اگر وہ باندی مرگئی اور کتابت ادا کرنے کے لائق مال چھوڑا تو اُسکی کتابت ادا کر دی جاویگی اور جو باقی رہا وہ اسکے بچہ کو میراث ملیگا کیونکہ اسکی زندگی کے آخر جزو مین اُسکی آزادی ثابت ہوئی ہی ۔ اور اگر اُسنے ادائے کتابت کیواسطے کافی مال نچھوڑا ہو تو اس بچہ پر سعایت لازم نہین آتی ہے کیونکہ یہ بچہ خود آزاد ہے اور اگر پھر اس باندی سے دوسرا بچہ ہوا تو بدون دعوت نسب کے مولی سے اُسکا نسب ثابت نہوگا کیونکہ مولی پر اُس سے وطی کرنا حرام ہے اور ام ولد کے بچہ کا نسب بدون دعوت کے جب ہی ثابت ہوتا ہے کہ جب مولی پر اُسکے ساتھ وطی کرنا حلال ہوا اور اگر حرام ہو تو ثابت و لازم نہین ہوتا ہی حتی کہ اگر مکاتبہ ام ولد عاجز ہوگئی اور اسکے بعد اتنی مدت کے اندر کہ جسمین نطفہ قرار پاکر بچہ پیدا ہو سکتا ہے اُس کے کوئی بچہ پیدا ہوا تو اُسکا نسب بلا دعوت ثابت ہوگا لیکن اگر مولی نے صریح نفی کی اور انکار کیا کہ میرا نطفہ نہین ہے تو جیسے اور ام ولد باندیون کے بچہ مین ایسی صورت مین نسب ثابت نہین ہوتا ہی ویسے ہی اسمین بھی ثابت نہوگا ۔ اور اگر مولے نے دوسرے بچہ کے نسب کا دعوی نہ کیا اور ام ولد بغیر وفا[۱] مرگئی تو بچہ اُسکے بدل کتابت کیواسطے سعی کریگا کیونکہ اپنی مان کی تبعیت مین یہ بھی مکاتب ہے اور اگر اسکے بعد مولی بھی مرگیا تو یہ بچہ آزاد ہو جائیگا اور اُسکے ذمہ سے سعایت ساقط ہو جائیگی یہ تبیین مین ہی ۔ اگر مکاتبہ کے مولی سے اولاد ہوئی پھر مولے نے اقرار کر دیا کہ یہ باندی فلان شخص کی مملوک ہے تو اُسکے اقرار کی تصدیق نہوگی اگرچہ باندی اُسکے قول کی تصدیق کرے یہ مبسوط مین ہی ۔ اگر مولی نے اپنی ام ولد کو مکاتب کیا تو جائز ہے پھر اگر مولے مرگیا تو وہ بسبب ام ولد ہونیکے آزاد ہو جاویگی اور بدل کتابت اسکے ذمہ سے ساقط ہوگا اور اولاد اور کمائی سب اسکو دیدی جاویگی ۔ اور اگر مولے اسکے مرنے سے پہلے اُسنے بدل کتابت ادا کر دیا تو کتابت سے آزاد ہو جاویگی یہ ہدایہ مین ہی ۔ اگر ام ولد کو مکاتب کیا اور کتابت سے چھ مہینے سے

---

[۱] یعنے ادائے کتابت کے لائق کافی مال نہ چھوڑا ۱۲ ۔

زیادہ دن بعد اُس کے لڑکا پیدا ہوا اور قبل اقرار نسب کے مولے نے انتقال کیا تو مولی کے ساتھ نسب لازم نہوگا۔ اور اگر کتابت سے چھ مہینے سے کم مدت مین بچہ ہوا تو مولی کے نسب سے ثابت النسب ہوگا کیونکہ ہم یقیناً جانتے ہین کہ قبل کتابت کے یہ نطفہ قرار پایا ہوا اور وہ آزاد ہوگا اور اُسکی مان بھی بسبب مرجانے مولے کے آزاد ہوگی اور اگر مولے زندہ رہا اور اُسنے نسب کا دعویٰ کیا تو وہ بچہ اُسکا بیٹا قرار پاویگا اگرچہ کتابت سے دو برس سے زیادہ دنون بعد پیدا ہوا ہو۔ اور اگر باندی نے اپنی مکاتبت کیحالت مین کوئی جنایت کی تو اُسکے واسطے سعی کریگی اور اگر اُسپر کسی شخص نے ظلم و جرم کیا تو اُسکا جرمانہ مکاتبہ کو ملیگا۔ اور اگر مرگئی اور ایسا بچہ چھوڑا جو حالت کتابت مین مولی کے سواے دوسرے شخص سے پیدا ہوا ہی تو وہ لڑکا اس مال کے واسطے جو اُسکی مان پر واجب ہے سعی کرے یہ مبسوط مین ہی۔ ایک نصرانی نے اپنی ام ولد کو مکاتب کیا اُسنے کچھ بدل کتابت ادا کیا پھر مسلمان ہوگئی پھر عاجز ہوگئی اور قاضی نے اُسکو رقیق کر دیا اور اُسپر قیمت ادا کرنے کا حکم کیا گیا اس باعث سے کہ بسبب ام ولد ہونے کے اُسپر بیع کی ڈگری نہین ہوسکتی ہی تو اس قیمت مین جو کچھ مولی نے اس سے لیا ہے وہ محسوب نہ کیا جائیگا اسی طرح اگر اُسنے مسلمان ہونے کے بعد کچھ ادا کیا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو بھی یہی حکم ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی اگر اپنی ام ولد یا باندی کو ہزار درم پر اس شرط سے مکاتب کیا کہ مین ایک اوسط درجہ کا مملوک واپس دونگا تو امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک کتابت باطل ہی۔ اگر نصرانی کی ام ولد مسلمان ہوگئی اور اُسنے قیمت سے زیادہ پر اسکو مکاتب کیا تو جائز ہے پھر اگر ام ولد نے اپنے تئین عاجز کیا اور رقیق کی گئی تو اپنی قیمت کے واسطے سعی کریگی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر کسی نے اپنی مدبرہ باندی کو مکاتب کیا تو جائز ہی کیونکہ مثل ام ولد کے وہ بھی اسکی ملک مین ہی۔ اور اگر مولی مرگیا اور کچھ مال سواے اُسکے نچھوڑا تو اُسکو خیار دیا جائیگا کہ چاہے اپنی دو تہائی قیمت کیواسطے سعی کرے یا تمام کتابت کے واسطے اور یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور یہی صحیح ہی اور اگر مولی نے انتقال کیا اور یہ مدبرہ اُسکے تہائی ترکہ سے برآمد ہوتی ہو تو آزاد ہو جاویگی اور بالاجماع اسکے ذمہ سے سعایت ساقط ہوگی یہ مضمرات مین ہی اگر اپنی مدبرہ کو مکاتب کیا اور اُسکے بچہ پیدا ہوا پھر مرگئی تو جو کچھ اسپر واجب ہے اُسکی ادا کے واسطے بچہ سعی کریگا اور اگر دو لڑکے اسکے موجود ہین اور ایک نے اپنی مان کا تمام مال کتابت ادا کر دیا تو دوسرے سے کچھ نہین لے سکتا ہی۔ اسیطرح اگر دو مدبرون کو ایک ہی کتابت مین مکاتب کیا اور دونون مین سے ہر ایک دوسرے کا کفیل ہی پھر دونون مرگئے اور ایک نے ایک لڑکا چھوڑا جو حالت کتابت مین اسکی باندی سے پیدا ہوا ہے تو اس لڑکے پر واجب ہوگا کہ سعی کرکے تمام مال کتابت ادا کرے یہ مبسوط مین ہی۔ اگر کسی شخص نے اپنی مکاتبہ باندی کو مدبرہ کر دیا تو صحیح ہی

اور باندی کو خیار ہوگا کہ چاہے کتابت پوری کردے یا اپنے تئین عاجز کرکے مدبرہ ہوجاوے پس اگر اُسنے کتابت تمام کرنا اختیار کیا اور مولے مرگیا اور سوائے اس باندی کے اُسکا کچھ مال نہین ہے تو باندی کو اختیار ہوگا کہ چاہے دو تہائی مال کتابت مین سعی کرے یا دو تہائی قیمت مین اور یہ امام اعظم رحمہ کے نزدیک ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ ان دونون مین سے جو کم ہوگا اُسکے ادا کرنے مین سعی کریگی اور اس صورت مین خلاف فقط خیار مین ہی یعنی امام کے نزدیک اُسکو یہ خیار ہے اور صاحبین کے نزدیک نہین ہی مگر مقدار مین اتفاق ہی یعنی تہائی مال کتابت یا تہائی قیمت اسمین اتفاق ہی کذا فی الہدایہ مع الزیادۃ اور نوازل مین ہی کہ شیخ ابوبکر سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنا غلام مملوک اپنے تین روز کے خیار پر مکاتب کیا پھر اُسکو مدبر کردیا تو آیا مدبر کرنا کتابت کا نقض ہی فرمایا کہ کتابت کا نقض ہونا ضرور نہین ہی کیونکہ انسان اپنے مکاتب کو مدبر کرتا ہے اور مدبر کو مکاتب[12] کرتا ہے سوا اُسنے کوئی ایسا فعل نہین کیا جو کتابت کا مانع ہو یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر دو غلامونکو ایک ہی کتابت مین مکاتب کیا اور ہزار درم کتابت کے ٹھہرے اور ہر ایک دونون سے دوسرے کا کفیل ہی پھر مولے نے ایک کو مدبر کردیا پھر مولی نے انتقال کیا اور بہت مال چھوڑا تو تہائی ترکہ کے حساب سے مدبر آزاد ہوجائیگا اور مکاتبت مین سے اُسکا حصہ مال اُسکے ذمہ سے ساقط ہوجائیگا کیونکہ اُسکے ادا کرنے کی ضرورت اُسکو نہ رہی چنانچہ اگر زندگی مین مولی اُسکو آزاد کرتا تو یہی حکم تھا اور دوسرے غلام کے حصے کے واسطے وارثونکو اختیار ہے کہ دونون مین سے جس سے چاہین مواخذہ کرین پھر اگر مدبر نے اسقدر حصہ ادا کیا تو دوسرے مکاتب سے واپس لیگا چنانچہ اگر اپنے آزاد ہونے سے پہلے ادا کردیتا تو بھی یہی حکم تھا اور اگر ان دونون کے سوائے مولی نے اور کچھ مال نہ چھوڑا تو تہائی ترکہ کے حساب سے مدبر کا حصہ آزاد ہوگا اور جو کچھ اُسپر باقی رہا اُسکو سعی کرکے ادا کریگا پس اگر ہر ایک کی قیمت تین سو درم ہون اور دونون کی کتابت ہزار درم ہے تو مکاتبت مین سے جو حصہ مدبر پر واجب ہوتا ہی وہ باطل ہوا اور اُسکی قیمت تین سو درم معتبر رہی کیونکہ یہی اقل ہی اور مولے کے حق کے واسطے یہی متیقن ہے پس ریافت ہوا کہ مولے نے جو مال چھوڑا وہ یہ ہے کہ تین سو درم قیمت کا مدبر اور پانچ سو درم دوسرے غلام کا حصہ کتابت پس سب آٹھ سو درم ہوئے اور اُسکی تہائی دو سو چھیاسٹھ دو تہائی درم ہوئی یہ تو مدبر مین سے بسبب تدبیر کے آزاد ہوا اور باقی یعنی تینتیس[۳۳] درم ایک تہائی درم کیواسطے سعی کریگا پھر مدبر سے اسقدر مال کا جو مکاتب پر ہے بسبب اُسکی کفالت کے مواخذہ کیا جاسکتا ہے اور جو مدبر پر باقی رہا ہے اُسکے واسطے مکاتب سے مواخذہ نہین ہوسکتا کیونکہ مدبر کتابت سے نکل گیا اور اب اُسپر مال تدبیر کے بقیہ کے واسطے سعی واجب ہے اور ظاہر ہے کہ مکاتب نے اسکی کفالت نہین کی تھی۔ اور اگر دونون کی قیمت دو ہزار درم یعنی ہر ایک کی ہزار درم ہوا ور مال کتابت ہزار درم ہون اور مدبر نے یہ اختیار کیا [یعنے اس مال کی ۱۲]

کہ مال کتابت کے واسطے سعی کریگا تو اُسکو یہ اختیار ہی کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ امر اُسکے حق مین نافع ہو مثلاً بدل کتابت قسطوار آہستہ آہستہ ادا کرنا ٹھہرا ہووے پس اس صورت مین اُسکے ذمہ سے اُسکا ایک تہائی مال کتابت اسوجہ سے ساقط ہوگا کہ وہ مدبر تھا اور مولی کی وصیت اُسکے حق مین صرف اُسیقدر مال کی صحیح ہوگی جسقدر موسے کا حق رہا یعنی تہائی مال سے وصیت جاری ہوگی اسیواسطے تہائی مال کتابت ساقط ہوگا اور دو تہائی مال کتابت دونون پر رہیگا جو وارثون کا حق ہے کہ اُس کے واسطے دونون مین سے جسکو چاہین گرفتار کرین پھر اگر مدبر نے سب ادا کردیا تو دوسرے سے اس مقدار کی تین چوتھائی یعنی بقدر اُسکے حصہ کے واپس لیگا اور یہ پانچسو درم ہوے اور اگر مکاتب نے سب دیدیا تو مدبر سے اسکی چوتھائی یعنی مابقی جو اُسکے ذمہ واجب تھا واپس لیگا یہ مبسوط مین ہے۔ ایک مکاتبہ باندی ایک لڑکی جنی اور پھر لڑکی کے لڑکی پیدا ہوئی پھر موسے نے بیچ والی کو آزاد کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک نواسی بھی آزاد ہوجاویگی اور صاحبین کے نزدیک اخیر والی یعنی نواسی آزاد نہوگی یہ کافی مین ہے مکاتبہ باندی کے ایک لڑکی پیدا ہوئی اور وہ بالغ ہوکر مرتد ہوکر دار الحرب مین جا ملی پھر گرفتار ہوئی تو مکاتبہ ساتھ نہ رکھی جاویگی اور نہ حصہ ہوگا بلکہ قید کی جاویگی تاکہ توبہ کرے یا قید مین مرے چنانچہ اگر اسکی مان ایسا کرتی تو بھی یہی حکم تھا پھر اگر اُسکی مان مرگئی اور اسقدر مال نہ چھوڑا جس سے مال کتابت ادا ہوسکے تو قاضی اس مرتدہ کو قید سے نکال کر جو کچھ اُسکی مان پر تھا اُسکے واسطے سعی کرائیگا۔ مکاتبہ باندی کے لڑکا پیدا ہوا پھر اُس لڑکے نے اپنی مانکو قتل کیا تو اُسکا مقتول ہونا بمنزلہ موت کے ہے کہ بوجہ قتل کے لڑکے پر کچھ واجب نہوگا۔ اور اگر اُس باندی نے کسی انسان کو قتل کیا پھر ہنوز اُسپر حکم قاضی جاری نہین ہوا تھا کہ وہ مرگئی تو اُسکا بیٹا اُسکے جرمانہ اور کتابت دونون کے واسطے سعی کریگا۔ پھر اگر لڑکا عاجز ہوگیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر قاضی نے ولی مقتول کے واسطے لڑکے پر قیمت[1] کی ڈگری کردی ہی تو یہ لڑکے پر بمنزلہ قرض کے قرار دیا جائیگا اور اُسکے واسطے وہ لڑکا فروخت کیا جائیگا اور اگر قاضی نے ولی مقتول کیواسطے کچھ حکم نہین دیا ہے تو عاجز ہوجانے پر جرم کا جرمانہ باطل ہوجائیگا چنانچہ اگر قاضی کے حکم دینے سے پہلے اُسکی مان اپنی زندگی مین عاجز ہوجاتی پھر مرجاتی تو بھی اُس کے حق مین یہی حکم تھا یہ مبسوط مین ہی۔ ایک مریض نے ہزار درم پر قسطوار ادا کرنے کی شرط سے اپنے غلام کو مکاتب کیا اور اسکی قیمت ہزار درم ہی اور اُس مریض کے تہائی مال سے غلام نہین نکلتا ہی تو اُسکے مرنے کے بعد غلام کو اختیار دیا جائیگا کہ چاہے تہائی سے زائد جو کچھ قیمت مین سے رہا اُسکو

[1] قولہ قیمت یعنی معلوم کہ قاتلہ کی حالت حیات مین جو قیمت تھی اُسقدر ادا کرنے کا حکم اُسکے فرزند کو اس جہت سے دیا گیا کہ قاتلہ کی موت سے قصاص ساقط ہوگیا ہے یعنی ولی الجنایت کو قاتلہ مذکورہ نہین دی جاسکتی ہے ۱۲ منہ

فی الحال یہ تعجیل ادا کردے یا عاجز ہونا چاہیے کہ رقیق کیا جاوے یہ محیط مین ہی۔ اگر مریض نے دو ہزار درم پر اپنے غلام کو ایک سال مین ادا کرنے کے وعدہ پر مکاتب کیا اور اُسکی قیمت ایک ہزار ہے پھر مرا اور سوائے اسکے مریض کا کچھ مال نہین ہی اور وارثون نے زائد کی اجازت ندی تو وہ غلام دو ہزار کی دو تہائی فی الحال ادا کرے اور باقی اپنی میعاد پر رہیگا یا رقیق کردیا جائیگا یہ امام اعظم رح وامام ابو یوسف رح کے نزدیک ہے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ ہزار کی دو تہائی فی الحال ادا کرے اور باقی اپنی میعاد پر دے۔ اور اگر ہزار درم پر ایک سال کے ادا کرنے کے وعدہ پر مکاتب کیا اور قیمت اُسکی دو ہزار درم ہین اور وارثون نے اجازت ندی تو دو تہائی قیمت فی الحال ادا کرے یا رقیق کردیا جائیگا اور یہ بالاجماع ہی یہ ہدایہ مین ہی۔ اور اگر اپنی صحت مین ہزار درم پر مکاتب کیا اور اُسکی قیمت پانچ سو درم ہین پھر اپنے مرض مین اسکو آزاد کردیا پھر مرگیا اور کچھ وصول نہین پایا تھا تو غلام اپنی دو تہائی قیمت کیواسطے سعی کریگا۔ اسیطرح اگر غلام کو جو اُسپر مال کتابت آتا تھا سب اپنے مرض مین اسکو ہبہ کردیا تو وہ آزاد ہوگا اپنی دو تہائی قیمت کے واسطے سعی کریگا اور امام اعظم رح کے نزدیک اگر اپنی صحت مین اُسکو مکاتب کیا پھر مرض مین آزاد کیا تو غلام کو اختیار ہوگا کہ چاہے اپنی دو تہائی قیمت کیواسطے سعی کرے یا جو کچھ مال کتابت اسپر واجب ہے اُسکی دو تہائی کیواسطے سعی کرے اور اگر مولے نے سب اُس سے وصول کیا مگر پانچسو درم نہین وصول پائے ہین پھر اپنے مرض مین آزاد کیا تو غلام اپنی دو تہائی قیمت کیواسطے سعی کریگا اور جو کچھ اُسنے اس سے پہلے ادا کیا ہے وہ محسوب نکیا جائے گا اور یہ صاحبین رح کا قول ہی اور اسیطرح امام اعظم رح کے نزدیک بھی اگر اُسنے کتابت فسخ کرکے دو تہائی قیمت کے واسطے سعی کرنا اختیار کیا تو یہی حکم ہی اور اگر غلام نے سب ادا کیا مگر سو درم رہ گئے پھر مرض مین اسکو آزاد کیا یا باقی اسکو ہبہ کیا تو سو درم کی دو تہائی کیواسطے سعی کریگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر زید نے اپنے مرض الموت مین ہزار درم پر اپنے غلام کو مکاتب کیا اور اسکی قیمت بھی ہزار درم ہین اور سوائے اُسکے مریض کا کچھ مال نہین ہی پھر اپنے مرض مین زید نے ہزار درم کا جو اُسکے پاس تھے یہ اقرار کیا کہ یہ درم اسی مکاتب کے ہین کہ بعد کتابت کے اُسنے میرے پاس ودیعت رکھے ہین اور یہ درم بدل کتابت کی جنس سے ہین پھر مرگیا تو تہائی[1] مال سے اسکا اقرار جائز ہوگا اور مراد یہ ہے کہ جب عقد کتابت حالت مرض مین واقع ہو تو ایسا ہوگا اور اگر کتابت حالت صحت مین واقع ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو تمام مال سے اسکا اقرار معتبر ہوگا۔ اور اگر بدل کتابت کے کھرے ہزار درم کا اقرار کیا اور کتابت حالت صحت مین واقع ہوئی ہو تو تمام مال سے اسکا اقرار معتبر ہوگا۔ پھر اگر مکاتب نے کہا کہ مین کھرے درم واپس کرکے جس قسم کے

---

[1] قولہ تہائی یعنی ترکہ کی ایک تہائی متعلقہ حق میت سے اقرار صحیح ہو نہ تمام مال سے۔

تیرے حق مین چاہیئے ہین ویسے دیدونگا تو یہ اختیار اُسکو نہوگا۔ اور اگر مریض نے ہزار درم کھوٹے مقبوضہ کی نسبت یہ اقرار کیا
کہ یہ میرے مکاتب کی ودیعت ہین اور بدل کتابت کے درم کھرے قرار پائے ہین تو اسکا اقرار صحیح نہوگا بشرطیکہ اسپر حالت
صحت کا قرضہ ہوئے اور یہ ہزار درم قرضخواہان صحت کو تقسیم ہونگے اور مکاتب جو کچھ اُسپر آتا ہے اسکا مواخذہ کیا جائیگا
یہ محیط مین ہے۔ اگر مریض نے مرض مین اپنے غلام کو مکاتب کیا اور سوائے اسکے اسکا کچھ مال نہین ہے اور وارثون نے اس کی
زندگی مین کتابت کی اجازت دیدی تو اُن لوگونکو اختیار ہے کہ اسکے مرنے کے بعد اجازت سے انکار کرین جیسے باقی
وصیتون مین اختیار ہوتا ہے یہ مبسوط مین ہے۔ امام محمدؒ نے جامع مین فرمایا کہ ایک مکاتب نے اپنی صحت مین اپنے مولی
کے واسطے ہزار درم کا اقرار کیا اور مولی اس کو ہزار درم پر مکاتب کر چکا تھا اور مکاتب نے اپنی صحت مین ایک
شخص اجنبی کے لیے ہزار درم کا بھی اقرار کیا پھر مکاتب بیمار ہوا اور اُسکے پاس ہزار درم موجود تھے
سو اُسنے مولی کو کتابت مین دیدیے پھر اس مرض مین مر گیا اور سوائے اُن ہزار درم کے اور کچھ نہ چھوڑا
تو مولے اور اجنبی کے درمیان تین حصے ہو کر تقسیم ہونگے اسمین سے دو حصے مولے کو اور ایک حصہ اجنبی
کو ملیگا۔ اور اگر مکاتب نے یہ ہزار درم موجودہ اپنے مولے کو حالت صحت کے اقراری قرضہ مین دیے
پھر مر گیا تو ان درمونکا اجنبی ہی حقدار ہے اور مولے کا قرضہ و کتابت باطل ہو جائیگا۔ اسیطرح
اگر غلام نے قرضہ مین نہ دیے یون ہی چھوڑ کر مر گیا تو بھی اجنبی کو ملینگے۔ اور اگر مکاتب نے
کوئی بیٹا جو حالت کتابت مین پیدا ہوا ہے چھوڑا تو یہ ہزار درم اجنبی کو ملینگے مگر مولے اپنے
قرضہ و کتابت کے واسطے اس لڑکے کا دامنگیر ہوگا کیونکہ وہ اپنے باپ کے قائم مقام ہے۔ اور اگر
مکاتب نے اپنی زندگی مین یہ ہزار درم مولی کو قرضہ اقراری مین دیدیے پھر مر گیا اور حالت کتابت
کی پیدائش کا لڑکا چھوڑا تو بھی اجنبی ان ہزار درم متروکہ کا مستحق ہے اور مولے اپنا قرضہ و کتابت
اُسکے لڑکے سے لیگا اور اگر لڑکے نے قرضہ و کتابت جو باپ پر واجب الادا تھا ادا کر دیا تو بھی یہ حکم
اجنبی کیواسطے ہزار درم دینے کا ہو چکا وہ منقوض نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر زید نے اپنے غلام کو
اسقدر مال پر مکاتب کیا کہ جتنے پر ایسے غلام مکاتب ہوتے ہین پھر اقرار کیا کہ مین نے مال کتابت
وصول پایا پس اگر اُسپر اسقدر قرضہ ہو کہ اسکے تمام مال کو محیط ہو اُسکے اقرار کی کچھ تصدیق نہ کیجاویگی
ولیکن غلام آزاد ہو جائیگا اور مال کتابت کا مواخذہ اُس سے کیا جائیگا چنانچہ اگر اُسکو آزاد کردے
تو بھی یہی حکم ہوتا ہے۔ اور اگر اُسپر قرضہ نہو اور یہ غلام اُسکے تہائی مال سے نکلتا ہے تو آزاد ہو جائیگا
اور اُسپر کچھ واجب نہوگا۔ اور اگر اس غلام کے سوائے اُسکا کچھ مال نہو تو غلام پر واجب ہوگا کہ
وارثون کو اپنے مال کتابت کی دو تہائی کمائی کر کے ادا کرے ولیکن اگر اُسکی قیمت کم ہو تو دو تہائی
قیمت کمائی کرے۔ اسی طرح اگر اُسنے صحت مین اقرار کیا کہ اپنی صحت مین مین نے اس کو مکاتب
کیا پھر اپنے مرض مین اقرار کیا کہ مین نے مال کتابت سب وصول پایا ہے تو اُسکی تصدیق کیجاویگی

بخلاف اُسکے اگر اپنے مرض مین مکاتب کیا ہو تو تصدیق نہو گی یہ مبسوط مین ہے ایک مکاتب کا اپنے موے پر حالت صحت کا قرضہ ہے
پھر اپنے مرض مین اقرار کیا کہ مین نے اپنا قرضہ جو موے پر تھا وصول پایا اور غلام پر حالت صحت کے قرضے مین پھر
مرگیا اور کچھ مال نہ چھوڑا تو اُسکے مرض کے اقرار کی تصدیق نہ کی جاویگی۔ ایک شخص نے ہزار درم
پر صحت مین اپنے غلام کو مکاتب کیا پھر مکاتب نے حالت مرض مین ایک شخص اجنبی کیواسطے ہزار درم
کا اقرار کیا پھر مکاتب مرگیا اور سوا اسے ہزار درم کے کچھ مال نہ چھوڑا تو ان ہزار درم کا اجنبی مستحق ہے
موے مستحق نہین ہے اگرچہ موے کا قرضہ حالت صحت کا ہے اجنبی کا حالت مرض کا ہے بخلاف اسکے کہ اگر
صحت کا قرضہ بھی کسی اجنبی کا ہووے تو اس صورت مین حالت صحت کا قرضہ ادا کرنا مقدم ہوگا یہ محیط
مین ہے۔ اگر ایک مکاتب نے اپنی موت کیوقت یہ اقرار کیا کہ مین نے اپنے فلان غلام کو مکاتب[1] کیا
تھا اور اُس سے مال کتابت وصول پایا تو اقرار نہین جائز ہے۔ اسیطرح اگر حالت مرض مین غلام کو
اُسکی قیمت سے کم پر مکاتب کیا تو جائز نہین ہے یہ مبسوط مین ہے۔ ایک شخص نے اپنے غلام کو ہزار درم
پر مکاتب کیا اور موے نے اُسکو ہزار درم قرض دیے اور اُس حالت مین مکاتب تھا پھر مکاتب مرگیا
اور ہزار درم ترکہ چھوڑا اور اُس مکاتب کی اولاد آزاد عورت آزادہ سے موجود ہے قاضی ان
ہزار درم کو کتابت مین ہونیکے واسطے حکم دیگا اور مولی کو اختیار نہین ہے کہ اسکو قرضہ مین قرار دے
اور اگر اسکی اولاد کسی آزاد باندی سے جو دوسرے شخص کی آزاد کردہ ہے موجود ہو تو باپ
اولاد کی ولا اپنے موے کی طرف سمیٹ لاویگا اور اگر مکاتب نے ہزار سے زیادہ مال چھوڑا تو موے
کتابت سے زیادہ ایک ہزار تک اپنے قرضہ مین سے لیگا پھر اگر قرض سے بھی کچھ فاضل رہا تو
وارثون کو ملیگا یہ محیط مین لکھا ہے۔

چھٹا باب۔ اجنبی کا کسی غلام کی طرف عقد کتابت قرار دینے کے بیان مین۔ زید نے عمرو سے
کہا کہ اپنے فلان غلام کو ہزار درم پر اس شرط سے مکاتب کردے کہ اگر مین نے ہزار درم ادا کردیے
تو غلام آزاد ہے عمرو نے اسی شرط سے مکاتب کیا اور زید نے قبول کیا پھر ہزار درم ادا کیے تو بدون
غلام کے قبول کرنے واجازت دینے کے شرط پائی جانیکے باعث سے غلام آزاد ہو جائیگا۔ اور اگر
غلام کو خبر پہونچی اور اُسنے قبول کیا تو مکاتب ہو جائیگا اور اگر غلام نے کہا مین نہین قبول کرتا ہون
پھر زید نے مال ادا کیا تو جائز نہین ہے کیونکہ عقد کتابت اُسکے رد کرنے سے رد ہو گیا اور اگر زید
ضامن ہوا تو اُسپر کچھ لازم نہ آویگا اور اگر زید نے یہ نہ کہا کہ اس شرط سے کہ اگر مین ادا کردون تو غلام
آزاد ہے مگر ادا کردیے تو قیاساً غلام آزاد نہوگا و استحساناً ہے ادا ہوگا اور جب زید بدل کتابت
ادا کر چکا تو غلام سے بعد آزادی کے واپس نہین لے سکتا ہے کیونکہ اُسنے احسان کی راہ سے ایسا کیا ہے

---

[1] قولہ مکاتب کیا۔ اقول ہکذا فی الاصل و در شاید یہ مراد ہو کہ مکاتب کرنیکا اقرار لیا الخ فافہم ۱۲۔

یہ تبیین مین ہی۔ اور آیا اجنبی کو موے سے واپس لینے کا اختیار ہے یا نہین سو اگر بحکم ضمان دیا ہے تو واپس لے سکتا ہے اور اُسکی صورت یہ ہے کہ یون کہے کہ اپنے غلام کو ہزار درم پر مکاتب کردے اس شرط سے کہ مین ضامن[1] ہون تو اس صورت مین واپس لیگا کیونکہ اُسکی ضمان باطل ہی اسوجہ سے کہ اُسنے غیر واجب کی ضمان کرلی ہی۔ اور اگر اُسنے بغیر ضمان ادا کیا تو واپس نہین لے سکتا ہی کیونکہ وہ متبرع ہی۔ اور اگر اُسنے تھوڑا ادا کیا تو واپس لے سکتا ہے خواہ بضمان ادا کیا ہو یا بغیر ضمان۔ ولیکن اگر کچھ مال غلام کی اجازت کے بعد ادا کیا تو واپس نہین لے سکتا ہے کیونکہ اس صورت مین ایک اور بات حاصل ہو گئی وہ یہ ہے کہ کسی قدر مال کتابت سے غلام بری الذمہ ہو گیا اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ غلام کی اجازت سے پہلے موے سے واپس لینے کا قصد کیا ہو اور اگر غلام کی اجازت کے بعد ایسا قصد کیا پس اگر بحکم ضمان دیا ہے تو واپس لے سکتا ہے اور اگر بغیر ضمان دیا ہے تو نہین خواہ سب ادا کیا ہو یا تھوڑا یہ عینی شرح ہدایہ مین ہی۔ اگر مرد آزاد نے زید کے غلام کی طرف سے کتابت قبول کر کے اسکے ذمہ ڈالی اس شرط سے کہ مین اُسکی طرف سے کتابت کا ضامن ہون تو جائز نہین ہی کیونکہ آزاد مرد کے قبول کرنے سے بدل کتابت غلام پر واجب نہین ہوا اور نہ یہ ممکن ہی کہ آزاد کے قبول کرنے سے ابتداءً بدل کتابت آزاد پر واجب کیا جاوے اسیطرح اگر یہ غلام اس مرد آزاد کا بیٹا ہو خواہ بالغ ہو یا نابالغ تو بھی باپ کو یہ ولایت نہین حاصل ہی کہ بیٹے کے ذمہ مال لازم کرے بلکہ باپ و اجنبی اس امر مین یکسان ہین۔ اسی طرح اگر باپ غلام و اُسکا بیٹا نابالغ دونون ایک شخص کے مملوک ہون اور باپ نے بیٹے کے ذمہ کتابت لازم کی تو بھی جائز نہین ہی ولیکن اگر دونون صورتون مین باپ نے بیٹے کی طرف سے مال ادا کر دیا تو وہ استحساناً آزاد ہو جائیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر غلام حاضر و غائب دونو کو مکاتب کیا اور حاضر نے عقد کتابت قبول کیا تو استحساناً دونون کی طرف سے صحیح ہی اور جس نے دونون مین سے ادا کیا اُسکے ادا کرنے سے دونون آزاد ہو جاوین گے اور موے اُسکے قبول کرنے پر مجبور کیا جائیگا اور جس نے ادا کیا وہ دوسرے سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہی۔ اور اگر موے نے حاضر کو بدل کتابت ہبہ کر دیا تو دونون آزاد ہو جاوینگے اور اگر غائب کو ہبہ کیا تو آزاد نہون گے کیونکہ اُسپر کچھ واجب نتھا پس ہبہ صحیح نہین ہوا۔ اور اگر غلام غائب نے عقد قبول کیا تو لغو[2] ہے اور عقد کتابت حاضر کو لازم ہوگا جیسا کہ غائب کے عدم قبول کی صورت مین حکم تھا اور موے کو غائب سے کچھ بدل کے مواخذہ کا اختیار نہین ہی کیونکہ اُسنے کسی چیز کا التزام اپنے ذمہ نہین لیا ہی بلکہ عقد کتابت مین وہ بالتبع داخل ہے جیسے مکاتب کے بچہ کا حکم ہی۔ اور اگر مولی نے غلام غائب کو آزاد کیا تو آزاد ہو جائیگا اور حصہ مکاتبت

[1] یعنی مال کتابت کا ضامن ہون ۱۲ [2] یعنی اسکے قبول کرنے اور نہ کرنے سے کچھ تعلق نہین ہے ۱۲

اُسکے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا اور جب اُسکا حصۂ مکاتبت باطل ہوا تو حاضر جب تک اپنا حصۂ مکاتبت
نہ ادا کرلے آزاد نہوگا۔ اور اگر موسے نے حاضر کو آزاد کیا تو آزاد ہو جائیگا اور اُسکا حصہ کتابت
باطل ہو جائیگا اور غائب اپنا حصۂ کتابت فی الحال ادا کرے ورنہ رقیق کر دیا جائیگا یہ کافی مین ہے
اور اگر غائب مرگیا تو حاضر کے ذمہ سے کچھ کم نہوگا اور اگر حاضر مرگیا تو موسے کو غائب سے
کچھ بدل کے مطالبہ کا اختیار نہوگا ولیکن اگر غائب نے کہا کہ مین سب بدل کتابت ادا کیے دیتا ہون
اور سب دینے کو لایا اور موسے نے کہا کہ مین نہین لیتا ہون تو قیاساً اسکو نہ لینے کا اختیار ہے اور
استحساناً انکار نہین کرسکتا ہے اور غائب کے ادا کر دینے کے بعد دونون آزاد ہو جاوینگے ولیکن غائب
کے واسطے ادا کرنے کی میعاد ثابت نہوگی۔ اور اگر دونون زندہ ہون اور موسے نے غائب کو فروخت
کرنا چاہا تو استحساناً ایسا نہین کرسکتا ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر زید نے اپنی باندی اور اُسکے دونا بالغ
لڑکون کو مکاتب کیا تو صحیح ہے اور جسنے مال ادا کیا وہ دوسرون سے واپس نہین لے سکتا ہے اور یہ
استحسان ہے اور جسنے مال کتابت دیا تو موسے پر جبر کیا جائیگا کہ اُسکو قبول کرے اور عقد کتابت قبول
کرنے یا رد کرنے مین اولاد کا اعتبار نہین ہے اور اگر اُسنے باندی کو آزاد کر دیا تو اولاد پر بقدر اُنکے حصہ کے
بدل کتابت باقی رہیگا کہ اُسکو فی الحال ادا کرین مگر موسے باندی سے بدل کا مطالبہ کریگا نہ اولاد سے
اور اگر موسے نے اولاد کو آزاد کر دیا تو باندی کے ذمہ سے اولاد کی کتابت کا حصہ ساقط ہوا اور
اُسکا حصہ اُسکے ذمہ موافق قسط قرار داد کے باقی رہا۔ اور اگر ان لوگون نے کچھ مال کمایا تو موسے
اُنمین سے کچھ نہین لے سکتا ہے اور نہ اُنکو فروخت کرسکتا ہے اور اگر اولاد کو فرضہ[اولاد کے بنے ۱۲] معاف کر دیا یا ہبہ کیا
تو نہین صحیح ہے اور اگر باندی کو معاف یا ہبہ کیا تو صحیح ہے اور باندی کے ساتھ اُسکی اولاد بھی آزاد
ہو جاویگی یہ تبیین مین ہے۔ اگر ایک غلام کو اُسکی جان و اُسکی اولاد صغار مکاتب کر دی ہو تو جائز ہے
پس اگر اولاد کے بالغ ہونے کے بعد یا پہلے مکاتب عاجز ہوا اور رقیق کر دیا گیا تو اُس سے اولاد بھی
رقیق ہو جاویگی اور اگر اولاد نے بالغ ہو کر کہا کہ ہم مال کتابت کے واسطے سعی کرینگے تو اُنکے قول پر
التفات نہ کیا جائیگا۔ اسیطرح اگر باپ کے عاجز ہونے کے وقت اولاد بالغ ہون تو بھی یہی حکم ہے۔
اگر باپ مرگیا اور کچھ مال نچھوڑا تو اُسکی اولاد قسط مقررہ کے حساب سے مکاتبت ادا کرنے مین
سعی کریگی اور اگر وقت موت کے ایسی نابالغ ہو کہ سعی نہین کرسکتی ہے تو سب رقیق کر دیے جاوینگے
اور اگر سعی کرسکتے ہون اور بعض نے سعی کرکے مال ادا کر دیا تو دوسرون سے کچھ نہین لے سکتا ہے
اور اگر اُسکے بعد باپ کا کچھ مال ظاہر ہوا تو سب وارثون کو میراث مین تقسیم ہوگا اور جس لڑکے
نے مال ادا کیا ہے وہ اس مین سے بقدر کتابت کے نہین لے سکتا ہے۔ اور موسے کو اختیار ہے

[1] چنانچہ حکم ہوگا کہ حاضر آزاد ہو کر مرا ہے اور اُسکی میراث اُسکے وارثون کی ہے ۱۲ [2] یعنی چاہیے تو فی الحال ادا کرے ۱۲

کہ اولاد مین سے جس سے چاہے تمام مال کتابت کا مواخذہ کرے اس وجہ سے نہین کہ یہ مال اُسکے ذمہ قرضہ ہی بلکہ اس اعتبار سے کہ اولاد مین سے ہر ایک باپکے قائم مقام ہے اور جو امر باپ کے حقوق مین سے ہے اُسکا اُس مین قبول کرنا مثل باپکے حق اولاد مین صحیح ہی پس مولی کو اختیار ہے کہ ہر ایک کو جو اس رتبہ پر ہے تمام مال کے واسطے گرفتار کرے اور ہر ایک کا یہ اعتبار ہوگا کہ گویا اُسکے ساتھ کوئی اور نہین ہی اسیواسطے اگر کوئی ان مین سے مرجاوے تو باقیون کے ذمہ سے اُسکے حصہ کے موافق مال کتابت کم نہوگا جیسا کہ ابتدا سے اگر معدوم ہوتا تو یہی حکم تھا۔ اور اگر مولے نے اُنمین سے کسی کو آزاد کیا تو باقیون کے ذمہ سے بقدر قیمت آزاد شدہ کے مال ساقط ہوگا اور اگر ان مین سے کوئی باندی ہو کہ جسکو مولے نے ام ولد بنایا تو وہ اپنا عقر مولے سے لے لیگی اور ویسے ہی مکاتبہ باقی رہیگی اور اپنے نفس کو کتابت سے عاجز نہین کر سکتی ہی اسوجہ سے کہ اُسکے اور بھائی بہن عقد کتابت مین ہین آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر وہ لوگ مال ادا کرین تو یہ بھی آزاد ہو جاویگی۔ اور اگر ایسا ہو کہ جسوقت غلام کو مکاتب کیا ہے اُسوقت اُسکی اولاد بالغ ہو اور بدون اُنکے حکم کے مکاتب کیا اور اُنکو عقد کتابت مین داخل کیا اور غلام نے بدل ادا کر دیا تو وہ لوگ بھی آزاد ہو جاوینگے اور مکاتب اُنسے کچھ نہین لے سکتا ہی یہ مبسوط مین ہی اگر کسی شخص کے دو دھ پیتے ہوے غلام کی طرف سے ایجاب کتابت کیا اور دوسرے اجنبی نے قبول کیا اور مولے راضی ہوا تو یہ عقد جائز نہین ہے اور اگر باوجود عدم جواز کے اجنبی نے مال کتابت دیدیا تو وہ غلام آزاد ہو جاویگا یہ حکم استحساناً ہی کذا فی محیط السرخسی۔ دو شخصون مین سے ہر ایک کا ایک غلام ہے اور دونون نے دونون غلامونکو ہزار درم پر ایک ہی عقد مین مکاتب کیا کہ اگر دونون ادا کرین تو دونون آزاد اور اگر عاجز ہو جاوین تو دونون رقیق ہونگے فرمایا کہ ہر ایک غلام بعوض اپنے حصہ کتابت کے مکاتب ہوگا کہ اگر اسقدر اپنے مولے کو ادا کر دے تو آزاد ہو جائیگا یہ مبسوط مین ہی۔

ساتوان باب۔ غلام مشترک کے مکاتب کرنے کے بیان مین۔ ایک غلام زید و عمرو کے درمیان مشترک ہے عمرو نے زید کو اجازت دی کہ اپنا حصہ مکاتب کرکے ہزار درم وصول کر لے اُسنے مکاتب کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک کتابت صرف اسی کے حصہ مین نافذ ہوگی کیونکہ کتابت امام کے نزدیک متجزی ہوتی ہی اور عمرو کو فسخ کا اختیار نہوگا پس اگر غلام نے ہزار درم دیدیے تو صرف زید کا حصہ آزاد ہوا اور زید عمرو کو کچھ ضمان نہ دیگا کیونکہ عمرو کی اجازت سے ایسا ہوا ہے ولیکن غلام اُسکے حصہ کے واسطے سعی کریگا۔ اور اگر غلام نے ہزار درم یا کچھ کم ادا کیے تو عمرو کو اختیار نہین ہی کہ اُسمین سے نصف لے لے کیونکہ جب اُسنے زید کو یہ اجازت دی

کہ بدل وصول کرلے تو گویا مکاتب کو اجازت دی کہ اسکو ادا کردے اور ادا کرنے کی اجازت یہ
مکاتب پر احسان ہے کہ کمائی مین جو میرا حق ہے وہ از راہ احسان معاف کیا اور یہ احسان بعد
زید کے قبضہ کرنے کے تمام ہو گیا پس جو کچھ زید نے لیا ہے سب اُس کے قبضہ مین دیا جائیگا
لیکن اگر عمرو نے ادا کر دینے سے پہلے غلام کو منع کر دیا تو ممانعت صحیح ہے کیونکہ ہنوز یہ احسان تمام
نہین ہوا۔ اور اگر عمرو نے حالت مرض مین اجازت دی اور غلام نے بعد کتابت کے جو کمایا
وہ ادا کیا تو عمرو کے تمام مال سے یہ اجازت و احسان صحیح رکھا جائے گا۔ اور اگر قبل کتابت
کمایا ہوا اور عمرو نے مرض مین کتابت اور وصول کی اجازت دی تو تہائی مال سے یہ احسان
نافذ رکھا جائیگا۔ اور صاحبین کے نزدیک کتابت متجزی نہین ہوتی ہے پس حصۂ زید کی کتابت
کی اجازت دینا زید کو کل غلام کی کتابت کی اجازت ہے پس جب زید نے اسکو مکاتب کیا تو دونو
مکاتب ہو گیا اور بدل کتابت دونون کو برابر تقسیم ہوگا اور اگر زید نے کچھ وصول کیا تو دونو نکو
برابر تقسیم ہو کر ملے گا خواہ عاجز ہونے سے پہلے ہو یا بعد ہو۔ اور اگر عمرو کی بلا اجازت زید نے
مکاتب کیا تو بالاتفاق عمرو کو فسخ کتابت کا استحقاق حاصل ہے اور اگر اُسنے فسخ نہ کیا یہانتک کہ
غلام نے بدل کتابت ادا کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک زید کا حصہ آزاد ہو جاویگا اور عمرو کو
اختیار ہوگا کہ جو کچھ زید نے بدل کتابت وصول کیا اُسمین سے آدھا لے لے کیونکہ درحقیقت
یہ مال ایک غلام مشترک کی کمائی سے ہے پھر دیکھا جائے گا کہ اگر زید نے پورا غلام ہزار درم پر مکاتب
کیا ہے تو جس قدر شریک نے زید سے لیا اُسکو مکاتب سے واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر صرف
اپنا حصہ نصف مکاتب کیا ہے تو جسقدر شریک نے لے لیا ہے اُس قدر غلام سے واپس لیگا۔ اور
صاحبین کے نزدیک اگر مکاتب نے بدل کتابت ادا کیا تو کل آزاد ہو جاویگا پھر زید اپنے شریک
کو مکاتب کی نصف قیمت ڈانڈ بھریگا بشرطیکہ خوشحال ہو اور اگر تنگدست ہوگا تو غلام نصف قیمت
کے واسطے سعی کریگا چنانچہ اگر ایک شریک نے غلام مشترک کو بلا عوض آزاد کیا تو بھی یہی حکم ہوتا ہے
اور عمرو کو یہ بھی اختیار ہے کہ جو کچھ کمائی غلام کے پاس مال کتابت ادا کرنیکے بعد رہے اُسمین
سے نصف لے لے۔ اور اگر دونون سے زید نے کل غلام یا اپنا حصہ ہزار درم پر مکاتب کیا پھر
عمرو نے کل یا اپنا حصہ سو دینار پر مکاتب کیا تو وہ غلام دونون کا مکاتب ہو گیا اور یہ امام اعظمؒ کے
نزدیک اسوجہ سے صحیح ہوا کہ امام کے نزدیک کتابت متجزی ہوتی ہے پس ہر ایک کا عقد کتابت
اُسکے حصہ مین نافذ ہوا اور صاحبین کے نزدیک اسوجہ سے صحیح ہے کہ پہلے شخص زید نے جب اپنا حصہ مکاتب
کیا تو عمرو کو فسخ کا اختیار تھا جب عمرو نے اسکو مکاتب کیا تو اپنی نصف کی کتابت اولی فسخ کر دی اور
دونون مین سے جسنے اپنے حصہ کی بدل کتابت مین سے کچھ وصول کیا اُسمین دوسرا شریک اُس کا

شریک نہین ہو سکتا ہے اور ہر ایک کے حصۂ عتق کا تعلق تمام اس بدل کے ساتھ ہوگا جو اُسکے حصہ کے مقابل
مقرر ہوا ہے پھر اگر اُسنے دونوں کو بدل کتابت معًا ادا کیا تو بالاتفاق اُسکی ولاء دونوں کو ملیگی اور اگر
کسیکو پہلے ادا کیا تو ایسا ہوگیا کہ غلام دو شخصونکا مکاتب تھا کہ اسکو ایک نے آزاد کردیا پس اُسکا
نصف امام اعظم رح کے نزدیک آزاد ہو جائیگا اور دوسرے کا نصف ویسا ہی کتابت مین باقی رہیگا
اور ضمان یا سعایت لازم نہ آویگی ولیکن اگر مکاتب عاجز ہو جاوے تو جسنے بدل وصول پایا ہے
وہ شریک کو اُسکے حصہ کی ضمان دیگا بشرطیکہ خوشحال ہو ورنہ مکاتب اُسکے حصہ کیواسطے سعی کریگا
یہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہے اور امام محمد رح کے نزدیک خوشحالی کی صورت مین جسنے بدل
وصول پایا ہے وہ شریک کے حصہ کی قیمت اور اُسکی بدل کتابت مین سے جو کم ہو وہ ضمان دیگا
اور درصورت تنگدست ہونے کے غلام بھی جو مقدار ان دونوں مین سے کم ہوگی اُسکو سعی کرکے
ادا کریگا یہ کافی مین ہے۔ اگر دو شخصون نے اپنے غلام کو ایک ہی کتابت مین مکاتب کیا اُسنے ایک
کا حصۂ کتابت ادا کیا تو اُسکا حصہ آزاد نہوگا جبتک کہ پوری مکاتبت دونوں کو ادا نکرے۔ اور اگر
ایک نے اُسکو آزاد کیا تو جائز ہے اسیطرح اگر اپنا حصہ مکاتبت اسکو ہبہ کیا یا بری کیا تو آزاد ہوگیا۔
اسیطرح اگر شریک نے وصول کرنیوالے کو جو اُسنے وصول کیا ہے اپنی رضامندی سے سپرد کیا
یا شریک کی اجازت سے وصول کرنیوالے نے وصول کیا ہو تو بھی نصف غلام آزاد ہوگیا پھر مکاتب
کو بعد ایک شریک کے آزاد کرنیکے اختیار ہے چاہے اپنے تئین عاجز کردے پس امام اعظم رح کے
نزدیک اس صورت مین شریک کو اختیار ہوگا کہ آدھے کی قیمت کے واسطے سعی کرائے یا ضمان
لے یا آزاد کرے بشرطیکہ شریک اسکا خوشحال ہو اور اگر تنگدست ہو تو چاہے آزاد کردے یا سعی کرائے
اور امام ابو یوسف کے نزدیک شریک نصف قیمت کی ضمان دیگا اگر خوشحال ہے یا غلام نصف قیمت
کیواسطے سعی کریگا اگر تنگدست ہے جیسا کہ امام ابو یوسف کا مذہب غلام مشترک مین ہے وہی یہان بھی ہے۔
اور امام محمد رح کے نزدیک نصف قیمت و باقی کتابت مین سے جو کم ہو شریک اُسکا ضامن ہوگا یا غلام
اُسکے واسطے سعی کریگا اگر شریک تنگدست ہے۔ اور اگر غلام نے مکاتبت پوری کرنی چاہی پھر بہت
سا مال چھوڑکر مرگیا تو جس مولے نے آزاد نہین کیا ہے وہ اس مال سے اپنی مکاتبت وصول
کریگا جیسا کہ حالت زندگی مین اُس سے مطالبہ کرتا تھا۔ پھر جو باقی رہا وہ اُسکے وارثون کے
درمیان تقسیم ہوگا اور اگر دو شخصون نے اپنے مشترک دو غلامونکو ایک ہی کتابت مین مکاتب
کیا پس اگر دونون نے ادا کیا تو آزاد ہو جاوینگے اور اگر عاجز ہوگئے تو رقیق کیے جاوینگے
اور اس صورت مین دونون مین سے ہر ایک دونون کا مشترک مکاتب ہوتا ہے اور بدل
کتابت اسیقدر ہوتا ہے جو اُسکے حصہ مین آوے اور اُسکی شناخت اسطرح ہے کہ مال کتابت

دونون کی قیمت پر تقسیم کیا جاوے جو ہر ایک کے حصہ مین آوے وہی اسکا حصۂ کتابت ہے پس اگر اسنے اسقدر حصۂ کتابت دونوکو ادا کیا تو آزاد ہو جائیگا بخلاف اسکے کہ اگر دونون غلام ایک ہی شخص کے ہون تو یہ حکم نہین ہی یہ مبسوط مین ہی۔ دو شخصون نے مشترک غلام کو ایک ہزار پر مکاتب کیا پس ایک شخص نے چھ سو درم وصول کیے اور دوسرے نے چار سو درم سے بری کیا تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ مکاتب آزاد ہو جائیگا اور جو کچھ قابض نے وصول پایا وہ اسکے اور بری کنندہ کے درمیان چھ حصون[1] مین تقسیم ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ ایک غلام دو شخصون مین مشترک ہے ایک شخص بیمار[2] ہوا اور دوسرے نے باجازت مریض اسکو مکاتب کیا تو جائز ہے اور وارث مریض بعد موت کے کتابت فسخ نہین کرسکتا ہے اسیطرح اگر اسکو وصول کرنیکی اجازت دی اور اسنے کچھ بدل کتابت وصول کیا تو وارث کو بعد موت مریض کے یہ اختیار نہین ہی کہ اُس سے کچھ لے لے یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک باندی مشترکہ کو دونون نے مکاتب کیا پھر ایک نے اُس سے وطی کی اور بچہ پیدا ہوا اور اسنے نسب کا دعوی کیا پھر دوسرے نے وطی کی اور بچہ ہوا اور اسنے نسب کا دعوی کیا پھر وہ مکاتبہ عاجز ہوئی تو یہ باندی پہلے شخص کی ام ولد ہوگی اور چونکہ اسنے مشترک باندی سے وطی کی ہے اس لیے نصف قیمت و نصف عقر کا ضامن ہوگا اور دوسرا شخص پہلے کو پورا عقر اور بچہ کی قیمت ڈانڈ دیگا اور بچہ اسکا بیٹا قرار دیا جائے گا اور دونون مین سے جس نے مکاتبہ کو اسکا عقر دیدیا تو جائز ہے اور جب وہ باندی عاجز ہوگئی تو یہی عقر اپنے مولے کو دے دیگی اور یہ سب امام اعظم رحمہ کا قول ہی۔ اور امام ابو یوسف و امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ یہ باندی پہلے شخص کی ام ولد ہوگی اور دوسرے کی وطی جائز نہین ہی کیونکہ جب پہلے شخص نے بچہ کا دعوی کیا تو پوری باندی اسکی ام ولد ہوگی کیونکہ ام ولد ہونے مین بالاجماع تکمیل[3] واجب ہے جہانتک ممکن ہو اور یہان فسخ کتابت کرکے تکمیل ممکن ہی کیونکہ کتابت قابل فسخ ہی پس جہانتک ضرر پہونچے وہانتک کتابت فسخ ہوگی اور مابقی مین[4] باقی رہے گی جہانتک ممکن ہو پس جب پوری باندی اُس کی ام ولد ہوگئی تو دوسرے کا نسب بچہ سے ثابت نہوگا اور نہ قیمت دیکر اس کی طرف سے آزاد ہوگا مگر ہان اس قدر ہوگا کہ شبہہ کے سبب سے دوسرے شخص کو حد نہ ماری جاوے گی اور پورا عقر دینا ہوگا اور جب کتابت باقی رہی اور پوری باندی پہلے شخص کی مکاتبہ ہوگئی تو بعض نے فرمایا کہ

[1] یعنی پانچ سو قابض کو اور سو درم بری کنندہ کو ملین گے ۱۲ منہ [2] جس بیماری سے آخر وہ مرگیا ۱۲ م [3] قولہ تکمیل واجب یعنی ام ولد ٹھہرانا اور پوری ام ولد ٹھہرانا جہانتک ممکن ہوسکے واجب ہو گو آزاد ہونا بتمامہ غیر ممکن ہو جاوے ۱۲ م [4] حاصل یہ کہ وہ باندی پہلے شخص کی ام ولد مگر مکاتبہ ہوگی کیونکہ محض ام ولد ہونے سے اُسکے حق مین ضرر ہے ۱۲ - ن

باندی پر نصف بدل کتابت واجب ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ کل بدل واجب ہوگا کذا فی الہدایہ۔ اور یہی جمہور مشائخ کا مذہب ہے کذا فی الکافی۔ اور پہلا شخص اپنے شریک کو امام ابو یوسف کے قیاس قول پر باندی کی نصف قیمت مکاتبہ ہونے کے حساب سے دیگا خواہ خوشحال ہو یا تنگدست ہو اور امام محمد رح کے قول کے موافق نصف قیمت و نصف بدل مین سے جو کم ہو وہ دیگا۔ اور اگر دوسرے نے اس سے وطی نہین کی بلکہ اُس کو مدبرہ کر دیا پھر وہ عاجز ہو گئی تو مدبر کرنا باطل ہو گیا اور وہ پہلے شخص کی ام ولد ہو گی اور وہ اپنے شریک کو اُس کا نصف عقر اور نصف قیمت دیگا اور بچہ پہلے شخص کا بیٹا ہوگا اور یہ بالاجماع ہے یہ ہدایہ مین ہے۔ ایک باندی دو شخصون کے درمیان مشترک مکاتبہ ہے اُس نے ایک لڑکی جنی اور اس لڑکی سے ایک شریک نے وطی کی اور اسکے بچہ پیدا ہوا تو فرمایا کہ بچہ کا نسب اس شخص سے ثابت ہوگا ولیکن اسکی ماں اپنے حال پر رہیگی کہ اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ اپنے تئین کتابت سے نکال کر اُس شخص کی ام ولد بچہ کی بنا وے اور اُس شخص پر واجب ہوگا کہ اُسکا عقر ادا کرے اور یہ عقر اسکی ماں کو ملیگا جیسے کہ اسکی کمائی مکاتبہ کو ملتی تھی اور یہ لڑکی اپنی ماں کی تابع ہو گی یعنی کتابت مین اسکی تابع ہو گی اگر مکاتبہ عاجز ہو گئی تو یہ باندی یعنی اُسکی بیٹی البتہ اس شخص کی ام ولد ہو جائیگی جس سے اولاد جنی ہے کیونکہ اسکے حصہ شریک مین ام ولد ہونے کا وصف ظاہر نہونے کا مانع جو کچھ تھا وہ اسکی ماں کے عاجز ہونے سے مرتفع ہو گیا اور ام ولد اُسی وقت سے شمار ہو گی جب سے حاملہ ہوئی تھی اسی واسطے یہ حکم ہے کہ اپنے شریک کو وہ نصف قیمت ڈانڈ بھرے جو نطفہ قرار پانے کے وقت اسکی قیمت تھی۔ اور اگر مکاتبہ عاجز نہوئی بلکہ یہ صورت واقع ہوئی کہ مکاتبہ کی بیٹی کے شریک سے حاملہ ہو جانے کے بعد اس حاملہ کو دوسرے شریک نے آزاد کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک آزاد ہو جاویگی کیونکہ جبتک اسکی کتابت باقی ہے تب تک بیٹی کا حصہ شریک کی ملک ہے پس اُسکا عتق نافذ ہو جائیگا اور باندی پر سعایت لازم نہ آویگی اور اُسکا بچہ بھی آزاد ہوگا اور اسپر سعایت واجب نہو گی یہ بھی امام اعظم رح کا قول ہے اور مکاتبہ باندی اپنے حال پر رہیگی یعنی اگر مال کتابت ادا کر دیا تو آزاد ہو جائیگی ورنہ عاجز ہونے کی صورت مین مشترک باندی قرار پاویگی۔ ایک باندی مشترکہ کو دونون نے مکاتب کیا اور اُسکے بچہ پیدا ہوا اور ایک مالک نے بچہ کو آزاد کر دیا تو اس شریک کا حصہ جس قدر اُس بچہ مین ہے وہ آزاد ہو جائیگا اور بچہ اپنے حال پر رہیگا تا آنکہ اُسکی ماں یا تو عاجز ہو جاوے یا آزاد ہو جاوے پھر اگر آزاد ہوئی تو اسی کے ساتھ آزاد ہو جائیگا اور اگر عاجز ہو گئی تو تابع ہو جانا جاتا رہا اور یہ بچہ خود مستقل ہو گیا اور حال یہ گذرا کہ اس مشترک کو دونوں مالکون مین سے ایک نے آزاد کیا ہے پس اسکا حکم وہی ہے جو ایسے غلام مشترک کا حکم مذکور ہوا ہے جسکو

ایک مالک آزاد کردے یعنی دوسرے شریک کو خیار ہے کہ خواہ ضمان لے یا سعی کرائے یا آزاد کرے، پس اگر شریک نے ضمان لینا اختیار کیا تو جس وقت اُسنے آزاد کیا ہے اُس وقت کی قیمت کے حساب سے ضمان دیگا نہ یہ کہ اسکی مان کے عاجز قرار دیے جانیکے وقت کی قیمت کے حساب سے ضمان لیوے۔ دو شخصون کی مشترک مکاتبہ کے لڑکی ہوئی اور دونون نے لڑکی سے وطی کی اور وہ حاملہ ہو کر دونون سے بچہ جنی پھر دونون مر گئے تو یہ لڑکی آزاد ہو گئی کیونکہ یہ دونون کی ام ولد تھی پس دونون کے مرجانے سے آزاد ہوئی چنانچہ اگر دونون اسکو آزاد کر دیتے تو بھی یہی حکم تھا اور مکاتب باندی یعنی لڑکی کی مان وہ دونون کی کتابت مین رہی۔ اور اگر خود مکاتبہ ان دونون سے بچہ جنتی پھر دونون مرجاتے تو یہ مکاتبہ بوجہ استیلاد کے یعنی ام ولد ہونے کے آزاد ہو جاتی اور اُسکا بچہ بھی آزاد ہو جاتا۔ اور اگر حاملہ ہو کر پھر اسکے بعد دونون سے بچہ جنی تو پہلا بچہ مملوک ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ دو شخصون یعنی دو مختص کے مشترک مکاتب کو دونون مین سے ایک نے آزاد کر دیا تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ دوسرے شریک کو اُس سے ضمان لینے کا اختیار نہین ہے خوشحال ہو یا تنگدست ہو کیونکہ دوسرے شریک کا حصہ بحالہ کتابت مین باقی ہی اس واسطے کہ امام اعظم رح کے نزدیک عتق متجزی ہوتا ہی پھر اگر غلام نے مال کتابت ادا کر دیا تو آزاد ہو جائیگا اور اُسکی ولاء دونون مین مشترک ہوگی اور اگر عاجز ہو گیا تو ایسا ہو گیا کہ دو شخصون مین ایک غلام مشترک تھا کہ اُس کو ایک نے آزاد کر دیا۔ اور صاحبین کے نزدیک غلام آزاد ہو جائیگا اور پوری ولاء اُسی آزاد کرنیوالے کو ملے گی۔ اور اگر دونون مین سے کسی نے اسکو آزاد نہ کیا بلکہ ایک نے اسکو مدبر کر دیا تو اسکا حصہ مدبر ہو جاوے گا اور بحالہ کتابت پر رہیگا کیونکہ کتابت اور تدبیر مین منافات نہین ہی[1] پھر اگر سب مال کتابت ادا کر دیا تو آزاد ہو جاویگا اور اُسکی ولاء دونون کو ثابت ہوگی۔ اور اگر عاجز ہو گیا تو ایسا ہو گیا کہ ایک مشترک غلام کو دو مالکون مین سے ایک نے مدبر کر دیا تو اس کا حصہ مدبر ہو جاوے گا اور شریک کو پانچ طرح[2] کا اختیار حاصل ہوگا بشرطیکہ مدبر کنندہ خوشحال ہو اور اگر تنگدست ہو تو چار طرح کا خیار حاصل ہوگا اور یہ امام اعظم رح کا قول ہی۔ اور اگر یہ صورت نہوئی بلکہ یہ صورت تھی کہ بجائے غلام کے ایک باندی تھی اور اُسکے بچہ پیدا ہوا اور دونون مین سے ایک نے نسب کا دعوی کیا تو بچہ کا نسب اُس سے ثابت ہوگا اور اُسکا حصہ کنیز اُسکی ام ولد ہوگا پھر مکاتبہ کو خیار ہوگا کہ چاہے عقد کتابت پورا کرے یا اپنے تئین عاجز کر دے اور پوری باندی اس کی ام ولد نہو جاوے گی۔ پھر اگر باندی نے کتابت پوری کرنے کا قصد کیا تو وطی کنندہ سے اپنا عقر لے کر اُس سے ادائے معاوضہ کتابت مین مدد پاوے گی اور اگر اُس نے اپنے آپکو عاجز کر دیا اور رقیق کر دیگئی تو وہ باندی وطی کنندہ

[1] یعنی مدبر بھی مکاتب ہو سکتا ہی ۱۲ [2] قولہ پانچ طرح الخ اسکا بیان عنقریب گذر چکا ہی ۱۲ م

کی ام ولد ہوگی اور اپنے شریک کو نصف قیمت بحساب مکاتبہ ہونے کے ضمان دیگا اور نصف عقر دیگا اور بچہ کی قیمت میں سے کچھ نہ دیگا اور یہ امام اعظم رح کا قول ہے یہ بدائع میں ہے۔ ایک شخص نے ایک باندی مکاتب کردی پھر دو لڑکے چھوڑ کر مرگیا ان میں سے ایک لڑکے نے اسکو ام ولد بنایا تو وہ باندی مختار ہوگی چاہے اپنے تئیں عاجز کردے تو وطی کرنے والے کی ام ولد ہو جائے گی اور وہ شخص اپنے شریک کو اسکی نصف قیمت و نصف عقر ضمان دیگا اور اگر چاہے تو اپنی کتابت پوری کرے اور وطی کنندہ سے اپنا عقر وصول کرلے۔ اور اگر دو شخصوں نے اپنی مشترک باندی کو ایک ہی کتابت میں مکاتب کیا پھر دونوں میں سے ایک شخص مرتد[لہ] ہوگیا پھر باندی نے مال کتابت دونوں کو ادا کردیا پھر وہ مرتد حالت ردت میں قتل کیا گیا تو فرمایا کہ مکاتبہ آزاد نہوگی اور امام اعظم رح کے نزدیک مرتد کو ادا کرنا کچھ نہیں ہے اور وارث لوگ شریک سے جسقدر اُس نے لیا ہے اس کا نصف وصول کرلینگے چنانچہ اگر فقط اُسنے اپنا حصہ وصول کیا ہوتا تو بھی یہی حکم تھا اور اسی واسطے شریک کا حصہ بھی آزاد نہیں ہوگا پھر باقی نصف کے واسطے اس مکاتبہ سے سعی کرادینگے پس اگر عاجز ہوگئی تو رقیق کردی جاویگی اور اسکا حکم بمنزلہ ایسی مکاتبہ کے ہوگیا کہ جسنے آدھا بدل کتابت اپنے دو مولاؤں کو ادا کیا پھر عاجز ہوگئی۔ اور اگر مرتد نے اسکو حالت ردت میں مکاتب کیا تو بدل کتابت پر اسکا قبضہ کرنا جائز نہیں ہے۔ پھر اگر مرتد دارالحرب میں جا ملا اور مکاتبہ نے تمام بدل کتابت دوسرے شریک کو ادا کیا تو آزاد نہوگی۔ اور اگر اُسنے دوسرے شریک اور مرتد کے وارثوں کو ادا کیا تو آزاد ہوجاویگی بشرطیکہ مرتد کے دارالحرب میں جاملنے کا حکم قاضی نے دیدیا ہو اور یہ حکم مثل اس عورت کے ہے کہ وہ شخص مرگیا اور مکاتبہ نے زندہ شریک اور مردہ کے وارثوں کو بدل کتابت ادا کیا یعنی اس صورت میں بھی آزاد ہو جاتی ہے۔ اور اگر دونوں میں سے ایک شریک کے مرتد ہو جانے کے بعد مکاتبہ عاجز ہوگئی اور دونوں نے اسکو رقیق کردیا پھر وہ مرتد اپنی حالت ردت میں قتل کیا گیا تو یہ باندی اپنے عقد کتابت پر رہے گی اور اگر دونوں شریک ایک ساتھ مرتد ہوگئے پھر مکاتبہ عاجز ہوگئی اور دونوں نے اسکو رقیق کردیا پھر اگر دونوں مسلمان ہوگئے تو وہ باندی دونوں کی مملوک مشترک ہوگی اور اگر دونوں حالت ردت میں مقتول ہوے تو وہ باندی اپنی کتابت پر رہیگی۔ اگر دو شخصوں کی مشترک مکاتبہ باندی ہو پھر اُس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی پھر ایک شریک نے لڑکی سے وطی کی اور اُسکے پیٹ رہا اور دوسرے نے اسکی ماں سے وطی کی اور پیٹ رہا اور دونوں نے عاجز ہونا اختیار کیا تو دونوں کو یہ اختیار حاصل ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ ماں کو یہ اختیار ہے کہ اپنے تئیں

[لہ] یعنے اسلام سے پھر گیا نعوذ باللہ چنانچہ اگر توبہ کرکے ایمان نہ لاوے تو قتل کیا جاوے ۱۲۔

عاجز قرار دے کیونکہ اسکو وجہت سے حریت حاصل ہوتی ہی اور اولاد کو اس خیار مین سے کچھ حاصل نہین ہی۔ اور اگر ماں نے یہ اختیار کیا کہ کتابت پوری کرے تو دونون اپنے اپنے وطی کرنے والے سے اپنا اپنا عقر لیلنگی اور بیٹی کا عقر اسکی ماں کو بنیز لہ بیٹی کی کمائی شئے ملیگا اور اگر ماں نے عاجز ہونا اختیار کیا تو ہر ایک اپنے وطی کرنے والے کی ام ولد ہوگی اور وہ شخص اپنے شریک کو اسکا نصف عقر ادا کریگا۔ امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر ایک شریک نے مشترک غلام مین سے اپنا حصہ بدون اجازت شریک کے مکاتب کیا تو شریک کو اختیار ہوگا کہ اسکو رد کردے مگر بدون حکم قاضی نہین رد کرسکتا ہے ولیکن اگر غلام اور اس کا مکاتب کرنے والا دونون رد کتابت پر راضی ہون تو رد کرسکتا ہے اور یہی امام اعظم رح کا قول ہے کذا فی المبسوط۔

آٹھوان باب۔ مکاتب کے عاجز ہونے اور مکاتب اور مولے کے مرجانے کے بیان مین اور مولے وغیرہ کے مکاتب کو قتل کرنے یا مکاتب کے مولی وغیرہ کو قتل کرنے کے بیان مین۔ اگر مکاتب کوئی قسط ادا کرنے سے عاجز ہوا تو حاکم اسکے احوال پر غور فرمائیگا کہ اگر اسکا کچھ قرضہ وصول ہو جانے والا ہو یا کہین سے مال اسکے پاس آنے والا ہو تو حاکم اس غلام کے عاجز ہو جانے کا حکم نہ کریگا اور دو تین روز تک انتظار کریگا اور یہی مدت عذر کے دفعیہ کیواسطے قرار پائی ہے پس اس مدت سے زیادہ انتظار نہین کرسکتا ہی۔ اور اگر کوئی امید نہو اور مولی نے درخواست کی کہ اسکی کتابت فسخ کردی جاوے تو حاکم اسکی کتابت فسخ کرکے عاجز قرار دیگا یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک ہے کذا فی الہدایہ اور یہی صحیح ہی یہ مضمرات مین لکھا ہی۔ اور اگر مکاتب نے کوئی قسط وقت پر ادا نہ کی اور اسکے مولے نے غلام کی رضامندی سے سوا سے سلطان کے دوسرے کے پاس پیش کیا اسنے عقد رد کردیا تو یہ جائز ہے اور اگر غلام کی رضامندی نہ ہو تو فسخ کے واسطے قاضی کا حکم ہونا ضرور ہے یہ کافی مین ہی۔ اور اقالہ سے کتابت فسخ ہوجاتی ہی اسیطرح بدون مولے کی رضامندی کے صرف غلام کے فسخ کرنے سے فسخ ہو جاتی ہے مثلاً غلام کہے کہ مین نے کتابت فسخ کردی یا مثل اسکے تو فسخ ہوگی خواہ کتابت صحیح ہو یا فاسد ہو اور مولے بدون غلام کی رضامندی کے فسخ کا مختار نہین ہی۔ اور موت سے فسخ ہوتی ہی یا نہین سو واضح ہو کہ مولے کے مرنے سے بالاجماع فسخ نہین ہوتی ہی کیونکہ اگر غلام کی کمائی موجود ہو تو مولے کے وارثون کو دیکر آزاد ہو جاویگا اور اگر موجود نہوگی تو کمائی کرکے ادا کرکے آزاد ہو جاوے گا اور اگر کمائی کرکے ادا کرنے سے عاجز ہوگا تو رقیق کردیا جائیگا چنانچہ مولے کی زندگی مین بھی یہی حکم تھا۔ اور اگر مولے کے انتقال کے بعد مکاتب نے کل مال کتابت یا باقی مال کتابت وارثون کو

ادا کیا اور آزاد ہوگیا تو اسکی ولا ر مولی کے عصبات مین سے جو مذکر ہین انکو ملیگی۔ اور اگر مولے کے مرنے کے بعد مکاتب عاجز ہو کر رقیق کر دیا گیا پھر وارثون نے اسکو از سر نو مکاتب کیا اور مکاتب انکو مال کتابت دیکر آزاد ہوگیا تو اسکی ولا ران وارثون کو بقدر حصہ میراث کے ملے گی۔ رہا مکاتب کے مرجانیکا حکم سو دیکھا جائیگا کہ اگر مکاتب نے اسقدر مال چھوڑا کہ جس سے مال کتابت ادا ہو سکتا ہے تو ہمارے نزدیک کتابت فسخ نہوگی اور اگر اسقدر مال نہین چھوڑا تو بالاجماع فسخ ہو جاویگی۔ رہا مولی کے مرتد ہو جانے کا حکم سو یہ ہے کہ مولے کے مرتد ہونے سے کتابت فسخ نہین ہوتی ہو مثلاً کسی مسلمان نے اپنے غلام کو مکاتب کیا پھر مولے مرتد ہو گیا تو کتابت فسخ نہوگی اسواسطے کہ درحقیقت اگر مولے مرجاوے تو کتابت فسخ نہین ہوتی ہو تو حکماً مرجانے سے یعنی مرتد ہو جانے سے بدرجۂ اولے فسخ نہوگی یہ بدائع مین ہی۔ اور اگر مکاتب ایسے حال سے مرا کہ نہ اسنے ادائے کتابت کیواسطے کافی مال چھوڑا اور نہ کوئی اولاد چھوڑی تو ایسی حالت مین عقد کتابت کے باقی رہنے مین مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور شیخ ابو بکر اسکاف رح نے فرمایا کہ کتابت فسخ ہو جاویگی حتے کہ اگر کسی شخص غیر نے احسان کی راہ سے مکاتب کی طرف سے مال کتابت ادا کرنا چاہا تو قبول نہ کیا جائیگا اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ جب تک مکاتب کے عاجز ہونے کا حکم قاضی کی طرف سے جاری نہو تب تک کتابت فسخ نہوگی اور ایسا حکم ہونے سے پہلے اگر کسی شخص نے احساناً اسکی طرف سے مال کتابت ادا کیا تو قبول کیا جائیگا اور جائز ہے اور یہ حکم دیا جائے گا کہ اپنی زندگی کے اجزا مین سے آخر جزو مین آزاد ہو کر مرا یہ تبیین مین ہی۔ اگر مکاتب مرگیا اور آزاد عورت سے اپنا ایک لڑکا چھوڑا اور بقدر ادائے کتابت کے قرضہ اپنا چھوڑا اور لڑکے نے کوئی جنایت کی اور اسکی دیت کی ڈگری اسکی ماں کی مددگار برادری پر ہوگئی تو یہ ڈگری مکاتب کے عاجز ہونے کا حکم نہوگا اور اگر ماں کے موالی اور باپ کے موالی نے اسکی ولا مین جھگڑا کیا اور ماں کے موالی کے نام اس کی ولا کی ڈگری ہوگئی تو یہ حکم البتہ مکاتب کے عجز کا حکم قرار دیا جائیگا یہ ہدایہ مین لکھا ہی۔ اگر کوئی مکاتب ادائے کتابت کے واسطے مال کافی چھوڑ کر مرگیا اور اسپر قرض بھی ہی اور اسنے کچھ وصیتین کی ہین مثلاً کسی اپنے مملوک کو مدبر وغیرہ کیا ہے اور اسنے ایک آزاد لڑکا چھوڑا اور ایک لڑکا حالت کتابت مین اسکی باندی سے پیدا ہوا ہی تو ایسے مکاتب کے ترکہ مین سے پہلے غیر ونکا قرضہ ادا کیا جائے گا پھر اگر مولے کا کچھ قرض ہو تو وہ قرض دیا جائے گا پھر اگر مال باقی رہے تو مال کتابت ادا کیا جائے گا پس اگر یہ سب ادا ہو جاوے تو اسکے آزاد کرنیکا حکم دیا جائیگا۔ اور جو کچھ مال پھر بھی باقی رہے وہ اس کی اولاد مین میراث تقسیم ہوگا اور جو کچھ مکاتب نے وصیتین کی تھین وہ باطل ہو جاوینگی کیونکہ یہ وصایا احسانات ہین۔

اگر مکاتب مرگیا اور ہزار درم ترکہ چھوڑا اور مولے کے اسپر ہزار درم قرض کے اور بدل کتابت
آتا ہے تو استحساناً بدل کتابت پہلے ادا کیا جائیگا اور قیاساً پہلے قرضہ ادا کیا جائیگا اور اگر اسنے کچھ
مال نہ چھوڑا اگر ہان کسی شخص پر اپنا قرضہ چھوڑا پھر ایسے لڑکے سے جو حالت کتابت مین پیدا ہوا ہے
مال کتابت کیواسطے سعی کرائی گئی اور مکاتب کے ذمہ سواے اس قرضہ کے کوئی قرضہ نہین ہے اور
لڑکا سعی کرکے ادا کرنے سے عاجز ہوا اور جو کچھ مکاتب کا قرضہ غیر شخص پر آتا ہے اسکے وصول ہونے
سے بھی مایوسی ہے تو وہ پھر رقیق کردیا جائیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر مکاتب مرگیا حالانکہ اسپر قرضہ ہے
اور جنایت اور بدل کتابت ہے اور ایسی عورت کا مہر ہے جس سے اسنے بدون اجازت مولے کے
نکاح کیا تھا تو پہلے قرضہ ادا کیا جاوے پھر جنایت کے مقابلہ مین جو دیت واجب ہو وہ ادا کیجاوے
پھر بدل کتابت ادا کیا جاوے پھر مہر دیا جاوے یعنی جو سب سے اقوی ہے وہ پہلے دیا جاوے پھر اسی
لحاظ سے ہر ایک ادا کیا جاوے اسیطرح اگر اسنے مال نہ چھوڑا ہو بلکہ ایسی اولاد چھوڑی جو حالت
کتابت مین پیدا ہوئی ہے تو جس طور سے ہمنے بیان کیا کہ درصورت مال چھوڑنے کے اقوی کے لحاظ
سے ادا کرنا شروع کیا جاوے اسیطرح یہ اولاد ہر حق کو اقوی کے لحاظ سے سعی کرکے پہلے ادا کرے
کیونکہ ایسی اولاد جو مال ادا کرے وہ مثل مال کے ہے جس سے حق ادا ہوتا ہے یہ خزانۃ المفتین
مین ہے۔ ایک مکاتب نے اپنے لڑکے کو خرید اپھر مرگیا اور واسطے کتابت کے وافی مال چھوڑا تو
کتابت ادا کرکے باقی مال اسکے بیٹے کو میراث ملیگا۔ اسیطرح اگر وہ غلام اور اسکا بیٹا دونون ایک
ہی عقد کتابت مین مکاتب ہون تو ایسی صورت مین اسکا بیٹا وارث ہوگا۔ اور اگر مکاتب مرگیا
اور اسنے مال چھوڑا اور ایک لڑکا چھوڑا جو اسکے ساتھ مکاتب کیا گیا تھا یا حالت کتابت مین پیدا ہوا
تھا اور ایک وصی چھوڑا تو وصی اس مال سے بدل کتابت ادا کرے اور قاضی کی طرف سے یہ حکم ہوگا
کہ وہ غلام مکاتب اپنی زندگی کے آخر جزو مین آزاد ہوکر مرا ہے اور اسکی اولاد وارث ہوگی اور
وصی کو عروض کے فروخت کا اختیار ہے مگر عقار و درم و دینار فروخت نہین کرسکتا ہے۔ اور اگر بدل
کتابت ادا کرنے سے پہلے آزاد لڑکا مرگیا تو اس آزاد اولاد سے جو اولاد ہو وہ وارث نہوگی
یہ کافی مین ہے۔ اور اگر از قسم صدقات[1] کچھ مال مکاتب نے مولے کو ادا کیا پھر پورا بدل کتابت ادا کرنے
سے عاجز ہوکر رقیق ہوگیا تو یہ صدقات مولے کو حلال ہین اور اگر مولے کو ادا کرنے سے پہلے
عاجز ہوگیا تو امام محمد رح کے نزدیک یہ صدقات مولے کو حلال ہین اور امام ابو یوسف کے نزدیک
حلال نہین ہین مگر صحیح روایت یہ ہے کہ بالاجماع حلال ہین یہ تبیین مین ہے۔ ایک غلام نے جنایت کی

---

[1] قولہ صدقات۔ غلام کو محتاج دیکھکر لوگون نے زکوۃ و خیرات دی اسنے لیکر مولی کو عوض کتابت مین دی
پھر غلام عاجز ہوگیا تو گویا یہ سب مولے کا مال ہوا پھر کیا مولی کو یہ خیرات حلال ہے یا نہین ۱۲م۔

یعنی کسیکو قتل کیا پھر اسکے مالک نے اسکو مکاتب کردیا حالانکہ مالک کو اس جنایت کی خبر نہین ہے پھر وہ غلام عاجز ہوا تو مولے اولیاء مقتول کو غلام دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے۔ اسیطرح اگر کسی مکاتب نے جنایت کی اور ہنوز اُسکے حق مین کچھ حکم قاضی جاری نہین ہوا تھا کہ وہ عاجز ہوگیا تو بھی یہی حکم ہے کہ مولے اس غلام کو دیدے یا اُسکا فدیہ دے۔ اور اگر حالت کتابت مین قبل عاجز ہونے کے مکاتب پر دیت کی ڈگری ہوگئی پھر عاجز ہوگیا تو یہ مال اُسپر قرضہ قرار دیا جائیگا اور غلام اسکے واسطے فروخت کیا جائیگا اور یہ امام اعظم وامام محمد رح کا قول ہے اور یہی دوسرا قول امام ابو یوسف کا ہے یہ جامع صغیر مین ہے۔ اور اگر ایک مکاتب نے قتل عمد سے جسکا اُسنے خود اقرار کرلیا تھا صلح کرلی مگر ال صلح ادا کرنے سے پہلے عاجز ہوکر رقیق کردیا گیا تو حق مولے مین یہ صلح فاسد ہوگی اور امام اعظم رح کے نزدیک فی الحال غلام اسکے مواخذہ مین گرفتار نہین ہوسکتا ہے ہان بعد آزاد ہونے کے بدل صلح کا اس سے مواخذہ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک فی الحال مواخذہ ہوگا۔ اور اگر کسی مکاتب نے اقرار کیا کہ مین نے اس آزاد عورت یا باندی یا لڑکی کے ساتھ اپنی اُنگلی سے اقتضاض کیا یعنی اُسکی پیشاب گاہ اور دبر کو چیر کر ایک کردیا تو امام اعظم کے نزدیک یہ جرم کا اقرار ہے جبتک مکاتب ہے تب تک اُس سے مواخذہ کیا جائیگا پھر جب عاجز ہوگیا تو اس سے مواخذہ نہ کیا جائیگا۔ ایک مسلمان آدمی مرتد ہوگیا نعوذ باللہ منہ اور اُسکا ایک غلام تھا اُسکو اسکے بیٹے نے مکاتب کردیا پھر مرتد قتل کیا گیا تو عقد کتابت باطل ہوگا۔ ایک مکاتب مرتد ہوکر دار الحرب مین چلا گیا تو اُسکے بارہ مین توقف کیا جائیگا پس اگر مرگیا تو اسکے مال سے بدل کتابت ادا کرکے باقی اُسکے وارثون مین تقسیم کیا جائیگا اور اگر مسلمان ہوکر واپس آیا تو اسکا مال اُسکے سپرد کیا جائیگا یہ کافی مین لکھا ہے۔ اور اگر مکاتب کے غلام نے کسی شخص کو خطا سے قتل کیا تو مکاتب کو حکم دیا جائیگا کہ اس غلام کو دیدے یا اسکا فدیہ دیت مین دے اور اگر اسکے غلام نے کسی شخص کو عمداً قتل کرڈالا تو جیسا آزاد آدمی کو اپنی ملک مین اختیار ہوتا ہے ویسا ہی مکاتب کو اختیار ہے کہ اولیاء مقتول سے کسیقدر مال پر صلح کرلے تاکہ اُسکا غلام اُسکے پاس سالم بچ رہے اور مکاتب سے کچھ مواخذہ اس فعل کی بابت نہوگا اگرچہ پھر وہ عاجز ہو جاوے۔ اور اگر اُسکی باندی نے خطا سے کوئی جنایت کی اور مکاتب نے اُس باندی کو فروخت کیا یا اُسکے ساتھ وطی کی اور اُس سے اولاد ہوئی حالانکہ مکاتب اُسکی جنایت سے آگاہ تھا تو مکاتب کے یہ افعال یون قرار دیے جاوینگے کہ اُس نے باندی کا فدیہ دینا اختیار کیا اور اُسپر فدیہ واجب ہوگا اور اگر مکاتب کو اُسکے کسی غلام نے عمداً قتل کیا تو غلام کا اپنے مالک کو عمداً قتل کرنا مثل غیر شخص کے عمداً قتل کرنے کے قرار دیا جائیگا یعنی اسپر قصاص واجب ہوگا جیسا کہ آزاد آدمی کو اُس کے

غلام کے قتل کرنے کی صورت مین غلام سے قصاص لیا جاتا ہی۔ واضح ہو کہ اگر مکاتب عمداً مقتول ہوا تو اُسکی تین صورتین ہین کہ اگر اُسنے اداے کتابت کیواسطے وافی مال نہ چھوڑا تو اُسکا قصاص لینا اُس کے مولے کا حق واجب ہے اور اگر اداے کتابت کے واسطے وافی مال چھوڑا اور سواے مولی کے اسکا کوئی دوسرا وارث بھی ہو تو قاتل پر قصاص واجب نہوگا کیونکہ اشتباہ ہے کہ مستوفی قصاص کون شخص ہی اسیطرح اگر دونون نے اتفاق کیا تو بھی اُنکو استیفاء قصاص کا اختیار نہوگا۔ اور اگر سواے مولے کے اُسکا کوئی وارث نہو تو امام اعظم و امام ابو یوسفؒ کے قول کے موافق قاتل پر مولے کا قصاص واجب ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر مکاتب نے اپنے مولے پر یا اُسکے کسی مملوک شخص پر کوئی جنایت کی تو یہ جنایت معتبر ہوگی اور ایسا ہی اگر مولی نے اپنے مکاتب یا اُسکے مملوک مقبوضہ کوئی جنایت کی تو بھی اُسکا اعتبار کیا جائیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر مکاتب کے غلام نے کچھ مال تلف کر دیا تو یہ مال اُسکی گردن پر قرضہ رہیگا کہ اسکی وجہ سے فروخت کیا جائیگا اور اگر اسکے غلام نے کوئی جنایت کی پھر مکاتب آزاد ہوگیا تو مکاتب کو بعد آزادی کے وہی اختیار باقی رہیگا جو اس صورت مین ہوتا ہے یعنی یہ غلام دیدے یا اُسکا فدیہ دے اور اگر مکاتب عاجز ہو کر رقیق ہوگیا تو یہ اختیار اسکے مولے کو حاصل ہو جائیگا۔ اور اگر کوئی غلام اور اُسکی جورو دونون ایک ہی کتابت مین مکاتب ہون پھر اسکی جورو کے بچہ پیدا ہوا اور اسکو مولے نے مار ڈالا حالانکہ اُس بچہ کی قیمت مال کتابت سے زیادہ تھی تو مولے پر واجب ہوگا کہ یہ قیمت تین برس مین ادا کرے اور اگر مال کتابت ادا کرنے کا وقت درمیان مین آگیا تو مکاتبون سے مقاصہ کرکے عوض کرلے پھر مولے پر واجب ہوگا کہ بڑھتی قیمت بچہ کی مان کو ادا کرے اور مان نے بچہ کے باپ کی طرف سے جو ادا کیا ہے اُسکو واپس لے سکتی ہے اور اگر اداے کتابت کا وقت درمیان مین نہ آیا تو مولے اس بچہ کی قیمت اُسکی مان کو ادا کرے۔ اور اگر وہ بچہ بھی مان دونون کے ساتھ مکاتب ہوا اور مولے نے اسکو قتل کر ڈالا پھر قیمت ادا کرنے کا وقت آگیا تو اس قیمت مین سے بقدر کتابت کے بدلا کرلے خواہ اداے کتابت کا وقت آگیا ہو یا نہ آیا ہو پھر مولے بڑھتی قیمت اور مان و باپ اپنا حصہ کتابت کا مال اس لڑکے کے وارثون کو ادا کرین پھر یہ سب مال اُس لڑکے کے وارثون مین اللہ تعالےٰ کے حکم فرائض کے موافق تقسیم ہوگا اور اُسکے مان و باپ بھی اسمین سے اپنا حصہ میراث پاوینگے۔ اور اگر مکاتب نے خطا سے کوئی جرم قتل کیا تو اُسکی قیمت اور جرمانہ مین سے جو کم ہو اُسکے واسطے سعی کرکے ادا کرنے کا حکم کیا جائیگا پھر اگر ایک مرتبہ ایسے حکم ہو جانے کے بعد اُسنے دوسرا جرم کیا تو دوبارہ بھی یہ حکم ہوگا کہ اسکی قیمت اور جرمانہ مین سے جو کم ہے اُسکو سعی کرکے ادا کرے اور اگر پہلے مرتبہ کے جرم کی بابت حکم ہونے سے پہلے اُسنے دوسرا جرم کیا تو ہمارے نزدیک

فقط ایک ہی قیمت اُسپر ادا کرنی واجب ہوگی یہ مبسوط میں ہی۔ اگر مکاتب نے شارع عام پر ایک کنوان کھودا اور اُس مین کوئی شخص گرکر مرگیا تو جو قیمت مکاتب کی کنوان کھودنے کے روز تھی وہ قیمت سعی کرکے ادا کرے پھر اگر اُس مین کوئی دوسرا شخص گرکر مرگیا تو مکاتب پر ایک قیمت سے زیادہ ادا کرنیکا حکم نہوگا خواہ حاکم نے پہلے جرم کی بابت حکم کردیا ہو یا نہ کیا ہو یہ بدائع مین ہی۔ اور اگر مکاتب کے مکان وغیرہ کی جھکی ہوئی دیوار جسپر گواہ ہوچکے ہون کسی شخص پر گرگئی اور وہ مرگیا تو مکاتب پر واجب ہوگا کہ سعی کرکے اپنی قیمت ادا کرے۔ اور اگر مکاتب کے گھر مین کوئی شخص مقتول پایا گیا ہے تو جس روز وہ شخص مقتول پایا گیا ہے اُس روز جو کچھ مکاتب کی قیمت اندازہ کیجاوے وہ قیمت مکاتب کو ادا کرنی واجب ہوگی ولیکن اگر مکاتب کی قیمت بمقدار دیت کے زائد ہو تو ایسی صورت مین دیت سے دس درم کم کردیے جاوینگے۔ اور اگر مکاتب نے کوئی جرم کیا پھر ادائے کتابت سے عاجز ہوکر رقیق ہوگیا تو دیکھا جاوے کہ اگر عاجز ہونے سے پہلے اُسکے واسطے یہ حکم ہوچکا ہے کہ سعی کرکے جرمانہ ادا کرے تو یہ جرمانہ اُسکی گردن پر قرضہ ہوگا کہ اسکی بابت فروخت کیا جائیگا اور اگر ایسا حکم نہین ہوا ہے تو اُسکے مولے کو اختیار ہوگا کہ چاہے غلام کو دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے اور اگر مکاتب پر کسی شخص نے جنایت کی تو اس شخص پر مملوک کی دیت واجب ہوگی۔ اور اگر مکاتب نے عمداً کسی شخص کو قتل کیا تو اُسپر قصاص واجب ہوگا۔ اور اگر کسی شخص نے مکاتب کے فرزند یا غلام کو قتل کیا تو قاتل پر قصاص نہین آتا ہی مگر قیمت واجب ہوگی کیونکہ ایجاب قصاص متعذر ہے اور یہ مال مکاتب کیواسطے اور کمائیون کے مثل قرار دیا جائیگا اور اگر اُسنے قاتل کو عفو کیا تو عفو باطل ہی۔ اور اگر مولے نے اپنے مکاتب کو خطاءً یا عمداً قتل کیا تو قصاص نہین آتا ہی۔ اور مکاتب کا اقرار جب تک مکاتب ہے تب تک جائز ہے اور جب عاجز ہوکر رقیق ہوگیا تو اقراری مال اُس کے سر سے دور ہو جائیگا خواہ اس اقرار پر حکم قاضی ہو چکا ہو یا نہوا ہو اور یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور کتاب الجنایات مین مذکور ہے کہ امام ابو یوسف و امام محمد رح کے نزدیک جس اقرار پر حاکم کا حکم ہوچکا ہی خاصةً اُسکا مواخذہ کیا جائیگا۔ اور جس قدر مال مکاتب نے عاجز ہونے سے پہلے ادا کیا ہے وہ بالاجماع واپس نہین لیا جائیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر مکاتب کے ذمہ حد زد خالصہ یا غیر خالصہ کا جرم ثابت ہو تو مکاتب اس جرم مین ماخوذ ہوگا جیسے زنا یا چوری و شراب خواری و تہمت وغیرہ اسواسطے کہ جب بعض مملوک ان جرمون کے سبب سے ماخوذ ہوتا ہے تو مکاتب بدرجہ اولیٰ ماخوذ ہوگا اور اگر مکاتب نے اپنے مولے کی چیز چرائی تو اُسکا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا اسی طرح مولے کے فرزند یا جورو یا مولے کے کسی ذی رحم محرم کی چیز چرانے سے بھی اُسکا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا۔

اور اسیطرح اگر ان لوگوں مین سے کسی شخص نے مکاتب کی چیز چرائی تو انمین سے بھی کسیکا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا۔ اور اگر کسی اجنبی شخص نے مکاتب کی چیز چرائی تو مکاتب کی نالش پر اُسکا ہاتھ کاٹا جائیگا یہ بدائع مین ہی۔ اور اگر مکاتب نے زید کی چیز چرائی پھر عاجز ہوکر رقیق ہو گیا اور پھر زید نے اسکو اُسکے مالک سے خرید الو اُسکا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا۔ اور اگر مکاتب نے عمرو کی چیز چرائی حالانکہ عمرو کا اُسپر قرضہ آتا ہے تو اسکا ہاتھ کاٹا جائیگا۔ اور اگر مکاتب عاجز ہوکر رقیق ہو گیا اور عمرو نے جسکا قرض آتا ہے اُسنے اپنا قرضہ طلب کیا اور قاضی نے حکم دیا کہ اسکے قرضہ کے واسطے یہ غلام فروخت کیا جاوے حالانکہ مولی نے اسکے فدیہ دینے سے انکار کیا تو قیاساً اُسکا ہاتھ کاٹا جائیگا اور اگر زید کے ایک مکاتب نے زید کے دوسرے مکاتب کی چیز چرائی تو اُسکا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا جیساکہ زید کے چرانے مین حکم تھا۔ اسیطرح اگر مکاتب نے ایسے مشترک غلام کی چیز جو مکاتب کے مولے اور کسی دوسرے کے درمیان مشترک تھا اور مکاتب کے مولے نے اپنا حصہ آزاد کر دیا تھا چرائی تو بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر مکاتب نے اپنے مولے کے مضارب کے پاس سے مضاربت کے مال مین سے چرایا تو اُسکا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا اسیطرح اگر مکاتب نے کسی شخص کا مال چرایا حالانکہ مکاتب کے مولے کا اس شخص پر اسیقدر قرض ہے جسقدر مکاتب نے چرایا ہے تو بھی مکاتب کا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر مکاتب کا مولے مرگیا تو مکاتب سے کہا جائیگا کہ کتابت کا مال قسطوار اپنے مولے کے وارثوں کو ادا کر دے پھر اگر ان لوگون نے مکاتب کو آزاد کر دیا تو آزاد ہو جائیگا اور اُسکے سر سے مال کتابت ساقط ہو جائیگا اور اگر ایک وارث نے آزاد کیا تو اُسکا عتق نافذ نہوگا یہ کافی مین ہی۔ اور اگر مکاتب ایک آزاد فرزند چھوڑ کر مرگیا پھر ایک شخص کچھ ودیعت لایا اور کہا کہ یہ ودیعت مکاتب کی ہی تو اُسمین سے مال کتابت ادا کیا جائیگا پھر واضح ہو کہ اس شخص نے مکاتب کیواسطے ودیعت کا اقرار کیا یہ اقرار اُس شخص کے حق مین صحیح ہی مگر مکاتب کی ولا اوپنی طرف کھینچ لیجانے کے حق مین اسکے قول کی تصدیق نہوگی اور شیخ نے فرمایا کہ آیا تو نہین دیکھتا ہے کہ اگر مولے نے خود یون اقرار کیا کہ میرے پاس یہ مال مکاتب کی ودیعت ہے یا مال کتابت جسقدر مجھپر مکاتب کا قرضہ آتا ہے یا مین نے اپنی کتابت کو مکاتب کی زندگی مین بھر پایا تو کیا اس صورت مین بچہ کی ولا اوپنی طرف لیجانے کیواسطے مولے کے کلام کی تصدیق ہوتی ہی یعنی نہین ہوتی ہے پس ایسا ہی غیر شخص کا حال ہی۔ اور اسی سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ اگر مکاتب کے مرجانیکے بعد کسی شخص نے اسکی طرف سے قرضہ ادا کیا اور از راہ احسان ادا کیا تو مکاتب کے آزاد کرنیکا حکم نہ دیا جائیگا اور اگر مکاتب نے کوئی ام ولد چھوڑی اور اُسکے ساتھ کوئی بچہ نہین ہے تو مال کتابت کیواسطے فروخت کیجاویگی۔ اور اگر اسکے ساتھ بچہ ہو تو

جس میعاد پر کتابت ادا کرنا قرار پایا ہی اس میعاد تک سعی کرکے ادا کریگی خواہ اُسکا بچہ نابالغ ہو یا
بالغ ہوا۔ اور اگر مکاتب نے کچھ مال بھی چھوڑا تو ادا سے کتابت میعاد مقررہ تک نہ رکھی جاویگی
بلکہ اسکے ادا کرنیکا وقت فی الحال ہو جائیگا۔ اور یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور امام ابویوسف و امام
محمد رح نے فرمایا کہ ام ولد کے ساتھ بچہ ہونیکی حالت مین جو حکم ہے وہی سب طرح نہونے کیحالت
مین بھی ہے کہ میعاد مقررہ تک سعی کرکے ادا کریگی۔ اور اگر حالت کتابت کے پیدا ہوے دو فرزند
چھوڑکر مکاتب مرگیا حالانکہ اسپر کچھ قرضہ اور مال کتابت باقی ہے تو دونون فرزند اس سب
مال کے واسطے سعی کرینگے اور دونون مین سے جسنے جو کچھ ادا کیا وہ دوسرے سے واپس
نہین لے سکتا ہے اور دونون مین سے جسکو مولے نے آزاد کیا وہ آزاد ہو جائیگا چنانچہ
مکاتب کی زندگی مین بھی یہی حکم تھا۔ اور دوسرے پر واجب ہوگا کہ تمام مال کتابت جو اُس
پر باقی ہی سعی کرکے ادا کرے اور قرضخواہ ہونکو اختیار ہوگا کہ اپنے قرضہ کیواسطے دونون مین سے
جسکو چاہین گرفتار کرین اور جو لڑکا جو کچھ ادا کرے وہ دوسرے بھائی سے کچھ واپس نہین
لے سکتا ہے یہ مبسوط مین ہی۔ ایک شخص نے دو غلام ایک ہی کتابت مین مکاتب کیے پھر ایک
غلام عاجز ہوا اور مولی نے خود ہی یا قاضی کے سامنے پیش کرکے اُسکو رقیق کرلیا حالانکہ قاضی
کو یہ بات نہین معلوم ہے کہ اسی کتابت مین دوسرا غلام بھی اسکے ساتھ مکاتب ہے تو یہ تردید یعنی رقیق
کرلینا صحیح نہین ہے اور اگر ایک مکاتب حالت عجز مین مرگیا تو عقد کتابت فسخ نہوگا۔ اور اگر یہ
غلام جو بسبب عاجز ہونے کے رقیق کیا گیا ہے کہین غائب ہوگیا اور دوسرا آیا اور اُس سے
مولے نے ایک قسط یا دو قسطون کے واسطے سعی کرائی اور وہ عاجز ہوا اور مولے نے چاہا کہ
اُسکو رقیق کردے یا قاضی کے حکم سے رقیق کراوے تو یہ نہین کرسکتا ہی۔ اور اگر دو شخصون نے
ایک غلام کو ایک ہی کتابت مین مکاتب کیا پھر ایک مولے غائب ہوگیا اور دوسرا مولے مکاتب
کو قاضی کے سامنے لایا کہ اُسکو رقیق کردے حالانکہ وہ عاجز ہوا تھا تو قاضی اُسکو رقیق نکریگا تاوقتیکہ
دونون مولے ایک ساتھ جمع نہون اور یہ حکم بخلاف اس صورت کے ہے کہ دو شخصون مین سے ہر ایک کا علیحدہ ایک
ایک غلام ہے اور دونون نے دونوکو ایک ہی کتابت مین مکاتب کیا پھر ایک غلام عاجز ہوگیا تو اُسکے مولے کو
فسخ کتابت کا اختیار ہی اگرچہ دوسرے مکاتب کا مولے غائب ہو یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ایک ہی شخص مولے ہو مگر
چند وارث چھوڑکر مرگیا اور بعض وارثون نے اُسکو بحکم قاضی رقیق کردیا تو صحیح ہی لیکن اگر بدون حکم قاضی کے
اُسکو رقیق کیا تو صحیح نہین ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر مکاتب ہی حالت کتابت کے پیدا ہوئے دو فرزند چھوڑکر مرگیا تو ایک
فرزند کی غیبت مین مولے کو دوسرے کے رقیق کردینے کا اختیار نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ اور
اگر مکاتب نے اپنے مولے یا غیر شخص سے کوئی غلام خریدا اور اُسمین عیب پایا تو اُسکو اختیار ہے

کہ اپنے بائع کو واپس کردے اور اگر مکاتب عاجز ہو گیا حالانکہ اُسنے کسی غیر شخص سے وہ غلام خریدا ہے اور مولے نے اس مین عیب پایا تو بسبب عیب کے مولے کو واپس کرنیکا اختیار رہی۔ اگر مکاتب نے کوئی غلام خرید کر اپنے مولے کے ہاتھ فروخت کیا پھر عاجز ہو گیا اور مولے نے اس مین کوئی عیب پایا تو اپنے غلام کو واپس نہین کرسکتا ہے اور نہ اپنے غلام کے بائع کو واپس دیسکتا ہو اسی طرح اگر بعد عاجز ہونیکے مکاتب مرگیا پھر مولے نے اُسمین عیب پایا تو بھی واپس نہین کرسکتا ہے یہ مبسوط مین ہی۔ اگر کوئی مکاتب ادائے کتابت کیواسطے کافی مال چھوڑ کر مرگیا پھر اسکو کسی شخص نے قذف[1] کیا تو اُسکے قاذف کو حد نہ ماری جائیگی۔ مکاتب نے اگر اپنے مولی کی بیٹی سے نکاح کیا پھر مولے مرگیا تو نکاح فاسد نہوگا پس اگر مکاتب اسکے بعد مرگیا اور ادائے کتابت کے لائق مال کافی چھوڑا تو نکاح باطل نہوگا اور اگر اسقدر نہ چھوڑا تو باطل[2] ہو جائیگا پس اگر ایسی صورت اُس لڑکی کے ساتھ دخول کرنے سے پہلے واقع ہوئی تو عدت واجب نہوگی اور نہ مہر واجب ہوگا اور اگر دخول کے بعد واقع ہوئی تو تین حیض کی عدت اور مہر واجب ہوگا اگرچہ اس لڑکی کے ساتھ دوسرا وارث موجود ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر مکاتب کا غلام مرگیا تو اُسپر جنازہ کی نماز پڑھانے کا مکاتب زیادہ حق دار ہے لیکن اگر مکاتب کیساتھ مکاتب کا مولے موجود ہو تو مکاتب کو چاہیے کہ اپنے مولی کو نماز کیواسطے امام کرے یہ مبسوط مین لکھا ہی۔

نوان باب متفرقات مین۔ مکاتب اپنے مولی کے قرضۂ کتابت کیواسطے قید نہوگا اور ماسولے قرضۂ کتابت کے دوسرے قرضہ کیواسطے مقید ہونے مین دو قول[3] ہین یہ سراجیہ مین ہی۔ تتمیہ مین لکھا کہ شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک غلام خریدا پھر اپنے بائع سے کہا کہ تو اسکو بیس دینار پر مکاتب کرچکا تھا اُسنے انکار کیا پس آیا یہ غلام مشتری کی طرف سے مکاتب ہو جائیگا یا نہین تو فرمایا کہ نہین یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک کافر غلام ایک مسلمان اور ایک ذمی کے درمیان مشترک تھا پھر ذمی نے اپنا حصہ اپنے شریک کی اجازت سے شراب کے معاوضہ پر مکاتب کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ کتابت جائز ہے اور امام ابو یوسف و امام محمد رح کے نزدیک جائز نہین ہی۔ اور نصرانی نے جو چیز اس سے لی ہو یعنی شراب اُسکی ضمان مسلمان کو نہ دیگا خواہ مسلمان کی اجازت سے اُسنے مکاتب کیا ہو یا بلا اجازت مکاتب کیا ہو اور اگر دونون نے اُسکو شراب پر ایک ہی کتابت مین مکاتب کیا تو دونون مین سے کسی کے حصہ کی کتابت صحیح نہین ہی۔ اور اگر غلام نے دونوں کو شراب ادا کردی تو آزاد ہو جاویگا کیونکہ شرط پائی گئی اور اسپر واجب ہوگا کہ ذمی کو اسکے حصہ کی نصف شراب اور مسلمان کو اپنی

---

[1] قولہ قذف یعنی زنا کی تہمت لگائی ۱۲ [2] قولہ باطل ہو جائیگا کیونکہ اب ظاہر ہوا کہ وہ اس لڑکی کا مملوک تھا نہ آزاد تو نکاح باطل ہو پس میراث وغیرہ جاری نہو گی ۱۲ [3] قولہ دو قول۔ ایک یہ کہ دلی قید کرا سکتا ہو دوم یہ کہ نہین ۱۲

ذات کی نصف قیمت ادا کرے۔ اور اگر دو ذمیون نے اپنے غلام کو شراب پر مکاتب کیا پھر ایک مسلمان ہو گیا تو دونون کو اسکے مسلمان ہونیکے روز کی شراب کی قیمت چاہیئے ہو گی پھر اگر ایکنے اپنا حصۂ قیمت وصول کیا تو حصۂ مقبوضہ دونون مین مشترک ہو گا جیسا کہ مسلمان ہونے سے پہلے دونون مین سے کسی کے اپنا حصۂ شراب وصول کرنیکی صورت مین حکم تھا یہ مبسوط مین ہی ایک شخص نے اپنا فقط نصف غلام مکاتب کیا تو فقط نصف غلام مکاتب ہو جائیگا پھر اگر غلام نے شہر سے باہر جانا چاہا تو اسکو منع نہین کرسکتا ہی اور اگر چاہا کہ ایک روز اُس سے خدمت لے اور ایک روز اُسکو خالی چھوڑ دے تو قیاساً اُسکو اختیار ہی اور استحساناً یہ حکم ہی کہ اُس سے کچھ تعرض نہین کرسکتا ہے یہانتک کہ وہ مال ادا کرے یا عاجز ہو جاوے یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے آدھی باندی مکاتب کر دی پھر اُس باندی نے قرضہ لیا تو تمام قرضہ کے واسطے سعی کریگی پھر اگر وہ ادائے کتابت سے عاجز ہو کر رقیق ہو گئی تو تمام قرضہ اسکی تمام گردن پر رکھا جائیگا یعنی فقط نصف باندی اس قرضہ کے استحقاق مین ماخوذ نہوگی بلکہ کل باندی ماخوذ ہو گی اور فروخت کیجاویگی اسیطرح اگر دو شخصون مین ایک باندی مشترک ہو اور ایک شریک نے دوسرے کی اجازت سے اُسکو مکاتب کیا پھر اُسنے قرضہ لیا پھر عاجز ہو گئی تو یہ قرضہ اُسکی پوری گردن پر ہو گا کہ اُسکی وجہ سے فروخت کی جاویگی یہ مبسوط مین ہی۔ نوادر ابراہیم مین امام محمدؒ سے روایت ہے کہ زید نے عمرو کا غلام بدون حکم عمرو کے ہزار درم پر مکاتب کیا پھر پانچسو درم اُمین سے کم کر دیے پھر مولے کو خبر پہونچی اور اُس نے اجازت دیدی تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اُس کی کتابت پانچسو درم پر ہو گی اور اگر زید نے اسکو یہ ہزار درم ہبہ[1] کیے ہون پھر مولی کو خبر پہونچی اور اُسنے اجازت دیدی ہو تو ہبہ باطل ہے اور ہزار درم پر کتابت صحیح رہیگی یہ محیط مین ہے۔ اگر زید نے اپنی باندی کو اس شرط سے مکاتب کیا کہ مجھے تین روز تک اختیار ہے پھر وہ باندی اس مدت خیار مین بچہ جنی اور مر گئی تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اسکا خیار و عقد کتابت باقی رہیگا اور اُسکو اجازت دینے کا اختیار ہو گا اور اگر اُسنے اجازت دیدی تو اُسکا بیٹا اپنی ماں کے اقساط کتابت ادا کرنے مین سعی کریگا اور جب سب ادا کر دے تو یہ حکم ہو گا کہ اس کی ماں اپنی زندگی کے آخر جزو مین آزاد ہو کر مری ہے اور اُسکا یہ بچہ آزاد ہو گیا ہے اور یہ حکم استحسان ہی کذا فی الکافی۔ اگر اپنے غلام کو اُسکی ذات و اُسکی نابالغ اولاد پر بعوض کتابت آزاد ہونے پر اس شرط سے مکاتب کیا کہ تین روز مجھے اختیار ہی پھر بعض اولاد مر گئی پھر مولے نے کتابت کی اجازت دیدی تو بدل مین سے کچھ کم نہوگا۔ اسیطرح اگر اپنے دو غلامون کو ایک

[1] تو یعنی مال کتابت کے ہزار درم ۱۲

ہی کتابت مین مکاتب کیا اس شرط سے کہ مجھے اختیار ہے پھر مدت خیار مین ایک غلام مرگیا پھر اُسنے عقد کتابت کی اجازت دی تو جائز ہے اور بدل کتابت مین سے کچھ کم نہوگا - اور اگر اپنی باندی کو باندی کی شرط خیار پر مکاتب کیا پھر اُسکے بچہ پیدا ہوا اور مولے نے اُسکے بچہ کو آزاد کردیا تو وہ باندی اپنے خیار پر باقی رہیگی اور اگر اُسنے اجازت دیدی تو عقد کتابت نافذ ہوگا ولیکن بدل کتابت مین سے کچھ کم نہوگا اور اگر اس صورت مین خیار مولے کا ہوا اور اُسنے باندی کو آزاد کردیا تو اُسکے ساتھ بچہ آزاد نہوگا بخلاف اسکے اگر خیار باندی کا ہوا اور مولے نے باندی کو آزاد کردیا تو اُسکے ساتھ اُسکا بچہ آزاد ہو جاویگا یہ محیط مین ہی - دو غلام ایک ہی کتابت مین مکاتب کیے گئے اُن دونون نے ایک باندی خریدی اُسکے بچہ پیدا ہوا اور دونون نے ایک ساتھ اُسکے نسب کا دعوے کیا پھر دونون ادائے کتابت کے لائق کافی مال چھوڑ کر ایک ساتھ مرگئے یا آگے پیچھے مرے اور دونون کا مال کتابت ادا کیا گیا تو وہ لڑکا دونون کا وارث ہوگا اور اگر دونون کا عقد کتابت متفرق ہو اور ایک[1] ساتھ مال کتابت ادا کیا گیا تو دونون مین سے کسی کا وارث نہ ہوگا - ایک مجہول النسب نے اپنا غلام مکاتب کیا اور مکاتب نے ایک باندی خرید کر اُسکو مکاتب کیا پھر مجہول النسب نے اپنی ذات پر اقرار کیا کہ مین اس باندی مکاتبہ کا مکاتب مملوک ہون اور اُس مکاتبہ نے اسکے قول کی تصدیق کی تو اسکا اقرار صحیح ہے اور یہ مجہول النسب مع اپنے مکاتب کے اُس مکاتبہ کی ملک ہوا اور اُن دونون کی کتابت باقی رہی اور ہر ایک کا آزاد ہونا اسپنے مولے کو مال کتابت ادا کرنے پر رہا پس اگر دونون نے ایک ساتھ ادا کیا یا دونون کا وقت ادا ایک ساتھ آیا اور بدلا واقع ہوا تو دونون آزاد ہو جاوینگے اور کسیکو دوسرے کی ولاء نہ ملیگی اور اگر کسی نے پہلے ادا کیا تو اسکو دوسرے کی ولاء ملیگی اور اُسپر دوسرے کی ولاء کا حق نہوگا اور اور اگر دونون ساتھ ہی عاجز ہو گئے تو وہ مکاتبہ باندی آزاد ہو کر دونون کی مالک ہوگی اور اگر کوئی پہلے عاجز ہوا تو دوسرا آزاد ہو کر دونون کا مالک ہوگا یہ کافی مین ہی - اگر ایک شخص اپنے مکاتب سے مال کتابت بغیر وصول کیے چھوڑ کر مرگیا اور اسکے وارثون مین مرد و عورت موجود ہین پھر اُسکا مکاتب ادائے کتابت کے لائق مال کافی چھوڑ کر مرگیا تو اس مال سے پہلے اسکی کتابت ادا کی جاویگی اور یہ مال اُسکے تمام وارثون کے درمیان تقسیم ہوگا پھر جو مال بعد ادائے کتابت کے باقی رہا وہ مولے کے فقط مذکر وارثون مین تقسیم ہوگا بشرطیکہ سوائے وارثان مولے کے مکاتب کا کوئی وارث موجود نہو - اسیطرح اگر مکاتب پہلے نہین مرا بلکہ ان وارثان مولے کو مال کتابت ادا کر کے مرا یا اُنھون نے مکاتب کو کتابت کا مال ہبہ کردیا یا اُسکو آزاد کردیا پھر مکاتب مرگیا تو ایسی

---

[1] قولہ ایک ساتھ - ورنہ جسکی کتابت پہلے ادا ہو اُسیکا بیٹا اور وارث ہو جائیگا ۱۲ م

صورت مین بھی اسکی میراث وارثان مولی مین سے فقط مذکرونکو ملیگی یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ زید کے مکاتب کی باندی کے بچہ ہوا اور یہ باندی مکاتب کی ملک مین حاملہ ہوئی ہی اور زید نے اسکے بچہ کے نسب کا دعوی کیا اور مکاتب نے اسکی تصدیق کی تو نسب ثابت ہوگا چنانچہ کسی اجنبی کی باندی کے بچہ کا اسطرح دعوے کرنے اور اجنبی کی تصدیق کرنے مین یہی حکم تھا اور مولے پر باندی کا عقر اور بچہ کی قیمت واجب ہوگی پس وہ بچہ بقیمت آزاد اور مولے سے ثابت النسب ہوگا مگر اسکی ماں مولے کی ام ولد نہو جاویگی اور اگر مکاتب نے مولے کی تکذیب کی تو نسب ثابت نہوگا اور اگر مولے کبھی اسکا مالک ہوگیا تو نسب ثابت ہو جائیگا کیونکہ موجب موجود اور مانع یعنی حق مکاتب معدوم ہوگیا اور مولے کو اُس سے نکاح کرنا جائز نہین ہی۔ قال المترجم۔ وہنا اوراج عبارۃ فی النسخۃ قال وقد ادرجنا ہا کما وجدنا ہی۔ (اور اگر مکاتب نے اپنے مولے کی جورو کو خرید کیا تو اسکا نکاح باقی رہا) اقول ہذا یقتضے تاویلا ولکن لم تخالف الاصل فی الابتداء بمثل ذلک فکذلک فی الانتہاء لا احبہ فافہم۔ اور اگر مکاتب کے مالک ہونے سے چھ مہینے سے کم مین بچہ پیدا ہوا پس اگر مکاتب نے دعوے مولی کی تصدیق کی تو نسب ثابت ہوگا مگر بچہ آزاد نہوگا اور نہ عقر واجب ہوگا۔ ایسے ہی اگر مکاتب نے کوئی غلام خریدا اور موے نے اسکے نسب کا دعوی کیا اور مکاتب نے اُس کی تصدیق کی تو نسب ثابت مگر آزاد نہوگا۔ مکاتب کی مکاتبہ باندی کے بچہ پیدا ہوا اور اُسکے مولی نے اُس باندی کے حمل کا بعد مکاتبہ ہونیکے دعوی کیا پس اگر اُس مکاتبہ نے موے کی تصدیق کی تو بچہ کا نسب مولی سے ثابت ہوگا اور اس امر پر محمول کیا جائیگا کہ بحکم نکاح فاسد اُس سے بچہ پیدا ہوا ہے اور قبل مکاتبہ کے عاجز ہونیکے بچہ آزاد نہوگا اور بعد عاجز ہونیکے جو قیمت عاجز ہونے کے روز تھی اُس قیمت پر آزاد ہوگا خواہ مکاتب موے کے دعوے کی تصدیق کرے یا تکذیب کرے۔ اور اگر مکاتبہ وقت کتابت سے چھ مہینے سے کم مین بچہ جنی اور مکاتب کے موے نے دعوے کیا اور مکاتب نے تصدیق کی تو روز پیدایش کی قیمت پر آزاد ہوگا اور اُس کا عقر مکاتب کو ملے گا اور اگر مکاتبہ نے موے کی تکذیب کی تو نسب ثابت نہوگا اگرچہ مکاتب تصدیق کرے ولیکن اگر بچہ نے بعد بلوغ کے موے کی تصدیق کی یا باوجود تصدیق مکاتب کے وہ باندی مکاتبہ ادائے کتابت سے عاجز ہوگئی تو نسب ثابت ہوگا۔ ایک مکاتب نے اپنی باندی کو مکاتب کیا اور خود مال ادا کرکے آزاد ہوگیا پھر اُسکی مکاتبہ وقت کتابت سے چھ مہینہ سے کم مین بچہ جنی اور مولی نے اُسکا دعوی کیا اور مکاتب نے تصدیق کی تو نسب ثابت ہوگا اور روز ولادت کی قیمت پر بچہ آزاد ہوگا اور اگر چھ مہینے سے زیادہ مین جنی تو بچہ آزاد نہوگا کیونکہ غرور نہین پایا جاتا ہے ولیکن اگر وہ مکاتبہ عاجز ہو جاوے تو اس صورت مین بقیمت

دھوکا ۱۲

وہ بچہ آزاد ہوگا - اور اگر وقت کتابت سے چھ مہینے سے زیادہ مین مکاتبہ بچہ جنی اور چھ مہینے سے کم مین مکاتب آزاد ہوا تو اُسکا حکم وہی ہے جو مکاتب کے آزاد ہونے سے پہلے بچہ پیدا ہونے کا حکم تھا اور اگر مکاتب کے آزاد ہونے سے چھ مہینے یا زیادہ مین بچہ پیدا ہوا اور مولے نے زعم کیا کہ بعد آزادی کے وطی واقع ہونے سے بچہ پیدا ہوا ہے تو اُسکا نسب ثابت نہوگا اگرچہ مکاتب اُسکے قول کی تصدیق کرے اور مولی اُسکا زانی قرار دیا جائیگا کیونکہ حق الملک موجود نہین ہی اور نہ تاویل ہوسکتی ہے پس مثل اجنبی کے ہوگیا اور اگر مولی نے اقرار کیا کہ مین نے اس مکاتبہ سے بعد آزادی مکاتب کے نکاح کیا ہے پس اگر مکاتبہ نے اسکی تصدیق کی تو نسب ثابت ہوگا اور بچہ آزاد نہوگا کیونکہ نکاح مین شبہہ ہی - اور وہ بچہ اپنی مان کی تبعیت مین مکاتب ہوگا پھر اگر اسکی مان عاجز ہوگئی تو دونون رقیق قرار دیے جاوینگے - اور اگر مکاتبہ نے مولی کی تکذیب کی تو نسب ثابت نہوگا لیکن اگر وہ مکاتبہ عاجز ہوئی حالانکہ مکاتب تصدیق کرتا ہے تو نسب ثابت ہوگا مگر بچہ آزاد نہوگا - اور اگر مولی نے زعم کیا کہ مکاتب کے آزاد ہونے سے پہلے باندی سے وطی واقع ہونے سے بچہ پیدا ہوا ہے پس اگر دونون نے اسکی تصدیق کی تو بچہ کا نسب ثابت ہوگا اور بچہ آزاد نہوگا اور اگر مکاتبہ عاجز ہوگئی تو مولے اس بچہ کو بقیمت آزاد کرکے لیگا اور اگر اُس مکاتبہ نے مال ادا کیا تو خود مع بچہ کے آزاد ہو جاوے گی اسیطرح اگر مکاتبہ نے تصدیق اور مکاتب آزاد نے تکذیب کی تو نسب ثابت اور بچہ رقیق ہوگا اگرچہ وہ مکاتبہ عاجز ہو جاوے - اگر مکاتب آزاد نے مولی کی تصدیق کی کہ مکاتبہ کے ساتھ اسکی وطی میرے آزاد ہونے سے پہلے واقع ہوئی ہی مگر مکاتبہ نے تکذیب کی تو نسب ثابت نہوگا مگر مکاتبہ کے عاجز ہو جانے کے بعد ثابت ہو جائیگا اور اُسکے عاجز ہونیکے دن کی قیمت پر آزاد ہوگا اور وہ مکاتب کی باندی ہو جاویگی - مکاتب کی مکاتبہ ایک باندی کی مالک ہوئی اور اُس باندی سے بچہ ہوا اور مکاتب کے مولے نے اسکے نسب کا دعوی کیا اور مکاتبہ نے تصدیق کی تو نسب ثابت ہوگا اور بچہ آزاد نہوگا پھر اگر مکاتبہ عاجز ہوگئی درصورتیکہ اس مکاتبہ کی باندی وقت ملک سے چھ مہینے مین بچہ جنی ہی تو وہ بچہ عاجز ہونیکے روز کی قیمت پر آزاد ہوگا اور اگر چھ مہینے سے کم مین جنی ہے تو آزاد نہوگا - اور اگر مکاتب اپنی مکاتبہ کے عاجز ہونے سے پہلے آزاد ہوگیا یا وفا ر کتابت کے لائق کافی مال چھوڑ کر مرگیا اور کتابت ادا کردی گئی پھر اسکی مکاتبہ عاجز ہوئی تو اس صورت مین وہی حکم ہے جو ہمنے درصورت عدم آزادی مکاتب کے ذکر کیا ہے - اور اگر وہ باندی مکاتبہ کی ملک مین آنے سے چھ مہینے سے زیادہ مین جنی تو بچہ آزاد ہوگا ورنہ آزاد نہوگا - اور اگر مکاتبہ سے پہلے مکاتب عاجز ہوگیا یا حالت عجز مین مرگیا

یعنی ادا سے کتابت کے لائق مال نچھوڑا تو مولے کا دعوی نسب مثل اپنی باندی کے بچہ کے دعوے نسب کے ہے اور اسکا حکم گذر چکا ہی کذا فی الکافی ایک مکاتب و ایک آزاد کے درمیان ایک باندی مشترک تھی اُسکے بچہ ہوا اور مکاتب نے نسب کا دعوی کیا تو وہ بچہ اسکا فرزند اور باندی اسکی ام ولد قرار دیجائیگی اور وہ اسکا نصف عقر مولے کو اور نصف قیمت آزاد کو ضمان دیگا۔ اور یہ قیمت اس روز کی قیمت کے حساب سے دیگا جسدن وہ باندی مشترک مکاتب سے حاملہ ہوئی ہی۔ اور بچہ کی قیمت کچھ نہین دیگا پھر اگر بعد ضمان دینے کے وہ مکاتب عاجز ہو گیا تو یہ باندی اور اسکا بچہ دونوں مولے کے مملوک ہو جاوینگے اور اگر آزاد سے کچھ خصومت نہ واقع ہوئی اور نہ ضمان دی یہانتک کہ مکاتب عاجز ہو گیا تو آدھی باندی اور آدھا بچہ اُسکے آزاد شریک کا ہوگا مگر اُسپر آدھا عقر واجب ہوگا۔ اور اگر آزاد و مکاتب کے درمیان مکاتبہ باندی ہوا اور مکاتب نے اُس کے بچہ کے نسب کا دعوی کیا تو جائز ہے اور وہ مکاتبہ مختار ہوگی کہ چاہے عقد کتابت پورا کردے اور مکاتب سے اپنے ساتھ وطی کرنے کا عقر لے یا اپنے تئین عاجز کرے اور مکاتب اپنے شریک آزاد کو اسکی نصف قیمت و نصف عقر دیگا۔ اور اگر دونوں نے اُسکے نسب کا دعوے کیا تو اُس آزاد کا دعوے صحیح رکھا جائیگا۔ پھر اگر باندی مکاتبہ نے اختیار کیا کہ عقد کتابت پورا کرے پھر وہ آزاد مر گیا تو اُسکے ذمہ سے آدھا بدل کتابت یعنی آزاد کا حصہ ساقط ہوگا اور باقی نصف یعنی حصہ مکاتب اور نصف قیمت مین سے جو کم ہو اسکو سعی کرکے ادا کریگی اور یہ امام محمدؒ کا قول ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک آدھی قیمت کیواسطے سعی کریگی۔ اور اگر اُسنے عاجز ہونا اختیار کیا پس اگر معتق تنگدست ہو تو اپنی نصف قیمت کیواسطے سعی کرے اور اگر خوش حال ہو تو اسکی نصف قیمت مکاتب کو ضمان آزاد کرنیوالا دیگا پھر جسقدر اُسنے ضمان دیا وہ اس باندی سے واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر مکاتب نے اُس سے پہلے وطی کی اور اس سے بچہ پیدا ہوا پھر آزاد نے اُس سے وطی کی اور اُس سے بچہ پیدا ہوا پھر دونوں نے ایک ساتھ دونوں بچون کا دعوی کیا اور سوا اُن دونوں کے قول کے اور کچھ معلوم نہین ہوتا ہے تو ہر ایک کو اسکا بچہ بلا قیمت دیا جاوے اور ہر ایک شخص اس مکاتبہ کو اُسکا عقر ادا کرے اور اُسکو اختیار ہے چاہے عاجز ہو جاوے یا کتابت پوری کرے پھر اگر اُسنے عاجز ہونا اختیار کیا تو خاصۃً آزاد کی ام ولد قرار دیجاویگی اور وہ آزاد مکاتب کو اسکی نصف قیمت ادا کرے اور مکاتب کا بچہ مکاتب سے ثابت النسب ہوگا مگر مکاتب پر واجب ہوگا کہ آزاد کو اس بچہ کی نصف قیمت دیوے اور اگر وہ مکاتبہ عاجز ہوئی اور اسکے ساتھ مکاتب بھی عاجز ہوا تو مکاتب والا بچہ مکاتب کے مولی اور اُس آزاد کے درمیان مشترک رقیق ہوگا۔ اور اگر مکاتب نے آزاد کی وطی کے بعد وطی کی تو وہ باندی مکاتبہ آزاد کی ام ولد ہوگی

اور مکاتب والا بچہ بمنزلہ اپنی ماں کے ہوگا کہ اسکا نسب مکاتب سے ثابت نہوگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ میرے نزدیک استحساناً یہ حکم ہے کہ اسکا نسب مکاتب سے ثابت اور وہ آزاد کے نزدیک بمنزلہ[1] اپنی ماں کے ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر مکاتب نے اپنے بیٹے کی باندی سے وطی کی اور اسکا بیٹا آزاد ہی یا علیحدہ کتابت سے مکاتب ہے تو بدون بیٹے کی تصدیق کے مکاتب کا نسب اسکی باندی کے بچہ سے ثابت نہوگا۔ پھر اگر مکاتب آزاد ہو کر کبھی[2] ایک روز بھی اُس باندی و بچہ کا مالک ہوا تو یہ لڑکا اُس سے ثابت النسب ہو جائیگا اور باندی اُسکی ام ولد ہو جاویگی۔ اور اگر حالت کتابت مین مکاتب کے کوئی بیٹا ہوا یا مکاتب نے اُسکو خرید کیا پھر اس بیٹے کی باندی کے بچہ ہوا اور مکاتب نے اسکے نسب کا دعوی کیا تو دعوی صحیح ہے اور وہ باندی مکاتب کی ام ولد ہوگی اور مکاتب اُسکے مہر و قیمت کا ضامن نہوگا یہ محیط کے باب ثبوت النسب مین ہی۔ اور جو حمل پیٹ مین ہی اُسکا مکاتب کرنا صحیح و جائز نہین ہی اگرچہ ماں اسکی طرف سے قبول کرے اسیطرح اگر کوئی آزاد متولی ہو کہ اُسکی طرف سے عقد کتابت قبول کرے و ضامن ہو تو بھی جائز نہین ہے ولیکن اگر مولی نے یون کہا کہ اے آزاد اگر تو مجھے ہزار درم ادا کردے تو یہ جو پیٹ مین ہے آزاد ہے اُسنے ادا کردیا تو وہ آزاد ہو جاویگا بشرطیکہ چھ مہینے سے کم مین وضع حمل ہو تاکہ وقت تعلیق کے اسکے پیٹ مین ہونیکا یقین ہو پھر صاحب مال اپنا مال پھیر لیگا اگر مکاتب نے کچھ ہبہ یا صدقہ کیا تو باطل ہے پھر اگر ادا کرکے آزاد ہوگیا تو ہبہ و صدقہ جسکو دیا تھا اُس سے واپس کیا جائیگا اور اگر موہوب لہ یا متصدق علیہ نے تلف کردیا تو وہ اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا کیونکہ اُسنے ایسا مال تلف کیا جسمین اُسکا کچھ حق نتھا پس حالت کتابت مین مکاتب اُس سے وصول کرسکتا ہے اور بعد آزادی کے بھی مکاتب وصول کریگا اور اگر عاجز ہوگیا تو مولی بطریق اولے اُس سے وصول کرے کیونکہ مکاتب کی کمائی خالص مولے کی ہوگی یہ مبسوط مین ہی۔ امام محمد رح نے زیادات مین ذکر فرمایا ہی کہ دو مکاتبون مین ایک باندی مشترک کے بچہ ہوا اور دونون نے اُسکے نسب کا دعوے کیا تو دونون سے اُسکا نسب ثابت ہوگا اور بچہ دونون کے ساتھ مکاتب ہوگا۔ اور انکی کتابت مین داخل ہوگا اور باندی بمنزلہ ام ولد کے ہوگی کہ اسکی بیع مثل آزاد کی ام ولد کے ممتنع ہوگی پھر اگر ایکنے اپنا بدل کتابت ادا کردیا تو شرط پائی جانے سے وہ آزاد ہو جائیگا اور اسکے ساتھ اسکی تبعیت مین اسکا حصہ فرزند بھی آزاد ہوگا اور باقی دوسرے کا حصہ فرزند اسکے ساتھ مکاتب باقی رہیگا یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور فرزند کی بابت ضمان نہوگی مگر امام ابو یوسف و امام محمد کے

---

[1] قولہ بمنزلہ یعنے اس کی ماں ام ولد ہے تو جب وہ آزاد ہوگی تو بچہ بھی آزاد ہوگا اور اس کو ایک حق آزادی حاصل ہو چکا ہے ۱۲ [2] کبھی ایک روز کسی زمانے مین عمر بھر مین ایک ساعت ہی مالک ہوا ۱۲ - منہ

قیاس کے موافق اگر ایک مکاتب نے اپنا بدل ادا کر دیا تو اُسکے ساتھ اسکا حصہ فرزند اور باقی حصہ فرزند بھی آزاد ہو جاویگا اور بچہ کی بابت ضمان نہ آویگی اور نہ بچہ پر سعایت واجب ہو گی اور کل باندی اُس آزاد شدہ کی ام ولد ہو جائیگی اور اسپر واجب ہو گا کہ دوسرے مکاتب کو اسکے حصہ کی قیمت ادا کرے خواہ خوشحال ہو یا تنگدست ہو۔ اور اگر ایسا ہو کہ ایک مکاتب کے بدل کتابت ادا کرنے کے بعد دوسرا عاجز ہو جاوے تو امام اعظمؒ کے نزدیک آزاد شدہ کا حصہ فرزند اسکی تبعیت مین آزاد ہو گا اور تمام باندی آزاد شدہ کی ام ولد ہو گی اور آزاد شدہ پر واجب ہو گا کہ عاجز شدہ کے مولے کو باندی کی نصف قیمت ادا کرے خواہ تنگدست ہو یا خوشحال ہو اور اسپر بچہ کی بابت کچھ ضمان لازم نہ آویگی ولیکن وہ بچہ عاجز شدہ کے مولے کو نصف قیمت سعی کرکے ادا کریگا۔ اور اگر ایسا ہوا کہ ایک مکاتب کے بدل کتابت ادا کرنے کے بعد دوسرے مکاتب نے بھی اپنا بدل ادا کر دیا اور آزاد ہو گیا تو یہ صورت امام محمدؒ نے ذکر نہین فرمائی اور امام اعظمؒ کے قول کے موافق یہ حکم ہے کہ وہ بچہ دونون مکاتبون کی تبعیت مین آزاد ہو گا اور صاحبین کے قول کے موافق ایک کے ادا کرنیکے وقت تمام بچہ اسکے ساتھ آزاد ہو جائیگا بسبب اسکے کہ اعتاق متجزی نہین ہوتا ہے اور ضمان یا سعایت لازم نہ آویگی اور تمام باندی اُسکی ام ولد ہو جاویگی اور پھر دوسرے کے ادا کرنیکے بعد یہ حکم متغیر نہو گا۔ اور اگر دونون نے کچھ ادا نہ کیا یہانتک کہ ایک عاجز ہو گیا تو صاحبین کے نزدیک جو مکاتب عاجز نہین ہوا ہے اُسکے ساتھ وہ بچہ مکاتب رہیگا اور وہ دونون کا فرزند رہیگا جیسا کہ سابق مین تھا اور جو مکاتب عاجز نہین ہوا ہے وہ عاجز شدہ کے مولے کو بچہ کی نصف قیمت دیگا خواہ تنگدست ہو یا خوشحال ہو اور اس صورت مین امام محمدؒ نے اسکی مان یعنی باندی کا کچھ حکم ذکر نہین فرمایا اور صاحبین کے قول کے موافق چاہیے کہ جو عاجز نہین ہوا ہے اسکی ام ولد ہو جاوے اور امام اعظمؒ کے قول پر چاہیے کہ جو عاجز نہین ہوا ہے اُسکے ساتھ آدھا بچہ مکاتب رہے اور آدھا مکاتب عاجز شدہ کے مولے کا رقیق مملوک ہو جاوے اب رہا حکم باندی کا سو ہمارے بعض مشائخؒ نے فرمایا کہ امام اعظمؒ کے قول پر جو عاجز نہین ہوا ہے پوری باندی اسکی ام ولد ہو جاویگی اور علی رازی وکرخی نے ذکر فرمایا کہ امام اعظمؒ کے قول پر واجب ہے کہ آدھی باندی مکاتب غیر عاجز کی ام ولد اور آدھی مکاتب عاجز شدہ کے مولی کی مملوکہ رقیقہ ہو جاوے۔ اور اگر دونو نمین سے نہ کسی نے ادا کیا اور نہ عاجز ہوا لیکن ایک مکاتب ادائے کتابت سے زائد وافی مال چھوڑ کر مر گیا تو اُسکا مولے اُسکے ترکہ مین سے اپنا بدل کتابت وصول کریگا اور قاضی یہ حکم دیگا کہ یہ مکاتب اپنی زندگی کے آخر جزو مین آزاد ہو کر مرا ہے پھر امام اعظمؒ کے نزدیک آدھا فرزند اپنے باپکی تبعیت مین آزاد ہو گا اور باقی آدھا دوسرے باپ کی تبعیت مین مکاتب رہیگا۔ پھر اگر دوسرے

نے مال ادا کر دیا تو پورا فرزند آزاد ہو جاویگا اور[1] پہلے باپ کا وارث نہوگا یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی۔ اور اگر دوسرے نے ادا نہ کیا بلکہ عاجز ہو گیا تو یہ فرزند اپنی نصف قیمت سعایت کر کے عاجز شدہ کے مولے کو دیگا اور بعد دینے کے اُسکی آزادی کا حکم دیا جائیگا۔ اب رہی باندی سو اسکی نسبت یہ حکم ہے کہ نصف باندی اُس مکاتب کی جسنے اداے کتابت کے لائق مال وافی مع زائد چھوڑا ہے ام ولد ہو جاویگی یعنی اُسکی حالت حیات و حریت مین اسکی ام ولد ہو گی یعنی آخر جزو اجزاء حیات مین ایسا ہوگا پس اسکے آزاد مرنے سے نصف باندی ام ولد بھی آزاد ہو جاویگی چنانچہ ام ولد مرد آزاد مین یہی حکم ہی۔ رہا دوسرے مکاتب کا حصہ سو اسکا حصہ کنیز رقیق نہ رکھا جائیگا بلکہ وہ باندی مکاتب زندہ کو اپنی نصف قیمت سعی کر کے ادا کر دے پھر تمام باندی آزاد ہونیکا حکم ہوگا اور یہ سب قیاس قول امام اعظم رح ہی۔ اور بر قیاس قول امام ابو یوسف و امام محمد رح یہ حکم ہے کہ جب ہم نے یہ حکم دیا کہ مکاتب میت اپنی حیات کے آخر جزو مین آزاد ہو کر مرا ہی۔ تو ہم یہ حکم دینگے کہ پورا فرزند آزاد ہو گیا مگر ہان جب دوسرا مکاتب ادا نہ کر سکے اور عاجز ہو جاوے تب البتہ یہ بچہ اپنی نصف قیمت سعایت کر کے عاجز شدہ کے مولے کو ادا کریگا اور یہ فرزند مکاتب میت کے مال سے کچھ میراث نہ پائیگا یہ محیط مین ہی۔ زید و عمرو کے درمیان ایک باندی مشترک ہے اسکو زید نے تجارت کی اجازت دی اور اُسنے کچھ قرض لیا پھر عمرو نے اپنا حصہ باجازت زید مکاتب کر دیا اور قرضخواہون نے اس کتابت کی اجازت سے انکار کیا تو قرضخواہون کو ایسا اختیار ہے اور اگر راضی ہو جاوین تو عقد کتابت جائز ہے اور اگر قرضخواہ حاضر نہوئے یہانتک کہ عمرو نے مال کتابت وصول کر لیا تو اسکا حصہ بسبب وجود شرط کے آزاد ہو جاویگا اور قرضخواہ لوگ عمرو سے آدھا اس مال کا جو اُسنے وصول کیا ہے لے لینگے کیونکہ عمرو نے باندی کی کمائی سے لیا ہے اور اُس مین سے نصف کمائی زید کی ہے اور وہ اُنکے قرضہ مین پھنسی ہوئی ہی پھر عمرو یہ مال جو اُسنے قرضخواہون کو دیدیا ہے اُس مکاتبہ سے واپس لیگا۔ ایک باندی جسکو تجارت کی اجازت ہے اُسپر قرضہ ہے اور اُسکے بچہ پیدا ہوا اور مولے نے اُس فرزند کو مکاتب کر دیا تو قرضخواہون کو عقد کتابت رد کر دینے کا اختیار ہے بشرطیکہ باندی اداے قرض کے لائق مال نہ رکھتی ہو اور اگر باندی کی اتنی مالیت ہو کہ اُس سے قرضہ ادا ہو سکتا ہے تو کتابت جائز ہو گی۔ اور اگر مولے نے اس فرزند کو آزاد کر دیا تو قرضخواہ مولے سے اُسکی قیمت کی ضمان لے سکتے ہین بشرطیکہ فقط باندی کی قیمت اداے قرض کیواسطے کافی نہو پھر اگر مولے تنگدست ہو وے تو قرضخواہ لوگ اُس فرزند سے اُسکی قیمت اور مابقی[2] قرض مین سے جو کم ہو اُس قدر کیواسطے سعی کرا سکتے ہین۔ اگر ایک شخص نے

[1] یعنی پہلے آزاد شدہ کا وارث نہ ہوگا کیونکہ وہ ابھی تک رقیق کا داغ رکھتا تھا اور رقیت سے میراث نہین ملتی ہے ۱۲ [2] یعنے [illegible]

باندی کو مکاتب کیا اور اسپر قرضہ ہے اور اسکے بچہ پیدا ہوا اور وہ بڑا ہوا اور اُسنے خرید و فروخت کی اور اسکے ذمہ قرضہ ہوگیا پھر پہلے قرضخواہون نے آکر کتابت رد کردی تو کتابت رد ہوجائیگی کیونکہ انکا حق باندی کی مالیت مین ثابت ہے اور باندی اپنے قرضہ مین فروخت کیجاویگی اور فرزند خاصۃً اپنے قرضخواہون کے قرضہ مین فروخت ہوگا اپنی ماں کے قرضہ مین فروخت نہوگا اسیطرح اگر اُسنے باندی کو مکاتب نہ کیا بلکہ فرزند کو تجارت کی اجازت دی تو بھی یہی حکم ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر ایک شخص نے اپنے دو غلام نابالغ کو ایک ہی کتابت مین مکاتب کیا اور وہ دونون اُسکو[۱] سمجھتے ہین تو دونون اس باب مین بمنزلہ بالغون کے قرار پاوینگے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر زید نے اپنے دو غلامونکو ایک ہی کتابت مین ہزار درم پر مکاتب کیا اور ہر ایک دوسرے کا کفیل ہے باین شرط کہ اگر دونون نے ادا کردیا تو دونون آزاد اور اگر دونون عاجز ہوئے تو دونون رقیق کیے جاوینگے تو یہ عقد استحساناً جائز ہے پھر اگر ایک نے پورے ہزار درم دیدیے تو دونون آزاد ہوجاوینگے پھر جسنے ادا کیا ہے وہ دوسرے سے بقدر دوسرے کے حصہ کے اُس سے واپس لیگا حتے کہ اگر دونون کی قیمت مساوی ہو تو نصف مال دوسرے سے واپس لیگا اسیطرح اگر ایک نے کچھ مال ادا کیا تو دوسرے سے اسکا نصف لے سکتا ہے خواہ یہ قلیل ہو یا کثیر ہو اور مولی کو اختیار ہے کہ تمام مال کیواسطے دونون مین سے جسکو چاہے گرفتار کرے اور اگر ایک مرگیا تو دوسرے زندہ کے ذمہ سے کچھ مال ساقط نہ ہوگا اور اگر اُسنے تنہا ادا کردیا تو دونونکی آزادی کا حکم دیا جائیگا۔ اور اگر مولے نے ایک کو آزاد کردیا تو اُسکا حصہ ساقط ہوجاویگا۔ اور اگر دو باندیونکو مکاتب کیا اور ایک کے بچہ پیدا ہوا اور اُس بچہ کو مولے نے آزاد کردیا تو دونون باندیون کے ذمہ سے کچھ مال ساقط نہوگا اور اس مسئلہ کی تین صورتین ہین ایک تو یہی ہے جو ہمنے بیان کردی ہے اور دوسری یہ ہے کہ دونون کو ہزار درم پر ایک ہی کتابت مین مکاتب کیا اور اِس سے زیادہ کوئی شرط نہین ٹھہرائی پس اِس صورت مین اگر ایک نے اپنا حصۂ مال ادا کیا تو آزاد ہوجاویگی اور تیسری یہ صورت ہے کہ مولے نے باوجود کتابت کے یہ بھی کہا کہ اگر دونون ادا کرین تو دونون آزاد اور اگر دونون عاجز ہون تو دونون رقیق کردیجاوینگی مگر یہ ذکر نہ کیا کہ ہر ایک دوسرے کی کفیل ہے پس اس صورت مین جبتک کل مال مولے کو نہ پہونچ جاوے تب تک کوئی آزاد نہوگی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر مولے نے اقرار کیا کہ مین نے مکاتب سے تمام بدل کتابت بھر پایا ہے تو مکاتب اور اسکی اولاد آزاد ہوجاویگی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ایک شخص نے اپنے غلام اور اُسکی[۲] جورو کو ایک ہی کتابت مین مکاتب کردیا

[۱] اسکو یعنی کتابت کے معنی ۱۲ [۲] یہ ایسی صورت مین ہے کہ غلام کی جورو مولی کی باندی ہو ۱۲

اور دونون مین سے ہر ایک دوسرے کا کفیل ہے پھر اسکے بچہ پیدا ہوا اور وہ قتل کیا گیا تو اُسکی قیمت
ماں کو ملیگی نہ باپ کو اور اگر مولے نے اسکو قتل کیا تو اسپر قیمت واجب ہوگی اور مال کتابت مین معاوضہ
ہو جادیگی بشرطیکہ ادا ے کتابت کا وقت آگیا ہو یا نہ آیا ہو لیکن وہ باندی راضی[1] ہو گئی ہو پھر وہ
باندی اپنے خاوند مکاتب سے وقت ادا ے کتابت بقدر اسکے حصہ کے واپس لیگی اور اگر فرزند
کی قیمت مین مال کتابت سے زیادتی ہو تو یہ زیادتی اور جو کچھ فرزند نے ذاتی مال چھوڑا ہو سب
اُسکی ماں کو ملیگا باپ کو نہ ملیگا اسیطرح اگر باندی کے لڑکی پیدا ہوئی اور بالغ ہو کر ایک لڑکی
جنی اور یہ لڑکی قتل کی گئی تو اُسکی قیمت اسکی نانی کو ملیگی اسکی کتابت مین داخل ہوگی اور اگر
نانی مرگئی اور دونون بیٹی و نواسی اور شوہر باقی رہا تو بیٹی و نواسی پر وہی سعایت جو نانی پر
واجب تھی واجب ہوگی اور اگر بیٹی یا نواسی نے ادا کیا تو دوسری سے کچھ واپس نہین لے سکتی ہے
ولیکن نانی کے شوہر سے بقدر اسکے حصہ کے واپس لیگی جیسے اُسکی نانی اپنی زندگی مین درصورت
ادا ے بدل کتابت کے واپس لے سکتی تھی پھر یہ حصہ اسی کو ملیگا جسنے ادا کیا ہے دوسری کو نہ ملیگا یہ
مبسوط مین ہے۔ اور اگر مولے نے مکاتب کو آزاد کردیا تو آزاد ہوگا اور مال کتابت اسکے سر سے ساقط
ہوگا اسیطرح اگر اسکو مال کتابت سے بری کیا یا ہبہ کردیا تو آزاد ہو جائیگا خواہ اُسنے قبول کیا ہو یا
نہ کیا ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ پھر اگر مکاتب نے کہا کہ مین نہین قبول کرتا ہون تو مال کتابت
عود کریگا مگر مکاتب آزاد رہیگا اسواسطے کہ قرضہ کا ہبہ رد کرنے سے رد ہو جاتا ہے مگر عتق جب ثابت
ہو جاوے تو فسخ کا احتمال نہین رکھتا ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر غلام کو ہزار درم پر
دو برس بعد کسی وقت خاص پر ادا کرنے کی شرط پر مکاتب کیا اور مکاتب نے قبل وقت کے ادا کرنا
چاہا تو مولے پر جبر کیا جاوے گا کہ اسکو قبول کرے۔ اور اگر اس شرط سے مکاتب کیا کہ میری خدمت
کرے اور کچھ مدت مقرر نہ کی تو جائز نہین ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور اگر ایک مہینہ خدمت
کرنے پر مکاتب کیا تو استحساناً جائز ہے اور قیاساً جائز نہین ہے اسیطرح اگر اس طور سے مکاتب
کیا کہ میرے واسطے ایک کنواں کھودے اور کنوئین کا طول و عرض و مقام بتلا دیا یا میرے
واسطے ایک مکان تیار کردے اور اسکی اینٹین اور گچ اور جو چیزین اسکی عمارت مین چاہیئے
ہین دکھلا دے تو اسکا حکم بھی وہی ہے جو ہمنے خدمت کی صورت مین بیان کیا اور اگر اس شرط سے
مکاتب کیا کہ ایک شخص کی ایک مہینہ تک خدمت کردے تو قیاساً جائز ہے یہ مبسوط مین ہے۔ امام
اعظم رح کے نزدیک کتابت متجزی[2] ہوتی ہے پس اگر نصف غلام مکاتب کیا تو جائز ہے اُس کی آدھی
کمائی مولے کی اور آدھی خود اسکی ہوگی یہ سراجیہ مین ہے۔ اور اگر آدھی باندی مکاتب کی اور

[1] راضی ہو گئی کہ وقت پر بدلا ہو جاوے ۱۲ [2] متجزی یعنی ٹکڑے ہو سکتے ہین ۱۲

اُس کے بچہ پیدا ہو کر کمائی کے لائق ہوا تو وہ بمنزلہ اپنی ماں کے ہوگا کہ اسکی آدھی کمائی مولے کی اور آدھی کمائی اسکی ماں کی ہوگی پھر اگر اسکی ماں نے مال کتابت ادا کر دیا تو آدھی آزاد ہو جاویگی اور اُسکے ساتھ آدھا فرزند بھی آزاد ہو جائیگا اور ہر ایک اپنی آدھی قیمت سعی کر کے مولے کو ادا کر دے گا پھر اسکے بعد جو کچھ وہ فرزند کماوے وہ خود اُسی کا ہوگا نہ اسکی ماں کا اور نہ مولے کا۔ اور اگر اسکی ماں نے کچھ ادا نہ کیا یہانتک کہ مر گئی تو اُسکا فرزند مال کتابت کیواسطے سعی کریگا پس اگر سعی کر کے ادا کیا تو حکم دیا جائیگا کہ اسکی ماں آخر جزو حیات مین نصف آزاد ہو کر مری اور نصف فرزند بھی آزاد ہے جیسا کہ ان کی زندگی مین ادا کرنیکا حکم تھا پھر اُس کے بعد وہ فرزند اپنی نصف قیمت کیواسطے سعی کریگا اپنی ماں کی نصف قیمت کیواسطے سعایت نہ کرے گا اور اگر غلام کو قسطوار مال معین ادا کرنے پر مکاتب کیا پھر اُس سے اس طور پر صلح کی کہ اس مین سے تھوڑا مال دیدے اور باقی ساقط کیا تو جائز ہے اور اگر مقدار صلح پر قبضہ کرنے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو صلح فاسد نہو گی کیونکہ یہ افتراق از عین بدین ہوا اور اگر کسی عرض[1] وغیرہ پر بمیعاد ادا کرنے پر صلح کی تو جائز نہین ہے کیونکہ افتراق از دین بدین لازم آتا ہے۔ اور اگر ہزار درم قسطوار ادا کرنے پر اس شرط سے مکاتب کیا کہ ہر قسط کے ساتھ مجھے ایک کپڑا دیوے جسکی جنس بیان کر دی یا ہر قسط کے ساتھ مجھے دس درم دیوے تو یہ بھی جائز ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنے غلام کو مکاتب کیا پھر مکاتب و مولے مین اختلاف ہوا مثلاً مکاتب نے کہا کہ تو نے مجھے ہزار درم پر مکاتب کیا اور مولے نے کہا کہ مین نے دو ہزار درم پر تجھے مکاتب کیا ہے یا جنس مال مین اختلاف کیا مثلاً درم و دینار مین تو امام اعظمؒ پہلے فرماتے تھے کہ دونوں سے باہم قسم لیجاویگی اور یہی صاحبین کا قول ہے پھر امام نے اس سے رجوع کیا اور فرمایا کہ قسم سے غلام مکاتب کا قول مقبول ہوگا اور مولے پر گواہ پیش کرنے واجب ہین پس اگر قاضی نے قسم سے غلام کا قول قبول کر کے اُس کے ذمہ ہزار درم لازم کیے پھر مولے نے اس امر کے گواہ دیے کہ اُسنے دو ہزار پر مکاتب کیا ہے تو مکاتب کے ذمہ دو ہزار درم لازم ہونگے کیونکہ گواہ قائم ہونے پر قسم کا کچھ اعتبار نہین ہے اور اگر مولے نے گواہ قایم نہ کیے یہانتک کہ غلام ہزار درم دیکر بحکم قاضی آزاد ہو گیا پھر مولے نے دو ہزار درم پر مکاتب کرنیکے گواہ پیش کیے تو قیاساً جبتک دو ہزار پورے نہ ادا کرے تب تک آزاد نہو گا اور استحساناً وہ آزاد ہے اسپر اور ایک ہزار درم واجب الادا ہونگے اور اگر ایک شخص نے غلام مکاتب کیا پھر معقود علیہ مین اختلاف ہوا کہ مکاتب نے کہا کہ تو نے مجھے میری جان و مال کو ہزار درم پر مکاتب کیا اور مولے نے کہا کہ نہین بلکہ مین نے تجھے فقط تیری جان کو نہ مال کو ہزار درم پر

[1] عرض یعنے اسباب معین ۱۲ –

مکاتب کیا ہے تو بالاجماع مولے کا قول مقبول ہوگا اور یہان بالاجماع دونون سے باہم قسم نہ لیجاویگی۔ اور اگر دونون نے گواہ قایم کیے تو مکاتب کے گواہ مقبول ہونگے اور اگر مولے نے کہا کہ مین نے تجھے مکاتب کیا اور جس دن مکاتب کیا اسدن یہ مال تیرے پاس موجود تھا اور یہ مال میرا ہے اور مکاتب نے کہا کہ نہین بلکہ یہ مال مین نے بعد کتابت کے پایا ہے تو مکاتب کا قول قبول ہوگا اور مولی پر گواہ لاتا واجب نہین پھر اگر دونون نے گواہ دیے تو مولے کے گواہ قبول ہونگے اور اگر اصل تقرر میعاد مین یا مقدار میعاد مین اختلاف کیا تو مولے کا قول قبول ہوگا اور اگر اصل میعاد اور مقدار میعاد مین اتفاق کیا گر قسط مین اختلاف ہوا تو غلام کا قول قبول ہوگا اور اگر غلام نے دعوے کیا کہ مجھے اسنے ہزار درم پر مکاتب کیا اور ماہواری سو درم ٹھہرائے ہین اور مولے نے کہا کہ نہین ماہواری دوسو درم ٹھہرائے ہین تو مولے کا قول قبول ہوگا ۔ اور اگر مولے و مکاتبہ مین بچہ کی بابت اختلاف ہوا اور مکاتبہ نے کہا کہ مین بعد مکاتبہ ہونیکے یہ بچہ جنی ہون اور مولے نے کہا کہ قبل مکاتبہ ہونیکے تو یہ بچہ جنی ہے پس اگر وہ بچہ مولے کے قبضہ مین ہو تو مولے کا قول اور اگر مکاتبہ کے قبضہ مین ہوا اور یہ معلوم نہو کہ کب جنی ہے تو مکاتبہ کا قول قبول ہوگا دونون صورتون مین قبضہ کا اعتبار کر کے حکم ہوگا اور امام محمد رح نے کتاب الاصل مین یہ صورت ذکر نہین فرمائی کہ اگر دونون کے قبضہ مین ہو تو کیا حکم ہے اور بشر رحمہ اللہ نے امام ابو یوسف سے روایت کی ہے کہ مولی کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قایم کیے تو مکاتبہ کے گواہ مقبول ہونگے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے عقد کتابت مین فساد واقع ہونے کا دعوی کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو منکر کا قول قبول ہوگا کیونکہ عقد پر انکا اتفاق کرنا صحت عقد کے اسباب پر اتفاق ہے اور اگر دونون نے گواہ دیے تو مدعی فساد کے گواہ مقبول ہونگے ۔ اور اگر ذمی نے اپنے مسلمان غلام کو مکاتب کیا پھر مقدار بدل مین اختلاف کیا اور ذمی نے نصرانی گواہ پیش کیے تو نامقبول ہونگے ۔ ایک حربی امان لیکر دارالاسلام مین آیا اور ذمی غلام خرید کر مکاتب کیا پھر مقدار کتابت مین اختلاف کیا اور حربی نے اپنے ساتھ کے حربی لوگ جو امان لیکر آئے تھے گواہ دیے تو غلام ذمی پر انکی گواہی مقبول نہ ہوگی یہ مبسوط مین ہے۔ اگر مکاتب کے کوئی فرزند اسکی باندی سے پیدا ہوا تو مکاتب کے ساتھ مکاتب ہوگا اور اسکی کمائی مکاتب کی ہوگی اسیطرح اگر مکاتبہ کے بچہ پیدا ہوا تو اسکی کتابت مین داخل ہوگا اور اگر یہ بچہ قتل کیا گیا تو اسکی قیمت ماں کو ملیگی باپ کو نہ ملیگی بخلاف اسکے اگر ماں و باپ نے قبول کتابت اپنی ذات سے اور اپنی اولاد نابالغ سے کیا پھر بچہ مقتول ہوا تو اسکی قیمت دونون مین مشترک ہوگی فقط ماں کو نہ ملیگی یہ تبیین مین ہے۔ ایک مکاتب نے اپنے

موسے کی اجازت سے ایک عورت سے جو اپنے تئین آزاد قرار دیتی ہے نکاح کیا اور اُس سے اولاد ہوئی پھر وہ عورت مملوکہ ثابت ہو کر اسکے مستحق[1] کے پاس گئی تو اس عورت کی اولاد سب مملوک ہونگی کہ انکو بقیمت نہین لے سکتا ہے اور ایسا ہی غلام ماذون بھی ہے اور یہ امام اعظم و امام ابو یوسف کا قول ہے یہ جامع صغیر مین ہی۔ اگر مکاتب نے ایک عورت سے اس شرط سے نکاح کیا کہ وہ آزاد ہے پھر یہ ظاہر ہوا کہ باندی ہے اُسکو اُسکے مولی نے نکاح کی اجازت نہین دی ہے تو نکاح فاسد ہوگا اور بعد آزاد ہونے کے اس[2] سے عقر کا مواخذہ کیا جائیگا لیکن اگر باکرہ ہوا ور مکاتب نے اُسکی فرج دو بر کو چیر[3] کر ملا دیا تو فی الحال ماخوذ ہوگا کیونکہ یہ جرم کی ضمان ہے یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اگر مکاتب نے کسی باکرہ سے جماع کیا کہ اسکا سوراخ فرج و دُبر ایک ہوگیا تو اُسپر حد واجب ہوگی کیونکہ محض زنا پایا گیا اور مکاتب احکام شریعت بجا لانے پر مامور ہے اور اگر اُسمین کچھ شبہہ پیدا ہوگیا اور اس باکرہ نے اسکی مطاوعت بھی نہین کی تو مکاتب پر مہر واجب ہوگا ولیکن اگر باکرہ نے مطاوعت کی ہو تو وہ خود ہی اپنے حق کی تاخیر کرنے پر راضی ہوئی پس آزاد ہو جانے تک تاخیر کیجاویگی اور مطاوعت بکر تھیکی صورت مین اپنے حق کی تاخیر پر راضی نہ شمار کیجاویگی پس مکاتب کے ذمہ عقر فی الحال لازم ہوگا جیسے اسکے ساتھ کچھ جرم کرنیکی صورت مین فی الحال جرمانہ کے واسطے ماخوذ ہوتا ہے اور اگر مکاتب نے کہا کہ مین نے تیرے ساتھ نکاح کیا ہے اُسنے تصدیق کی تو مکاتب پر فقط مہر واجب ہوگا مگر جب آزاد ہو جاوے کیونکہ عورت نے اپنی تاخیر حق پر اقرار ثابت کیا کذا فی المبسوط۔

کتاب الولاء

شرع مین ولاء ایسی قرابت کو کہتے ہین جو بسبب عتق یا موالات کے حاصل ہو کذا فی غایۃ البیان اور ولاء کی دو قسمین ہین ایک ولاء عتاقہ اور اسکو ولاء نعمہ کہتے ہین دوسری ولاء موالاۃ کذا فی الہدایۃ اور اسمین تین باب ہین۔

باب اول۔ ولاء عتاقہ کے احکام مین اور اس مین دو فصلین ہین **فصل اول** اس کے سبب و شرائط وصفت وحکم مین۔ اسکے ثبوت کا سبب عتق ہے کذا فی البدائع اور یہی صحیح ہے کذا فی المحیط۔ خواہ یہ عتق اسکے فعل سے حاصل ہو جیسے آزاد کر دینا یا شرعاً جو اسکے قایم مقام ہے جیسے قرابت دار کا خریدنا اور ہبہ صدقہ و وصیت مین قبول کرنا یا بدون اُسکے فعل کے حاصل ہوا ہو مثلاً اپنی قرابت دار کا وارث ہوا

[1] مستحق یعنی یہ عورت اسنے مالک حقدار کو دی گئی ۱۲ [2] اس سے یعنی مکاتب سے ۱۲ [3] چیر کر یعنی وطی سے حالت ہو گئی کہ فرج و مقعد کی درمیانی جھلی پھٹ گئی

اور خواہ اسکو بوجہ اللہ تعالی آزاد کیا ہو یا بوجہ الشیطان آزاد کیا ہو اور خواہ اسکو خیرات[4] آزاد کیا ہو یا اسپر شرعاً واجب ہوا ہو کہ بردہ آزاد کرے مثلاً کفارہ قتل و ظہار و ایلاء و نذر و قسم مین آزاد کیا اور خواہ بغیر بدل آزاد کیا ہو یا بعوض مال کے آزاد کیا ہو اور خواہ اعتاق منجز[1] ہو یا معلق بشرط[2] ہو یا مضاف[3] بوقت ہو اور خواہ اعتاق صریح ہو یا جو قائم مقام صریح کے ہے یا کنایہ ہو یا جو قائم مقام کنایہ کے ہے اور جو عتق تدبیر یا استیلاد سے حاصل ہو وہ بھی ایسا ہی ہو اور خواہ معتق یعنے آزاد شدہ مذکر ہو یا مونث ہو کیونکہ اعتاق دونون مین پایا جاتا ہے اور خواہ آزاد کنندہ اور آزاد شدہ دونون مسلمان ہون یا دونون کافر ہون یا ایک مسلمان و دوسرا کافر ہو علی ہذا اگر مولے نے کسی شخص کو حکم دیا کہ میرا غلام میری زندگی مین یا بعد میری وفات کے آزاد کردے تو اُس کی ولاء حکم دہندہ یعنی مولی کو ملیگی۔ اور اگر کسی شخص سے کہا کہ اپنا غلام میری طرف سے ہزار درم پر آزاد کردے اور اُسنے آزاد کردیا تو اُس کی ولاء اس حکم دہندہ کو ملیگی کیونکہ استحساناً عتق اُسکی طرف سے واقع ہوا اور اگر یون کہا کہ اپنا غلام میری طرف سے آزاد کردے اور عوض ذکر نہ کیا اور اسنے آزاد کیا تو امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک اُس کی ولاء مامور یعنی غلام کے مولے کو ملیگی اور اگر کہا کہ اپنا غلام آزاد کردے اسنے آزاد کردیا تو اُسکی ولاء اسکے مولے کو ملیگی اس حکم دہندہ کو نہ ملیگی۔ اور اگر کہا کہ اپنے غلام کو ہزار درم پر آزاد کردے اور یہ نہ کہا کہ میری طرف سے آزاد کردے تو یہ عتق غلام کے قبول پر موقوف رہیگا بشرطیکہ قبول کی اہلیت رکھتا ہو پس اگر اُسنے اپنے آگاہ ہونیکی مجلس مین قبول کیا تو آزاد ہو جائیگا اور اُسکے ذمہ مال لازم ہوگا۔ اور اگر مسلمان نے کسی ذمی کو یا ذمی نے مسلمان کو آزاد کیا تو آزاد شدہ کی ولاء دونون صورتون مین آزاد کنندہ کو ملیگی لیکن اتنی بات ہے کہ اسکا وارث نہ ہوگا کیونکہ وارث ہونیکی شرط یعنی اتحاد ملت معدوم ہے حتے کہ اگر ذمی معتق کی موت سے پہلے مسلمان ہو جاوے پھر معتق مرجاوے تو اُسکا وارث ہوگا اسیطرح اگر اُس ذمی کے جسنے غلام مسلم کو آزاد کیا ہے مسلمان عصبات ہون مثلاً اُسکا چچا مسلمان ہو یا چچازاد بھائی مسلمان ہو تو وہ وارث ولاء ہوگا اور ذمی اُس صورت مین بمنزلہ میت کے قرار دیا جائیگا اور اگر اُسکے عصبات مین کوئی مسلمان نہو تو اُسکے معتق کا مال بیت المال مین داخل کیا جائیگا اور اگر ایک مسلمان و ذمی کے درمیان ایک مسلمان غلام مشترک ہو اور دونون نے اسکو آزاد کردیا پھر وہ غلام آزاد مرگیا تو اسکی آدھی ولاء مسلمان کو ملیگی اور آدھی ولاء اُس ذمی کے مسلمان عصبات مین سے اقرب عصبہ کو ملیگی بشرطیکہ اسکے عصبات مین سے کوئی مسلمان ہو اور اگر کوئی مسلمان

---

[1] قولہ اعتاق منجز جیسے کہا کہ مین نے تجھے آزاد کردیا ۱۲ [2] قولہ معلق بشرط جیسے کہا کہ اگر تو یہ کپڑا سی دے تو تو آزاد ہے ۱۲ [3] قولہ مضاف بوقت جیسے کہا کہ جب شروع مہینے کا دن آوے تو تو آزاد ہے ۱۲ منہ مترجم عفا اللہ عنہ [4] قولہ خیرات یعنی محض بنظر ثواب حاصل کرنے کے ۱۲

نہو تو بیت المال مین داخل کردیجاویگی۔ ولاء عتاقہ کے شرائط مین سے بعضے ولاء العتاقہ[1] اور ولاء ولد العتاقہ دونون کو شامل ہین اور بعضے ولاء ولد العتاقہ کے ساتھ مخصوص ہین پس جو شرط دونونکو بالعموم شامل ہے وہ یہ ہے کہ غلام آزاد شدہ یا اسکی اولاد کا کوئی عصبہ نسبی نہو اور اگر عصبہ نسبی موجود ہوگا تو آزادکنندہ وارث نہوگا اور جو شرایط ولاء ولد العتاقہ کے ساتھ مخصوص ہین ان مین سے ایک یہ ہے کہ اسکی مان آزاد کردہ شدہ ہو پس اگر مملوکہ ہوگی تو اس فرزند پر کسی شخص کی ولاء جب تک مان اُسکی مملوکہ ہے نہین پہونچتی ہے خواہ باپ آزاد ہو یا مملوک ہو۔ اور ایک یہ ہے کہ اسکی مان اصلی آزاد نہو اور اگر اصلی آزاد ہوگی تو اسکی اولاد پر کسی ولاء کا استحقاق نہوگا اگرچہ اسکی اولاد کا باپ آزاد شدہ ہو۔ اور اگر اسکی مان اور باپ دونون آزاد شدہ ہون تو اولاد اپنی مان کے تابع ہوگی یعنی اولاد کی ولاء مان کے موسلے کو ملیگی۔ اور ایک یہ ہے کہ اولاد کا باپ عربی نہو پس اگر باپ عربی ہوگا اور مان کسی قوم کی باندی آزاد شدہ ہوگی تو اولاد اپنے باپ کی تابع ہوگی اور اُسپر کسی شخص کی ولاء نہ پہونچیگی۔ اور ایک یہ ہے کہ اسکے باپ کا موسلے عربی نہو اور اگر ہوگا تو اُسپر کسی شخص کی ولاء نہ پہونچیگی کیونکہ اُسکا حکم عربی کا حکم ہے اور ایک یہ کہ اولاد آزادشدہ نہو اور اگر ہوگی تو اُسکی ولاء نہ باپ کے موسلے کو ملیگی اور نہ مان کے موسلے کو ملیگی بلکہ جسنے اُسکو آزاد کیا ہے اُسی کو ملیگی۔ اس ولاء کی صفات مین سے ایک یہ ہے کہ جب ایسی ولاء ثابت ہوا اور اسکے شرایط موجود ہون تو اس ولاء سے میراث پانا بطور تعصیب[2] کے ہوتا ہے اور آزادکنندہ اپنے آزادشدہ کے آخری عصبات مین شمار کیا جاتا ہے اور ذوی الارحام و اصحاب فرائض پر مابقی مال کے لینے مین مقدم ہوتا ہی یعنی اصحاب فرائض سے جو مال باقی رہا وہ درصورت عدم عصبات آزادشدہ کے اُسی کو ملتا ہی حتی کہ آزادشدہ کا کوئی وارث ہی نہو یا ذوی الارحام موجود ہون تو کل مال اس آزادکنندہ کو ملیگی اور اگر اسکے وارثون مین اصحاب فرائض موجود ہون تو پہلے اصحاب فرائض کا حصہ دیا جائیگا پھر اگر کچھ باقی بچا تو اس معتق کو ملیگا ورنہ کچھ نہ ملیگا اور یہ نہ ہوگا کہ بچا ہوا مال پھر اصحاب فرائض کو دیدیا جاوے اگر اصحاب فرائض ایسے لوگ ہون کہ مابقی مال اُنپر رد کیا جاسکتا ہو اور یہ عامۂ علماء کا قول ہی۔ اور ایک یہ ہے کہ یہ ولاء آزادکنندہ سے میراث نہین ملتی ہے

---

[1] قولہ ولاء العتاقہ یعنی جس کو آزاد کیا اسکی ولاء سے آزاد کرنے والے کی میراث ملنا اور دوم اس آزادشدہ کے بچہ کی ولاء اسکے موسلے کو ملنا ۱۲ [2] قولہ تعصیب اس سے یہ مراد ہے کہ مولی آزادکنندہ کے وارثون مین سے جو لوگ فرضی حصہ دار ہین انکو ولاء سے نہین ملیگا اور جو عصبہ ہین کہ فرضی وارثون کو انکا حصہ دیکر باقی سب کے مالک ہوتے ہین جیسے بیٹا تو عصبات مین سے بھی جو سب سے اقرب عصبہ ہو وہ وارث بطور ولاء ہوگا اور تمام بیان کتاب الفرائض مین ہے ۱۲

اور نہ اسکی راہ بطور میراث کے رکھی گئی ہو صرف اس ولاء کا استحقاق عصبات معتق کو حاصل ہوتا ہے اور ان عصبات مین سے بھی جو مذکر ہین وہی ولاء پاتے ہین مونث نہین پاتے ہین اور نہ اصحاب فرائض کو ملتی ہی۔ اور ایک یہ ہے کہ یہ ولاء لازمی ہوتی ہے حتے کہ آزاد کنندہ اسکے باطل کردینے پر قادر نہین ہے پس اگر کسی شخص نے اپنے غلام کو سائبۃً آزاد کیا یعنی آزاد کیا اور شرط لگائی کہ یہ سائبۃً آزاد ہے یعنی اُسپر کسی کی ولاء نہین ہے تو شرط باطل ہے اور اسکی ولاء اس معتق کو ملیگی یہ عامہ علماء کے نزدیک ہے۔ اور اس ولاء کے احکام مین سے ایک یہ ہے کہ معتق یعنے آزاد کنندہ اپنی آزاد کردہ کے مال کا اور اُسکی اولاد کے مال کا وارث ہوتا ہے بشرطیکہ شروط میراث متحقق ہون اور ایک یہ ہے کہ نصرت وحفظ مین قصور پائے جانے سے معتق اسکا عاقلہ و مددگار شمار ہوتا ہے اور ایک یہ ہے کہ معتق کو ولایت نکاح حاصل ہوتی ہے کیونکہ یہ آخر عصبات مین سے ہے یہ بدائع مین ہی

فصل ثانی مستحقین ولاء اور اُسکے ملحقات کے بیان مین۔ اگر مسلمان نے ایک غلام کافر کو مکاتب کیا پھر اس مکاتب نے ایک مسلمان باندی کو مکاتب کیا پھر کافر کتابت ادا کرکے آزاد ہو گیا تو اُسکی ولاء اُس کے مولے کو ملیگی اگرچہ مکاتب کافر تھا ولیکن مولے وارث نہوگا اور نہ آزاد شدہ کا عاقلہ جنایت ہوگا پھر اگر باندی مسلمان کتابت ادا کرکے آزاد ہوئی تو اسکی ولاء اسکے مولے کافر کو ملیگی پھر اگر مری تو اسکی میراث مسلمان مولے کو جسنے کافر کو آزاد کیا ہے ملیگی اور اگر اُسنے کوئی جنایت کی تو اس باندی کی جنایت کا عاقلہ وہی ہوگا جو مسلمان مولے کا عاقلہ ہے یعنی مسلمان مولی کی مددگار برادری اسکی عاقلہ ہوگی یہ مبسوط مین ہے بنی تغلب کے ایک نصرانی نے اپنے مسلمان غلام کو آزاد کردیا پھر غلام مرگیا تو غلام کی میراث اسکے آزاد کنندہ کے عصبات مین سے اقرب عصبہ کو ملیگی بشرطیکہ وہ مسلمان ہو اور اُسکا عاقلہ اُسکے معتق کا قبیلہ ہوگا اگرچہ معتق کافر ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے اپنے غلام کو مکاتب کیا اور ہزار درم فی الحال بدل کتابت ادا کرنے ٹھہرے پھر غلام نے اپنی باندی کو دو ہزار درم پر مکاتب کیا پھر اپنے مولے کو اُن دو ہزار درم کے وصول کرنے کا وکیل کیا اور کہا کہ اس مین سے ایک ہزار درم اپنے مکاتبت کے مال مین جو غلام پر چاہیے ہے لے لیوے اور مولے نے ایسا ہی کیا تو باندی کی ولاء مولے کو ملیگی چنانچہ اگر مکاتب کے آزاد ہونے سے پہلے خود باندی مال کتابت ادا کرکے آزاد ہو جاتی تو اُسکی ولاء مولے مکاتب کو ملتی۔ اگر غلام ماذون نے باجازت مولے کے ایک غلام مکاتب کیا پھر مولی نے غلام ماذون کو آزاد کردیا پھر وہ مکاتب کتابت ادا کرکے آزاد ہو گیا تو اسکی ولاء مولے کو ملیگی ماذون آزاد شدہ کو نہ ملیگی اور یہ حکم بخلاف مکاتب کے مکاتب کے ہی کہ اگر پہلے مکاتب کے مال ادا کرکے آزاد ہو جانے کے بعد دوسرے مکاتب نے مال ادا کیا تو اسکی

پہلے مکاتب کو ملیگی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسرا مکاتب پہلے مکاتب کی طرف سے مکاتب ہے باین اعتبار
کہ مکاتب اول کو اپنی کمائی مین حق الملک حاصل ہے اور جب اُسنے مال اپنا ادا کر دیا اور آزاد ہو گیا
تو یہ ملک تحقیقاً ثابت ہو گئی۔ نابالغ[1] کو یہ اختیار ہے کہ اپنے باپ یا وصی کی اجازت سے اپنے غلام
کو مکاتب کر دے اور یہ اختیار نہین ہے کہ مال کے عوض اُس کو آزاد کر دے اور جب اُسکے مکاتب نے
مال کتابت لڑکے کو ادا کیا تو اسکی ولاء لڑکے کو ملیگی کیونکہ اُسی کی ملک مین آزاد ہوا ہے یہ مبسوط مین
ہے۔ ایک شخص نے اپنے مردہ باپ کے واسطے ایک غلام آزاد کیا تو اسکا ثواب اُسکے باپ کی روح کو
اور ولاء بیٹے کو ملیگی یہ سراجیہ مین ہے۔ ایک حربی مستامن ایک مسلمان غلام خرید کر دار الحرب مین
لے گیا تو امام اعظم رح کے نزدیک وہ آزاد ہوا ہے اور امام[امام اعظم] کے نزدیک اُسکی ولاء اسکے خریدنے
والے حربی کو نہ ملیگی اور امام ابو یوسف و امام محمد رح کے نزدیک اگر حربی نے اسکو آزاد کیا تو اسکی
ولاء حربی کو ملیگی یہ مبسوط مین ہے۔ اگر ایک حربی نے دار الحرب مین اپنے غلام حربی کو آزاد کیا تو
اُس سے یہ غلام آزاد اسکا آزاد شدہ نہ ہو جائیگا اور نہ یہ حربی اسکا مولی ہوگا حتے کہ اگر دونون
مسلمان ہو کر دار الاسلام مین آئے تو اسکی ولاء حربی کو نہ ملیگی اور یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کا
قول ہے اسواسطے کہ طرفین کے نزدیک حربی بکلام[2] اعتاق آزاد نہین کرتا ہے بلکہ بطریق تخلیہ آزاد
کرتا ہے اور جو آزادی بطریق تخلیہ ثابت ہو اُس سے ولاء واجب نہین ہوتی ہے۔ اور اگر مسلمان
نے اپنا غلام مسلمان یا ذمی دار الحرب مین آزاد کیا تو اُسکی ولاء مسلمان مولے کو ملیگی کیونکہ مسلمان
مولے کا اعتاق بالاجماع جائز ہے اور اگر اپنے غلام حربی کو دار الحرب مین آزاد کیا تو امام اعظم رح
کے نزدیک مسلمان اُسکا مولے نہوگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک اسکا مولے ہو جائیگا حتے کہ اگر وہ
غلام دار الحرب مین مسلمان ہو کر مولے کے ساتھ حالت اسلام مین دار الاسلام مین آیا تو امام اعظم رح
کے نزدیک مولے کو اُسکی ولاء نہ ملیگی اور غلام آزاد کو اختیار ہے کہ جسکے ساتھ چاہے موالاۃ کرے
اور امام ابو یوسف کے نزدیک مولے کو اُسکی ولاء ملیگی اور مولے اُسکا وارث ہوگا درحالیکہ دونون
حالت اسلام مین نکلکر دار الاسلام مین آئے ہون۔ اگر غلام آزاد شدہ مقید ہوا تو اُسکی ولاء اُس
شخص کو ملیگی جسنے قید کیا ہے یہ بالاتفاق ہے اور اس حکم سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ اگر کوئی حربی امان لیکر
دار الاسلام مین آیا اور اُسنے ایک غلام خرید کر کے آزاد کر دیا پھر دار الحرب کو لوٹ گیا اور وہان
سے مقید ہو کر آیا اور اسکو اُسکے آزاد کردہ غلام نے خرید کر آزاد کر دیا تو ہر ایک دونون مین سے
دوسرے کا مولی ہوگا حتی کہ دونون مین سے جو آزاد شدہ پہلے مرگیا اور نسبی عصبات مین سے

---

[1] اور نابالغ کو عاقل کے ساتھ مقید کرنے کی ضرورت ہے مگر چونکہ اذن ولی یا وصی کا شرط کیا اسوجہ سے ضرورت نرہی ۱۲ منہ
[2] قولہ بکلام یعنی حربی ایسے کلام سے آزاد نہین کرتا جس سے ولاء ثابت ہو بلکہ سانڈ کیطرح سے خود مختار چھوڑ دیتا ہے ۱۲ -

کوئی نچھوڑا تو وارث کے اسباب و شرط پائی جانے کی وجہ سے دوسرا اُسکا وارث ہوگا اسیطرح اگر ذمی نے اپنے غلام ذمی کو آزاد کیا پھر وہ مسلمان ہوگیا پھر اسکا آزاد کرنیوالا ذمی عہد توڑ کر دار الحرب کو بھاگ گیا اور وہان سے قید ہو کر آیا اور مسلمان ہوگیا پھر اُسکو اُسی کے آزاد کردہ غلام نے خرید کر آزاد کردیا تو ہر ایک دونون مین سے دوسرے کا مولے ہوگا۔ اسی طرح اگر عورت نے اپنے غلام کو آزاد کردیا پھر عورت مرتد ہو کر دار الحرب میں بھاگ گئی پھر قید ہوئی پھر اُسکے غلام آزاد کردہ شدہ نے خرید کرکے اُسکو آزاد کردیا تو ہر ایک عورت و غلام سے دوسرے کے مولے ہونگے یہ بدائع مین ہے۔ ایک شخص مرتد ہو کر دار الحرب مین چلا گیا پھر اُسکا ایک آزاد کردہ غلام جسکو اُسنے اپنے مرتد ہونے سے پہلے آزاد کیا تھا مرگیا اور اس مرتد کے وارثون مین سے مذکر لوگ سواے مونث کے اُسکے وارث ہوتے پھر یہ شخص مرتد دوبارہ دار الاسلام مین لوٹ آیا تو جو کچھ اپنا ذاتی مال اپنے وارثون کے پاس پاوے وہ لیوے اور جس قدر اپنے آزاد کردہ شدہ کا مال اُنکے پاس پاوے وہ نہین لے سکتا ہے اسیطرح اگر وقت انتقال غلام آزاد شدہ کے وہ دار الاسلام مین موجود ہو تو بھی یہی حکم ہے قبیلہ بنی اسد کی ایک عورت نے اپنی حالت ردت مین یا اُس سے پہلے اپنے ایک غلام کو آزاد کیا پھر دار الحرب مین چلی گئی پھر قید ہو کر آئی اور اسکو ہمدان کے ایک شخص نے خرید کرکے آزاد کردیا تو اس غلام کی عاقلہ بنو اسد ہونگے یہ امام ابو یوسف کا پہلا قول تھا اور عورت اسکی وارث ہوگی بشرطیکہ اُسکا کوئی وارث نہو پھر یعقوب رح یعنی امام ابو یوسف نے اُس سے رجوع کیا اور کہا کہ اسکی عاقلہ ہمدان ہونگے اور یہی امام محمد رح کا قول ہے۔ ذمی نے ایک غلام کو آزاد کیا پھر آزاد غلام مسلمان ہوگیا پھر ذمی نے اپنا عہد توڑدیا اور دار الحرب مین چلا گیا تو غلام آزاد کو یہ اختیار نہین ہے کہ کسی اور سے موالات کرے کیونکہ اُسکے آزاد کنندہ کیواسطے اُسکی ولاء ثابت ہے اگرچہ وہ حربی ہوگیا کیونکہ اُسکا حربی ہونا مثل اسکے مرجانے کے ہے۔ اور اگر اُسنے کوئی جنایت کی تو بیت المال اُسکی عاقلہ نہوگا اور یہ جنایت خاصۃً اُسی مال پر رہیگی کیونکہ ولاء اُسکی ایک شخص کی طرف منسوب ہے اور بیت المال ایسے شخص کی عاقلہ ہوتا ہے جسکی مسلمانون مین سے کوئی برادری والا اور وارث نہو یہ مبسوط مین ہے* اگر زید کے غلام نے عمرو کی باندی سے نکاح کیا پھر عمرو نے باندی کو آزاد کردیا اور وہ زید کے غلام سے حاملہ تھی تو باندی آزاد اور اُسکے ساتھ اُسکا حمل بھی آزاد ہوجاویگا اور اُسکے حمل کی ولاء عمرو کو ملیگی کہ اس سے کبھی منتقل نہ ہوگی اسیطرح اگر چھ مہینے سے کم مین بچہ جنی یا دو بچے جنی کہ ایک بچہ چھ مہینے سے کم مین ہوا کیونکہ اس صورت مین دونون بچے جوڑیا ہونگے کہ انکا علوق ساتھ ہی ہوا ہے پس اس صورت مین بھی وہی حکم ہے جو مذکور ہوا اور اگر وہ باندی آزادی سے چھ مہینے سے زیادہ کے بعد بچہ جنی تو اُسکی

ولاء بھی عمرو کو ملیگی لیکن اگر باپ آزاد کیا گیا تو باپ اپنے بیٹے کی ولاء اپنی طرف کھینچ لیجائیگا
اور ماں کے موالی یعنی عمرو سے منتقل ہوجاویگی بخلاف اسکے اگر موت یا طلاق سے عدت میں بیٹھی
ہوئی باندی آزاد کی گئی پھر دو برس سے کم میں اُسکے بچہ پیدا ہوا تو یہ بچہ ماں کے مولاؤن کی
طرف بولاء منسوب ہوگا یعنی اُسکی ولاء ماں کے موالی کو ملیگی اگرچہ باپ آزاد کیا جاوے کیونکہ
یہ متعذر ہے کہ بعد موت وطلاق بائن کے اُسکے نطفہ کا قرار پانا منسوب[1] کیا جاوے کیونکہ وطی
حرام ہے یا طلاق رجعی کے بعد منسوب ہوکر شک سے مراجع ہوا جاتا ہے پس لامحالہ بحالت نکاح اُسکا
علوق قرار دیا گیا پس وہ لڑکا وقت اعتاق کے موجود ہوگا پس بالقصد آزاد کیا گیا کذا فی الہدایہ
اور اصل اس باب میں یہ ہے کہ جب آزادی بالقصد ثابت ہو تو ولاء منتقل نہ ہوگی اور جب بطریق
تبعیت ثابت ہو تو منتقل ہوجاویگی یہ کافی میں ہی۔ ایک عورت نے ایک غلام خرید کرکے اسکو آزاد
کردیا پھر اُس غلام آزاد نے ایک غلام خریدا پھر اُس دوسرے غلام نے کسی قوم کی آزاد باندی سے
نکاح کیا اور اُس سے اولاد پیدا ہوئی تو اس اولاد کی ولاء اُنکی ماں کے مولی کو ملیگی پھر اگر غلام
آزاد نے اپنے اس غلام کو آزاد کردیا تو بعد آزادی کے یہ غلام اپنی اولاد کی ولاء اپنی طرف
کھینچ لائیگا پھر اسکا آزاد کرنے والا یعنی غلام آزاد اپنی طرف کھینچ لیجائیگا پھر اس سے اُسکی آزاد
کرنے والی عورت اپنی طرف کھینچ لیگی۔ پس باپ تو اپنی اولاد کی ولاء اپنی طرف کھینچتا ہے
اور آیا دادا بھی اپنے پوتون کی ولاء اپنی طرف کھینچ سکتا ہے یا نہیں سو ظاہر الروایۃ کے موافق
نہیں کھینچ سکتا ہے خواہ باپ زندہ ہو یا مرگیا ہو۔ اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ کلو نامے ایک
غلام نے ایک قوم کی آزاد کی ہوئی باندی چنبیلی نامی کے ساتھ نکاح کیا اور اُس سے خیرو ایک
لڑکا پیدا ہوا اور کلو کا باپ بدھو زندہ موجود ہے پھر اسکے بعد بدھو آزاد ہوگیا اور کلو ویسا ہی
غلام باقی رہا پھر کلو مرگیا پھر خیرو مرگیا اور کوئی وارث نہ چھوڑا تو اسکی میراث اُس کی ماں چنبیلی کے
موالی کو ملیگی اور اگر اُسنے کوئی جنایت کی ہو تو ہمارے علماء ثلثہ کے نزدیک اُسکی عاقلہ ماں کے
موالی ہونگے اور دادا اپنے پوتے کی ولاء اپنے موالی کیطرف نہیں لیجا سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہی۔
اگر غلام نے ایک آزاد عورت سے نکاح کیا اور اُس سے اولاد ہوئی تو اُسکی اولاد کی ولاء ماں
کے موالی کیطرف منسوب ہوگی خواہ ماں معتقہ ہو یا موالیہ ہو پھر جب باپ آزاد کیا جاوے تو
اپنی اولاد کی ولاء اپنی طرف کھینچ لاویگا یہ مبسوط میں ہی۔ ایک عورت آزاد نے ایک غلام سے
نکاح کیا اور اُس سے اولاد ہوئی اور اولاد میں سے کسی نے جنایت کی تو اُسکی عاقلہ ماں کے موالی
ہونگے پھر اگر باپ آزاد کیا گیا تو اپنی اولاد کی ولاء اپنی طرف کھینچ لاویگا پھر اگر کیا ماں کے موالی سنے

---

[1] قولہ منسوب یعنے کہا جاوے کہ بعد موت و بائن ہونیکے نطفہ ٹھہرا ہو کیونکہ وطی حرام ہے ۱۲ - منہ منہ منہ منہ منہ

جو کچھ عاقلہ ہو کر دیا ہے وہ باپ کے موالی سے واپس لے سکتے ہیں یا نہیں تو فرمایا کہ نہیں واپس لے سکتے ہیں یہ جامع صغیر میں ہی۔ ایک آزاد عجمی نے ایک آزاد باندی سے نکاح کیا اور اس عجمی کو کسی نے آزاد نہیں کیا ہے پھر اس سے اولاد ہوئی تو اُنکی ولاء ماں کے موالی کو ملیگی اسیطرح اگر باپ نے کسی شخص سے موالاۃ کر لی ہو تو بھی یہی حکم ہے اور یہ امام اعظم وامام محمد رح کا قول ہے کذا فی الکافی اور اگر دونوں جورو ومرد آزاد شدہ ہوں یا باپ آزاد شدہ وماں باندی یا باپ عربی اور ماں آزاد شدہ ہو تو بالاجماع اولاد اپنے باپ کی تابع ہوگی اسیطرح اگر دونوں عربی یا دونوں عجمی یا ایک عربی و دوسرا عجمی ہو تو بھی یہی حکم ہی۔ تبیین میں لکھا ہے ایک نبطی[۱] کافر نے کسی قوم کی آزاد شدہ باندی سے نکاح کیا پھر نبطی نے مسلمان ہو کر کسی شخص سے موالاۃ پیدا کی اور اُس سے عقد موالات کر لیا پھر باندی سے اولاد ہوئی تو امام اعظم وامام محمد رح نے فرمایا کہ انکی ولاء ماں کے موالی کو ملیگی۔ اسیطرح اگر باپ نے کسی سے موالاۃ نہ کی تو امام اعظم وامام محمد رح کے نزدیک اُنکے موالی ماں کی قوم ہوگی یہ جامع صغیر میں ہی۔ اگر مولی نے باپ اور بیٹا چھوڑا پھر اُسکا آزاد کیا ہوا غلام مرگیا تو اسکی میراث خاصۃً مولے کے بیٹے کو ملیگی یہ امام اعظم وامام محمد رح کے نزدیک ہے اور یہی پہلا قول امام ابو یوسف کا ہے اسیطرح اگر بھائی اور دادا ہو تو دادا کو ملیگی بھائی کو نہ ملیگی یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اسواسطے کہ امام کے نزدیک عصوبت میں دادا اقرب ہے اسی طرح آزاد کنندہ عورت کی بیٹی کو اُسکے آزاد شدہ کی ولاء ملیگی اور وہی وارث ہوگا بھائی اس عورت کا وارث نہوگا اور اگر آزاد شدہ نے کوئی جنایت کی تو اسکی عاقلہ بھائی ہے کذا فی الکافی۔ ایک شخص نے ایک باندی آزاد کردی پھر دونوں غرق ہو گئے اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ کون شخص پہلے غرق ہوا ہے تو مولے کو اُسکی میراث میں سے کچھ نہ ملیگا ولیکن اُسکی میراث مولے کے اقرب عصبہ کو ملیگی بشرطیکہ اُسکا کوئی وارث موجود نہو یہ مبسوط میں ہے۔ اگر زید نے اپنا غلام آزاد کیا پھر زید دو بیٹے چھوڑ کر مرگیا پھر ایک بیٹا اپنا فرزند چھوڑ کر مرگیا پھر اسکا غلام آزاد مرا تو اسکی ولاء زید کے صلبی بیٹے کو ملیگی کیونکہ زید کا وہی اقرب عصبہ نسبی ہے اور اصل اس باب میں یہ ہے کہ اعتبار اُس عصبہ کا ہے جو آزاد شدہ کی موت کے روز موجود ہو نہ اُس عصبہ کا جو آزاد کنندہ کی موت کے روز موجود ہووے یہ بدائع میں ہی۔ اور اگر دونوں بیٹے مرگئے اور ایک نے ایک بیٹا اور دوسرے نے دو بیٹے چھوڑے پھر غلام آزاد مرا تو اسکی میراث ان سب میں تقسیم ہوگی کیونکہ آزاد شدہ کی ولاء بعد موت زید کے میراث نہیں ہوئی کہ اُسکے دونوں بیٹوں کے درمیان نصف نصف تقسیم ہو جاتی بلکہ وہ بحالہ باقی تھی پھر جب غلام آزاد مرا تو زید کے اقرار عصبہ اسکے وارث

[۱] قولہ نبطی شام کے کسان لوگ اور عموماً گنوار ۱۲ — ط — مو — ن — ماز — مترجم

ہونے چاہییے ہین اور یہ تینون پوتے زید کیساتھ یکسان قرب رکھتے ہین پس سب وارث ہونگے یہ محیط مین ہی۔ عورتون کے واسطے کوئی ولاء نہین ہے لیکن انکے آزاد کردہ کی ولاء یا اُنکے آزاد کردہ نے جس کو آزاد کیا اُس کی ولاء یا ان کے مکاتب کی ولاء یا ان کے مکاتب نے جسکو مکاتب کیا اُس کی ولاء یا انکے مدبر کی ولاء یا انکے مدبر نے جسکو مدبر کیا اُس کی ولاء یا انکا آزاد کیا ہوا اگر کسی شخص کی ولاء اپنی طرف کھینچ لاوے یا انکے آزاد کیے ہوئے کا آزاد کیا ہوا کسی کی ولاء اپنی طرف کھینچ لاوے تو یہ سب ولاء البتہ عورتون کو ملتی ہین۔ پس آزاد کردہ کی ولاء کی مثال یہ ہے کہ ہندہ نے کلو اپنے غلام کو آزاد کیا پھر خود زندہ رہی اور کلو لاوارث مرگیا تو کلو کی میراث ولائی ہندہ کو ملیگی اور اگر کلو آزاد اپنے غلام خیرو کو آزاد کرکے مرگیا پھر خیرو بھی مرگیا اور ہندہ موجود ہے تو خیرو کی ولاء بھی ہندہ کو ملیگی۔ اور مکاتب کی ولاء کی مثال یہ ہے کہ ہندہ نے اپنے غلام کلو سے کہا کہ مین نے تجھے ہزار درہم پر مکاتب کیا اُسنے قبول کیا پس اگر یہ غلام ہزار درہم دیکر آزاد ہو جاوے تو اُسکی ولاء ہندہ کو ملیگی اور اگر اس مکاتب نے اپنے غلام خیرو کو مکاتب کیا تو بعد آزادی کے خیرو کی ولاء بھی ہندہ کو ملیگی بشرطیکہ کلو زندہ[1] نہو۔ اور مدبر کی ولاء کی مثال یہ ہے کہ ہندہ نے اپنے غلام کلو کو مدبر کیا یعنی یون کہا کہ تو میرے پیچھے آزاد ہے یا میری موت کے بعد یا جب مین مرجاؤن یا اسکے مثل کوئی لفظ کہا پھر نعوذ باللہ یہ عورت مرتد ہو گئی اور دار الحرب مین بھاگ گئی اور قاضی نے اسکے دار الحرب مین پہونچ جانے کا حکم دیدیا اور اُس کا غلام مدبر آزاد ہو گیا پھر ہندہ دار الاسلام مین واپس آئی پھر مدبر مرگیا تو کلو مدبر کی ولاء ہندہ کو ملیگی اور اگر کلو نے بعد آزاد ہونے کے ایک خیرو غلام خریدکرکے مدبر کردیا پھر مرگیا پھر ہندہ اپنے مدبر کی موت سے پہلے یا بعد دار الاسلام مین واپس آئی پھر خیرو مرگیا تو اُسکی ولاء بھی ہندہ کو ملیگی۔ اور آزاد شدہ کی ولاء کھینچ لانے کی مثال یہ ہے کہ ہندہ نے اپنے غلام کلو کو عمرو کی آزاد کی ہوئی باندی سے بیاہ دیا اور اُس سے لڑکا پیدا ہوا تو لڑکے کا نسب کلو سے ثابت ہوگا اور اپنی ماں کی تبعیت مین بچہ آزاد ہوگا اور اُسکی ولاء ماں کے موالی کو ملیگی کہ وہی اسکی طرف سے عاقلہ اور وارث ہونگے پھر اگر ہندہ نے اپنے غلام کو آزاد کردیا تو اولاد کی ولاء اپنی طرف کھینچ لائیگا اور اُس سے ہندہ کو ملیگی حتی کہ اگر کلو مرگیا پھر اُسکا بیٹا مرگیا اور ہندہ باقی رہی تو اُسکی میراث ہندہ کو ملیگی اور عمرو سے منتقل ہو جاویگی۔ اور اگر ہندہ نے ایک غلام آزاد کیا پھر ہندہ مرد بیٹا اور بیٹی چھوڑکر مرگئی پھر غلام مرگیا تو اُسکی ولاء خاصۃً بیٹے[2] کو ملیگی

[1] یا کلو کی آزادی سے پہلے خیرو آزاد ہوا ہو واضح ہو کہ جہان یہ حکم ہے کہ ولاء معتق بھی آزاد کرنے والے کو ملیگی اُس سے یہ مراد ہے کہ جب اسکا کوئی وارث نہو اور شرائط میراث متحقق ہون تب ملیگی ۱۲

[2] بیٹے یعنی پسر کو جو مذکر عصبہ اقرب ہے ۱۲۔

خواہ ہندہ نے کچھ مال لیکر غلام آزاد کیا ہو یا بلا مال آزاد کیا ہو یہ مبسوط مین ہے۔ اور عورت کے آزاد کردہ کے آزاد کیے ہوے کی ولاء کھینچ لانیکی مثال یہ ہے کہ ہندہ نے ایک غلام کلو آزاد کیا پھر کلو نے ایک غلام خیرو کو کرکے اسکو عمرو کی آزاد شدہ باندی سے بیاہ دیا اور اسکے بچہ پیدا ہوا تو اسکی ولاء باندی کے مولی کو ملیگی پھر اگر کلو نے اپنے خیرو غلام کو آزاد کردیا تو خیرو اپنی اولاد کی ولاء اپنی طرف کھینچ لائیگا پھر خیرو سے کلو کو اور کلو سے ہندہ کو ملیگی یہ عینی شرح ہدایہ مین ہے۔ اگر ایک ان باپ کی سگی دو بہنون نے اپنے باپ کو خرید پھر باپ مرگیا اور کوئی عصبہ نہ چھوڑا تو بیٹیونکو دو تہائی بسبب فرائض نسبی ملیگا اور باقی بھی انھین کو ملیگا اسمین کچھ اختلاف نہین ہے اور اگر ایک ہی بہن نے باپ کو خریدا پھر باپ مرگیا اور کوئی عصبہ چھوڑا فقط یہی دو بیٹیان چھوڑین تو دونونکو دو تہائی بہ قرابت نسبی ملیگا اور باقی ایک تہائی بسبب ولاء کے خاصۃً اُسی کو ملیگا جسنے باپ کو خریدا ہے اور اگر دونون بہنون نے اپنے باپ کو خریدا اور ایک نے باپ کیساتھ علاتی بھائی یعنی فقط باپ کی طرف سے جو بھائی ہے اسکو خریدا پھر باپ مرگیا تو یہ مال دونون بیٹیون اور بھائیون کے درمیان چار حصے ہوکر تقسیم ہوگا اور بیٹے کو دو بیٹیون کے برابر حصہ ملیگا کیونکہ باپ آزاد مرا اور ایک آزاد بیٹا اور دو آزاد بیٹیان چھوڑین تو ان لوگونکو میراث باعتبار قرابت کے ملیگی اور اس مین ولاء کا کچھ اعتبار نہ ہوگا پھر اگر اس کے بعد بیٹا مرگیا تو اسکی دونون بہنون کو بقرابت نسبی دو تہائی ملیگا اور باقی ایک تہائی مین سے آدھا خاصۃً اسکو ملیگا جسنے بھائی کو باپکے ساتھ خریدا ہے کیونکہ اسکو بھائی کی آدھی ولاء ملی ہے کہ بھائی اپنے باپکے ساتھ اُسکے خریدنے سے آزاد ہوا ہے پھر جو باقی رہا وہ دونون کو برابر تقسیم ہوگا کیونکہ دونون اپنے باپ کی ولاء مین مشترک ہین پس باپ کا حصہ دونون مین مشترک مساوی رہا اور یہ حصہ تمام مال کا چھٹا حصہ ہے اور مسئلہ کی تخریج بارہ سے ہوگی انمین سے دونون بہنون کو دو تہائی یعنی ہر ایک کو چار سہام ملینگے اور باقی کا آدھا یعنی دو سہم خاص اسکو ملینگے جسنے بھائی کو باپکے ساتھ خریدا ہے اور یہ حصہ ولاء ہے اور باقی دونونکو مساوی تقسیم ہوگا پس جسنے بھائی کو بھی خریدا تھا اسکو سات سہام ملے اور دوسری کو پانچ سہام ملے کذا فی البدائع اور اگر دونون بیٹیون کے خریدنے اور آزاد ہو جانے کے بعد باپنے ایک غلام آزاد کیا پھر باپ مرگیا پھر باپ کا آزاد کیا ہوا غلام مرگیا اور دونون بیٹیون مین سے جنھون نے باپ کو خریدا تھا ایک بیٹی باقی رہی تو سب میراث اسی بیٹی کو ملیگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر بنی ہمدان کی عورت نے بنی اسد کے ایک شخص سے نکاح کیا اور ایک لڑکا پیدا ہوا پھر عورت نے ایک غلام آزاد کیا تو اسکی ولاء اسی عورت کو ملیگی اور اُسکا لڑکا اپنے باپ کا جو بنی اسد مین سے ہے تابع ہوگا پھر اگر عورت مرگئی پھر اُسکا آزاد غلام مرا تو اسکی میراث اُسکی بیٹی

اسدی کو ملیگی اور اگر غلام آزاد شدہ نے کوئی جنایت کی تو اُسکی عاقلہ بنی ہمدان ہونگے پس میراث تو بنی اسد کو پہونچتی ہی اور جنایت کے مددگار برادری بنی ہمدان ہوتے ہین یہ شرح طحاوی مین ہی
اگر آزاد کی ہوئی باندی یا غلام مرگیا اور اپنے مولی کے عصبہ کا عصبہ چھوڑا تو عصبہ کا عصبہ اُس کا وارث نہوگا بخلاف مولی کے عصبہ کے کہ وہ وارث ہوتا ہے اگر ایک عورت نے اپنا غلام کلو آزاد کیا پھر مرگئی اور ایک بیٹا عبد اللہ اور اپنا شوہر جو اس لڑکے کا باپ ہے یعنی عبد الرحمن چھوڑا پھر کلو مرگیا تو کلو کی میراث عبد اللہ کو ملیگی یہی عورت کا عصبہ ہے اور اگر عبد اللہ مرگیا اور باپ جو عورت کا شوہر ہے چھوڑا پھر کلو مرگیا تو عورت کے شوہر کو کلو کی میراث نہ ملیگی اور یہ شوہر اپنے بیٹے کا عصبہ ہے اور بیٹا عورت کا عصبہ ہے پس یہ شوہر عورت کے عصبہ کا عصبہ ہوا مگر باایں ہمہ وارث نہوگا
اگر زید نے غلام آزاد کیا جسکا نام کلو ہے پھر کلو نے خیرو غلام آزاد کیا پھر خیرو نے بدھو غلام آزاد کیا پھر بدھو مرگیا اور زید کا عصبہ چھوڑا تو عصبہ اُسکا وارث ہوگا اگرچہ بظاہر یہ صورت عصبہ کے عصبہ کے وارث ہونیکی ہے ولیکن بالمعنی ایسا نہین ہے کیونکہ زید نے اس بدھو کی ولاء کو اپنی طرف کھینچا پس اُسکا عصبہ وارث ہوگا کیونکہ یہی عصبہ قائم مقام زید کے ہے اور اسوجہ سے وارث نہین ہوگا کہ یہ آزاد کنندہ کے عصبہ کا عصبہ ہے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر زید مرگیا اور کچھ مال چھوڑا اور اُس کا کوئی وارث موجود ظاہر نہین ہے پھر عمرو نے دعوی کیا کہ مین بولاء زید کا وارث ہون اور عمرو کے لیے دو گواہون نے گواہی دی کہ میت یعنی زید اُسکا مولے ہے اور یہ شخص اُسکا وارث ہے تو قاضی فقط اس گواہی پر فیصلہ نہ کریگا جبتک کہ مولے کے معنی دریافت نہ کرے کیونکہ مولے لفظ مشترک ہے کہ آزاد شدہ غلام کو بھی کہتے ہین اور آزاد کنندہ کو بھی مولی بولتے ہین اسیطرح اگر یون گواہی دی کہ وہ اُسکا مولی العتاقہ ہے تو بھی دریافت کریگا کیونکہ مولی العتاقہ جسطرح اعلی کو شامل ہے اسی طرح اسفل کو بھی شامل ہے حالانکہ اعلی وارث ہوتا ہے اسفل نہین وارث ہوتا ہے اور اگر گواہون نے یون گواہی دی کہ اس مدعی نے اس میت کو آزاد کیا تھا درحالیکہ اُس کا مالک تھا اور اب یہ اسکا وارث ہے اور اسکے سواے ہم اُسکا کوئی وارث نہین جانتے ہین تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور اس مدعی کے نام اُسکے میراث کی ڈگری ہوگی۔ اور اگر گواہون نے یون بیان کیا کہ میت کا اقرار تھا کہ مین اس مدعی کی ملک ہون اور اس مدعی نے اسکو آزاد کیا تو بھی قاضی اُنکی گواہی قبول کرکے مدعی کے نام اُسکی میراث کی ڈگری کریگا۔ اور اگر دو گواہون نے یون گواہی دی کہ اس مدعی کے باپ نے اس میت کے باپ کو آزاد کیا درحالیکہ اُسکا مالک تھا پھر آزاد کنندہ مرگیا اور اپنا یہ بیٹا مدعی چھوڑا پھر وہ آزاد کردہ شدہ مرا اور اُسنے اپنا بیٹا چھوڑا اور

ل۔ توکہ وارث یعنی بظاہر سمجھ مین آتا ہے کہ عصبہ کا عصبہ وارث ہوا حالانکہ بباطن یہ نہین ہے ۱۲ + + + + + + -

یہ بیٹا یہی ہے جواب مرا ہے اور یہ بیٹا آزاد عورت سے پیدا ہوا تھا تو قاضی اُس گواہی پر مدعی کے
نام میراث کی ڈگری کریگا اور اگر یہ بیٹا کسی شخص کی باندی سے پیدا ہوا ہوا ور اُسکو باندی کے
مولی نے آزاد کر دیا ہو تو اُسکی میراث باندی کے مولی کو ملیگی۔ اور اگر گواہون نے بطور مذکور گواہی
دی ولیکن یہ بھی کہا کہ ہمنے اس مدعی کے باپ کو نہین پایا یعنی ہم اسکے وقت مین نہ تھے ولیکن ہمنے
معلوم کیا ہے کہ اسکے باپ نے میت کے باپ کو آزاد کیا ہے تو قاضی ایسی گواہی قبول نہ کریگا کیونکہ یہ
گواہی ولاء کے باب مین سُنی سُنائی ہے اور ولاء کے مقدمہ مین سُنی سُنائی گواہی امام اعظم و امام
محمد رحمہ کے نزدیک مقبول نہین ہوتی ہے اور اگر زید مرگیا اور عمرو نے اُسکی میراث کا دعوی کیا ہے
اور دو گواہ پیش کیے جنھون نے یہ گواہی دی کہ اس مدعی نے زید کی ماں کو آزاد کیا اور اس باندی
سے اُسکے بعد خالد کے غلام سے یہ زید پیدا ہوا اور اسکا باپ حالت مملوکیت مین یعنی غلام مرا ہے
اور زید مرگیا اور ہم اس میت کا کوئی وارث سوائے اسکی ماں کے آزاد کرنیوالے کے نہین
جانتے ہین تو قاضی ایسی گواہی قبول کر کے عمرو کے نام میراث کی ڈگری کریگا پھر اگر خالد آیا اور
اُسنے دو گواہ پیش کیے جنھون نے یہ گواہی دی کہ مین نے زید کے انتقال سے پہلے زید کے باپ کو
کو اپنی ملک کی حالت مین آزاد کر دیا ہے اور ہم زید کا کوئی وارث سوائے خالد کے نہین جانتے ہین
تو قاضی زید کی ولاء کی ڈگری خالد کے نام کر دیگا اور خالد[1] زید کے باپ کو بعد آزادی ماں کے
آزاد کرنے کے سبب سے اسکے بیٹے کی ولاء اپنی طرف کھینچ لا دیگا اور یہ ظاہر ہوگا کہ قاضی نے پہلے
جو کچھ فیصلہ کیا تھا اُسمین خطا واقع ہوئی یعنی زید کی ماں کے مولی کے نام میراث کی ڈگری خطا تھی یہ
محیط مین ہے۔ اگر زید و عمرو نے خالد میت کی ولاء عتق کا دعوی کر کے ہر ایک نے اپنے دعوی پر
گواہ دیے تو دونون کے نام اسکی میراث کی ڈگری ہوگی اور اگر دونون کے دعوی مین عتق
کا وقت بیان ہوا ہے تو جسنے آزادی کا وقت سابق بیان کیا اُسکے نام ڈگری ہوگی کیونکہ اُس نے
آزادی ایسے وقت ثابت کی کہ اسوقت دوسرا مدعی اُسکا منازع[2] نہین ہے اور اگر ایسی صورت ولاء
موالاۃ مین واقع ہو تو آخر وقت کے مدعی کے نام ڈگری ہوگی کیونکہ ولاء موالات ٹوٹ سکتی ہے
پس دوسرے کے ساتھ موالات کر لینا پہلے شخص کے موالات کا نقض ہوگا ولیکن اگر پچھلے وقت کے مدعی
کے گواہون نے یہ گواہی دی کہ پہلے وقت کے مدعی نے اس میت کیطرف سے عقل ادا کیا ہے یعنی
جرم کے عوض دیت دی ہے تو ایسی صورت مین پہلے وقت کے مدعی کی ڈگری ہوگی کیونکہ موالات

---

[1] قولہ خالد زید یعنی جب ثبوت ہوا کہ زید کی ماں آزاد تھی اور باپ غلام تھا تو گو زید کی ولاء اسکی ماں کے مولی یعنی عمرو کی ہوئی
پھر جب خالد نے اُسکی ماں کے آزادی کے بعد اسکے باپ کو آزاد کیا تو ولاء منتقل ہو کر خالد کو مل گئی پس زید کے باپکو آزاد کرنیکے
سبب سے خالد اسکی ولاء اپنی طرف کھینچ لایا ۱۲ [2] منازع یعنے جھگڑالو اور مزاحم ۱۲

اب محل نقض نہین رہی پس ولاء التاقہ کے مشابہ ہوگئی اور اگر ایک مدعی نے گواہ دیے کہ اس نے
اسکو اپنی حالت ملک مین آزاد کیا اور ہم اسکے سوائے اسکا کوئی وارث نہین جانتے ہین اور
قاضی نے مدعی کے نام میراث وولاء کی ڈگری کردی پھر دوسرے شخص نے ایسے ہی دعوی کے
گواہ پیش کیے تو یہ گواہ قبول نہ ہونگے ولیکن اگر گواہ یون گواہی دین کہ دوسرے مدعی نے
پہلے سے قبل اسکے آزاد کرنیکے خرید کرکے اپنی ملک مین آزاد کردیا تو البتہ پہلے کے نام کی ڈگری
باطل ہوجاویگی یہ بدائع مین ہے۔ زید مرگیا اور عمرو نے دعوی کیا کہ میرے باپ خالد نے زید کو
اپنی ملک مین آزاد کیا تھا اور میرے باپ کا اور اس میت کا کوئی وارث سوائے میرے
نہین ہے اور اپنے بھائی کے دو بیٹے اس امر کے گواہ لایا تو فرمایا کہ دونون کی گواہی جائز نہین ہے
کیونکہ دونون اپنے دادا کے واسطے گواہی دیتے ہین یہ مبسوط مین ہے۔ زید مرگیا اور عمرو کے
قبضہ مین اپنا بہت سا مال چھوڑا پھر خالد نے آکر دعوے کیا کہ مین نے زید کو اپنی ملک مین آزاد
کیا تھا اور میرے سوائے اسکا کوئی وارث نہین ہے اور اسپر گواہ قائم کیے اور عمرو نے بھی ایسی
دعوی پر گواہ دیے تو دونون مین نصفا نصف مال کی ڈگری ہوجاویگی کیونکہ ہر ایک دونون مین
سے بذریعہ اپنے گواہون کے اپنی ولاء ثابت کرتا ہے اسلیے کہ یہی امر اس دعوی سے مقصود ہے
اور مال کا استحقاق سو وہ اس ثبوت پر مبنی ہے اور ولاء ایسی چیز نہین ہے کہ اسپر قبضہ وارد ہو
پس یہ نہین ہوسکتا ہے کہ ایک مدعی قابض قرار دیا جاوے اور دوسرا خارج کیا جاوے
بلکہ دونون خارج قرار دیے جاوینگے پس مال کی ڈگری دونون کے نام نصفا نصف ہوگی یہ ذخیرہ
مین لکھا ہے۔ اگر زید دو لڑکے اور لڑکیان چھوڑ کر مرگیا اور عمرو نے دعوی کیا کہ میرے باپ
خالد نے اس میت کو آزاد کیا ہے اور وہ اسکا مالک تھا اور میت کے دونون بیٹون نے اسکی
گواہی دی اور بکر نے دعوی کیا کہ میرے باپ نے اسکو آزاد کیا تھا درحالیکہ وہ اسکا مالک تھا
اور میت کی دختر اس دعوی کی مقر ہوئی تو عمرو کے نام ولاء کی ڈگری ہوگی اور اگر بکر کیواسطے
ایک لڑکے اور دو لڑکیون نے گواہی دی تو دونون کے نام نصفا نصف ولاء کی ڈگری ہوگی۔
اگر ایک آزاد شدہ نے ایک شخص عربی پر دعوے کیا کہ مین اسکا مولے ہون اور اسنے میرے باپ
کو آزاد کیا ہے اور مدعی اپنے باپ کے دو بیٹے یعنی اپنے دو بھائی لایا جنھون نے اس امر کے گواہ
دیے اور وہ شخص عربی منکر ہے تو اسکے دونون بھائیون کی گواہی مقبول نہوگی کیونکہ وہ دونون
اپنے باپ اور اپنے واسطے گواہی دیتے ہین کیونکہ اسمین دونون کا نفع ہے اسلیے کہ جب
انکے باپ کی ولاء اس شخص عربی سے ثابت ہوگی تو انکی ولاء بھی اس شخص عربی سے ثابت ہوگی
اور اگر دو اجنبیون نے ایسی گواہی دی تو مقبول ہوگی۔ اور اگر اس صورت مین عربی نے ولاء کا

دعوے کیا اور اس مولی نے انکار کیا اور اسکے دو بھائیون نے گواہی دی تو انکی گواہی قبول ہوگی اگر ایک شخص مرگیا اور ایک شخص نے اُس کا مال لے لیا اور دعوے کیا کہ مین ہی اُس کا وارث ہون میرے سوائے کوئی اُسکا وارث نہین ہی تو فرمایا کہ مین اسکے قبضہ سے مال نہین نکالونگا اور نہ بیت المال مین رکھونگا یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک مسلمان نے دو گواہ مسلمان پیش کیے کہ مین نے اس میت کو اپنی ملک مین آزاد کیا ہے اور یہ مسلمان مرا ہے میرے سوائے اُسکا کوئی وارث نہین ہی اور ایک ذمی نے دو مسلمان گواہ پیش کیے کہ مین نے اسکو آزاد کیا ہے درحالیکہ مین اسکا مالک تھا اور یہ کافر مرا ہے میرے سوائے اسکا کوئی وارث نہین ہی تو مسلمان مدعی کو آدھی میراث ملیگی اور باقی آدھی میراث ذمی کے اقرب عصبات مین جو مسلمان ہو اُسکو ملیگی اور اگر کوئی عصبہ مسلمان نہوگا تو مین اسکو بیت المال مین داخل کرونگا اور اگر ذمی کے گواہ نصرانی ہونگے تو ان کی گواہی مسلمان پر ناجائز ہوگی اور میت کی ولاء اور تمام میراث کی ڈگری مسلمان مدعی کے نام ہوگی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر طرفین کے گواہ ذمی لوگ ہون تو میت کی ولاء و میراث کی ڈگری مسلمان مدعی کے نام ہوگی اور میت کے مسلمان مرنے کا حکم دیا جائیگا اور اگر مسلمان و ذمی نے ایک زندہ آدمی کی ولاء مین جھگڑا کیا اور ہر ایک نے دعوے کیا کہ مین نے اُسکو اپنی ملک مین آزاد کیا ہے اور تاریخ عتق بیان کی اور ایک شخص کی تاریخ عتق دوسرے سے سابق ہے اور ہر ایک نے اس دعوی پر مسلمان گواہ قائم کیے تو جسکی تاریخ سابق ہے اس کے نام کی ڈگری ہوگی اور اگر ذمی کے گواہ ذمی لوگ ہون اور شخص آزادشدہ کافر ہو تو مسلمان کے گواہون پر مسلمان کے نام کی ڈگری ہوگی اگرچہ ذمی سابق التاریخ ہو یہ محیط مین ہے۔ ایک ذمی کے قبضہ مین ایک غلام ہے اُسنے غلام کو آزاد کردیا پھر ایک مسلمان نے دو مسلمان گواہ پیش کیے کہ یہ میرا غلام ہے اور ذمی نے دو گواہ مسلمان پیش کیے کہ مین نے اسکو درحالت اپنی ملک کے آزاد کردیا ہی تو مین اسکے عتق کو نافذ کرونگا اور اُسکی ولاء ذمی کو ملیگی چنانچہ دونون مدعیون کے مسلمان ہونے کی صورت مین بھی یہی حکم ہے اور اگر ذمی کے گواہ کافر ہون تو مسلمان کے نام ڈگری کرونگا۔ اور اگر مسلمان نے دو گواہ مسلمان اس امر کے پیش کیے کہ یہ میرا غلام ہے کہ مین نے اسکو مدبر کردیا ہے یا باندی کی صورت مین دعوی کرکے گواہ دیے کہ میری باندی ہے مین نے اسکو ام ولد بنایا ہے اور ذمی نے دو مسلمان گواہ اپنی ملک و آزاد کرنیکے قائم کیے تو ذمی کے گواہون پر اُسکے نام ڈگری ہوگی۔ اگر کسی ذمی کے پاس ایک باندی ہو کہ ذمی سے اُسکے ایک لڑکا پیدا ہوا اُس پر ایک شخص نے دعوی کیا کہ یہ میری باندی ہے مجھسے اس ذمی نے غصب کرلی ہے اور اس دعوے پر گواہ قائم کیے اور قابض یعنی ذمی نے اس امر کے گواہ دیے کہ یہ میری باندی ہے اور میری ملک مین اس سے بچہ پیدا ہوا اسلیے تو مین باندی اور اُسکے بچہ کی ڈگری مدعی کے نام کرونگا اسیطرح اگر مدعی نے یون دعوی

کہ یہ میری باندی ہے مین نے اسکو اس قابض کو اجارہ پر یا عاریۃ دی یا ہبہ کرکے سپرد کر دی تھی تو بھی یہی حکم ہوگا۔ اور اگر مدعی نے اس امر کے گواہ دیے کہ یہ میری باندی ہے میری ملک مین بچہ جنی ہے تو قابض کے نام ڈگری کر دونگا۔ اسیطرح اگر قابض نے دعویٰ کیا کہ یہ میری باندی ہے مین نے اسکو آزاد کر دیا ہے اور مدعی نے اس امر کے گواہ دیے کہ میری باندی ہے میری ملک مین پیدا ہوئی ہے تو آزاد کنندہ کے گواہ مقبول ہونگے کیونکہ انسے باندی کی حریت ثابت ہوتی ہے اور یہ جائز نہین ہے کہ حریت پر گواہ قائم ہونیکے بعد پھر اس سے بسبب ملک کے وطی کیجاوے اور اگر دونون مین سے ہر ایک کے گواہون نے باوجود اس گواہی کے یہ بھی گواہی دی کہ دوسرے نے اس کو غصب کر لیا ہے تو بھی آزاد کنندہ کے گواہ مقبول ہونگے اور وہی باندی کی ولاء کا مستحق ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ زید نے عمرو سے ایک غلام خریدا پھر زید نے گواہی[1] دی کہ عمرو نے قبل بیع کرنیکے اسکو آزاد کر دیا ہے تو غلام آزاد ہوگا اور اسکی ولاء موقوف رہیگی درصورتیکہ بائع اس سے منکر ہو پھر اگر اسکے بعد عمرو نے زید کے قول کی تصدیق کی تو ولاء اسکے واسطے لازم ہوگی اور زید کو ثمن واپس کر دیگا اسیطرح اگر عمرو کے مرنیکے بعد اسکے وارثون نے زید کے قول کی تصدیق کی تو بھی یہی حکم ہے اور یہ حکم استحسان ہے۔ اور اگر مشتری نے یہ اقرار کیا کہ بائع اسکو مدبر کر چکا تھا تو یہ موقوف رہیگا پھر اگر اسکے بعد بائع مر گیا تو غلام آزاد ہو جاویگا پس اگر بائع کے وارثون نے مشتری کے قول کی تصدیق کی تو انکی تصدیق دربارۂ لزوم ولاء اور رد ثمن کے استحساناً معتبر ہوگی۔ ایک غلام دو شخصون کے درمیان مشترک ہے اور ہر ایک نے دونون مین سے[یعنی ہر ایک نے ۱۲] دوسرے پر اسکے آزاد کر دینے کی گواہی دی تو وہ غلام سعایت کرنے پر ملوکیت سے آزادی کیطرف نکل آویگا اور دونون کیواسطے سعی کریگا خواہ دونون خوشحال ہون یا تنگدست ہون یا ایک خوشحال ہو اور دوسرا تنگدست ہو اور اسکی ولاء دونون مین مشترک ہوگی اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ کا قول ہے اور صاحبین رح کے قول کے موافق وہ غلام آزاد ہوگا اور اسکی ولاء دونون مین موقوف رہیگی۔ ایک باندی دو شخصون مین مشترک ہے اور دونون مین سے ہر ایک نے یہ اقرار کیا کہ یہ باندی دوسرے سے بچہ جنی ہے حالانکہ دوسرا اس سے منکر ہے تو وہ باندی ام ولد موقوف رہیگی اگر پھر دونون سے کوئی مر گیا تو آزاد ہو جاویگی اور اسکی ولاء موقوف رہیگی اور اسمین کچھ اختلاف نہین ہے یہ محیط مین ہے۔ زید کی باندی ہے اور معروف ہے کہ یہ اسکی باندی ہے اس باندی کے عمرو سے ایک بچہ ہوا پس زید نے کہا کہ مین نے یہ باندی تیرے ہاتھ ہزار درم مین فروخت کر دی تھی اور عمرو نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے میرے ساتھ اسکا نکاح کر دیا تھا تو بچہ آزاد ہوگا اور اسکی ولاء موقوف رہیگی اسواسطے کہ زید اسکی ولاء کو اپنی ذات سے دور کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ اصلی آزاد

[1] قولہ گواہی یعنی زید مشتری نے مع دوسرے گواہون کے غلام کے لئے یہ گواہی دی اور وہ مدعی ہے ۱۲

ہے کہ اپنے باپ کی ملک مین اُسکا نطفہ قرار پایا ہے اور باندی بمنزلہ ام ولد کے موقوف رہیگی ورد دونون مین
سے کوئی شخص اُس سے وطی نہین کرسکتا ہے اور نہ اُس سے خدمت لے سکتا ہے اور نہ اُسکو مزدوری پر
دیسکتا ہے اور اُسکی ولاء موقوف رہیگی کیونکہ دونون مین سے ہر ایک اُس کو اپنی ذات سے دور
کرتا ہے اور زید اس باندی کا عقر عمرو سے بجائے ثمن کے لے لیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر زید نے
اقرار کیا کہ میرے باپ خالد نے اپنے غلام کو حالت مرض یا صحت مین آزاد کردیا ہے اور اُسکا وارث
سواے میرے کوئی نہین ہے تو قیاساً اسکی ولاء موقوف رہیگی اور زید کی اپنے باپ پر اس اقرار کی
تصدیق نہ کیجاویگی مگر استحساناً اُسکی ولاء زید کو ملیگی موقوف نہ رہیگی - اور امام محمد رح نے کتاب الولاء
مین یہ نہین ذکر فرمایا کہ آیا خالد کی مددگار برادری اس غلام کی طرف سے عاقلہ ہوگی یعنی اُسکے جرم کی
دیت ادا کریگی یا نہین اور مشائخ نے اسکے جواب مین تفصیل فرمائی ہی اور فرمایا ہے کہ اگر زید اور
اُسکے باپ کا عصبہ ایک ہی ہون مثلاً زید اور اُسکے باپ کو ایک ہی شخص نے آزاد کیا ہو اور دونونکی
قوم ایک ہی قبیلہ ہو تو زید کے باپ کی برادری اُسکی عاقلہ ہوگی اور اگر دونون کے عصبات جدا جدا
ہون مثلاً باپ کو ایک شخص نے اور بیٹے کو دوسرے شخص نے آزاد کیا ہو تو اس غلام کی عاقلہ مددگار
برادری نہوگی اور عقل اُسکی موقوف رہیگی - اور یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ جب اس مقر یعنی زید کے
ساتھ دوسرا وارث نہوا اور اگر دوسرا وارث موجود ہوا اور اُسنے زید کے اقرار کی تکذیب کی
تو اُسکو اختیار ہوگا کہ بقدر اپنے حصہ کے غلام سے سعی کرادے پھر امام اعظم رح کے نزدیک اس وارث
کے حصہ کی ولاء جسنے سعی کرائی ہے اُسیکو ملیگی اور باقی آدھے حصہ کی ولاء میت کو ملیگی جیسا کہ اگر سب
اسی مقر کا ہوتا اور وہ اقرار کرتا کہ میرے باپ نے اُسکو آزاد کیا ہے تو یہی حکم تھا مگر صاحبین رح کے نزدیک
نصف حصۂ میت اور نصف حصۂ وارث مستغنی کی ولاء موقوف رہیگی - اور جہان جہان ولاء موقوف ہونیکا
حکم ہے وہان اگر آزاد شدہ مرجاوے تو اُسکی میراث بیت المال مین داخل کیجائیگی مگر اسکی عاقلہ خود
وہی ہوگا بیت المال اُسکی طرف سے عاقلہ نہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر تین لڑکیون نے اپنے باپ کو خریدا پھر
ایک لڑکی مرگئی اور اُسنے اپنی مان کا مولے چھوڑا پھر باپ مرگیا تو دونون بیٹیونکو باپ کا دو تہائی مال
بحسب فرائض ملیگا اور ایک تہائی باقی مین سے دو تہائی بحسب ولاء ملیگا اور جو لڑکی مرگئی ہے اسکے لئے ایک
تہائی کا تہائی رہا وہ باپ کی طرف عود کریگا اسمین سے ایک تہائی کی تہائی کا دو تہائی ان دونون بیٹیونکو
ملیگا اور تہائی کی تہائی کا ایک تہائی اُنکی مان کے مولے کو ملیگا پس ایسے حصے تقسیم کرنیکے حساب لگانے
کیواسطے ایسے عدد کی ضرورت ہے جسکی تہائی کا تہائی تین ہو اور کم سے کم ایسا عدد ستائیس ۲۷ ہے پس
ستائیس ۲۷ حصے کرکے اُسمین سے چھبیس حصے دونون بیٹیون کو اور ایک حصہ دختر متوفی کی مان کے مولے کو
ملیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے -

دوسرا باب - ولاء موالاۃ کے بیان مین - اور اسمین دو فصلین ہین **فصل اول** اُسکے ثبوت کے سبب و شرائط و حکم و صفت سبب و صفت حکم کے بیان مین - واضح ہو کہ ولاء موالاۃ کے ثبوت کا سبب ایجاب و قبول ہے اور اُسکی صورت یہ ہے کہ جو شخص کسی شخص کے ہاتھ پر مسلمان ہوا وہ اُسی شخص سے یا کسی دوسرے سے یہ کہے کہ انت مولائی یعنی تو میرا مولے ہے کہ جب مین مرجاؤن تو میرا وارث ہے اور اگر کوئی جنایت کرون تو تو میری طرف سے عقل ادا کرے پس دوسرا شخص کہے کہ مین نے قبول کیا یا یون کہے کہ والیتک یعنی مین نے تیرے ساتھ موالات کی اور دوسرا کہے کہ مین نے قبول کیا خواہ یہ الفاظ اُسی شخص سے کہے جسکے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہے یا کسی دوسرے شخص سے کہے اور یہ عامۂ علماء کا قول ہے حتی کہ اگر زید ایک شخص عمرو کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور خالد سے موالات کی تو زید خالد ہی کا مولے ہو گا یہ عامۂ علماء کے نزدیک ہے اور یہی صحیح ہے - ولاء موالات کے شرائط مین سے ایک یہ ہے کہ دونون کی طرف سے عقد موالات واقع ہوا ہے رہا بلوغ سو بالغ ہونا ایجاب کرنیوالے کیطرف سے شرط ہے پس نابالغ کیطرف سے ایجاب منعقد نہوگا اگرچہ یہ نابالغ عاقل ہو پس اگر نابالغ لڑکے نے جو عاقل ہے مسلمان ہو کر کسی شخص سے موالات کا ایجاب کیا تو جائز نہین ہے اگرچہ اُسکا کافر باپ اجازت دیدے کیونکہ کافر باپ کو اپنے مسلمان بیٹے پر کچھ بھی استحقاق ولایت نہین ہے پس اُسکی اجازت و عدم اجازت دونون یکسان ہین اسیواسطے باقی عقود مثل بیع وغیرہ کے کافر باپ کی اجازت سے جائز نہین ہوتے ہین اور رہا بالغ ہونا قبول والے کی طرف سے سو اس عقد کے نفاذ کی شرط ہے مثلاً کسی بالغ نے اگر نابالغ کے ساتھ موالات کی اور نابالغ نے اُسکو قبول کیا تو انعقاد ہو جائیگا مگر نافذ نہوگا بلکہ نابالغ کے باپ یا وصی کی اجازت پر موقوف رہیگا پس اگر باپ یا وصی نے اجازت دیدی تو جائز ہو جائیگا اسیطرح اگر کسی شخص نے ایک غلام سے موالات کی اور غلام نے قبول کیا تو بھی غلام کے مولے کی اجازت پر موقوف ہے اگر مولے نے اجازت دیدی تو عقد جائز ہوگا مگر فرق یہ ہے کہ غلام کی صورت مین اگر مولے نے اجازت دیدی تو عقد ولاء غلام کے مولے کیساتھ منعقد ہوگا اور نابالغ کی صورت مین اگر اسکے باپ یا وصی نے اجازت دی تو عقد موالات نابالغ کے ساتھ منعقد ہوگا - اور اگر کسی شخص نے مکاتب سے موالات کی تو جائز ہے اور یہ ولاء مکاتب کے مولے کے ساتھ ہوگی کیونکہ مکاتب کا قبول کرنا صحیح ہے مگر ولاء اسکے مولے کے ساتھ ہوگی کیونکہ یہ مکاتب ولاء کی اہلیت نہین رکھتا ہے - (ومنہا[1] ان یکون للعاقد وارث وھو ان لایکون من وارث یقویہ فان کان لم یصح العقد) اور اگر عاقد کا زوج یا زوجہ ہو تو عقد صحیح ہے اور ان دونون کا حصہ دیکر باقی مولے کو ملیگا - اور ایک یہ ہے کہ عاقد اہل عرب سے نہو حتی کہ اگر کسی عربی نے کسی

[1] قولہ ومنہا الخ اصل مین یون ہی موجود ہے اور شاید صحیح عبارت کا یہ مطلب ہو کہ وارث ہونے کے شرائط مین سے یعنی یہ ہو کہ عاقد کوئی وارث نہو یا عاقد اُسکا وارث فرضی ہو یا ہان اس سے زیادہ قریب وارث ہو تو نافذ عقد صحیح ہو گا تعال فی ۱۲ - + + + + + -

غیر قبیلہ کے آدمی سے موالات کی تو موالات نہ ہوگی ولیکن اُسی گروہ کیطرف منسوب ہوگا اور وہ لوگ اُسکے عاقلہ قرار پاوینگے اسیطرح اگر کسی عورت عربیہ نے غیر قبیلہ کے آدمی سے موالات کی تو بھی یہی حکم ہے۔ اور ایک یہ ہے کہ عاقد اہل عرب کے موالی مین سے نہو کیونکہ اہل عرب کا موالے اُنھین مین سے قرار دیا جاتا ہے پس اُسکا حکم بھی وہی ہے جو اہل عرب کا حکم ہے یہ بدائع مین ہے۔ اور ایک یہ شرط ہے کہ وہ شخص عاقد آزاد کردہ شدہ نہو یعنی دوسرے نے اُسکو آزاد نہ کیا ہو ورنہ آزاد کنندہ اُسکا موالے و وارث ہوگا - اور ایک یہ ہے کہ کسی شخص نے عاقد کیطرف سے پہلے عقل ادا نہ کیا ہو ورنہ وہی موالے رہیگا اور ایک یہ شرط ہے کہ عقد مین میراث و دیت جرم ادا کرنا شرط کرین یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور اگر دونون نے میراث کی شرط کی تو یون ہی رکھا جائیگا اور ہر ایک دونون مین سے دوسرے کا وارث ہوگا اور یہ شرط نہین ہے کہ عاقد نے جس سے عقد کیا ہے اُسکے ہاتھ پر مسلمان بھی ہوا ہو - اب رہا یہ امر کہ عاقد مجہول النسب ہو سو یہ امر عقد کے صحیح ہونے کی شرط ہے یہ کافی مین ہے - اب رہا یہ کہ عاقد کا مسلمان ہونا سو اسلام اس عقد کیواسطے شرط نہین ہے پس ایک ذمی کا دوسرے ذمی سے یا مسلمان سے یا مسلمان کا ذمی سے موالات کرنا صحیح ہے اسیطرح مذکر ہونا بھی شرط نہین ہے پس عورت کا مرد سے یا مرد کا عورت سے موالات کرنا صحیح ہے اسیطرح دار الاسلام بھی شرط نہین ہے پس اگر حربی نے مسلمان ہو کر دار الحرب یا دار الاسلام مین کسی مسلمان سے موالات کر لی تو موالات صحیح ہے یہ بدائع مین ہے۔ اور اس عقد کا حکم یہ ہے کہ اگر عاقد مر گیا تو دوسرے کو جسکے واسطے میراث شرط کر دی تھی میراث ملیگی اور اگر اُسنے کوئی جرم کیا تو یہ شخص اُسکی طرف سے دیت دیگا اور اس عقد مین اُسکی وہ نابالغ اولاد جو بعد عقد کے پیدا ہوئی ہے داخل ہوگی یہ تبیین مین ہے۔ اور اس عقد کی صفت یہ ہے کہ یہ عقد جائز غیر لازم ہوتا ہے یعنی لزوم نہین ہو جاتا ہے - اور حکم کی صفت یہ ہے کہ جو ولاء اس عقد کے ذریعہ سے ثابت ہوئی ہے وہ بذریعہ بیع یا ہبہ یا وصیت یا صدقہ کے محتمل تملیک[1] نہین ہوتی ہے یعنی حق ولاء کو کوئی شخص فروخت کر کے دوسرے کو نہین دے سکتا ہے کیونکہ یہ مال نہین ہے حتے کہ اگر زید نے ولاء موالات یا ولاء اعتاقہ کو بعوض ایک غلام کے عمرو کے ہاتھ فروخت کر کے غلام پر قبضہ کر لیا اور آزاد کیا تو عتق باطل ہوگا - اور اگر موالے اسفل نے اپنی ولاء دوسرے کے ہاتھ فروخت یا اُسکو ہبہ کر دی تو بیع یا ہبہ کچھ نہوگا ولیکن اس سے پہلے کی ولاء کا نقض اور اس دوسرے کے ساتھ ولا ثابت ہوگی یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر زید[2] نے عمرو سے موالات کی تو موالے یعنی زید کو اختیار ہے کہ عمرو کی ولاء چھوڑ کر خالد کے ساتھ موالات کر لے تاوقتیکہ عمرو نے زید کی طرف سے عقل (یعنی جرمانۂ دیت) ادا نہ کیا ہو اسواسطے کہ یہ عقد لازم نہین ہوتا

[1] قولہ تملیک یعنی ان وجوہ سے دوسرے کی ملک مین دینے کے قابل نہین ہے ۱۲ [2] زید نے عمرو سے موالاۃ کی تو زید موالے اسفل

جیسے وصیت مگر نقض عقد عمرو کی حضوری مین ہوگا۔ اسیطرح اعلی کو اختیار ہے کہ اسفل کی ولاء سے برائت کرے مگر اسفل کا حضور ضرور ہے (آگاہی مین ۱۲) اور اگر اسفل نے کسی دوسرے شخص سے موالات کرلی تو پہلے عقد کا نقض ہوجاویگا اگرچہ پہلا مولاے اعلی حاضر نہوا ور اگر پہلے مولاے اعلی نے اُسکی طرف سے جرمانہ دیت ادا کیا ہو تو اسفل کو یہ اختیار نہین ہے کہ دوسرے کے ساتھ موالات کرکے اپنی ولاء اول سے منتقل کرے اسیطرح اُسکے بیٹے کو بھی اختیار نہین کہ جب مولی اعلی نے اُسکے باپ کی طرف سے دیت ادا کی ہو پھر اُسکی ولاء سے اپنی ولاء کو منتقل کرے اسیطرح اگر مولے اسفل کے بیٹے کی طرف سے دیت ادا کی ہو تو باپ و بیٹے دونون مین سے کسیکو اختیار نہوگا کہ اُس سے اپنی ولاء منتقل کرین کیونکہ حکم ولاء مین باپ و بیٹے دونون بمنزلہ ایک شخص کے ہین یہ کافی مین لکھا ہے

فصل دوم مستحقین ولاء اور اسکے ملحقات کے بیان مین۔ اگر زید نے عمرو کے ہاتھ پر مسلمان ہوکر عمرو کے ساتھ موالات کی پھر زید کے ایک لڑکا ایسی عورت سے پیدا ہوا جو خالد کے ہاتھ پر مسلمان ہوکر اس سے موالات کرچکی تھی تو لڑکے کی ولاء باپ کے مولے یعنی عمرو کو ملیگی اسیطرح اگر یہ عورت حالت حمل مین خالد کے ہاتھ پر مسلمان ہوئی ہو اور اُس سے عقد موالات کرلیا ہو پھر لڑکا پیدا ہوا تو بھی یہی حکم ہے کہ لڑکے کی ولاء لڑکے کے باپ کے ولی کو ملیگی اور یہ حکم بخلاف ولاء العتاقہ کے ہے کہ درصورت ولاء عتاقہ کے اگر وہ عورت آزاد ہوئی پھر اُسکے بعد بچہ جنی تو بچہ کی ولاء ماں[1] کے مولے کو ملیگی۔ اور اگر زید و اُسکی عورت سے اولاد ہوئی اور وہ اولاد و نابالغ موجود ہے پھر زید نے عمرو کے ہاتھ پر مسلمان ہوکر اُس سے موالات کرلی پھر زید کی جورو نے خالد کے ہاتھ پر مسلمان ہوکر اُس سے موالات کرلی تو اولاد کی ولاء بالاجماع باپ کے مولے کو ملیگی۔ اگر ذمیون مین سے ایک عورت جسکے پاس اُسکا ایک نابالغ بچہ ہے کسی شخص کے ہاتھ پر مسلمان ہوکر اُس سے موالات کرلی تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکی ولاء اور اُس کے بچہ کی ولاء اُس مولے کو ملیگی اور صاحبین کے نزدیک عورت کی ولاء مولا کو ملیگی اور اسکے بعد بچہ کی ولاء نہ ملیگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر زید نے خالد کے ہاتھ پر مسلمان ہوکر اُس سے موالات کرلی اور زید کے بالغ بیٹے نے عمرو کے ہاتھ پر مسلمان ہوکر عمرو سے موالات کرلی تو ہر ایک کی ولاء اسکے مولے کو ملے گی اور اگر بیٹا فقط مسلمان ہوگیا تو اُس کی ولاء موقوف رہیگی اور باپ کے مولے کو نہ ملے گی اور باپ نے جو عقد موالات اپنے واسطے کیا ہے وہ بیٹے پر جاری نہ ہوگا یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص ذمی مسلمان ہوگیا اور کسی سے اُسنے موالات نہین کی پھر اُسکے ہاتھ پر کوئی کافر مسلمان ہوا تو یہ اُسکا مولے ہوگا اور اگر ایک ذمی ایک حربی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تو حربی اُسکا مولے نہ ہوگا اگرچہ اُسکے بعد وہ حربی مسلمان ہوجاوے یہ مبسوط مین ہے۔ ایک حربی امان لیکر دار الاسلام مین آیا اور یہان

---

[1] قولہ ان کے مولے الخ یہ اس صورت مین ہے کہ باپ غلام ہو ورنہ باپ کے مولے کو ملیگی ۱۲

ایک شخص زید کے ہاتھ پر مسلمان ہوکر اُس سے موالات کرلی پھر اسکا باپ امان لیکر آیا اور خالد کے ہاتھ پر مسلمان ہوکر اُس سے موالات کرلی تو ہر ایک کی ولاء اسکے موسلے کو جس سے موالات کی ہے ملیگی اور یہ نہوگا کہ باپ اپنے بیٹے کی ولاء اپنی طرف کھینچ لاوے۔ اور اگر ایک حربی امان لیکر دارالاسلام مین آیا اور زید کے ہاتھ پر مسلمان ہوکر اُس سے موالات کرلی پھر اُس حربی کا باپ قید ہوکر دارالاسلام مین آیا اور یہان آزاد کیا گیا تو وہ اپنے بیٹے کی ولاء اپنی طرف کھینچ لاویگا حتی کہ بیٹے کی ولاء باپ کے آزاد کنندہ کو ملیگی۔ اور اگر کسی حربی نے دارالحرب مین مسلمان کے ہاتھ پر مسلمان ہوکر وہین یا دارالاسلام مین اُسکے ساتھ موالات کرلی تو جائز ہے پھر اسکا بیٹا قید ہوکر آیا اور آزاد کیا گیا تو وہ اپنے باپ کی ولاء اپنی طرف نہین کھینچ سکتا ہے اور اگر اُسکا باپ قید ہوکر آیا اور آزاد کیا گیا تو اپنے بیٹے کی ولاء اپنی طرف کھینچ لاویگا۔ اور اگر ایک ذمی نے اپنا غلام آزاد کیا پھر ذمی عہد توڑکر دارالحرب مین بھاگ گیا پھر گرفتار ہوکر آیا اور ایک شخص کا غلام بنا اور اسکے آزاد کردہ غلام نے چاہا کہ مین کسی شخص سے موالات کرلون تو اُسکو یہ اختیار نہین ہے پھر اگر اُسکا موسلے کبھی آزاد ہو جائیگا تو اپنے آزاد کردہ کا وارث ہوگا اگر وہ مرجاوے اور اگر اُسنے بعد اسکے کوئی جنایت کی تو اُسکا جرمانہ خود ہی ادا کریگا اُسکا موسلے اُسکی طرف سے ادا نکریگا ایسا ہی عامۂ روایات مین مذکور ہے اور بعض روایات مین آیا کہ موسلے اُسکا وارث ہوگا اور اُسکی جنایت کی دیت دیگا اور یہی صحیح ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر عرب کے کسی نصرانی نے اپنے قبیلہ کے سوائے کسی دوسرے قبیلہ کے آدمی کے ہاتھ پر مسلمان ہوکر اُس کے ساتھ موالات کرلی تو اسکا موسلے نہوگا ولیکن اپنے گروہ کیطرف منسوب ہوگا اور وہی لوگ اسکے عاقلہ و وارث ہونگے اور یہی حکم عورت کا ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر ایک کافر نے حالت کفر مین ایک مسلمان سے موالات کرلی پھر مسلمان ہوکر ایک شخص نے جسکے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہے موالات کرلی تو اُسکی ولاء اُسکو ملیگی جسکے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہے اُسکو نہ ملیگی جسکے ساتھ قبل اسلام کے موالات کی تھی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے

تیسرا باب متفرقات مین۔ اگر زید نے اقرار کیا کہ مین عمرو بن خالد کا فوق یا تحت مین سے مولی العتاقہ ہون اور عمرو بن خالد نے تصدیق کی تو عمرو بن خالد اُسکا موسلے ہو جائیگا کہ اُسکا وارث ہوگا اور اُسکی طرف سے عاقلہ ہوگا اسیطرح اگر زید نے اقرار کیا کہ مین عمرو بن خالد کا مولی الموالات ہون اور عمرو نے اسکی تصدیق کی تو زید اُسکے مولی الموالات مین سے ہوگا اور اگر زید کی بالغ اولاد ہون اور انھون نے زید کے اقرار کی تکذیب کی اور کہا کہ ہمارا باپ بکر بن شعیب کا موسلے ہے تو زید کے اقرار کی تصدیق اُسکی ذات کیواسطے ہوگی اور اولاد بالغ کے اقرار کی تصدیق انکی ذات کے واسطے ہوگی کیونکہ اولاد جب بالغ ہو تو باپ کو اُنکی طرف سے عقد ولاء کا اختیار نہین ہوتا ہے پس

اسکے حق مین ولاء کا اقرار بھی نہین کرسکتا ہے اور اسی سے یہ فرق ثابت ہوا کہ اگر اولاد نابالغ ہو تو باپ کو اُنکی طرف سے عقد ولاء کا اختیار رہتا ہے پس ولاء کے اقرار کا بھی اختیار ہی۔ اور اگر ایک شخص کی جورو نے جس سے اولاد موجود ہے اقرار کیا کہ مین عمرو کی آزاد کی ہوئی ہون اور اس شخص نے اقرار کیا کہ مین خالد کا آزاد کیا ہوا ہون اور عمرو نے جورو کی اور خالد نے شوہر کی تصدیق کی تو ہر ایک جورو وشوہر اپنے اپنے اقرار پر مصدق ہوگا اور اولاد کی ولاء باپ کے موالے کو ملیگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر ایک عورت آزاد شدہ معروف ہے اور اسکا شوہر بھی کسیکا آزاد کردہ ہے اُس عورت کے بچہ پیدا ہوا پھر عورت نے کہا کہ مین اپنی آزادی سے پانچ مہینہ کے بعد یہ بچہ جنی ہون اور اُسکی ولاء میرے موالے کو چاہیے اور شوہر نے کہا کہ تو آزادی سے چھ مہینے پر جنی ہے اور اُسکی ولاء میرے موالے کو ملیگی تو شوہر کے قول کی تصدیق کیجائیگی یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک عورت نے کسی شخص سے موالات کی اور اسکے ایک بچہ پیدا ہوا کہ جسکا باپ معلوم نہین تو اُس عورت کی ولاء مین داخل ہوگا اسیطرح اگر ایک عورت نے اقرار کیا کہ مین عمرو کی مولاۃ ہون اور اُسکے پاس بچہ ہے جسکا باپ معلوم نہین ہے تو اُس عورت کا اقرار اُسکے و بچہ دونون کے حق مین صحیح ہے اور دونون عمرو کے موالی ہوجاوینگے اور یہ حکم امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ دونون صورتون مین ولاء کی ولاء مان کے موالے کیواسطے ثابت نہوگی یہ کافی مین ہی۔ اگر عرب کا ایک شخص ہو جسکی عورت معروف النسب نہین ہو اُس سے عربی اولاد ہوئی پھر عورت نے دعوے کیا کہ مین عمرو کی آزاد کردہ ہون اور عمرو نے اسکی تصدیق کی تو عورت کے قول کی تصدیق اسکے حق مین ہوگی اور اولاد کے حق مین نہوگی اور اگر عمرو نے آزاد کرنے مین اسکی تکذیب کی اور کہا کہ یہ میری باندی ہی مین نے اُسکو آزاد نہین کیا ہی تو یہ عورت اُسکی باندی ہوجاویگی کیونکہ اُس نے اپنی ذات پر رقیت کا اقرار کرکے پھر حریت کا دعوے کیا تو اسکے اقرار کی تصدیق ہوگی اور اُسکے دعوے کی تصدیق[1] نہ کیجائیگی اور جو لڑکا وقت اقرار اسکے بطن مین موجود ہے اُسکے حق مین بھی تصدیق نہوگی اور جو اولاد اسکے بعد پیدا ہو اُسکے حق مین امام ابو یوسف رح کے نزدیک اُسکے اقرار کی تصدیق ہوگی یعنی وہ اولاد رقیق پیدا ہوگی اور امام محمد رح کے نزدیک نہ ہوگی حتی کہ اولاد آزاد پیدا ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر ایک غلام نے اقرار کیا کہ مین زید وعمرو کا غلام آزاد کردہ ہون کہ دونون نے مجھے آزاد کیا ہے پس زید نے اقرار کی تصدیق کی مگر عمرو نے تکذیب کی تو یہ غلام بمنزلہ ایسے غلام کے ہوجائیگا جو دو شخصون مین مشترک ہو اور ایک نے اُسکو آزاد کردیا ہو۔ اور اگر غلام نے کہا کہ مین زید کا آزاد کردہ غلام ہون پھر کہا کہ مین عمرو کا آزاد کردہ غلام ہون اور زید وعمرو دونون نے اُسکا دعوی کیا تو وہ زید کا آزاد کردہ غلام قرار دیا جائیگا۔ اور اگر غلام نے کہا کہ مجھے زید وعمرو نے آزاد کیا ہے اور دونون مین سے ہر ایک نے یہ دعوے کیا کہ فقط مین نے اسکو آزاد کیا ہے تو غلام پر کچھ نہین

[1] تصدیق دعوی یعنی گواہون سے ثابت کرسکتی ہے ۱۲

نہین لازم آئیگا پھر اگر اسکے بعد غلام نے دونون مین سے کسی خاص کے واسطے اقرار کیا یا دونون کے سوائے کسی غیر کے واسطے اقرار کیا تو مقر لہ کا آزاد غلام قرار دیا جائیگا پس ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم جو کتاب مین مذکور ہے کہ اگر غلام نے اسکے بعد کسی شخص غیر کے واسطے اقرار کیا تو اسکا مولے ہو جائیگا یہ حکم صاحبین رح کے قول کے موافق ہونا چاہئے اور امام اعظم رح کے قول پر یہ حکم ہے کہ اسکا اقرار جائز نہین ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ بالاجماع سب کا قول ہے یہ محیط مین ہے اگر ایک شخص نے اقرار کیا کہ مین فلان عورت کا آزاد کردہ ہون اور عورت نے کہا کہ مین نے تجھے آزاد نہین کیا بلکہ تو میرے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہے اور تو نے مجھ سے موالات کر لی ہے تو وہ شخص اسکا مولی الموالات ہوگا پھر اگر اس شخص نے یہ چاہا کہ مین اس عورت کی ولا سے اپنی ولا دوسرے شخص کی طرف منتقل کر دون تو امام اعظم رح کے قیاس کے موافق ایسا نہین کر سکتا ہے اور صاحبین کے قیاس کے موافق کر سکتا ہے اور اگر اسنے یہ اقرار کیا کہ مین اسکے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور اس سے موالات کر لی ہے اور عورت نے کہا کہ مین نے تجھے آزاد کیا ہے تو وہ شخص اسکا مولی الموالات قرار پائیگا اور اسکو اختیار ہے کہ عورت کی موالات سے دوسری کی طرف ولا منتقل کرے اور اگر ایک شخص نے اقرار کیا کہ مین زید کا آزاد کردہ ہون اسنے مجھے آزاد کیا ہے اور زید نے انکار کیا اور کہا کہ مین نے تجھے آزاد نہین کیا ہے اور نہ مین تجھے پہچانتا ہون پھر اس مقر نے عمرو کے واسطے اقرار کیا کہ اس نے مجھے آزاد کیا ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک اسکا اقرار صحیح نہین ہے اور عمرو کا مولے نہ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہے اور اسکا مولے ہو جائیگا بشرطیکہ عمرو اسکی تصدیق کرے۔ اگر زید نے ایک میت کے فرزند پر بعد موت کے دعوی کیا کہ مین نے تیرے باپ کو آزاد کیا ہے اور فرزند نے اسکی تصدیق کی تو اسکی ولا زید کیواسطے ثابت ہوگی اور اگر میت کی اولاد بالغ موجود ہون اور بعضی اولاد نے اسکی تصدیق کی تو جنھون نے تصدیق کی ہے وہی زید کے موالی ہونگے اور اگر دو شخصون نے یعنی زید و عمرو نے دعوی کیا اور بعضی اولاد نے زید کی اور بعضی نے عمرو کی تصدیق کی تو جس فریق نے جسکی تصدیق کی اسکے مولے ہونگے یہ محیط مین ہے۔ اگر غلام نے زید پر دعوے کیا کہ مین اسکا غلام تھا اسنے مجھے آزاد کر دیا ہے اور زید نے کہا کہ مین نے تجھے آزاد نہین کیا ہے تو جیسا[1] میرا غلام تھا ویسا ہی ہے تو مولے کا قول قبول ہوگا پھر اگر غلام نے زید سے قسم لینی چاہی تو لے سکتا ہے اور اگر مدعا علیہ یعنی زید نے کہا کہ تو اصلی آزاد ہے کبھی میرا غلام نہ تھا اور نہ مین نے تجھے آزاد کیا ہے اور قسم لینی چاہی تو امام رح کے نزدیک قسم نہ لیجاویگی کیونکہ اختلاف یہان ولا مین واقع ہوا نہ عتق مین کہ عتق مین دونون کا تصادق

[1] قولہ جیسا الخ یعنی غلام خود مقر ہے کہ مین اسکا غلام تھا پھر وہ گواہ لاوے کہ اسنے مجھے آزاد کیا ہے ۱۲

اور ولاء مین امام کے نزدیک استحلاف[1] نہین ہوتا ہی۔ اسیطرح اگر زید نے آزاد میت کے وارث پر جنے ایک بیٹی و مال چھوڑا ہے دعوی کیا کہ مین نے میت کو آزاد کیا اور مجھے ولاء سے نصف میراث چاہیے ہے اور بیٹی نے کہا کہ میرا باپ آزاد اصلی تھا تو دختر سے ولاء پر قسم نہین لیجائیگی مگر مال پر قسم یون لیجا دیگی کہ واللہ مین نہین جانتی ہون کہ میرے باپ کی میراث مین اس مدعی کا کچھ حق ہی۔ اور اس باب مین ولاء موالات مثل ولاء العتاقہ کے ہے کہ امام اعظم رح کے نزدیک ولاء موالات پر قسم نہ لیجا دیگی اور صاحبین نے اسمین بھی اختلاف کیا ہے اور اگر دختر نے بعد انکار کے پھر مدعی کے دعوی کا اقرار کیا تو یہ شخص مدعی اُس میت کا مولے قرار پائیگا اور دختر کے انکار سے ولاء کا نقض نہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر ایک شخص نے موالی مین سے ایک عربی پر دعوی کیا کہ وہ میرا مولی ہے اسنے مجھے آزاد کیا حالانکہ یہ عربی غائب ہے پھر مدعی کی رائے مین یون آیا کہ اُسنے کسی دوسرے پر ایسا دعویٰ کیا اور اُس سے قسم طلب کی تو امام اعظم رح کے نزدیک اُس سے قسم نہ لیجائیگی اور صاحبین کے نزدیک توقف کیا جائیگا پس اگر شخص عربی نے جو غائب تھا اگر اُس مدعی کے دعوی کی تصدیق کی تو مدعی کی ولاء دوسرے مدعا علیہ سے ثابت نہوگی اور اگر تکذیب کی تو دوسرے سے ثابت ہوجاویگی کذا فی المحیط

کتاب الاکراہ

قال المترجم اکراہ مین چار لفظ کا استعمال ایک مکرہ بصیغہ اسم فاعل یعنی اکراہ کرنیوالا اس لفظ کو مترجم استعمال کرتا ہے اسی معنی مین دوسرا مکرہ بصیغہ اسم مفعول یعنی جس شخص کو باکراہ مجبور کیا اور بجاے اسکے مترجم لفظ مجبور کردہ استعمال کرتا ہے اور تیسرا مکرہ علیہ جس کام پر قولاً یا فعلاً مجبور کیا جو تھا کردہ یعنی جس وعید سے ڈرایا کہ تیرے ساتھ یہ کرد ونگا اگر تو ایسا نہ کریگا اور ان دونون لفظون کو مترجم استعمال کرتا ہے پس یاد رکھنا چاہیے اور اسمین چار باب ہین۔

باب اول۔ اکراہ کی تفسیر شرعی و انواع و شروط و حکم اور بعض مسائل کے بیان مین اکراہ کی تفسیر شرعی یہ ہے کہ اکراہ ایسے فعل کا نام ہے جسکو آدمی غیر کے واسطے بلا اسکی رضامندی کے کرتا ہے کذا فی الکافی اور اکراہ کی دو اصل خود دو قسم ہین ایک اکراہ ملجی دوسرا اکراہ غیر ملجی پس اکراہ ملجی اسکو کہتے ہین کہ غیر شخص کو کسی کام کرنے پر یون دھمکا دے کہ اگر نہ کریگا تو تیری جان ہلاک کر دونگا یا کوئی عضو تلف کر دونگا۔ اور جو اکراہ غیر ملجی ہے وہ یہ ہے کہ قید کرو

[1] استحلاف یعنی قسم لینا عائد نہین ہوتا ہی ۱۲

یا بیڑیان ڈالونگا۔ اور شرط اکراہ کی امام اعظم رح کے نزدیک یہ ہے کہ اکراہ بادشاہ وقت کیطرف سے ہو اور صاحبین کے نزدیک جو صدمہ سلطان کی طرف سے پہونچتا ہے اگر وہی غیر کی طرف سے پہونچتا[1] نظر آوے تو یہ بھی اکراہ شرعی صحیح ہوگا کذا فی النہایہ اور اسی قول پر فتوے ہے اور اگر مکرہ یعنی اکراہ کرنیوالا اُس شخص کی نظر سے جسکو مجبور کرتا ہے غائب ہو تو اکراہ جاتا رہا اور سلطان کی طرف سے فقط حکم دینا بدون تہدید کے اکراہ ہوتا ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ اگر مامور یہ جانتا ہی کہ اگر مین یہ کام جسکا حکم دیا ہے نہ کرونگا تو بادشاہ میرے ساتھ خوفناک امر کریگا تو سلطان کا حکم ہی اکراہ ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی۔ اور فتاوے آہو مین مذکور ہے کہ شمس الائمہ حلوائی نے بیان کیا کہ سوائے سلطان کے دوسرے کی طرف سے اکراہ بالاجماع اُسیوقت متحقق ہوگا کہ جب یہ شخص دوسرے سے استعانت نہین لے سکتا ہے اور اگر لے سکتا ہو تو اختلاف ہے امام اعظم رح کے نزدیک نہ متحقق ہوگا اور صاحبین کے نزدیک متحقق ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اکراہ مین چند معانی[2] کا اعتبار ہے ایک مکرہ مین دوسرے جسکو مجبور کیا ہے تیسرے جس امر پر مجبور کیا چوتھے جس بات پر ڈرایا ہے پس مکرہ مین یہ معتبر ہے کہ جس امر سے ڈرایا ہے وہ امر اسکے اختیار مین ہو کہ اسکا ایقاع کرسکتا ہو اور اگر ایسا نہوگا یعنی جس سے ڈراتا ہے اُسکو کر نہین سکتا ہے تو ایسے شخص کا اکراہ اکراہ نہین ہذیان ہے اور جس شخص کو ڈرایا ہے اور مجبور کیا ہے اسمین یہ اعتبار ہے کہ مکرہ کی طرف سے وہ شخص اپنی جان پر خوفناک ہو کہ جس امر سے ڈراتا ہے اسکو جلدی وقوع کریگا کیونکہ وہ شخص بالطبع بدون اسکے مجبور نہین ہوگا اور جس امر سے ڈراتا ہے اُس مین یہ معتبر ہے کہ اُس سے جان تلف ہو یا قید ہو جاوے یا کوئی عضو تلف ہو جاوے یا ایسے امر سے ڈراوے جس سے یہ شخص راضی نہین ہے اور جس کام پر اکراہ کیا ہے اسمین یہ معتبر ہے کہ قبل اکراہ کے وہ کام اس شخص سے ممتنع ہو خواہ اسی کے حق کی وجہ سے یا دوسرے آدمی کے حق کی وجہ سے یا شرعی حق کی وجہ سے اور ان احوال کے اختلاف کیوجہ سے حکم مختلف ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ رہا حکم اکراہ کا یعنی رخصت یا اباحت وغیرہ سو اکراہ کی شرط پائی جانے پر ثابت ہوگا اور اصل یہ ہے کہ مکرہ کے سب تصرفات قولی ہمارے نزدیک منعقد ہوتے ہین ولیکن انمین تصرفات مین سے جو تصرفات محتمل فسخ ہین جیسے بیع و اجارہ وغیرہ وہ فسخ ہوجاوینگے اور جو فسخ نہین ہوسکتے ہین جیسے طلاق وعتاق ونکاح وتدبیر[3] واستیلاد ونذر سو یہ تصرفات لازم رہینگے یہ کافی مین ہی۔ جب تلف نفس یا عضو پر ڈرا کر کسی فعل کرنے پر اکراہ کیا تو وہ فعل مجبور کردہ سے منتقل کیا جائیگا مگر اُن صورتون مین منتقل کیا جائیگا کہ جنمین مجبور کردہ شخص

---

[1] قولہ پہونچتا یعنی غیر کو بھی بالفعل یہ قوت حاصل ہو کہ وہ قتل یا قید وغیرہ کرسکتا ہو اور یہ بمنزلہ سلطان ہو ۱۲ [2] قولہ معانی یعنی جب یہ باتین سب جمع ہون تب اکراہ کا تحقق ہوگا ۱۲ [3] قولہ تدبیر اپنے مملوک کے حق مین کہے کہ میرے مرنے پر آزاد ہے اور استیلاد یعنی فلانہ باندی کو اپنی جورو بناوے ۱۲

مکرہ کا آلہ ہوسکتا ہے پس ایسا ہو جائیگا کہ گویا خود ہی مکرہ نے یہ فعل کیا ہے اور اسکی مثال یہ ہے کہ مثلاً زید کو دھمکایا کہ تجھے قتل کرونگا یا تیرا ہاتھ کاٹ ڈالونگا اگر تو نے عمرو کو قتل نہ کیا یا اسکا مال تلف نہ کیا۔ اور اگر تلف نفس یا عضو پر ڈرا کر کسی قول کہنے پر مجبور کیا پس اگر وہ قول ایسا ہو کہ جسکا جد[1] و ہزل یکسان ہے اور اسکا ثبوت متعلق بقول ہے جیسے طلاق وعتاق تو ایسے اکراہ کا حکم یہ ہے کہ حق اتلاف مین مجبور کردہ شخص مکرہ کا آلہ قرار دیا جائیگا اور اتلاف اس سے منتقل ہو کر مکرہ پر پڑیگا کیونکہ مجبور کردہ حق اتلاف مین مکرہ کا آلہ ہوسکتا ہے مگر حق تلفظ مین چونکہ مجبور کردہ شخص مکرہ کا آلہ نہین ہوسکتا ہے وہ مجبور کردہ ہی سے اعتبار کیا جائیگا اور اگر ایسا قول ہو کہ جسکا جد و ہزل یکسان نہو جیسے بیع و اجارہ و اقرار تو ایسے اکراہ کا حکم یہ ہے کہ یہ قول فاسد قرار دیا جائیگا اسیطرح اگر ایسا قول ہو جسکا جد و ہزل یکسان ہو مگر اس کا ثبوت متعلق بقول نہین ہے تو ایسے اکراہ کا حکم بھی اس قول کا فساد ہے حتی کہ مجبور کردہ کی ردت یعنی مرتد ہونا صحیح نہین ہے پس ردت ایسی چیز ہے کہ اسکا جد و ہزل یکسان ہے مگر ثبوت ردت متعلق بہ لفظ نہین ہے پس اگر ایک شخص نے زید کو مجبور کیا کہ کفر کرے اسنے کفر قبول کرنیکا اقرار کیا تو کافر نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مکرہ نے قید و بند سے ڈرا کر کسی فعل پر مجبور کیا تو اسکا کچھ حکم نہین ہے اور یون قرار دیا جائیگا کہ اس شخص نے بلا اکراہ خود ہی اس فعل کو کیا ہے اور اگر قید بند سے ڈرا کر کسی قول پر مجبور کیا پس اگر ایسا قول ہے جسکا جد و ہزل یکسان نہین ہے تو اسکا حکم یہ ہے کہ یہ قول فاسد ہے اور اگر ایسا قول ہو جسکا جد و ہزل یکسان ہے تو اسکا کچھ حکم نہین ہے اور یون قرار دیا جائیگا کہ مجبور کردہ نے خود اپنے اختیار سے یہ لفظ کہا ہے یہ نہایہ مین ہے۔ پس اگر کسی شخص کو قتل کیا یا ضرب شدید یا قید مدید سے ڈرا کر خرید یا فروخت یا اقرار یا اجارہ پر مجبور کیا تو مجبور کردہ کو خیار ہوگا چاہے بیع کو تمام کردے یا فسخ کردے بخلاف اسکے اگر ایک روز کی قید یا بند یا ایک کوڑا مارنے پر ڈرایا تو یہ حکم نہین ہے لیکن اگر یہ شخص مجبور کردہ صاحب منصب ہو کہ اسکے حال سے معلوم ہو کہ یہ شخص ایسے فعل سے متضرر ہوگا تو یہ شخص مجبور کردہ قرار دیا جائیگا اور قید کی وہ مقدار جو اکراہ ہوسکتی ہے اسقدر ہے کہ جس سے کھلا ہوا غم لاحق ہو اور ضرب سے اسقدر ہے کہ جس سے درد شدید حاصل ہو اور اسکی کوئی ایسی حد مقرر نہین ہے کہ جس سے کم و زیادہ نہ ہوسکے بلکہ یہ امام وقت کی رائے پر موقوف ہے اسواسطے کہ یہ باختلاف احوال مردم مختلف ہوتا ہے پس بعضے آدمی ایسے ہوتے ہین جو بدون ضرب شدید و قید مدید کے دردناک

[1] یعنی وہ امر جو قول سے ثابت ہوا اسمین جد و ہزل یکسان ہے یعنی خواہ جد سے کہے تو طلاق واقع ہوگی خواہ ہزل سے کہے تو طلاق واقع ہوتی ہے بقولہ علیہ السلام ثلث جدہن جد و ہزلہن جد الحدیث ۱۲ منہ

نہین ہوتے ہین اور بعضے شریف و صاحب منصب ہوتے ہین کہ ادنیٰ توہین سے مثل ایک کوڑے یا گوشمالی سے متضرر ہوتے ہین خصوصاً جبکہ یہ حرکت انکے ساتھ مجمع عام مین یا سلطان کے روبرو کیجاوے تو ایسے لوگون کے حق مین اکراہ صرف اسیقدر سے ثابت ہوگا یہ تبیین مین ہے۔ اگر زید نے عمرو کو بیع کرکے سپرد کردینے پر مجبور کیا تو یہ بیع مکرہ ہوگی اور اگر اس نے فقط بیع پر مجبور کیا اور عمرو نے بیع کرکے بخوشی سپرد کیا تو یہ بیع مکرہ نہین ہے پس ثابت ہوا کہ بیع پر اکراہ کرنے سے سپرد کردینے پر اکراہ نہین ہوتا ہے پس سپرد کرنا برضامندی ہوا اور اس سے یہ حکم ہوگا کہ اسنے بیع کی اجازت دیدی اور اسی سے ہم نے کہا ہے کہ جو شخص یون دعوے کرے کہ مین بیع کرنے پر مجبور کیا گیا تھا اور اب چاہتا ہون کہ مبیع مشتری سے واپس لے تو اس دعویٰ کی سماعت نہ ہوگی تاوقتیکہ یون دعوے نہ کرے کہ مین بیع کرکے سپرد کردینے پر مجبور کیا گیا تھا۔ اور جب اکراہ بیع کرکے سپرد کردینے پر واقع ہو حتے کہ بیع مکرہ ہوجاوے اور مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا تو یہ ملک فاسد اسکا مالک ہوگا اور مشتری کے تصرفات اسمین نافذ ہونگے اور بعد تصرف کے اگر مجبور کردہ نے اس سے خصومت کی پس اگر ایسا تصرف ہو جو بعد وقوع کے محتمل نقض ہو تو مجبور کردہ کو اختیار ہے کہ اسکا تصرف توڑ کر اپنے مال عین کو جہان پاوے واپس لیوے اور اگر ایسا تصرف ہو جو بعد وقوع کے محتمل نقض نہین ہے جیسے عتق و تدبیر وغیرہ تو مجبور کردہ اسکو نہین توڑ سکتا ہے مگر اسکو قیمت کی ضمان لینے کا اختیار ہے پس چاہے مکرہ سے مشتری کے سپرد کرنیکے روز کی قیمت لے یا مشتری سے یہ قیمت ڈانڈ لے پس اگر اسنے مشتری سے ضمان لینا اختیار کیا تو چاہے مشتری کے قبضہ کرنیکے روز کی قیمت لے یا جس روز اسنے آزاد کیا ہے اس روز کی قیمت لے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر زید نے عمرو کو بیع پر مجبور کیا اور عمرو نے ثمن پر بطوع خود قبضہ کیا تو یہ اجازت ہے کیونکہ ثمن پر بطوع خود قبضہ کرنا رضامندی کی دلیل ہے اور یہی شرط تھی بخلاف اسکے اگر ہبہ پر اکراہ کیا سپرد کرنے پر اکرہ نہ کیا اور مجبور کردہ نے سپرد کیا تو یہ اجازت ہبہ نہین ہے اگرچہ بطوع خود سپرد کیا۔ اور اگر مجبور کردہ نے باکراہ اس کو قبول کیا تو یہ بیع کی اجازت نہین ہے اور اسپر واجب ہوگا کہ ثمن واپس کرے اگر اسکے پاس موجود ہو کیونکہ بسبب اکراہ کے عقد فاسد ہے اور اگر تلف ہوگیا ہو تو اس سے کچھ نہین[۱] لے سکتا ہے اور اگر مشتری کے ہاتھ مین مبیع تلف ہوئی حالانکہ مشتری مجبور کردہ نہ تھا مگر بائع مجبور کردہ تھا تو مشتری اسکی قیمت بائع کو ڈانڈ دے اور بائع کو اختیار ہے کہ مکرہ[۲] سے ضمان لے پس اگر مکرہ سے ضمان لی تو مکرہ مشتری سے قیمت واپس لیگا اور اگر مشتری سے ضمان لی تو مشتری کی ملک مبیع مین ثابت ہوگی اور مکرہ سے مشتری کچھ نہین لے سکتا ہے اور اگر مشتری نے دوسرے کے ہاتھ اسکو فروخت کردیا اور دوسرے

---

[۱] اسواسطے کہ امانۃً تلف ہوا ہے ۱۲ [۲] قولہ مکرہ جسنے اکراہ کیا اسواسطے کہ وہی باعث ہے اور مجبور کا فعل اسی کیطرف راجع ہے جیسا کہ اکراہ صحیح مین ہر جگہ ہوتا ہے

نے تیسرے کے ہاتھ علی ہذا القیاس ہاتھوں ہاتھ چند بار فروخت ہوئی تو سب بیع مشتری اول کے ضمان دینے سے نافذ ہو جاوینگی اور بائع اول کو اختیار ہے کہ جس مشتری سے چاہے ضمان لے اور جو مشتری اُن مشتریون مین سے ضمان ادا کریگا وہ مالک ہو جائیگا اور جتنی بیوع اس کے بعد واقع ہوئی ہین وہ سب جائز ہو جاوینگی مگر ما قبل کی بیوع باطل ہونگی بخلاف اسکے اگر مجبور کردہ نے ان بیوع مین سے کسی بیع کی اجازت دی تو سب بیوع ما قبل و ما بعد کی جائز ہو جاوینگی اور ثمن کو مشتری اول سے وصول کریگا یہ تبیین مین ہی۔ اگر بائع مجبور کردہ ہو مشتری مجبور کردہ نہو پس مشتری نے بعد قبضہ کے کہا کہ مین نے بیع توڑ دی تو اُسکا توڑنا صحیح نہین ہی اور اگر قبل قبضہ کے نقض کیا تو صحیح ہی اور اگر مشتری مجبور کردہ ہو بائع نہ ہو تو قبل قبضہ کے دونون مین سے ہر ایک کو نقض بیع کا اختیار ہے مگر بعد قبضہ کے فقط مشتری کو فسخ کا اختیار ہوگا نہ بائع کو یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اگر مشتری مجبور کردہ ہو نہ بائع پھر بیع مشتری کے پاس تلف ہوئی پس اگر بلا تعدی تلف ہوئی تو امانت کا مال گیا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اگر سلطان نے زید کو کسی چیز کے خریدنے و قبضہ کرکے ثمن دینے پر مجبور کیا اور بائع مجبور کردہ نہین ہے۔ پھر مشتری مجبور نے بعد خریدنے و قبضہ کرنے کے اُسکو آزاد کر دیا یا مدبر بنایا یا باندی تھی اُس سے وطی کی یا شہوت سے بوسہ لیا تو خرید نافذ ہو جاوے گی۔ اور اگر مشتری نے خریدا اور ہنوز قبضہ نہین کیا کہ بائع نے اُس کو آزاد کیا تو عتق نافذ و بیع باطل ہو جاوے گی اور اگر مشتری نے قبل قبضہ کے اُس کو آزاد کیا تو استحساناً عتق نافذ ہوگا اور اگر قبل قبضہ کے دونون نے معاً اُس کو آزاد کیا تو بائع کا آزاد کرنا نافذ ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر بائع مجبور کردہ ہو مشتری نہ ہو اور مشتری نے قبل قبضہ کے اُس کو آزاد کر دیا تو اُس کا عتق باطل ہے اور اگر مشتری کے آزاد کرنے کے وقت بائع نے اجازت دیدی تو بیع جائز ہو جاوے گی کیونکہ ابھی تک معقود علیہ پر عقد کا حکم ہو سکتا ہے اور یہ عتق جو مشتری سے واقع ہوا جائز نہین۔ اور اگر دونون نے اُس کو آزاد کیا تو بائع کا اعتاق جائز ہے کیونکہ اُس کی ملک پر واقع ہوا ہے اور اس سے بیع ٹوٹ گئی اور اگر مشتری نے قبضہ کر لیا پھر دونون نے اُس کو آزاد کیا تو غلام مشتری (یعنی مشتری ۱۲) کی طرف سے آزاد ہوا۔ اور اگر بائع و مشتری دونون مجبور کردہ ہون کہ عقد کرکے بیع و ثمن پر باہمی قبضہ کرین اور دونون کو ایسا ہی کرنا پڑا پھر ایک نے بعد اُس کے کہا کہ مین نے بیع کی اجازت دیدی تو اُس کی جانب سے بیع جائز ہو جاوے گی اور دوسرا اپنے حال پر رہیگا۔ پھر اگر دونون نے بلا اکراہ اجازت دیدی تو بیع جائز ہوا اور اگر دونون نے اجازت نہ دی یہان تک کہ مشتری نے غلام آزاد کر دیا تو عتق جائز ہے پھر اگر

اسکے بعد دوسرے نے اجازت دی تو اُسکی اجازت پر التفات نہ کیا جائیگا کیونکہ تیسرے پر ضمان قیمت متقرر ہو چکی ہے اور محل عقد ابتداءً معدوم ہو گیا اور اگر دونون نے باہمی قبضہ نہ کیا یہانتک کہ ایک نے بلا اکراہ بیع کی اجازت دیدی تو بیع بحالہ فاسد رہیگی کیونکہ ایک[1] کی طرف سے اکراہ پایا جانا فساد بیع کیواسطے کافی ہے۔ اور اگر متعاقدون نے اسکو آزاد کیا حالانکہ ایک نے بیع کی اجازت دیدی ہے پس اگر وہ غلام مقبوض نہ ہو تو بائع کا اعتاق جائز ہے اور مشتری کا باطل ہے اور اگر ایک نے آزاد کیا پھر دوسرے نے آزاد کیا پس اگر بائع نے بیع کی اجازت دیدی ہو اور مشتری نے بائع سے پہلے آزاد کیا تو یہ فعل دونون کی طرف سے بیع کی اجازت تحقیق کریگا اور ثمن بائع کا مشتری پر واجب ہوگا اور عتق مشتری کی طرف سے نافذ ہوگا کیونکہ اسکی ملک سابق ہو چکی ہے اور اگر بائع نے پہلے آزاد کیا تو اُسنے اعتاق سے بیع توڑ دی اور اُسکی طرف سے عتق نافذ ہو گیا پھر دونون مین سے کسی کی اجازت نفاذ بیع کیواسطے کار آمد نہ ہوگی اور نہ مشتری کا اعتاق اُسکے بعد نافذ ہو سکتا ہے اور اگر مشتری نے اولاً بیع کی اجازت دی ہو اور بائع نے اجازت نہ دی ہو تو بائع کا اعتاق نافذ ہوگا اور اُس سے بیع ٹوٹ جاویگی خواہ مشتری سے پہلے آزاد کیا ہو یا اُسکے بعد آزاد کیا ہو کیونکہ مشتری کی اجازت کے بعد بھی وہ غلام بائع کی ملک مین باقی ہے پس بائع کا اعتاق اُسکی ملک پر واقع ہوا اسواسطے نافذ ہوگا اور بیع ٹوٹ جاویگی یہ مبسوط مین ہے۔ اگر زید کو اُسکی باندی فروخت کر دینے پر مجبور کیا اور کسی مشتری کا نام نہ لیا اُسنے باندی کسی شخص کے ہاتھ فروخت کر دی تو یہ فاسد ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اگر زید کو ظالمون نے گرفتار کیا کہ مال ادا کرے اور اُسپر ادائے مال کے واسطے اکراہ کیا اور یہ ذکر نہ کیا کہ اپنی باندی کو اس مال کے عوض فروخت کرکے ادا کرے مگر زید نے اپنی باندی اسلیے فروخت کی کہ یہ مال ادا کرے تو بیع جائز ہوگی کیونکہ اُسنے بطوع خود باندی فروخت کی ہے اسلیے کہ ادائے مال کا تحقیق بطریق استقراض[2] یا استیہاب ہو سکتا ہے کچھ باندی کی فروخت پر موقوف نہین ہے اور یہ ظالمون کی عادت ہے کہ جب کسی شخص (یعنی بیہس حاکم شخص ۱۲) سے مصادرہ[3] چاہتے ہین تو اسکو ادائے مال پر مجبور کرتے ہین اور یہ نہین کہتے ہین کہ اپنی ملک کی کوئی چیز فروخت کرے حتے کہ جب اُسنے وہ چیز فروخت کر دی تو بیع اُسکی نافذ ہو جاتی ہے تو ایسی بلا مین مبتلا ہونے کے وقت حیلہ یہ ہے کہ ظالم سے کہے

---

[1] قولہ ایک یعنی جسنے اکراہ سے یہ معاملہ کیا ہو خواہ وہ مشتری ہو یا بائع ہو اسلیے کہ طرفین سے رضامندی نہ پائی گئی ۱۲ [2] قولہ استقراض قرض مانگنا استیہاب ہبہ مانگنا یعنی ان لوگون نے مال ادا کرنے پر مجبور کیا ہے پھر اگر ادائے مال کا ایک ہی طریقہ ہوتا تو اسی طریقہ پر اکراہ ہوتا ولیکن یہان بہت طریقے ہین مثلاً قرض لیکر کسی سے ہبہ مانگ کر ان ظالمون کو دے تو باندی فروخت کرنے پر اکراہ نہو گا ۱۲

[3] مصادرہ مال ادا کرنے پر زبردستی کرنا ۱۲ - ✣ -

کہ مین کہان سے ادا کرون میرے پاس مال نہین ہی پھر جب ظالم اُس سے کہے کہ اپنی باندی فروخت
کرکے ادا کر تو اب وہ شخص باندی فروخت کرنے پر مجبور قرار دیا جائیگا پس بیع نافذ نہ ہوگی یہ محیط
مین ہی - ایک شخص دس ہزار درم پر ایک باندی خریدنے پر مجبور کیا گیا حالانکہ باندی کی قیمت
ہزار درم ہین اُسنے دس ہزار سے زیادہ کو خریدی یا ایک شخص دس ہزار درم کی قیمت کی باندی
کو ہزار درم پر فروخت کرنے پر مجبور کیا گیا اُسنے ہزار سے کم پر فروخت کی تو ہمارے علماء کے قول
پر استحساناً بیع جائز ہے اور اگر ہزار درم پر ایک باندی فروخت کرنے پر مجبور کیا گیا اُسنے بعوض
دیناروں کے جنکی قیمت ہزار درم ہے فروخت کی تو ہمارے علماء کے قول پر بیع فاسد ہے اور
اگر ہزار درم پر باندی فروخت کرنے پر مجبور کیا گیا اُسنے بعوض کسی اسباب یا حیوان کے جسکی قیمت
ہزار درم ہے فروخت کی یا ہزار درم کے اقرار پر مجبور کیا گیا اُسنے سو دینار کا جسکی قیمت ہزار درم
ہے اقرار کیا تو ہمارے علماء کے قول پر یہ بیع و اقرار نافذ ہوگا اور اگر ہزار درم پر فروخت کرنے پر
مجبور کیا گیا اُسنے دو ہزار درم کو فروخت کی تو کل بیع جائز ہے یہ فتاوے قاضیخان مین ہی - اور
اگر بیع پر مجبور کیا گیا اور مجبور نے بیع ہبہ کر دی تو جائز ہے اسیطرح اگر ہزار درم حق کا اقرار کرنے
پر مجبور کیا گیا اُسنے ہزار درم ہبہ کر دیے تو بھی جائز ہے یہ محیط مین ہی - اگر ایک شخص تلف نفس یا
عضو کی دھمکی سے مجبور کیا گیا کہ اُسنے غلام ہزار درم قیمت کا دس ہزار درم کو خریدا اور ثمن دیدینے
اور غلام پر قبضہ کر لینے پر بھی مجبور کیا گیا اور مشتری نے سابق مین قسم کھائی تھی کہ جس غلام کا مین
آیندہ مالک ہون وہ آزاد ہے یا خاص اُسی غلام کی نسبت قسم کھائی تھی تو یہ غلام آزاد ہو جائیگا
اور مکرہ سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور اگر زید اپنے ذی رحم محرم کو
قیمت سے زیادہ پر خریدنے اور اُسپر قبضہ کرنے پر مجبور کیا گیا اور زید نے خرید کر قبضہ کیا تو
آزاد ہو جاویگا اور قیمت دینی لازم آوے گی اور جو کچھ اُسنے دیا ہے وہ مکرہ سے واپس لیگا اور اسیطرح
اگر ایسی باندی خریدنے پر جو زید سے نکاح بچہ جنی ہی اور اسکے قبضہ کرنے پر مجبور کیا گیا یا ایسی
باندی خریدنے پر مجبور کیا گیا جسکی نسبت اُسنے یون قسم کھائی تھی کہ اگر مین اسکا مالک ہون اور
قابض ہون تو یہ مدبرہ ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط مین ہی - اگر سلطان نے زید کو تلف یا قید کی
دھمکی سے اسپر مجبور کیا کہ میری متاع اس شخص کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کرے حالانکہ مشتری خرید
پر مجبور نہین کیا گیا اور شخص مجبور نے مشتری کے ہاتھ متاع فروخت کی تو بیع جائز ہے اور عہدہ[1]
اُسکا سلطان پر ہوگا نہ بائع پر اور اگر اسکے بعد مشتری سے بائع نے ثمن طلب کیا تو بیع کا عہدہ
اُسی مشتری کی طرف راجع ہوگا اور اگر سلطان نے اس بات پر مجبور کیا کہ میرے واسطے فلان

[1] قولہ عہدہ یعنی اگر مشتری کو اس متاع مین کچھ خرخشہ پیش آوے تو سلطان ذمہ دار ہے کہ وہ مشتری کو دلا دے یا دام پھیرے ۱۲

شخص کا اسباب ہزار درم میں خریدے اور زید نے خرید کیا تو خرید جائز ہے اور کل اسباب سلطان کا ہوگا اور مشتری پر کچھ عہدہ نہیں ہے حتے کہ مشتری سے ثمن سپرد کرنے کا مطالبہ نہ کیا جائیگا اور اگر پھر مشتری نے بائع سے مبیع سپرد کرنے کا مطالبہ کیا تو عہدہ زید کے ذمہ رجوع ہوگا اور اس سے ثمن ادا کرنے کا مطالبہ کیا جائیگا یہ ذخیرہ میں ہے اگر زید مجبور کیا گیا کہ اپنا آدھا گھر غیر مقسوم عمرو کو ہبہ کردے یا اس سے مقسوم[1] و غیر مقسوم کچھ بیان نہ کیا اور مجبور کیا گیا کہ سپرد بھی کردے پس زید نے تمام گھر ہبہ کرکے سپرد کردیا تو یہ جائز ہے کیونکہ اسنے ایسا ہبہ کیا جسپر وہ مجبور نہیں کیا گیا تھا اور اگر اپنے آدھے گھر مقسوم کی بیع پر مجبور کیا گیا اور اسنے تمام گھر بیع کیا تو ہمارے نزدیک استحسانًا بیع جائز نہیں ہے یہ فتاوے قاضیخان میں ہے۔ اور اگر زید کو مجبور کیا کہ عمرو کے ہاتھ بطور بیع فاسد کے فروخت کرے اور زید نے بطور بیع صحیح کے فروخت کیا تو بیع جائز ہے اور اگر بطور بیع جائز کے فروخت کرنے پر اور سپرد کرنے پر بھی مجبور کیا گیا اور اسنے بطور بیع فاسد کے فروخت کرکے دیدی اور مبیع مشتری کے پاس تلف ہوگئی تو بائع کو اختیار ہے کہ چاہے مکرہ سے ضمان لے یا مشتری سے کذا فی المبسوط۔ اگر اسکو[2] بیع فاسد پر اکراہ کیا اسنے بیع کی تو جائز ہے۔ اور برعکس میں اسکو اختیار ہے کہ مکرہ سے مبیع کی قیمت کی ضمان لے اور وہ مشتری سے مال ضمان واپس لیگا اور اگر مکرہ نے زید کو نصف دار مقسوم یا کسی بیت کے ہبہ پر مجبور کیا اسنے کل مکان ہبہ یا فروخت کیا تو جائز نہیں ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔ اگر زید کو مکرہ نے عمرو کو مکان ہبہ کردینے پر مجبور کیا اسنے عمرو کو صدقہ میں دیدیا یا صدقہ دینے پر مجبور کیا تھا اسنے ہبہ کردیا اور عمرو اسکا ذورحم محرم ہے یا اجنبی ہے تو یہ جائز ہے کیونکہ ہبہ اور ہے اور صدقہ اور ہے اور اگر مکرہ نے ہبہ کرکے سپرد کردینے پر مجبور کیا اور مجبور نے بعوض ہبہ کرکے باہمی قبضہ کرلیا تو جائز ہے اور اگر مکرہ نے بعوض ہبہ کرنے پر مجبور کیا اور مجبور نے بعوض فروخت کردیا اور باہمی قبضہ کرلیا تو باطل ہے اسیطرح اگر بیع اور قبضہ باہمی پر مجبور کیا اور مجبور نے بعوض ہبہ کرکے باہمی قبضہ کرلیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مکرہ نے ہبہ و قبضہ دینے پر مجبور کیا اور مجبور نے ایسا ہی کیا پھر موہوب لہ نے اس کو کچھ عوض دیا اسنے قبول کیا تو یہ اجازت قرار پائیگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر مکرہ نے ہبہ کردینے پر مجبور کیا اور مجبور نے اسکو نحلہ[3] یا عمری میں دیا تو یہ باطل ہے خواہ موہوب لہ اس کا

[1] قولہ مقسوم جدا کیا ہوا۔ ذی رحم محرم وہ قرابتی شخص جس سے نکاح حلال نہیں ہے اگر طرفین سے کوئی عورت فرض کریں ۱۲
[2] قولہ اگر اسکو الخ اصل میں ہے کہ دلو اکرہ علی بیع فاسد فباع جاز و بالعکس لان بعض الخ اور برعکس کی صورت یہ کہ بیع صحیح کا اکراہ کیا اور اسنے بیع فاسد کی تفاصیل ہے ۱۲ [3] قولہ نحلہ وہ عطیہ جو منافع حاصل کرنیکو ہو نہ عین مال کے دیا جاوے مثلًا گائے فقط دودھ پینے کو دیدی یا درخت فقط آم کھانیکو۔ دیا یا عمری کسیکو آبادی و سکونت کیلئے گھر دیدیا اور اپنے موقع پر اسکا بیان مفصل آئے گا ۱۲۔

ذو رحم محرم ہو یا اجنبی ہو یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر مکرہ نے خالد کو اس امر پر مجبور کیا کہ اپنی باندی زید کو ہبہ کرے اُسنے زید و عمرو دونون شخصونکو ہبہ کردی تو حصہ عمرو کا ہبہ جائز اور حصہ زید کا باطل ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اگر اس مسئلہ مین بجاے باندی کے ہزار درم ہون تو سب اماموں کے نزدیک بالاتفاق کل ہبہ باطل ہے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر مکرہ نے زید کو مجبور کیا کہ عمرو کو ہبہ کرے اور قبضہ دلادینے پر مجبور نہین کیا پس زید نے ہبہ کرکے وہ چیز عمرو کو دیدی اور کہا کہ مین نے تجھے ہبہ کیا تو اسکو لے لے اور عمرو نے وہ چیز لے لی اور اسکے پاس تلف ہوگئی تو زید کو خیار ہوگا کہ چاہے مکرہ سے قیمت کی ضمان لے یا عمرو سے ضمان لے یہ مبسوط مین ہے۔

دوسرا باب۔ اُن امور کے بیان مین جنکا کرنا شخص مجبور کردہ شدہ کو حلال ہے اور جنکا نہین حلال ہی۔ اس باب کے مسائل چار قسم پر ہین اول وہ کہ جنکا کرنا اولے ہے نہ کرنے سے اور ترک کرنے سے گنہگار ہوگا دوم وہ کہ جنکے نہ کرنے سے ثواب ہوگا حالانکہ اگر کرے تو گنہگار نہ ہوگا مگر ترک کرنا اولی ہے سوم وہ کہ جن کے نہ کرنے سے ثواب پائیگا اور کرنے سے گنہگار ہوگا چہارم وہ کہ جنکا کرنا و نہ کرنا دونون یکسان ہین یہ فتاوے قاضیخان مین ہی۔ سلطان نے اگر ایک شخص کو گرفتار کیا اور کہا کہ یا تو یہ شراب پیے یا یہ مردار کھاوے یا یہ سور کا گوشت کھاوے ورنہ مین تجھے قتل کرونگا تو اس شخص کو اُسکا پینا و کھانا جائز ہی بلکہ اگر اُسکا غالب گمان یہ ہو کہ درصورت نہ کھانے کے مقتول ہونگا تو کھانا اُسپر فرض ہے پس اگر اُسنے نہ کھایا اور سلطان نے اسکو قتل کیا تو ظاہر الروایۃ کے موافق گنہگار ہوگا اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ گنہگار اور خودکشی کے جرم مین ماخوذ ہوگا لیکن اگر یہ نہ جانتا ہو کہ بوقت ضرورت یہ چیزین مباح ہو جاتی ہین اور حرام سمجھکر اُسنے نہ کھائین اور مقتول ہوا تو امید ہے کہ اُسکے حق مین گنجایش ہو اور اگر مباح ہوجانے کو جان کر اُسنے نہ کھائین تو ماخوذ ہوگا ایسا ہی محمد رح نے فرمایا ہے اور اگر اُس شخص کے غالب گمان مین یہ امر ہی کہ سلطان مجھسے دل لگی کرتا ہے اور قتل کرنے پر دھمکاتا ہے مگر نہ کھانے کی صورت مین قتل نہ کریگا تو اُس کو کھانا حلال نہین ہے اور اس باب مین اُسکی راے حکم ہی۔ اسیطرح اگر ظالمون نے اُسکے عضو کے تلف کرنے پر دھمکایا مثلاً ہاتھ وغیرہ کاٹ ڈالنے پر ڈرایا اسیطرح اگر سو کوڑے وغیرہ مارنے پر دھمکایا کہ جس سے جان یا کسی عضو کے تلف ہو جانے کا خوف ہے تو بھی مثل قتل کے اسکا حکم ہے اور امام محمد رح نے اُسکی کوئی مقدار مقرر نہین کی بلکہ ضرب کی مقدار مجبور کردہ کی راے پر تفویض کی ہے اور یہی صحیح ہے اور فرمایا کہ اگر ایک یا دو کوڑے مارنے پر دھمکایا تو اُسکو ان حرام چیزونکا کھانا مباح نہین ہو لیکن اگر ظالمون نے یون ڈرایا کہ ایک یا دو کوڑے آنکھو نپر یا آلہ تناسل و فوطون پر مارینگے تو گنجایش ہے اور اگر اسکو حبس دوام یا بند دائمی پر دھمکایا تو اُسکو کھانا مباح

نہین ہی بشرطیکہ اس قید و بند مین کھانا پانی بند نہ کیا جاوے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اگر
شخص مجبور کردہ صاحب عیش و عشرت ہو کہ جسپر یہ قید و بند شاق گذرے اسطرح کہ اُس کے
دل مین یہ سماوے کہ درصورت عدم تناول کے مین قید و بند مین مرجاؤنگا یا میرا کوئی عضو جاتا
رہیگا تو اسکو کھا لینا مباح ہے اور اسیطرح اگر کسی مکان تاریک مین قید کرنے پر دھمکایا جسکے
اندر دیر تک رہنے سے بینائی جاتی رہنے کا خوف ہے تو بھی اُسکو کھا لینا مباح ہی اور بعضے مشائخ نے
فرمایا کہ امام محمد رح نے اسطرح کا حکم فقط اپنے[1] زمانہ کی قید دیکھکر فرمایا ہے اور اب اس زمانہ مین جو
صورت قیدکی موجود ہے اُس سے کھا لینا مباح ہوتا ہے اور اگر ظالمون نے کہا کہ ہم تجھے بھوکا
رکھینگے ورنہ تو ان چیزون کو تناول کر تو اُسکو تناول کرنا مباح نہین ہی تا وقتیکہ بھوک سے
یہ نوبت نہ پہونچے جس سے خوف تلف ہو یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اس شرط پر مجبور کیا گیا کہ اللہ
تعالے کے ساتھ کفر کرے یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو برا کہے اور دھمکایا گیا کہ درصورت نہ کہنے
کے قتل کیا جائیگا یا عضو قطع کیا جائیگا تو کلمہ کفر اظہار کرنے مین اسکو رخصت دیگئی ہے پس اگر
اُسنے کلمہ کفر اظہار کیا حالانکہ اُسکا دل ایمان سے مطمئن ہے تو گنہگار نہ ہوگا اور اگر اُسنے صبر کیا
یہانتک کہ مقتول ہوا تو اسکو ثواب عظیم ملیگا اور اگر قید و بند یا ضرب سے دھمکایا گیا کہ کلمہ کفر
کہے یا سب[2] النبی صلی اللہ علیہ وسلم کرے تو یہ درحقیقت اکراہ نہین ہے جبتک کہ ایسے امر سے نہ دھمکایا
جاوے جس سے تلف نفس یا عضو کا خوف ہے اور اگر کسی مسلمان کے مال تلف کرنے کیواسطے ایسے امر سے
اکراہ کیا گیا جس سے تلف نفس یا عضو کا خوف ہے تو اسکو رخصت ہے اور اگر اُسنے مکرہ کا کہنا نہ مانا
اور صبر کیا یہانتک کہ مقتول ہوا تو شہید ہوگا اور ثواب عظیم پائیگا اور اگر فقط قید و بند سے
دھمکایا گیا تو اسکو مال مسلم کے تلف کر دینے کی گنجائش نہین ہے اور صاحب مال کو اختیار ہے کہ
مکرہ سے ضمان لے یہ کافی مین ہی۔ اور اگر تلف نفس یا عضو پر ڈرایا گیا کہ زید کا مال لے لے یا
عمرو کا تو کچھ ڈر نہین ہے کہ دونون مین سے ایک کا مال لے لے پھر یہ رہا کہ دونون مین سے
کسکا مال لینا اولی ہے تو اس مسئلہ کی آٹھ[3] صورتین ہین اول یہ کہ دونون شخص تونگری
مین یکسان ہون مگر یہان دو صورتین ہین کہ اگر دونون مال مقدار مین بھی برابر ہون
تو اُس کو اختیار ہے کہ دونون مین سے کسی کا مال لے لے اور اُسکی ضمان مکرہ پر آئیگی اور
اگر اُسنے زیادہ مقدار کے مال کو تلف کیا تو ضامن ہوگا اور مکرہ کیطرف رجوع نہین کر سکتا ہے
اور دوم یہ کہ دونون مین سے ایک بہ نسبت دوسرے کے تونگر ہو اور یہان بھی دو صورتین ہین
کہ اگر دونون مال مقدار مین برابر ہون تو جو شخص زیادہ تونگر ہے اُسکا مال تلف کرے اسیطرح

[1] قولہ اپنے زمانہ یعنی اسوقت مین قید سخت تھی ۱۲ [2] قولہ سب النبی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہے ۱۲

[3] دراصل چار صورتین ہین اور ہر صورت کی دو شقین ہین یون آٹھ وجہین ہوگئین ۱۲ - - - -

اگر ایک مال زیادہ ہو تو بھی زیادہ تونگر کا مال تلف کرے سوم یہ کہ دونوں فقیر ہوں اور فقر میں برابر ہوں پس اگر دونوں مال مقدار میں برابر ہوں تو اسکو اختیار رہیگا کہ جسکا مال چاہے تلف کر دے اور اگر ایک مال کم ہو تو کم کو تلف کرے اور اگر دونوں[1] میں سے ایک زیادہ فقیر ہو تو اسکا مال نہ لیوے ہر حال[2] میں دوسرے کا مال تلف کرے یہ محیط میں ہے۔ اگر جابر نے زید کو مجبور کیا کہ اپنا مال عمرو کو دے اور عمرو کو مجبور کیا کہ اس سے لیکر قبضہ کرے اور مجھے دیدے اور اکراہ بوعید تلف نفس یا عضو کیا اور اسکے پاس وہ مال تلف ہو گیا تو ضمان اس شخص پر لازم آویگی جس نے دونوں پر اکراہ کیا ہے نہ قابض پر اسی طرح اگر جابر نے قابض کو قبضہ کرکے جابر کو دینے پر مجبور کیا اور وہ مال قابض کے پاس جابر کو دینے سے پہلے تلف ہو گیا تو بھی قابض پر ضمان لازم نہ آویگی بشرطیکہ یوں قسم کھاوے کہ واللہ میں نے اسواسطے قبضہ بطوع خود نہیں کیا کہ اسکو دیدوں اور واللہ نہیں قبضہ کیا میں نے اسکو دینے کے واسطے مگر مجبوری یہ مبسوط میں ہے۔ اگر زید کو مجبور کیا کہ عمرو کو ہبہ کر دے اور عمرو کو مجبور کیا کہ قبول کرے اور قبضہ کرے اور دونوں کو بوعید تلف مجبور کیا پس اگر قابض نے کہا کہ میں نے اسطور پر قبضہ کیا تھا کہ میرے پاس مثل ودیعت کے رہے تو اسی کا قول قبول ہوگا اور اگر کہا کہ میں نے ہبہ کے طور پر قبضہ کیا تھا کہ میرے سپرد ہو جاوے تو رب المال کو اختیار ہے کہ چاہے قابض سے ضمان لے یا مکرہ سے پس اگر مکرہ سے ضمان لی تو وہ بقدر تاوان کے موہوب لہ سے واپس لیگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر ایک جابر نے ایک شخص کو قید سے ڈرا کر اس امر پر مجبور کیا کہ یہ مال عمرو کے پاس ودیعت رکھے اور اسنے رکھدیا اور وہ مستودع کے پاس تلف ہو گیا حالانکہ مستودع مجبور نہیں کیا گیا تھا تو مستودع یا مکرہ کچھ تاوان نہ دیگا اور اگر بوعید تلف ڈرا کر اس کام پر مجبور کیا ہو تو رب المال کو اختیار ہوگا کہ چاہے مستودع اور چاہے مکرہ سے تاوان لے اور دونوں میں سے جسنے تاوان دیا وہ دوسرے سے کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر زید کو اسکے غلام فروخت کرنے اور عمرو کو خریدنے پر اور دونوں کو باہمی قبضہ کرنے پر باکراہ مجبور کیا پھر ثمن و غلام تلف ہو گیا پھر خصومت پیش آئی تو مکرہ سے غلام کا تاوان بائع کو اور ثمن کی ضمان مشتری کو دلائی جاویگی کیونکہ دونوں میں سے ہر ایک اس مکرہ کی طرف اپنا مال دوسرے کو دینے پر مجبور رہا ہے۔ پھر اگر دونوں میں سے ایک نے دوسرے سے تاوان لینا چاہا تو ہر ایک سے اسکے مقبوضہ کا حال کہ کس وجہ سے قبضہ کیا تھا دریافت کیا جاویگا پس اگر اسنے کہا کہ میں نے بوجہ اس بیع کے سپرد کیا گیا تھا

---

[1] قولہ اگر دونوں بھی یہ چھٹی صورت ہے یعنی محتاجی میں دونوں برابر ہوں [illegible]
[2] قولہ ہر حال [illegible]

قبضہ کیا تاکہ یہ شے میری ہو جاوے اور دونون نے یہی کہا تو بیع جائز ہے اور مکرہ پر اس اکراہ
کی ضمان نہ آویگی اور اگر یون کہا کہ مین نے مجبوری قبضہ کیا تھا تاکہ جسکی چیز ہے اسکو واپس
کرون اور جو مین نے دیا ہے اسکو واپس لون اور ہر ایک نے دوسرے کیواسطے یون قسم کھا لی
تو دونون مین سے کسیکی ضمان دوسرے پر نہ آویگی اور اگر ایک نے قسم کھا لی مگر دوسرے نے
نہ کھائی تو جسنے قسم کھا لی اسپر تاوان نہین ہی اور جسنے نہین کھائی وہ مقبوضہ کی ضمان دیگا پس
اگر قسم سے انکار کرنیوالا وہی ہو جسنے غلام پر قبضہ کیا ہے تو بائع اپنے غلام کی قیمت جس سے
چاہے ڈانڈ لے خواہ مشتری سے یا مکرہ سے پس اگر مکرہ سے لی تو وہ مشتری سے واپس لیگا اور
اگر مشتری سے لی تو وہ مکرہ سے کچھ نہین لے سکتا ہے اور بائع سے ثمن بھی نہین واپس
لے سکتا ہے۔ اور اگر مشتری قسم کھا گیا اور بائع نے انکار کیا تو غلام کی نسبت مشتری سے ضمان
نہ لیجاویگی اور ثمن کی ضمان چاہے بائع سے لے یا مکرہ سے پس اگر بائع سے لی تو وہ مکرہ سے کچھ
نہین لے سکتا ہے اور اگر مکرہ سے لی تو وہ بائع سے واپس لیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر زید کسی شخص
کے قتل کرنے پر مجبور کیا گیا تو زید کو اسکے قتل کرنیکی رخصت نہین ہے اور اس فعل پر اقدام
نہین کر سکتا ہے بلکہ صبر کرے یہانتک کہ خود قتل ہو جاوے اور اگر زید نے اسکو قتل کیا تو گنہگار
ہوگا اور اسکا قصاص مجبور کردہ پر عائد ہوگا اگر قتل عمد ہے یہ امام اعظم و امام محمد رح کا قول ہے
یہ کافی مین ہی۔ اور اگر مامور مختلط العقل یا نابالغ ہو تو قصاص مکرہ پر واجب ہوگا یہ عینی شرح
ہدایہ مین ہی۔ اور اگر کوئی شخص صرف قید و بند سے ڈرا کر اس امر پر مجبور کیا گیا کہ زید مسلم کو قتل
کرے اسنے ایسا ہی کیا تو یہ اکراہ صحیح نہین ہی اور قاتل پر باتفاق ائمہ قصاص واجب ہوگا یہ فتاوی
قاضیخان مین ہی۔ اگر سلطان نے ایک شخص کو قتل پر ڈرایا کہ اپنا ہاتھ قطع کرے تو اسکو گنجایش
ہے کہ ہاتھ قطع کر دے پھر اگر مکرہ نے اس مقدمہ مین خصومت کی تو مکرہ پر قصاص واجب ہوگا
اور اگر اس امر پر اکراہ کیا کہ اپنے تئین قتل کرے تو نہین کر سکتا ہے اور اگر اپنے تئین قتل کیا
تو مکرہ پر کچھ واجب نہین ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر سلطان نے کسی شخص سے کہا کہ اپنے تئین اس
آگ مین ڈالدے ورنہ تجھے قتل کرونگا تو دیکھنا چاہئے کہ اگر ایسی آگ ہے کہ کبھی بچ جاتا ہے اور کبھی نہین بچتا ہے
تو اسکو آگ مین گر پڑنے کی گنجایش ہے پھر اگر اسنے آگ مین ڈالا اور مر گیا تو حکم دینے والے مکرہ پر امام اعظم
و امام محمد رح کے نزدیک قصاص واجب ہوگا اور اگر آگ ایسی ہو کہ جس سے نجات ممکن نہین ہے و لیکن
اس شخص کو اپنے تئین آگ مین ڈالنے مین بہ نسبت اور عذاب کے تھوڑی راحت ہے تو اسکو اختیار ہے کہ اپنے تئین
آگ مین ڈالدے یا نہین یہ امام ابو یوسف کا قول ہے پس اگر اس نے اپنے تئین آگ مین ڈالا اور
مر گیا تو امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک مکرہ پر قصاص واجب ہوگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک مکرہ کے مال پر

دیت واجب ہوگی قصاص نہوگا اور ایسی میت کو غسل نہ دیا جائیگا اور اگر اس آگ مین ڈالنے سے
جس سے نجات نہ ہوگی کچھ راحت بھی نہو تو اسکو آگ مین گرنیکا اختیار نہین ہے اور اگر اُسنے آگ مین
جان ڈالدی اور مرگیا تو اُسکا خون ہدر ہوگا[ؔ] یہ باتفاق ہے یہ فتاوے قاضیخان مین ہے۔ اگر سلطان
نے ایک شخص سے کہا کہ اپنے تئین اس پانی مین ڈالدے ورنہ تجھے قتل کرونگا پس اگر وہ شخص
جانتا ہے کہ مین پانی سے زندہ نہ بچونگا تو اسکو ایسا کرنیکی گنجایش نہین ہے اور اگر ایسا کیا تو اُسکا
خون ہدر ہوگا اور اگر اسمین کچھ راحت ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک ایسا کرسکتا ہے اور صاحبین
کے نزدیک نہین کرسکتا ہے پس اگر اُسنے ایسا کیا اور مرگیا تو اُسکی دیت امام اعظم رح کے نزدیک مکرہ کی
مددگار برادری پر واجب ہوگی جیسا کہ خود مکرہ کے گرا دینے کی صورت مین یہی حکم تھا اور امام
ابو یوسف نے فرمایا کہ اسکی دیت مکرہ کے مال سے دلائی جاویگی اور قصاص عائد نہوگا اور امام محمد رح
نے فرمایا کہ مکرہ پر قصاص واجب ہوگا اور امام ابو یوسف سے ایک روایت مین مثل قول امام محمد رح
کے مروی ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر مکرہ نے کہا کہ تو خود اپنا ہاتھ قطع کردے ورنہ
مین قطع کردونگا تو اسکو اپنے ہاتھ کے خود کاٹنے کی گنجایش نہین ہے اور اگر خود کاٹا تو ہدر ہوجاویگا
اور اگر مکرہ نے کہا کہ تو اپنے تئین تلوار سے قتل کردے ورنہ مین تجھے تلوار سے قتل کرونگا یا
کوڑون سے مارکر مارڈالونگا یا ایسا ہی کوئی عذاب جو بہ نسبت اُسکے خود قتل کرنیکے سخت تر ہے
بیان کیا تو اسکو خودکشی کی گنجایش ہے اور جب اُسنے مکرہ کے اکراہ سے اپنے تئین تلوار سے
قتل کیا تو مکرہ پر قصاص واجب ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر سلطان نے ایک شخص سے کہا کہ تو اپنے
تئین پہاڑ کی چوٹی سے نیچے گرادے ورنہ مین تجھے قتل کرونگا پس اگر اسکو گرا دینے مین کچھ راحت
نہو تو اُسکو خود گرا دینے کی گنجایش نہین ہے اور اگر اُسنے خود گرا دیا اور مرگیا تو اُسکا خون ہدر
ہوگا اور اگر اسمین کچھ راحت ہو تو امام اعظم رح کے قیاس پر اس کو گرا دینے کی گنجایش ہے پس
اگر اس نے گرا دیا اور مرگیا تو امام اعظم رح کے قول پر اُس کی دیت مکرہ کی مددگار برادری پر
واجب ہوگی اور صاحبین کے نزدیک اسکو یہ گنجایش نہین ہے اور اگر اُسنے گرا دیا تو مکرہ پر قصاص
واجب ہوگا اور یہ مسئلہ قتل بالمثقل[ؔ] کے مسئلہ کی فرع ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک ایسا کرنا موجب قصاص
نہین ہوتا ہے اور صاحبین کے نزدیک ہوتا ہے اور مامور کا فعل مثل فعل حکم دہندہ کے قرار دیا
جاتا ہے اور اگر حکم دہندہ نے اُسکو گرا دیا تو امام اعظم رح کے نزدیک دیت واجب ہوگی قصاص
واجب نہوگا اور صاحبین کے نزدیک قصاص واجب ہوگا اور امام ابو یوسف سے ایک روایت
مین آیا ہے کہ مکرہ کے مال سے دیت دلائی جاویگی اور اگر ایسا ہو کہ اس فعل سے اسکو ہلاکت

قولہ ہدر یعنے رایگان ہوگا قصاص یا دیت کچھ بھی لازم نہوگی ۱۲ قولہ قتل بالمثقل مراد اس سے یہ ہے

بخاری کی شرح سے ... اگر قتل کرے تو اس مین اختلاف ہے ۱۲

خوف اور کچھ نجات کی بھی امید ہوا ور اُسنے اپنے تئین گرادیا تو حکم دہندہ کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی یہ حکم بالاتفاق ہے کیونکہ یہ مثل خطا سے قتل کرنیکے ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اگر سلطان نے زید سے کہا کہ عمرو کا ہاتھ کاٹ دے ورنہ مین تجھے قتل کرونگا تو اُسکو عمرو کے ہاتھ کاٹنے کی گنجایش ہوا ور جب اُسنے قطع کیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک قصاص مکرہ پر عاید ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر بوعید تلف اس امر کے واسطے ڈرایا کہ تو اللہ تعالے کے ساتھ کفر کریا اس شخص مسلمان کو قتل کر تو اسکو گنجایش ہے کہ اللہ تعالی کیساتھ کلمہ کفر نکالے درحالیکہ اُسکا دل ایمان سے مطمئن ہوا ور یہ گنجایش نہین ہے کہ فلان شخص مسلم کو قتل کرے اور اگر اُسنے صبر کیا یہانتک کہ خود قتل ہوا تو اسکو ثواب عظیم حاصل ہوگا اور اگر اُسنے کفر سے انکار[ؔ] کر کے فلان شخص کو قتل کیا تو قیاساً اسکے عوض قتل کیا جاوے اور استحساناً قتل نہ کیا جائیگا بشرطیکہ نہ جانتا ہو کہ اس صورت مین اسکو کفر کرنیکی گنجایش ہے ولیکن یہ واجب ہوگا کہ اسکے مال سے تین سال مین دیت مقتول ادا کیجاوے اور اگر یہ جانتا ہو کہ اس صورت مین اسکو کفر روا ہے اور باوجود اسکے اسنے مسلمان کو قتل کیا تو امام محمد رح نے کتاب الاصل مین یہ صورت ذکر نہین فرمائی اور ہمارے اکثر مشایخ کا یہ مذہب ہے کہ اس صورت مین قصاص واجب ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر زید مجبور کیا جاوے کہ تو اس مردار گوشت وغیرہ کو کھالے یا اس مرد مسلمان کو قتل کر تو اسکو چاہیے کہ مردار کو کھاوے مسلمان کو قتل نہ کرے اور اگر اسنے مردار نہ کھایا یہانتک کہ مقتول ہوا تو گنہگار ہوگا بشرطیکہ جانتا ہو کہ ضرورت کیوقت مردار کھانا مباح ہی۔ اور اگر اُسنے مردار نہ کھایا بلکہ مسلمان کو قتل کیا تو اُسپر قصاص واجب ہوگا اور امام محمد رح نے مردار کے مسئلہ مین وجوب قصاص کیواسطے یہ شرط نہین لگائی کہ اسکو یہ معلوم نہ ہو کہ مردار کھانیکی گنجایش تھی اور عامہ مشایخ نے مسئلہ مردار مین فرمایا کہ اسپر قصاص واجب ہوگا ہر حال مین خواہ جانتا ہو کہ مردار کھانا مباح تھا یا نہ جانتا ہو یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اس امر پر مجبور کیا گیا کہ مسلمان کو قتل کرے یا زنا کرے تو اُسکو کسی فعل کی گنجایش نہین ہے کیونکہ ضرورت کے وقت قتل مسلم و زنا دونون سے کوئی مباح نہین ہو جاتا ہے پس اگر اُسنے زنا کیا تو قیاساً اُسپر حد جاری ہوگی اور استحساناً جاری نہوگی مگر اُسپر واجب ہوگا کہ اُس عورت کا مہر ادا کرے اور اگر اُسنے مسلمان کو قتل کیا تو مکرہ قتل کیا جائیگا اور اگر ان مسائل مین اکراہ بوعید قید و بند یا ڈاڑھی منڈوانے پر ہو تو یہ اکراہ نہین ہے پس اگر اُسنے مسلمان کو قتل کیا تو مکرہ کو چھوڑ کر قاتل سے قصاص لیا جائیگا اور مکرہ کو تعزیر دیجاویگی۔ اور اگر ایک شخص مجبور کیا گیا کہ فلان مسلم کو قتل کرے یا شخص غیر کا مال

ؔ قولہ انکار یعنی کلمہ کفر زبان سے نکالنے کو منظور نہ کیا بلکہ اکراہ سے خوف ہلاک ہو مسلمان کو قتل کر ڈالا ۱۲ ۔ ۔ ۔

تلف کردے تو اسکو چاہئے کہ مال غیر کو لے لے اور تلف نہ کرے خواہ یہ مال دیت سے کم ہو یا زیادہ ہو کیونکہ مال غیر کا تلف کرنا رخصت سے مباح نہیں ہے اور اگر اُسنے مسلمان کو قتل کیا اور مال غیر تلف نہ کیا تو قاتل قصاصاً قتل کیا جائیگا کیونکہ مال غیر تلف کرنا رخصت تھا اور قتل مسلم رخصت نہ تھا اور اگر اُسنے مال غیر کو تلف کردیا تو مکرہ سے تاوان لیا جائیگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر مجبور کردہ نے ان دونون سے انکار کیا یہانتک کہ قتل کیا گیا تو یہ افضل ہے اور اگر بوعید قتل ایک شخص مجبور کیا گیا کہ اپنے غلام کو قتل کرے یا اپنا یہ مال تلف کردے اُسنے کچھ نہ کیا یہانتک کہ خود مقتول ہوا تو اسکو گنجایش ہے اور اگر اپنا مال تلف کردیا اور غلام قتل نہ کیا تو بہتر ہے اور مال کی ضمان مکرہ پر واجب ہوگی اور اگر اُسنے غلام قتل کیا مال تلف نہ کیا تو گنہگار ہوگا اور جسنے مجبور کیا ہے اُسپر قصاص یا تاوان لازم نہ آویگا کیونکہ یہ قتل بطوع خود ہے کیونکہ مجبور کردہ تلف مال سے خلاصی پاتا تھا اور تلف مال شرعاً مباح ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص بوعید قتل مجبور کیا گیا کہ اپنے ان دونون غلامون مین سے ایک کو قتل کرے اور ان مین سے ایک دوسرے سے کم قیمت ہے اُسنے ایک کو عمداً قتل کیا تو اُس کو یہ قصاص مکرہ کو قتل کرانے کا اختیار ہے یہ مبسوط مین ہے اور اگر مجبور کیا کہ ان دو شخصون مین سے ایک کو عمداً قتل کرے تو مکرہ پر قصاص واجب ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر ایک شخص کو مجبور کیا کہ اپنے ان دونون غلامون مین سے ایک کو سو کوڑے مارے اُسنے ایک شخص کے ساتھ ایسا کیا اور وہ مرگیا تو مکرہ دونون غلامون کی قیمتون سے کم قیمت[1] کا ضامن ہوگا اگرچہ جو غلام باقی رہا ہے وہی کم قیمت ہو یہ مبسوط مین ہے اور اگر ایک شخص کو مجبور کیا کہ یہ مال تلف کرے یا غلام کو سو کوڑے مارے تو مال تلف کردینے مین کچھ ڈر نہین ہے اور اُسکی ضمان مکرہ پر واجب ہوگی خواہ یہ مال و غلام مجبور کردہ کا ہو یا غیر کا ہو اور اگر اُسنے غلام کو مارا اور وہ مرگیا تو مکرہ پر تاوان قیمت واجب نہ ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر بوعید[2] قتل اُسکو اس بات پر اکراہ کیا کہ اپنا یہ غلام قتل کرے یا یہ غلام قتل کرے اس مجبور کو یا اُسکا بیٹا قتل کرے یا کہا کہ قتل کر اپنا یہ دوسرا غلام یا مین تیرا باپ قتل کردونگا تو اسکو گنجایش نہین کہ اپنا وہ غلام قتل کرے جسکے قتل پر اکراہ کیا اور اگر اُسنے اپنا غلام قتل کیا تو مکرہ پر سوائے ادب دیے جانے کے کچھ واجب نہوگا یہ مبسوط مین ہے اسیطرح اگر غلامون نے مجبور کیا کہ اس شخص کا مال تلف کرے

---

[1] قولہ کم قیمت اسواسطے کہ دونون مین سے ایک کو مارنے مین وہ مجبور ہے۔ اور بیش قیمت کو مارنا تو اُسنے اپنے اختیار سے کیا ہے لیکن کرہ بہرحال کم قیمت کا ضامن ہوگا [2] قولہ بوعید الخ یہ مسئلہ مضطرب ہے اور عبارت اصل یہ ہے۔ ولو اکرہ بوعید قتل علی ان یقتل عبدہ ہذا او یقتل العبد الذی اکرہ او یقتل ابنہ او قال اقتل عبدک ہذا اوالاخر قتل ابیک لم یسعہ ان یقتل عبدہ الذی اکرہ علی قتلہ۔ ظاہر یہ کہ اسنے اکراہ مین اسطرح کہا کہ اس غلام کو قتل کر یا یہ کہ غلام تجھے قتل کرے یا کہا کہ

اپنا یہ غلام قتل کر یا میں تیرا باپ [illegible] ۱۲

یا یہ شخص تجھے قتل کرے اُسنے مال تلف کردیا تو ضامن ہوگا اور مکرہ سے نہیں لے سکتا ہے ولیکن اس تلف کرنے مین گنہگار نہ ہوگا اور اگر اُسنے مال تلف نہ کیا یہانتک کہ اُس شخص نے اسکو قتل کیا تو اُسپر انشاء اللہ تعالی کچھ گناہ نہ ہوگا ولیکن اگر مال قلیل ہو تو مین اچھا نہیں جانتا ہون کہ اُسکو تلف نہ کرے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر ایک شخص مجبور کیا گیا کہ تو یہ شراب پی یا یہ مردار کھا ورنہ تیرے اس فرزند کو یا تیرے باپ کو قتل کرینگے تو اُسکو شراب پینا یا مردار کھانا روا نہیں ہے کیونکہ کوئی ضرورت ہیچ پیش نہیں آئی اور اگر کہا کہ ہم تیرے بیٹے یا تیرے باپ کو قتل کرینگے ورنہ تو اپنے اس غلام کو ہزار درم مین فروخت کردے اُسنے فروخت کیا تو بیع جائز ہے قیاساً ولیکن استحساناً فرمایا کہ بیع باطل ہے اسیطرح ہر ذی رحم محرم کے قتل کی تہدید کرنے مین یہی حکم ہے اور اگر یون کہا گیا کہ ہم تجھے قیدخانہ مین قید کرینگے ورنہ تو اپنا یہ غلام اس شخص کے ہاتھ ہزار درم مین فروخت کردے اُسنے فروخت کیا تو قیاساً بیع جائز ہے اور یہی حکم ہر ذی رحم محرم مین بھی ہے اور استحساناً یہ سب صورتین اکراہ ہین اور ان تصرفات مین سے کوئی تصرف نافذ نہ ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر بوعید قتل ایک شخص مجبور کیا گیا کہ اپنے غلام کو قتل کرے یا اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالے تو اُسکو اس فعل کی گنجائش نہین ہے اور اگر کیا تو گنہگار ہوگا اور مکرہ قتل کی صورت مین مقتول[1] ہوگا اور قطع کی صورت مین نصف قیمت کا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر ایک شخص مجبور کیا گیا کہ زید کا ہاتھ تیز دھار دار چیز سے قطع کرے اُسنے قطع کیا پھر اُسنے بلا اکراہ اُسکا پاؤن بھی کاٹ ڈالا اور وہ مرگیا تو قاطع اور مکرہ دونون پر قصاص واجب ہوگا کیونکہ وہ دو فعلون سے مرا ہے ایک فعل تو مکرہ کیطرف سے منتقل ہوا اور دوسرا قاطع کے ذمہ رہا پس دونون اُسکے قاتل ہوگئے اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک دونون پر دونون کے مال سے دیت لازم ہوگی یہ تبیین مین ہے۔ اگر ایک شخص کو مجبور کیا کہ روغن کی مشک بہاوے تو مکرہ پر ضمان لازم آویگی یہ جواہر اخلاطی مین ہے۔ اگر ایک شخص مجبور کیا گیا کہ زید کا ہاتھ کاٹ ڈالے اور زید نے کہا کہ مین نے تجھے ہاتھ کاٹنے کی اجازت دیدی تو کاٹ دے حالانکہ زید مجبور کردہ نہین ہے تو اُس شخص کو کاٹنا روا نہین ہے اور اگر کاٹا تو گنہگار ہوگا اور قاطع یا مکرہ کسی پر ضمان لازم نہ آویگی اور اگر قتل کرنے پر مجبور کیا گیا اور مجبور کردہ کو اس شخص نے قتل کی اجازت دیدی اور مجبور کردہ نے قتل کیا تو گنہگار ہوگا مگر اسپر دیت لازم نہ آویگی اُسکی دیت مکرہ کے مال پر واجب ہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر خلیفہ وقت نے کسی نواح مین کوئی عامل بھیجا اُسنے ایک شخص سے کہا کہ تو اس [illegible] کو قتل کردے ورنہ

[1] قولہ مقتول یعنی اس سے قصاص لیا جائیگا اسواسطے کہ اُسنے مجبور کو قتل کیطرح ڈرا کر دوسرے کو قتل کرایا [illegible]

مین تجھے قتل کرونگا تو مامور مجبور کو قتل نہ کرنا چاہیے اور باوجود اسکے اگر مامور نے اسکو قتل کیا تو قصاص مکرہ پر واجب ہوگا مگر یہ شخص مامور[1] گنہگار و فاسق ہوگا اور اسکی گواہی رد کردیجاویگی اور اُسکا قتل مباح ہوگا اور مکرہ میراث سے محروم ہوگا نہ مامور مجبور یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر عامل نے اُس سے کہا کہ تو اس مرد کا ہاتھ کاٹ دے ورنہ مین تجھے قتل کرونگا تو اسکو ایسا کرنا نہ چاہیے اسیطرح اگر ایک انگلی یا اُسکے مثل قطع کرنیکو کہا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر خلیفہ کی رائے مین یہ آیا کہ مامور مجبور کو تعزیر دے اور قید کرے تو اُسکو اختیار ہے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر عامل نے اس شخص کو ایک کوڑا مارنے کا حکم کیا یا حکم دیا کہ اس مرد کی ڈاڑھی و سر مونڈے یا قید کرے اور درصورت نہ کرنے کے اس مامور کو قتل سے ڈرایا تو مجھے امید ہے کہ اگر اسکی فرمانبرداری کرے تو گنہگار نہوگا اور ترک مین بھی گنہگار نہ ہوگا اور امید پر اسواسطے معلق کیا کہ شیخ رح کو اس باب مین کوئی صریح حکم نہین ملا اور مظالم العباد مین راے سے رخصت کا فتوی دینا جائز نہین ہے اسواسطے امید کے ساتھ بیان کیا اور اگر مکرہ نے مامور کو ایک کوڑا مارنے یا قید و بند یا سر و ڈاڑھی منڈوانے پر ڈرایا ہو تو مامور کو گنجائش نہین ہے کہ اس مرد پر کسیطرح کا ظلم کرے خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو اور اگر زید کو یہ وعید تلف[2] ڈرایا کہ مسلمان پر افترا پردازی کرے تو مجھے امید ہے کہ اسکو اس فعل کی گنجائش ہے یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر زید کو بوعید تلف ڈرایا کہ فلان شخص کا مال لیکر مجھے دیدے تو مجھے امید ہے کہ اسکو لیکر دیدینا روا ہے اور تاوان مکرہ پر واجب ہوگا۔ اور یہ فعل مامور کو اُسوقت تک روا ہے جبتک کہ مکرہ کے پاس حاضر ہے اور اگر مکرہ نے اسکو بھیجا تاکہ ایسا کرے اور مامور کو خوف ہوا کہ اگر مین نے ایسا نہ کیا تو درصورت قابو پانے کے مجھے قتل کریگا یا جس طور سے مجھے ڈرایا ہے وہی فعل کریگا تو مامور کو اُسکی فرمانبرداری پر اقدام حلال نہین ہے لیکن اگر مکرہ کا ایلچی اُسکے ساتھ ہو کہ اگر یہ شخص ایسا نہ کرے تو میرے پاس واپس لانا تو البتہ اقدام کرسکتا ہے اور اگر اُسنے نہ کیا یہانتک کہ مکرہ نے اُسکو قتل کیا تو انشاء اللہ تعالے اسکو گنجائش[3] ہے اور اگر مکرہ نے اُسکو قید و بند سے ڈرایا ہو تو مامور کو ایسے فعل کا اقدام حلال نہین ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر طلاق یا عتاق پر ایک شخص مجبور کیا گیا تو طلاق و عتق واقع ہو جائیگا اور غلام کی قیمت مکرہ سے واپس لیگا خواہ خوشحال ہو یا تنگدست ہو اور غلام پر سعایت لازم نہ آویگی اور دیگر اُس غلام سے تاوان کا مال واپس نہین لے سکتا ہے اسیطرح آدھا مہر مکرہ سے لیگا اگر یہ طلاق

[1] قولہ مکرہ نا یعنی مجبور کو حلال نہین کہ دوسرے کو قتل کرے باوجود اسکے اگر وہ قتل کرے تو قصاص مکرہ پر ہوگا ۱۲ [2] قولہ تلف یعنی تیرے بدن سے کوئی جزتلف کردونگا ۱۲ [3] قولہ گنجائش یعنی گنہگار نہوگا بلکہ مکرہ گنہگار ہے جسنے اسکو مجبور کیا ۱۲

باکراہ قبل دخول کے واقع ہوئی ہو اور مقدار مہر عقد نکاح مین بیان کر دی گئی ہو اور اگر مسمی نہ ہو
تو جو کچھ اُسپر متعہ واجب ہوا ہے لیگا اور اگر مجبور نے مسئلہ عتق مین یون کہا کہ میرے دل مین زمانہ
گذشتہ کی آزادی کی خبر دینا بطور کاذب[1] گذرا تھا اور میری یہی مراد تھی تو اُسکی تصدیق نکیجاویگی
اور حکم قضا مین غلام آزاد ہو جاویگا اور درصورت سچ ہونے کے فیما بینہ و بین اللہ تعالے
آزاد نہ ہوگا اور مکرہ اسکو کچھ تاوان نہ دیگا اور اگر یون کہا کہ میرے دل مین یہ خطرہ گذرا تھا
مگر مین نے اپنے کلام سے یہ مراد نہین لی بلکہ میری مراد یہی تھی کہ فی الحال حریت حاصل ہو
یا مین نے کچھ ارادہ نہین کیا یا میرے دل مین کچھ خطرہ نہین گذرا تو اس صورت مین قضاءً
و دیانۃً دونون طرح آزاد ہو جاویگا اور اُسکی قیمت مکرہ سے تاوان لیگا اور طلاق مین بھی
اسی تفصیل سے حکم ہے یہ تبیین مین ہے۔ اگر مکرہ نے مالک غلام سے کہا کہ تیرے دل مین زمانۂ ماضی
کے عتق کا اخبار بطور کاذب گذرا اور تیرا یہی ارادہ تھا تو نے آیندہ عتق کا ارادہ نہین کیا
پس تجھے مجھ سے ضمان لینا نہین پہونچتا ہے اور مکرہ نے کہا کہ نہین بلکہ مین نے ازسر تو عتق مراد لیا
ہے اور مین تجھ سے ضمان لے سکتا ہون تو مالک غلام کا قول قبول ہوگا اور مکرہ کو اختیار
ہے کہ اُس سے اُسکے دعوے پر قسم لے اور اسیطرح طلاق مین اگر مکرہ نے شوہر سے کہا کہ تو نے
اخبار بطور کاذب زمانۂ ماضی کا مراد لیا ہے نہ یہ کہ طلاق ایجاد ہو جاوے اور شوہر نے کہا کہ
نہین بلکہ یہی مراد تھی کہ ایجاد ہو جاوے تو قسم سے شوہر کا قول قبول ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔
اگر زید اس امر پر مجبور کیا گیا کہ اپنی عورت کا طلاق یا اپنے غلام کا عتق اپنی عورت یا غلام
کے ہاتھ مین دیدے یا کسی غیر کے ہاتھ مین دیدے پس جسکے اختیار مین دیا تھا اُسنے طلاق
دیدی اور آزاد کر دیا تو طلاق و عتاق واقع ہو جاویگی اور مجبور کردہ مکرہ سے طلاق قبل الدخول
مین نصف مہر اور عتاق مین غلام کی قیمت تاوان لیگا یہ فتاویٰ قاضیخان مین ہے۔ امام محمدؒ نے
فرمایا کہ اگر چور[12] یعنی شخص غالب نے زید کو بوعید تلف اس امر پر مجبور کیا کہ اپنی عورت کو ایک طلاق دیدے
حالانکہ زید نے اسکے ساتھ دخول نہین کیا تھا اُسنے تین طلاق دیکر نصف مہر اُسکو پھر دیا تو نصف
مہر مکرہ سے واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر اسکو تین طلاق پر مجبور کیا جاوے تو یہ ایک طلاق
کا اکراہ ہوتا ہے اور اگر نصف غلام آزاد کرنے پر بوعید تلف مجبور کیا گیا اُسنے کل[2] غلام آزاد کر دیا
تو بالاتفاق سب غلام آزاد ہو جاویگا اور امام اعظمؒ کے نزدیک مجبور کردہ مکرہ سے کچھ تاوان

[1] کاذب یعنے میری نیت تھی کہ جھوٹ کہون کہ مین نے اسکو آزاد کیا یعنی زمانہ سابق مین ایسا کیا تھا حالانکہ یہ جھوٹ
ہے پس قاضی اسکو قبول نکریگا کیونکہ تصریح ظاہر مین غلام کا حق متعلق ہو چکا ہے تو ظاہر کے خلاف کوئی دلیل موجود نہین ہے ۱۲
[2] قولہ کل پس یہ دلیل ہو گی کہ اپنے خوشی سے آزاد کیا اسواسطے کہ کل پر وہ مجبور نہین ہوا تھا تو یہ رغبت کی دلیل ہے ۱۲ - + -

نہین لے سکتا ہے اور صاحبین کے نزدیک غلام کی قیمت کا تاوان لے سکتا ہے خواہ وہ خوشحال ہو یا تنگدست اور اگر کل غلام آزاد کرنے پر مجبور کیا گیا اور اُسنے آزاد کیا تو یہ صورت اور صورت اول صاحبین کے قیاس پر یکسان ہے کہ کل غلام آزاد ہو جاویگا اور مکرہ اُس شخص کو غلام کی قیمت تاوان دیگا خواہ خوشحال ہو یا تنگدست ہو مگر امام اعظم رح کے نزدیک نصف غلام آزاد اور نصف رقیق رہیگا اور جسقدر مکرہ کیوجہ سے آزاد ہوا ہے یعنی نصف اس کی ضمان مکرہ کو دینی ہوگی اور باقی نصف جو مکرہ کے عدم اکراہ سے نہین آزاد ہوا ہے اُس کا یہ حکم ہے کہ اگر مکرہ خوشحال ہو تو اسکا تاوان بھی ادا کریگا ورنہ تنگدست ہونیکی صورت مین نہین ضامن ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک مریض نے اپنی عورت کو بوعید تلف اس امر پر مجبور کیا کہ مجھ سے ایک طلاق بائن کی درخواست کرے اُسنے درخواست کی اور مریض نے ایک طلاق بائن دیدی اور ہنوز وہ عدت مین تھی کہ مریض مرگیا تو عورت اُسکی وارث ہوگی اور اگر دو طلاق بائن کی درخواست کی اور مریض نے دیدی پھر اُسکی عدت مین مرگیا تو عورت وارث نہ ہوگی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر زید نے اپنی جورو کی ایک طلاق عمرو کے اختیار مین دیدی کہ چاہے ایک طلاق دے اور پھر زید مجبور کیا گیا کہ اسکو دوسری طلاق کا حکم دے حالانکہ وہ عورت زید کی مدخولہ نہین ہے پس عمرو نے دو طلاق دین تو مہر کا ضامن نہ ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اسیطرح اگر اُسنے وہی طلاق جسکا اختیار زید نے بلا اکراہ دیا تھا دیدی تو بھی یہی حکم ہے کذا فی المبسوط اور اگر عمرو نے وہ طلاق جسکے واسطے زید مجبور کیا گیا دیدی تو مکرہ نصف مہر کا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ پھر صورت اولی کی دلیل مین فرماتے ہین کہ کیا تو نہین دیکھتا ہے کہ اگر زید نے اپنی جورو سے جو مدخولہ نہین ہے یون کہا کہ تو طالق ہے جب تو چاہے پھر اسکے بعد یا اُس سے پہلے زید مجبور کیا گیا کہ اپنی جورو سے یون کہے کہ تو طالق ہے جب تو چاہے پس زید نے ایسا کہا اور عورت نے اپنے تئین دونون طلاق دیدین تو شوہر اُسکو نصف مہر تاوان دیگا اور مکرہ سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر عورت ہی صاحب قدرت و سلطنت ہو اور اُسنے اپنے شوہر کو مجبور کیا کہ مین تیری جان یا عضو تلف کر دونگی اگر تو نے مجھے طلاق نہ دی اُس نے مجبور ہوکر ایسا کیا تو زید پر کچھ مہر واجب نہ ہوگا اور اگر اُسنے صرف قید پر ڈرایا ہو تو ایسی صورت مین نصف مہر لے لیگی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر عورت اس امر پر مجبور کیگئی کہ اپنے شوہر سے ایک طلاق ہزار درم پر قبول کرے اُسنے قبول کی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور عورت کے ذمہ مال لازم نہ ہوگا پھر اگر عورت نے اسکے بعد اس طلاق کی جسکے واسطے بعوض ہزار درم کے مجبور کیگئی ہے اجازت دیدی تو امام اعظم رح کے نزدیک اسکی اجازت صحیح ہے

[illegible] ۱۲

اور مال اسکے ذمہ لازم ہوگا اور طلاق بائن واقع ہوگی اور امام محمد رح کے نزدیک طلاق رجعی ہوگی اور اجازت باطل اور امام ابو یوسف سے دو روایتین ہین ایک روایت مثل قول امام محمد رح کے اور ایک مثل امام ابو حنیفہ کے ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اصح روایت یہ ہے کہ قول امام ابو یوسف مثل قول امام اعظم ہے اور اگر بجاے طلاق کے خلع بعوض ہزار درم ہو تو طلاق بائن واقع ہوگی اور عورت پر کچھ مال واجب نہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر شوہر مجبور کیا گیا کہ اپنی عورت کو بعوض ہزار درم کے طلاق دے اور عورت مجبور کی گئی کہ قبول کرے پس دونون نے ایسا کیا تو طلاق بلا مال واقع ہوگی اسیطرح اگر قصاص سے صلح اور بمال عتق مین ایسا واقع ہو تو بھی یہی حکم ہے ولیکن عتق مین مولی کو اختیار ہوگا کہ مکرہ سے اپنے غلام کی قیمت تاوان لے بشرطیکہ مکرہ نے بوعید قتل اُسکو مجبور کیا ہو اور اگر قید سے ڈرایا ہو تو کچھ تاوان نہین لے سکتا ہے یہ مبسوط مین ہی۔ ایک باندی جو آزاد کی گئی وہ قبل دخول کے مجبور کیگئی کہ اپنے نفس کو اختیار کرلے یعنی شوہر مملوک سے فرقت کرلے تو شوہر پر اُسکا یا اُسکے مولی کا کچھ مہر واجب نہوگا اور مکرہ ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر زید بوعید تلف مجبور کیا گیا کہ اپنی عورت کو بعوض ہزار درم کے ایک طلاق دیدے اُسنے تین طلاق ہر طلاق بعوض ہزار درم کے دی اور عورت نے یہ سب قبول کرلین تو تین طلاق واقع ہونگی اور شوہر کے عورت پر تین ہزار درم واجب ہونگے اور عورت کا نصف مہر شوہر پر واجب ہوگا اسوجہ سے کہ قبل دخول کے فرقت واقع ہوئی ہی اور سبب فرقت ایسا نہین ہے کہ عورت کی طرف منسوب ہو اور مکرہ سے اس صورت مین کچھ تاوان نہین لے سکتا ہے اگرچہ نصف مہر تین ہزار درم سے زائد ہو کیونکہ طلاق مین جسقدر مرد نے اپنی طرف سے زائد کیا وہی اُسپر نصف مہر ثابت ہونے کیواسطے کافی ہی اور اگر شوہر مجبور کیا گیا کہ اپنی جورو کو ایک طلاق بعوض ہزار درم کے دیدے اُسنے ایسا کیا اور عورت نے قبول کیا تو عورت پر مرد کے ہزار درم واجب ہونگے پھر دیکھا جائیگا کہ نصف مہر کسقدر ہی پس اگر زاید ہو تو شوہر بقدر زیادتی کے عورت کو ادا کریگا اور اسیقدر مکرہ سے واپس لیگا بشرطیکہ مکرہ نے اُسکو بوعید تلف ڈرایا ہو اور یہ امام محمد و امام ابو یوسف کا قول ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک شوہر کے ذمہ عورت کا کچھ مال واجب نہ ہوگا اور شوہر کے ہزار درم عورت پر واجب ہونگے یہ مبسوط مین ہی۔ اگر زید مجبور کیا گیا کہ اپنے غلام کو سو درم پر آزاد کردے اور غلام نے قبول کیا حالانکہ غلام کی قیمت ہزار درم ہین اور غلام مجبور کردہ نہین ہے تو سو درم پر عتق جائز ہے پھر مولے کو اختیار ہوگا کہ چاہے مکرہ سے غلام کی پوری قیمت تاوان لے پھر مکرہ غلام سے سو درم واپس لیگا یا غلام سے سو درم لیکر باقی نو سو درم مکرہ سے تاوان لے۔ اور اگر

بکر نے زید کو مجبور کیا کہ اپنے غلام کو دو ہزار درم پر بوعدۂ ایک سال کے آزاد کر دے حالانکہ غلام کی قیمت ایک ہزار درم ہیں تو مولے کو اختیار ہے چاہے بکر سے اپنے غلام کی قیمت تاوان لے یا برس گذرنے پر غلام سے دو ہزار درم کا مطالبہ کرے کیونکہ اُسنے یہ امر بطوع خود اپنے ذمہ لازم کر لیا پس اگر مولی نے بکر سے ضمان لینی اختیار کی تو بکر بجائے مولی ہو گیا یعنی سال گذرنے پر بکر غلام سے دو ہزار درم لے لیگا پس جب اُسنے دو ہزار درم وصول کیے تو انمین سے ایک ہزار درم جو اُسنے ادا کیے ہین لیکر باقی سب صدقہ کر دیگا کیونکہ یہ ہزار درم اسکو خبیث طور پر حاصل ہوئے ہین اور اگر مولے نے غلام سے مطالبہ کرنا اختیار کیا تو پھر اسکا کچھ حق بکر کیطرف نہین ہو سکتا ہی۔ اور اگر دو ہزار درم قسط وار ادا کرنے قرار پائے ہون اور ایک قسط کا وقت آنے پر مولے نے غلام سے بلا اکراہ مطالبہ کیا تو اس فعل سے یہ ثابت ہوا کہ اُسنے غلام سے مطالبہ کرنا اختیار کیا ہے تو پھر اسکے بعد بکر سے کچھ تاوان نہین لے سکتا ہے یہ مبسوط مین ہی۔ زید و عمرو کے درمیان ایک غلام مشترک تھا اُسکے آزاد کرنے کے واسطے زید مجبور کیا گیا یہانتک کہ زید نے اُسکو آزاد کر دیا تو عتق جائز ہے پھر امام ابو یوسف و امام محمد رح کے قول پر عتق متجزی[1] نہین ہوتا ہے پس پورا غلام آزاد ہو جاویگا اور اسکی ولاء معتق کو ملیگی اور بکر پر اگر خوشحال ہے تو پوری قیمت کی ضمان لازم آویگی کہ دونون مین نصفا نصف تقسیم ہو اور اگر تنگدست ہے تو صرف زید کے حصہ کی ضمان لازم آویگی اور دوسرے شریک کے حصہ کیواسطے غلام سعی کریگا اور امام اعظم رح کے نزدیک یہ حکم ہے کہ بکر زید کے حصہ کا ضامن ہوگا خواہ خوشحال ہو یا تنگدست ہو اور عمرو کے حصہ کا اگر بکر خوشحال ہو تو عمرو کو تین طرح کا اختیار ہے چاہے اپنا حصہ آزاد کر دے یا غلام سے سعی کرائے یا بکر سے ضمان لے پس اگر اُسنے بکر سے ضمان لی تو بکر غلام کی طرف رجوع کریگا اور بقدر ضمان کے غلام سے سعی کرا کر لے لیگا اور اسکی ولاء زید و بکر کے درمیان برابر تقسیم ہوگی اور اگر بکر تنگدست ہو تو عمرو کو اختیار ہے کہ چاہے اپنا حصہ آزاد کرے یا غلام سے سعی کرائے اور اُسکی ولاء اُسکے اور زید کے درمیان برابر تقسیم ہوگی یہ ظہیریہ مین ہی اگر زید کے غلام نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور زید اسکے آزاد کرنے پر مجبور کیا گیا حالانکہ وہ جانتا تھا کہ اسنے یہ جنایت کی ہے تو بکر اُسکی قیمت تاوان دیگا جسکو مولے لیکر ولی جنایت کو دیدیگا اور اگر اکراہ بوعید قید و بند واقع ہوئی ہو تو مولی ولی مقتول کو اُسکی قیمت دیگا نہ دیت اور بکر اُسکو کچھ تاوان نہ دیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر ایک شخص نے ایک شخص کو بوعید تلف

---

[1] قولہ متجزی یعنے آزادی ایسی چیز نہین ہے کہ اس کے ٹکڑے ہو سکین بعض غلام آزاد ہو اور بعض مملوک رہے بلکہ کل آزاد ہو جائیگا ۱۲ - ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣

اس امر پر مجبور کیا کہ اپنے غلام کو جو ہزار درم کا ہوتا ہے عمرو کیطرف سے ہزار درم پر آزاد کردے
اُس نے ایسا ہی کیا اور عمرو نے بطوع خود قبول کیا تو غلام عمرو کیطرف سے آزاد ہو گیا پھر
مالک غلام مختار ہے چاہے عمرو سے غلام کی قیمت لے یا مکرہ سے قیمت تاوان لے پھر مکرہ اسکو
عمرو سے وصول کرلیگا اور ولاء عمرو کے واسطے ثابت ہو گی اور اگر اُسنے عمرو سے ضمان لے لی
تو وہ مکرہ کی طرف رجوع نہین کرسکتا ہے اور اگر مکرہ نے اسکو صرف بقید و بند ڈرایا ہو تو
استحقاق قیمت صرف عمرو سے ہوگا نہ مکرہ سے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر زید یعنی مالک غلام اور
عمرو یعنی جسکی طرف سے آزاد کرنے پر مجبور کیا گیا ہے دونون بوعید تلف مجبور کیے گئے ہون کہ دونون
نے ایسا کیا تو عمرو کی طرف سے غلام آزاد ہوگا اور ولاء اُسی کے واسطے ثابت ہوگی اور زید کا
مال تاوان خاصۃً مکرہ پر واجب ہوگا شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ یہ بمنزلہ ایسی صورت
کے ہے کہ مکرہ نے ایک شخص زید کو مجبور کیا کہ اپنا غلام عمرو کے ہاتھ ہزار درم مین فروخت
کر کے سپرد کرے اور عمرو کو مجبور کیا کہ اسکو خرید کر قبضہ کر کے آزاد کردے اور اکراہ بوعید تلف[1]
واقع ہوئی پس دونون نے ایسا کیا تو اُسمین تاوان خاصۃً مکرہ پر لازم آتا ہے پس ایسا ہی
مسئلہ سابقہ مین ہے۔ اور اگر دونون کو بوعید قید مجبور کیا ہو اور دونون نے ایسا کیا تو عمرو
اسکی قیمت زید کو تاوان دیگا اور اس صورت مین مکرہ پر ضمان نہین آتی ہے اور اگر زید کو
بوعید قید اور عمرو کو بوعید تلف مجبور کیا تو غلام عمرو کیطرف سے آزاد ہوگا پھر عمرو اپنے مکرہ سے
قیمت غلام تاوان لیگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر غلام کو مجبور کیا کہ مال کے عوض عتق قبول کرے
تو غلام پر کچھ لازم نہ آئیگا بلکہ مکرہ ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر لص غالب نے ایک شخص
سے کہا کہ مین تجھے قتل کرونگا ورنہ تو اپنے غلام کو آزاد کر یا اپنی اس عورت کو طلاق دیدے
دونون مین جو تجھے پسند ہو پس مجبور کردہ نے ناچار ایک فعل کیا اور عورت سے دخول
نہین کیا تھا تو جو فعل اُسنے کیا وہ نافذ ہوگا اور نصف مہر اور غلام کی قیمت مین سے جو مقدار
کم ہو اسقدر مکرہ تاوان دیگا اور اگر مجبور کردہ نے اپنی عورت سے دخول کرلیا تو مکرہ کچھ
ضمان نہ دیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور تجرید مین لکھا ہے کہ اگر عورت غیر مدخولہ ہو اور اکراہ بقید
و بند واقع ہوا ہو اور مجبور نے ایک فعل کیا تو مکرہ اُسکو کچھ تاوان نہ دیگا یہ تاتارخانیہ مین
ہے۔ اگر زید اس امر پر مجبور کیا گیا کہ یون کہے کہ جس مملوک کا مین زمانہ آیندہ مین مالک
ہون وہ آزاد ہے اُسنے بمجبوری کہا پھر ایک غلام کا مالک ہوا تو وہ آزاد ہوجاویگا اور مکرہ
سے کچھ نہین لے سکتا ہے اور اگر ایسی صورت مین وہ شخص کسی غلام کا وارث ہوا تو وہ

---

[1] قولہ کسی عضو کے تلف پر وعید کی ۱۲ - + + + + + + + -

آزاد ہوجاویگا مگر مکرہ سے استحساناً غلام کی قیمت تاوان لیگا اور اگر ایک شخص مجبور کیا گیا کہ غلام سے یون کہے کہ اگر تو چاہے تو آزاد ہے یا اگر تو گھر مین داخل ہو تو آزاد ہے پھر غلام نے چاہا یا گھر مین داخل ہوا تو آزاد ہوجائیگا اور مالک مکرہ سے غلام کی قیمت تاوان لیگا اور اگر زید کو اس امر پر مجبور کیا کہ اپنے غلام کا عتق اپنے فعل پر معلق کرے حالانکہ یہ فعل ایسا ہی کہ اسکا کرنا ضرور ہے جیسے نماز فرایض وغیرہ یا ایسا فعل ہی کہ اسکے نہ کرنے مین جان کا خوف ہے جیسے کھانا پینا وغیرہ پس مکرہ نے بمجبوری اسکا کہنا کیا اور یہ فعل کیا تو غلام آزاد اور مکرہ سے اسکی قیمت تاوان لیگا۔ اور اگر ایسے فعل پر معلق کرنے پر مجبور کیا جس کے نہ کرنے کی کوئی راہ نکل سکتی ہے جیسے تقاضاے قرض وغیرہ تو اس صورت مین مکرہ سے تاوان نہین لے سکتا ہے اور یہ اکراہ بمنزلہ اکراہ بوعید قید و بند ہوگی یہ فتاوے قاضیخان مین ہے۔ اور اگر زید کو بوعید تلف اس بات پر مجبور کیا کہ مجھے اپنے غلام آزاد کرنے کی اجازت دیدے اور زید نے مجبوری اجازت دی اور مکرہ نے آزاد کردیا تو غلام آزاد ہوجاویگا اور اس کی ولا زید کو ملے گی اور مکرہ اس کی قیمت تاوان دیگا نہ اس اعتبار سے کہ اسنے آزاد کیا ہے بلکہ اسوجہ سے کہ اس نے زید کو عتق کی اجازت دینے پر مجبور کیا اسی لیے اگر فقط بوعید قید و بند ڈرایا ہو اور زید نے اجازت دیدی ہو تو کچھ بھی تاوان نہ دیگا یہ مبسوط مین ہی۔ امام محمد رح نے کتاب الاصل مین ذکر فرمایا کہ اگر ایک شخص کو بوعید قتل یا قید و بند یا ضرب شدید اس امر پر مجبور کیا کہ اس عورت سے دس ہزار درم پر نکاح کرے حالانکہ اسکا مہر مثل ہزار درم تھا تو نکاح جائز ہوگا اور عورت کو دس ہزار درم سے فقط مہر مثل ہزار درم ملینگے اور باقی جو زیادہ ہے وہ باطل ہوگا یہ عینی شرح ہدایہ مین ہی۔ اور اسی مسئلہ مین شوہر مکرہ سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ پھر اس مسئلہ مین اگر یہ صورت ہو کہ عورت ہی مجبور کی گئی یہانتک کہ شوہر نے اسکو ہزار درم پر اپنے نکاح مین لیا حالانکہ مہر مثل اسکا دس ہزار درم ہے اور اسکو اسکے والیون نے باکرہ بیاہ دیا ہے تو نکاح جائز ہے اور مکرہ پر تاوان واجب نہین آتا ہے پھر آیا عورت والیون کو ایسے نکاح پر اعتراض کا حق ہے یا نہین سو اگر وہ شوہر عورت کا کفو ہو اور عورت مہر مسمی پر راضی ہوگئی ہو تو فقط امام اعظم رح کے نزدیک والیون کو حق اعتراض حاصل ہے اور صاحبین کے نزدیک بالکل اعتراض کا حق نہین ہی۔ اور اگر ابتدائً عورت نے کسی اپنے کفو کے ساتھ خود ہی مہر مثل سے کمتر پر نکاح کرلیا تو بھی مسئلہ مین ایسا ہی اختلاف ہے اور اگر شوہر غیر کفو ہو تو بالاتفاق والیون کو حق اعتراض حاصل ہی یہ حکم اس صورت مین ہے کہ عورت مہر مسمی پر راضی ہوگئی ہو اور شوہر نے اسکے ساتھ دخول نہ کیا ہو۔ اور اگر مہر مسمی پر راضی نہوئی ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر شوہر اسکا کفو ہے تو عورت کو اس نکاح پر حق اعتراض ہوگا

بسبب اسکے کہ مہر ناقص ہوا اور یہ حکم بالاتفاق ہی پھر جب یہ مقدمہ قاضی کے سامنے پیش کیا جاوے
تو اسکے شوہر کو قاضی اختیار دیگا کہ یا تو اسکا مہر پورا کردے ورنہ مین تم دونون مین فرقت کردونگا
پس اگر اسنے پورا کردیا تو نکاح نافذ ہوگا اور اگر انکار کیا تو تفریق کردیجاویگی اور اسکو کچھ مہر نہ دلایا
جائیگا۔ اور اگر شوہر اسکا کفو نہو تو عورت اور اولیاء دونوں کو حق اعتراض ہوگا یہ امام اعظم رح کا
مذہب ہے کیونکہ کفو ہونا معدوم اور مہر ناقص ہے اور صاحبین کے نزدیک عورت کو ان دونون
وجہون سے البتہ حق اعتراض ہی مگر اولیاء کو صرف عدم کفو کیوجہ سے حق اعتراض ہے اور کوئی
وجہ اعتراض کی انکو حاصل نہین ہے اور یہ سب اس صورت مین ہی کہ شوہر نے اسکے ساتھ دخول
نہ کیا ہو۔ اور اگر اسکے ساتھ دخول کیا حالانکہ وہ عورت مجبور کردہ ہے پس اگر شوہر اسکا کفو ہو تو کسی
کو اس نکاح پر اعتراض کا استحقاق نہین ہے اور کفو نہ ہو تو اولیاء اور عورت دونون کو بسبب
عدم کفو ہونیکے حق اعتراض حاصل ہے اور اگر اسکے ساتھ دخول کیا حالانکہ وہ طائعہ تھی یعنی
مجبور کردہ نہ تھی تو وہ مہر مسمی پر دلالۃً راضی ہوگئی پس ایسا ہوگا کہ گویا صریحاً راضی ہوئی
اور اگر وہ عورت صریحاً راضی ہوئی تو امام اعظم رح کے نزدیک اولیاء کو حق اعتراض حاصل
ہی۔ اور اگر شوہر کفو نہ ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک اولیاء کو عدم کفو ہونے اور نقصان مہر ہونے
دونون صورتون سے حق اعتراض ہے اور صاحبین کے نزدیک فقط کفو نہونے کی وجہ سے
حق اعتراض ہی یہ اس بیان کا خلاصہ ہے جو شیخ الاسلام خواہر زادہ نے ذکر فرمایا ہی یہ عینی
شرح ہدایہ مین ہی۔ اور اگر زید اس امر پر مجبور کیا گیا کہ عمرو کو اپنی عورت کے طلاق دینے
کیواسطے جسکے ساتھ اسنے دخول نہین کیا ہے یا اپنے غلام کے عتق کیواسطے وکیل کرے اسنے
وکیل کیا تو توکیل استحساناً جائز ہے اور قیاس سے باوجود اکراہ کے وکالت صحیح نہونی چاہیے
پھر استحساناً یہ حکم ہے کہ زید اپنے مکرہ سے نصف مہر اور غلام کی قیمت لے لیگا اور قیاساً نہین لے
سکتا ہے اور استحسان کیوجہ یہ ہے کہ مکرہ کی غرض مالک کی ملک کا زوال ہی جبکہ وکیل مباشر
فعل ہوا اور زوال ہی اسکا مقصد تھا اسوجہ سے ضامن ہوگا اور وکیل پر ضمان نہین آتی ہی
کیونکہ اسکی طرف سے اکراہ نہین پایا گیا کذا فی الکافی اور اگر اکراہ بوعید قید و بند ہو تو مکرہ پر بھی
ضمان نہ آویگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر زید کو بوعید قتل اس امر پر مجبور کیا کہ عمرو کو اپنا غلام ہزار
درم مین فروخت کرنے پر وکیل کرے اور مجبور کیا کہ اسکو غلام فروخت کیواسطے دیدے اسنے
دیا پھر عمرو نے غلام بیچکر دام وصول کرلیے اور غلام مشتری کو دیدیا پھر غلام مشتری کے پاس مرگیا
اور وکیل اور مشتری دونون طائع ہین یعنی مجبور کردہ نہین ہین تو غلام کا مالک مختار ہے
چاہے مکرہ سے غلام کی قیمت تاوان لے یا وکیل سے ضمان لے یا مشتری سے تاوان لے پس اگر اس نے

مشتری سے ڈانڈ لیا تو مشتری کسی سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اس لفظ کے معنی یہ ہین کہ ضمان کی قیمت مین سے کچھ نہین لے سکتا ہے مگر مشتری وکیل سے ثمن واپس لیگا اور اگر اُسنے وکیل سے ضمان لینا اختیار کیا تو وکیل مشتری سے قیمت لیگا مکرہ سے ثمن نہین لے سکتا ہے پھر دونون بقدر مساوات کے باہم بدلا کرکے جو بڑھتی[1] ہوگی وہ دیدینگے اور اگر اُسنے مکرہ سے تاوان لیا تو مکرہ کو اختیار ہے کہ بقدر تاوان خواہ مشتری سے وصول کرلے یا وکیل سے اور اگر اکراہ بوعید قید و بند ہو تو مکرہ کچھ ضامن نہوگا پھر جب مکرہ درمیان سے نکل گیا تو پھر مذکور ہے کہ موسلے کو اختیار ہے چاہے وکیل سے غلام کی قیمت ڈانڈ لے اور وکیل بقدر ضمان مشتری سے لیگا اور قیمت و ثمن مین دونون باہم بدلا کرکے بڑھتی سمجھ لینگے اور چاہے مشتری سے ضمان لے اور مشتری کسی سے واپس نہین لے سکتا ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر موسلے اور وکیل دونون باکراہ قتل مجبور کیے گئے ہون تو موسلے کو اختیار ہے چاہے مشتری سے غلام کی قیمت کی ضمان لے یا مکرہ سے بسبب اسکے کہ اُسنے بوعید تلف اکراہ کرکے اسکو سپرد کرنے پر مجبور کیا ہے پھر مکرہ بقدر تاوان مشتری سے لیگا اور یہان وکیل پر ضمان نہین آتی ہے اور اگر موسلے و وکیل و مشتری سب بوعید قتل مجبور کیے گئے ہون تو تاوان خاصۃً مکرہ پر آئیگا کیونکہ اتلاف اُسی کی طرف منسوب رہا اور مکرہ اُن مین سے کسی سے کچھ نہین لے سکتا ہے کیونکہ یہ سب لوگ مثل آلہ کے ہوگئے ہین۔ اور اگر ان سب کو بوعید قید و بند مجبور کیا ہو تو مکرہ پر تاوان نہین آتا ہے اور موسلے کو اختیار ہے کہ مشتری سے غلام کی قیمت کی ضمان لے اور اگر وکیل سے تاوان لیا تو وکیل مشتری سے لے لیگا اور اگر مشتری سے ضمان لینا اختیار کیا تو وہی والی خصومت ہے نہ وکیل کیونکہ وکیل بوعید قید بیع و تسلیم پر مجبور کیا گیا تھا اور اُس سے اسکا التزام عہدۂ عقد منتفی ہوگیا۔ اور اگر موسلے کو بوعید قتل اور وکیل و مشتری کو بوعید قید مجبور کیا تو موسلے کو اختیار ہے کہ قیمت کی ضمان ان تینوں میں سے جس سے چاہے لے لے پس اگر مشتری سے تاوان لیا تو مشتری مال ضمان کسی سے نہین لے سکتا ہے اور اگر وکیل سے ضمان لی تو وہ مشتری سے واپس لے سکتا ہے مگر مکرہ سے کچھ نہین لے سکتا ہے اور اگر مکرہ سے تاوان لیا تو وہ مشتری سے بقدر قیمت ضمان واپس لیگا و وکیل سے کچھ نہین لے سکتا ہے اور اگر موسلے و وکیل بوعید قتل مجبور کیے گئے اور مشتری باکراہ قید کیا گیا تو وکیل پر ضمان نہ آویگی اور موسلے کو اختیار ہے چاہے مکرہ سے قیمت کی ضمان لے اور مکرہ بقدر ضمان مشتری سے واپس لیگا یا چاہے مشتری سے تاوان لے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر موسلے اور وکیل

---

[1] قولہ جو بڑھتی یعنی برابر کا کرلین اسکے بعد جس کی کا جسقدر زائد ہو وہ سمجھ لین ۱۲ — + + + + + + + + -

بوعید قید مجبور کیے گئے اور مشتری بوعید قتل مجبور کیا گیا تو فقط وکیل ضامن ہوگا یہ اُسوقت ہے کہ مشتری بوعید قتل فقط خرید پر مجبور کیا گیا ہو نہ قبضہ پر تو ضامن ہوگا اسواسطے کہ اُس کا قبضہ کرلینا مکرہ کی طرف منسوب نہوگا اور اگر مشتری خرید و قبضہ دونوں پر مجبور کیا گیا ہو تو مولے کو اختیار ہے کہ مکرہ سے ضمان لے اور اگر مالک و مشتری دونوں بوعید قتل مجبور کئے گئے ہوں اور وکیل بقید تو مالک کو اختیار ہے کہ چاہے وکیل سے ضمان لے اور وکیل مال ضمان کسی سے واپس نہیں لے سکتا ہے یا چاہے مکرہ سے ضمان لے اور وہ وکیل سے نہیں لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر بوعید قتل زید کو اس امر پر مجبور کیا کہ عمرو کو وکیل کرے تاکہ اُسکا یہ غلام اُس شخص خالد کو ہبہ کردے اور زید نے وکیل کیا اور عمرو وکیل نے قبضہ کرکے خالد کو دیدیا وہ خالد کے پاس مرگیا اور عمرو و خالد دونوں مجبور کردہ نہیں ہین تو زید کو اختیار ہے کہ ان سب مین سے جس سے چاہے۔ قیمت ضمان لے پس اگر خالد سے ضمان لی تو وہ بقدر ضمان کسی شخص سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر وکیل سے ضمان لی تو وہ موہوب لہ یعنی خالد سے واپس لیگا اور اگر مکرہ سے ضمان لی تو مکرہ مال ضمان چاہے موہوب لہٗ سے واپس لے یا وکیل سے واپس لے اور وکیل پھر موہوب لہٗ سے واپس لے اور اگر اکراہ بوعید قید ہو تو مکرہ ضامن نہوگا اور مولے کو اختیار ہوگا کہ چاہے وکیل سے ضمان لے یا موہوب لہٗ سے پس اگر وکیل سے ضمان لی تو وہ موہوب لہ سے واپس لیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر کسی شخص کو باکراہ مجبور کیا کہ میرا مال فروخت کرے یا میرے مال سے خرید کرے اور مجبور نے بائع سے سپرد کرنے کا مطالبہ کیا تو وکالت صحیح ہی اور عہدہ[1] اُسی کے ذمہ عائد ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی اور نذر مین اکراہ عمل نہیں کرتا ہے یعنی اُسمین اکراہ کا اثر ثابت نہیں کیا جاتا ہے حتے کہ اگر بوعید تلف ایک شخص کو مجبور کیا کہ اپنے اوپر صدقہ یا روزہ یا حج یا ایسی چیز جو باعث تقرب الی اللہ ہوتی ہے واجب کرے اور اُسنے اپنے اوپر نذر کرلی تو اسکے ذمہ لازم ہوجاویگی اسی طرح اگر ان کاموں وغیرہ مین سے کسی کام کرنے پر قسم کھلائی تو بھی یہی حکم ہی کیونکہ نذر ایسی چیز ہی کہ فسخ نہیں ہوسکتی ہی اور جس چیز مین بعد وقوع کے فسخ موثر نہیں ہوتا ہے اس مین اکراہ بھی موثر نہیں ہوتا ہی اور اگر مجبور کو ان امور مین کچھ صرف وغیرہ پیش آیا تو اُسکو مکرہ سے نہیں لے سکتا ہے اسیطرح اگر اس امر پر مجبور کیا کہ اپنی عورت سے مظاہرہ کرے تو مظاہر ہوجائیگا اسکو اپنی عورت سے قربت روا نہیں ہے تا وقتیکہ کفارہ ظہار ادا نہ کرے اور یہی رجعت کا حکم ہے اور ایسے ہی فئی[2] اور خلع شوہر کی طرف سے طلاق ہے یا قسم پس اُس مین اکراہ موثر نہوگا

[1] عہدہ یعنی اسکے درک وغیرہ کا ضامن ہی ۱۲ [2] فئی سے مراد یہ کہ ایلاء کی قسم مین انکار سے رجوع کرتا اور عورت سے وطی کرنا ۱۲ -

اور اگر شوہر خلع پر مجبور کیا جاوے اور اُسکی عورت مجبور نہ کیجاوے تو عورت کے ذمہ بدل خلع لازم ہوگا یہ کافی مین ہے۔ اگر زید مجبور کیا گیا کہ اپنی عورت مدخولہ سے ہزار درم پر خلع کرے حالانکہ اُسکا مہر چار ہزار درم ہے اور عورت خلع کرانے پر مجبور نہین کی گئی ہے تو ہزار درم پر خلع جائز ہوگا اور شوہر مکرہ سے کچھ نہین لے سکتا ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر ایک شخص پر کفارۂ ظہار واجب ہوا اور سلطان نے اسکو مجبور کیا کہ غلام آزاد کرے اُسنے آزاد کیا تو اُسکی دو صورتین ہین کہ اگر سلطان نے غلام غیر معین آزاد کرنے پر مجبور کیا تو مکرہ پر ضمان نہین ہے کیونکہ اسنے ایسی چیز پر اکراہ کیا جو اسپر واجب تھی اور اگر اسکو غلام معین آزاد کرنے پر مجبور کیا تو شمس الائمہ سرخسی نے مطلقًا اپنی شرح مین بلا تفصیل یہ حکم ذکر کیا ہے کہ مکرہ پر غلام کی قیمت واجب ہوگی اور مظاہر کا کفارہ ظہار ادا نہوگا کیونکہ یہ اعتاق فی المعنی اعتاق بعوض ہے اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے اپنی شرح مین تفصیل ذکر فرمائی کہ اگر یہ غلام جسکے آزاد کرنے پر مجبور کیا گیا ہے غلامون مین سے نہایت خسیس و نہایت کم قیمت ہو کہ اُس سے زیادہ و کم قیمت دوسرا نہو تو مکرہ پر تاوان نہ آویگا اور اگر دوسرا کوئی غلام اس سے زیادہ خسیس و کم قیمت ہو تو مکرہ اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور مجبور کردہ کا کفارۂ ظہار ادا نہوگا پس اگر مجبور نے یون کہا کہ مین مکرہ کو ضمان قیمت سے بری کرتا ہون تاکہ کفارۂ ظہار میرا ادا ہو جاوے تو کفارہ ادا نہوگا جیسے اگر ایک شخص نے مال پر اپنا غلام بسبب وجوب کفارہ کے آزاد کیا پھر اسکو مال سے بری کر دیا تو کفارہ ادا نہین ہوتا ہے اور اگر مظاہر نے وقت آزاد کرنے کے یون کہا کہ مین اسکو کفارۂ ظہار ادا ہونیکے واسطے آزاد کرتا ہون دفع اکراہ کی وجہ سے آزاد نہین کرتا ہون تو کفارہ ادا ہو جائیگا اور مکرہ پر تاوان واجب نہ ہوگا مگر عورت کو شرعی گنجائش نہین ہے کہ مرد کو اپنے ساتھ قربت کرنے کا قابو دے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مجبور کردہ نے کہا کہ جسطور سے مکرہ نے مجھے میرے کفارۂ ظہار سے آزاد کرنیکا حکم دیا تھا وہی مین نے ارادہ کیا یعنی یہی نیت کی اور سوائے اسکے کچھ میری نیت[1] مین خیال نہین آیا تو کفارۂ ظہار ادا نہوگا اور قیمت مکرہ پر واجب ہوگی اور اگر مجبور کردہ کو بوعید قید و بند مجبور کیا ہو تو کفارۂ ظہار ادا ہو جائیگا اور مکرہ سے کچھ ضمان نہین لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر زید کو بوعید تلف عضو[12] اس امر پر مجبور کیا کہ اپنی عورت سے ایلا کرے تو یہ شخص مولے ہو جائیگا پھر اگر عورت کو چار مہینہ تک چھوڑ دیا اُس سے قربت نہ کی اور عورت بائنہ ہو گئی اور مدخولہ نہ تھی تو شوہر پر نصیف مہر واجب ہوگا اور اسکو مکرہ سے واپس نہین لے سکتا ہے کیونکہ اس شخص کو اختیار تھا کہ مدت کے

[1] یعنی یہ خیال نہ تھا کہ مین دفع اکراہ کی وجہ سے آزاد نہین کرتا ہون ۱۲ - ✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤ -

اندر عورت سے قربت کرے اور جب اُسنے خود نہ کی تو گویا نصف مہر دینے پر خود ہی راضی ہوا اور اگر عورت سے قربت کی تو اُسپر کفارہ واجب ہوگا اور جو خرچ کفارہ مین پڑے اسکو مکرہ سے نہین لے سکتا ہے اسیطرح اگر اس امر پر مجبور کیا کہ یون کہے کہ اگر مین اپنی عورت سے قربت کرون تو میرا یہ غلام آزاد ہے پھر اگر قربت کی تو غلام آزاد ہو جاویگا اور مکرہ سے ضمان نہین لے سکتا ہے کیونکہ اُسنے اکراہ کے موافق عمل نہین کیا اور اگر عورت سے قربت نہ کی اور قبل دخول کے بسبب ایلاء کے وہ عورت بائنہ ہو گئی تو نصف مہر تاوان دیگا اور مکرہ سے کچھ نہین لے سکتا ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر وہ مملوک جسکے آزاد ہو جانے پر قسم کھائی ہے مدبر یا ام ولد ہو دے اور مجبور کردہ نے اپنی عورت سے قربت کی تو مکرہ کچھ ضامن نہوگا اور اگر قربت نہ کی یہانتک کہ مدت گذر گئی اور وہ عورت مدخولہ نہ تھی تو شوہر نصف مہر کا ضامن ہوگا اور اُسکو مکرہ سے واپس لیگا[1] اور در صورت آزادی کے جسکے آزاد ہونے پر حلف واقع ہوا ہے اُسکی قیمت اور نصف مہر مین سے جو کم ہو اسقدر مکرہ سے لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر یہ بات کہنے پر مجبور کیا گیا کہ اگر مین اپنی عورت سے قربت کرون تو میرا مال مسکینون پر صدقہ ہے پس چار مہینہ تک اُس سے قربت نہ کی یہانتک کہ وہ بائنہ ہو گئی حالانکہ مدخولہ نہ تھی یا چار مہینہ کے اندر اس سے قربت کر لی اور مال اُسکو صدقہ کرنا لازم آیا تو مکرہ سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہے اور یہ صورت فی المعنی نظیر اُس صورت کی ہے کہ نذر کرنے پر مجبور کیا کہ یون نذر کرے کہ اگر عورت سے قربت کرون تو تمام میرا مال مسکینون پر صدقہ ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر زید کو کفارہ قسم ادا کرنے پر جسکو وہ توڑ چکا ہے مجبور کیا اور اسکے معنی یہ ہین کہ مطلقاً کفارہ قسم ادا کرنے پر مجبور کیا کہ قسم کے کفارات مین سے کسی نوع[2] کو معین نہ کیا پس مجبور کردہ نے کسی نوع کا کفارہ اُن کفارات مین سے جو اللہ تعالے نے کفارہ قسم مین فرض کیے ہین ادا کیا تو جائز ہے اور مکرہ ضامن نہوگا اور اگر مجبور کردہ کو کفارۂ قسم مین کسی معین یا غیر معین غلام کے آزاد کرنے پر مجبور کیا پس اگر خسیس تر غلام کی قیمت اُسیقدر ہو جو کم سے کم صدقہ اور لباس مین صرف ہوتا ہے تو جائز ہے اور مکرہ ضامن نہوگا اور اگر خسیس تر غلام کی قیمت کم سے کم خرچ طعام ولباس سے زیادہ تر پڑتی ہو تو مکرہ غلام کی قیمت کا ضامن ہوگا اور مجبور کردہ کا کفارۂ قسم ادا نہ ہوگا۔ اور اگر اس صورت مین اکراہ بوعید حبس واقع ہوا تو مکرہ پر ضمان نہ آویگی اور غلام آزاد کرنے سے کفارۂ قسم ادا ہو جائیگا۔ اور اگر طعام صدقہ کرنے پر بوعید قتل مجبور کیا پس اگر وہ اناج جسکے صدقہ کرنے پر

[1] چار مہینہ ۱۲

[2] قولہ نوع دس مساکین کو کھانا دینا یا کپڑا دینا یا بردہ آزاد کرنا یا روزے رکھنا ۱۲

مجبور کیا ہے بہ نسبت لباس یا بردہ کے کہ یہ بھی کفارۂ قسم مین جائز ہین قیمت مین کم ہو تو مکرہ ضامن نہوگا اور مجبور کردہ کا کفارہ ادا ہوجاویگا اور اگر لباس و بردہ مین سے کم سے کم جس سے کفارۂ قسم ادا ہوجاوے اس سے قیمت مین زیادہ ہو تو مکرہ ضامن ہوگا اور کفارہ ادا نہوگا پس اگر مجبور کردہ اُس شخص پر جسنے وقت اکراہ مکرہ سے مجبور کردہ سے وہ اناج لیا ہے قادر ہو تو اُس سے واپس لیوے اور اگر اس صورت مین اکراہ بوعید قید و بند واقع ہو تو مکرہ پر ضمان نہین آتی ہے ولیکن مجبور کردہ اُس شخص سے جسنے اُس سے لیا ہے واپس لے سکتا ہے کیونکہ مجبور کردہ قید و بند کے ساتھ اُسکے دینے پر راضی نہ تھا اور اگر اُسکے بعد مجبور کردہ نے اجازت دیدی پس اگر مال وقت اجازت کے قائم ہو تو اُسکی اجازت کارآمد ہوگی اور اگر تلف ہوگیا ہو تو کارآمد نہوگی یہ مبسوط مین ہے۔ فرمایا کہ جو چیز بحق اللہ تعالےٰ اسپر واجب ہو جیسے بدنہ یا ہدی یا حج یا صدقہ اور مکرہ نے اسکو مجبور کیا کہ اسکو ادا کرے اور مجبور نے ادا کیا حالانکہ مکرہ نے اسکو بعینہ کسی چیز کے ادا کا حکم نہین کیا تو مکرہ پر ضمان واجب نہ ہوگی اور جو مجبور نے ادا کیا وہ ادا ہوجائیگا اور اگر مجبور نے کوئی شے معین اپنے اوپر واجب کی مثلاً صدقہ مساکین اور مکرہ نے اسکو بوعید قید یا قتل مجبور کیا کہ صدقہ کرے تو جو کچھ مجبور نے کیا وہ جائز ہے اور مکرہ سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر ایک شخص نے کہا کہ مین اللہ تعالےٰ کیواسطے نذر کرتا ہون کہ ایک ہدی بیت اللہ تعالےٰ مین بھیجونگا پھر مکرہ نے بوعید قتل مجبور کیا کہ بعیر[۲] یا بدنہ بھیجے کہ قربانی کرکے صدقہ کیا جاوے اُسنے ایسا ہی کیا تو مکرہ اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور مجبور کردہ کی نذر ادا نہوگی۔ اور اگر مکرہ نے اُسکو کم سے کم قیمت وغیرہ کی ہدی بھیجنے پر مجبور کیا تو مکرہ ضامن نہوگا کیونکہ مکرہ نے اُس چیز پر جو اُسپر شرعاً واجب تھی کچھ زیادتی نہین کی اور اگر کہا کہ مین اللہ تعالےٰ کیواسطے ایک بردہ آزاد کرونگا اور مکرہ نے اسکو کسی خاص غلام کے آزاد کرنے پر مجبور کیا اور قتل سے ڈرایا اُسنے آزاد کیا تو مکرہ اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اُسکی نذر ادا نہ ہوگی اور اگر یہ معلوم ہوجاوے کہ جس غلام کے آزاد کرنے پر مکرہ نے مجبور کیا ہے وہ کم سے کم ہے یعنی جس سے نذر ادا ہوسکتی ہے اُنہین سے قیمت مین کمتر ہے تو مکرہ ضامن نہوگا اور اُسکی نذر ادا ہوجاویگی کیونکہ ہم یقیناً جانتے ہین کہ اسقدر اُسپر واجب تھا۔ اور اگر یون نذر کی کہ مین اللہ تعالیٰ کے واسطے ایک ہروی یا مروی کپڑا خاص معین صدقہ کرونگا اور مکرہ نے اسکو کسی کپڑے کے صدقہ پر مجبور کیا اور اُسنے صدقہ کیا تو جو کپڑا صدقہ کیا ہے اُسکو دیکھنا چاہیے کہ اگر اس جنس مین قیمت وغیرہ مین کم سے کم ہو تو نذر ادا ہوجاویگی اور مکرہ ضامن نہوگا اور اگر

[۱] یعنی کفارۂ قسم اتر جائیگا ۱۲ منہ [۲] قولہ بعیر اونٹ اور یہی بدنہ ہے لیکن گائے کو بھی بدنہ بولتے ہین لیکن ہدی کم سے کم بکری بھی ہوتی ہے ۱۲

اُس سے کم قیمت مین دوسرا کپڑا موجود ہو تو دونون قیمتون کا فرق دیکھا جاوے پس جسقدر فرق ہی اسیقدر مکرہ ضامن ہوگا اور کم سے کم مقدار جو ادا ہوئی ہو وہ اسکی اداے نذر کے واسطے کافی ہوگی۔ اور اگر یون کہا کہ مین اللہ تعالے کیواسطے دس قفیز گیہون مسکینون پر صدقہ کرنا نذر کرتا ہون پھر مکرہ نے اُسکو اس امر پر مجبور کیا کہ پانچ قفیز کھرے گیہون جو دس قفیز ردی گیہون کے برابر ہین صدقہ کرے اور قتل سے ڈرایا تو مکرہ اسکے مثل گیہون کا ضامن ہوگا کیونکہ جسقدر اُسنے ادا کیا ہے اُس سے تمام نذر ادا نہوگی کیونکہ جو مال ایسے ہین کہ جنمین ربوا جاری ہوتا ہے اُنمین بالمقابلہ صفت کا اعتبار نہین ہو اور پانچ قفیز جید گیہون سے تجویز ممکن نہین ہو کیونکہ اسمین نذر کرنیوالے کا ضرر ہے اور نذر کرنے والے کو اختیار ہے کہ ردی دس قفیز گیہون صدقہ کردے اور اگر ایک شخص کے پاس پچیس بنت مخاض ہون اور اُسپر ایک سال گذر گیا اور زکوۃ مین ایک بنت مخاض وسط واجب ہوئی مگر مکرہ نے اسکو جید بنت مخاض صدقہ دینے پر بوعید قتل مجبور کیا تو وسط یعنی درمیانی بنت مخاض سے جسقدر جید یعنی اعلی بنت مخاض کی قیمت زائد ہو اسقدر مکرہ تاوان دیگا کیونکہ اُسی قدر زیادتی دلوانے مین اُسنے ظلم کیا ہے اور بقدر وسط کے اُس شخص سے صدقہ ادا ہو گیا پس بقدر وسط کے مکرہ ضامن نہوگا اور بنت مخاض مین یہ حکم اسواسطے ہے کہ یہ اموال ربوا مین سے نہین ہے پس کل واجب سے بعض کا مقابلہ کرنا روا ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر زید بوعید قتل ہندہ سے زنا کرنے پر مجبور کیا گیا اور اُسنے زنا کیا تو امام اعظم رح کا اول قول یہ تھا کہ زید پر حد ماری جاویگی پھر رجوع کیا اور فرمایا کہ حد نہین جاری ہوگی اور یہی صاحبین کا قول ہے اور زید پر مہر واجب ہوگا خواہ ہندہ زنا کرانے پر مجبور کی گئی ہو یا طائعہ ہو اور یہ مال تاوان مکرہ سے نہین لے سکتا ہے کیونکہ زنا کا نفع زانی کو حاصل ہوا ہے اور ایسا ہو گیا کہ جیسے ایک شخص کو اُسی کے کھانا کھانے کیواسطے مجبور کیا کہ اس صورت مین اگر وہ شخص بھوکا تھا تو مکرہ ضامن نہ ہوگا اور اگر آسودہ تھا تو مکرہ سے کھانے کی قیمت لیگا۔ اور عورت جب زنا پر مجبور کیجاوے تو اُسپر حد جاری نہین ہوتی ہے اور اگر مرد نے زنا پر اقدام کیا تو گنہگار ہوگا کیونکہ زنا بد گناہون مین سے ہے اور عورت اگر زنا پر مجبور کیجاوے تو آیا گنہگار ہوتی ہے یا نہین سو شیخ الاسلام نے اپنی شرح کے باب الاکراہ علی الزنا مین بیان کیا ہے کہ اگر عورت اسطور پر مجبور کی گئی کہ اسنے اوپر زنا کرنے کا قابو دے اور اُسنے قابو دیا تو گنہگار ہوگی اور اگر اُسنے خود قابو نہ دیا مگر اُس سے زنا کیا گیا تو وہ گنہگار نہ ہوگی اور بھی باب الاکراہ مین ذکر کیا کہ اگر عورت زنا پر مجبور کی گئی اور اُسنے اپنے اوپر زنا کرنے کا قابو دیا اُسپر گناہ نہین ہو اور یہ سب اس صورت مین ہے کہ اکراہ بوعید تلف

واقع ہوا اور اگر اکراہ بوعید قید و بند ہو تو مرد پر بلا خلاف حد جاری ہوگی رہی عورت سو اُسپر حد نہین جاری ہوگی مگر وہ گنہگار ہوگی اور اگر اکراہ بوعید قتل کی صورت مین مرد نے زنا سے انکار کیا یہانتک کہ مقتول ہوا تو اُسکو ثواب حاصل ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر حربی نے ایک مسلمان سے یون کہا کہ اگر تو مجھے یہ باندی اس غرض سے دیدے کہ مین اس سے زنا کرون تو مین مسلمان قیدیون مین سے جو میرے پاس ہین ایک قیدی چھوڑ دون تو اُس مسلمان کو یہ روا نہین ہے کہ باندی اُسکو دیدے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور اگر ایک شخص مرتد ہونے پر مجبور کیا گیا تو اُسکی عورت اُس سے بائنہ نہ ہوگی اور اگر عورت نے دعوے کیا کہ مین تجھسے بائنہ ہوگئی ہون اور مرد نے کہا کہ مین نے کلمۂ کفر صرف زبان سے اظہار کیا حالانکہ دل میرا ایمان کے ساتھ مطمئن تھا تو استحساناً مرد کا قول قبول ہوگا کیونکہ شوہر فرقت سے انکار کرتا ہے اور اگر اُس شخص نے جسکو کلمۂ کفر کہنے پر مجبور کیا تھا یون کہا کہ کفرت باللہ کہتے ہین میرے دل مین یہ خیال تھا کہ مین زمانۂ گذشتہ کی جھوٹ خبر بیان کرتا ہون حالانکہ مین نے کبھی اللہ تعالے کے ساتھ کفر نہین کیا ہے تو حکم قضا مین اسکی عورت بائنہ ہوجاویگی اور فیما بینہ وبین اللہ تعالے بائن نہوگی اور اگر ایک شخص نے بطوع خود زمانۂ گذشتہ مین اپنے کفر کا اقرار کیا پھر کہا کہ میری مراد یہ تھی کہ دروغ کہتا ہون تو قاضی اُسکے قول کی تصدیق نہ کریگا اور اگر سچ کہتا ہے تو فیما بینہ وبین اللہ تعالی اُسکی تصدیق ہوگی۔ اور اگر کہا کہ میرے دل مین زمانۂ گذشتہ کے اخبار کا خیال آیا مگر مین نے خبر مراد نہین لی بلکہ انشاء مراد لی جیساکہ مجھ سے مکرہ نے چاہا تھا تو اس صورت مین اس شخص نے حقیقۃً کفر کا اقرار کیا تو فیما بینہ وبین اللہ تعالی وحکم قضا دونون طرح اُسکی عورت بائن ہوجاویگی۔ اور اگر کہا کہ میرے دل مین کچھ خطرہ نہین آیا مگر مین نے اللہ تعالی کیساتھ آیندہ کفر کا اقرار کیا حالانکہ میرا دل ایمان سے مطمئن تھا تو اُسکی عورت بائن نہوگی۔ اور اسیطرح اگر زید کو صلیب کیواسطے نماز پڑھنے یا سجدہ کرنے پر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بد کہنے پر مجبور کیا اور مجبور نے ایسا کیا اور کہا کہ مین نے اللہ تعالی کیواسطے نماز مراد لی تھی یا کسی دوسرے شخص کو بد کہنا مراد لیا تھا اور یہی میری نیت تھی تو اُسکی منکوحہ حکم قاضی مین بائن ہوگی اور ما بینہ وبین اللہ تعالی بائن نہوگی اور اگر اسکے دل مین اللہ تعالی کیواسطے نماز کا اور سوائے حضرت رسول صلعم کے دوسرے کے بد کہنے کا خیال تھا پھر اسنے صلیب کیواسطے سجدہ کیا یا نماز پڑھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بد کہا تو قضاءً ودیانۃً اُسکی عورت بائن ہوگئی اور اگر اُسکے دل مین کچھ خیال نہ گذرا اور اُسنے صلیب کیواسطے نماز پڑھی یا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بد کہا حالانکہ اُسکا دل

ایمان سے مطمئن ہی تو اُسکی منکوحہ قضاءً و دیانۃً کسیطرح بائن نہوگی بشرطیکہ اسکے دل مین کچھ خطرہ نہ آیا ہو
اور اُسنے مکرہ[1] علیہ کو کہا اور اُسکو دفع نہ کر سکا کذا فی الکافی۔ اگر ایک شخص اسلام پر مجبور کیے جانے سے
مسلمان ہوا تو اسکے اسلام کا حکم دیا جائیگا اور اگر اسلام پر مجبور کیا گیا اور مسلمان ہوا پھر اسلام سے
پھر گیا تو قتل نہ کیا جائیگا کذا فی التبیین اور علی ہذا اگر ایک شخص سے کہا گیا کہ اگر تو نے نماز پڑھی تو
مین تجھے قتل کر دونگا اسنے وقت چلے جانے کا خوف کر کے اُٹھکر نماز پڑھی حالانکہ جانتا ہے کہ
مجھے اسوقت نماز ترک کرنیکی شرعاً گنجایش ہی پھر جب نماز پڑھی تو مقتول ہوا تو وہ شخص
اپنا قاتل اور گنہگار نہوگا کیونکہ اُسنے عزیمت کو اختیار کیا ہے اسیطرح صوم رمضان کی نسبت
اگر ایک شخص مقیم سے کہا گیا کہ اگر تو روزہ افطار نہ کریگا تو ہم تجھے قتل کرینگے اُسنے افطار سے انکار
کیا یہانتک کہ قتل کیا گیا حالانکہ جانتا ہے کہ مجھے افطار کی گنجایش ہے تو اُسکو ثواب ملیگا کہ
اُسنے عزیمت کو اختیار کیا ہے اور اگر اُسنے افطار کر لیا تو رخصت سے گنہگار نہ ہوگا ولیکن[2] اگر
ایسا مریض ہو کہ نہ کھانے پینے سے اُسکی جان کا خوف ہوا اور اُسنے افطار نہ کیا حالانکہ جانتا ہے
کہ مجھے افطار کی گنجایش ہے تو وہ گنہگار ہوگا اسیطرح اگر رمضان مین مسافر ہوا اور اُس سے
کہا گیا کہ تو افطار کر ورنہ ہم تجھے قتل کرینگے اُسنے افطار سے انکار کیا اور قتل کیا گیا تو گنہگار ہوگا
یہ مبسوط مین ہی۔ ابن شجاع رح سے مروی ہے کہ اُنھون نے فرمایا کہ اگر اہل حرب نے کسی نبی کو
گرفتار کر کے اُس سے کہا کہ اگر تو یون کہے کہ مین نبی نہین ہون تو ہم تجھے چھوڑ دینگے اور اگر
تو نے اپنے تئین نبی کہا تو ہم تجھے قتل کرینگے تو اُسکو روا نہین ہے کہ اپنے تئین سواے نبی اللہ
و رسول اللہ کے اور کچھ کہے اور اگر سواے نبی کے کسی غیر شخص سے یون کہا کہ اگر تو یون کہے کہ یہ
شخص نبی نہین ہی تو ہم تیرے نبی کو چھوڑتے ہین اور اگر تو نے کہا کہ یہ نبی ہے تو ہم تیرے نبی کو قتل
کرینگے تو اُسکو اختیار ہے کہ یون کہدے کہ یہ نبی نہین ہے تاکہ نبی کے قتل سے دور رہے یہ فتاویٰ
قاضیخان مین ہی۔ اور اگر کسی محرم سے کہا گیا کہ تو اس شکار کو قتل کر ورنہ ہم تجھے قتل کرینگے اُسنے
انکار کیا اور خود قتل کیا گیا تو انشاء اللہ تعالےٰ ثواب پاویگا اور اگر اُسنے شکار کو قتل کیا تو قیاساً
اسپر کچھ عائد نہ ہوگا اور نہ اُسپر جسنے اُسکو مجبور کیا ہے مگر استحساناً قاتل پر کفارہ واجب ہوگا اور
مکرہ پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر مجبور کردہ اور مجبور کنندہ دونون محرم ہون تو دونون مین سے
ہر ایک پر کفارہ واجب ہوگا اور اگر محرم کو فقط قید سے ڈرایا ہو حالانکہ دونون محرم ہین تو قیاساً
فقط قاتل پر کفارہ واجب ہوگا نہ مکرہ پر کیونکہ قتل صید ایک فعل ہوا اور اکراہ بقید کا افعال مین

---

[1] قولہ مکرہ علیہ یعنی وہ کلمہ کہا جسپر مجبور کیا گیا تھا ۱۲ [2] قولہ ولیکن یعنی خوف جان سے مریض پر افطار لازم ہو۔ اگر ان اکراہ
صورت مین بغیر اکراہ کے بھی افطار لازم تھا فافہم ۱۲

کچھ اثر نہین ہوتا ہے اور استحساناً دونون مین سے ہر ایک پر جرمانہ واجب ہوگا۔ اور اگر دونون حلال ہون کہ حرم مین موجود ہون اور ایک نے دوسرے کو بوعید قتل اس امر پر مجبور کیا کہ صید کو قتل کرے تو مکرہ پر کفارہ واجب ہوگا اور اگر بوعید قید مجبور کیا تو خاصۃً مجبور پر کفارہ واجب ہوگا بمنزلہ ضمان مال کے وبمنزلہ کفارۂ قتل آدمی کی خطا سے یہ مبسوط مین ہی۔ اگر زید مجبور کیا گیا کہ رمضان مین دن مین اپنی عورت سے جماع کرے یا کھائے یا پیے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو اُس پر کفارہ واجب نہ ہوگا اور قضا واجب ہوگی یہ فتاوے قاضیخان مین ہی۔ اور اگر بوعید قتل زنا کرنے پر مجبور کیا گیا تو اُسکو کرنا روا نہین ہی اور اگر اُسنے کیا اور محرم تھا تو احرام فاسد ہوجاویگا اور اُسی پر کفارہ واجب ہوگا نہ اُسپر جسنے مجبور کیا ہے اور اگر بوعید قتل ایک عورت محرمہ[1] زنا کرنے پر مجبور کی گئی تو اسکو روا ہے کہ اپنے اوپر زنا کا قابو دیدے اور اُس کا احرام فاسد ہوجاویگا اور اسی پر کفارہ واجب ہوگا نہ مکرہ پر۔ اور اگر عورت نے نہ مانا یہانتک کہ قتل کی گئی تو اُسکو گنجائش ہے پھر ان مقامات مین جہان ہمنے مجبور کردہ پر کفارہ واجب کیا ہے اُس کفارہ کو مجبور کردہ مکرہ سے نہین لے سکتا ہے اور اگر لے لیا تو اُسپر مکرہ کے نام کی ڈگری بقدر کفارہ کیجاویگی اور یہ روا نہین ہے کہ جسقدر اُسنے مجبور کے ذمہ ڈالا ہے اُس سے زیادہ مجبور اس سے لے یہ مبسوط مین ہی۔ فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ اگر سلطان نے وصی یتیم کو بوعید قتل یا اتلاف عضو ڈرایا کہ مجھے یتیم کا مال دیدے اُسنے دیدیا تو ضامن نہوگا اور اگر بوعید قید وبند ڈرایا ہو تو وصی ضامن ہوگا اور اگر خود اُسکے مال چھین لینے پر ڈرایا ہو کہ اگر یتیم کا مال نہ دیدیا تو تیرا مال لے لونگا پس اگر وصی جانتا ہے کہ کچھ لے لیگا اور کچھ بقدر کفایت چھوڑ دیگا تو اُسکو روا نہین ہو کہ یتیم کا مال دیدے اگر دیدیا تو اُسکے مثل تاوان دیگا اور اگر خوف ہوا کہ میرا سب مال لے لیگا تو وصی معذور ہوگا اور اگر اُسنے یتیم کا مال دیدیا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر سلطان نے یتیم کا مال خود لے لیا تو وصی پر سب صورتون مین سے کسیطرح ضمان نہین آتی ہی یہ ینابیع مین ہی۔ اور اگر ایک شخص سے کہا گیا کہ ہمین اپنا مال بتلا کہ کہان ہے اور لے چل ورنہ ہم تجھے قتل کرینگے اُس نے ایسا نہ کیا یہانتک کہ قتل کیا گیا تو گنہگار نہ ہوگا اور اگر اُسنے راہ بتائی یہانتک کہ اُنھون نے مال لے لیا تو ظالم لوگ ضامن ہونگے یہ مبسوط مین ہے

باب تیسرا عقود تلجیہ کے مسائل کے بیان مین۔ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ مین چاہتا ہون کہ اپنا یہ غلام ایک بات کے خوف سے تیرے ہاتھ بطور تلجیہ کے فروخت کرون اور عمرو نے کہا کہ اچھا اور

---

[1] قولہ محرمہ یہ قید فقط حکم احرام بیان کرنیکے لیے ہے ورنہ اکراہ سے تعلق نہین ہے اور مرد وعورت مین فرق ہے عورت کو زنا کی مطاوعت کرنی جائز ہے اور نہ کرے تو گنجائش ہے یعنی قتل ہوجاوے تو گنہگار نہ ہوگی ۱۲ - م - ن -

اس گفتگو پر چند لوگ شاہد تھے پھر دونون بازار مین آئے اور باہم خرید و فروخت چند گواہون کے سامنے کر لی پھر اس بیع کے بعد اگر دونون نے ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ ہم نے اس قرار داد پر جو مذکور ہوا یعنی تلجیہ[1] کے طور پر بیع ٹھہرائی ہی تو بلا خلاف یہ بیع فاسد ہے اور اگر دونون نے ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ ہم نے وقوع بیع سے پہلے قرار داد تلجیہ سے اعراض کر کے پھر بیع قرار دی ہی تو بلا خلاف بیع جائز ہے اور اگر دونون نے تلجیہ کی گفتگو واقع ہونے پر ایک دوسرے کی تصدیق کی مگر ایک نے دعوے کیا کہ اسی قرار داد تلجیہ پر بیع واقع ہوئی اور عمرو نے دعوے کیا کہ اس قرار داد تلجیہ سے اعراض کر کے بطور صحیح بیع واقع ہوئی تو امام اعظم رحمہ نے فرمایا کہ بیع جائز ہے اور جو شخص تلجیہ سے اعراض کرنے کا مدعی ہے اُسی کا قول قبول ہوگا کیونکہ وہ جواز عقد کا مدعی ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ بیع فاسد ہے اور جو شخص قرار داد تلجیہ پر وقوع بیع کا مدعی ہے اُسی کا قول قبول ہوگا کیونکہ وہ ایسے امر کا مدعی ہے جو دونون کے اتفاق سے ثابت ہے اور علی ہذا اگر دونون نے تلجیہ کی گفتگو پر اتفاق کیا پھر دونون نے کہا کہ وقت وقوع بیع کے ہمارے دل مین کچھ خیال نہین تھا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک بیع جائز اور صاحبین کے نزدیک فاسد ہی۔ اور اگر ایک نے تلجیہ کے قرار داد کا دعوے کیا اور دوسرے نے اس قرار داد سے انکار کیا تو قرار داد سے منکر کا قول قبول ہوگا پھر اگر قرار داد کے مدعی نے تلجیہ کی قرار داد پر گواہ پیش کیے اور کہا کہ ہمنے ہی قرار داد پر اس بیع کو قائم کیا ہے پس اگر دوسرے نے اُس بنا پر وقوع بیع کی تصدیق کی تو بیع فاسد ہے اور اگر کہا کہ ہم نے اس قرار داد سے اعراض کر کے بیع قائم کی ہی تو مسئلہ مین اختلاف ہوگا امام اعظم رحمہ کے نزدیک جائز اور صاحبین کے نزدیک بیع فاسد ہوگی اور اگر دونون نے اتفاق کیا کہ بیع ہم دونون مین تلجیۃً واقع ہوئی پھر ایک نے اجازت دیدی تو جائز نہین تا وقتیکہ دونون اجازت نہ دین اور اگر بیع بطور تلجیہ واقع ہونے پر دونون نے اتفاق کیا اور بنا برین[2] مشتری نے بائع سے غلام لیکر قبضہ کر کے آزاد کر دیا تو عتق باطل ہے اور دونون مسئلون مین بائع کو خیار ثابت ہوگا۔ اور اگر دونون نے یہ قرار داد کیا کہ دونون یہ خبر دیوین کہ کل کے روز ہم نے یہ غلام ہزار درم کو باہم خرید و فروخت کیا ہے حالانکہ دونو کے درمیان بیع واقع نہین ہوئی پھر اسکا اقرار کیا تو یہ بیع نہین ہی اور اگر ایک نے دعوے کیا کہ یہ اقرار ہزل[3] ہے اور دوسرے نے دعوے کیا کہ جد ہے تو مدعی جد کا قول قبول ہوگا کیونکہ

[1] تلجیہ کسی ضرورت سے کوئی معاملہ ظاہر کرنا جو حقیقت مین ندارد ہے یا حقیقت مین اس صفت پر نہین جیسا ظاہر کیا ۱۲ [2] بنا برین یعنی اسی اتفاق بیع پر مشتری نے الخ ۱۲ [3] ہزل سے یہ مراد کہ حقیقت مین یہ کلام کرنا مقصود نہین ہی اور جد اسکے خلاف ہے اور اس سے ظاہر ہو اکہ طلاق و عتق وغیرہ جنین فقط لفظ کا قصد کرنے سے حکم ثابت ہوتا ہے وہان ہزل سے حکم ثابت ہو جاویگا ۱۲ - + + + + + -

وہ جواز کا دعوے کرتا ہے اور دوسرے پر لازم ہو کہ گواہ پیش کرے اور اگر دونون نے کہا کہ ہمنے اس بیع کی جسکی خبر دی ہو اجازت دیدی تو جائز نہوگی۔ یہ سب اس صورت مین ہے کہ نفس بیع مین تلجیہ واقع ہوا اور اگر بدل بیع مین تلجیہ واقع ہو مثلاً پوشیدہ یون قرارداد کی کہ ثمن ایک ہزار درم ہے مگر ہم علانیہ دو ہزار درم پر فروخت کرینگے ایک ہزار درم لوگونکو سنانے کو بڑھا دینگے پھر اگر دونون نے اتفاق کیا کہ ہمنے اعراض کر کے بیع قرار دی ہو تو دو ہزار درم پر بیع جائز ہوگی اور اگر اسی قرارداد پر وقوع بیع پر اتفاق کیا تو صاحبین کے نزدیک ایک ہزار درم پر بیع جائز ہے اور ایک روایت امام اعظم رح سے بھی یہی ہو اور دوسری روایت مین امام اعظم رح کے نزدیک بیع فاسد ہے ایسا ہی شمس الائمہ سرخسی نے اپنی شرح مین ذکر کیا ہے اور اگر دونون نے اتفاق کیا کہ وقت بیع کے ہمارے دل مین کچھ خیال نہ تھا تو صاحبین کے نزدیک ایکہزار درم پر بیع واقع ہوگی اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ امام اعظم رح سے بھی ایک روایت مین یون ہی آیا ہے اور دوسری روایت مین یون ہو کہ بیع دو ہزار درم پر واقع ہوگی اور یہی روایت کتاب الاقرار مین مذکور ہے اور شمس الائمہ نے کہا کہ یہی روایت اصح ہو اور شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین یہ تفصیل ذکر نہین فرمائی اور اگر پوشیدہ یون قرارداد کی کہ ثمن سو دینار رہین اور علانیہ دس ہزار درم پر بیع قرار دی تو دس ہزار درم پر بیع واقع ہوگی اور یہ استحسان ہو اور قیاساً جائز نہونی[1] چاہئے۔ اور اگر دونون نے پوشیدہ کسی ثمن پر بیع قرار دی پھر علانیہ دوسرے ثمن پر قرار دی پس اگر ثمن علانیہ جنس ثمن سریہ سے ہو مگر فرق یہ ہو کہ سریہ ثمن سے زائد ہو مثلاً خفیہ ہزار درم پر بیع کی پھر علانیہ دو ہزار[2] درم پر قرار دی پس اگر اس امر کے گواہ کر لیے کہ علانیہ بیع ہزل و سمعہ ہے تو عقد وہی ہوگا جو پوشیدہ قرار دیا ہے اور اگر اس امر کے گواہ نہ کیے تو عقد یہی عقد علانیہ ہوگا اسیطرح اگر علانیہ دوسری جنس کے ثمن پر بیع قرار دی تو بھی حکم اسی تفصیل سے ہے کہ اگر علانیہ عقد کے ہزل و سمعہ ہونے پر گواہ کر لیے تو عقد سریہ صحیح ہو ورنہ عقد علانیہ صحیح ہو۔ اور اگر پوشیدہ دونون نے یہ کہا کہ ہم چاہتے ہین کہ علانیہ بیع ظاہر کرین حالانکہ یہ تلجیہ و باطل ہوگا اور اس امر پر اتفاق کیا پھر علانیہ ایک نے کہا کہ ہمنے خفیہ یون قرارداد کی تھی اور اب میری راے مین آیا کہ اسکو بیع صحیح کر دون اور دوسرا شخص حاضر تھا اور اسکو سنتا تھا اُسنے کچھ نہ کہا یہانتک کہ دونون نے باہم بیع کی تو بیع جائز ہو اور اگر دوسرے نے نہ سنا اور بیع قرار دی تو بیع فاسد[3] ہے اگرچہ مشتری غلام پر قبضہ کر کے اسکو آزاد کر دے پس اگر یہ قول بائع نے کہا ہو تو عتق جائز ہے اور بائع پر واجب ہوگا کہ ثمن

---

[1] قولہ نہونی کیونکہ دس ہزار درم پر انکی رضامندی ظاہر نہین ہو ۱۲ [3] قولہ بیع فاسد ہے بظاہر مراد باطل ہو واللہ اعلم ۱۲

واپس کرے اور اگر مشتری نے کہا تو عتق باطل ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر زید نے ہندہ سے کہا کہ مین
تیرے ساتھ بطور ہزل نکاح کرونگا ہندہ نے کہا کہ بہت اچھا اور ہندہ کے ولی نے دونون کے ساتھ
اتفاق کیا پھر زید نے نکاح کیا تو یہ نکاح حکم قضا مین بھی اور فیما بینہ و بین اللہ تعالے بھی جائز ہی
اور اگر زید نے ہندہ اور اُسکے ولی سے یا فقط ولی سے کہا کہ مین ہندہ سے ہزار درم پر نکاح
کرنا چاہتا ہون اور سنانے کو دو ہزار پر علانیہ نکاح ہوگا حالانکہ مہر ہزار درم ہی پس ولی نے
کہا کہ اچھا مین ایسا کرونگا پس زید نے ہندہ سے علانیہ دو ہزار پر نکاح کیا تو نکاح جائز ہی اور
مہر ہزار درم ہوگا بشرطیکہ دونون اُس قول پر جو اُنھون نے خفیہ قرار دیا ہے اتفاق کرلین یا
گواہ قائم ہون۔ اور اگر کہا کہ سو دینار مہر ہے ولیکن سنانے کو دس ہزار درم قرار دینگے
اور اسپر گواہ کرلیے پھر ہندہ نے دس ہزار درم پر علانیہ نکاح کیا تو یہ نکاح ہندہ کے مہر المثل پر جائز
ہوگا اسیطرح اگر پوشیدہ سو دینار مہر قرار دیا اور ظاہر مین اُسکا کچھ مہر معین نہ کیا تو بھی اُس کو
مہر المثل ملیگا اور اگر وقت عقد کے یون بیان کیا کہ ہم نے اس قدر مہر پر عقد کیا جسپر ہم راضی
ہو چکے ہین تو یہ نکاح سو دینار پر جائز ہے یہ مبسوط مین ہی۔ اگر پوشیدہ ہزار درم پر عقد نکاح
قرار دیا پھر علانیہ دو ہزار درم پر عقد نکاح قرار دیا پس اگر اس امر کے گواہ کرلیے کہ ظاہر مین
جو مہر قرار دیتے ہین یہ ہزل اور سنانے کو ہے تو مہر وہی ہوگا جو پوشیدہ قرار دیا ہے اور اگر
اس امر کے گواہ نہ کیے کہ جو ظاہر کرتے ہین وہ سنانے کو ہزل ہی تو جو مہر علانیہ ٹھہرایا ہے وہی
مہر قرار دیا جائیگا اسیطرح اگر ظاہر مین خلاف جنس اول مہر قرار دیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر
ایک نے علانیہ کا دعوی کرکے اُسپر گواہ قائم کیے اور دوسرے نے پوشیدہ کا دعوی کرکے گواہ
قائم کیے تو علانیہ گواہون کی سماعت ہوگی ولیکن اگر گواہون نے یون گواہی دی کہ اُنھون
نے یون کہا تھا کہ سنانے کو ہم ظاہر مہر پر ظاہر مین گواہ کرینگے تو اس صورت مین پوشیدہ
دعوی کے گواہون کی سماعت کرونگا اور ظاہر کے گواہون کو باطل کرونگا اور اگر بطور ہزل
کے اپنی عورت کو یا اپنے غلام کو مال پر طلاق دیا یا آزاد کیا اور عورت یا غلام نے قبول کیا
یا دونون نے پوشیدہ یہ قرارداد کی کہ جو ہم ظاہر کرین وہ ہزل ہے تو طلاق واقع ہوگی اور مال
عورت پر واجب ہوگا ایسا ہی امام محمد رح نے کتاب مین ذکر فرمایا ہے اور یہ تفصیل ذکر نہین
فرمائی کہ ہزل آیا شوہر یا مولے کی طرف سے تھا یا عورت و غلام کیطرف سے یا دونون طرف سے تھا
پس اگر ہزل شوہر یا مولی کی طرف سے ہو تو در صورت عورت یا غلام کے قبول کرنیکے بلاشک
عورت و غلام پر مال واجب ہوگا اور اگر عورت و غلام کی طرف سے ہو یا دونون طرف سے ہو تو مسئلہ
مین اختلاف واجب ہے یعنی امام اعظم رح کے قول پر جبتک عورت و غلام کی طرف سے اجازت

نہ پائی جاوے تب تک مال واجب نہ ہونا چاہیئے اور صاحبین کے قول پر مال واجب ہوگا اور شرط ہزل صحیح نہوگی ایسا ہی فقیہ ابوجعفر ہندوانی رحنے ذکر فرمایا ہے یہ محیط مین ہی۔ اگر عورت کو طلاق دی یا غلام کو آزاد کیا یا قتل عمد سے صلح کسیقدر مال پر خفیہ قرار دی پھر طلاق یا عتاق یا صلح دوبارہ کسیقدر مال پر ظاہر مین قرار دی پس اگر مال ثانی جنس اول سے ہو مگر فرق یہ ہو کہ مال ثانی زیادہ ہو پس اگر اس امر کے گواہ کر لیے کہ جو مال علانیہ بیان کرتے ہین یہ ریا وسمعۃ ہے تو مال بدل وہی ہوگا جو پوشیدہ قرار دیا ہے اور اگر اس امر پر گواہ نہ کر لیے تو امام اعظم رحہ کے نزدیک بدل وہی ہے جو خفیہ ٹھہرایا ہے اور صاحبین کے قول پر مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضون نے کہا کہ بدل وہی ہوگا جو پوشیدہ ٹھہرایا ہے اور بعضون نے کہا کہ بدل وہی ہے جو علانیہ قرار دیا ہے اور جو کچھ بدل اول سے ثانی مین زیادہ ہے وہ اُسپر زیادتی کرد یجاویگی اور اس اختلاف کا حاصل یہ ٹھہرتا ہے کہ بدل طلاق وعتاق وصلح قتل عمد مین زیادتی صحیح ہے یا نہین سو بعض مشائخ کے نزدیک نہین صحیح ہی اور یہی اصح ہے۔ اور اگر بدل ثانی خلاف جنس اول ہو تو بھی یہی حکم ہے کہ اگر علانیہ بدل کے ریاءً وسمعۃً ہونے پر گواہ کر لیے تو بدل وہی ہوگا جو پوشیدہ قرار دیا ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے اگر عورت ومرد نے پوشیدہ قرارداد کر لی کہ مہر دو دینار ہین اور علانیہ اس طور سے نکاح کیا کہ عورت کا کچھ مہر نہین ہے تو عورت کا مہر اُن دو دینارون سے ہوگا جسپر خفیہ قرارداد کر لی ہے اور اگر ظاہر مین اسطور سے نکاح کیا کہ عورت کا مہر ونا نیر ہین یا علانیہ نکاح کیا اور مہر سے سکوت کیا تو دونون صورتون مین مہر المثل پر انعقاد نکاح ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر اپنی عورت سے کہا کہ تجھے ہزار درم پر طلاق دونگا ولیکن لوگون کے سنانے کو سو دینار کہونگا پھر اسکو سو دینار پر طلاق دیدی تو سو دینار پر طلاق واقع ہوگی اگرچہ دونون نے یہ قرارداد کر لی ہو کہ ہم دینار کا بیان لوگون کے سنانے کیواسطے کرینگے یہ تاتارخانیہ مین ہے

باب چہارم متفرقات کے بیان مین۔ اگر زید کو بوعید تلف یا قید وبند اس امر پر مجبور کیا کہ اقرار[1] کرے اُسنے اقرار کیا تو اقرار صحیح نہین ہی اور اگر ایک روز کی قید وبند یا ایک کوڑا مارنے پر ڈرا کے ہزار درم کے اقرار پر مجبور کیا اور زید نے اقرار کیا کہ مجھپر اسکے ہزار درم ہین تو جائز ہے اور اگر اسکے دل مین یہ خیال گذرا کہ اسقدر قید وبند باعث غم ہے تو اقرار باطل ہوگا۔ اور یہ حکم جو مذکور ہوا ہے اس صورت مین ہے کہ وہ شخص درمیانی لوگون مین سے ہو اور اگر اشراف

[1] قولہ اقرار یعنی جو کچھ مکرہ کو منظور رہے وہ اقرار کرے اسواسطے کہ اگر مطلقاً کچھ اقرار پر مجبور کیا ہو تو کم سے کم مقدار حقیر مال کا مکرہ ضامن ہوگا اور زیادہ مین یہ شخص خود مختار ہے فافہم ۱۲۔ + + + + + + + + + -

لوگون مین سے ہو کہ اسکو مجمع مین ایک کوڑا لگنے سے عار ہو یا ایک روز کی قید و بند یا مجلس
سلطان مین گوشمالی اسکے حق مین عار ہو تو ایسا شخص مجبور[1] کردہ شمار ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے
اور اگر زید کو ہزار درم کے اقرار پر مجبور کیا اُسنے سو دینار کا جسکی قیمت ہزار درم سے ہے اقرار کیا
تو اقرار نافذ ہوگا اور اگر زید کو عمرو کیواسطے ہزار درم کے اقرار پر مجبور کیا اور زید نے پانچسو
درم کا اقرار کیا تو استحساناً صحیح نہین ہے اور زید کے ذمہ مال لازم نہوگا اور اگر زید نے ہزار
سے زیادہ ڈیڑھ ہزار درم یا دو ہزار درم کا اقرار کیا تو ہزار سے جسقدر زیادہ ہے وہ زید کے
ذمہ لازم ہوگا اور جسقدر مال پر مجبور کیا گیا تھا وہ لازم نہ ہوگا یہ فتاوے قاضیخان مین ہے
اور اگر زید کو عمرو کے واسطے ہزار درم کے اقرار پر مجبور کیا اور زید نے سوائے درم کے کسی کیلی
یا وزنی چیز کا عمرو کیواسطے اقرار کیا تو یہ اقرار بطوع[2] خود صحیح ہے اور اگر عمرو کے واسطے ہزار درم
کے اقرار پر مجبور کیا اُسنے عمرو و خالد غائب کے واسطے ہزار کا اقرار کیا تو امام ابو یوسف و امام
اعظم رح کے نزدیک سب اقرار باطل ہے خواہ زید نے خالد کے شریک ہونے کا اقرار کیا ہو یا
نہ کیا ہو اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر خالد نے اسکے اقرار کی تصدیق کی تو سب اقرار باطل ہوگیا
اور اگر یون کہا کہ میرا زید پر اس مال کا نصف چاہیے ہے اور میرے اور عمرو کے درمیان کچھ
شرکت نہین ہے تو خالد کیواسطے نصف مال کا اقرار جائز ہے یہ مبسوط مین ہی۔ اور فرمایا کہ اگر زید بوعید
تلف یا غیر تلف اس امر پر مجبور کیا گیا کہ گذشتہ عتق یا طلاق یا نکاح کا اقرار کرے حالانکہ وہ کہتا ہے
کہ مین نے کبھی ایسا نہین کیا ہے تو اقرار باطل ہے اور غلام اُسکا غلام رہیگا جیسا تھا اور عورت
اسکی جورو رہیگی جیسی تھی اور اس حکم مین اکراہ بوعید قتل و اکراہ بوعید قید و بند یکسان ہے
اسی طرح اقرار برجعت یا رجعت[3] طلاق ایلاء و عفو از قتل عمد کا بھی یہی حکم ہے اسیطرح اپنے غلام کی
نسبت یہ اقرار کراتا کہ میرا بیٹا ہے یا باندی کی نسبت کہ یہ میری ام ولد ہے یہی حکم رکھتا ہے
یہ مبسوط مین ہی۔ اور تجرید مین لکھا ہے کہ اگر ضرب و قید سے ڈرا کر اس امر پر مجبور کیا گیا کہ اپنے
اوپر کسی حد یا قصاص کا اقرار کرے تو یہ باطل ہی اور اگر اُسکو چھوڑ دیا اور پھر اسکے بعد پکڑ لیا گیا اور
از سر نو اپنے اوپر حد یا قصاص کا اقرار کیا تو ماخوذ ہوگا اور اگر اسکو نہ چھوڑا اگر یہ کہا کہ ہم تجھے
اقرار پر ماخوذ نہین کرتے ہین تیرا جی چاہے اقرار کردے یا چاہے نہ اقرار کر حالانکہ مجبور کردہ
اسکے ہاتھ مین بحالہ گرفتار ہے تو اقرار جائز نہ ہوگا اور اگر اسکو چھوڑ دیا اور ہنوز مکرہ کی نظر سے
پوشیدہ نہ ہوا تھا کہ ایک شخص کو گرفتار کرکے واپس لانے کو بھیجا اُسنے گرفتار ہو کر بدون ڈرانے
کے ابتداءً اقرار کردیا تو یہ کچھ نہین ہے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر زید کو مجبور کیا کہ اپنے اوپر

---

[1] مجبور کردہ یعنی ایسے اقرار کے حق مین وہ مجبور ہی اگرچہ قتل وغیرہ کا اکراہ نہ تھا ۱۲ منہ [2] بطوع بخوشی و رضا خود سے۔ ۱ + + +

حد یا قصاص کا اقرار کرے اُسنے اقرار کیا تو اُسپر کچھ لازم نہ آویگا اور اگر اُس کے اُسی اقرار پر اُس پر حد یا قصاص جاری کیا گیا حالانکہ زید اس بات مین جسکا اقرار کیا ہے مشہور رہے ولیکن اسپر کوئی گواہی نہین ہی تو استحساناً مکرہ سے قصاص نہ لیا جائیگا مگر اسکے مال سے سب ضمان لائی جاویگی اور اگر مشہور نہ ہو تو قصاص کی صورت مین مکرہ سے قصاص لیا جائیگا اور مال کی صورت مین مکرہ سے مال تاوان لیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر زید مجبور کیا گیا کہ غصب[۱] یا اتلاف ودیعت کا اقرار کرے[۲] اسنے اقرار کیا تو صحیح نہین ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر زید کو اس امر پر مجبور کیا کہ یون اقرار کرے کہ مین زمانہ ماضی مین مسلمان ہو گیا ہون تو اقرار باطل ہے اور اگر بوعید تلف یا غیر تلف اس اقرار پر مجبور کیا کہ میرا عمرو کی طرف کچھ حق قصاص نہین ہے اور نہ میرے پاس اُس کے گواہ ہین تو یہ اقرار باطل ہے اور بعد اُس کے اگر زید نے دعوے کیا اور عمرو پر اپنے حق قصاص ہونے کے گواہ پیش کیے تو اسکے نام عمرو پر قصاص کی ڈگری کیجاویگی کیونکہ جو اُسنے سابق مین نسبت قصاص کے اقرار کیا ہے وہ باطل ہے پس اسکا وجود و عدم یکسان ہی اسیطرح اگر زید کو مجبور کیا کہ یون اقرار کرے کہ مین نے اس عورت سے نکاح نہین کیا ہے اور نہ میرے پاس عورت پر اس امر کے گواہ ہین یا یون اقرار کرے کہ یہ شخص میرا غلام نہین ہے اور اصلی آزاد ہے تو ایسا اقرار باطل ہے کیونکہ اکراہ اس امر کی دلیل ہے کہ جو کچھ اقرار کرتا ہے وہ جھوٹ ہے پس اگر اسکے بعد زید اس عورت سے نکاح کرلے یا غلام کی رقیت پر گواہ قائم کرے تو وہ اقرار باکراہ مانع قبول نہ ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر زید کو اس امر پر مجبور کیا کہ کفیل بالنفس یا بالمال کو کفالت سے خارج کردے تو یہ صحیح نہین ہے اور اگر شفیع کو مجبور کیا کہ طلب شفعہ سے خاموش رہے تو اُس کا شفعہ باطل نہ ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اگر شفیع نے شفعہ طلب کیا پھر اسکو مجبور کیا کہ شفعہ سپرد کردے تو اُسکا سپرد کرنا باطل ہی۔ اور اگر ایسا ہوا کہ جسوقت شفیع کو معلوم ہوا اُسنے شفعہ طلب کرنا چاہا اور مکرہ نے اسکو مجبور کیا کہ ایک روز یا زیادہ شفعہ طلب کرنے سے خاموش رہے تو اسکا حق شفعہ باقی رہیگا پس بوقت رہائی کے اگر اسنے شفعہ طلب کیا تو خیر ورنہ شفعہ باطل ہوجائیگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ ایک عورت نے اپنے شوہر پر زنا کی تہمت لگانے کا جسکو قذف کہتے ہین دعوے کیا اور شوہر نے انکار کیا اور شوہر پر گواہ قائم ہوئے کہ اُسنے تہمت لگائی ہے اور گواہون کی پوشیدہ و ظاہر دونون طرح تعدیل ہوگئی اور قاضی نے شوہر کو حکم دیا کہ عورت کے ساتھ لعان کرے اُسنے لعان کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ مین نے تہمت نہین لگائی ہی اور ان گواہون نے مجھپر جھوٹی گواہی دی ہی تو قاضی اسکو لعان کرانے پر مجبور کریگا اور قید کریگا یہانتک کہ لعان کرے پس اگر قاضی نے اسکو قید کیا یہانتک کہ اُسنے مجبور ہو کر لعان کیا یا قید سے ڈرایا

حتی کہ اُسنے لعان کیا اور کہا کہ مین اللہ کو گواہ کرتا ہون کہ جو کچھ مین نے اسکو تہمت لگائی ہے یعنی زنا کی اسمین مین سچا ہون اور عورت نے بھی لعان کر لیا اور قاضی نے دونون مین تفریق کرادی پھر یہ ظاہر ہوا کہ یہ گواہ لوگ غلام ہین یا حد قذف مین محدود ہو چکے ہین یا اور کسیوجہ سے انکی گواہی باطل ہو گئی تو قاضی اُس لعان کو جو دونون کے درمیان واقع ہوا اور فرقت کو باطل کر کے عورت کو اُسکے شوہر کے پاس واپس کر دیگا اور اگر قاضی نے اسکو لعان کیواسطے قید نہ کیا ہو اور نہ قید سے ڈرایا ہو بلکہ فقط یہ کہا ہو کہ گواہون نے تجھپر قذف کی گواہی دی اور مین نے تجھپر لعان کرنے کا حکم جاری کر دیا ہے پس تو لعان کر اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا پس شوہر نے لعان کیا اور عورت نے بھی لعان کیا جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے اور قاضی نے تفریق کر دی پھر معلوم ہوا کہ گواہ لوگ غلام ہین اور گواہی باطل ہو گئی تو قاضی اُس لعان کو جو عورت و شوہر کے درمیان واقع ہوا ہے پورا کریگا اور تفریق کو باقی رکھیگا اور عورت کو بائنہ قرار دیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور خزانہ مین لکھا ہے کہ اگر قاتل کو قتل عمد سے مال پر صلح کرنے پر مجبور کیا اُسنے مجبوری قبول کیا تو مال اُسکے ذمہ لازم نہ ہوگا اور قصاص باطل ہو جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر قصاص سے عفو کرنے پر مجبور کیا اُسنے عفو کیا تو عفو جائز ہے اور ولی قصاص کو مکرہ کچھ ضمان نہ دیگا اور اگر زید کو اُسکے قرضدار کے بری کر دینے پر مجبور کیا اُسنے بری کیا تو ابراء باطل ہے یہ محیط مین ہے اور اگر ہندہ کا ولی اس امر پر مجبور کیا گیا کہ عورت کو کسی قدر مہر پر جسمین غبن[1] فاحش ہے نکاح کر دے پھر اکراہ دور ہو گیا اور بعد اُس کے ہندہ راضی ہو گئی مگر ولی اُس کا راضی نہوا تو امام اعظم رح کے نزدیک ولی کو اختیار ہے کہ تفریق کی درخواست کرے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ نہین اختیار ہے یہ کافی مین ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنی عورت کو بوعید تلف اس امر پر مجبور کیا کہ مہر سے کچھ مال پر صلح کر لے یا شوہر کو بری کر دے تو یہ اکراہ ہے اور عورت کی صلح یا ابراء کچھ صحیح نہین ہے امام ابو یوسف و امام محمد رح کا قول ہے اور اگر شوہر نے اپنی عورت کو مجبور کیا اور مجبور اس طرح کیا کہ اُسکو طلاق سے ڈرایا یا کہا کہ تیرے اوپر دوسری عورت سے نکاح کر لاؤنگا یا کوئی باندی بٹھاؤنگا تو یہ اکراہ نہین ہے وہ عورت مجبور شمار نہ ہو گی۔ اور اگر کوئی عورت کسی صغیر بچہ کے دودھ پلانے پر مجبور کی گئی یا کوئی مرد اس امر پر کہ اپنی عورت سے اس صغیر بچہ کو دودھ پلوائے مجبور کیا گیا اور ایسا واقع ہوا تو احکام رضاع سب ثابت ہو جاوینگے۔ اور اگر زید مجبور کیا گیا کہ یون قسم کھاوے کہ مین عمرو کے گھر نہ جاؤنگا تو قسم منعقد ہو جاوے گی حتے کہ اگر عمرو کے گھر گیا تو حانث ہوگا اسی طور اگر زید نے قسم کھائی ہو کہ مین عمرو کے گھر نہ جاؤنگا یا عمرو سے کلام نہ کرونگا اور اس کو مکرہ نے مجبور کیا

[1] غبن فاحش جسمین لکھا ہو اشارہ ہے کہ کوئی اندازہ نہین کرتا ۱۲

کہ عمرو کے گھر جاوے یا اس سے کلام کرے یعنی جو شرط تھی اسکو خواہ مخواہ کرے تو بھی حانث ہوگا اور اگر زید نے ایک عورت سے نکاح کیا اور ہنوز اُسکے ساتھ دخول نہین کیا پھر دخول پر مجبور کیا گیا تو جو احکام دخول سے متعلق ہین جیسے مہر کا موکد ہونا اور وجوب عدت و اسکی بیٹی سے حرمت نکاح وغیرہ سب ثابت ہونگے یہ فتاوےٰ قاضیخان مین ہے۔ شیخ ابو بکر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر زید کے پاس عمرو کا مال ہو اور زید سے سلطان نے کہا اگر تو نے مجھے عمرو کا مال نہ دیا تو مین تجھے ایک مہینہ قید کرونگا یا ایک کوڑا مارونگا یا تجھے شہر بشہر پھراؤنگا تو زید کو دینا جائز نہین ہے اور اگر دیا تو ضامن ہوگا اور اگر سلطان نے کہا کہ تیرا ہاتھ کاٹ ڈالونگا یا پچاس کوڑے مارونگا تو دینا جائز ہے ضامن نہ ہوگا یہ ینابیع مین ہے۔ اور اگر مکرہ نے زید کو کھانا کھا لینے یا کپڑا پہن لینے پر مجبور کیا اور کپڑا پھٹ گیا تو مکرہ ضامن نہ ہوگا یہ تہذیب مین ہے۔ اور اگر ایک شوہر دار باندی جس سے شوہر نے دخول نہین کیا تھا آزاد کی گئی اور بوعید تلف یا قید اس امر پر مجبور کی گئی کہ اُسی مجلس مین اپنے نفس کو اختیار کیا یعنی شوہر کی تبعیت چھوڑ کر فسخ نکاح کرے تو شوہر کے ذمہ سے سب مہر ساقط ہو جائیگا اور اسمین مکرہ پر کچھ تاوان نہین ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر زید نے اپنے باپ کی جورو کو یعنی سوائے اپنی ماں کے دوسری عورت کو مجبور کر کے اُسکے ساتھ زنا کیا اور اُس سے مراد اس کی یہ تھی کہ اپنے باپ کے حق مین فساد کرے حالانکہ ہنوز اُسکے باپ نے اس عورت سے دخول نہین کیا تھا تو اس عورت کا اپنے شوہر پر نصف مہر واجب ہوگا اور یہ نصف مہر زید کا باپ زید سے واپس لیگا اور اگر باپ نے اُسکے ساتھ دخول کر لیا ہو تو زید سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہے اور یہ جو فرمایا کہ مراد اسکی فساد تھی اُسکے معنی یہ ہین کہ اُسنے باپ کے ساتھ نکاح کو فاسد کرنا چاہا ورنہ زنا تو ہر حال مین فساد ہے یہ مبسوط مین ہے اور اگر زید کو اس امر پر مجبور کیا کہ اپنا غلام عمرو کو ہبہ کرے اُسنے ہبہ کر کے سپرد کر دیا پھر عمرو کہین ایسا غائب ہو گیا کہ اسپر قابو نہین چل سکتا ہے تو زید کو اختیار ہے کہ مکرہ سے اپنے غلام کی قیمت واپس لے اور یہی حکم صدقہ پر اکراہ کرنیکی صورت مین ہے اسی طرح اگر غلام کے بیع کر دینے پر مجبور کیا اور مجبور نے بیع کر کے مشتری کو سپرد کیا اور مشتری ایسا غائب ہوا کہ اسپر قابو نہین چل سکتا ہے تو بھی مکرہ سے غلام کی قیمت واپس لے سکتا ہے یہ فتاوےٰ قاضی خان مین ہے۔ اور اگر زید اس امر پر مجبور کیا گیا کہ عمرو کے واسطے مال کا اقرار کرے اُسنے اقرار کیا اور عمرو نے اُس سے وہ مال لے لیا پھر کہین ایسا غائب ہوا کہ اُسپر قابو نہین چل سکتا ہے یا مفلس مر گیا تو زید کو اختیار ہے کہ اپنا مال مکرہ سے واپس لے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور اگر زید اپنے غلام کو مدبر کرنے پر مجبور کیا گیا اُسنے مدبر کیا تو تدبیر صحیح ہے اور مدبر کرنے سے جو نقصان آیا وہ مکرہ سے فی الحال واپس لیگا اور اگر مولےٰ مر گیا تو مدبر آزاد ہو جائیگا اور اسکے

وارث بھی مکرہ سے غلام کی دو تہائی قیمت مدبر ہونے کے حساب سے لینگے اور اگر زید مجبور کیا گیا کہ اپنا مال عمرو کے پاس ودیعت رکھے اور عمرو ودیعت لینے پر مجبور کیا گیا تو ایداع صحیح ہی اور عمرو کے پاس یہ مال امانت ہوگا اور اگر قابض اس امر پر مجبور کیا گیا کہ قبضہ کر کے مکرہ کو دیدے پس قابض نے قبضہ کیا اور ہنوز مکرہ کو نہ دیا تھا کہ اسکے پاس ضائع ہو گیا پس اگر قابض نے کہا کہ مین نے اس واسطے قبضہ کیا تھا کہ قبضہ کر کے موافق حکم مکرہ کے مکرہ کو دیدون تو قابض بھی ضامن ہونے مین داخل ہوگا اور اگر کہا کہ مین نے اسواسطے قبضہ کیا تھا کہ مالک کو واپس دون تو مال اسکے پاس امانت ہوگا اور وہ ضامن نہ ہوگا اور اس باب مین قول اسی کا لیا جائیگا اور ایسے ہبہ مین بھی موہوب لہ قابض کا قول قبول ہوگا یعنی اگر زید کو ہبہ کرنے اور عمرو کو قبول و قبضہ کرنے پر مجبور کیا اور عمرو کے پاس وہ ہبہ تلف ہو گیا تو عمرو کا قول قبول ہوگا کہ مین نے مالک کو واپس دینے کے واسطے قبضہ کیا تھا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر زید کا غلام زید سے بعوض مال کے مدبر ہونا قبول کرنے پر مجبور کیا گیا اسنے ایسا ہی کیا تو یہ غلام مکرہ کا مدبر ہوگا اور مکرہ اسکی قیمت زید کو ادا کریگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ واضح ہو کہ اگر مکرہ کوئی لڑکا نابالغ یا معتوہ ہو تو ان دونون کا حکم حق اکراہ مین مثل بالغ عاقل کے ہے اور اگر مکرہ کوئی غلام یا معتوہ ہو مگر اسکو تسلط حاصل ہو اور اسنے قتل پر اکراہ کیا تو قاتل بھی مکرہ شمار ہوگا نہ وہ شخص جسنے اسکے اکراہ پر قتل کیا ہے پس دیت اسی مکرہ کی مددگار برادری پر تین برس کے اندر ادا کرنی واجب ہوگی۔ اور اگر بعوض[1] ہبہ قبول کرنے پر اکرہ کیا تو مکرہ سے تاوان نہین لے سکتا ہے اسی طرح اگر بعوض مساوی ہبہ کرنا قبول کرنے پر مجبور کیا گیا اور اسنے ہبہ کیا اور عوض پر قبضہ کر لیا تو مکرہ سے کچھ نہین لے سکتا ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اگر زید اپنے کسی مورث کے قتل کرنے پر بوعید قتل مجبور کیا گیا اور زید نے قتل کیا تو قاتل میراث سے محروم نہ ہوگا اور اسکو اختیار ہوگا کہ مکرہ کو قصاص مین قتل کرادے یہ امام اعظم و امام محمد رح کا قول ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر بوعید قید زید کو ڈرایا کہ اپنا مال عمرو کو ہبہ کرے اور سپرد کرنے اور عمرو کو بوعید قید اس کے قبول کرنے اور قبضہ کرنے پر مجبور کیا اور وہ مال تلف ہو گیا تو قابض ضامن ہوگا اور اگر قابض کو اس صورت مین بوعید تلف مجبور کیا ہو تو قابض ضامن نہ ہوگا اور نہ مکرہ تاوان دیگا۔ اور اگر واہب کو بوعید تلف اور موہوب لہ کو بوعید قید مجبور کیا ہو تو مالک کو اختیار ہے چاہے قابض سے تاوان لے یا مکرہ سے ضمان لے پھر اگر مکرہ سے تاوان لیا تو وہ موہوب لہ سے واپس لیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر زید نے ایک عورت سے نکاح کر کے اسکے ساتھ دخول کر لیا پھر اسکی طلاق پر مجبور کیا گیا اور

[1] بعوض ہبہ یعنی ہبہ بشرط عوض ۱۲ - + + + + + + + + -

طلاق دی تو مہر زید پر واجب ہوگا اور بکرہ سے واپس نہین لے سکتا ہے پس اگر نکاح مہر مثل سے
زیادہ پر ہو تو زیادتی اُسکے ذمہ لازم نہ ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر زید نے کہا کہ
اگر مین اس دار مین جاؤن تو میرا غلام آزاد ہے پھر بکرہ نے زید کو اس دار مین جانے پر بوعید
تلف مجبور کیا اور زید خود چلا گیا تو غلام آزاد ہو جاویگا بخلاف اسکے اگر زید کو اُٹھا کر اس مکان
مین داخل کر دیا ہو تو ایسا نہین ہے لیکن اگر زید نے یون قسم کھائی کہ اگر مین اس مکان مین
کسی طور سے جاؤن تو میرا غلام آزاد ہے اور بکرہ نے اُسکو اُٹھا کر مکان مین کر دیا زید اپنی
ذات سے کچھ اختیار نہین رکھتا ہے تو شرط پائی جانے سے غلام آزاد ہو جاویگا اور دونون
صورتون مین بکرہ ضامن نہ ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور عورت اگر نکاح پر مجبور کی گئی اور اُسنے
ایسا ہی کیا تو نکاح صحیح ہے اور بکرہ سے کچھ تاوان نہین لے سکتی ہے اسی طرح اگر زید اپنے
غلام کے مثل قیمت پر فروخت کرنے پر مجبور کیا گیا اور زید نے بیچا تو بکرہ سے تاوان نہین لے سکتا
ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور اگر زید مجبور کیا گیا یہانتک کہ اُسنے کہا کہ اگر مین اس
اپنی منکوحہ سے قربت کرون تو اُسکو تین طلاق ہین اور ہنوز اُس سے دخول نہین کیا ہے پھر
قربت کی تو مطلقہ ہو جاویگی اور زید پر اُسکا مہر واجب ہوگا اور بکرہ سے کچھ تاوان نہین لے سکتا
ہے اور اگر اُس سے قربت نہ کی یہانتک کہ چار مہینے گذرنے سے بائن ہوگئی تو زید پر نصف
مہر واجب ہوگا اور اسکو بکرہ سے واپس نہین لے سکتا ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر کہا کہ اگر مین کسی
عورت سے نکاح کرون تو وہ مطلقہ ہے پھر مجبور کیا گیا کہ اس عورت سے مہر مثل پر نکاح
کرے تو نکاح جائز ہے اور مطلقہ ہو جاویگی اور اُسپر نصف مہر واجب ہوگا اور بکرہ سے واپس
نہین لے سکتا ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اگر خوارج متاولین[1] مین سے کچھ
لوگ کسی ملک پر قابض ہوئے اور اُنکا حکم اُس مین جاری ہوا پھر اُنھون نے ایک شخص کو
کسی امر پر مجبور کیا یا مشرک لوگون نے ایک شخص کو کسی امر پر مجبور کیا تو یہ صورت حکم مین مجبور
کردہ کے حق مین ہر امر مین جسپر مجبور کو اقدام روا ہے یا نہین روا ہے بمنزلہ اکراہ لصوص کے
ہے مگر اُن سب چیزون مین جن سے لصوص پر قصاص آتا ہے یا ضمان مال لازم آتی ہے چور[12]
سو خوارج متاولین یا اہل حرب پر کچھ لازم نہ آئیگا جیسا کہ اگر اُنھون نے اتلاف اپنے ہاتھون سے کیا تو یہی حکم ہے کذا فی المبسوط

کتاب الحجر

اسمین تین باب ہین

[1] متاولین یعنی مسلمانون کے امام کی فرمانبرداری سے نکلے مگر اپنے نزدیک کوئی شرعی دلیل تھی اگرچہ وہ فی الواقع ان کی سمجھ کا قصور ہو ۱۲ -

باب اول ۔ حجر کی تفسیر و اسباب و مسائل متفق علیہا کے بیان مین حجر کی تفسیر شرعی یہ ہے کہ کسی شخص خاص کو تصرف قولی سے زبانی منع کرنا اور وہ شخص مخصوص وہ ہے جو مستحق حجر ہو خواہ کسی سبب سے مستحق ہوا ہو۔ امام قدوری نے فرمایا کہ حجر کے اسباب موجبہ مین صغر[1] و جنون و رق ہے اور اسپر اجماع ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ قاضی کسی آزاد عاقل بالغ کو مجبور نہ کرے مگر اسی شخص کو مجبور کرے جسکا ضرر عوام کو پہونچتا ہو اور وہ تین گروہ ہین ایک طبیب جاہل کہ لوگونکو مضر اور مہلک دوائین پلاتا ہے حالانکہ اس کے نزدیک وہ دوا شفا ہوتی ہے اور دوسرے مفتی ماجن یعنی وہ شخص جو لوگون کو حیلہ سکھلاتا ہے یا جہالت سے فتویٰ دیتا ہے اور تیسرے مکاری مفلس اور صاحبین کے نزدیک ان سب کے سوا اور بھی تین سبب موجب حجر ہین یعنی قرض[2] و سفہ[3] و غفلت کذا فی فتاوے قاضی خان اور مکاری مفلس وہ ہے کہ لوگون سے اونٹ کرایہ پر دینے کا معاملہ کرے حالانکہ اسکے پاس نہ اونٹ ہے اور نہ کوئی سواری ہے کہ اسپر سوار کردے اور نہ مال ہے کہ خرید کردے مگر لوگ اُسپر اعتماد کرکے اُسکو کرایہ دیتے ہین اور وہ اپنی ضرورت مین صرف کرتا ہے پھر جب روانگی کا وقت آتا ہے تو اپنے تئین اُن لوگون سے چھپا دیتا ہے پس اُس حیلہ سازی سے مسلمانون کا مال کھا جاتا ہے اور اکثر اُسکی اس حرکت سے وہ لوگ حج یا جہاد مین جانے سے باز رہتے ہین یہ ذخیرہ مین ہی۔ پس نابالغ کا تصرف بدون ولی کی اجازت کے ناجائز ہے اور غلام کا تصرف مالک کی بلا اجازت جائز نہین ہے یہ مالک کے حقوق کی رعایت سے ہے تاکہ اسکے مملوک کے منافع بیکار نہ ہوجاوین اور مملوک کی گردن قرضہ مین نہ پھنس جاوے کیونکہ اُس کی گردن مالک کی مملوک ہے لیکن اگر مولے نے خود ہی اجازت دیدی تو جائز ہے کہ وہ خود اپنے حقوق کے ضائع ہونے پر راضی ہوگیا کذا فی الکافی۔ اور مجنون مغلوب العقل کا تصرف اصلاً نہین جائز ہے اگرچہ اسکا ولی اجازت دیدے اور اگر مجنون کو کبھی جنون اور کبھی افاقہ رہتا ہو تو حالت افاقہ مین مثل عاقل کے ہے اور معتوہ مثل نابالغ عاقل کے ہے یعنی حق تصرفات اور رفع[4] تکلیف مین اُسکے مثل ہے اور معتوہ کی تفسیر مین اختلاف کثیر ہے اور سب تفاسیر مین بہتر یہ ہے کہ معتوہ وہ ہے جو قلیل الفہم مختلط الکلام فاسد التدبیر ہو کہ نہ مارے اور نہ گالی دے جیسا مجنون کیا کرتا ہے یہ تبیین مین ہی۔ اور ماذون شرح طحاوی مین ہے کہ نابالغ کو تجارت کیواسطے باپ دادا اور ان دونون کے وصی اور قاضی اور قاضی کے وصی کی اجازت جائز ہے یا صغیر کے غلام کو اگر یہ لوگ اجازت دین تو جائز ہے

---

[1] صغر نابالغی جنون معروف ہے۔ رق مملوک ہونا ۱۲ [3] قولہ سفہ یعنی حماقت غفلت بھولنا۔ نادان۔ قرض سے یہ مراد کہ اس پر قرضہ بہت چڑھ گیا جیسے آجکل علاقہ کورٹ ہوتا ہے [4] رفع تکلیف یعنی شرعی احکام کا مکلف نہین ہے ۱۲ - - - - - - - - - - - -

اور ماں یا بھائی یا چچا یا ماموں کی اجازت جائز نہیں ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ جو نابالغ بیع و شراء کو نہیں سمجھتا ہے اگر اُسنے خریداری کی اور ولی نے اجازت دی تو صحیح نہیں ہے اور اگر خرید و فروخت کو سمجھتا ہے یعنی یہ جانتا ہے کہ فروخت کر دینے سے ملکیت جاتی رہتی ہے اور خرید سے آجاتی ہے اور یہ بھی جانتا ہو کہ یہ خسارہ بہت ہے اور یہ تھوڑا ہے اگر ایسے نابالغ نے کچھ تصرف کیا اور ولی نے مصلحت سمجھکر اجازت دی تو جائز ہے اور اگر ایسے نابالغ کو تصرف کی اجازت دیدی تو اسکا تصرف نافذ ہوگا خواہ اسمین نقصان ہو یا نہ ہو اور اگر قاضی نے نابالغ کو تصرف کی اجازت دی اور باپ انکار کرتا ہے تو تصرف صحیح ہوگا اور اگر نابالغ عاقل نے تصرف کیا پھر ولی نے اُسکو تصرف کی اجازت دیدی پس نابالغ نے اس تصرف کو جائز کیا تو نافذ ہوجاویگا یہ سراجیہ میں ہی اور اسباب ثلثہ یعنی صغر و جنون و رق اُن اقوال مین جو نفع و نقصان کے درمیان دائر ہین جیسے خرید و فروخت وغیرہ موجب حجر ہوتے ہین مگر وہ اقوال جن مین محض نفع ہے اسمین نابالغ مثل بالغ کے ہے اسیوجہ سے نابالغ کی طرف سے قبول ہبہ یا اسلام اگر متحقق ہو تو صحیح ہے ولی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے اور ایسے ہی غلام و معتوہ کا حال ہے اور جنمین محض ضرر ہے جیسے طلاق و عتاق وغیرہ تو حق صغیر و مجنون مین موجب[1] عدم اصلی ہین نہ حق غلام مین۔ اور واضح ہو کہ یہ اسباب ثلثہ موجب حجر افعال نہیں ہین حتے کہ اگر ایک[2] روز کے بچہ نے کسی شخص کا شیشہ توڑ دیا تو فی الحال اُسپر تاوان واجب ہوگا اسیطرح اگر غلام و مجنون نے کچھ تلف کیا تو دونوں پر فی الحال ضمان لازم آویگی اور اگر یہ فعل ویسا ہو کہ جس سے حکم ایسا متعلق ہوتا ہے جو شبہہ سے دور کر دیا جاتا ہے جیسے حدود و قصاص وغیرہ تو ایسے فعل مین عدم قصد نابالغ و مجنون کے حق مین شبہہ[3] قرار دیا جائیگا حتے کہ دونوں پر زنا و سرقہ و شراب خواری و قطع طریق و قتل مین حدود و قصاص جاری نہ ہونگے یہ عینی شرح ہدایہ مین ہی۔ اور غلام کا اقرار اسکے حق مین نافذ ہوگا پس اگر اُسنے مال کا اقرار کیا تو بعد عتق کے ماخوذ ہوگا کیونکہ فی الحال وہ عاجز ہے اور مثل تنگدست کے اسکا حکم ہوگیا اور اگر اسنے حد و قصاص و طلاق کا اقرار کیا تو فی الحال لازم ہوگا یہ اختیار مین ہی۔

باب دوم۔ حجر الفساد کے بیان مین اور اسمین دو فصلین ہین۔ **فصل اول** مسائل مختلف کے بیان مین۔ حُر عاقل بالغ کا مجور کرنا بسبب سفاہت یا قرضہ یا فسق یا غفلت کے امام اعظم رحمہ کے نزدیک نہیں جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک فسق کے سوا اسے مین جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک بھی حجر صرف اُن تصرفات مین جائز ہے جو بہ ہزل و اکراہ صحیح نہیں ہوتے ہین جیسے بیع

[1] موجب الخ یعنی صغیر و مجنون کو اگر عتاق وغیرہ سے محض ضرر کیا تو اصل سے منعقد نہ ہوا اور غلام مجور مانع انعقاد ہے مگر نفاذ نہ ہوگا اور اپنی زوجہ کو طلاق جائز ہے ۱۲ [2] مثلا شیشہ پر گر پڑا ۱۲ منہ [3] شبہہ یعنی شاید اسکا قصد نہ ہو ۱۲

و اجارہ وہبہ وصدقہ و جو محتمل فسخ ہین اور جو ایسا تصرف ہے کہ محتمل فسخ نہین ہے جیسے طلاق وعتاق
ونکاح تو اسمین بالاجماع حجر نہین جائز ہے اسیطرح جو اسباب موجب عقوبت ہین جیسے حدود وقصاص
اُسکا بھی یہی حکم ہے اور سفہ اُس کام کو کہتے ہین جو موجب شرع کے خلاف و باتباع ہوا و ہوس ہو
اور سفیہ وہ شخص ہے کہ جسکی عادت ہین تبذیر و اسراف ہو نفقات ہین یا ایسے تصرفات اُس سے
سرزد ہون کہ اُنکی کچھ غرض نہو یا ایسی غرض ہو کہ اُسکو عقلا اہل دیانت غرض شمار نہ کرین جیسے
گانیوالون اور لعب کرنیوالون کو دینا اور گران قیمت سے اُڑان کے کبوتر خریدنا اور تجارات ہین
ایسے بے موقع نقصان اُٹھانا کہ اُسمین کچھ بھلائی نہ گنی جاوے یہ کافی ہین ہی اور تبذیر مال جیسا
برے کامون مین ہوتا ہے مثلاً شراب خوارون و فساق کو اپنے مکان ہین جمع کیا اور اُنکے شراب
وکباب و کھانے پینے ہین مال خرچ کیا اور اُنکے واسطے انعام واکرام داد و دہش کا دروازہ کھول دیا
ایسے ہی نیک کامون ہین بھی ہوتا ہے جیسے اپنا تمام مال عمارت مسجد ہین خرچ کردیا یا ایسے ہی در
نیک کام ہین تو صاحبین کے نزدیک قاضی ایسے شخص کو بھی مجبور کردیگا یہ ذخیرہ ہین ہے پھر صاحبین
کا اتفاق ہے کہ حجر بسبب قرضہ کے بدون حکم قاضی ثابت نہین ہوتا ہے اور جو حجر بسبب فساد
وسفہ ہو اسمین اختلاف ہے امام ابو یوسف کے نزدیک وہ بھی بدون حکم قاضی ثابت نہین ہوتا ہے
اور امام محمد رح کے نزدیک فقط سفہ سے ثابت ہوجاتا ہے حکم قاضی پر موقوف نہین ہے اور جو شخص
بسبب سفاہت کے مجبور ہے اگر اُسنے کوئی غلام آزاد کیا تو غلام پر سعایت واجب ہوگی اور مال
ادا کریگا اور جو کچھ ادا کریگا وہ بعد زوال حجر کے مولے سے نہین لے سکتا ہے اور جسپر افلاس کا
حکم جاری ہوا ہے اگر اُسنے کوئی غلام اپنے قبضہ ہین آزاد کیا اور غلام نے سعی کر کے مال ادا کیا
تو یہ غلام بعد زوال حجر کے وہ مال جو اُسنے سعایت سے ادا کیا ہے اپنے مولے سے لے لیگا اور جو شخص[1]
مجبور بالدین ہو اگر اُسنے اقرار کیا تو حالت حجر کے موجودہ مال ہین زوال حجر کے بعد نافذ ہوگا اور
جو مال حالت حجر کے اندر پیدا ہوا ہو اُسمین بھی) اقرار سابق نافذ ہوگا اور جو شخص مجبور بالسفہ ہو
اُسکا اقرار سابق حالت حجر کے مال موجود ہین بعد زوال حجر کے نافذ نہ ہوگا اور نہ حالت حجر کے اندر
جو مال پیدا ہوا ہے اُسمین نافذ ہوگا یہ محیط ہین ہی۔ اگر ایک قاضی نے کسی خانہ برانداز کو جو مستحق
حجر ہے مجبور کیا پھر دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا اُسنے حجر کو توڑ کر اُسکو خود مختار کردیا اور اجازت
دیدی کہ جو تصرف چاہے کرے تو دوسرے قاضی کا مطلق العنان کرنا جائز ہی کیونکہ یہ قضا ہوجو مقضی له[2]

---

[1] قال المترجم ترجمہ لطیف یون بھی ہوسکتا ہے۔ اور مجبور بالدین نے جو اقرار کیا وہ حالت حجر کی مال موجودہ ہین
بعد زوال حجر کے نافذ ہوگا اور حالت حجر ہین جو مال پیدا ہو اوس ہین نافذ ہوگا فافہم ۱۲ منہ [2] مقضے لہ مقضی علیہ یعنی بغیر تصرف کے کوئی مدعی مدعا علیہ
نہین تھا جب اول قاضی نے مجبور کیا ۱۲ ج

ومقضی علیہ نہین ہے پس دوسرے کا حکم قضا نافذ ہوگا پھر اسکے بعد تیسرے قاضی کو اختیار نہین ہے کہ پہلے قاضی کا حکم حجر نافذ کرے یہ فتاوےٰ قاضی خان مین ہی۔ پھر اسکے بعد اگر تیسرے قاضی کے پاس مرافعہ ہوا تو وہ قاضی ثانی کا حکم نافذ کریگا کیونکہ اُسنے صورت مجتہد فیہ مین حکم دیا ہے پس بالاجماع اُس کا حکم نافذ ہوگا اور یہ اسوقت ہے کہ دوسرے قاضی ثانی نے اسکے تصرف کو نافذ کیا ہو اور اگر باطل کیا ہو اور پھر تیسرے قاضی کے سامنے مرافعہ ہوا اُسنے اجازت دیدی پھر چوتھے کے پاس پیش ہوا تو چوتھا قاضی دوسرے کا حکم یعنی ابطال تصرفات وحجر کو نافذ کریگا پس اسکے بعد تیسرے قاضی کا حکم یعنی اجازت دینا باطل ہو جائیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر مجور کے کچھ تبرعات[1] اُس قاضی کے سامنے جسنے اُسکو مجور کیا ہے قبل اجازت قاضی ثانی کے پیش ہوے اُسنے باطل کرکے حجر کو برقرار رکھا پھر دوسرے قاضی کے سامنے مقدمہ پیش ہوا تو دوسرا قاضی پہلے قاضی کے حکم حجر کو نافذ کریگا پس اگر دوسرے نے حکم اول کو نافذ نہ کیا بلکہ مجور کے فعل کی اجازت دیدی پھر تیسرے قاضی کے سامنے مقدمہ پیش ہوا تو تیسرا قاضی پہلے قاضی کے حکم حجر کو نافذ کریگا اور دوسرے قاضی نے جو حجر توڑ دیا ہے اُسکو رد کردیگا کیونکہ پہلے قاضی نے وقت مرافعہ کے جو حکم دیا ہے وہ بوجود مقضی لہ ومقضی علیہ ہے پس یہ قضاء نافذ ہوگی اور دوسرے قاضی کا ابطال حجر نافذ نہوگا۔ اور شیخ ابوبکر بلخی سے دریافت کیا گیا کہ ایک مجور نے اپنی زمین اپنے اوپر وقف کی تو فرمایا کہ وقف صحیح نہین ہے لیکن اگر قاضی اجازت دیدے تو صحیح ہے اور شیخ ابو القاسم نے فرمایا کہ اسکا وقف صحیح نہین ہے اگرچہ قاضی اجازت دیدے پس ان دونون شیخون نے حر بالغ پر حجر کو موافق مذہب امام ابو یوسف وامام محمد رح کے جائز رکھا ہے اور یہی فتوی دیا ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر کوئی سفیہ خانہ برانداز بعد مجور ہونیکے مصلح اور اچھی روش پر ہوگیا تو کیا اُسکا حجر بدون قضاء قاضی کے زائل ہو جاویگا یا نہین تو مسئلہ مین اختلاف ہے امام ابو یوسف کے نزدیک بدون حکم قاضی کے زائل نہ ہوگا حتّٰی کہ اُسکے تصرفات قبل حکم واجازت قاضی کے نافذ نہ ہونگے اور امام محمد رح کے نزدیک یہ ہے کہ جسطرح اُسکا حجر بسبب سفاہت کے بدون حکم قاضی ثابت ہوا تھا اسیطرح اچھی چال پر ہو جانے سے بلا حکم قاضی زائل بھی ہو جاویگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک چونکہ حجر بسبب سفاہت کے بدون حکم قاضی ثابت نہین ہوتا ہے اسیواسطے بسبب مصلح ہونے کے بدون حکم قاضی زائل بھی نہین ہوتا ہے یہ محیط مین ہی۔ اگر کوئی یتیم بالغ ہوا اور وہ راہ راست پر ہے اور اُسکا مال وصی یا ولی کے پاس ہے تو وہ اُسکا مال اسکو دیدے اور اگر بالغ ہو کر راہ راست پر نہو تو نہ دیوے یہاں تک کہ پچیس برس کا ہو جاوے اور جب پچیس برس کا ہو جاوے تو دیدے اُسکو اختیار ہے کہ اپنے مال مین

[1] تبرعات مانند ہبہ و صدقہ و وقف وغیرہ کے ۱۲

جو تصرف چاہے کرے مگر یہ امام اعظم رح کا مذہب ہے اور صاحبین کے نزدیک نہ دیوے اگرچہ ستر برس کا ہو جاوے تاوقتیکہ اُس سے راست روی ظاہر نہو ہرگز نہ دیوے اور اگر کوئی یتیم حالت بلوغ تک سفیہ رہا اور سفیہ ہی بالغ ہوا تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکے تصرفات نافذ ہونگے کیونکہ امام اعظم رح کے نزدیک حر بالغ پر حجر جائز نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک جب قاضی نے اُسکو مجور کیا تو اسکے تصرفات نافذ نہ ہونگے لیکن قاضی اسکے تصرفات میں سے جو کچھ چاہے اور مجور کے حق میں بہتر جانے نافذ کرے مثلاً اُسنے فروخت کرنے میں نفع اُٹھایا اور ثمن اسکے پاس موجود ہے یا خریدنے میں نفع اُٹھایا تو قاضی نافذ کرسکتا ہے اور اگر کوئی یتیم راست روی پر بالغ ہوا اور اپنے مال سے تجارت کی اور قرضون کا اقرار کیا اور ہبہ اور صدقہ کیا یا اور ایسے ہی تصرفات کیے پھر جانے بیراہ ہوا اور مفسد مال ہوگیا اور ایسا ہوگیا کہ جیسا مستحق حجر ہوتا ہے تو جو تصرفات اس سے قبل مفسد ہونے کے سرزد ہوئے ہین وہ سب نافذ ہونگے اور جو بعد مفسد ہونے کے سرزد ہوئے ہین وہ باطل ہونگے یہ امام محمد رح کا مذہب ہے حتے کہ اگر قاضی کے سامنے مرافعہ ہوا تو جو تصرفات اُسنے قبل فساد کیے ہین وہ نافذ کریگا اور جو بعد خانہ برانداز ہونے کے کیے ہین اُنکو باطل کردیگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک صرف مفسد ہو جانے سے جبتک قاضی حکم نہ کرے اور مجور نہ کرے وہ شخص مجور نہ ہوگا پس اگر قاضی کے سامنے مرافعہ ہوا تو جو تصرفات اُسنے قبل مجور ہونیکے کیے ہین سب نافذ کریگا اور بعد مرافعہ کے اسکو مجور کردیگا اور سفاہت کا حجر امام ابو یوسف کے نزدیک مثل قرضہ کے حجر کے ہے یعنی بدون حکم قاضی مجور نہین ہوتا ہے یہ فتاوے قاضیخان مین ہے۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ مجور بمنزلہ نابالغ کے ہے مگر چار باتون مین ویسا نہین ہے۔ اوّل یہ کہ مال یتیم مین وصی کا تصرف جائز ہے مال مجور مین نہین جائز ہے اور دوم یہ کہ مجور کا اعتاق و تدبیر و طلیق و نکاح جائز ہے اور لڑکے کا نہین جائز ہے اور اگر مجور نے اپنی بیٹی یا بہن نابالغہ کا نکاح کردیا تو جائز نہین ہے۔ اور سوم یہ کہ مجور نے اگر کچھ وصیت کی تو تہائی مال سے اُسکی وصیت جائز ہوگی اور لڑکے کی وصیت نہین جائز ہے اور چہارم یہ کہ اگر مجور کی باندی کے بچہ ہوا اور مجور نے اسکے نسب کا دعوے کیا تو نسب ثابت ہوگا اور اگر نابالغ نے دعوے کیا تو ثابت نہ ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر کوئی یتیم بالغ ہوا مگر سفیہ رہا راست روی نہ آئی تو امام ابو یوسف کے نزدیک جبتک اُسکو قاضی مجور نہ کرے تب تک مجور نہ ہوگا اور اُس کے تصرفات نافذ ہوتے رہینگے اور امام محمد رح کے نزدیک بدون قاضی کے مجور کرنے کے مجور ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور حجر کی صحت کیواسطے اُس شخص کا حاضر ہونا جسکو مجور کیا ہے شرط نہین ہے بلکہ حجر صحیح ہوگا خواہ وہ شخص حاضر ہو یا غائب ہو مگر فرق اسقدر ہے کہ غائب کو جبتک یہ خبر نہ پہونچے کہ قاضی نے مجھے مجور کیا ہے تب تک مجور نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور اگر قاضی کے

مجحور کرنے سے پہلے اُسنے[1] فروخت کیا تو امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور امام محمد رح کے نزدیک نہین جائز ہے کذا فی الکافی اور فرمایا کہ اگر مستحق حجر نے کچھ خریدا یا فروخت کیا تو ہم بیان کر چکے ہین کہ یہ تصرف اُسکا نافذ نہ ہوگا پھر اگر قاضی کے پاس مرافعہ ہوا تو ضرور ہے کہ یا یہ بیع مرغبت ہوگی اور اُسمین مجحور کے حق مین منفعت ہوگی یا نہ ہوگی پس اگر بیع رغبت ہو اور ہنوز مجحور نے ثمن پر قبضہ نہ کیا ہو تو قاضی اس بیع کو جائز رکھیگا مگر قاضی کو چاہیے کہ مشتری کو منع کر دے کہ مجحور کو ثمن نہ دیوے پس اگر قاضی نے بیع کی اجازت دی اور مشتری کو منع کر دیا کہ مجحور کو ثمن نہ دے پھر مشتری نے اسکو دیدیا اور وہ مجحور کے پاس تلف ہوا تو مشتری ثمن سے بری نہ ہوگا اور دوبارہ ثمن اُسکو دینے پر مجبور کیا جائیگا اور مشتری کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ بیع توڑ دے اور نہ اُسکو خیار حاصل ہوگا اور اگر قاضی نے مطلقاً بیع کی اجازت دیدی اور مشتری کو منع نہ کیا کہ مجحور کو ثمن نہ دے اور مشتری نے دیدیا تو جائز ہے اور مشتری ثمن سے بری ہو جائیگا اور اگر قاضی نے مطلقاً بیع کی اجازت دیدی پھر اسکے بعد کہا کہ مین مشتری کو منع کرتا ہون کہ مجحور کو ثمن نہ دیوے تو یہ ممانعت باطل ہے حتے کہ اگر مشتری نے اسکو دام دیدیے تو جائز اور بری ہو جائیگا اور اگر مشتری کو اسوقت خبر نہو پہنچی ہو کہ قاضی نے مجھے منع کیا ہے تو مشتری کو جائز نہین ہے کہ مجحور کو ثمن دیدے اور صرف ایک شخص کی خبر سے مشتری کے حق مین ممانعت کا حکم ثابت ہو جائیگا خواہ یہ شخص مخبر عادل ہو یا نہو مگر یہ صاحبین کا مذہب ہے اور امام اعظم رح کے قول پر جب تک دو شخص خبر نہ دین یا ایک شخص عادل مخبر نہ ہو تب تک مشتری کے حق مین ممانعت کا حکم ثابت نہ ہوگا اور اگر مستحق حجر نے ثمن وصول کر لیا ہو اور وہ اُسکے پاس موجود ہو اور قاضی کی راے مین یہ عقد بیع مجحور کے حق مین بہتر ہو تو قاضی اس بیع کی اجازت دیکر تمام کر دیگا اور یہ حکم مثل تصرف نابالغ کے ہے کہ جب نابالغ کے قاضی کو خبر ہو جاوے تو وہ بھی ایسا ہی کریگا پھر قاضی اس مستحق حجر سے وہ ثمن لیکر اپنی حفاظت مین رکھیگا یہانتک کہ اُسکی راست روی ظاہر ہو جیسا کہ اسکے باقی تمام اموال کی نسبت حکم ہے اور یہ سب اس صورت مین ہے کہ یہ بیع مفید ہو اور اگر مفید برغبت نہ ہو مثلاً بیع مین محاباۃ[2] واقع ہوئی ہو تو قاضی اس عقد کو جائز نہ رکھیگا بلکہ باطل کر دیگا پس اگر مجحور نے ثمن وصول نہ کیا ہو تو مشتری ثمن سے بری ہوگیا اور بیع اسکے پاس سے واپس لی جاوے اور اگر مجحور نے ثمن وصول کر لیا ہو اور بعینہٖ قائم ہو تو مشتری کو واپس دیا جائیگا اور اگر مجحور کے ثمن وصول کرنے کے بعد اُسکے پاس تلف ہوا تو قاضی اس عقد کو جائز نہ رکھیگا بلکہ رد کر دیگا اور مجحور اپنے مشتری کو کچھ ضمان نہ دیگا اور اگر مجحور نے ثمن

[1] ظاہر یہ کہ یتیم غیر رشید جو بالغ ہوا اُسکی طرف ضمیر راجع ہو یا پھر ایسے مجحور کیطرف راجع ہے جو امام ابو یوسف کے نزدیک قبل حجر قاضی مجحور نہین ہوتا اور امام محمد رح کے نزدیک ہو جاتا ہے فافہم واللہ اعلم ۱۲ [2] محاباۃ یعنی قیمت سے خسارہ ظاہر ہو تو وہ ساقط باطل کرنا ضرور ہے

تلف کر دیا ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر بیع مین محاباۃ واقع ہوتی ہی تو قاضی اس عقد کو باطل کر دیگا پھر دیکھا جائیگا کہ اگر ضروری کام مین ثمن تلف کیا ہے مثلاً اپنے نفقہ مین خرچ کیا یا حج ادا کیا یا اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کی تو قاضی مشتری دہندہ کو مجور کے مال سے اُسکے مثل دیدیگا اور اسمین کچھ تفاوت نہین ہے کہ خواہ اپنے مال سے صرف کیا ہو یا مال غیر سے پھر اپنے مال سے غیر کو اُس کے مثل دیدیا ہو اور اگر بیع مفید برغبت ہو تو قاضی اس بیع کو جائز رکھیگا۔ اور اگر مجور نے غیر ضروری چیزون مین ثمن تلف کیا ہو جیسے غنا وغیرہ مین جو بدکام ہین اُڑا یا ہو تو بلاشک قاضی اس بیع کو باطل کر دیگا خواہ بیع برغبت ہو یا بمحاباۃ پھر امام ابو یوسف کے نزدیک مجور اسکے مثل مشتری کو تاوان دیگا اور امام محمد رح کے نزدیک نہ دیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر زید پہلے صالح تھا پھر مفسد ہو گیا اور قاضی نے اُسکو مجور کر دیا اور عمرو نے زید سے پہلے کوئی چیز خریدی تھی پھر مجور و مشتری نے باہم اختلاف کیا پس عمرو نے کہا کہ مین نے تجھ سے یہ چیز حالت صلاح مین خریدی تھی اور زید نے کہا کہ حالت حجر مین خریدی تھی تو مجور کا قول قبول ہو گا اور اگر دونون نے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے تو عمرو کے گواہ قبول ہونگے اور اگر قاضی نے زید کا حجر توڑ دیا اور مطلق العنان کر دیا اور عمرو نے کہا کہ مین نے تجھ سے بعد مطلق العنان ہونے کے خریدی ہے اور مجور نے کہا کہ حالت حجر مین خریدی ہے تو مشتری کا قول قبول ہو گا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر ایک لڑکا بالغ ہوا حالانکہ وہ اپنے مال کی اصلاح کرتا ہے اور راست روی پر ہے پھر اُسکے وصی یا قاضی نے اُسکو اسکا مال دیدیا اور اُسنے اپنے غلامون مین سے کوئی غلام فروخت کیا اور ہنوز غلام نہ دیا اور نہ ثمن پر قبضہ کیا تھا کہ مفسد اور مستحق حجر ہو گیا پھر مشتری نے اسکو ثمن دیدیا تو امام محمد رح کے نزدیک یہ باطل ہے اور مشتری ثمن سے بری نہ ہو گا اور امام ابو یوسف کے نزدیک بری ہو جائیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر زید عمرو کے غلام فروخت کرتا ہے حالانکہ مرد صالح ہے اور زید نے اُسکا غلام فروخت کیا پھر بائع مفسد مستحق حجر ہو گیا پھر اسکے بعد ثمن وصول کیا تو مشتری بری نہ ہو گا ولیکن اگر زید نے یہ ثمن عمرو کو پہونچا دیا تو مشتری بری ہو جائیگا اور اگر نہ پہونچایا یہانتک کہ بائع کے پاس تلف ہو گیا تو مشتری کا مال گیا اور بائع ضامن نہ ہو گا اسیطرح اگر نابالغ کو اُسکے ولی نے تجارت کی اجازت دیدی اور اُسنے ایک غلام فروخت کیا پھر ولی نے اسکو مجور کر دیا اور ہنوز اُسنے ثمن وصول نہین کیا تھا پھر مشتری نے اُسکو ثمن دیا تو بری نہ ہو گا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور اگر زید نے عمرو کو اپنے غلام فروخت کرنے کا حکم کیا حالانکہ عمرو مفسد ہے مصلح نہین ہے مستحق حجر ہے اُسنے فروخت کر کے ثمن پر قبضہ کیا اور عمرو اسکے مفسد ہونے کو جانتا ہے یا نہین جانتا ہے تو اُسکا فروخت کرنا اور ثمن پر قبضہ کرنا جائز ہے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر قاضی نے کسی سفیہ کو مجور کیا پھر اُسکو اُس کے

مال سے کوئی چیز خرید یا فروخت کرنیکی اجازت دی اُسنے کیا تو جائز ہے اور قاضی کا اجازت دینا اُسکے حق مین حجر سے نکالنا شمار ہوگا ولیکن اگر اسنے ہبہ یا صدقہ کیا تو جائز نہین ہے اور اگر قاضی نے اُسکو کسی چیز خاص کی خرید یا فروخت کی اجازت دی تو یہ اجازت اُسکے حق مین حجر سے نکالنا شمار نہوگی اور اگر اس کو خاصۃً گیہون خریدنے کی اجازت دی تو یہ اجازت اُسکے حق مین حجر سے نکالنا شمار ہوگی یہ ظہیریہ مین ہی- اور اگر ایک یتیم جب بالغ ہوا تب مفسد بالغ ہوا اور قاضی نے اُسکو مجحور کیا یا نہ کیا اور اُسنے اسنے وصی سے اپنا مال مانگا اور وصی نے دیدیا وہ اسکے پاس تلف ہوا یا اُسنے تلف کیا تو وصی ضامن ہوگا اسیطرح اگر وصی نے اُسکے پاس ودیعت رکھا ہو تو بھی یہی حکم ہی یہ مبسوط مین ہی- قال[1] المترجم ینبغی ان یکون ہذا علی قول محمد رح فانہ لا یتاتی علی قول ابی یوسف قبل حجر القاضی علیہ ولا علی قول ابی حنیفۃ حیث لم یجوز الاعظم الحجر علی الحر البالغ کما مر فتامل- اگر کوئی نابالغ جب بالغ ہوا تو مفسد غیر مصلح بالغ ہوا اور قاضی نے اسکو مجحور کیا یا نہ کیا مگر اجازت دی کہ اسنے مال سے خرید و فروخت کرے تو اجازت صحیح ہے حتے کہ اگر اُسنے خرید یا فروخت کی اور ثمن پر قبضہ کیا تو بلا خلاف جائز ہے بخلاف باپ و وصی کے کہ اگر ان دونون مین سے کسی نے اجازت دی ہو تو صحیح نہین ہے اور اگر ایسے بالغ شدہ نے ہبہ یا صدقہ کیا تو جائز نہین ہی ولیکن اگر غلام آزاد کیا تو جائز ہے مگر غلام اپنی قیمت کے واسطے سعی کریگا جیسا کہ قبل اجازت کے حکم تھا اور اگر اُسنے خرید و فروخت اسقدر ثمن پر کی جسمین لوگ خسارہ شمار کرتے ہین مگر اسقدر خسارہ برداشت کر لیتے ہین تو جائز ہے اور اگر اسقدر خسارہ ہو کہ لوگ برداشت نہین کرتے ہین تو جائز نہین ہی اور اگر کسی خاص غلام کی خرید یا فروخت کیواسطے اجازت دی ہو تو جائز ہے مگر یہ اجازت تمام چیزون کے واسطے کافی نہوگی یہ محیط مین ہی- اور اگر اُسنے اپنے غلام کو مدبر کیا تو جائز ہے پھر اگر مولے مرگیا اور اُس سے کوئی طریقہ رشد کا نہ پایا گیا تو وہ غلام اپنی قیمت کیواسطے بحالت مدبر ہونے کے سعی کریگا کذا فی التبیین اور اگر اُس کی باندی کے بچہ پیدا ہوا اور اُسنے نسب کا دعوی کیا تو صحیح ہے اور نسب ثابت ہوگا اور بچہ بلا سعایت آزاد ہوگا اور اسکی مان مولے کے مرنے کے بعد بلا سعایت آزاد ہو جاویگی اور یہ حکم اسوقت ہے کہ بچہ کا علوق اُسکی ملک مین ہوا ہو اور اگر اسکی ملک مین نہ ہوا ہو اور اُسنے نسب کا دعوی کیا تو نسب ثابت ہوگا ولیکن اُسکا بچہ سعایت کر کے قیمت ادا کر کے آزاد ہوگا اور اسکی مان مولے کے مرنے پر سعایت کر کے آزاد ہوگی اور اگر اُس باندی کا کوئی بچہ معلوم نہ ہوتا ہو اور اُسنے دعوی کیا کہ یہ میری ام ولد ہی

[1] مترجم کہتا ہے کہ یہ حکم بنا بر قول امام محمد رح ہونا چاہیے کیونکہ امام ابو یوسف کے قول کی یہ صورت ممکن نہین جبتک قاضی اسکو مجحور نہ کرے اور امام اعظم رح کے قول پر سرے سے ناممکن ہی کیونکہ وہ آزاد بالغ پر حجر تجویز نہین کرتے جیسا پہلے بیان ہوا ۱۲ – م

تو بمنزلہ ام ولد کے قرار دیجائیگی کہ اسکو فروخت نہیں کرسکتا ہے اور اگر آزاد ہوئی تو تمام قیمت کیواسطے سعی کریگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اُسکا کوئی غلام ہو کہ اُسکی ملک مین نہ پیدا ہوا ہو اور اُسنے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے حالانکہ ایسا شخص اس مدعی سے پیدا ہو سکتا ہے تو وہ اُسکا بیٹا قرار دیا جائیگا اور آزاد ہو جائیگا اور اپنی تمام قیمت کیواسطے سعی کریگا یہ مبسوط مین ہی۔ فرمایا کہ اگر ایسا شخص ہو کہ اُس سے کوئی راہ ہدایت کی پائی نہیں جاتی ہے اور اُسنے اپنے باپ کو خریدا اور مشہور ہے کہ یہ اُس کا باپ ہے اور قبضہ کیا تو خرید جائز ہے اور وہ اُسکی طرف سے آزاد ہو جائیگا پھر مذکور ہے کہ مشتری اپنے بائع کو اُسکی قیمت کی ضمان نہ دیگا بلکہ وہی غلام اپنی قیمت سعایت کرکے ادا کریگا اور اگر اپنے بیٹے کو خریدا اور معروف ہے کہ یہ اُسکا بیٹا ہے اور قبضہ کرلیا تو خرید فاسد ہے مگر وقت قبضہ کے وہ بیٹا آزاد ہو جاویگا پھر اپنی قیمت سعی کرکے بائع کو ادا کریگا اور بائع مال مشتری مین سے کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر مجور کو اُسکا معروف بیٹا یا کوئی غلام ہبہ کیا گیا اور اُسنے دعوی کیا کہ یہ غلام میرا بیٹا ہے تو وہ آزاد ہو جاویگا اور اُسکو اپنی قیمت کی سعایت لازم ہوگی جیسا کہ خود آزاد کرنے کی صورت مین حکم تھا اور اگر کسی عورت سے نکاح کیا تو نکاح صحیح ہے اور دیکھا جائیگا کہ اُسکا مہر المثل کیا ہے اور جو اُسنے مہر مقرر کیا ہے وہ کیا ہے پس جو مقدار دونوں مین سے کم ہو وہ اسکے ذمہ لازم ہوگی اور مقدار مسمی مین سے جسقدر مہر مثل سے زیادہ ہے کم کیا جائیگا اور اگر اُسکو قبل دخول کے طلاق دی تو اُسکے مال سے نصف مہر واجب ہوگا کیونکہ تسمیہ مقدار مہر المثل مین اور تنصیف مہر مقررہ کی طلاق قبل دخول کے دینا حکم نفی یعنی ثابت بالنص[۲] ہے اسیطرح اگر چار عورتون سے نکاح کیا یا ہر روز ایک عورت سے نکاح کیا اور طلاق دی تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط مین ہی۔ اور عورت مجورہ مثل مرد مجور کے ہے پس اگر عورت مجورہ نے اپنا نکاح اپنے کفو مین سے مرد سے کیا تو جائز ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر کوئی عورت بسبب اپنا مال برباد کرنے کے مجورہ[۳] بالغ ہوئی اور اُسنے کسی مرد سے اپنے مہر مثل پر یا کم یا زیادہ پر نکاح کیا اور اُسکا کوئی ولی نہیں ہے پھر قاضی کے پاس اُسکا مرافعہ ہوا پس اگر مرد نے اُسکے ساتھ دخول نہ کیا ہو حالانکہ اُسکا کفو ہو اور عورت نے اُسکے ساتھ مہر مثل یا زیادہ پر یا ایسی کمی پر جیسے لوگ برداشت کرلیتے ہین نکاح کیا ہو تو نکاح جائز ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم جو کتاب مین مذکور ہے امام اعظمؒ اور آخر قول امام ابو یوسف کا ہے اور بعضون نے فرمایا کہ یہ بالاتفاق سب کا قول ہے اور یہی ظاہر ہے پس اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام محمدؒ نے امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے قول کیطرف کہ نکاح بدون ولی کے جائز ہے

---

[۱] مثلاً غلام پندرہ برس کا اور قاتل چالیس برس کا ہو ۱۲ [۲] بالنص یعنی آیت سے صریح ثابت ہے کہ نصف مہر مقررہ دیا جاوے اور مہر مثل بعد بیان کے مقرر ہو چکا ۱۲ [۳] مجورہ یعنی اس بربادی کی وجہ سے وہ مستحق حجر ٹھہری خواہ اسی حالت مین بالغ ہوئی ۱۲ ۔ ۔

رجوع کیا ہی۔ اور اگر اس عورت نے اپنے کفو سے مہر مثل سے اسقدر کم پر کہ جیسی کمی لوگ برداشت نہین کرتے ہین نکاح کیا ہو تو نکاح جائز ہے مگر شوہر سے کہا جائیگا کہ تیرا جی چاہے تو تو اسکا مہر مثل پورا کر دے ورنہ انکار کر پس اگر اسنے انکار کیا تو قاضی دونون مین تفریق کر دیگا اور ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم امام اعظم رح کے قول پر ہے کہ اُنکے نزدیک یہ اصول ہے کہ اگر عورت نے مہر مثل سے اسقدر کمی پر جو لوگ برداشت نہین کرتے ہین نکاح کیا تو اولیا کو حق اعتراض حاصل ہوگا اور شوہر کو اختیار دیا جائیگا کہ یا تو اُسکا مہر مثل پورا کرے ورنہ انکار کرے کہ قاضی دونون مین تفریق کر دے اور صاحبین کے نزدیک کمی مہر اس طرح بھی عورت کی طرف سے صحیح ہی اور اولیا کو حق اعتراض نہین پہونچتا ہے اور بعضے مشائخ نے کہا کہ نہین بلکہ یہ صاحبین کے قول پر ہے۔ اور اگر شوہر نے فسخ کرنا اختیار کیا تو اُسپر مہر کچھ قلیل یا کثیر لازم نہ ہوگا اگرچہ تفریق شوہر کی طرف سے پیدا ہوئی یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر اس عورت نے غیر کفو سے مہر مثل پر نکاح کیا تو قاضی کو دونون مین تفریق کا اختیار ہے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اس عورت سفیہ نے شوہر سے کسیقدر مال پر خلع کیا تو جائز ہے اور اُسپر مال واجب نہوگا نہ فی الحال اور نہ ثانی الحال پھر اگر طلاق ایسے الفاظ سے واقع ہوئی ہو جو باب طلاق مین صریح ہین تو یہ طلاق بائن نہین بلکہ رجعی ہو گی کہ مرد کو اُس سے رجعت کا اختیار ہوگا اگر اُسکے ساتھ دخول کر چکا ہے اور اگر بلفظ خلع طلاق دیا تو بائن واقع ہو گی اور یہ حکم بخلاف امۃ[1] بالغہ مصلحہ کے ہے کہ اگر ایسی باندی نے اپنے شوہر سے خلع کیا تو طلاق بائن واقع ہو گی خواہ بلفظ صریح ہو یا بلفظ خلع ہو کیونکہ عوض اگر فی الحال واجب نہ ہوا تو ثانی الحال واجب ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر ایسی باندی نے باجازت مولے خلع کیا ہو تو مال فی الحال واجب ہوگا اور اگر بلا اجازت مولے ہو تو اُسپر بعد عتق کے ادا ے مال واجب ہوگا یہ فتاوے قاضیخان مین ہی۔ اور سفیہ کی زکوۃ سفیہ کے مال سے نکالکر اُسکے بیٹے و زوجہ اور اُسکے ذوی الارحام پر جن کا نفقہ اُسپر واجب ہے خرچ کریگا اور اصل اس باب مین یہ ہے کہ جو مال سفیہ پر بایجاب اللہ تعالی واجب ہوا جیسے حج و زکوۃ یا حق العباد واجب ہوا تو اُسمین سفیہ اور مصلح[2] دونون یکسان ہین کیونکہ سفیہ بھی مخاطب بخطاب تکلیفی ہی مگر قاضی بقدر زکوۃ کے سفیہ کو دیدیگا تاکہ زکوۃ کے مصارف مین خرچ کرے لیکن اسکے ساتھ ایک شخص امین روانہ کریگا تاکہ اور کسی مصرف مین سوا ے مصرف زکوۃ کے خرچ نہ کرے یہ عینی شرح ہدایہ مین ہی۔ اور اگر اُسنے قاضی سے کچھ مال طلب کیا تاکہ اپنے اہل قرابت کو جنکا نفقہ اُسپر واجب ہے بطور صلہ رحم کے دیوے تو قاضی اُسکی درخواست منظور کریگا مگر مال اُسکے ہاتھ مین نہ دیگا بلکہ خود اُسکے ذی رحم محرم کو دیدے گا اور اس باب مین قاضی اُسکا

[1] یعنی باندی بالغہ جسکا چال چلن درست ہو ۱۲ [2] مصلح جو ڈھنگ سے چلتا ہو برخلاف سفیہ کے جو بے ڈھنگ بیوقوف ہوتا ہے ۱۲

قول قبول نہ کریگا بلکہ جب تک گواہ اسکی قرابت پر اور قرابتی کی تنگدستی پر قائم نہ ہون تب تک ایسا نہ کریگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور فرمایا کہ سفیہ مرد کے قول کی اقرار بالنسب مین تصدیق نہ ہو گی مگر چار صورتون مین ایک باپ دوسرا بیٹا تیسری زوجہ چوتھا مولے العتاقہ اور انکے ماسوائے مین تصدیق نہ ہو گی اور اگر عورت سفیہ ہو تو تین صورتون مین بیٹا و شوہر و مولے العتاقہ اور والد کے اقرار نسب کی تصدیق نہ ہو گی پھر اگران لوگون کے حق مین اس کے اقرار کی تصدیق ہوئی اور ماسوائے انکے اور لوگ بھی گواہون سے ثابت ہوے تو ان کا نفقہ بھی سفیہ کے مال سے واجب ہوگا اور اگر اور لوگ گواہون سے ثابت نہ ہوے بلکہ فقط سفیہ نے اقرار کیا تو نفقہ واجب نہ ہوگا ایسے ہی اگر سفیہ نے اپنی عورت کے گذشتہ ایام کے نفقہ واجبہ کا اپنے اوپر اقرار کیا تو بدون گواہون کے اس کی تصدیق نہ ہو گی یہ محیط مین ہے اور اگر سفیہ نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی یا ہدی یا صدقہ نذر مانا یا اس نے اپنی عورت سے مظاہرت کی اس کے ذمہ مال لازم نہ ہوگا بلکہ اپنی قسم و ظہار کا کفارہ روزہ رکھکر ادا کرے یہ کافی مین ہے۔ اور اگر اپنی عورت سے مظاہرت کی اور کفارہ مین غلام آزاد کیا تو یہ غلام اس کے کفارہ ظہار کی ادا کے واسطے کافی نہ ہوگا بلکہ غلام اپنی قیمت سعی کر کے ادا کرے گا اور سفیہ پر واجب ہوگا کہ پیاپے دو مہینہ تک روزے رکھے اور اگر اس محجور نے کسی کو خطا سے قتل کیا تو دیت اسکی مددگار برادری پر واجب ہو گی اسیطرح لاٹھی سے اگر کسیکو قتل کیا تو دیت اسکی مددگار برادری پر بطور تغلیظ واجب ہو گی پھر وہ بردہ آزاد کر کے کفارہ نہین ادا کر سکتا ہے بلکہ پیاپے دو مہینہ تک روزے رکھے اور اگر کفارہ مین غلام آزاد کیا تو مثل ظہار کے کفارہ ادا نہ ہوگا اور غلام پر واجب ہوگا کہ سعی کر کے اپنی قیمت ادا کرے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مفسد نے ایک مہینہ تک روزے رکھے پھر مصلح ہوگیا تو پھر اسکے کفارہ سے سوائے عتق کے اور کچھ روا نہین ہے جیسا کہ تنگدست کے غنی ہو جانے مین حکم ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر سفیہ نے حج الاسلام کا قصد کیا تو منع نہ کیا جائیگا مگر قاضی حج کا خرچہ اسکو نہ دیگا اس خوف سے کہ راہ مین اسراف کے ساتھ خرچ نہ کرے بلکہ کسی شخص حاجی ثقہ کو دیگا کہ بطور معروف راہ مین اسپر خرچ کرے اور اگر ایک عمرہ کا قصد کیا تو استحساناً منع نہ کیا جائیگا اور قیاساً منع کیا جائیگا اور قران سے منع نہ کیا جائیگا اور نہ سوق بدنہ سے منع کیا جائیگا یہ تبیین مین ہے۔ پھر قارن پر ہدی لازم ہے اور ہمارے نزدیک اسکو بکری کی قیمت کافی ہے لیکن بدنہ افضل ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر اس نے اپنے احرام مین

ـــــــــــــــــــــــ

[1] سوق البدنہ یعنی اپنے ساتھ قربانی کا بدنہ اونٹ یا گائے ہانکتے چلا تو روا ہے پھر وہ احرام سے باہر نہوگا جب تک کہ دسوین ذی الحجہ کو قربانی نہ ہو جائے اور عمرہ اس سے پہلے بطور قران کے ادا کرے ۱۲ - + + + + + + + + + + +

کوئی جنایت کی تو دیکھنا چاہیے کہ اگر ایسی جنایت ہے جسمین کفارہ روزہ سے ادا ہوتا ہے جیسے قتل صید
اور بعذر حلق سر وغیرہ تو اسکو مال سے کفارہ دینے کی قدرت نہ دیجاویگی بلکہ روزے رکھکر ادا کرے
اور اگر ایسی جنایت ہو جسمین روزے سے کفارہ ادا نہین ہوتا ہے جیسے بلا عذر و ضرورت سر منڈوانا
اور خوشبو لگانا اور واجبات کا ترک کرنا تو اُسپر دم یعنی قربانی واجب ہوگی مگر محجور کو فی الحال
قربانی کرنے کا قابو نہ دیا جائیگا بلکہ تاخیر کیجاویگی یہانتک کہ مصلح ہوجاوے وہ بمنزلہ ایسے فقیر کے جو
مال نہین رکھتا ہے یا غلام ماذون کے ہوگا درحالیکہ اُسنے احرام مین جرم کیا ہو یہ تبیین مین ہے
اور اگر وقوف عرفہ کے بعد اُسنے اپنی عورت سے جماع کیا تو اُسپر بدنہ واجب ہوگا اور تاخیر دیجاویگی
یہانتک کہ مصلح ہوجاوے اور اگر وقوف عرفہ سے پہلے جماع کیا تو اپنے احرام کے اتمام کے نفقہ سے
اور سال آیندہ مین قضا کیواسطے عود کرنیکے نفقہ سے منع نہ کیا جائیگا مگر کفارہ سے ممنوع کیا جائیگا
اور عمرہ اس حکم مین مثل حج کے ہے یعنی حق محجور مین اور اگر اس محجور نے سوائے طواف زیارت کے
سب حج اسلام ادا کیا اور اپنے اہل کی طرف لوٹ آیا اور طواف صدر ادا نہ کیا تو طواف کیواسطے
واپس جانیکے نفقہ کی اجازت دیجاویگی اور واپسی مین وہی افعال ادا کرے جو اُسنے ابتدا ے
حج مین ادا کیے ہین مگر جو شخص متولی نفقہ ہوا ہے اُسکو حکم دیا جائیگا کہ واپسی مین اسکو نفقہ نہ دیوے
پھر یہ شخص محجور اسکے سامنے طواف ادا کریگا اور اگر حالت جنایت مین طواف کرکے اپنے اہل
کیطرف واپس آیا تو اُسکے طواف کیواسطے نفقہ واپسی کی اجازت نہ دیجاویگی مگر اُسپر طواف
زیارت کیلیے ایک بدنہ اور طواف صدر کیلیے ایک بکری واجب ہوگی کہ مصلح ہوجانے کے
بعد دونون ادا کرے اور اگر حج مین وہ محصور ہوا تو منفق متولی کو چاہیے کہ ایک ہدی بھیجے کہ
اس سے وہ حلال ہوجاوے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر حج تطوع یا عمرہ تطوع کا احرام باندھا
تو قاضی اُسکو نفقہ بقدر کفایت دیدیگا یہ فتاوے قاضیخان مین ہے۔ اور اگر اس محجور نے حج
تطوع کا احرام باندھا تو اسکی قضا کے واسطے نفقہ سفر اسکو نہ دیا جائیگا مگر جسقدر نفقہ اُسکو اُس کے
گھر مین کفایت کرے وہ مقرر کیا جائیگا اور سوائے اسکے جو کچھ سفر مین زیادہ نفقہ و سواری کی
ضرورت ہوتی ہے وہ بڑھایا نہ جائیگا پھر اُس سے کہا جائیگا کہ تیرا جی چاہے تو پیدل حج کو جا
اگرچہ یہ محجور بہت خوشحال کثیر المال ہو اور قاضی اُسکو اُسکے گھر مین فراخی کیساتھ نفقہ دیتا ہو اور
جو دیتا ہو اسمین نفقہ مین خرچ کرنے کے بعد کچھ بچتا ہو پس اُسنے کہا کہ مین اُسمین سے کرایہ کرونگا
اور اپنے خرچ مین بطور معروف خرچ کرونگا تو اسکو اجازت دیجاویگی بدون اسکے کہ اسکے
ہاتھ مین خرچہ دیا جاوے بلکہ ایک شخص ثقہ کو دیا جائیگا کہ جیسا یہ چاہتا ہے یعنی بطور معروف
اُسپر خرچ کرے۔ اور اگر محجور پیدل چلنے پر قادر نہ ہوا اور احرام مین پڑا رہا اور بہت دن

گذر گئے یہانتک کہ اسکو اس احرام مین ایسی کچھ ضرورت پیش آئی کہ جس سے اُسکے حق مین مرض وغیرہ کا خوف ہوا تو ایسی حالت مین یعنی بوقت ضرورت کچھ ڈر نہین ہو کہ اسکے مال سے اُسکو اسقدر دیا جاوے کہ اپنا احرام تمام کرکے احرام سے خارج ہو کر واپس آوے اسیطرح اگر احرام تطوع مین محصر ہوا تو اسکی طرف سے ہدی ارسال نہ ہوگی ہان اگر چاہے کہ میرے نفقہ مین سے خرید کر کے بھیجی جاوے تو ہوسکتا ہے اور جب اُسنے ایسا چاہا تو منع نہین کیا جائیگا اور اگر اُسکے نفقہ مین ہدے خرید کر بھیجنے کی گنجائش نہ ہو تو یون ہی احرام مین چھوڑ دیا جائیگا یہانتک کہ ویسی ہی ضرورت پیش آوے جو ہمنے بیان کر دی ہو پھر بوقت ضرورت البتہ اُسکے مال سے ہدے خرید کر کے روانہ کیجائیگی تاکہ وہ اپنے احرام سے باہر ہو اور ایسے امور مین صرف اس بات کا لحاظ کیا جائیگا کہ اسکی اور اس کے مال کی اصلاح ہو یہ مبسوط مین ہو۔ اگر محجور نے کچھ وصیت کی پس اگر یہ وصیت اہل خیر و صلاح کی وصیتون کے موافق ہو جیسے حج یا مساکین کو دینے وغیرہ کی جن سے تقرب الی اللہ ہوتا ہے تو استحساناً جائز ہے اور اُسکے تہائی مال سے نفاذ ہوگا اور اگر اسکی وصیت اہل خیر و صلاح کی وصیت کے مخالف ہو تو اُسکا نفاذ واجب نہین ہو یہ فتاوے قاضیخان مین ہو۔ اور منتقی مین ہے کہ اگر وصی نے وارث کو وقت بلوغ کے اُسکا مال دیدیا حالانکہ وہ مفسد مستحق حجر بالغ ہوا ہے تو دینا جائز ہے اور وصی ضمان سے بری ہوگا یہ محیط مین ہو قال[1] المترجم الظاہر انہ علی قول الشیخین رحمہما اللہ تعالے اما عند الامام فلانہ لایری الحجر فیما نحن فیہ مطلقاً و اما عند ابی یوسف فلانہ لاحجر عندہ قبل القضاء وینبغی ان یکون فیہ خلاف محمد رح واللہ اعلم۔ اب رہا بیان حجر بسبب فسق کے سو واضح ہو کہ ہمارے نزدیک فاسق محجور نہین کیا جاتا ہے جبکہ وہ اپنے مال کا مصلح ہو اور فسق اصلی اور طاری دونون برابر ہین اور رہا حجر بسبب غفلت کے اور غافل وہ ہے کہ مفسد مال نہو ولیکن بسبب غفلت کے اور سلیم القلب ہونے کے نافع تصرفات کو نہ سمجھے اور تجارات مین نقصان اُٹھاوے اور باز نہ رہے تو صاحبین کے نزدیک قاضی ایسے غافل کو محجور کریگا یہ کافی مین ہو۔ اور اگر نابالغ محجور نے کچھ مال اپنی عورت کے مہر ادا کرنیکے واسطے قرض لیا تو صحیح ہو پھر اگر اُسنے عورت کو نہ دیا اور اپنی بعض ضرورتون مین خرچ کر دیا تو ماخوذ نہ ہوگا نہ اب اور نہ بعد بلوغ کے اور غلام محجور نے اگر مال قرض لیا اور تلف کر دیا تو فی الحال اسمین ماخوذ نہ ہوگا اور نہ بعد[2] عتق کے ماخوذ ہوگا اور اگر کسی شخص نے غلام محجور کو مال ودیعت دیا اُسنے اقرار کیا کہ مین نے تلف کر دیا ہے تو تصدیق نہ کیا جائیگا اور اگر اسکے بعد مصلح ہوگیا تو اس سے

[1] مترجم کہتا ہے کہ بظاہر یہ حکم بقول امام ابی حنیفہ رح و ابی یوسف ہے کیونکہ ابوحنیفہ رح کے نزدیک یہان مطلقاً حجر نہین ہے اور ابو یوسف رح کے نزدیک حکم قاضی سے پہلے حجر نہین ہے۔ ہان اسمین امام محمد رح کا اختلاف ہونا چاہیے واللہ تعالے اعلم ۱۲ منہ

[2] نہ بعد عتق الخ نسخہ مین اسی طرح ہے فافہم وتامل ۱۲

اُسکے اقرار کا حال دریافت کیا جائیگا پس اگر اُسنے کہا کہ مین نے جو اقرار کیا تھا وہ حق تھا تو فی الحال اُس سے مواخذہ کیا جائیگا اور اگر کہا کہ باطل تھا تو ماخوذ نہ ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور اگر سفیہ محجور کو کسی شخص نے مال ودیعت دیا اُسنے اقرار کیا کہ مین نے تلف کر دیا تو اُسکے اقرار کی تصدیق نہ ہوگی پھر اگر اسکے بعد صالح ہوگیا تو اسکے اقرار کا حال دریافت کیا جائیگا پس اگر اسنے اقرار کیا کہ مین نے حالت فساد مین تلف کیا ہے تو کچھ ضامن نہ ہوگا امام اعظم کے قول مین اگر امام رحمۃ اللہ کے نزدیک سفیہ محجور ہوتا ہو[1] اور یہ امام محمد رح کا قول ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک ضامن ہوگا اور اگر یہ اقرار کیا کہ مین نے حالت صلاح مین تلف کیا ہے تو ضامن ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر محجور نے کچھ مال قرض لیا اور اپنی ذات پر خرچ کیا اور جسقدر ایسے لوگون کا نفقہ ہوتا ہے اُسی حساب سے خرچ کیا اور قاضی نے اس مدت تک اسکو نفقہ نہین دیا تھا تو یہ قرضہ اسکے مال سے ادا کر دیگا اور اگر اُسنے باسراف خرچ کیا ہو تو قاضی مقرض کو اُسمین سے بقدر نفقہ معروف کے یعنی جسقدر ایسے لوگون کا خرچہ ہوتا ہے اسقدر دیدیگا اور زیادتی باطل کر دیگا کذا فی المبسوط و فی بعض نسخ الذخیرہ اور اگر زید نے اس سفیہ محجور کو مال ودیعت دیا اور محجور نے گواہون کے سامنے اُسکو تلف کر دیا تو ضامن نہوگا نہ فی الحال اور نہ مصلح ہوجانے کے بعد یہ قیاس قول امام اعظم ہے اگر امام اعظم کے مذہب مین یہ ہو کہ سفیہ محجور ہوتا ہے۔ اور امام محمد رح کا یہی قول ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک ضامن ہوگا اور جو حکم یہان مذکور ہے وہی نابالغ محجور مین ہے کہ اگر نابالغ کے پاس مال ودیعت ہو اور اُسنے گواہون کے سامنے تلف کر دیا تو امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک غیر ضامن اور امام ابو یوسف کے نزدیک ضامن ہوگا اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ مال ودیعت سوائے غلام و باندی کے ہو اور اگر غلام و باندی ہو اور محجور نے اُسکو خطا سے قتل کیا تو بالاتفاق سب کے نزدیک اُسکی قیمت محجور کی مددگار برادری پر واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر محجور نے ایسا اقرار کیا تو جبتک محجور ہے تب تک وہ ماخوذ نہ ہوگا پھر اگر صالح ہوگیا تو حالت صلاح مین اس سے اُسکے اقرار کا حال دریافت کیا جائیگا پس بعد اقرار کے جسدن سے اُسپر حکم ہوا اُسدن سے تین برس کے اندر اُسکی قیمت اُسکے مال سے لیجاویگی یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر محجور نے کسی دوسرے شخص زید کا مال بدون اُسکی اجازت کے لیکر تلف کر دینے کا اقرار کیا اور زید نے تصدیق کی اور قاضی کے پاس لایا اور محجور نے یہان بھی اقرار کیا تو قاضی محجور کے قول کی تصدیق نہ کریگا پھر اسکے بعد اگر صالح ہوگیا تو اس اقرار پر ماخوذ ہوگا مگر اس سے دریافت کیا جائیگا پس اگر اُسنے اقرار کیا کہ مین نے تلف کر دیا ہے اور سچا اقرار کیا تھا تو ماخوذ ہوگا اور مال اقراری اُسکے مال مین قرضہ قرار دیا جائیگا اور اگر تلف کر دینا ثابت نہ ہوا اور اقرار مین مبطل ہو تو ماخوذ نہ ہوگا اور

---

[1] ہوتا ہو یعنی وہ قائل نہین ہین اور اگر قائل ہوتے تو یہ حکم ہوتا ۱۲ - + + + + + + + + + -

واجب ہے کہ نابالغ بھی مجحور کے حکم مین ہو یعنی اگر نابالغ نے زید کا مال بلا اجازت تلف کرنے کا اقرار کیا
پھر بالغ ہوا اور کہا کہ جو مین نے اقرار کیا ہے وہ حق تھا تو ماخوذ ہوگا اور اگر کہا کہ حق نہ تھا تو ماخوذ نہ ہوگا
اور اگر رب المال نے کہا کہ تو اپنے اقرار مین محق یعنی حق پر تھا اور مجحور نے کہا کہ مبطل یعنی ناحق پر
تھا تو مجحور کا قول قبول ہوگا اور رب المال کو چاہیئے کہ گواہ پیش کرے کہ اُسنے حالت سفہ مین تلف
کیا ہی۔ اور جب مجحور نے کہا کہ مین اپنے اقرار مین مبطل تھا اور رب المال نے محق ہونے کا دعوے کیا تو
اسی کا قول قبول ہوگا اسیطرح اگر مجحور صبی نے بالغ ہو کر کہا کہ تو نے مجھے اُس زمانہ مین قرض دیا تھا
جبکہ مین نابالغ مجحور تھا یا ودیعت دیا تھا اور مین نے تلف کر دیا اور صاحب مال نے کہا کہ نہین بلکہ مین نے
تجھے قرض یا ودیعت دیا تھا درحالیکہ تو ماذون و بالغ تھا تو رب المال کا قول قبول ہوگا اور لڑکے
پر واجب ہے کہ اپنے دعوے پر گواہ قائم کرے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر زید نے مجحور کو قرض دیا یا ودیعت دی
پھر وہ مصلح ہو گیا پھر صاحب المال سے کہا کہ مجھے تو نے حالت فساد مین قرض دیا تھا یا ودیعت دی
تھی اور مین نے اُس کو خرچ کر دیا اور صاحب المال نے کہا کہ تیری صلاحیت کی حالت مین دیا ہی
تو صاحب مال کا قول قبول ہوگا اور مجحور ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر صاحب مال
نے کہا کہ مین نے تجھے حالت حجر مین قرض یا ودیعت دی تھی مگر تو نے حالت صلاح مین اُسکو تلف کر دیا
ہی اور مجھے تاوان چاہیے اور مجحور نے کہا کہ نہین بلکہ حالت فساد مین تلف کیا ہے اور تاوان نہین چاہیئے
ہی تو مجحور کا قول قبول ہوگا اور رب المال پر گواہ لانے واجب ہین کہ صالح ہونے کے بعد اُس کے
پاس وہ مال قائم تھا یہ محیط مین ہی

فصل دوم

حد بلوغ کی پہچان کے بیان مین۔ لڑکا جب بالغ
ہوتا ہی جب احتلام یا احبال یا انزال ہو اور لڑکی احتلام و حیض و حبل[1] سے بالغہ معلوم ہوتی ہے
کذا فی المختار اور جس سن تک پہونچنے سے لڑکے اور لڑکی کے بلوغ کا حکم دیا جاتا ہے وہ سن پندرہ
سال کا ہے یہ صاحبین کا مذہب ہے اور یہی ایک روایت امام اعظم رح سے ہے اور اسی پر فتوے ہے
اور مشہور روایت امام اعظم رح سے یہ ہے کہ اٹھارہ برس کا لڑکا بالغ اور سترہ برس کی لڑکی بالغ ہوتی
ہی کذا فی الکافی اور احتلام وغیرہ سے بالغ ہونے کی ادنی مدت طفل کے حق مین بارہ برس اور لڑکی
کے حق مین نو برس ہین اور اگر لڑکا بارہ برس سے کم اور لڑکی نو برس سے کم ہوا اور بلوغ کا دعوے کیا
تو بلوغ کا حکم نہ دیا جائیگا یہ معدن مین ہے اور اگر لڑکا اور لڑکی اپنے بلوغ کے مخبر ہوئے یعنی دونون نے
اپنے بالغ ہونے کی خبر دی اور انکا ظاہر حال انکے قول کے خلاف و مکذب نہین ہی تو انکا قول قبول
کیا جاویگا جیسے عورت کا قول حیض کے باب مین مقبول ہوتا ہی اور جب ہم نے ان دونون کا قول قبول
کیا تو انکے احکام مثل احکام بالغین کے قرار پاوینگے یہ اقطع کی شرح قدوری مین ہی۔ اور اگر لڑکی کو

---

[1] رب المال الخ اسواسطے کہ اس حالت مین وہ بالغ مقر ہو کہ تلف کیا و لیکن دعوی کرتا ہو کہ ضمان نہین لہٰذا گواہ لاوے ۱۲ [2] حبل الخ یعنی ان چیزون

حیض آیا یا لڑکا محتلم ہوا یا ایسا ہونے مین تاخیر ہوئی یہانتک کہ لڑکا پورے سن بلوغ انیس[۱۹] برس تک اور لڑکی سترہ[۱۷] برس تک پہونچگئی اور دونون کے آثار سے نیک چلن ظاہر ہوے اور اپنے مال کی حفاظت کرنے مین دونون امتحان کر لئے گئے اور دینداری مین ثابت پائے گئے تو انکا مال انکو دیا جائیگا اور اگر اُنکے آثار سے نیک چلن ظاہر نہوا تو کچھ نہ دیا جائیگا اور صاحبین رحمہما اللہ نے بھی ایسا ہی فرمایا ہے مگر اختلاف اسقدر کیا کہ تاخیر علامات کی صورت مین اُنکے نزدیک بلوغ پندرہ[۱۵] برس کے سن مین ہے اور جب سن بلوغ پر پہونچ جانے سے یا حیض و احتلام پائے جانے سے بلوغ کا حکم دیا گیا اگر نیک چلن اور مصلح ہو تو اُس کا مال اُس کو دیا جائیگا اور اگر ایسی صفت نہ پائی جاوے بلکہ مفسد ہو تو اُسکے وصی اور قاضی کو بالاجماع یہ اختیار ہے کہ اسکا مال اسکو نہ دیوے یہ محیط مین ہے۔ اور جب لڑکا یا لڑکی مراہق[۱] ہوئے اور یہ پہچان دشوار ہوئی کہ یہ بالغ ہین یا نہین ہین اور اُسنے کہا کہ مین بالغ ہون تو اُسکا قول قبول ہوگا اور اس کے احکام مثل بالغین کے قرار دیے جاوینگے یہ کافی مین ہے۔ اور اگر لڑکا اپنی عورت سے ہم صحبت ہوا حالانکہ ایسے سن تک پہونچ چکا ہے کہ اُس کے جماع سے عورت کا حاملہ ہونا متصور ہوسکتا ہے اور کسی عورت کے بچہ پیدا ہوا تو اس کا نسب ثابت ہوگا اور اُس شخص کے بالغ ہونے کا حکم دیا جائے گا اس لئے کہ ثبوت النسب مین ضرورت ظاہر ہے یہ ینابیع مین ہے

تیسرا باب۔ بسبب قرضہ کے حجر واقع ہونے کے بیان مین۔

بسبب قرضہ کے مجور رہنے کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص پر اسقدر قرضہ ہو جاوے کہ اسکے تمام مال کو گھیر لیوے یا اُس کے مال سے زیادہ ہو جاوے اور قرضخواہون نے قاضی سے درخواست کی کہ اسکو مجور کر دیجیے تاکہ اپنا مال ہبہ یا صدقہ نہ کرے اور نہ کسی دوسرے قرضدار کے واسطے اقرار کر دے تو صاحبین کے نزدیک قاضی اُس کو مجور کر دیگا اور یہ حجر کارآمد ہوگا کہ پھر اُس کے بعد اسکا ہبہ کرنا یا صدقہ کرنا صحیح نہ ہوگا اور امام اعظم رہ کے نزدیک قاضی اُس کو مجور نہ کریگا اور اُس کا حجر کارآمد نہ ہوگا حتے کہ اُس کے ایسے تصرفات سب صحیح ہونگے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مقروض مجور نے کسی عورت سے نکاح کیا تو نکاح صحیح ہے پس اگر اس کے مہر مثل سے مہر زیادہ کیا تو بقدر مہر مثل کے اس قرضخواہ کے حق مین ظاہر ہوگا جس کی وجہ سے مجور ہوا ہے پس وہ قرضخواہ مہر مثل مین اپنا حصہ لیگا اور جس قدر مہر مثل سے زیادہ ہے وہ قرضخواہ کے حق مین ظاہر نہ[۲] ہوگا بلکہ اُس مال مین رکھا جائیگا جو اُسکے بعد وہ شخص

---

[۱] مراہق یعنی جوانی کے قریب پہونچے ۱۲ [۲] قولہ ظاہر نہوگا مراد یہ ہے کہ بقدر مہر المثل کے عورت کو ایسے طور پر ملیگا کہ اسمین دوسرے قرضخواہ ساجھی ہین کیونکہ اس سے کم غیر ممکن ہو زیادہ تو وہ قرضدار پر قرضہ ہو لیکن قرضخواہون کو اسمین حق نہین پہونچتا ۱۲ -

مجبور پیدا کرے یہ فتاویٰ قاضی خان مین ہے۔ امام اعظم رح کے نزدیک مدیون کا مال قاضی فروخت نہ کریگا خواہ عروض ہو یا عقار ہو ولیکن اُس قرضدار کو برابر قید رکھیگا یہانتک کہ وہ خود ہی اپنے قرضہ کے اداکے واسطے اپنا مال فروخت کرے اور صاحبین نے فرمایا کہ اگر مدیون نے خود فروخت کرنے سے انکار کیا تو قاضی[۱] فروخت کرکے اُسکا ثمن قرضخواہون کے درمیان موافق حصہ کے تقسیم کریگا یہ کافی مین ہے۔ اور قاضی کو جائز نہین ہے کہ مدیون مال بدون اُس کی رضامندی کے فروخت کردے مگر برضامندی جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک مطلقًا جائز ہے اور یہ قول صاحبین رحمہا اللہ کا مدیون حاضر مین سب مشائخ کے نزدیک بالاتفاق[۲] ہے مگر مدیون غائب مین مشائخ نے صاحبین کے قول پر اختلاف کیا ہے بعضون نے کہا کہ مدیون غائب کا مال قاضی اُسکے حق مین نفاذ بیع کے طور پر فروخت نہ کرے۔ اگر شوہر غائب ہو اور عورت نے قاضی سے درخواست کی کہ اُس کا مال میرے نفقہ مین فروخت کردے تو امام اعظم رح کے نزدیک قاضی فروخت نہ کریگا اور ایسا ہی صاحبین کا قول بعض مشائخ کے نزدیک ہے اور اگر غائب کا مال ایسی چیز ہو جسکے خراب ہو جانے کا خوف ہو تو بالاجماع فروخت کردیگا اسی طرح اگر غائب کا مال کوئی غلام ہو اور قاضی کو خوف ہو کہ اس کے نفقہ کا خرچہ اُس کی تمام قیمت کو گھیر لے گا تو بالاجماع قاضی اُسکو فروخت کردیگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک ایسا حجر اگرچہ مدیون مجبور غائب ہو تو بھی جائز ہے مگر بعد حجر کے مجبور کا علم شرط ہے حتّٰے کہ بعد مجبور ہونے کے قبل علم کے جو تصرف اُس سے سرزد ہو وہ صاحبین کے نزدیک صحیح ہوگا اور یہ حجر بہ قیاس حجر غلام ماذون ہے کہ اس مین بھی حجر کارآمد نہین ہوتا جبتک غلام ماذون کو خبر نہو اور ایسے ہی یہ حجر قبل قید اور بعد قید کے دونون طرح صحیح ہے اور جو تصرف ایسا ہو کہ قرضخواہون کا حق باطل کرتا ہو اس مین یہ حجر موثر ہوگا جیسے ہبہ و صدقہ وغیرہ اور رہی بیع سو اگر برابر قیمت پر بیع کی تو ایسے مجبور کی ایسی بیع صحیح ہے اور اگر اُسنے نقصان سے بیع کی تو نہین صحیح ہے خواہ نقصان کم ہو یا زیادہ ہو اور مشتری کو اختیار دیا جائیگا کہ چاہے ثمن پورا کردے یا فسخ کرلے اور اگر اُسنے اپنا مال اپنے قرضخواہ کے ہاتھ فروخت کیا اور ثمن کو قرضہ مین بدلا کردیا پس اگر قرضخواہ ایک ہی شخص ہو تو یہ جائز ہے اور اگر قرضخواہ دو شخص ہون تو مثل قیمت پر ایک کے ہاتھ بیچنا جائز ہے مگر بدلا کرنا جائز نہین ہے اسی طرح اگر اُس نے بعضے قرضخواہون کا قرضہ ادا کرنا چاہا تو اُس کو یہ اختیار نہین ہے

---

[۱] قولہ قاضی الخ مراد یہ ہے کہ قاضی اس طرح فروخت کریگا کہ نفاذ بیع مدیون پر ہو گا ۱۲ [۲] بالاتفاق الخ یعنے سب مشائخ متفق ہین کہ جب مدیون حاضر ہو تو صاحبین کے نزدیک قاضی اسکے مال کو ادائے قرضہ کے لئے اسپر فروخت کرے اور جب مدیون غائب ہو تو صاحبین کے نزدیک کیا حکم ہے اس مین مشائخ نے اختلاف کیا الخ ۱۲ منہ

یہ محیط میں ہی۔ اگر قاضی نے اُس کو بسبب قرضہ کے مجور کیا تو گواہ کرلے کہ یہ شخص اپنے مال کے تصرف سے مجور کیا گیا اور گواہ کرلینا صحت حجر کی شرط نہیں ہے صرف اسواسطے احتیاج ہوئی کہ اس حجر کے ساتھ احکام متعلق ہوتے ہیں اور اکثر انکار پیش آتا ہے پس اثبات کی ضرورت ہوتی ہے اسواسطے گواہ کرلے تاکہ انکار سے امن ہو جاوے اور سبب حجر بیان کردے کہ میں نے اس شخص کو فلان بن فلان کے قرضہ کے سبب سے مجور کیا ہے کیونکہ جو شخص حجر کو جائز رکھتا ہے اُسکے نزدیک اُسکے اسباب مختلف ہوتے ہیں اور وہ اپنے سبب کے اختلاف سے فی نفسہ مختلف ہوجاتا ہے چنانچہ حجر بسبب سفاہت کے تمام اموال کے تصرف سے مجور کرتا ہے خواہ بالفعل موجود ہوں یا آیندہ پیدا ہوں اور حجر بسبب قرضہ کے صرف اموال موجودہ کو شامل ہے اور جو مال آیندہ کمائی وغیرہ سے پیدا ہو اُس میں یہ حجر موثر نہیں ہوتا ہے اور مجور اُسکے حق میں مجور نہیں ہوتا بلکہ اُس میں اُسکا تصرف نافذ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص پر قرضہ ہے کہ اُسکے اقرار سے یا گواہوں سے قاضی کے نزدیک ثابت ہوا پھر مطلوب حکم ہونے سے پہلے غائب ہوگیا اور حاضری سے انکار کیا تو امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ قاضی اُسکی طرف سے ایک وکیل مقرر کریگا اور اُس وکیل پر مال کی ڈگری کریگا بشرطیکہ خصم اس امر کی درخواست کرے اور اگر خصم نے مدعا علیہ کے مجور کرنے کی درخواست کی تو امام اعظم و امام محمد رحمہ کے نزدیک اسپر حکم نہ دیگا اور غائب کو مجور نہ کریگا جب تک حاضر نہوئے پھر جب حاضر ہو تو اسپر حکم جاری کریگا پھر امام محمد رحمہ کے نزدیک اس کو مجور کریگا کیونکہ حجر بعد حکم کے ہوگا نہ قبل حکم کے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر خصم کا قرضہ درم ہوں اور مال مدعا علیہ درم ہوں تو قاضی اُسکی بلا اجازت بالاجماع ڈگری کردیگا اور اگر اس کا قرضہ درم ہوں اور مال دینار رہوں یا اُس کے برعکس ہو تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک قاضی مال مدعا علیہ کو خصم کے قرضہ میں استحساناً فروخت کریگا اور قیاساً یہ ہے کہ قاضی کو ایسی بیع الصرف کا اختیار نہیں ہے یہ کافی میں ہے۔ اور عروض[1] و عقار کو فروخت نہ کرے گا اور صاحبین نے فرمایا کہ فروخت کرسکتا ہے اور اسی پر فتوےٰ ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور قرضہ میں پہلے نقود فروخت کرے پھر عروض پھر عقار یعنی آسان سے پہلے شروع کرے اور مقروض کے واسطے ایک دستہ کپڑا پہننے کا چھوڑ دے اور باقی فروخت کردے اور بعض نے کہا کہ دو دستہ چھوڑ دے کذا فی الہدایہ ۱۲۔ اگر مقروض کے پاس پہننے کے کپڑے ایسے ہوں کہ ان سے گھٹ کر بھی اپنا لباس رکھ سکتا ہے تو قاضی ایسے کپڑے فروخت کرکے اُس کے ثمن میں سے قرضہ ادا کرکے باقی سے اُس کے واسطے لباس خرید دے

[1] عروض متاع و اسباب عقار زمین و کھیت وغیرہ غیر منقولہ ۱۲

اور علی ہذا القیاس اگر اس کا مسکن ایسا ہو کہ اُس سے کم پر بھی بسر کر سکتا ہے تو قاضی اس مسکن کو فروخت کر کے اُس کے ثمن مین سے قرضدار کو دیگا باقی سے اُس کے واسطے دوسرا مسکن خرید دیگا اور اسی سے ہمارے مشائخ نے یہ فرمایا ہے کہ قاضی اُس کی وہ چیز جس کا فی الحال محتاج نہین ہے فروخت کر دیگا حتے کہ اس کا لبادہ گرمیون مین اور نطع[1] جاڑون مین فروخت کر دیگا اور جب قاضی یا امین قاضی نے موافق مذہب صاحبین کے مال مدیون اُس کے قرضہ ادا کرنے کے واسطے فروخت کیا تو اس بیع کا عہدہ مطلوب کے ذمہ ہوگا قاضی اور اُسکے امین کے ذمہ نہ ہوگا اور مراد عہدہ سے یہ ہے کہ اگر بیع استحقاق مین لے لی گئی تو مشتری اپنا ثمن مطلوب سے واپس لے گا نہ قاضی اور اُس کے امین سے کذا فی النہایہ۔ اور اگر اس کے پاس لوہے کی انگیٹھی ہو تو فروخت کر کے مٹی کی خرید دیگا یہ عینی شرح ہدایہ مین ہے۔ ہشام نے اپنے نوادر مین لکھا ہے کہ مین نے امام محمد رحمہ سے دریافت کیا کہ ایک شخص پر قرضہ ہو گیا اور اُس نے روپوشی اختیار کی اور اپنے مال کے الجاء[2] سے خوف کیا تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اگر قرضخواہون نے میرے نزدیک اپنا قرضہ ثابت کر دیا تو مین اسکو مجبور کر دونگا اور اگر ثابت نہ کیا تو مجبور نہ کرونگا اور اگر غائب ہو گیا اور کسی قاضی نے اس کا مال فروخت کر دیا تو اُس کی بیع بطور اس کے کہ غائب پر اس بیع کا نفاذ ہو جائز رکھونگا اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ ولیکن مین اُس کے عہدہ پر اُس کا مال فروخت نہ کرونگا اور کہا کہ مین نے یہ مسئلہ بھی دریافت کیا کہ زید نے عمرو سے کہا کہ تو اپنا مال اس مجبور کے ہاتھ فروخت کر دے اور مین اُس کے ثمن کا ضامن ہون اُس نے مال فروخت کیا تو امام محمد رحمہ نے مال مبیعہ کا حال پوچھا مین نے عرض کی کہ اس کو مجبور نے اپنے قبضہ مین لیکر تلف کر دیا تو فرمایا کہ زید کچھ ضامن نہ ہوگا۔ اور اگر یون کہا کہ ایک سے سو درم تک جو کچھ تو فروخت کرے مین اس کا ضامن ہون پس عمرو نے پچاس درم کا کپڑا سو درم مین مجبور کے ہاتھ فروخت کیا اُس نے قبضہ کر کے تلف کیا تو فرمایا کہ زید اُس کپڑے کی قیمت کا ضامن ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر زید نے حالت حجر مین کسی کیواسطے کچھ اقرار کیا تو بعد ادائے قرض کے یہ اقرار اُس کے ذمہ واجب ہوگا اور یہ صاحبین کے قول کے موافق ہے اور یہ اس وجہ سے کہ جو مال موجود ہے اُسکے ساتھ پہلے قرضخواہون کا حق متعلق ہو چکا ہے پس دوسرے کے واسطے اقرار کر کے اِن لوگون کا حق باطل نہین کر سکتا ہے بخلاف اس کے اگر مجبور نے ادائے قرض سے پہلے کسی شخص کا مال[3] لیکر تلف کر دیا تو ایسا حکم نہین

[1] نطع بچھونا یا چمڑے کا بستر ۱۲ [2] الجاء یعنی بادشاہی پیادے اسکے مال ظاہر ہونے پر سازش کر کے کم داموں سے فروخت کر لینگے جیسے اکثر نیلام مین ہوا کرتا ہے ۱۲ [3] لیکر یعنی غصب کر کے ۱۲ - * * * * * -

بلکہ بلا خلاف یہ شخص پہلے قرضخواہون کے ساتھ برابر شمار کیا جائیگا یہ عینی شرح ہدایہ مین ہے۔ اور اگر مجور کو بعد ادائے قرض کے کچھ مال ملا تو اس مال مین اُس کا وہ اقرار نافذ ہوگا یہ ہدایہ مین ہے۔ اگر وجوب قرض کا بسبب قاضی کے نزدیک کسی علت سے یا گواہون کی گواہی سے جنھون نے قرض لینے یا مثل قیمت پر خرید کرنے کی گواہی دی ہے ثابت ہو تو ایسے قرضخواہون کے ساتھ وہ قرض خواہ جس کا قرضہ مجور ہونے سے پہلے کا ہے شریک ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور خانیہ مین لکھا ہے کہ اگر قاضی نے ایک شخص کو کسی قوم کے قرضہ کی وجہ سے جنکے قرضے مختلف ہون مجور کیا اور مجور نے بعض قرضخواہون کا قرضہ ادا کیا تو باقی قرضخواہ قابض کے مقبوضہ مین شریک ہونگے پس قابض بقدر اپنے حصہ رسد کے لیکر باقی اُن قرضخواہون کو دیدیگا اور اگر مجور نے اپنے اوپر حد یا قصاص کا اقرار کیا تو اقرار صحیح ہے اسی طرح اگر غلام آزاد یا مدبر کیا تو عتق و تدبیر صحیح ہے اور حاصل یہ ہے کہ جو تصرف ایسا ہے کہ جس کا جد و ہزل[1] یکسان ہوتا ہے وہ تصرف مجور کی طرف سے نافذ ہوگا اور جو ہزل کرنے والے سے نافذ نہین ہوتا ہی وہ مجور سے بھی نافذ نہوگا مگر اُس صورت مین نافذ ہو سکتا ہے کہ جب قاضی اجازت دیدے اور اگر مجور نے گواہون کے سامنے کسی شخص کا مال تلف کر دیا تو اُس کے واسطے ضامن ہوگا اور صاحب ضمان اُس قرضخواہ کا جس کے واسطے مجور ہوا ہے مجور کے مال مین شریک ہوگا اور اگر مجور نے کوئی باندی گواہون کے سامنے اُس کی قیمت سے بڑھکر خریدی پس اگر وہ باندی فروخت کی تو اُس کی قیمت کے قدر وہ قرضخواہ جس کے واسطے مجور ہوا ہے حصہ دار ہوگا اور جو قیمت سے زیادہ ہے وہ بائع کو اُس مال سے ملیگا جو مجور کے پاس بعد حجر کے پیدا ہو یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور مدیون مجور کا نفقہ اور اُس کی زوجہ اور نابالغ اولاد اور اُس کے ذوی الارحام کا نفقہ صاحبین کے نزدیک اُس کے مال سے دیا جائیگا اور اگر مفلس کا کچھ مال معلوم نہ ہوتا ہو اور قرضخواہون نے اُس کے قید کرنے کی درخواست کی حالانکہ وہ کہتا ہے کہ میرا کچھ مال نہین ہے تو حاکم اُس کو ہر ایسے قرضہ کے واسطے جس کو اُس نے اپنے اوپر کسی عقد سے واجب کیا ہے قید کریگا جیسے مہر و کفالت وغیرہ اور اگر مدیون مفلس نے اس امر کے گواہ پیش کئے کہ میرے پاس کچھ مال نہین ہے تو رہا کر دیا جائیگا کیونکہ فراخدستی حاصل ہونے تک مہلت دینا بالنص قرآنی سے ثابت ہے کذا فی الکافی۔ اور اگر تنگدست پایا گیا تو واجب یہ ہے کہ فراخدستی تک اُس کو مہلت دیجاوے اور بعد قید کرنے کے اُسکے تنگدست ہونے کے گواہ بالاتفاق مقبول ہونگے پس گواہ قائم کرنے کے بعد قاضی اسکو رہا

[1] ہزل یعنی زبان سے کہا ولیکن قصد نہین ہی تو بھی پورا ہو جاوے جیسے جد یعنی قصد مین ہوتا ہے مانند طلاق و عتاق وغیرہ کے۔ ۱۲

کردے گا اور اگر قید سے پہلے گواہ قائم ہون تو ایک روایت مین جب تک مقید نہو مقبول نہ ہون گے اور یہی عامہ مشایخ کا مذہب ہے اور یہی شمس الائمہ سرخسی نے شرح ادب القاضی مین اختیار کیا ہے اور یہی اصح ہے یہ عینی شرح ہدایہ مین ہے۔ اور جب حاکم نے اُس کو دو یا تین مہینہ قید کیا تو پھر اس کا حال دریافت کرے گا پس اگر اُس کا کچھ مال دریافت نہ ہوا تو رہا کردیگا یہ اقطع کی شرح قدوری مین ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ قید مین اہل حرفہ کو اپنے حرفہ کا کام کرنے کا قابو نہ دیا جائے گا تاکہ اس کا دل پریشان ہو اور قرضہ ادا کرے بخلاف اس کے اگر اُس کی کوئی باندی ہو اور قیدخانہ مین کوئی ایسی جگہ ہو جہان وطی کرسکتا ہے تو منع نہ کیا جائے گا یہ کافی مین ہے۔ اور واقعات مین لکھا ہے کہ قیدی اگر قیدخانہ مین بیمار ہوا اور وہان کوئی ایسا نہین ہے جو اُس کی تیمارداری کرے تو کفیل لیکر قیدخانہ سے نکالا جائے گا اور خلاصہ مین لکھا ہے کہ یہ حکم اُس وقت ہے کہ جب ایسی حالت مین اُس کے حق مین مرجانے کا خوف ہو اور اسی پر فتوی ہے اور اگر کفیل نہ پایا جاوے تو رہا نہ ہوگا اور اگر کسی شخص نے کفالت کی اور قاضی نے رہا کیا تو خصم کا حاضر ہونا اُس وقت شرط نہین ہے یہ عینی شرح ہدایہ مین ہے۔ اور اگر اُس نے اپنے یا اہل و عیال کے واسطے اناج خریدا تو جائز ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور جو شخص قرضہ کی وجہ سے مقید ہے اگر وہ اپنا روزینہ خریدنے مین اسراف کرتا ہو تو قاضی اُس کو منع کردے گا اور اُس کے حق مین کفاف معروف مقرر کردے گا اور ایسے ہی کپڑے مین درمیانی چال چلے اور اُس کو درمیانی چال چلنے کا حکم کرے گا مگر اُس پر اُس کے خورد و نوش و لباس مین تنگی نہ کرے گا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور کفالۃ الاصل مین لکھا ہے کہ محبوس پیٹا نہ جاوے گا اور نہ اُس کے بیڑیان ڈالی جاوین گی اور نہ طوق پہنایا جاوے گا اور نہ ڈرایا جاوے گا اور نہ مخوف کیا جاوے اور نہ ننگا کیا جاوے اور نہ مدعی حقدار کے سامنے اہانت کے واسطے کھڑا کیا جاوے اور نہ اجارہ پر دیا جاوے اور منتقی مین ہے کہ قرضدار قیدی کے بیڑیان ڈالی جاوین اور دن مین اگر بھاگ جانے کا خوف ہو تو مقفل کردیا جاوے اور قرضدار قیدی جمعہ و عید و حج و نماز فرض و نماز جنازہ و عیادت مریض کیواسطے باہر نہ نکالا جاوے گا اور وحشت ناک جگہ قید کیا جائے گا اور اُسکے واسطے کوئی بچھونا و فرش نہ بچھایا جاوے اور اُس کے پاس کوئی ایسا شخص نہ جانے پائے گا جس سے اُس کی وحشت رفع ہو اُسکو امام سرخسی نے ذکر کیا ہے کذا فی الخلاصہ اور بعد اخراج کے امام اعظم رح کے نزدیک اُس کے اور اُس کے قرضخواہون کے درمیان کچھ روک نہ کی جاوے گی مگر وہ لوگ اُس کو حالت

ملازمت مین یعنی جب اُسکے ساتھ ساتھ رہین تو تصرفات و سفر سے منع نہین کر سکتے ہین اور نہ اُس کو ایک جگہ بٹھلا سکتے ہین کیونکہ یہ تو قید ہے بلکہ جہان اُس کا جی چاہے جاوے اور یہ لوگ اُس کے ساتھ پھرتے رہینگے یہ تبیین مین ہے۔ اور جو کچھ اُس کی کمائی حوائج ضروریہ سے بڑھے وہ اپنے قرضخواہون کے درمیان حصہ رسد تقسیم کرے گا اور وہ لوگ لے لینگے اور یہ اُس وقت ہے کہ اُس کی بڑھتی کمائی قرضخواہون نے بدون اُس کے اختیار کے لی ہو یا قاضی نے لیکر بدون اُس کے اختیار کے قرضخواہون کو تقسیم کی ہو اور اگر مدیون نے اپنی صحت مین اپنے اختیار سے قرضہ ادا کرنے مین کسی حقدار کو بمقابلہ دوسرون کے چھانٹ لیا تو اُس کو اختیار ہے اس کو فتاوے نسفی مین صریح بیان کیا ہے کہ یون فرمایا کہ اگر زید پر تین آدمیون کے ہزار درم اس تفصیل سے قرضہ ہون کہ بکر کے پانچ سو درم اور عمر کے تین سو درم اور خالد کے دو سو درم ہون اور زید کے پاس کل پانچ سو درم ہین پس قرضخواہون نے جمع ہو کر زید کو مجلس قضا مین قید کرایا تو مال کیونکر تقسیم ہوگا فرمایا کہ اگر قرضدار حاضر ہو تو وہ اُن کا قرضہ خود ہی تقسیم کرے گا اور اس کو اختیار ہوگا کہ ادا کرنے مین چاہے بعض کو بعض پر مقدم کرے یا بعض کو چھانٹ لے اور اگر مدیون غائب ہوا اور قاضی کے نزدیک قرضے ثابت ہون تو قاضی تمام مال قرضخواہون کو حصہ رسد تقسیم کرے گا یہ عینی شرح ہدایہ مین ہے۔ اور اگر مدیون نے اپنے افلاس کے گواہ دیے اور طالب نے اُس کی خوشحالی کے گواہ دیے تو طالب کے گواہ قبول ہون گے اور جس سے فراخدستی[1] ثابت ہو اُس کے بیان کی کچھ ضرورت نہین ہے اور افلاس کی گواہی مین مدعی کا حاضر ہونا شرط نہین ہے یہ خلاصہ مین ہے۔ اور گواہون کو یون کہنا چاہیے کہ یہ شخص فقیر ہے ہم اس کا کچھ یا کوئی عرض عروض مین ایسا نہین جانتے ہین جس سے حالت فقر سے نکلے اور ابوالقاسم صفار نے فرمایا کہ گواہون کو یون کہنا چاہیے کہ ہم گواہی دیتے ہین کہ یہ شخص مفلس معدم ہے ہم اُس کا کوئی مال سوائے اس کے تن کے کپڑون اور اُس کے لباس شب خوابی کے نہین جانتے ہین کذا فی العینی شرح الہدایہ اور اگر مدیون مفلس اپنے گھر مین کسی ضرورت سے گیا تو ہدایہ مین مذکور ہے کہ اُس کے پیچھے نہ جاوے بلکہ اُس کے دروازے پر بیٹھا رہے یہان تک کہ وہ باہر آوے اور زیادات مین فرمایا کہ جب مدیون نے اُس کو اندر آنے کی اجازت نہ دی تو اُس کے دروازے پر بیٹھا رہے

---

[1] فراخدستی یعنی اسقدر میسر ہو کہ ضروریات کے بعد کچھ ادا کر سکے عوض متاع و اسباب ۱۲ -

اور اُسکو اندر جانے سے منع کرے تاکہ روپوش نہ ہو جاوے یا دوسرے دروازے سے
نہ نکل جاوے پس ساتھ ساتھ رہنے سے جو مقصود ہے وہ فوت ہو جاوے اور نہایہ مین
لکھا ہے کہ صاحب حق کو یہ اختیار نہین ہے کہ ملزوم مطلوب کو پہنچانہ یا کھانے کے واسطے
مکان کے اندر جانے سے منع کرے لیکن اگر اُس کو غذا دیدی یا پہنچا نہ پھرنے کے واسطے
کوئی مقام مقرر کردیا تو اُس وقت البتہ اُس کو اختیار ہے کہ گھر مین اُس کو نہ جانے دے
تاکہ ایسا نہ ہو کہ ملزم بھاگ جاوے اور اسی نہایہ مین لکھا ہے کہ اگر مطلوب ملزوم مثل
سقائی وغیرہ کے کام کیا کرتا ہو تو طالب کو اس کام سے منع کرنے کا اختیار نہین ہے ولیکن
اپنے نائب اور اجیر و غلام کو اُس کے ساتھ ساتھ رکھ سکتا ہے لیکن اگر مطلوب کو اُس کا اور
اُس کے عیال کا نفقہ دیا تو اس صورت مین اُس کو اس کام سے منع کرسکتا ہے یہ تبیین مین
ہے۔ اور واقعات مین لکھا ہے کہ ایک شخص پر دوسرے کے حق کی ڈگری ہوئی ڈگریدار
نے اپنے غلام کو قرضدار کے ساتھ ساتھ رہنے کا حکم دیا پس جس پر ڈگری ہوئی ہے اُسنے
کہا کہ مین مدعی کے ساتھ بیٹھ سکتا ہون غلام کے ساتھ نہ بیٹھونگا تو اُس کو یہ اختیار ہے
یہ عینی شرح ہدایہ مین ہے۔ اور اگر مطلوب نے قید ہونا اور طالب نے ملازمت[1] اختیار
کی تو طالب کو اختیار ہے ولیکن اگر قاضی کو معلوم ہوا کہ طالب اُس پر ساتھ ساتھ رہنے
مین تعدی کرے گا مثلاً گھر مین جانے سے منع کرے گا یا اُس کے ساتھ اندر چلا جاوے گا
تو ایسی صورت مین مطلوب سے ضرر دفع کرنے کے واسطے اُس کو قید کرے گا یہ کافی مین
ہے۔ اور اگر کسی مرد کا عورت پر قرضہ ہو تو اُس کے ساتھ ساتھ نہین رہ سکتا ہے
کیونکہ اس مین اجنبیہ عورت کے ساتھ تنہائی ہوگی ولیکن قرضخواہ اس کے پاس ایک
امین عورت اپنی طرف سے بھیجدے گا جو اس کے ساتھ ساتھ رہے کذا فی الہدایہ ۔ اگر
زید مفلس ہو گیا اور اُس کے پاس عمرو کا کچھ مال معین ہے جس کو اُس نے عمرو سے خریدا
تھا تو عمرو باقی قرضخواہون کے ساتھ برابر کردیا جاوے گا اُس کی صورت یہ ہے کہ زید نے
عمرو سے ایک خاص غلام خریدا اور قبضہ کرلیا اور ہنوز دام نہین دیے تھے کہ مفلس ہو گیا
اور اُس کے پاس سوا اس کے اور کچھ مال نہین ہے پس عمرو نے دعوے کیا کہ مین
بہ نسبت دوسرون کے اس غلام کا مستحق ہون اور دوسرے قرضخواہون نے مساوات[2]
کا دعوے کیا تو یہ غلام فروخت کرکے اُس کے دام سب کو حصہ رسد تقسیم ہونگے بشرطیکہ

---

[1] ملازمت یعنے قرضدار قید ہونا منظور کرتا ہے اور قرضخواہ کہتا ہے کہ نہین بلکہ مین اسکے ساتھ رہونگا تو قرضخواہ کو اختیار دیا جائیگا ۱۲

[2] مساوات یعنی تجھکو ہمارے ساتھ برابری کا حق ہے کچھ استحقاق زیادہ نہین ہے ۱۲

سب قرضے ایسے ہون کہ اُن کے ادا کا وقت آگیا ہو اور اگر بعض کا وقت آیا ہو اور بعض کا نہ آیا ہو تو ان قرضخواہون کو جن کے ادا کا وقت آیا ہے تقسیم کرکے دیدیا جائیگا پھر باقی قرضخواہ وقت آنے پر اُن لوگون سے جنھون نے وصول کیا ہے بقدر اپنے حصہ رسد کے واپس لین گے اور اگر زید نے غلام پر قبضہ نہ کیا ہو یہان تک کہ مفلس ہوگیا تو عمرو باقی قرضخواہون کے بہ نسبت غلام کا حقدار ہوگا یہ ینابیع مین ہے۔ ہشام نے امام محمد رح سے روایت کی کہ ایک سفیہ محجور نے اپنی نابالغ لڑکی یا بہن کو کسی کے ساتھ بیاہ دیا تو جائز نہین ہے اور ہشام کہتے ہین کہ مین نے

امام محمد رح سے دریافت کیا کہ ایک شخص ایسا ہے کہ اُس سے راست روی کے آثار ظاہر نہ ہوئے اور ہنوز وہ محجور بھی نہ کیا گیا اور اُس کا مال اُس کے پاس ہے اُسنے فروخت کیا تو امام محمد رح نے مجھے خبر دی کہ امام ابو یوسف نے فرمایا ہے کہ بیع باطل ہے اور ایسا ہی امام محمد رحمہ اللہ تعالی کا قول ہے یہ محیط مین لکھا ہے

مختصر فہرست کتب فقہ فارسی و اُردو
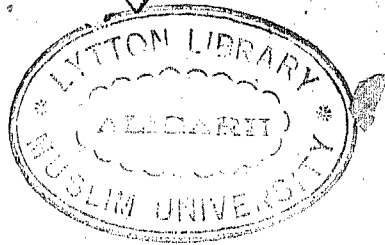
ناظرین کی آگاہی کے لئے اسی فن کی چند کتب کی فہرست درج کیجاتی ہے مطول فہرست ہر قسم کی کتب کی طلب فرمانے پر بلا قیمت روانہ ہوگی۔ المشتہر

منیجر نولکشور پریس صیغۂ بکڈپو لکھنؤ

نام کتاب	قیمت

فقہ فارسی (اہل سُنّت)

- **حجج الحج مسمےٰ بہ غایۃ الشعور**۔ اس مین احکام حج کی ضرورت اور صحت اور کعبہ کی عظمت کو دلائل سے ثابت کیا ہے از مولانا محمد شاہ صاحب۔ — عہ ر
- **تبیان**۔ فی احکام شرب الدخان حقّہ پینے نہ پینے کے احکام کی تصریح۔ — ا ر
- **نام حق منظوم**۔ اس مین نماز و روزہ کے ضروری مسائل بیان کئے گئے ہین۔ از مولانا شرف الدین بخاری۔ — ۶ پائی
- **مائۃ مسائل**۔ اِس مین سو مسائل ضروری بطور سوال جواب کے بیان کئے ہین — ۶ر
- **شرح وقایہ فارسی**۔ یعنی عربی شرح وقایہ کا فارسی مین ترجمہ اور حاشیہ پر حاشیہ ملتقی الابحر چڑھا ہوا ہے مترجمہ مولوی عبد الحق صاحب سرہندی — عہر
- **فتاوائے برہنہ**۔ اس مین ۳۶ ابواب

- اور متعدد فصلین ہین جن مین تمام ضروری مسائل بیان کئے ہین۔ اور آخری باب مین مناقب امام ابو حنیفہؒ کو بیان کیا گیا ہے از شیخ نصیر الدین مرحوم نہایت صحت کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ — عہ/ا ر
- **عمدۃ البضاعۃ فی مسائل الرضاعۃ** اِس مین دودھ پلانے کے مسئلے رضیع اور مرضعہ کے بابت احکام بالتفصیل درج ہین — ا ر
- **مسلک المتقین**۔ فقہ کی مشہور و معروف کتاب ہے — عہ ر
- **قدوری**۔ مترجمہ مولانا ابی القاسم ابن حسین۔ — ۸ ر
- **شرح فارسی مختصر وقایہ** مستند و مقبول عام شرح ہے از مولانا عبد الرحمن جامی — عہر
- **کنز الدقایق**۔ فارسی مشہور و معروف کتاب ہے۔ ترجمہ فارسی۔ — ۱۳ ر
- **بالابدمنہ**۔ جملہ ضروری مسائل نماز روزہ

نام کتاب	قیمت
حج زکوٰۃ از قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی معہ وصیت نامہ	ے/
شرح مختصر وقایہ کورمیری - یہ شرح داخل درس ہے مسائل مختصر دقایہ کو خوب حل کیا ہے - از مولانا جلال الدین کورمیری	عہ/
رسالہ تنبیہ الانسان - در حلت و حرمت جانوران نہایت ضروری رسالہ ہے -	۱/
رسالہ قاضی قطب - ذکر ایمان و ارکان اسلام -	۶ پائی
نادر المعراج - شب معراج کا مختلف آیات واحادیث سے ثبوت اور اُس کی فضیلت آنحضرت کا دنیا سے آسمان پر جانا اور مشاہدۂ عجائبات وغیرہ وغیرہ دیگر ولایتون مین یہ کتاب بہت مروّج ہے از مولانا شیخ الاسلام اکبرآبادی عہد شاہجہانی مین تصنیف ہوئی	ے/
مختصر وقایہ مترجم فارسی یعنی فارسی تحت اللفظ ترجمہ مع متن عربی -	۲عہ/
ایضاً - جلد اوّل	۱۰/
" جلد دوم	۸/
ذیل الحواشی شرح اصول الشاشی از نجم الغنی صاحب رامپوری	عا/

نام کتاب	قیمت
ملتقی الابحر	۲عہ/

فقہ اُردو (مذہب اہل سُنّت)

نام کتاب	قیمت
غایۃ الاوطار - ترجمہ اُردو درمختار کامل چار جلد - یہ وہی نادر کتاب فتاوی ہے جسمین کل معاملات شرعی و عرفی کا فیصلہ کردیا گیا ہے بیع شرعی - حوالہ شہادت وکالت دعوے اقرار صلح مضاربت وغیرہ کے بالتفصیل بیان و احکام درج ہین کاغذ سفید	عہ ۱۶/۵
کشف الحاجۃ - ترجمہ مالابدمنہ از مولوی نورالدین بن محمد اشرف چاٹگامی	۰۴/
رسالہ خلاصۃ المسائل - معاملات و عبادات کے ضروری مسئلے -	۶/
مرأۃ الصلوۃ اُردو - وضو اور نماز کے مسائل مین نہایت جامع کتاب ہے از مولوی محمد مرتضیٰ صاحب اعظمی بندوی یہ کتاب جدید الطبع ہے -	۶/
ہزار مسئلہ - اس مین سات رسالے شامل ہین - جن مین سے ہر ایک اہل اسلام کے لئے ضروری ہے از مولوی عبد اللہ	۲/